مسائل بہشتی زیور

حصہ اوّل

عبادات

ترتیب نو مع اضافات مفیدہ

ڈاکٹر مفتی عبد الواحد (ایم بی بی ایس)

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

رئیس دار الافتاء والتحقیق جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

حکیم الامت

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ



مجلس نشریات اسلام

1.کے - 3 ناظم آباد مینشن - ناظم آباد 1
کراچی - پوسٹ کوڈ نمبر 74600

"فہم دین کورس"

مسائلِ بہشتی زیور

(حصہ اوّل)

عِبادات

حکیم الامت

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ترتیبِ نو مع اضافاتِ مفیدہ

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

ایم بی بی ایس

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

مجلس نشریاتِ اسلام

ا-کے-۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبرا، کراچی-۷۴۶۰۰

یہ کتاب

محترم جناب ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (ایم بی بی ایس)

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور کی

اجازت سے شائع کی جارہی ہے

نام کتاب ـــــــ مسائل بہشتی زیور (حصہ اوّل)

تصنیف ـــــــ ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)

طباعت ـــــــ احمد برادرز، پرنٹنگ پریس، کراچی۔

اشاعت ـــــــ ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۰۰۷ء

ضخامت ـــــــ ۴۸۰ صفحات

اسٹاکسٹ

مکتبہ ندوہ

قاسم سینٹر اُردو بازار کراچی۔ فون نمبر: ۲۶۳۸۹۱۷

ناشر

فضل ربی ندوی

مجلس نشریات اسلام

ا۔کے۔۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر۱، کراچی۔۷۴۶۰۰

فون نمبر: ۶۶۰۰۸۹۶-۶۶۰۱۸۱۷

فہرست مضامین مسائل بہشتی زیور

- تعارف ۲۷
- مقدمہ ۲۹
- دین کی باتوں کی تفصیل ۳۰
- عبادات ۳۱
- معاملات ۳۱
- آداب ۳۱
- ضروری اصطلاحات ۳۲
- وضو کا بیان ۳۴
- وضو کرنے کا طریقہ ۳۴
- اہم تنبیہ ۳۵
- وضو کے فرائض ۳۵
- وضو کی سنتیں ۳۸
- وضو کے مستحبات ۴۰
- وضو کے آداب ۴۱
- وہ آداب جو نبی ﷺ سے منقول ہیں ۴۱
- وہ آداب جن کو سلف صالحین نے پسند کیا ۴۱
- وضو کے مکروہات ۴۲
- وضو پر وضو ۴۲
- وضو کرتے وقت کی دعائیں ۴۲
- وضو سے فارغ ہو کر پڑھنے والی دعائیں ۴۳
- مسواک کا بیان ۴۳

مسواک کرنے کا مستحب طریقہ ۴۴
مسواک کے آداب ۴۴
مسواک سے متعلق چند مکروہات ۴۵
تنبیہ ۴۵
وضو کو توڑنے والی چیزوں کا بیان ۴۵
جو چیز آگے اور پیچھے کی راہ سے عادت کے طور پر نکلے ۴۵
آگے پیچھے کی راہ سے جو چیز خلاف عادت نکلے ۴۶
آگے پیچھے کی راہ کے علاوہ کسی اور جگہ سے نجاست کا نکلنا ۴۷
کسی بیماری سے پانی کا نکلنا ۵۰
قے ۵۱
نیند ۵۲
بے ہوشی، جنون اور نشہ ۵۳
رکوع وسجدہ والی نماز میں قہقہہ ۵۳
مباشرت فاحشہ ۵۳
متفرقات ۵۴
حدث اصغر یعنی بے وضو ہونے کی حالت کے احکام ۵۴
معذور کا بیان ۵۵
غسل کا بیان ۵۸
غسل کا مسنون طریقہ ۵۸
تنبیہ ۵۸
غسل کے فرائض ۵۸
غسل کی سنتیں ۶۱
غسل کے مستحبات ۶۱
غسل کے مکروہات ۶۲
فرض غسل ۶۲

○ پہلا سبب ۶۲
○ دوسرا سبب ۶۳
○ تیسرا سبب ۶۴
○ چوتھا سبب ۶۴
○ جن صورتوں میں غسل فرض نہیں ۶۴
○ جن صورتوں میں غسل واجب ہے ۶۵
○ جن صورتوں میں غسل سنت (غیر موکدہ) ہے ۶۶
○ جن صورتوں میں غسل کرنا مستحب ہے ۶۶
○ حدث اکبر کے احکام ۶۷
○ پانی کا بیان ۶۹
○ پانی کی دو قسمیں ہیں ۶۹
○ مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں ۶۹
○ طاہر مطہر غیر مکروہ ۷۰
○ جاری پانی ۷۰
○ ٹھہرا ہوا پانی ۷۱
○ قلیل پانی کے مسائل ۷۱
○ کثیر کے مسائل ۷۲
○ کنویں کا بیان ۷۳
○ تنبیہ ۷۳
○ طاہر مطہر مکروہ پانی ۷۶
○ طاہر غیر مطہر پانی ۷۷
○ پانی کے مستعمل ہونے کا سبب ۷۷
○ پانی مستعمل کب بنتا ہے ۷۷
○ مستعمل پانی کی صفت ۷۷
○ مستعمل پانی کا حکم ۷۷

○ مشکوک پانی ۷۸
○ مقید پانی ۷۸
○ جانوروں کے جھوٹے کا بیان ۷۹
○ پانی کے استعمال کا حکم ۸۱
○ موزوں پرمسح کرنے کا بیان ۸۳
○ کن موزوں پرمسح کرنا جائز ہے ۸۳
○ تنبیہ ۸۴
○ مسح کے فرض ۸۶
○ مسح کا مسنون طریقہ ۸۶
○ موزہ پرمسح کی مدت ۸۶
○ مسح کو توڑنے والی چیزیں ۸۷
○ مسح کی مدت کا گزر جانا ۸۸
○ موزے میں پاؤں کا پانی سے بھیگ جانا! ۸۸
○ متفرقات ۸۸
○ پٹی اور پلستر پرمسح کرنے کا بیان ۸۹
○ تیمم کا بیان ۹۱
○ تیمم کے صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں ۹۱
○ شرائط سے متعلق مسائل ۹۱
○ نیت کا ہونا ۹۱
○ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونا ۹۲
○ پیاس کا خوف ۹۳
○ درندے یا دشمن کا خوف ۹۴
○ بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا خوف ۹۴
○ پانی نکالنے کا سامان نہ ہونا ۹۵
○ ایسی نماز کے فوت ہو جانے کا خوف جو بلا بدل ہو ۹۶

○ پاک مٹی یا مٹی کی جنس پر مسح کرنا ۹۶
○ تنبیہ ۹۶
○ مسح پورا پورا کرنا ۹۷
○ کم از کم تین انگلیوں سے مسح کرنا ۹۸
○ پانی کے قریب کے گمان پر اس کو طلب کرنا ۹۸
○ تیمّم کی سنتیں ۹۸
○ تیمّم کا مسنون طریقہ ۹۸
○ تیمّم کو توڑنے والی چیزیں ۹۹
○ متفرق مسائل ۱۰۰
○ حیض ونفاس کا بیان ۱۰۲
○ حیض کس کو کہتے ہیں ۱۰۲
○ شرائط حیض ۱۰۲
○ وقت حیض ۱۰۲
○ حیض کی مدت ۱۰۲
○ طہارت کی کامل مدت اس سے پہلے گزر چکی ہو ۱۰۳
○ حیض کب سے شروع سمجھا جائے گا ۱۰۳
○ حیض کی عادت سے متعلق مسائل ۱۰۴
○ استحاضہ کا بیان ۱۰۵
○ استحاضہ کا حکم ۱۰۵
○ حیض واستحاضہ کی چند صورتیں اور احکام ۱۰۵
○ تنبیہ ۱۰۷
○ نفاس کا بیان ۱۰۸
○ نفاس کے چند احکام ۱۰۹
○ نجاستوں کا بیان ۱۱۳
○ نجاستوں کا حکم ۱۱۴

○ نجاست لگی چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ ۱۱۵
○ دھونا ۱۱۵
○ تنبیہ ۱۱۵
○ پونچھنا ۱۱۵
○ دھونے اور پونچھنے سے متعلق تفصیل ۱۱۵
○ تنبیہ ۱۱۷
○ خشک ہوکر اس کا اثر جاتے رہنا ۱۱۸
○ جلانا ۱۱۹
○ حقیقت کا بدل جانا ۱۱۹
○ چمڑے کا دباغت سے پاک ہونا ۱۱۹
○ ذبح سے پاک ہونا ۱۲۰
○ ملنا کھرچنا ۱۲۰
○ گھسنا اور رگڑنا ۱۲۰
○ متفرقات ۱۲۰
○ نجاست سے متعلق چند مسائل ۱۲۲
○ پاکی ناپاکی کے بعض مسائل ۱۲۴
○ ناپاک چیز کا بطور دوا استعمال ۱۲۵
○ تنبیہ ۱۲۶
○ استنجا کا بیان ۱۲۶
○ تنبیہ ۱۲۷
○ پیشاب، پاخانہ کے وقت جن امور سے بچنا چاہیے ۱۲۸
○ جن چیزوں سے استنجا کرنا درست نہیں ۱۲۸
○ جن چیزوں سے استنجا کرنا درست ہے ۱۲۹
○ نماز کی شرطوں کا بیان ۱۳۰
○ بدن اور کپڑوں کی طہارت ۱۳۰

○ نماز کی جگہ کا پاک ہونا ۱۳۲
○ جن جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے ۱۳۳
○ ستر چھپانا ۱۳۴
○ تنبیہ ۱۳۵
○ نیت کا ہونا ۱۳۶
○ استقبال قبلہ ۱۳۸
○ استقبال قبلہ کی ضروری حد کیا ہے ۱۳۸
○ مکہ مکرمہ سے دور شہروں میں سمت قبلہ اور جہت استقبال معلوم کرنے کا شرعی طریقہ ۱۳۹
○ تنبیہ ۱۴۰
○ نماز کے وقتوں کا بیان ۱۴۱
○ نمازوں کے مستحب اوقات ۱۴۳
○ وہ اوقات جن میں نماز پڑھنی منع ہے ۱۴۴
○ متفرقات ۱۴۶
○ اذان اور اقامت کا بیان ۱۴۷
○ اذان اور اقامت میں فرق ۱۴۷
○ اذان و اقامت کے احکام ۱۴۸
○ مسجد میں اذان کہنا ۱۵۰
○ اذان و اقامت کی صحت و کمال کی شرائط ۱۵۰
○ اذان کا جواب دینا ۱۵۱
○ جن صورتوں میں اذان کا جواب نہ دے ۱۵۲
○ سنن و مستحبات ۱۵۳
○ موذن سے متعلق ۱۵۳
○ اذان سے متعلق ۱۵۴
○ متفرق مسائل ۱۵۵

- نومولود بچے کے کان میں اذان واقامت ۱۵۶
- نماز کے علاوہ جن موقعوں پر اذان کہنا مستحب ہے ۱۵۶
- اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا ۱۵۷
- جب موذن اقامت شروع کرے مقتدیوں کو اسی وقت کھڑے ہونا چاہیے ۱۵۸
- اذان سے پہلے درود وسلام ۱۵۸
- تثویب ۱۵۹
- اذان واقامت میں رسول اللہ ﷺ کے نام گرامی پر انگوٹھے چومنا ۱۵۰
- نماز پڑھنے کا طریقہ ۱۶۰
- نماز میں فرائض ۱۶۲
- رکوع کرنا ۱۶۴
- دونوں سجدے کرنا ۱۶۴
- قعدہ اخیرہ ۱۶۵
- نماز کے واجبات ۱۶۵
- تنبیہ ۱۶۶
- نماز کی سنتیں ۱۶۸
- تنبیہ ۱۶۸
- تنبیہ ۱۶۹
- تنبیہ ۱۷۲
- تنبیہ ۱۷۲
- نماز کے مستحبات ۱۷۳
- نماز میں قرأت کے چند مسائل ۱۷۴
- نمازی کے آگے سے گزرنا ۱۷۶
- سترہ کے مسائل ۱۷۷
- جماعت کا بیان ۱۷۹
- جماعت کن لوگوں پر واجب ہے ۱۷۹

- ترک جماعت کے عذر ۱۷۹
- تنبیہ ۱۷۹
- تنبیہ ۱۸۰
- امامت کے صحیح ہونے کی شرطیں ۱۸۰
- اقتداء کے صحیح ہونے کی شرطیں ۱۸۱
- تنبیہ ۱۸۶
- جماعت کے احکام ۱۸۸
- جماعت ثانیہ ۱۸۸
- تنبیہ ۱۸۹
- امامت کے لائق شخص ۱۸۹
- امام اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی ترتیب ۱۹۱
- لاحق اور مسبوق کے مسائل ۱۹۲
- مثال ۱۹۳
- مثال ۱۹۴
- جماعت میں شامل ہونے نہ ہونے کے مسائل ۱۹۵
- امام کی اتباع اور پیروی ۱۹۸
- امام اگر بدعتی اور اہل ہوا ہو ۱۹۹
- امامت کے لیے عمامہ باندھنا ۱۹۹
- گھر میں بلا عذر جماعت کرنا ۲۰۰
- ستونوں کے درمیان صف بندی ۲۰۰
- بچوں کو بالغوں کی صف میں کھڑا کرنا ۲۰۰
- عورتوں کی جماعت ۲۰۱
- امام کے پیچھے مقتدی کا قرأت کرنا ۲۰۱
- آمین آواز سے کہنا ۲۰۲
- نماز میں مکروہات ۲۰۳

- لباس سے متعلق ۲۰۳
- جاندار کی تصویر سے متعلق ۲۰۴
- قلبی تشویش سے متعلق ۲۰۵
- قرأت سے متعلق ۲۰۵
- جگہ سے متعلق ۲۰۶
- بلاضرورت عمل قلیل کرنے سے متعلق ۲۰۷
- کفار کے ساتھ تشبہ سے تعلق ۲۰۸
- جماعت کے تقاضے کے خلاف کرنا ۲۰۸
- نماز میں حدث ہو جانے کا بیان ۲۰۸
- مفسدات یعنی نماز کو توڑنے والی چیزوں کا بیان ۲۱۴
- نماز میں بولنا یا بلاضرورت آواز نکالنا ۲۱۴
- ایسا عمل کرنا جو کثیر ہو اور نماز کی جنس سے نہ ہو ۲۱۵
- نماز کے اندر کھانا پینا ۲۱۶
- نماز کے اندر زیادہ چلنا خواہ اختیار سے ہو یا بلا اختیار ہو ۲۱۶
- صحت نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا مفقود ہونا ۲۱۷
- لقمہ دینے کی بعض صورتیں ۲۱۸
- اپنی نماز میں شریک عورت کا محاذی ہونا ۲۱۹
- متفرقات ۲۲۰
- قضا نمازوں کے پڑھنے کا بیان ۲۲۲
- سجدہ سہو کا بیان ۲۲۶
- سجدہ سہو کا طریقہ ۲۲۶
- سجدہ سہو کے چند مسائل ۲۲۶
- سجدہ سہو واجب ہونے نہ ہونے کا ضابطہ ۲۲۷
- سجدہ سہو کے تفصیلی مواقع ۲۲۷
- نیت باندھنا اور ثناء پڑھنا ۲۲۷

- قرأت کرنا ۲۲۷
- رکوع کرنا ۲۲۹
- سجدہ کرنا ۲۲۹
- تعدیل ارکان ۲۲۹
- قعدہ کرنا ۲۳۰
- التحیات پڑھنا ۲۳۱
- سلام پھیرنا ۲۳۱
- وتر میں قنوت پڑھنا ۲۳۲
- نماز میں سوچنے لگا ۲۳۲
- نماز میں شک ہونا ۲۳۳
- امام کے پیچھے سجدہ سہو کے مسائل ۲۳۴
- سجدہ تلاوت کا بیان ۲۳۶
- نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے مسائل ۲۳۸
- نماز سے باہر آیت سجدہ پڑھنے سننے کے مسائل ۲۴۰
- متفرقات ۲۴۲
- نماز وتر کا بیان ۲۴۳
- قنوت نازلہ ۲۴۵
- مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان ۲۴۷
- آدمی شرعی مسافر کب بنتا ہے ۲۴۷
- تین منزل سے کیا مراد ہے ۲۴۹
- سفر میں نماز کا حکم ۲۴۹
- اقامت کے مسائل ۲۵۰
- مسافر اور مقیم کی امامت واقتداء کے مسائل ۲۵۲
- نماز کے اندر نیت بدلنے کے مسائل ۲۵۳
- متفرقات ۲۵۳

○ وطن اصلی اور وطن اقامت ۲۵۴
○ وطن اصلی ۲۵۴
○ وطن اقامت ۲۵۵
○ تابع و متبوع کی نیت کے مسائل ۲۵۶
○ مسافرت میں عورتوں کے مخصوص مسائل ۲۵۷
○ بیمار کی نماز کا بیان ۲۵۸
○ قیام سے متعلق مسائل ۲۵۸
○ بیٹھ کر نماز پڑھنا ۲۵۹
○ لیٹ کر نماز پڑھنا ۲۶۰
○ مریض کا قبلہ رخ ہونے پر قادر نہ ہونا ۲۶۲
○ مریض کے بچھونے (بستر) کا نجس ہونا ۲۶۲
○ جنون' بے ہوشی اور نشہ کی حالت میں نماز کے مسائل ۲۶۳
○ تنبیہ ۲۶۴
○ متفرق مسائل ۲۶۴
○ مریض کے لیے امامت و اقتداء کے چند مسائل ۲۶۶
○ نماز تراویح کا بیان ۲۶۹
○ شبینہ ۲۷۳
○ سنت نمازوں کا بیان ۲۷۴
○ خاص حالات کی کچھ نمازیں ۲۷۶
○ استسقاء کی نماز ۲۷۶
○ نماز کسوف و خسوف ۲۷۶
○ خوف کی نماز ۲۷۷
○ نفل نماز کے احکام ۲۸۰
○ بعض خاص نفل نمازیں ۲۸۱
○ تحیۃ الوضو ۲۸۲

- تحیۃ المسجد ۲۸۲
- اشراق ۲۸۲
- چاشت کی نماز ۲۸۳
- اوابین کی نماز ۲۸۳
- تہجد کی نماز ۲۸۳
- صلوٰۃ التسبیح ۲۸۳
- سفر کے نفل ۲۸۵
- استخارہ کی نماز ۲۸۵
- استخارہ کی حقیقت ۲۸۶
- نماز توبہ ۲۸۷
- نماز قتل ۲۸۷
- نماز حاجت ۲۸۸
- جمعہ کی نماز کا بیان ۲۸۹
- جمعہ کے فضائل ۲۸۹
- جمعہ کے آداب ۲۸۹
- نماز جمعہ پڑھنے کا طریقہ ۲۹۰
- نماز جمعہ فرض ہونے کی شرطیں ۲۹۰
- نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں ۲۹۱
- جمعہ کے خطبہ کے مسائل ۲۹۳
- خطبہ کے واجبات ۲۹۳
- خطبہ کی سنتیں اور مستحبات ۲۹۴
- نماز جمعہ کے مسائل ۲۹۶
- متفرق مسائل ۲۹۷
- عیدین کی نماز کا بیان ۲۹۹
- عید کے دن مسنون چیزیں ۲۹۹

○ تنبیہ ۳۰۰
○ عید کی نماز کا طریقہ ۳۰۱
○ تکبیر تشریق ۳۰۴
○ میت کے احکام ۳۰۵
○ قریب الموت کے احکام ۳۰۵
○ روح نکل جانے کے بعد احکام ۳۰۶
○ غسل میت ۳۰۷
○ غسل مسنون ۳۰۷
○ غسل میت کا حکم ۳۰۷
○ کس کو غسل نہیں دیا جائے گا ۳۰۸
○ کون کس کو غسل دے ۳۱۰
○ تنبیہ ۳۱۱
○ متفرقات ۳۱۱
○ بچے کے زندہ یا مردہ پیدا ہونے یا حمل کے گر جانے کے احکام ۳۱۲
○ کفنانے کا بیان ۳۱۳
○ عورت کا کفن ۳۱۳
○ کفن کی لمبائی ۳۱۴
○ کفنانے کا مستحب طریقہ ۳۱۴
○ مردوں کے لیے ۳۱۵
○ عورتوں کے لیے ۳۱۵
○ تنبیہ ۳۱۵
○ کفنانے کے دیگر مسائل ۳۱۵
○ نماز جنازہ کے مسائل ۳۱۶
○ نماز جنازہ کا حکم ۳۱۶
○ نماز جنازہ کا وقت ۳۱۷

- نماز جنازہ کے فرض ہونے کی شرطیں ۳۱۷
- نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی شرطیں ۳۱۷
- تنبیہ ۳۱۹
- نماز جنازہ کے فرائض ۳۲۰
- نماز جنازہ کی سنتیں ۳۲۰
- نماز جنازہ میں جماعت ۳۲۰
- نماز جنازہ کا مسنون ومستحب طریقہ ۳۲۰
- نماز جنازہ کے بعد دعا ۳۲۲
- نماز جنازہ میں صف بندی ۳۲۲
- نماز جنازہ کے مفسدات ۳۲۳
- مسجد میں نماز جنازہ ۳۲۳
- ایک وقت میں اگر کئی جنازے جمع ہوں ۳۲۳
- نماز جنازہ میں امامت کا حقدار ۳۲۳
- متفرقات ۳۲۵
- رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ ۳۲۵
- جنازہ لے چلنے کے احکام ۳۲۶
- شہید کے احکام ۳۲۷
- قسم اول ۳۲۷
- تنبیہ ۳۲۸
- تنبیہ ۳۲۸
- قسم دوم ۳۲۸
- کامل شہید کی شرائط ۳۲۹
- دفن کے احکام ۳۳۱
- تنبیہ ۳۳۶
- تعزیت کا بیان ۳۳۶

○ تنبیہ ۳۳۸
○ زیارت قبور ۳۳۸
○ ایصال ثواب ۳۳۹
○ پوسٹ مارٹم یعنی بعد از مرگ معائنہ ۳۴۰
○ تشریح الابدان کے لیے نعش کی کاٹ چھانٹ ۳۴۱
○ انسانی اعضاء کی پیوند کاری ۳۴۲
○ زکوٰۃ کا بیان ۳۴۳
○ زکوٰۃ کس قسم کے مال پر فرض ہے ۳۴۳
○ زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں ۳۴۳
○ مال دار کا مسلمان ہونا ۳۴۳
○ صاحب عقل ہونا ۳۴۴
○ بقدر نصاب مال کا مالک ہونا ۳۴۴
○ ملکیت کے علاوہ اس پر قبضہ بھی ہو ۳۴۴
○ مال نصاب کا قرض سے فارغ ہونا ۳۴۵
○ مال نصاب کا نامی یعنی بڑھنے والا ہونا ۳۴۶
○ قدر نصاب مال پر چاند کے حساب سے سال کا گزرنا ۳۴۷
○ ادائیگی زکوٰۃ کی شرط ۳۴۸
○ ادائیگی زکوٰۃ کا وقت ۳۴۹
○ سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا بیان ۳۵۰
○ سونے چاندی کا نصاب ۳۵۰
○ کھوٹ ملے سونے اور چاندی کا حکم ۳۵۰
○ مال تجارت کی زکوٰۃ کا بیان ۳۵۲
○ روپے پیسوں کی زکوٰۃ کا بیان ۳۵۴
○ قرض پر وجوب زکوٰۃ کا بیان ۳۵۴
○ دَین قوی ۳۵۵

○ دَین متوسط ۳۵۵
○ دَین ضعیف ۳۵۶
○ زکوٰۃ کے مستحق لوگ ۳۵۷
○ غریب وفقیر ۳۵۷
○ مقروض ۳۵۸
○ مسافر ۳۵۹
○ فی سبیل اللہ ۳۵۹
○ عامل ۳۶۰
○ جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ۳۶۰
○ زکوٰۃ ادا کرنے کا بیان ۳۶۱
○ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کسی کو وکیل بنانا ۳۶۴
○ اموال ظاہرہ ۳۶۶
○ اموال باطنہ ۳۶۷
○ سرکاری بینکوں سے زکوٰۃ کی سرکاری کٹوتی ۳۶۸
○ جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان ۳۶۸
○ تنبیہ ۳۶۸
○ مثال ۳۶۹
○ اونٹوں کی زکوٰۃ کا نصاب ۳۶۹
○ ضابطہ کلیہ ۳۷۰
○ گائے بھینس کی زکوٰۃ کا نصاب ۳۷۱
○ بھیڑ بکری کی زکوٰۃ کا نصاب ۳۷۱
○ تنبیہ ۳۷۱
○ گھوڑوں کی زکوٰۃ کا نصاب ۳۷۲
○ پیداوار کی زکوۃ کا بیان ۳۷۲
○ مقدار عشر ۳۷۲

کس پیداوار پر عشر واجب ہے اور کس پر نہیں ۳۷۳
مندرجہ ذیل میں عشر واجب نہیں ۳۷۳
تنبیہ ۳۷۴
عشر کے چند مسائل ۳۷۴
تنبیہ ۳۷۴
خراج ۳۷۵
خراج کے چند مسائل ۳۷۵
عشر و خراج سے متعلق چند دیگر مسائل ۳۷۷
زکوٰۃ اور دینی مدارس ۳۷۸
کان اور دفینہ پر زکوٰۃ ۳۸۰
صدقہ فطر کا بیان ۳۸۱
خلاصہ ۳۸۱
صدقہ فطر کس کی طرف سے نکالنا ہے ۳۸۲
صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے ۳۸۲
صدقہ فطر کی فی کس مقدار کتنی ہے ۳۸۳
صدقہ فطر کی ادائیگی ۳۸۳
روزے کا بیان ۳۸۴
روزے کی تعریف ۳۸۴
روزے کی نیت ۳۸۴
روزے کی اقسام ۳۸۴
فرض ۳۸۴
واجب ۳۸۴
مکروہ روزے ۳۸۵
ماہ رمضان کے روزے کا بیان ۳۸۵
چاند کا علم نہ ہونے پر شعبان کی تیسویں تاریخ کے مسائل ۳۸۶

○ سحری کھانے اور افطار کا بیان ۳۸۷
○ قضا روزے کا بیان ۳۸۹
○ نذر کے روزے کا بیان ۳۹۰
○ نذر معین ۳۹۰
○ نذر غیر معین ۳۹۱
○ نفل روزے کا بیان ۳۹۲
○ چند نفلی روزے ۳۹۳
○ چاند کا بیان ۳۹۳
○ جب آسمان پر ابر یا غبار ہو ۳۹۳
○ چاند دیکھنے کی گواہی کی شرط ۳۹۴
○ جب آسمان بالکل صاف ہو ۳۹۶
○ متفرق مسائل ۳۹۶
○ ریاضی کے حسابات اور آلات رصدیہ کا استعمال ۳۹۷
○ روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا معیار ۳۹۸
○ چند مقدمات ۳۹۸
○ ان مقدمات کا حاصل یہ ضابطہ ہے ۳۹۹
○ جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا ۴۰۰
○ وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹتا ہے اور قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں .. ۴۰۴
○ کفارہ کا بیان ۴۰۵
○ وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے ۴۰۸
○ زبردستی حلق میں دی گئی ہو ۴۰۸
○ قصداً کھائی ہو لیکن ۴۰۸
○ خود منہ بھر کر قے کرنا ۴۱۲
○ متفرق مسائل ۴۱۴
○ روزہ توڑ دینے کا بیان ۴۱۵

○ جن وجہوں سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے ان کا بیان ۴۱۵
○ فدیہ کا بیان ۴۱۸
○ اعتکاف کے مسائل ۴۲۰
○ اعتکاف کی اقسام ۴۲۰
○ اعتکاف واجب ۴۲۰
○ نفل یا مستحب ۴۲۰
○ مطلق اعتکاف کی شرائط ۴۲۰
○ روزہ کی شرط ۴۲۱
○ مقدار اعتکاف ۴۲۲
○ مسجد سے کن ضرورتوں کے لیے نکل سکتا ہے ۴۲۲
○ تنبیہ ۴۲۲
○ تنبیہ ۴۲۲
○ وہ ضرورتیں جن کے لیے مسجد سے نکلنا معتکف کے لیے جائز ہے دو قسم کی ہیں . ۴۲۳
○ طبعی ضرورتیں ۴۲۳
○ شرعی ضرورتیں ۴۲۳
○ قضائے حاجت ۴۲۳
○ غسل ۴۲۴
○ وضو ۴۲۴
○ ہوا خارج کرنا ۴۲۴
○ کھانے کی ضرورت ۴۲۴
○ اذان ۴۲۵
○ نماز جمعہ ۴۲۵
○ مسجد سے منتقل ہونا ۴۲۵
○ کن چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے ۴۲۶
○ پہلی قسم کے افعال ۴۲۶

- دوسری قسم کے افعال ۴۲۷
- کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے ۴۲۷
- مسنون اعتکاف ٹوٹنے کا حکم ۴۲۸
- مباحات اعتکاف ۴۲۸
- مکروہات اعتکاف ۴۲۹
- اعتکاف کے آداب ۴۲۹
- مسنون اعتکاف کے دیگر مسائل ۴۲۹
- واجب یعنی نذر کے اعتکاف کے دیگر مسائل ۴۳۰
- نفلی اعتکاف کے دیگر مسائل ۴۳۱
- عورتوں کا اعتکاف ۴۳۱
- ایک اہم مسئلہ ۴۳۳
- حج کے احکام ۴۳۴
- حج کے واجب ہونے کی شرائط ۴۳۴
- حج کی ادائیگی کے وجوب کی شرائط ۴۳۶
- تندرست ہونا ۴۳۶
- عورت کے لیے محرم ہونا ۴۳۷
- عورت کا عدت میں نہ ہونا ۴۳۷
- چند متفرق مسائل ۴۳۷
- حج کی تفصیل ۴۳۸
- حج کے فرائض ۴۳۸
- تنبیہ ۴۳۹
- حج کے ارکان ۴۳۹
- حج کے واجبات ۴۳۹
- حج کی سنتیں ۴۴۰
- میقات کا بیان ۴۴۰

- میقات زمانی ۴۴۱
- میقات مکانی ۴۴۱
- آفاقیوں کی میقات یہ ہیں ۴۴۱
- اہل حل اور اہل میقات کے واسطے ۴۴۲
- اہل مکہ مکرمہ کے لیے ۴۴۲
- میقات سے احرام باندھے بغیر گزرنا ۴۴۳
- احرام کا بیان ۴۴۳
- احرام کی اقسام ۴۴۴
- احرام کے مسائل ۴۴۴
- تلبیہ کے مسائل ۴۴۴
- حالت حرام میں لباس کے مسائل ۴۴۵
- عورت کا احرام ۴۴۶
- احرام میں ممنوع کام ۴۴۶
- احرام میں مکروہ کام ۴۴۷
- وہ کام جن کو احرام کی حالت میں کرنا جائز ہے ۴۴۷
- طواف کا بیان ۴۴۸
- طواف کا مختصر طریقہ ۴۴۸
- تنبیہات ۴۴۹
- طواف کے واجبات ۴۴۹
- حطیم کو شامل کر کے طواف کرنا ۴۵۰
- طواف کی سنتیں ۴۵۰
- طواف کے مباحات ۴۵۰
- طواف کے دیگر مسائل ۴۵۱
- صفا اور مروہ کے درمیان سعی ۴۵۱
- عمرہ ۴۵۳

○ حج کا طریقہ ۴۵۳
○ تمتع کرنے کا طریقہ ۴۵۳
○ مسائل تمتع ۴۵۴
○ مکہ مکرمہ سے منیٰ جانا ۴۵۵
○ منیٰ سے عرفات جانا ۴۵۵
○ عرفات کے احکام ۴۵۵
○ وقوف عرفہ ۴۵۶
○ مزدلفہ میں ۴۵۶
○ دسویں کی رمی ۴۵۷
○ بال منڈانا یا کتروانا ۴۵۸
○ تنبیہ ۴۵۸
○ طواف زیارت ۴۵۸
○ گیارہویں، بارہویں، تیرہویں کی رمی ۴۵۹
○ طواف وداع ۴۶۰
○ جنایات اوران کی جزا ۴۶۰
○ احرام کی جنایات آٹھ ہیں ۴۶۱
○ حرم کی جنایات دو ہیں ۴۶۱
○ احصار ۴۶۲
○ حج بدل یعنی دوسرے شخص سے حج کرانا ۴۶۳
○ حج بدل کی شرائط ۴۶۳
○ تنبیہ ۴۶۴
○ زیارت سید المرسلین ﷺ ۴۶۵
○ قربانی کا بیان ۴۶۶
○ قربانی کس پر واجب ہے ۴۶۶
○ قربانی کا وقت ۴۶۷

○ قربانی کے جانور ۴۶۸
○ تنبیہ ۴۶۹
○ مال دار کے جانور خریدنے سے متعلق مسائل ۴۷۳
○ فقیر کے جانور خریدنے سے متعلق مسائل ۴۷۴
○ دوسرے کی طرف سے قربانی کے مسائل ۴۷۵
○ قربانی کا گوشت اور کھال ۴۷۶
○ متفرق مسائل ۴۷۷
○ عقیقہ کے مسائل ۴۷۸

تعارف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ))

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے دنیوی تعلیم سے آراستہ مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لیے "فہم دین" کے نام سے ایک نصاب و کورس ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ نصاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ یعنی درجہ عام (O level) تین مضامین پر مشتمل ہے۔

1 اسلامی عقائد 2 اسلامی اصول 3 اسلامی احکام و مسائل

ان مضامین پر اپنے دور کی ضروریات اور اپنے زمانے کے ذوق کے مطابق کوئی جامع کتاب نظر نہ آئی اس لیے ان موضوعات پر معتبر کتابوں سے متفرق مواد کو لے کر ایک جگہ ترتیب دیا اور اس طرح سے اسلامی عقائد اور اصول دین کے نام سے دو کتابیں وجود میں آئیں۔

احکام و مسائل میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "مسائل بہشتی زیور" کو لے کر اس کی نئے سرے سے ایڈیٹنگ (Editing) کی گئی ہے اور بہت سے ضروری نئے مسائل اور ابواب کا اضافہ کیا گیا ہے جن کو مشہور و معتبر کتابوں سے لیا گیا ہے۔ اس طرح سے اگرچہ کتاب خاصی ضخیم ہو گئی ہے لیکن یہ ضخامت تعلیمی اعتبار سے ناگزیر سمجھی گئی۔

یہ نصاب کسی اچھے عالم دین سے پڑھا جائے جو اس کی خوب اچھی طرح تیاری کر کے پڑھائیں اور تعلیم کی ترتیب یہ ہو کہ روزانہ ایک گھنٹہ کی تعلیم ہو جس میں آدھ آدھ گھنٹے کے دو سبق (Periods) ہوں۔ ہفتہ وار ایک ناغہ کی رعایت کرتے ہوئے یہ نصاب چھ مہینے میں پورا کرایا جا سکتا ہے۔ احکام و مسائل کا سبق پورے چھ مہینے چلے جب کہ عقائد اور اصول کی کتابیں تین تین مہینے میں مکمل کی جائیں۔ پہلی سہ ماہی میں عقائد کی کتاب پڑھائی جائے اور دوسری سہ ماہی میں اصول کی کتاب ہو۔ دوران تعلیم میں اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ ایک تو سبق کے وقت میں سبق سے خارج اور غیر

متعلق بحثوں میں نہ لگیں دوسرے طالب علم کوشش کریں کہ وہ سبق کے وقت میں اپنی اپنی کتاب اپنے ساتھ رکھیں اور اس میں سے پڑھیں۔ یاد رہے کہ ہماری کسی بھی کتاب کے ساتھ ہمارا کسی بھی قسم کا معاشی مفاد وابستہ نہیں ہے۔

دوسرا حصہ یعنی درجہ اعلیٰ (A Level) دو مضامین پر مشتمل ہے۔

① پورے قرآن پاک کی مختصر لیکن رواں تفسیر۔ اس کے لیے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تفسیر بیان القرآن کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

② تمام مضامین پر مشتمل احادیث کا مجموعہ۔

الحمد للہ اب دوسرے حصہ کی کتابوں کی ترتیب جاری ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ ایک گھنٹہ روزانہ پڑھائی ہو تو ایک سال میں اس کی تحصیل ہو سکتی ہے۔

نصاب کا پہلا حصہ بنیادی نوعیت کا ہے۔ اس حصے کی کتابیں ان شاء اللہ پڑھنے والوں کی دینی ضروریات کو بھی پورا کریں گی۔ بہت سے دینی خلجان کو بھی دور کریں گی اور بہت سی گمراہیوں کے مقابلہ میں موثر ہتھیار ثابت ہوں گی۔ دوسرے حصہ کو بھی ملا لیا جائے تو دینیات کی علیٰ وجہ البصیرت مکمل تعلیم کا بندوبست ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور نافع خلائق بنائیں۔

زندگی کے تمام ہی شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے ان شاء اللہ بہت ہی مفید نصاب ہے جس کی تحصیل بہت ہی مختصر وقت میں کی جا سکتی ہے۔

وہ تمام حضرات جنہوں نے ان کتابوں کی تالیف اور نشر و اشاعت میں تعاون کیا ہے خصوصاً دارالافتاء جامعہ مدنیہ کے معاون مولوی مختار احمد سلمہ اور مولوی حفیظ الرحمٰن سلمہ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر بھر پور اجر عطا فرمائیں۔

ہم مجلس نشریات اسلام کے جناب فضل ربی صاحب ندوی کے بھی انتہائی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے کتاب کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں ہم سے بھر پور تعاون کیا اور ہمیں ہر قسم کے فکر سے بے فکر کیا۔

عبدالواحد

دارالافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

ذوالحجہ 1420ھ

مقدمہ

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنْ اُرْسِلَ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ الْمُبِیْنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ))

اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اپنے بندوں پر اپنی اطاعت کی جو باتیں مقرر فرمائی ہیں تاکہ ان کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رحمت حاصل کریں ان سب باتوں کے مجموعہ کو دین کہتے ہیں اور اس دین کا نام اسلام ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ﴾

دین کی باتیں دو طرح کی ہیں۔

① کچھ وہ ہیں جو اصولی ہیں اور کبھی منسوخ نہیں ہوتیں جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت اور دیگر ایمانیات مثلاً انبیاء علیہم السلام پر، فرشتوں پر، کتب سماویہ پر، قیامت کے دن پر اور تقدیر پر ایمان رکھنا اور یہ ایمان رکھنا کہ احکام صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں اور ان کے دیئے ہوئے احکام بجا لانا ہماری ذمہ داری ہے۔ ان ہی باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اخلاق فاضلہ کو حاصل کیا جائے۔ یہ باتیں تمام ادیان سماویہ میں مشترک ہیں۔ اور قرآن پاک میں فقط ان باتوں کو بھی مجازاً دین کہا گیا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَمَا وَصَّیْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ﴾ (سورہ شوریٰ: ۱۳)

② اور کچھ وہ ہیں جو حسب مصلحت زمانہ تبدیل ہوتی رہی ہیں اور مختلف رسولوں کے ادوار میں ان میں سے بعض منسوخ ہوتی رہی ہیں۔ ان کا تعلق عملی احکام

سے ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو احکام دیئے گئے ان میں سے بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں تبدیل کر دیئے گئے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾ (آل عمران:۵۰)

شریعت کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ طریقہ۔

چونکہ ہر نبوی دور کی شریعت دوسری سے مختلف رہی ہے اس لیے فرمایا:

((لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا))،

پھر آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری شریعت دی گئی اور چونکہ آپ کے بعد کوئی اور نئی نبوت نہیں ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت غیر متبدل ہے۔ فرمایا:

((ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا))

ایک اور اصطلاح ملت کی ہے۔ یہ دین کے ہم معنی ہے البتہ دونوں میں اتنا فرق ہے کہ دین کی اضافت ونسبت خدا' رسول اور امت ان سب کی طرف ہوسکتی ہے مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کا دین' رسول خدا کا دین اور امت کے ایک فرد مثلاً زید کا دین جب کہ ملت کی اضافت ونسبت صرف رسول کی طرف ہوسکتی ہے خدا کی طرف اور امت کی طرف نہیں ہوسکتی۔ قرآن پاک میں فرمایا:

﴿مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا﴾

دین کی باتوں کی تفصیل

دین کی باتیں پانچ قسم کی ہیں۔

❶ عقائد ❷ عبادات ❸ معاملات ❹ سزائیں ❺ آداب

عقائد

① اللہ تعالیٰ پر ایمان ② فرشتوں پر ایمان
③ کتب الٰہیہ پر ایمان ④ رسولوں پر ایمان
⑤ یوم آخرت پر ایمان

عبادات

❶ نماز ❷ زکوٰۃ ❸ روزہ ❹ حج ❺ جہاد

معاملات

① مالی معاملات ② عائلی معاملات مثلاً نکاح طلاق وغیرہ
③ باہمی جھگڑے اور امور عدالت ④ امانت کے معاملات
⑤ ترکہ اور میراث۔

سزائیں (جن کا خوف آدمی کو ارتکاب جرم سے روکے)

① کسی کو ناحق قتل کرنے پر ② کسی کا مال ناحق لینے پر
③ کسی کے ساتھ بدکاری پر ④ کسی پر بدکاری کا ناحق الزام لگانے پر
⑤ کسی مسلمان کے اسلام ترک کرنے پر

آداب

① اخلاق ② اچھے طور طریقے اور عمدہ عادتیں
③ سیاسی امور ④ معاشرتی امور

ضروری اصطلاحات

بندوں کے افعال سے متعلق احکام الٰہی کی آٹھ قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، سنت، مستحب، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، مباح۔

① فرض وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کا بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔ فرض عین اور فرض کفایہ، فرض عین وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے اور جو کوئی اس کو بغیر کسی عذر کے چھوڑے وہ مستحق عذاب اور فاسق ہے جیسے پنج وقتہ نماز اور جمعہ کی نماز وغیرہ۔ فرض کفایہ وہ ہے جس کا کرنا ہر ایک پر ضروری نہیں بلکہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا اور اگر کوئی ادا نہ کرے تو سب گناہگار ہوں گے جیسے جنازہ کی نماز وغیرہ۔

② واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا بلا عذر ترک کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے بشرطیکہ بغیر کسی تاویل اور شبہ کے چھوڑے اور جو اس کا انکار کرے وہ بھی فاسق ہے کافر نہیں۔

③ سنت وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں سنت موکدہ اور سنت غیر موکدہ۔ سنت موکدہ وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ کیا ہو اور بغیر کسی عذر کے کبھی ترک نہ کیا ہو لیکن ترک کرنے والے پر کسی قسم کا زجر اور تنبیہ نہ کی ہو۔ اس کا حکم بھی عمل کے اعتبار سے واجب کا ہے یعنی بلا عذر چھوڑنے والا اور اس کی عادت کرنے والا فاسق اور گناہ گار ہے اور نبی ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ ہاں اگر کبھی چھوٹ جائے تو مضائقہ نہیں مگر واجب کے چھوڑنے میں بہ نسبت اس کے چھوڑنے کے گناہ زیادہ ہے۔ سنت غیر موکدہ وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو اور بغیر کسی عذر کے کبھی ترک بھی کیا ہو۔ اس کا کرنے والا ثواب

کا مستحق ہے اور چھوڑنے والا عذاب کا مستحق نہیں اور اس کو سنت زائدہ اور سنت عادیہ بھی کہتے ہیں۔

④ مستحب وہ فعل ہے جس کو نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا ہو لیکن ہمیشہ اور اکثر نہیں بلکہ کبھی کبھی، اس کا کرنے والا ثواب کا مستحق ہے اور نہ کرنے والے پر کسی قسم کا گناہ نہیں اور اس کو فقہا کی اصطلاح میں نفل اور مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔

⑤ حرام وہ ہے جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے اور اس کا بے عذر کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہے۔

⑥ مکروہ تحریمی وہ فعل ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا انکار کرنے والا فاسق ہے جیسے کہ واجب کا منکر فاسق ہے اور اس کا بغیر عذر کرنے والا گناہ گار اور عذاب کا مستحق ہے۔

⑦ مکروہ تنزیہی وہ فعل ہے جس کے نہ کرنے میں ثواب ہو اور کرنے میں عذاب نہ ہو۔

⑧ مباح وہ فعل ہے جس کے کرنے میں ثواب ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

باب :۱

وضو کا بیان

وضو کرنے کا طریقہ:

وضو کرنے والے کو چاہیے کہ وضو کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے کسی اونچی جگہ بیٹھے کہ چھینٹیں اڑ کر اوپر نہ پڑیں' اور وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ کہے اور سب سے پہلے تین دفعہ گٹوں تک ہاتھ دھوئے پھر تین دفعہ کلی کرے اور مسواک کرے۔ اگر مسواک نہ ہو تو کسی موٹے کپڑے یا صرف انگلی سے اپنے دانت صاف کر لے کہ سب میل کچیل جاتا رہے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو غرغرہ کر کے اچھی طرح سارے منہ میں پانی پہنچائے اور اگر روزہ ہو تو غرغرہ نہ کرے کہ شاید کچھ پانی حلق میں چلا جائے۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرے لیکن جس کا روزہ ہو وہ جتنی دور تک نرم حصہ ہے اس سے اوپر پانی نہ لے جائے۔ پھر تین دفعہ منہ دھوئے۔ سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک سب جگہ پانی بہہ جائے۔ دونوں ابروؤں کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے کہیں سوکھا نہ رہے۔ پھر تین بار داہنا ہاتھ کہنی سمیت دھوئے پھر بایاں ہاتھ کہنی سمیت تین دفعہ دھوئے اور ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر خلال کرے اور انگوٹھی چھلا چوڑی جو کچھ ہاتھ میں پہنے ہو ہلا لے کہ کہیں سوکھا نہ رہ جائے۔ پھر ایک مرتبہ سارے سر کا مسح کرے پھر کان کا مسح کرے۔ اندر کی طرف کا کلمہ کی انگلی سے اور کان کے اوپر کی طرف کا انگوٹھوں سے مسح کرے۔ پھر انگلیوں کی پشت کی طرف سے گردن کا مسح کرے۔ لیکن گلے کا مسح نہ کرے کہ یہ بدعت ہے اور منع ہے۔ کان کے مسح کے لیے نیا پانی لینے کی ضرورت نہیں ہے سر کے مسح سے جو بچا ہوا پانی ہاتھ میں لگا ہے وہی کافی ہے۔ اور تین بار داہنا پاؤں ٹخنے سمیت دھوئے۔ پھر بایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین دفعہ دھوئے اور بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے پیر کی انگلیوں کا خلال کرے۔ پیر کی داہنی چھنگلیا

سے شروع کرے اور بائیں چھنگلیا پر ختم کرے۔

اہم تنبیہ

اوپر وضو کرنے کا طریقہ ذکر ہوا لیکن اس میں

① بعض چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی چھوٹ جائے یا کچھ کم ہو جائے تو وضو نہیں ہوتا۔ جیسے پہلے بے وضو تھا اب بھی بے وضو رہے گا۔ ایسی چیزوں کو فرض کہتے ہیں۔

② بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان کے چھوٹ جانے سے وضو تو ہو جاتا ہے لیکن ان کے کرنے سے ثواب ملتا ہے اور شریعت میں ان کے کرنے کی تاکید بھی آئی ہے۔ اگر کوئی اکثر چھوڑ دیا کرے تو گناہ ہوتا ہے۔ ایسی چیزوں کو سنت (موکدہ) کہتے ہیں۔

③ اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ کرنے سے ثواب ہوتا ہے اور نہ کرنے سے کچھ گناہ نہیں ہوتا اور شرع میں ان کے کرنے کی تاکید بھی نہیں ہے۔ ایسی باتوں کو مستحب کہتے ہیں۔ ان کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

❶ رسول اللہ ﷺ نے اس کام کو کبھی کیا ہو اور کبھی نہ کیا ہو ہمیشہ اور اکثر نہ کیا ہو مثلاً گردن کا مسح۔

❷ اگر رسول اللہ ﷺ نے اس کو ہمیشہ بھی کیا ہو لیکن وہ عبادت کے طور پر نہ ہو عادت کے طور پر ہو مثلاً دائیں طرف سے شروع کرنا۔

❸ وہ کام جس کو صحابہ اور تابعین نے دین کے اصول کی موافقت میں پسند کیا ہو۔

وضو کے فرائض

① ایک مرتبہ سارا منہ دھونا۔

② ایک ایک دفعہ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا۔

③ ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

④ ایک ایک مرتبہ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا۔

ان میں سے اگر ایک چیز بھی چھوٹ جائے یا کوئی جگہ بال برابر بھی سوکھی رہ جائے گی تو وضو نہ ہوگا۔

مسئلہ: ٹھوڑی کا دھونا فرض ہے بشرطیکہ داڑھی کے بال اس پر نہ ہوں یا ہوں تو اس قدر کم ہوں کہ کھال نظر آئے۔

مسئلہ: ہونٹ کا جو حصہ کہ ہونٹ بند ہونے کے بعد دکھائی دیتا ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

مسئلہ: داڑھی یا مونچھ یا بھنویں اگر اس قدر گھنی ہوں کہ کھال نظر نہ آئے تو اس کھال کا دھونا جو اس سے چھپی ہوئی ہے فرض نہیں ہے بلکہ وہ بال ہی قائم مقام کھال کے ہیں۔ ان پر سے پانی بہا دینا کافی ہے۔ اس صورت میں ان تمام بالوں کا دھونا فرض ہے جو چہرہ کی حد کے اندر ہیں۔ داڑھی کے وہ بال جو چہرہ کی حد سے آگے بڑھ گئے ہیں ان کا دھونا فرض نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر آنکھ یا منہ زور سے بند کیا اور پلک یا ہونٹ پر کچھ سوکھا رہ گیا یا آنکھ کے اس گوشہ میں جو ناک کے ساتھ ملا ہے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا۔

مسئلہ: مرد کی انگوٹھی وغیرہ یا عورت کی انگوٹھی، چھلے، چوڑی، کنگن، دستی گھڑی وغیرہ ایسے تنگ ہوں کہ بغیر ہلائے پانی نہ پہنچنے کا گمان ہو تو ان کو ہلا کر اچھی طرح پانی پہنچا دینا ضروری اور واجب ہے۔ نتھ اور لونگ کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سوراخ تنگ ہو کہ ہلائے اور پھرائے بغیر پانی نہ پہنچے گا تو منہ دھوتے وقت گھما کر اور ہلا کر پانی اندر پہنچانا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو وضو نہیں ہوا۔ جب یاد آئے اور آٹا دیکھے تو چھڑا کر اس جگہ پانی ڈال لے اور اگر چھڑانے اور پانی ڈالنے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس کو لوٹائے اور پھر سے پڑھے۔

مسئلہ: لچکے کے تاروں کو باریک کتر لیں تو اس کو افشاں کہتے ہیں۔ کسی کے ماتھے پر اگر وہ چنی ہو اور وہ اوپر اوپر سے پانی بہا لے کہ افشاں نہ چھوٹنے پائے تو وضو نہیں

ہوتا۔ ماتھے کا سب گوند چھڑا کر منہ دھونا چاہیے۔

مسئلہ: ناخنوں پر نیل پالش لگی ہو تو وضو کے لیے اس کو چھڑانا ضروری ہے۔ بغیر چھڑائے وضو نہیں ہوتا۔

مسئلہ: دھونے کے اعضاء پر پینٹ (رنگ کا روغن) لگ جائے یا ایلفی (سوکھ کر سخت ہو جانے والا گوند) وغیرہ لگ جائے تو اس کو چھڑائے بغیر وضو نہیں ہوتا۔ البتہ پینٹ اتر جائے صرف اس کے رنگ کا اثر باقی رہے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کی آنکھ دکھتی ہو اور چیپڑ ظاہر ہوں تو اگر آنکھ بند کرنے میں وہ چیپڑ آنکھ کے باہر رہتا ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانا واجب ہے۔

مسئلہ: کسی نے سر پر وگ (Wig) لگا رکھی ہو اور اس پر مسح کیا تو مسح نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر مصنوعی جھلی پر انسانی بال پیوست کرائے وہ جھلی سر پر لگالی ہو اور اس پر مسح کیا ہو تو یہ مسح بھی درست نہیں۔

مسئلہ: سر پر مہندی لگا رکھی ہو اور بال اس کے لیپ میں چھپے ہوئے ہوں تو مہندی کے اوپر سے مسح کرنے سے سر کا مسح نہیں ہوتا۔

مسئلہ: کسی کے ناخن بڑھے ہوئے ہوں اور انگلیوں کے سرے ان کے نیچے چھپ جائیں تو ان کے نیچے پانی پہنچانا فرض ہے۔

مسئلہ: وضو کرتے وقت ایڑی پر یا کسی اور جگہ پانی نہیں پہنچا اور جب پورا وضو ہو چکا تب معلوم ہوا کہ فلاں جگہ سوکھی ہے تو وہاں فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں بلکہ پانی بہانا چاہیے۔

مسئلہ: اگر کسی کے ہاتھ پاؤں میں پھٹن ہو اور اس میں پانی پہنچانا نقصان نہیں کرتا تو پھٹن کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے اور اگر دھونا نقصان کرتا ہو تو پھٹن کے اندر پانی پہنچانے کا فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر پاؤں کی پھٹن میں موم، روغن یا کوئی اور دوا بھر لی تو اگر دوا نکالنے سے ضرر و نقصان نہ ہوتا ہو تو اس کو نکال کر پھٹن کے اندر پانی پہنچانا ضروری ہے اور اگر دوا

نکالنے سے ضرر ہوگا تو اس کو نکالے بغیر اوپر ہی سے پانی بہالے۔

مسئلہ: اگر کسی کے اعضا پر زخم ہو اور وہ اس کو دھونے پر قادر ہو یعنی دھونا اس کو نقصان نہ کرتا ہو تو اس کا دھونا فرض ہے اور اگر اس کو دھونا نقصان کرے تو دھونے کا فرض اس سے ساقط ہو جائے گا بس اس کے اوپر پانی بہالے اور اگر پانی بہانا بھی نقصان کرے تو زخم پر مسح کر لے اور اگر مسح بھی نقصان کرے تو مسح بھی ساقط ہو جائے گا تو وہ ارد گرد کی جگہ دھولے اور زخم کی جگہ کو چھوڑ دے۔

مسئلہ: کہنی سے نیچے کوئی زائد عضو ہو مثلاً زائد ہاتھ ہو یا زائد انگلی ہو تو اس کو بھی دھونا فرض ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کا ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹ گیا اور کہنی سے کچھ حصہ باقی نہ رہا تو کہنی کا دھونا اس سے ساقط ہو گیا اور اگر کہنی یا اس کا کچھ حصہ باقی ہو تو اس کا دھونا فرض ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کا پاؤں کٹ جائے اور ٹخنہ میں سے کچھ باقی نہ رہے تو اس کا دھونا ساقط ہو جائے گا اور اگر کچھ باقی رہ جائے تو جتنا باقی ہے اس کا دھونا فرض ہے۔

وضو کی سنتیں

(۱) نیت کرنا، (۲) بسم اللہ کہنا، (۳) گٹوں تک ہاتھ دھونا، (۴) کلی کرنا، (۵) ناک میں پانی ڈالنا، (۶) مسواک کرنا، (۷) سارے سر کا مسح کرنا، (۸) ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا، (۹) کانوں کا مسح کرنا، (۱۰) ہاتھ اور پیروں کی انگلیوں کا خلال کرنا، (۱۱) داڑھی کا خلال کرنا، (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا، (۱۳) پے در پے دھونا یعنی ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھولے۔

ان سنتوں سے متعلق تفصیل درج ذیل ہے۔

مسئلہ: جب وہ چار عضو جن کا دھونا وضو میں فرض ہے دھل جائیں گے تو وضو ہو جائے گا چاہے وضو کا قصد ہو یا نہ ہو جیسے کوئی نہاتے وقت سارے بدن پر پانی بہالے اور وضو نہ کرے یا حوض میں گر پڑے یا بارش میں کھڑا ہو جائے اور وضو کے یہ چار

اعضاء دھل جائیں تو وضو تو ہو جائے گا لیکن وضو کا ثواب نہ ملے گا ثواب اس وقت ملے گا جب وضو کی نیت ہوگی۔

مسئلہ: کلی کی حد یہ ہے کہ پورے منہ کے اندر پانی پہنچ جائے اور ناک میں پانی ڈالنے کی حد یہ ہے کہ ناک کے اندر نرم حصہ تک پانی پہنچ جائے۔

مسئلہ: کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا سنت ہے۔ کلی میں مبالغہ یہ ہے کہ منہ میں پانی لے کر غرغرہ کرے اور حلق تک پہنچائے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ یہ ہے کہ ناک کی ہڈی (بانسہ) تک چڑھائے۔ لیکن اگر روزہ دار ہو تو ان دونوں میں مبالغہ نہ کرے۔

مسئلہ: داڑھی میں خلال کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ سے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں اس طرح ڈالے کہ اس وقت ہاتھ کی ہتھیلی گردن کی جانب ہو اور ہاتھ کی پشت باہر یعنی نیچے کی جانب کو ہو تاکہ چلو کا پانی بالوں میں داخل ہو سکے۔ پھر داڑھی میں اسی ہاتھ کی انگلیاں نیچے کی جانب سے ڈال کر اوپر کو خلال کرے جس کی دو صورتیں ہیں۔

① ہتھیلی کی پشت گردن کی طرف رہے اور ہتھیلی باہر کی جانب یعنی چھاتی کی طرف رہے۔

② ہتھیلی گردن کی طرف ہو اور ہاتھ کی پشت باہر کی طرف ہو۔

مسئلہ: سر کے مسح کے دو طریقے ہیں جو حدیث میں وارد ہیں۔

① دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کر کے دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں اپنے سر کے اگلے حصے پر رکھ کر پچھلے حصہ کی طرف اس طرح لے جائے کہ سارے سر پر ہاتھ پھر جائے۔ پھر دو انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے۔

② دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کر کے دونوں ہاتھوں کی تین تین انگلیوں یعنی چھنگلیا، اس کے ساتھ والی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر سر کے آگے کے حصہ پر رکھے اور سر کے درمیانی حصے میں آگے کی طرف سے پیچھے یعنی گدی کی طرف کھینچے۔ اس وقت

دونوں انگوٹھوں، دونوں انگشت شہادت اور دونوں ہتھیلیوں کو سر سے الگ اٹھا ہوا رکھے۔ اس کے بعد دونوں ہتھیلیوں کو گدی کی طرف سے وسط سر کے دونوں جانب رکھے اور گدی سے آگے کی طرف کو کھینچے تاکہ پورے سر کا مسح ہو جائے۔ پھر کانوں کا مسح کرے۔ کانوں کے اندر کا مسح دونوں انگشت شہادت کے سروں کے اندر کی طرف سے کرے اور کانوں کے باہر کا مسح دونوں انگوٹھوں کے اندر کی طرف سے کرے۔

مسئلہ: انگلیوں کے بیچ میں پانی داخل ہو بھی جائے تب بھی دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں میں خلال کرنا سنت ہے۔

دونوں ہاتھ کی انگلیوں میں خلال کے دو طریقے ہیں۔ ❶ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے جس طرح پنجہ کرتے ہیں، ❷ ایک ہاتھ کی ہتھیلی دوسرے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینچے۔ پھر دوسرے ہاتھ کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے۔

پاؤں کی انگلیوں کا خلال اس طرح کرے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا کے ذریعہ پاؤں کی انگلیوں میں نیچے سے اوپر کو خلال کرے اور دائیں پاؤں کی چھنگلی سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کرے۔

مسئلہ: اگر کوئی الٹا وضو کر لے کہ پہلے پاؤں دھو ڈالے پھر مسح کرے پھر دونوں ہاتھ دھوئے پھر منہ دھو ڈالے یا اور کسی طرح الٹ پلٹ کر وضو کرے تب بھی وضو ہو جاتا ہے لیکن سنت کے موافق نہیں ہوتا۔

مسئلہ: ایک عضو کو دھو کر دوسرے عضو کے دھونے میں اتنی دیر نہ لگائے کہ پہلا عضو سوکھ گیا تب دوسرا عضو دھویا تو وضو ہو جائے گا لیکن یہ بات سنت کے خلاف ہے البتہ اگر گرمی یا ہوا کی تیزی کی وجہ سے دوسرا عضو عام رفتار سے دھونے سے پہلے پہلا عضو سوکھ جائے تو سنت کے مخالف نہ ہوگا۔

وضو کے مستحبات

① وضو کے وہ اعضا جو دو دو ہیں ان کے دھونے میں دائیں کو بائیں پر مقدم کرنا۔

۴ گردن کا مسح کرنا۔
۵ ناک میں پانی ڈالنے کے بعد ناک کو جھاڑنا۔

وضو کے آداب

آداب سے مراد وہ مستحب چیزیں ہیں جو وضو میں تو داخل نہیں لیکن وضو کے ساتھ ان کا تعلق ہے۔

وہ آداب جو نبی ﷺ سے منقول ہیں

۱ ہاتھ پاؤں کی حدود معینہ سے زیادہ دھونا یعنی نصف بازو تک اور نصف پنڈلی تک دھونا۔
۲ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے دائیں ہاتھ میں پانی لینا اور ناک کو بائیں ہاتھ سے صاف کرنا۔
۳ اعضاء کو دھونے سے پہلے ان پر گیلا ہاتھ پھیرنا۔
۴ وضو کے بعد میانی (یعنی شلوار وغیرہ کی رومالی) پر پانی کا چھینٹا ڈالنا۔
۵ اگر روزہ دار نہ ہو تو وضو سے فارغ ہو کر وضو کا بچا ہوا سارا یا کچھ پانی کھڑے ہو کر پینا۔ بیٹھ کر پیئے گا تو اس سے بھی استحباب حاصل ہو جائے گا۔
۶ جب وضو کر چکے تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا۔
۷ وضو کے دوران میں اور وضو سے فارغ ہو کر مسنون اور منقول دعائیں پڑھنا۔ ان کا بیان آگے آتا ہے۔
۸ انگوٹھی کو ہلانا۔

وہ آداب جن کو سلف صالحین نے پسند کیا

۱ نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا۔
۲ کان کے مسح میں چھنگلیا کا سرا بھگو کر کان کے سوراخ میں ڈالنا۔
۳ انگوٹھی چھلے چوڑی کنگن وغیرہ کو اگر ڈھیلے ہوں کہ بغیر ہلائے بھی ان کے نیچے پانی پہنچ جائے تب بھی ان کو ہلانا۔

وضو کے مکروہات

❶ چہرہ دھوتے وقت پانی کا چھینٹا زور سے مارنا۔

❷ چہرہ دھوتے وقت اپنے منہ اور آنکھوں کو بہت زور سے بند کرنا۔

❸ وضو میں اعضاء دھونے اور مسح کرنے میں دوسرے سے بلا عذر مدد لینا۔ البتہ اگر خود دھوئے صرف پانی دوسرے سے ڈلوائے تو اس میں کراہت نہیں ہے۔

❹ فضول اور بلا ضرورت باتیں کرنا۔ البتہ اگر کوئی ضرورت کی بات ہو تو مضائقہ نہیں۔

❺ ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرنا یا پانی میں بہت کمی کرنا کہ اچھی طرح دھونے میں دقت ہو۔

❻ کسی عضو کو تین مرتبہ سے زیادہ دھونا۔

وضو پر وضو

مسئلہ: اگر ایک وقت وضو کیا تھا پھر دوسرا وقت آ گیا اور ابھی وضو ٹوٹا نہیں ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنا جائز ہے اور اگر دوبارہ وضو کرلے تو ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ: جب ایک دفعہ وضو کرلیا اور ابھی وہ ٹوٹا نہیں تو جب تک اس وضو سے کوئی عبادت نہ کرلے اس وقت تک دوسرا وضو کرنا مکروہ اور منع ہے۔ اس لیے اگر نہاتے وقت کسی نے وضو کیا ہے تو اسی وضو سے نماز پڑھنا چاہیے۔ اس کے ٹوٹے بغیر دوسرا وضو نہ کرے۔ ہاں اگر کم سے کم دو ہی رکعت نماز اس وضو سے پڑھ چکا ہو تو دوسرا وضو کرنے میں کچھ حرج نہیں بلکہ ثواب ہے۔

وضو کرتے وقت کی دعائیں

① ((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ))

② حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعدد ضعیف طرق سے ہر عضو کے دھونے کی علیحدہ دعا منقول ہے جو عام دعاؤں کی کتابوں میں مل جاتی ہیں۔

۳ ہر عضو دھوتے وقت یہ پڑھے۔

((اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ))

وضو سے فارغ ہو کر پڑھنے والی دعائیں

۱ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

۲ سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھے۔

۳ ((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الَّذِيْنَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ))

''اے اللہ کر دے مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے اور کر دے مجھ کو (گناہوں سے) پاک ہونے والے لوگوں میں سے کہ جن کو (دونوں جہاں میں) کچھ خوف نہیں۔ اور نہ وہ (آخرت میں) غمگین ہوں گے۔''

مسواک کا بیان

مسئلہ: وضو کے وقت مسواک کرنا سنت موکدہ ہے۔

مسئلہ: مسواک چاہے وضو شروع کرنے سے پہلے کرے یا وضو میں کلی کرتے وقت کرے دونوں طرح درست ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جس کے دانتوں سے خون نکلتا ہو وہ وضو شروع کرنے سے پہلے اور جس کے خون نہ نکلتا ہو وہ کلی کے وقت کرے۔

مسئلہ: جس کا پہلے سے وضو ہو اور مسواک کرنے سے اس کے خون نہ نکلتا ہو تو نماز شروع کرنے سے پہلے مسواک کرنا اس کے لیے مستحب ہے۔

مسئلہ: مسواک کرنے کے کچھ مستحب مواقع یہ ہیں۔ گھر میں داخل ہونے پر' لوگوں کے مجمع میں جاتے وقت' قرآن مجید اور حدیث پڑھنے کے لیے اور جماع سے پہلے۔

مسواک کرنے کا مستحب طریقہ

مسواک کو پانی میں تر کر کے دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑے کہ دائیں ہاتھ کی چھنگلیا مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھا مسواک کے سر کے برابر میں اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر کی جانب رہیں۔ مٹھی باندھ کر نہ پکڑے۔ پھر داہنی طرف کے اوپر کے دانتوں پر ملتے ہوئے بائیں طرف لے جائے اور پھر داہنی طرف کے نیچے کے دانتوں پر ملتے ہوئے بائیں طرف لے جائے۔ یہ ایک بار ہوا۔ اسی طرح تین بار کرے اور ہر بار مسواک منہ سے نکال کر نچوڑے اور نئے سرے سے پانی میں تر کر کے دوبارہ کرے۔ زبان اور تالو کو بھی مسواک سے صاف کرے۔ مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کے رخ پھرائے دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو نہ ملے۔

مسواک کے آداب

① افضل یہ ہے کہ پیلو کی جڑ کی ہو۔ یہ نہ ہو تو زیتون کی ہو۔ یہ بھی نہ ہو تو کسی تلخ درخت کی شاخ یا جڑ کی ہو۔

② مسواک چھنگلیا یا کسی انگلی کے برابر موٹی ہو۔

③ نئی مسواک کا جب استعمال کیا جائے تو اس وقت اس کا طول ایک بالشت کا ہو۔ استعمال سے چھوٹی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں۔

④ مسواک دائیں ہاتھ سے کرے۔

⑤ مسواک موجود ہوتے ہوئے انگلی اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

⑥ اگر لکڑی کی مسواک نہ ہو یا کسی کے دانت ہی نہ ہوں یا اس کے منہ میں تکلیف ہو تو مسواک کا ثواب حاصل کرنے کے لیے انگلی یا کھردرا کپڑا استعمال کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں خواہ کسی بھی انگلی سے دانتوں کو ملے کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن افضل یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت سے ملے یعنی پہلے بائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے ملے پھر دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے ملے اور اگر چاہے تو دائیں انگوٹھے اور دائیں انگشت شہادت سے اس طرح

ملے کہ پہلے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے دائیں جانب اوپر اور نیچے پھر دائیں انگشت شہادت سے بائیں جانب اوپر اور نیچے ملے۔

مسئلہ: عورت مسواک پر قادر ہونے کے باوجود مسواک کے بجائے دنداسہ یا صنوبر یا بطم کے درخت کی گوند چبا سکتی ہیں لیکن اس میں مسواک کی نیت کرے۔ اس رخصت کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کے مسوڑھے مردوں کی بہ نسبت نازک ہوتے ہیں۔

مسواک سے متعلق چند مکروہات

① لیٹ کر مسواک کرنا۔

② مسجد میں مسواک کرنا۔

③ مسواک کو زمین پر لٹا کر رکھنا۔

④ استعمال کے بعد نہ دھونا۔

تنبیہ: دانتوں کے برش یا منجن استعمال کرنے سے اتنا فائدہ تو حاصل ہوگا کہ دانت صاف کرنے کی فضیلت حاصل ہو جائے لیکن لکڑی کی مسواک استعمال کرنے کی فضیلت حاصل نہ ہوگی اور لکڑی کی مسواک کے ترک کو معمول بنا لینے میں سنت موکدہ کا ترک ہے۔

وضو کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

وضو کو توڑنے والی چیزیں مندرجہ ذیل ہیں۔

① جو چیز آگے اور پیچھے کی راہ سے عادت کے طور پر نکلے

ادھر سے عادت کے طور پر نکلنے والی چیزیں یہ ہیں۔ پاخانہ، پیشاب، پاخانہ کے مقام سے نکلنے والی ہوا، منی، مذی، ودی، حیض و نفاس کا خون۔

مسئلہ: شہوت کا خیال آنے سے یا شہوت سے چھونے سے اگر آگے کی راہ سے پانی آ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس پانی کو مذی کہتے ہیں۔

مسئلہ: عورت میں پیشاب اور مذی کا قطرہ اندر کے سوراخ سے باہر نکل آیا لیکن

ابھی اس کھال کے اندر ہے جو اوپر ہوتی ہے تب بھی وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: اگر کسی کی کانچ یعنی پاخانہ کی آنت کا حصہ باہر نکل آئے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ اس کے ساتھ کچھ نجاست تو باہر آئے گی پھر خواہ وہ خود بخود اندر چلی جائے یا ہاتھ یا کپڑے سے اس کو اندر پہنچایا جائے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کا بواسیری مسہ اندر سے باہر نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا خواہ وہ پھر سے خود بخود اندر چلا گیا ہو یا ہاتھ یا کپڑے کے ذریعہ اندر کیا گیا ہو۔

مسئلہ: منی اگر شہوت کے بغیر خارج ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا مثلاً کسی نے کوئی بوجھ اٹھایا یا وہ کسی اونچے مقام سے گر پڑا اور اس صدمہ سے منی خارج ہوگئی۔

تنبیہ: منی جب شہوت سے نکلے یا عورت حیض و نفاس سے پاک ہو تو اس پر غسل فرض ہوتا ہے۔

۲ آگے پیچھے کی راہ سے جو چیز خلاف عادت نکلے

خلاف عادت نکلنے والی چیزیں یہ ہیں۔ استحاضہ کا خون، کیڑا، کنکری، حقنہ کی نلی جو مقعد کے اندر غائب ہوگئی ہو۔ کیڑا، کنکری وغیرہ اگرچہ خود پاک ہیں لیکن ان کے نکلنے سے کچھ نجاست بھی ضرور نکلتی ہے اگرچہ وہ تھوڑی ہی ہو اور آگے پیچھے کی راہ سے تھوڑی سی بھی نجاست نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: آگے پیچھے کی راہ سے کوئی کیڑا جیسے کینچوا یا کنکری نکلے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر عورت نے اپنی شرمگاہ (آگے کی راہ) کے اندر تیل ٹپکایا یا مرہم لگائی تو اس تیل کے باہر نکل آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: بواسیر کے علاج کے لیے کوئی تیل یا مرہم پاخانے کے مقام کے اندر لگائی جب وہ باہر نکل آئے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: عورتوں میں بیماری کی وجہ سے جو لیس دار پانی (لیکوریا) آگے کی طرف سے آتا ہے تو وہ پانی نجس ہے اور اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: جو ہوا مرد اور عورت کے پیشاب کے مقام سے نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: عورت کے اندرونی معائنہ کے لیے اگر لیڈی ڈاکٹر نے شرمگاہ میں انگلی داخل کی تو عورت کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: ولادت سے پیشتر جو پانی چھوٹتا ہے وہ نفاس نہیں بلکہ نجس رطوبت ہے جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس کے نکلنے سے نماز معاف نہیں ہوگی۔

۳ آگے پیچھے کی راہ کے علاوہ کسی جگہ سے نجاست کا نکلنا

(الف) خون پیپ اور کچ لہو کا نکلنا

قاعدہ ۱ ان نجاستوں سے وضو ٹوٹنے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ نکل کر جسم کے اس حصہ تک بہہ جائیں جس کو وضو یا غسل میں پاک کرنے کا حکم ہے۔ پس جب تک خون وغیرہ زخم کے احاطہ کے اندر اندر ہے زخم کے احاطہ سے باہر نہیں نکلا اس وقت تک وہ بہنے کے حکم میں نہیں ہے۔

مسئلہ: کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا وہ پھوٹ گیا یا خود اس نے پھوڑ دیا اور اس کا خون یا پانی بہہ کر آنکھ میں تو پھیل گیا ہے لیکن باہر نہیں نکلا تو وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ وضو یا غسل میں آنکھ کے اندر کے حصہ کو دھونے کا حکم نہیں ہے اور اگر آنکھ کے باہر نکل پڑا تو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: اگر کان کے اندر دانہ ہو اور پھوٹ جائے تو جب تک خون پیپ سوراخ کے اندر اس جگہ تک رہے جہاں غسل کرتے وقت پانی پہنچانا فرض نہیں ہے تب تک وضو نہیں جاتا اور جب ایسی جگہ پر بہہ کر آجائے جہاں پانی پہنچانا فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کے سوئی چبھ گئی اور خون نکل آیا لیکن بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا اور جو ذرا بھی اپنی جگہ سے بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: کسی نے اپنے پھوڑے یا چھالے کے اوپر کا چھلکا نوچ ڈالا اور اس کے نیچے خون یا پیپ دکھائی دینے لگے لیکن وہ خون یا پیپ اپنی جگہ ٹھہرا رہا کسی طرف نکل کر بہا نہیں تو وضو نہیں ٹوٹا اور جو بہہ پڑا تو وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: کسی کے پھوڑے میں بڑا گہرا گھاؤ ہو گیا تو جب تک خون پیپ اس گھاؤ کے سوراخ کے اندر ہی اندر رہے باہر نکل کر بدن پر نہ آئے اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: سر کی چوٹ میں اگر خون اتر کر ناک کی نرم جگہ تک آ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر کان سے نکل کر کان کے اس حصہ میں آ جائے جس کا دھونا غسل کرتے وقت فرض ہے تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: اگر خون کا بالفعل بہنا نہ پایا جائے اور بالقوۃ (Potentially) بہنا پایا جائے مثلاً نکلتے ہوئے خون کو پونچھتا رہا اور بہنے نہ دیا اور وہ اتنا تھا کہ اگر وہ نہ پونچھتا تو زخم کے آس پاس کی جگہ میں بہہ جاتا تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ لہٰذا اگر اتنی مقدار بنتی ہو کہ جو بہہ جاتی ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں اور یہ بات غور و فکر اور گمان غالب سے معلوم کی جائے گی کہ وہ بہنے والی مقدار تھی یا نہیں۔

مسئلہ: کسی کے زخم سے ذرا ذرا خون نکلا اس نے کپڑے سے صاف کر لیا پھر ذرا سا نکلا پھر اس نے صاف کر ڈالا۔ اسی طرح کئی دفعہ کیا کہ خون بہنے نہ پایا تو دل میں سوچ کر اگر ایسا معلوم ہو کہ صاف نہ کیا جاتا تو بہہ پڑتا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر ایسا معلوم ہو کہ صاف نہ کیا جاتا تو تب بھی نہ بہتا تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

مسئلہ: اگر مچھر یا کھٹمل نے خون پی لیا تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ ان کا پیا ہوا خون اتنا نہیں ہوتا کہ جو خود بہہ سکے۔

مسئلہ: کسی نے جونک لگائی اور جونک میں اتنا خون بھر گیا کہ اگر بیچ میں سے کاٹ دو تو خون بہہ پڑے تو وضو جاتا رہا اور جو اتنا نہ پیا ہو بلکہ کم پیا ہو تو وضو نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ: خون کے کسی تجزیہ (Test) کے لیے سوئی کے ذریعہ سرنج (پچکاری) میں خون لیا یا وریدی ٹیکہ لگانے کے لیے پچکاری میں خون کھینچا یا خون کا عطیہ دیا تو ان صورتوں میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے ناک سنکی اور اس میں جمے ہوئے خون کی پھٹکیاں نکلیں تو وضو نہیں گیا کیونکہ یہ منجمد خون ہے جبکہ نجس خون وہ ہے جو پتلا ہو اور نکل کر بہہ پڑے۔ سو اگر کسی نے اپنی ناک میں انگلی ڈالی پھر جب اس کو نکالا تو انگلی میں خون کا دھبہ معلوم ہوا لیکن وہ خون بس اتنا ہی ہے کہ انگلی میں تو ذرا سا لگ جاتا ہے لیکن بہتا نہیں تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: اگر کسی کے تھوک میں خون معلوم ہوا تو اگر تھوک میں خون بہت کم ہے جس کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ سفیدی یا زردی مائل ہے تو وضو نہیں ٹوٹا اور اگر خون زیادہ یا برابر ہے جس کی علامت یہ ہے کہ تھوک کا رنگ سرخ یا سرخی مائل ہے تو وضو ٹوٹ گیا۔

خون کا زیادہ ہونا اس کے بہنے والا ہونے پر دلالت کرتا ہے اور برابر ہونے کی صورت میں بھی غلبہ ظن اسی کو ہوتا ہے کہ وہ خود بخود بہنے والا ہے۔

مسئلہ: اگر دانت سے کوئی چیز کاٹی اور اس چیز پر خون کا دھبہ معلوم ہوا یا دانت میں خلال کیا اور خلال میں خون کی سرخی دکھائی دی تو جب تک خون نہ بہے وضو نہیں ٹوٹے گا اور اس کے بہنے کی شناخت کا طریقہ یہ ہے کہ تھوک میں خون کا رنگ دیکھیں اگر تھوک میں خون کا رنگ بالکل معلوم نہ ہو تو وہ بہنے والا نہیں اور وضو نہیں ٹوٹا۔ اسی طرح یہ بھی طریقہ ہے کہ منہ اور دانتوں میں جس جگہ سے خون نکلا ہے اس جگہ پر انگلی یا کپڑا رکھے۔ اگر دوبارہ انگلی یا کپڑے پر خون ظاہر ہو تو گمان غالب یہ ہوگا کہ وہ خون بہنے والا ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ: کھانسی کے ساتھ اگر پتلا اور بہتا ہوا خون آئے تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اگر جما ہوا آئے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: اگر پھوڑے پھنسی کا خون آپ سے نہیں نکلا بلکہ اسے دبا کے نکالا تب بھی وضوٹوٹ جائے گا جب کہ وہ خون بہہ جائے۔

مسئلہ: اگر کسی کے کوئی زخم ہو اور اس میں سے کوئی کیڑا نکلے یا کان سے کیڑا نکلے یا زخم میں سے کچھ گوشت کٹ کر گر پڑے اور خون نہ نکلے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: اگر زخم پر پٹی باندھی اور تری پٹی کے باہر کی طرف پھوٹ آئی یا پٹی اندر کی طرف تر ہوگئی اگرچہ تری باہر کی طرف نہیں پھوٹی تو اس سے وضوٹوٹ جائے گا اس لیے کہ اس سے خون اور رطوبت وغیرہ کا بہنا ظاہر ہوگیا۔ اس کو یوں سمجھیں کہ وہ زخم ایسا ہے کہ اگر اس پر پٹی نہیں ہوتی تو وہ بہتا۔

اسی طرح اگر پٹی دو پرت کی تھی اور تری ایک پرت تک پھوٹ آئی تب بھی رطوبت کے بہنے والی ہونے کی وجہ سے وضوٹوٹ جائے گا۔ اگر پٹی کھول کر دیکھنا نقصان دہ ہو تو زخم کا اندازہ کر کے عمل کیا جائے۔

مسئلہ: جسم پر دانے نکل آئے ہوں اور وہ ٹوٹ گئے ہوں تو اگر ان سے پیپ و پانی از خود نہیں بہا بلکہ ہاتھ یا کپڑا لگنے سے پھیل گیا تو وضو نہیں ٹوٹا۔

(ب) کسی بیماری سے پانی کا نکلنا

مسئلہ: آنکھوں سے جو صاف پانی بہے خواہ تیز روشنی سے یا دھوپ کی تپش سے یا پیاز کاٹنے سے یا کھانسی روکنے سے یا کسی کا ہاتھ لگنے سے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح سرمہ یا دوا کی تیزی یا سلائی کی چوٹ سے جو پانی نکلے وہ ناقض وضو نہیں۔

مسئلہ: آنکھ میں کوئی چیز (Foreign Body) پڑ جائے، پھر خواہ خود نکل جائے یا آنکھ میں پیوست ہو جائے اس سے جو صاف پانی نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح پروال (Trichiasis) کی رگڑ سے جو پانی بہے اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: اگر آنکھیں دکھتی ہوں اور کھٹکتی ہوں اور اس سے صاف پانی نکلے اور اس کا پیپ ہونا ظاہر ہو تو وضو نہیں ٹوٹا۔ البتہ جب آنکھوں سے چکنا پانی یا پیپ نکلے تو وضو

ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ : زکام کی وجہ سے آنکھوں سے پانی بہے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ : آنکھ اور ناک کے درمیان نلی (Nasolacrimal Duct) کے بند ہونے (Blokage) سے جو پانی بہے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اگر انفکشن (Dacryocystitis) کی وجہ سے چکنے پانی یا پیپ کی آمیزش ہو تو ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ : کسی کی آنکھ کے اندر کوئی دانہ وغیرہ تھا وہ ٹوٹ گیا یا خود اس نے توڑ دیا اور اس کی رطوبت بہہ کر آنکھ میں تو بہہ گئی لیکن آنکھ کے باہر نہیں نکلی تو اس کا وضو نہیں ٹوٹا اور اگر رطوبت آنکھ کے باہر نکل آئی تو وضو ٹوٹ گیا۔

مسئلہ : اگر عورت کی چھاتی سے پانی نکلتا ہے اور درد بھی ہوتا ہے تو وہ بھی نجس ہے اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر درد نہیں ہے تو نجس نہیں ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ : کسی کے کان سے بیماری کی وجہ سے پانی نکلتا ہے تو یہ پانی نجس ہے۔ جب کان کے سوراخ سے نکل کر اس جگہ تک آجائے جس کا دھونا غسل میں فرض ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ : اگر ناف سے پانی نکلے جو کسی بیماری سے ہی نکلے گا تو اس سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۴ قے

مسئلہ : اگر قے ہوئی اور اس میں کھانا یا پانی یا پت نکلے تو اگر منہ بھر کر قے ہوئی ہو تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر منہ بھر کر قے نہیں ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا اور منہ بھر کر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مشکل سے منہ میں رکے۔

اور اگر قے میں نرا بلغم نکلا تو وضو نہیں ٹوٹا چاہے جتنا ہو منہ بھر کے ہو یا اس سے کم ہو سب کا ایک حکم ہے۔ اور اگر قے میں خون نکلے تو اگر پتلا اور بہتا ہوا ہو تو وضو ٹوٹ

جائے گا اور اگر جما ہوا ٹکڑے ٹکڑے نکلے اور منہ بھر کر ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر کم ہو تو نہ ٹوٹے گا۔

مسئلہ: اگر تھوڑی تھوڑی کر کے کئی دفعہ قے ہوئی لیکن سب ملا کر اتنی ہے کہ اگر ایک دفعہ میں کرتا تو منہ بھر کر ہو جاتی تو اگر ایک ہی متلی برابر باقی رہی اور تھوڑی تھوڑی قے ہوتی رہی تو وضو ٹوٹ گیا اور اگر ایک متلی برابر نہیں رہی بلکہ پہلی دفعہ کی متلی جاتی رہی تھی اور طبیعت اچھی ہو گئی تھی پھر دوبارہ متلی شروع ہوئی اور تھوڑی قے ہو گئی۔ پھر جب یہ متلی جاتی رہی تو تیسری دفعہ پھر متلی شروع ہو کر قے ہوئی تو وضو نہیں ٹوٹا۔

۵ نیند

بذات خود نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا بلکہ بعض حالتوں میں سونے سے جسم کے اعضاء اور جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے پیچھے کی راہ سے ہوا خارج ہو سکتی ہے اور چونکہ نیند کی وجہ سے ہوا خارج ہونے کا شعور نہیں ہوتا اس لیے ان حالتوں میں نیند کو ہوا خارج ہونے کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے وہ حالتیں جن میں جسم کے اعضاء اور جوڑ ڈھیلے نہیں ہوتے ان میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: لیٹے لیٹے آنکھ لگ گئی یا کسی چیز سے ٹیک لگا کر بیٹھے بیٹھے سو گیا اور ایسی غفلت ہو گئی کہ اگر وہ ٹیک نہ ہوتی تو گر پڑتا تو وضو جاتا رہا۔

مسئلہ: اگر نماز میں بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے سو جائے تو وضو نہیں گیا۔

مسئلہ: اگر سجدے میں سو جائے تو اگر مرد ہو اور مردوں کی طرح سجدہ کیا ہے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور اگر عورت ہو اور اس نے عورتوں کی طرح سجدہ کیا ہو تو اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: اگر نماز سے باہر بیٹھے بیٹھے سوئے اور اپنا چوتڑ ایڑی سے دبا لے اور دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک بھی نہ لگائے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: بیٹھے ہوئے نیند کا ایسا جھونکا آیا کہ گر پڑا تو اگر گر کر فوراً ہی آنکھ کھل گئی ہو

تو وضو نہیں گیا اور جو گرنے کے ذرا دیر بعد آنکھ کھلی ہو تو وضو جاتا رہا اور اگر بیٹھا جھومتا رہا گرا نہیں تب بھی وضو نہیں گیا۔

٦ بے ہوشی، جنون اور نشہ

اگر بے ہوشی ہوگئی یا جنون سے عقل جاتی رہی تو وضو جاتا رہا چاہے بے ہوشی اور جنون تھوڑی ہی دیر رہا ہو۔ ایسے ہی اگر تمباکو وغیرہ کوئی نشے کی چیز کھالی اور اتنا نشہ ہوگیا کہ اچھی طرح چلا نہیں جاتا اور قدم ادھر ادھر بہکتا اور ڈگمگاتا ہے تو بھی وضو جاتا رہا۔

٧ رکوع وسجدہ والی نماز میں قہقہہ

قہقہہ سے مراد وہ ہنسی ہے جس کو ہنسنے والا اور اس کے آس پاس کے لوگ سن سکیں۔

مسئلہ: اگر نماز میں اتنے زور سے ہنسی نکل گئی کہ اس نے خود بھی اپنی آواز سن لی اور اس کے آس پاس والوں نے بھی سن لی تو اس سے وضو بھی ٹوٹ گیا اور نماز بھی ٹوٹ گئی۔

اور اگر ایسا ہو کہ خود کو تو آواز سنائی دے مگر سب پاس والے نہ سن سکیں اگرچہ بہت ہی پاس والا یعنی جو بالکل اس کے ساتھ کھڑا ہو وہ سن لے تو اس سے اس کی نماز ٹوٹ جائے گی وضو نہ ٹوٹے گا۔

اور اگر ہنسی میں فقط دانت کھل گئے ہوں اور آواز بالکل نہیں نکلی تو نہ وضو ٹوٹا نہ نماز گئی۔

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکا یا لڑکی نماز میں زور سے ہنسے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا ہاں وہ نماز جاتی رہتی ہے۔

مسئلہ: جنازے کی نماز اور تلاوت کے سجدے میں قہقہہ لگانے سے وضو نہیں جاتا بالغ ہو یا نابالغ ہو۔

٨ مباشرت فاحشہ

مرد کی شرمگاہ جب (داخل ہوئے بغیر) عورت کی شرمگاہ سے مل جائے اور کچھ کپڑا بیچ میں آڑ نہ ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے ایسے ہی اگر دو عورتیں یا دو مرد آپس میں اپنی شرمگاہیں ملائیں تب بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

متفرقات

مسئلہ: وضو کے بعد ناخن کٹائے یا زخم کے اوپر کی مردار کھال نوچ ڈالی تو وضو میں کوئی نقصان نہیں آیا نہ تو وضو دہرانے کی ضرورت ہے اور نہ اتنی جگہ کے پھر تر کرنے کا حکم ہے۔

مسئلہ: وضو کے بعد کسی کا ستر دیکھ لیا لیا اپنا ستر کھل گیا یا ننگے ہوکر نہایا اور ننگے ہی وضو کیا تو اس کا وضو درست ہے پھر وضو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ: جس چیز کے نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے وہ چیز نجس ہوتی ہے اور جس سے وضو نہیں ٹوٹتا وہ نجس بھی نہیں تو اگر ذرا سا خون نکلا کہ زخم کے منہ سے بہا نہیں یا ذرا سی قے ہوئی' منہ بھر کر نہیں ہوئی تو یہ خون اور یہ قے نجس نہیں ہے۔ اگر کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو اس کا دھونا واجب نہیں اور اگر منہ بھر کے قے ہوئی یا خون زخم سے بہہ گیا تو وہ نجس ہے اس کا دھونا واجب ہے اور اگر اتنی قے کرکے کٹورے یا لوٹے کو منہ لگا کر کلی کے لیے پانی لیا تو وہ برتن ناپاک ہو جائے گا اس لیے چلو سے پانی لینا چاہیے۔

مسئلہ: چھوٹا بچہ جو دودھ ڈالتا ہے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر منہ بھر کر نہ ہو تو نجس نہیں ہے اور جب منہ بھر کر ہو تو نجس ہے۔ اگر عورت اس کو دھوئے بغیر نماز پڑھے گی تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر وضو کرنا تو یاد ہے اور اس کے بعد وضوٹوٹنا اچھی طرح یاد نہیں کہ وضوٹوٹا ہے یا نہیں ٹوٹا تو اس کا وضو باقی سمجھا جائے گا اسی سے نماز درست ہے لیکن دوبارہ وضو کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ: جس کو وضو کرنے کے دوران میں شک ہو کہ فلانا عضو دھویا یا نہیں تو وہ عضو پھر دھو لینا چاہیے اور اگر وضو کر چکنے کے بعد شک ہوا تو کچھ پروا نہ کرے وضو ہو گیا۔ البتہ اگر یقین ہو جائے کہ فلانی بات رہ گئی ہے تو اس کو کرے۔

حدث اصغر یعنی بے وضو ہونے کی حالت کے احکام

مسئلہ: قرآن مجید اور پاروں کے پورے کاغذ کا چھونا مکروہ تحریمی ہے خواہ اس جگہ

کو چھوئے جہاں آیت لکھی ہے یا اس جگہ کو چھوئے جو سادہ ہے۔

اور اگر پورا قرآن نہ ہو بلکہ کسی کاغذ یا کپڑے یا جھلی وغیرہ پر قرآن کی ایک پوری آیت لکھی ہو باقی حصہ سادہ ہو تو سادہ جگہ کا چھونا جائز ہے جب کہ آیت پر ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ : قرآن مجید کا لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ لکھے ہوئے کو ہاتھ نہ لگے گو خالی مقام کو چھوئے۔ یہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خالی مقام کو بھی چھونا جائز نہیں ہے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے۔

مسئلہ : ایک آیت سے کم کا لکھنا مکروہ نہیں جب کہ کسی کتاب وغیرہ میں لکھے اور اگر قرآن شریف میں لکھے تو بغیر وضو کے ایک آیت سے کم کا لکھنا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ : نابالغ بچوں کو حدث اصغر کی حالت میں بھی قرآن مجید کا دینا اور چھونے دینا مکروہ نہیں۔

مسئلہ : بے وضو شخص کے لیے قرآن پاک کا زبانی پڑھنا درست ہے اور بغیر چھوئے اس میں دیکھ کر پڑھنا بھی درست ہے۔

معذور کا بیان

معذور وہ شخص ہے جس کو ایسا عذر لاحق ہو جس کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہو مثلاً ایسی نکسیر پھوٹی ہو کہ کسی طرح بند نہیں ہوتی یا کوئی ایسا زخم ہے کہ برابر بہتا رہتا ہے کسی وقت بہنا بند نہیں ہوتا یا پیشاب کی بیماری ہے کہ ہر وقت قطرہ آتا رہتا ہے اور اس کا وہ عذر ایک نماز کے پورے وقت تک برابر قائم رہے اتنا وقت بھی نہ ملے کہ اس وقت کی فرض و واجب نماز طہارت کے ساتھ پڑھ سکے۔

اگر اس کو اتنا وقت مل جائے جس میں طہارت کے ساتھ نماز پڑھ سکے یعنی صرف وضو کے فرائض ادا کر کے نماز کے فرائض و واجبات ادا کر سکے تو اس کو معذور نہیں کہیں گے۔

معذور کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے۔ جب تک وہ وقت رہے

گا تب تک اس کا وضو باقی رہے گا جب یہ وقت چلا گیا دوسری نماز کا وقت آ گیا تو اب دوسرے وقت دوسرا وضو کرنا چاہیے اسی طرح ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرے اور اس وضو سے فرض، نفل، قضا جو نماز چاہے پڑھے۔

ایک دفعہ معذور ہو جانے کے بعد جب دوسرا وقت آئے تو اس میں ہر وقت عذر کا پایا جانا مثلاً خون کا بہنا شرط نہیں ہے بلکہ وقت بھر میں اگر ایک دفعہ بھی خون آ جایا کرے اور باقی سارے وقت میں بند رہے تب بھی معذور باقی رہے گا۔

اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گزر جائے جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذور نہیں رہا۔ اب اس کا حکم یہ ہے کہ جتنی دفعہ خون نکلے گا وضو ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: معذور کے وضو کو نماز کے وقت کا گزرنا یا دوسرے حدث (یعنی پیشاب پاخانہ وغیرہ) کا لاحق ہونا توڑ دیتا ہے لہٰذا جس شخص کی نکسیر مسلسل جاری ہو اس نے اگر فجر کے وقت وضو کیا تو سورج نکلنے کے بعد اس وضو سے کوئی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ دوسرا وضو کرنا چاہیے۔

اور جب سورج نکلنے کے بعد وضو کرے اگرچہ اشراق و چاشت کے لیے ہو تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے ظہر کے لیے نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر معذور عید کی نماز کے لیے وضو کرے تو اس سے ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد نصف النہار تک کسی فرض نماز کا وقت نہیں ہے۔ اس لیے وہ وضو اس وقت ختم ہوگا جب ظہر کا وقت گزر جائے گا۔

اور اسی وقت کے اندر اگر کوئی دوسرا حدث پایا جائے مثلاً اس نے پیشاب یا پاخانہ کیا تو اب اس دوسرے حدث کی وجہ سے وضو ٹوٹ جائے گا عذر کی وجہ سے نہ ٹوٹے گا۔

مسئلہ: ظہر کا کچھ وقت گزر گیا تھا تب زخم وغیرہ کا خون بہنا شروع ہوا تو اخیر وقت تک انتظار کرے۔ اگر بند ہو جائے تو خیر، نہیں تو وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ پھر اگر عصر کے پورے وقت میں اسی طرح بہتا رہا کہ نماز پڑھنے کی مہلت نہیں ملی تو اب عصر کا

وقت گزرنے کے بعد معذور ہونے کا حکم لگائیں گے کیونکہ ظہر کا پورا وقت عذر میں نہیں گزرا تھا جب کہ عصر کا پورا وقت عذر میں گزرا ہے۔ اور اگر عصر کے وقت کے اندر ہی اندر بند ہوگیا تو وہ معذور نہیں ہے جو نمازیں اتنے وقت میں پڑھی ہیں وہ درست نہیں ہوئیں پھر سے پڑھے۔

مسئلہ: ایسے ہی معذور نے پیشاب یا پاخانے کی وجہ سے وضو کیا اور جس وقت وضو کیا تھا اس وقت زخم یا نکسیر کا خون بند تھا۔ جب وضو کر چکا تب خون آیا تو اس خون کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ جو وضو نکسیر یا زخم کے خون کے سبب سے کیا ہے خاص وہ وضو نکسیر یا زخم کے خون کی وجہ سے نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ: اگر معذور اس بات پر قادر ہے کہ زخم پر کپڑا باندھنے سے یا روئی رکھنے یا روئی بھرنے سے خون پیپ وغیرہ کے عذر کو روک سکتا ہے یا کم کر سکتا ہے تو اس کو بند کرنا یا کم کرنا واجب ہے اور بند کر سکنے کے سبب اب وہ صاحب عذر نہیں رہتا۔

مسئلہ: اگر جھکنے سے یا سجدہ کرنے سے خون جاری ہو جاتا ہے یا پیشاب کے قطرے گرنے لگتے ہیں کھڑے رہنے یا بیٹھنے سے جاری نہیں ہوتے تو کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے۔ اگر کھڑے ہونے سے عذر جاری رہتا ہے بیٹھنے سے نہیں تو نماز بیٹھ کر پڑھے۔ ان صورتوں میں یہ شخص معذور نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر لیٹا رہے تو عذر جاری نہیں ہوتا بیٹھا یا کھڑا ہو تو عذر جاری ہو جاتا ہے تو یہ معذور رہے گا اور یہ نماز کے سارے رکن ادا کرے لیٹ کر نماز نہ پڑھے۔

مسئلہ: جو شخص ریح کے بکثرت اور مسلسل خروج کے سبب سے معذور ہو تو سونے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔

باب نمبر:۲

غسل کا بیان

غسل کا مسنون طریقہ

غسل کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے گٹوں تک دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر استنجے کی جگہ دھوئے۔ پھر جہاں بدن پر نجاست لگی ہو پاک کرے۔ پھر وضو کرے اور اگر غسل کی جگہ میں پانی نہ ٹھہرتا ہو فوراً بہہ جاتا ہو یا ٹھہرتا ہو لیکن وہاں کسی چوکی یا پتھر پر غسل کرتا ہو تو وضو کرتے وقت پیر بھی دھولے اور اگر ایسا نہیں ہے اور ٹھہرے ہوئے پانی میں پیر بھر جائیں گے اور غسل کے بعد پھر دھونے پڑیں گے تو سارا وضو کرے مگر پیر نہ دھوئے۔ پھر وضو کے بعد تین مرتبہ اپنے سر پر پانی ڈالے پھر تین مرتبہ داہنے کندھے پر پھر تین مرتبہ بائیں کندھے پر پانی ڈالے اس طرح کہ سارے بدن پر پانی بہہ جائے۔ پہلی مرتبہ پانی ڈالنے کے بعد جسم کو مل لے تاکہ سارے جسم پر پانی پہنچ جائے۔ اگر پہلے پاؤں نہ دھوئے ہوں تو اس جگہ سے ہٹ کر پاک جگہ میں آئے اور پیر دھوئے۔

تنبیہ: مذکور غسل میں بعض چیزیں فرض ہیں اور بعض سنت اور بعض مستحب ہیں۔

غسل کے فرائض

غسل میں صرف تین چیزیں فرض ہیں۔

1. اس طرح کلی کرنا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ جائے۔
2. ناک میں پانی ڈالنا جہاں تک ناک نرم ہے۔
3. سارے بدن پر پانی پہنچانا۔

مسئلہ: جب سارے بدن پر پانی پڑ جائے اور کلی کرلے اور ناک میں پانی ڈال لے تو غسل ہوجائے گا چاہے غسل کرنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ تو اگر بارش میں ٹھنڈک کی غرض سے کھڑا ہوگیا یا حوض وغیرہ میں گر پڑا اور سب بدن بھیگ گیا اور کلی بھی کرلی اور

ناک میں بھی پانی ڈال لیا تو غسل ہو گیا۔

مسئلہ: اگر بدن میں بال برابر بھی کوئی جگہ سوکھی رہ جائے گی تو غسل نہ ہوگا اسی طرح اگر غسل کرتے وقت کلی کرنا بھول گیا یا ناک میں پانی نہیں ڈالا تو بھی غسل نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ فلانی جگہ سوکھی رہ گئی تھی تو پھر سے نہانا واجب نہیں بلکہ جہاں سوکھا رہ گیا تھا اسی کو دھو لے لیکن فقط ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے بلکہ تھوڑا سا پانی لے کر اس جگہ بہانا چاہیے۔ اور اگر کلی کرنا بھول گیا ہو تو اب کر لے۔ اگر ناک میں پانی نہ ڈالا ہو تو اب ڈال لے۔ غرض کہ جو چیز رہ گئی ہو اب اس کو کر لے نئے سرے سے غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی بیماری کی وجہ سے سر پر پانی ڈالنا نقصان کرے اور سر چھوڑ کر سارا بدن دھو لے تب بھی غسل ہو گیا لیکن جب اچھا ہو جائے تو اب سر دھو ڈالے پھر سے نہانے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: عورت کو پیشاب کی جگہ آگے کی کھال کے اندر پانی پہنچانا غسل میں فرض ہے اگر پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہوگا۔ اگر مرد کا ختنہ نہ ہوا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر کھال کے کھولنے میں دقت نہ ہو تو کھال کے اندر پانی ڈالنا فرض ہے اور اگر دقت ہو تو فرض نہیں۔

مسئلہ: اگر عورت کے سر کے اوپر کے بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو سب بال بھگونا اور ساری جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ اور اگر سر کے اوپر کے بال تھوڑے تھوڑے کر کے خوب گندھے ہوئے ہوں تو بالوں کا بھگونا معاف ہے۔ البتہ سب جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے ایک جڑ بھی سوکھی نہ رہنے پائے۔ اگر بغیر کھولے سب جڑوں میں پانی نہ پہنچ سکے تو کھول ڈالے اور بالوں کو بھی بھگو دے۔

مسئلہ: عورت کو چاہیے کہ نتھ، بالیوں، انگوٹھی اور چھلوں کو خوب ہلا لے کہ پانی سوراخوں میں پہنچ جائے اور اگر بالیاں نہ پہنے ہو تب بھی قصد کر کے سوراخوں میں پانی

ڈال لے۔ ایسا نہ ہو کہ پانی نہ پہنچے اور غسل صحیح نہ ہو۔

مسئلہ: اگر ناخن میں آٹا لگ کر سوکھ گیا اور اس کے نیچے پانی نہیں پہنچا تو غسل نہیں ہوا' جب یاد آئے اور آٹا دیکھے تو آٹا چھڑا کر پانی ڈال لے اور اگر پانی پہنچانے سے پہلے کوئی نماز پڑھ لی ہو تو اس کو لوٹا لے۔

مسئلہ: ہاتھ پیر پھٹ گئے اور اس میں موم' روغن یا اور کوئی دوا بھر لی تو اس کے اوپر سے پانی بہا لینا درست ہے۔

مسئلہ: کان اور ناف میں بھی خیال کر کے پانی پہنچانا چاہیے۔ پانی نہ پہنچے گا تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر نہاتے وقت کلی نہیں کی لیکن خوب منہ بھر کے پانی پی لیا کہ سارے منہ میں پانی پہنچ گیا تو بھی غسل ہو گیا۔ البتہ اگر اس طرح پانی پیئے کہ سارے منہ میں پانی نہ پہنچے تو یہ پینا کافی نہیں ہے کلی کر لینا چاہیے۔

مسئلہ: اگر سر کے بالوں میں یا ہاتھ پیروں میں تیل لگا ہوا ہو کہ بدن پر پانی اچھی طرح ٹھہرتا نہیں ہے بلکہ پڑتے ہی ڈھلک جاتا ہے تو اس کا کوئی حرج نہیں ہے جب سارے بدن اور سارے سر پر پانی ڈال دیا تو غسل ہو گیا۔

مسئلہ: اگر دانتوں کے بیچ میں چھالیہ وغیرہ کا ٹکڑا پھنس گیا تو بال اچھی طرح نہ بھیگیں گے تو گوند خوب چھڑا ڈالے اور افشاں دھو ڈالے اگر گوند کے نیچے پانی نہ پہنچے گا' اوپر ہی اوپر بہ جائے گا تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ: ماتھے پر افشاں چنی ہے یا بالوں میں اتنا گوند لگا ہے کہ بال اچھی طرح نہ بھیگیں گے تو گوند خوب چھڑا ڈالے اوز افشاں دھو ڈالے۔ اگر گوند کے نیچے پانی نہ پہنچے گا' اوپر ہی بہہ جائے گا تو غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی عورت نے دانتوں پر مسی کی دھڑی جمائی ہے تو اس کو چھڑا کر کلی کرے ورنہ غسل نہ ہوگا۔

مسئلہ: کسی کی آنکھ دکھتی ہیں اس کے لیے اس کی آنکھوں سے کیچڑ بہت نکلا اور ایسا سوکھ گیا کہ اگر اس کو نہ چھڑائے گا تو اس کے نیچے آنکھ کے کونے پر پانی نہ پہنچے گا تو اس کا چھڑا ڈالنا واجب ہے۔ اس کو چھڑائے بغیر نہ وضو درست ہے نہ غسل۔

غسل کی سنتیں

غسل فرض ہو یا غیر فرض اس کے لیے یہ چیزیں سنت ہیں۔

① غسل کی نیت کرنا۔
② ابتداء میں کپڑے اتارنے سے پہلے بسم اللہ کہنا۔
③ دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک دھونا۔
④ استنجا کرنا خواہ استنجے کی جگہ نجاست لگی ہو یا نہ لگی ہو۔
⑤ جسم پر کسی جگہ نجاست لگی ہو اس کو دھونا۔
⑥ وضو کرنا۔
⑦ سر اور تمام بدن پر تین بار پانی ڈالنا۔
⑧ جس ترتیب سے اوپر کی سنتیں بیان ہوئی ہیں اسی ترتیب سے ادا کرنا۔
⑨ جسم کے تمام اعضاء کو پہلی مرتبہ میں ملنا یعنی ان پر ہاتھ پھیرنا تاکہ سب جگہ پانی اچھی طرح پہنچ جائے کہیں سوکھا نہ رہے۔
⑩ ایسی جگہ پر نہائے جہاں اس کو کوئی نہ دیکھے۔

غسل کے مستحبات

① تواتر کے ساتھ پانی بہائے یعنی تمام اعضائے بدن کو اس طرح دھوئے کہ جسم اور ہوا کے معتدل ہونے کے زمانے میں ایک حصہ خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھل جائے۔
② غسل کے بعد تولیہ وغیرہ موٹے کپڑے سے اپنے بدن کو پونچھ ڈالے لیکن اگر مجبوری نہ ہو تو بہت مبالغہ نہ کرے تاکہ اس کے اعضاء پر غسل کا کچھ اثر باقی رہے۔
③ غسل کے بعد بدن ڈھانپنے میں بہت جلدی کرے یہاں تک کہ اگر وضو کرتے

وقت پیر نہ دھوئے ہوں تو غسل کی جگہ سے ہٹ کر پہلے اپنا بدن ڈھکے پھر دونوں پیر دھوئے۔

(۴) اگر انگوٹھی چھلے ڈھیلے ہوں کہ بغیر ہلائے بھی پانی پہنچ جائے تو ہلانا واجب نہیں لیکن ہلا لینا مستحب ہے۔

غسل کے مکروہات

۱ ننگے ہو کر نہانے میں قبلہ رخ ہونا۔

۲ غسل میں ستر کھلے ہوئے بلا ضرورت بات کرنا۔

۳ پانی کے استعمال میں بے جا زیادتی یا کمی کرنا۔

۴ مسنون طریقے کے خلاف غسل کرنا۔

فرض غسل

حدث اکبر سے پاک ہونے کے لیے غسل فرض ہے۔ حدث اکبر کے چار سبب ہیں:

پہلا سبب

خروج منی یعنی منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر جسم سے باہر نکلنا خواہ سوتے میں یا جاگتے میں، بے ہوشی میں یا ہوش میں۔ جماع سے یا بغیر جماع کے۔ کسی خیال و تصور سے خاص حصے کو حرکت دینے سے یا اور کسی طرح سے۔

مسئلہ: اگر منی اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر خاص حصہ (آلہ تناسل) سے باہر نکلتے وقت شہوت نہ تھی تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔ مثلاً اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی مگر اس نے خاص حصہ کے سوراخ کو ہاتھ سے بند کر لیا یا روئی وغیرہ رکھ لی تھوڑی دیر کے بعد جب شہوت جاتی رہی تو اس نے خاص حصہ کے سوراخ سے ہاتھ یا روئی ہٹالی اور منی بغیر شہوت خارج ہوگئی تب بھی غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کے خاص حصے سے کچھ منی نکلی اور اس نے غسل کر لیا۔ غسل کے بعد شہوت کے بغیر دوبارہ کچھ نکلی تو اس صورت میں پہلا غسل باطل ہو جائے گا دوبارہ پھر

غسل فرض ہے بشرطیکہ یہ باقی منی سونے سے پہلے یا پیشاب کرنے سے قبل یا چالیس قدم یا اس سے زیادہ چلنے سے قبل نکلے۔ مگر اس باقی منی کے نکلنے سے پہلے اگر نماز پڑھ لی ہو تو وہ نماز صحیح رہے گی اس کا اعادہ لازم نہیں۔

مسئلہ: کسی کے خاص حصے سے پیشاب کے بعد منی نکلے اس پر بھی غسل فرض ہوگا بشرطیکہ شہوت کے ساتھ ہو۔

مسئلہ: میاں بیوی دونوں ایک پلنگ پر سو رہے تھے۔ جب اٹھے تو چادر پر منی کا دھبہ دیکھا اور سونے میں خواب کا دیکھنا نہ مرد کو یاد ہے نہ عورت کو تو دونوں نہالیں۔ احتیاط اسی میں ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ یہ کس کی منی ہے۔

دوسرا سبب

زندہ باشہوت مرد خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو اس کے خاص حصہ کے سر یعنی حشفہ کا کسی زندہ عورت کے خاص حصہ میں یا کسی دوسرے زندہ آدمی کے مشترک حصہ (یعنی پاخانہ کی جگہ) میں داخل ہونا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو یا خنثیٰ ہو اور خواہ منی گرے یا نہ گرے۔ اس صورت میں اگر دونوں بالغ ہوں تو دونوں پر ورنہ جو بھی بالغ ہو اس پر غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر لڑکی کمسن ہو مگر جماع کے قابل ہو یعنی جماع کرنے سے اس کے آگے اور پیچھے کی راہیں ایک ہو جانے کا خوف نہ ہو تو اس کے خاص حصے میں مرد کے خاص حصہ کا سر داخل ہونے سے مرد پر غسل فرض ہو جائے گا اگر وہ مرد بالغ ہے۔

مسئلہ: جس مرد کے خصیے کٹ گئے ہوں اس کے خاص حصہ کا سر اگر کسی کے مشترک حصہ یا عورت کے خاص حصہ میں داخل ہو تب بھی غسل دونوں پر فرض ہو جائے گا اگر دونوں بالغ ہوں ورنہ اس پر جو بالغ ہو۔

مسئلہ: اگر کسی مرد کے خاص حصہ کا سر یعنی حشفہ کٹ گیا ہو تو اس کے باقی حصے سے حشفہ کے برابر مقدار کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر بقیہ عضو میں سے بقدر حشفہ داخل ہو گیا تو

غسل واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد اپنے خاص حصے کو کپڑے وغیرہ سے لپیٹ کر داخل کرے تو اگر جسم کی حرارت محسوس ہو تو غسل فرض ہو جائے گا مگر احتیاط یہ ہے کہ جسم کی حرارت محسوس ہو یا نہ ہو غسل فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت شہوت کے غلبہ میں اپنے خاص حصہ میں کسی نابالغ بے شہوت لڑکے یا کسی جانور کے خاص حصہ کو یا کسی لکڑی وغیرہ کو یا اپنی انگلی کو داخل کرے تو اگر عورت کو انزال ہو جائے تو اس پر غسل فرض ہوگا اور اگر انزال نہ ہو تب بھی احتیاطاً اس پر غسل کرنا فرض ہوگا۔

تیسرا سبب

حیض سے پاک ہو جانا۔

چوتھا سبب

نفاس سے پاک ہو جانا۔

جن صورتوں میں غسل فرض نہیں

مسئلہ: استحاضہ سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ: مذی اور ودی کے نکلنے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد سو کر اٹھنے کے بعد اپنے خاص عضو پر تری دیکھے اور سونے سے پہلے اس کے خاص حصے کو انتشار ہو تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا اور وہ تری مذی سمجھی جائے گی بشرطیکہ احتلام یاد نہ ہو اور اس تری کے منی ہونے کا غالب گمان نہ ہو۔ اور اگر ران وغیرہ یا کپڑوں پر بھی تری ہو تو غسل واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص خواب میں اپنی منی گرتی ہوئی دیکھے اور منی گرنے کی لذت بھی اس کو محسوس ہو مگر کپڑوں پر تری یا کوئی اور اثر معلوم نہ ہو تو غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: منی اگر اپنی جگہ سے بغیر شہوت کے جدا ہو تو اگرچہ باہر نکل آئے غسل فرض نہ ہوگا مثلاً کسی شخص نے کوئی بوجھ اٹھایا یا وہ اونچی جگہ سے گر پڑا یا کسی نے اس کو مارا اور اس صدمہ سے اس کی منی بغیر شہوت کے نکل آئی تو غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی مرد کو منی جاری رہنے کا مرض ہو تو اس منی کے نکلنے سے غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ کسی مرد یا عورت کی ناف میں داخل کرے اور منی نہ نکلے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ سر حشفہ سے کم مقدار میں داخل کرے تو غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: کوئی ایسی کمسن لڑکی ہو جو جماع کے قابل نہ ہو اور زبردستی کرنے سے اس کی آگے پیچھے کی راہیں ایک ہو جانے کا خوف ہو اس کے ساتھ اگر کسی مرد نے جماع کیا تو چونکہ حقیقت میں حشفہ پورا داخل نہیں ہوا اور مرد کو انزال بھی نہ ہوا ہو تو مرد پر غسل فرض نہ ہوگا۔

مسئلہ: حقنہ (Enema) یعنی انیما کی نلی کے پاخانے کے مقام میں داخل ہونے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

جن صورتوں میں غسل واجب ہے

❶ اگر کوئی کافر اسلام لائے اور حالت کفر میں اس کو حدث اکبر ہوا ہو اور وہ نہ نہایا ہو یا نہایا تو ہو مگر فرائض پورے نہ کرنے کی وجہ سے وہ غسل شرعاً صحیح نہ ہوا ہو تو اس پر اسلام لانے کے بعد نہانا واجب ہے۔

❷ اگر کوئی شخص پندرہ برس کی عمر سے پہلے بالغ ہو جائے اور اس کو پہلی بار احتلام ہو تو اس پر احتیاطاً غسل واجب ہے اور اس کے بعد جو احتلام ہو یا پندرہ برس کی عمر کے بعد احتلام ہو تو اس پر غسل فرض ہے۔

جن صورتوں میں غسل سنت (غیر مؤکدہ) ہے

1. جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد سے جمعہ تک ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر نماز جمعہ واجب ہو۔
2. عیدین کے دن فجر کے دن ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر عیدین کی نماز واجب ہے۔
3. حج یا عمرہ کے احرام کے لیے غسل کرنا سنت ہے۔
4. حج کرنے والے کو عرفہ کے دن زوال کے بعد غسل کرنا سنت ہے۔

جن صورتوں میں غسل کرنا مستحب ہے

(١) اسلام لانے کے لیے غسل کرنا اگر حدث اکبر سے پاک ہو۔

(٢) کوئی مرد یا عورت جب پندرہ برس کی عمر کو پہنچے اور اس وقت تک کوئی علامت جوانی کی اس میں نہ پائی جائے تو اس کو غسل کرنا۔

(٣) مردے کو نہلانے کے بعد نہلانے والوں کو غسل کرنا۔

(٤) پچھنے لگوانے کے بعد اور جنون اور مستی اور بے ہوشی دور ہو جانے کے بعد غسل کرنا۔

(٥) شب برات یعنی شعبان کی پندرھویں رات کو غسل کرنا۔

(٦) شب قدر کی رات میں اس شخص کو غسل کرنا مستحب ہے جس کو شب قدر معلوم ہوئی ہو۔

(٧) مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے غسل کرنا۔

(٨) مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لیے دسویں تاریخ کی صبح کو طلوع فجر کے بعد غسل کرنا۔

(٩) طواف زیارت کے لیے غسل کرنا۔

(١٠) کنکریاں پھینکنے کے لیے غسل کرنا۔

(١١) کسوف، خسوف اور استسقاء کی نمازوں کے لیے غسل کرنا

(١٢) خوف اور مصیبت کی نماز کے لیے غسل کرنا۔

(١٣) کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لیے غسل کرنا۔

⑭ سفر سے اپنے وطن پہنچ جانے کے بعد غسل کرنا۔
⑮ مجلس عام میں جانے کے لیے اور نئے کپڑے پہننے کے لیے غسل کرنا۔
⑯ جس کو قتل کیا جاتا ہو اس کو غسل کرنا مستحب ہے۔

حدث اکبر کے احکام

مسئلہ: جب کسی پر غسل فرض ہو اس کو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔ ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو جائز ہے مثلاً کسی کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور دوسرا کوئی راستہ اس کے نکلنے کا اس کے علاوہ نہ ہو اور نہ وہاں کے علاوہ کسی دوسری جگہ رہ سکتا ہو تو اس کو تیمّم کر کے مسجد میں جانا جائز ہے۔ یا کسی مسجد میں پانی کا چشمہ یا کنواں یا حوض ہو اور اس کے علاوہ کہیں پانی نہ ہو تو اس کو تیمّم کر کے مسجد میں جانا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو مسجد میں احتلام ہو جائے تو وہ تیمّم کر کے جلد باہر نکلے۔ یہ تیمّم جائز ہے واجب نہیں اور اگر دشمن یا جانور کے خوف کی وجہ سے جلد نہ نکلے اور وہیں ٹھہرا رہے تو تیمّم کر کے ٹھہرے۔ یہ تیمّم واجب ہوگا۔

مسئلہ: جنازہ اور عیدگاہ اور مدرسہ اور خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

مسئلہ: جنبی کے لیے ہاتھ بڑھا کر کوئی چیز مسجد سے لینا جائز ہے۔

کسی پر غسل فرض ہو اور پردہ کی جگہ نہیں تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ مرد کو مردوں کے سامنے برہنہ ہو کر نہانا واجب ہے۔ اسی طرح عورت کو عورتوں کے سامنے بھی نہانا واجب ہے اور مرد کو عورتوں کے سامنے اور عورت کو مردوں کے سامنے نہانا حرام ہے بلکہ تیمّم کرے۔

مسئلہ: جنبی اگر نماز کے وقت تک غسل میں تاخیر کرے تو وہ گناہگار نہیں ہوتا البتہ تاخیر کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ: اگر جنبی شخص غسل یا وضو کیے بغیر سوئے یا اپنی بیوی سے دوبارہ جماع کرے تو جائز ہے لیکن وضو کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ: جس پر نہانا واجب ہے اگر وہ نہانے سے پہلے کچھ کھانا پینا چاہے تو پہلے اپنے ہاتھ اور منہ دھو لے اور کلی کر لے تب کھائے پیئے اور اگر بے ہاتھ منہ دھوئے کھا پی لے تب بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

مسئلہ: کوئی عورت جنبی ہوئی پھر اس کو حیض آ گیا تو اس کو اختیار ہے کہ جنابت کا غسل ابھی کر لے یا اس کو حیض سے پاک ہونے تک موخر کر دے اور حیض سے پاک ہونے پر ایک ہی غسل دونوں سببوں کے لیے کافی ہے۔

مسئلہ: غسل کے لیے کم سے کم ایک صاع (ساڑھے تین سیر دو چھٹانک) پانی اور وضو کے لیے ساڑھے چودہ چھٹانک پانی کافی ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ عام طور اتنی مقدار استعمال فرماتے تھے۔

❀❀❀❀❀

باب:۳

پانی کا بیان

پانی کی دو قسمیں ہیں

مطلق پانی: وہ ہے جس کو عرف عام میں صرف پانی کہا جاتا ہے۔
مقید پانی: وہ ہوتا ہے کہ صرف پانی کہنے سے جس کی طرف ذہن سبقت نہیں کرتا۔ یہ دوطرح کا ہوتا ہے۔

1. وہ پانی جو نسبت کے ساتھ بولا جاتا ہے مثلاً ناریل کا پانی اور تربوز کا پانی۔
2. وہ مائع جو عرف عام میں پانی نہیں سمجھا جاتا مثلاً شربت' سرکہ' رس وغیرہ۔

مطلق پانی سے نجاست حکمی (یعنی حدث اصغر و حدث اکبر) اور نجاست حقیقی (یعنی ظاہری نجاست جو بدن کپڑے برتن وغیرہ کو لگی ہو) کو دور کیا جاسکتا ہے جب کہ مقید پانی سے نجاست حکمی دور نہیں ہوتی (یعنی اس سے وضو اور غسل درست نہیں) البتہ اس سے نجاست حقیقی کو دور کیا جاسکتا ہے۔

مطلق پانی کی پانچ قسمیں ہیں

1. طاہر مطہر غیر مکروہ: یعنی وہ مطلق پانی جو خود پاک ہو اور بلا کراہت پاک کرنے والا ہو۔ اس سے وضو اور غسل وغیرہ کراہت کے بغیر درست ہے اور وہ یہ ہے بارش' دریا' ندی' نالہ' سمندر' کنویں وغیرہ کا پانی' پگھلی ہوئی برف یا اولوں کا پانی۔
2. طاہر مطہر مکروہ: یعنی وہ مطلق پانی جو خود پاک ہو مگر پہلی قسم کے پانی کے ہوتے ہوئے اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہ نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ یہ وہ پانی ہے جو دھوپ سے گرم ہو گیا ہے یا وہ قلیل پانی ہے جس میں آدمی کا تھوک یا ناک کی رینٹ مل گئی ہو۔

③ طاہر غیر مطہر: یہ وہ مطلق پانی ہے جو خود پاک ہے مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں اور یہ مستعمل پانی ہوتا ہے جو اس پانی کو کہتے ہیں جس سے حدث اصغر یا حدث اکبر کو دور کیا گیا ہو یا ثواب کی نیت سے بدن پر استعمال کیا گیا ہو (یعنی اس سے وضو پر وضو کیا گیا ہو)

④ مشکوک: یہ وہ مطلق پانی ہے جو خود پاک ہے مگر اس کا مطہر یا غیر مطہر ہونا یقینی نہیں جیسے وہ پانی جس میں سے گدھے یا خچر نے منہ ڈال کر پانی پیا ہو۔

⑤ نجس: یہ وہ مطلق پانی ہے جو خود ناپاک ہے۔ اس سے وضو غسل جائز نہیں اور ناپاک چیزیں اس سے پاک نہیں ہوتیں۔

طاہر مطہر غیر مکروہ

اس کی تین قسمیں ہیں ① جاری پانی، ② ٹھہرا ہوا پانی اور ③ کنویں کا پانی۔

جاری پانی

یہ اس چلتے اور بہتے ہوئے پانی کو کہتے ہیں جو تنکے کو بہا کر لے جائے۔ اگر اس میں کوئی نجاست گر جائے تو جب تک اس نجاست کا اثر پانی میں ظاہر نہ ہو یعنی اس کے مزہ یا رنگ یا بو میں فرق نہ آئے اس وقت تک وہ پانی نجس نہیں ہوگا اور اگر ان میں سے ایک صفت بھی بدل گئی تو پانی نجس ہوگیا۔ جاری پانی مستعمل نہیں ہوتا اس لیے:

❶ اگر بہت سے لوگ نہر کے کنارے پر صف باندھ کر بیٹھیں اور وضو کریں تو ان کا وضو جائز ہے۔

❷ کسی کے پاس ایک برتن میں کچھ پانی ہو اور وہ اس کو ٹین کی ایک طرف سے کچھ اٹھی ہوئی چادر پر بہائے اور بہتے ہوئے پانی میں وضو کرے کہ اعضا سے گرنے والا مستعمل پانی اسی میں گرے اور یہ سب پانی پھر دوسری طرف سے ایک برتن میں جمع ہو جائے تو اس جمع کئے ہوئے پانی سے دوبارہ وضو کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ جاری پانی تھا۔

مسئلہ: اگر پانی آہستہ آہستہ بہتا ہو تو بہت جلدی جلدی وضو نہ کرے تاکہ جو دھوون گرتا ہے وہی ہاتھ میں نہ آئے۔

ٹھہرا ہوا پانی

یہ قلیل بھی ہوسکتا ہے اور کثیر بھی ہوسکتا ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ قلیل (تھوڑے) پانی میں نجاست گر پڑے تو وہ نجس ہو جاتا ہے خواہ اس میں نجاست کا اثر یعنی رنگ بو مزہ ظاہر ہو یا نہ ہو۔ کثیر پانی کا وہی حکم ہے جو جاری پانی کا ہوتا ہے یعنی اس کے ایک طرف نجاست پڑ جائے تو جب تک اس کا کوئی وصف نہ بدلے وہ پانی سب کا سب ناپاک نہیں ہوگا۔

قلیل و کثیر میں امتیاز یہ ہے کہ اگر استعمال کے وقت ایک طرف کا پانی ہل کر دوسری طرف تک چلا جائے تو وہ پانی قلیل ہے اور اگر دوسری طرف تک نہ جائے تو کثیر ہے اور اس میں اعتبار اس شخص کی رائے کا ہے جس کو ایسی حالت سے سابقہ پڑ جائے۔ عام لوگوں کی آسانی کے لیے کہا جاتا ہے کہ کثیر پانی وہ ہے جو پچیس مربع گز کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہو اور اس کی گہرائی کم از کم اتنی ہو کہ چلو سے پانی لینے میں اس کے نیچے کی زمین نہ نکلے۔

اگر گہرائی زیادہ ہو تو اس سے مذکورہ رقبہ کو کم نہیں کیا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ پانی کے حجم اور اس کی مقدار کا اعتبار نہیں ہے بلکہ پانی کی اوپر کھلی سطح کے رقبہ کا اعتبار ہے۔ اگر کوئی تالاب جس کی لمبائی چوڑائی پانچ پانچ گز ہو اور وہ لبالب بھرا ہو اور تالاب پر ڈھکن ہو جو پانی کی سطح کے ساتھ ملا ہوا ہو اور اس ڈھکن کا ایک سوراخ ہو جو دو فٹ لمبا اور دو فٹ چوڑا ہو تو کھلی سطح چونکہ صرف چار مربع فٹ ہے لہٰذا یہ قلیل پانی سمجھا جائے گا اگرچہ وہ تالاب بہت گہرا ہو۔

قلیل پانی کے مسائل

مسئلہ: جنگل میں کہیں تھوڑا پانی ملا تو جب تک اس کی نجاست کا یقین نہ ہو جائے تب تک اس سے وضو کرے فقط اس وہم پر وضو نہ چھوڑے کہ شاید یہ نجس ہو۔ اگر اس کے ہوتے ہوئے تیمم کرے گا تو تیمم نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی کافر یا بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دے تو پانی نجس نہیں ہوتا۔ البتہ اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی تھی تو ناپاک ہو جائے گا لیکن چونکہ چھوٹے بچوں کا کچھ اعتبار نہیں اس لیے جب تک کوئی اور پانی ملتا ہو اس کے ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ: جس پانی میں ایسی جاندار چیز مر جائے جس کے بہتا ہوا خون نہیں ہوتا یا باہر مر کر پانی میں گر پڑے تو پانی نجس نہیں ہوتا۔ جیسے مچھر، مکھی، بھڑ، تتیا، بچھو، شہد کی مکھی یا اسی قسم کی اور جو چیز ہو۔

مسئلہ: جس کی پیدائش پانی کی ہو اور ہر دم پانی ہی میں رہا کرتی ہو اس کے مر جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا، پاک رہتا ہے جیسے مچھلی، مینڈک، کچھوا، کیکڑا وغیرہ۔

مسئلہ: جو چیز پانی میں رہتی ہو لیکن اس کی پیدائش پانی کی نہ ہو تو اس کے مر جانے سے پانی نجس وخراب ہو جاتا ہے جیسے بطخ اور مرغابی۔ اسی طرح اگر الگ مر کر پانی میں گر پڑے تب بھی نجس ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: پاک کپڑا، برتن اور نیز دوسری پاک چیزیں جس پانی سے دھوئی جائیں اس سے وضو اور غسل درست ہے بشرطیکہ پانی کے تین وصفوں میں سے دو وصف باقی ہوں گو ایک وصف بدل گیا ہو اور اگر دو وصف بدل جائیں تو پھر درست نہیں۔

مسئلہ: اگر چھوٹا حوض یا ٹنکی ناپاک ہو جائے۔ پھر اس میں ایک ہی وقت میں ایک طرف سے پانی داخل ہو اور دوسری طرف سے باہر نکلے تو پانی جاری ہونے کی وجہ سے حوض اور ٹنکی وغیرہ پاک ہو جاتے ہیں اگر چہ ابھی بہت تھوڑا سا پانی نکلا ہو۔

کثیر پانی کے مسائل

مسئلہ: بڑا بھاری حوض جو دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلو سے پانی اٹھائیں تو زمین نہ کھلے۔ یہ بھی بہتے ہوئے پانی کے مثل ہے ایسے حوض کو دہ در دہ کہتے ہیں۔ اگر اس میں ایسی نجاست پڑ جائے جو پڑ جانے کے بعد دکھائی نہیں دیتی

جیسے پیشاب، خون، شراب وغیرہ تو چاروں طرف وضو کرنا درست ہے۔ جدھر سے چاہے وضو کرے اور اگر ایسی نجاست پڑ جائے جو دکھلائی دیتی ہے جیسے مردہ کتا تو جدھر پڑی ہو اس طرف وضو نہ کرے اس کے سوا جس طرف سے چاہے کر لے۔ البتہ اگر اتنے بڑے حوض میں اتنی نجاست پڑ جائے کہ رنگ یا مزہ بدل جائے تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر بیس ہاتھ لمبا اور پانچ ہاتھ لمبا چوڑا یا پچیس ہاتھ لمبا اور چار ہاتھ چوڑا ہو وہ حوض بھی دہ دردہ کے مثل ہے۔

مسئلہ: دہ دردہ حوض میں جہاں پر دھوون گرا ہے اگر وہیں سے پھر پانی اٹھالے تو یہ بھی جائز ہے۔

کنویں کا بیان

مسئلہ: جب کنویں میں کچھ نجاست گر پڑے تو کنواں ناپاک ہو جاتا ہے اور پانی کھینچ ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے چاہے تھوڑی نجاست گرے یا بہت، سارا پانی نکالنا چاہیے۔ جب سارا پانی نکل جائے تو پاک ہو جائے گا۔ کنویں کے اندر کنکر دیوار وغیرہ کے دھونے کی ضرورت نہیں وہ سب آپ ہی آپ پاک ہو جائیں گے۔ اسی طرح رسی ڈول جس سے پانی نکالا ہے کنویں کے پاک ہونے سے آپ ہی آپ پاک ہو جائے گا۔ ان دونوں کے بھی دھونے کی ضرورت نہیں۔

تنبیہ: سب پانی نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنا نکالیں کہ پانی ٹوٹ جائے اور آدھا ڈول بھی نہ بھرے۔

مسئلہ: اگر کنویں میں اونٹ یا بکری کی ایک دو مینگنیاں گر جائیں اور وہ ثابت نکل آئیں تو کنواں ناپاک نہیں ہوتا خواہ وہ کنواں جنگل کا ہو یا بستی کا اور خواہ من ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: کنویں میں کبوتر یا چڑیا کی بیٹ گر پڑی تو نجس نہیں ہوا اور مرغی اور بطخ کی بیٹ سے نجس ہو جاتا ہے اور سارا پانی نکالنا واجب ہے۔

مسئلہ: کتا، بلی، گائے، بکری پیشاب کر دے یا اور کوئی نجاست گرے تو سب پانی

نکالنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر آدمی، کتا یا بکری یا اسی کے برابر کوئی اور جانور گر کے مر جائے اور پھولے پھٹے نہیں تب تو سارا پانی نکالا جائے اور اگر باہر مرے پھر کنویں میں گرے تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی جاندار چیز کنویں میں مر جائے اور پھول جائے یا پھٹ جائے تب بھی سب پانی نکالا جائے چاہے چھوٹا جانور ہو چاہے بڑا۔

مسئلہ: اگر چوہا، چڑیا یا اسی کے برابر کوئی چیز گر کر مر گئی لیکن پھولی پھٹی نہیں تو بیس ڈول کا نکالنا واجب ہے اور تیس ڈول نکال ڈالیں تو بہتر ہے لیکن پہلے چوہا نکال لیں تب پانی نکالنا شروع کریں۔ اگر چوہا نہ نکالا تو اس پانی نکالنے کا کچھ اعتبار نہیں۔ چوہا نکالنے کے بعد پھر اتنا ہی پانی نکالنا پڑے گا۔

مسئلہ: بڑی چھپکلی جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر گر کر مر جائے اور پھولے پھٹے نہیں تو بیس ڈول نکالیں اور تیس ڈول نکالنا بہتر ہے اور جس میں بہتا ہوا خون نہ ہوتا ہو اس کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر کبوتر یا مرغی یا بلی یا اس کے برابر کوئی جانور گر کر مر جائے اور پھولے پھٹے نہیں تو چالیس ڈول نکالنا واجب ہے اور ساٹھ ڈول نکال دینا بہتر ہے۔

مسئلہ: جس کنویں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے اسی کے حساب سے نکالنا چاہیے۔ اور اگر اتنے بڑے ڈول سے نکالا جس میں پانی سماتا ہے تو اس کا حساب لگا لینا چاہیے۔ اگر اس میں کنویں والے دو ڈول پانی سماتا ہے تو دو ڈول سمجھیں اور اگر چار ڈول سماتا ہے تو چار ڈول سمجھنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر کنویں میں اتنا بڑا سوت ہے کہ سب پانی نہیں نکل سکتا جیسے جیسے پانی نکالتے ہیں ویسے ویسے اس میں سے اور پانی نکلتا آتا ہے تو جتنا پانی اس میں اس وقت موجود ہے اندازہ کر کے اسی قدر نکال ڈالیں۔

پانی کے اندازہ کرنے کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مثلاً پانچ ہاتھ پانی ہے تو ایک دم لگاتار سو ڈول پانی نکال کر دیکھو کہ کتنا پانی کم ہوا اگر ایک ہاتھ کم ہوا ہو تو اس حساب سے پانچ سو ڈول پانی ہوا۔ دوسرے یہ کہ جن لوگوں کو پانی کی پہچان ہو اور اس کا اندازہ کرنا آتا ہو ایسے دو دین دار مسلمانوں سے اندازہ کرا لو جتنا وہ کہیں نکلوا دو اور جہاں یہ دونوں باتیں مشکل معلوم ہوں تو تین سو ڈول نکلوا دیں۔

مسئلہ: کنویں میں مرا ہوا چوہا یا کوئی اور جانور نکلا اور یہ معلوم نہیں کب سے گرا ہے اور وہ ابھی پھولا پھٹا بھی نہیں ہے تو جن لوگوں نے اس کنویں سے وضو کیا ہے وہ ایک دن' ایک رات کی نمازیں دہرائیں اور اس پانی سے جو کپڑے دھوئے ہیں ان کو بھی دھونا چاہیے اور اگر پھول گیا ہے یا پھٹ گیا ہے تو تین دن تین رات کی نمازیں دہرانا چاہئیں۔ اور بعض عالموں نے یہ کہا ہے کہ جس وقت کنویں کا ناپاک ہونا معلوم ہوا ہے اسی وقت سے ناپاک سمجھیں گے اس سے پہلے کی نماز وضو سب درست ہے اگر کوئی اس پر عمل کرے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ: جس کو نہانے کی ضرورت ہے وہ ڈول ڈھونڈنے کے واسطے کنویں میں اترا اور اس کے بدن اور کپڑے پر نجاست کی آلودگی نہیں ہے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا ایسے ہی اگر کافر اترے اور اس کے کپڑے اور بدن پر نجاست نہ ہو تب بھی کنواں پاک ہے البتہ اگر نجاست لگی ہو تو ناپاک ہو جائے گا اور سب پانی نکالنا پڑے گا۔ اور اگر شک ہو کہ معلوم نہیں کہ کپڑا پاک ہے یا ناپاک تب بھی کنواں پاک سمجھا جائے گا لیکن اگر دل کی تسلی کے لیے بیس یا تیس ڈول نکلوا دیں تب بھی کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: کنویں میں بکری یا چوہا گر گیا اور زندہ نکل آیا تو پانی پاک ہے۔

مسئلہ: چوہے کو بلی نے پکڑا اور اس کے دانت لگنے سے زخمی ہو گیا پھر اس سے چھوٹ کر اسی طرح خون میں بھرا ہوا کنویں میں گر پڑا تو سارا پانی نکالا جائے۔

مسئلہ: چوہا گندی نالی میں سے نکل کر بھاگا اور اس کے بدن میں نجاست بھر گئی پھر کنویں میں گر پڑا تو سب پانی نکالا جائے چاہے چوہا کنویں میں مر جائے یا زندہ نکلے۔

مسئلہ: جس چیز کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے اگر وہ چیز باوجود کوشش کے نہ نکل سکے تو دیکھنا چاہیے کہ وہ چیز کیسی ہے اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود تو پاک ہوتی ہے لیکن ناپاکی لگنے سے ناپاک ہوگئی ہے جیسے ناپاک کپڑا' ناپاک گیند' ناپاک جوتا' تب تو اس کا نکالنا معاف ہے ویسے ہی پانی نکال ڈالیں اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ خود ناپاک ہے جیسے مردہ جانور' چوہا وغیرہ تو جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ یہ گل سڑ کر مٹی ہوگیا ہے تو اس وقت تک کنواں پاک نہیں ہوسکتا اور جب یہ یقین ہو جائے اس وقت سارا پانی نکال دیں کنواں پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ: جتنا پانی کنویں میں سے نکالنا ضروری ہو چاہے ایک دم سے نکالیں چاہیں تھوڑا تھوڑا کر کے کئی دفعہ نکالیں۔ ہر طرح سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ: کسی کنویں وغیرہ میں درخت کے پتے گر پڑے اور پانی میں بدبو آنے لگی اور رنگ اور مزہ بھی بدل گیا تو بھی اس سے وضو درست ہے جب تک کہ پانی اسی طرح پتلا باقی رہے۔

طاہر مطہر مکروہ پانی

مسئلہ: دھوپ میں گرم ہوئے پانی سے سفید داغ ہو جانے کا ڈر ہے اس لیے اس سے وضو اور غسل نہیں کرنا چاہیے۔

مسئلہ: زمزم کا پانی اگرچہ خود تو مکروہ نہیں لیکن اس سے بے وضو کو وضو نہ کرنا چاہیے اور اسی طرح شخص جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس سے غسل نہ کرے اور اس سے ناپاک چیزوں کا دھونا اور استنجا کرنا مکروہ ہے ہاں اگر مجبوری ہو اور ضروری طہارت کسی اور طرح سے حاصل نہ ہو سکتی ہو تو یہ سب باتیں زمزم کے پانی سے جائز ہیں۔

مسئلہ: عورت کے وضو اور غسل کے بچے ہوئے پانی سے مرد کو وضو اور غسل نہ کرنا چاہیے بہتر یہی ہے کیونکہ عام طور سے عورتوں میں طہارت اور نفاست کا خیال کم ہوتا ہے اور برتن میں استعمال شدہ پانی کی چھینٹیں پڑنے میں لاپروائی کرتی ہیں۔

مسئلہ: بلی اور آزاد پھرتی مرغی کا جھوٹا پانی بھی مکروہ ہے۔

طاہر غیر مطہر پانی

یہ مستعمل پانی ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پانی کے مستعمل ہونے کا سبب

❶ اس سے حدث اصغر یا حدث اکبر کو دور کیا گیا ہو یعنی طہارت نہ ہونے کی صورت میں اس سے وضو یا غسل کیا گیا ہو خواہ وضو و غسل کا قصد ہو یا نہ ہو۔

❷ ثواب کی نیت سے بدن پر استعمال کیا گیا ہو یعنی طہارت اور وضو ہونے کے باوجود محض ثواب کی نیت سے دوبارہ وضو کیا گیا ہو۔

پانی مستعمل کب بنتا ہے

جب پانی عضو سے جدا ہوتا ہے تو مستعمل ہو جاتا ہے مثلاً وضو میں پانی سے چہرہ کو دھویا تو چہرہ سے جب پانی جدا ہوگا وہ مستعمل ہوگا۔

مستعمل پانی کی صفت

یہ پاک ہوتا ہے۔

مستعمل پانی کا حکم

اس سے وضو اور غسل کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ غیر مطہر ہے لیکن اس سے نجاست حقیقی کو دور کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: چار پانچ سال کا ایسا لڑکا جو وضو کو نہیں سمجھتا وہ اگر وضو کرے یا دیوانہ وضو کرے تو وہ پانی مستعمل نہیں۔

مسئلہ: مستعمل پانی کا پینا اور کھانے کی چیزوں میں استعمال کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: مستعمل پانی اگر دوسرے طاہر مطہر پانی میں مل جائے تو جب تک مستعمل پانی دوسرے پانی سے زیادہ نہ ہو جائے دوسرے پانی کا حکم غالب رہے گا اور اس ملے

جلے پانی سے وضو اور غسل کرنا درست ہے۔

مشکوک پانی

پالتو گدھے اور خچر کا جھوٹا پانی مشکوک ہوتا ہے۔ وہ خود تو پاک ہوتا ہے لیکن شک اس میں ہے کہ وہ پاک کرنے والا ہے یا نہیں۔ اگر مشکوک کے علاوہ اور پاک یا مکروہ پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے۔ ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے اس لیے ان میں سے کسی ایک پر اکتفا کرنا جائز نہیں۔ ویسے تو وضو اور تیمم میں سے جس کو بھی پہلے کرے وہ جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے وضو یا غسل کرے پھر تیمم کرے۔

مقید پانی

مقید پانی وہ ہوتا ہے کہ صرف پانی کہنے سے جس کی طرف ذہن جلدی منتقل نہیں ہوتا اور یہ وہ پانی اور مائع ہے جو درختوں اور پھلوں اور نباتات (سبزی پتے وغیرہ) سے نچوڑ کر نکالا جائے یا ان سے ٹپک کر نکلے یا گلاب کا پانی وغیرہ اور اسی طرح جب مطلق پانی میں کوئی پاک چیز مل جائے اور اس کے کسی وصف یعنی ذائقہ یا رنگ یا بو کو بدل دے یا اس میں کوئی پاک چیز اس طرح سے مل جائے کہ وہ پانی اس چیز سے مغلوب ہو جائے اور پانی کا نام اس سے زائل ہو جائے تو یہ مقید پانی کے معنی میں ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: جس پانی میں کوئی اور چیز مل گئی ہو یا پانی میں کوئی چیز پکائی گئی اور ایسا ہو گیا کہ اب بول چال میں اس کو پانی نہیں کہتے بلکہ اس کا کچھ اور نام ہو گیا تو اس سے وضو اور غسل جائز نہیں جیسے شربت، شیرہ، شوربا، سرکہ اور عرق گاؤ زبان وغیرہ کہ ان سے وضو درست نہیں ہے۔

مسئلہ: جس پانی میں کوئی پاک چیز پڑ گئی اور پانی کے رنگ یا مزے یا بدبو میں فرق آ گیا لیکن وہ چیز پانی میں پکائی نہیں گئی، نہ پانی کے پتلے ہونے میں کچھ فرق آیا جیسے کہ بہتے ہوئے پانی میں کچھ ریت ملی ہوتی ہے یا پانی میں زعفران پڑ گیا اور اس کا بہت خفیف سا رنگ آ گیا یا صابن پڑ گیا یا اسی طرح کی کوئی اور چیز پڑ گئی تو ان سب

صورتوں میں وضو اور غسل درست ہے۔

مسئلہ: اور اگر کوئی چیز پانی میں ڈال کر پکائی گئی اور اس سے رنگ یا مزہ وغیرہ بدلا تو اس پانی سے وضو درست نہیں' البتہ اگر ایسی چیز پکائی گئی جس سے میل کچیل خوب صاف ہو جاتا ہے اور اس کے پکانے سے پانی گاڑھا نہ ہوا ہو تو اس سے وضو درست ہے جیسے مردے کو نہلانے کے لیے بیری کی پتیاں پکاتے ہیں تو اس میں کچھ حرج نہیں البتہ اگر اتنی زیادہ ڈال دیں کہ پانی گاڑھا ہو گیا تو اس سے وضو اور غسل درست نہیں۔

مسئلہ: کپڑا رنگنے کے لیے زعفران گھولی یا رنگ گھولا تو اس پانی سے وضو درست نہیں۔

مسئلہ: اگر پانی میں دودھ مل گیا تو اگر دودھ کا رنگ پانی میں اچھی طرح آ گیا ہے تو وضو درست نہیں اور اگر دودھ بہت کم تھا کہ رنگ نہیں آیا تو وضو درست ہے۔

جانوروں کے جھوٹے کا بیان

مسئلہ: آدمی کا جھوٹا پاک ہے چاہے بے دین ہو یا ناپاک ہو یا عورت حیض سے ہو یا نفاس میں ہو ہر حال میں پاک ہے۔ اسی طرح پسینہ بھی ان سب کا پاک ہے۔ البتہ اگر اس کے منہ میں کوئی ناپاکی لگی ہو تو اس سے وہ جھوٹا ناپاک ہو گا۔

مسئلہ: حلال جانور جیسے مینڈھا' بکری' بھیڑ' گائے' بھینس ہرن وغیرہ اور حلال پرندے جیسے مینا' فاختہ' گوریا ان سب کا جھوٹا پاک ہے اسی طرح گھوڑے کا جھوٹا بھی پاک ہے۔

مسئلہ: کتے کا جھوٹا نجس ہے اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا چاہے مٹی کا برتن ہو چاہے تانبا وغیرہ کا لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھوئے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی ڈالے تاکہ خوب صاف ہو جائے۔

مسئلہ: سور کا جھوٹا بھی نجس ہے۔ اسی طرح شیر' بھیڑیا' بندر' گیدڑ وغیرہ جتنے چیر پھاڑ کر کھانے والے جانور ہیں سب کا جھوٹا نجس ہے۔

مسئلہ: دودھ سالن وغیرہ میں بلی نے منہ ڈال دیا تو اگر اللہ نے سب کچھ دیا ہو تو اسے نہ کھائے اور اگر غریب آدمی ہو تو کھالے پھر اس میں کچھ حرج اور گناہ نہیں بلکہ ایسے شخص کے واسطے مکروہ بھی نہیں ہے۔

مسئلہ: بلی نے چوہا کھایا اور فوراً آکر برتن میں منہ ڈال دیا تو وہ نجس ہو جائے گا اور جو تھوڑی دیر ٹھہر کر منہ ڈالے کہ اپنا منہ زبان سے چاٹ چکی ہو تو نجس نہ ہوگا بلکہ مکروہ ہی رہے گا۔

مسئلہ: کھلی ہوئی مرغی جو ادھر ادھر گندی چیزیں اور پلیدی کھاتی پھرتی ہے اس کا جھوٹا مکروہ ہے اور جو مرغی بند رہتی ہو اس کا جھوٹا مکروہ نہیں بلکہ پاک ہے۔

مسئلہ: شکار کرنے والے پرندے جیسے شکرہ' باز وغیرہ کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔ لیکن جو پالتو ہو اور مردار نہ کھائے نہ اس کی چونچ میں نجاست کا شبہ ہو اس کا جھوٹا پاک ہے۔

مسئلہ: جو چیزیں گھروں میں رہا کرتی ہیں جیسے سانپ' بچھو' چوہا' چھپکلی وغیرہ ان سب کا جھوٹا مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر چوہا روٹی کتر کر کھالے تو بہتر ہے کہ اس جگہ سے ذرا سی توڑ ڈالے تب کھائے۔

مسئلہ: گدھے اور خچر کا جھوٹا پاک تو ہے لیکن وضو ہونے میں شک ہے۔ سو اگر کہیں فقط گدھے' خچر کا جھوٹا پانی ملے اور اس کے سوا اور پانی نہ ملے تو وضو بھی کرے اور تیمم بھی کرے۔

مسئلہ: جن جانوروں کا جھوٹا نجس ہے ان کا پسینہ بھی نجس ہے اور جن کا جھوٹا پاک ہے ان کا پسینہ بھی پاک ہے اور جن کا جھوٹا مکروہ ہے ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے اور گدھے وخچر کا پسینہ پاک ہے کپڑے اور بدن پر لگ جائے تو دھونا واجب نہیں ہے لیکن دھوڈالنا بہتر ہے۔

مسئلہ: کسی نے بلی پالی وہ پاس آکر بیٹھتی ہے اور ہاتھ وغیرہ چاٹتی ہے تو جہاں

چاٹے یا اس کا لعاب لگے تو اس کو دھو ڈالنا چاہیے اگر نہ دھویا اور یوں ہی رہنے دیا تو مکروہ اور برا کیا۔

مسئلہ: غیر مرد کا جھوٹا کھانا اور پانی عورت کے لیے مکروہ ہے جب کہ جانتی ہو کہ یہ اس کا جھوٹا ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح غیر عورت کے سامنے کا مرد کے لیے بھی مکروہ ہے۔

پانی کے استعمال کے احکام

ایسے ناپاک پانی کا استعمال جس کے تینوں وصف یعنی مزہ' بو اور رنگ نجاست کی وجہ سے بدل گئے ہوں کسی طرح بھی درست نہیں' نہ جانوروں کو پلانا درست ہے نہ مٹی وغیرہ میں ڈال کر گارا بنانا جائز ہے اور اگر تینوں وصف نہیں بدلے تو اس کا جانوروں کو پلانا اور مٹی میں ڈال کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا جائز ہے مگر ایسے گارے سے مسجد نہ لیپے۔

مسئلہ: دریا' ندی اور وہ تالاب جو کسی کی زمین میں نہ ہو اور وہ جس کو بنانے والے نے وقف کر دیا ہو تو اس تمام پانی سے عام لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ کسی کو اس کے استعمال سے منع کرے یا اس کے استعمال میں ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے عام لوگوں کو نقصان ہو جیسے کوئی شخص دریا یا تالاب سے نہر کھود کر لائے اور اس سے وہ دریا یا تالاب خشک ہو جائے یا کسی گاؤں یا زمین کے غرق ہونے کا اندیشہ ہو تو استعمال کا یہ طریقہ درست نہیں اور ہر شخص کو اختیار ہے کہ اس ناجائز طریقہ استعمال سے منع کر دے۔

مسئلہ: کسی شخص کی مملوک زمین میں کنواں' یا چشمہ یا حوض یا نہر ہو تو دوسرے لوگوں کو پانی پینے یا جانوروں کو پانی پلانے یا وضو' غسل اور کپڑے دھونے کے لیے پانی لینے سے یا گھڑے بھر کر اپنے درخت یا کیاری میں پانی دینے سے منع نہیں کر سکتا کیونکہ پانی میں سب کا حق ہے البتہ اگر جانوروں کی کثرت کی وجہ سے پانی ختم ہونے کا یا نہر وغیرہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو روکنے کا اختیار ہے۔

اور اگر اپنی زمین میں آنے سے روکنا چاہے تو دیکھا جائے گا کہ پانی لینے والے کا کام دوسری جگہ سے چل سکتا ہے۔ (مثلاً کوئی دوسرا کنواں وغیرہ ایک شرعی میل یعنی دو ہزار گز سے کم فاصلہ پر موجود ہے اور وہ کسی کی مملوک زمین میں بھی نہیں ہے) یا اس کا کام بند ہو جائے گا اور تکلیف ہوگی۔ اگر اس کا کام دوسری جگہ سے ہو سکے تو خیر ورنہ اس کنویں والے سے کہا جائے گا کہ یا تو اس شخص کو اپنے کنویں یا نہر وغیرہ پر آنے کی اس شرط سے اجازت دو کہ نہر وغیرہ کو نہیں توڑے گا ورنہ اس کو جس قدر پانی کی ضرورت ہے تم خود نکال کر یا نکلوا کر اس کے حوالہ کر دو۔

البتہ پانی لینے والے کو یہ جائز نہیں کہ وہ نہر یا کنویں والے کی اجازت کے بغیر اپنے کھیت یا باغ کو پانی دے۔

مسئلہ: اگر ایک شخص دوسرے کے کنویں یا نہر سے کھیت کو پانی دینا چاہے اور وہ کنویں یا نہر والا اس سے کچھ قیمت لے تو مشائخ بلخ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے۔

مسئلہ: دریا' تالاب اور کنویں وغیرہ سے جو شخص اپنے کسی برتن میں مثل گھڑے مشک وغیرہ کے پانی بھر لے تو اس پانی کا مالک ہو جائے گا۔ اس پانی سے بغیر اس شخص کی اجازت کے کسی کو استعمال کرنا درست نہیں۔

مسئلہ: لوگوں کے پینے کے لیے جو پانی رکھا ہو جیسے گرمیوں میں راستوں پر پانی رکھ دیتے ہیں اس سے وضو غسل درست نہیں۔ ہاں اگر زیادہ ہو تو مضائقہ نہیں اور جو پانی وضو کے واسطے رکھا ہو اس میں سے پینا درست ہے۔

باب:۴

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور اس کا انکار کرنے والا بدعتی اور اہلسنّت سے خارج ہے۔ البتہ مسح کو جائز سمجھ کر پھر کوئی موزہ اتار کر پاؤں دھوئے تو عزیمت اور افضل ہے۔ لیکن کسی ایسی جگہ میں ہو جہاں کے لوگ موزوں پر مسح کو جائز نہ سمجھتے ہوں تو وہاں مسح کرنا افضل ہے۔

مسئلہ: اگر وضو کے لیے پانی صرف اتنی مقدار میں ہو کہ موزوں پر مسح کے ساتھ وضو کر سکتا ہے یا اتنا وقت کم ہو کہ موزہ اتار کر پاؤں دھونے میں اتنی دیر لگ جائے گی کہ نماز کا وقت نکل جائے گا اور مسح کی مدت ابھی باقی ہو تو موزہ پر مسح کرنا واجب ہو جائے گا۔

مسئلہ: موزہ پر مسح کے لیے یہ شرط ہے کہ اس کو طہارت کاملہ پر پہنا ہو یعنی وضو کرنے کے بعد اور پھر وضو ٹوٹنے سے پہلے موزے پہنے ہوں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی کا پہلے سے وضو نہ ہو اور وہ بالکل وضو نہ کرے اور موزے پہن لے تو ان پر مسح جائز نہیں لیکن اگر پورا وضو کر کے موزے پہنے ہیں تو مسح جائز ہے اور اگر صرف پاؤں دھو کر پہن لیے اور باقی وضو نہیں کیا تب بھی مسح جائز نہیں اور اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اس کے بعد باقی وضو کرنا شروع کیا مگر ابھی وضو پورا نہ کرنے پایا تھا کہ وضو توڑنے والی کوئی بات ہوئی تو اب مسح جائز نہیں۔

مسئلہ: کسی نے تیمّم کی حالت میں موزے پہنے ہوں تو جب وضو کرے تو ان موزوں پر مسح نہیں کر سکتا کیونکہ تیمّم طہارت کاملہ نہیں خواہ وہ تیمّم صرف غسل کا ہو یا صرف وضو کا ہو یا دونوں کا ہو۔

کن موزوں پر مسح کرنا جائز ہے

چمڑے کے موزے جو اتنے اونچے ہوں کہ ٹخنے ان میں چھپے ہوئے ہوں ان پر مسح درست ہے لیکن اگر موزے اتنے چھوڑے ہوں کہ ٹخنے موزے کے اندر چھپے

ہوئے نہ ہوں تو ان پر مسح درست نہیں۔

مسئلہ: ① وہ موزے جو اتنے پتلے چمڑے کے ہوں کہ اگر ان کو پہن کر جوتے کے بغیر پیدل چلیں تو وہ پھٹ جائیں تو ان پر بھی مسح جائز نہیں۔ اسی طرح اگر چمڑے کا موزہ استعمال سے اتنا گھس جائے کہ جوتے کے بغیر پہن کر چلنے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو مسح جائز نہیں رہتا۔

② سوتی اور اونی جرابیں جو ثخین ہوں یا رقیق ہوں لیکن مجلد ہونے کی وجہ سے ثخین کے حکم میں ہوں ان پر مسح جائز ہے۔

ثخین کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کپڑا اس قدر موٹا اور مضبوط ہو کہ اس میں جوتے کے بغیر تین میل پیدل چلیں تو وہ پھٹے نہیں اور وہ پنڈلی پر بغیر کسی چیز کے باندھے قائم رہ سکے بشرطیکہ یہ قائم رہنا کپڑے کی تنگی اور چستی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ موٹا ہونے کی وجہ سے ہو نیز یہ کہ وہ پانی کو جلدی سے جذب نہ کرے اور پانی اس میں سے نہ چھنے۔ جس جراب میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے وہ ثخین نہیں بلکہ رقیق (یعنی پتلی) ہے۔

جرابیں اونی ہوں یا سوتی دونوں میں مسح جائز ہونے کے لیے مذکورہ شرائط ضروری ہیں۔

تنبیہ: جرابوں کی کل چھ قسمیں بنتی ہیں۔

1. ثخین سادہ۔
2. ثخین مجلد یعنی وہ ثخین بھی ہو اور مجلد بھی ہو۔ مجلد یہ ہوتا ہے کہ اوپر نیچے پورے قدم پر ٹخنوں سمیت چمڑا چڑھا دیا گیا ہو۔
3. ثخین منعل یعنی وہ ثخین جراب جس کے تلے اور ایڑی اور پنجے پر چمڑا چڑھا دیا گیا ہو اور باقی قدم پر صرف پتلی اور رقیق جراب ہو۔
4. رقیق سادہ۔
5. رقیق مجلد
6. رقیق منعل

ان چھ قسموں میں سے پہلی تینوں قسموں پر مسح جائز ہے۔

چوتھی قسم یعنی رقیق سادہ پر مسح جائز نہیں۔
پانچویں قسم یعنی رقیق مجلد پر مسح جائز ہے۔
چھٹی قسم یعنی رقیق منعل' اس میں ہر وہ جراب شامل ہے جس میں چمڑا ٹخنوں سمیت تمام قدم کو گھیرے ہوئے نہ ہو خواہ صرف تلے پر چمڑا ہو یا اوپر کے بعض حصے پر ہی ہو۔اس پر بھی مسح جائز نہیں جب کہ وہ سوتی کپڑے کی ہو۔ رہیں وہ اونی جرابیں جو موٹی اور مضبوط تو ہوں مگر ثخین کی حد میں داخل نہ ہوں جب ان کو منعل کیا جائے یعنی تلے اور پنجے اور ایڑی پر چمڑا لگا لیا جائے باقی قدم پر چمڑا نہ ہو اس میں بھی احتیاط اسی میں ہے کہ اس پر مسح نہ کیا جائے۔

۳ انگریزی جوتے کی طرح چمڑا ہو کہ ٹخنے کھلے رہیں اور کھلے ہوئے حصہ پر کپڑا لگا کر قدم چھپا لئے اس پر مسح جائز نہیں۔

۴ کپڑے کی جرابیں (خواہ وہ موٹے کپڑے کی ہوں یا باریک کپڑے کی ہوں ان کو) پہن کر ان کے اوپر چمڑے کے موزے پہن لیے جائیں تو ان پر مسح جائز ہے۔

۵ جو موزہ اتنا پھٹ گیا ہو کہ چلنے میں پیر کی تین چھوٹی انگلیوں کی لمبائی چوڑائی کے برابر کھل جاتا ہے تو اس پر مسح درست نہیں اور اگر اس سے کم کھلتا ہو تو مسح درست ہے۔
تین چھوٹی انگلیوں کا اعتبار اس وقت ہے جب موزہ انگلیوں پر سے نہ پھٹا ہو بلکہ کسی اور جگہ سے پھٹا ہو اور اگر انگلیوں سے پھٹا ہو تو اس وقت ان انگلیوں کا اعتبار ہو گا جن پر سے پھٹا ہے۔

مسئلہ: اگر موزہ کی سیون کھل گئی لیکن اس میں سے پیر دکھائی نہیں دیتا تو مسح درست ہے اور اگر ایسا ہو کہ چلتے وقت تو تین انگلیوں کے برابر پیر دکھائی دیتا ہے ورنہ نہیں دکھائی دیتا تو مسح درست نہیں۔

مسئلہ: اگر ایک موزہ میں دو انگلیوں کے برابر پیر کھل جاتا ہے اور دوسرے موزہ میں ایک انگلی کے برابر تو کچھ حرج نہیں مسح جائز ہے اور اگر ایک ہی موزہ کئی جگہ سے پھٹا ہے اور سب ملا کر تین انگلیوں کے برابر کھل جاتا ہے تو مسح جائز نہیں اور اگر سب ملا کر بھی پوری تین انگلیوں کے برابر نہیں ہوتا تو مسح درست ہے۔

مسح کے فرض

مسح کے فرض دو ہیں۔

① موزوں کے اوپر کی جانب مسح کرے۔

② ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کی مقدار مسح کرنا۔

مسح کا مسنون طریقہ

دونوں ہاتھوں کی پوری انگلیاں تر کر کے آگے کی طرف موزے پر رکھ دے۔ دائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں موزہ پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں موزہ پر اور ہتھیلی موزہ سے الگ رکھے پھر ان کو پنڈلی کی طرف ٹخنوں سے اوپر تک کھینچ دے۔

مسئلہ: اگر پوری انگلیوں کو موزے پر نہیں رکھا بلکہ فقط انگلیوں کا سرا موزے پر رکھ دیا اور انگلیاں کھڑی رکھیں تو یہ مسح درست نہیں ہوا البتہ اگر انگلیوں سے پانی برابر ٹپک رہا ہو جس سے بہہ کر تین انگلیوں کے برابر پانی موزہ کو لگ جائے تو درست ہو جائے گا۔

مسئلہ: مسح میں مستحب تو یہی ہے کہ ہتھیلی کی طرف سے مسح کرے اور اگر کوئی ہتھیلی کی پشت کی طرف سے مسح کرے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی الٹا مسح کرے یعنی ٹخنے کی طرف سے کھینچ کر انگلیوں کی طرف لائے تو بھی جائز ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے، ایسے ہی اگر لمبائی میں مسح نہ کرے بلکہ موزے کی چوڑائی میں مسح کرے تو بھی درست ہے لیکن مستحب کے خلاف ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا لیکن بارش برستے وقت باہر نکلا یا بھیگی گھاس پر چلا جس سے موزہ بھیگ گیا تو مسح ہو گیا۔

مسئلہ: اگر ایک انگلی سے تین مرتبہ تین مختلف جگہوں پر مسح کیا تب بھی مسح ہو گیا جب کہ ہر مرتبہ انگلی کو پانی سے تر کیا ہو۔

موزہ پر مسح کی مدت

مسئلہ: مسافرت میں تین دن اور تین رات تک موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور

جو مسافرت میں نہ ہو اس کو ایک دن اور ایک رات تک اور جس وقت وضو ٹوٹا ہے اس وقت سے ایک دن رات یا تین دن رات کا حساب کیا جائے گا۔ جس وقت موزہ پہنا ہے اس کا اعتبار نہ کریں گے جیسے کسی نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا پھر سورج ڈوبنے کے وقت وضو ٹوٹا تو اگلے دن کے سورج ڈوبنے تک مسح کرنا درست ہے اور مسافرت میں تیسرے دن کے سورج ڈوبنے تک۔ جب سورج ڈوب گیا تو اب مسح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ: کسی نے موزہ پر مسح کرنا شروع کیا اور ابھی ایک دن ایک رات گزرنے نہ پایا تھا کہ مسافر ہو گیا تو تین دن تین رات تک مسح کرتا رہے اور اگر سفر سے پہلے ہی ایک دن رات گزر جائے تو مدت ختم ہو چکی پیر دھو کر پھر سے موزہ پہنے۔

مسئلہ: اگر مسافرت میں مسح کرتا تھا پھر گھر پہنچ گیا اگر دن رات پورا ہو چکا ہے تو اب موزہ اتار دے اب اس پر مسح درست نہیں اور اگر ابھی ایک دن رات بھی پورا نہیں ہوا تو ایک دن رات پورا کر لے اس سے زیادہ مسح درست نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایسے برفستان میں ہے کہ اگر وہاں پاؤں سے موزے اتارے جائیں تو سردی کی وجہ سے غالب گمان میں پاؤں کے خراب یا بیکار ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے تو ایسے وقت میں مدت ختم ہو جانے کے باوجود اس پر برابر مسح کرتے رہنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں یہ موزہ جبیرہ اور پٹی کے حکم میں ہو جاتا ہے۔

مسح کو توڑنے والی چیزیں

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے موزہ کا مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) موزوں کے اتار دینے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے مثلاً اگر کسی کا وضو نہ ٹوٹا ہو لیکن اس نے موزے اتار ڈالے تو مسح جاتا رہا۔ اب وہ دونوں پیر دھو لے۔ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔

اگر ایک موزہ اتار ڈالا تو دوسرا موزہ بھی اتار کر دونوں پاؤں کا دھونا واجب ہے۔

۳ مسح کی مدت کا گزر جانا

مسئلہ: اگر مسح کی مدت پوری ہوگئی تو بھی مسح جاتا رہا۔ اگر وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزہ اتار کر دونوں پاؤں دھوئے۔ پورے وضو کا دہرانا واجب نہیں۔ اور اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو موزے اتار کر پورا وضو کرے۔

۴ موزے میں پاؤں کا پانی سے بھیگ جانا

مسئلہ: موزہ پر مسح کرنے کے بعد کہیں پانی میں پیر پڑ گیا اور موزہ ڈھیلا تھا اس لیے موزے کے اندر پانی چلا گیا اور سارا پاؤں یا آدھے سے زیادہ پاؤں بھیگ گیا تو بھی مسح جاتا رہا دوسرا موزہ بھی اتار دے اور دونوں پیر اچھی طرح دھوئے۔ اگر آدھا یا اس سے کم بھیگا تو مسح باقی رہا۔

متفرقات

مسئلہ: غسل کرنے والے کو مسح جائز نہیں خواہ غسل فرض ہو یا سنت۔ اس کو پاؤں دھونے ہوں گے۔

مسئلہ: معذور کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ جتنے عرصہ میں اس نے وضو کیا ہے اور موزے پہنے ہیں اس تمام عرصہ میں اس کا وہ مرض جس کے سبب وہ معذور ہوا ہے نہ پایا جائے اور دوسرے یہ کہ مرض مذکور تمام وقت مذکور یا اس کے کسی جزو میں پایا جائے۔ پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز کا وقت نکلنے سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اور چونکہ اس نے موزے طہارت کاملہ پر پہنے ہیں اس لیے اس کا مسح نہ ٹوٹے گا اور مسح کی مدت پوری کرے گا۔ دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ وقت کے نکل جانے سے جس طرح اس کا وضو ٹوٹ جائے گا اسی طرح اس کا مسح بھی ٹوٹ جائے گا اور اس کو موزہ اتار کر پاؤں دھونا پڑیں گے۔

مسئلہ: برقع اور دستانوں پر مسح درست نہیں۔

باب: ۵

پٹی اور پلستر پر مسح کرنے کا بیان

مسئلہ: اگر ہاتھ یا پاؤں وغیرہ میں کوئی پھوڑا ہے یا کوئی اور ایسی بیماری ہے کہ اس پر پانی ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے تو پانی نہ ڈالے وضو کرتے وقت صرف بھیگا ہاتھ پھیر لے اس کو مسح کہتے ہیں اور اگر یہ بھی نقصان کرے تو ہاتھ بھی نہ پھیرے اتنی جگہ چھوڑ دے۔

مسئلہ: اگر زخم پر پٹی بندھی ہو اور پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنے سے نقصان ہو یا پٹی کھولنے باندھنے میں بڑی دقت اور تکلیف ہو تو پٹی کے اوپر مسح کر لینا درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو پٹی پر مسح کرنا درست نہیں۔ پٹی کھول کر زخم پر مسح کرنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر پوری پٹی کے نیچے زخم نہیں ہے تو اگر پٹی کھول کر زخم کو چھوڑ کر اور سب جگہ دھو سکے تو دھونا چاہیے اور اگر پٹی نہ کھول سکے تو ساری پٹی پر مسح کر لے جہاں زخم ہے وہاں بھی اور جہاں زخم نہیں ہے وہاں بھی۔

مسئلہ: ہڈی کے ٹوٹ جانے کے وقت بانس کی کھپچیاں رکھ کے ٹکٹھی بنا کر باندھتے ہیں اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹکٹھی نہ کھول سکے ٹکٹھی کے اوپر ہاتھ پھیر لیا کرے اور فصد کی پٹی کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر زخم کے اوپر مسح نہ کر سکے تو پٹی کھول کر کپڑے کی گدی پر مسح کرے اور اگر کوئی کھولنے باندھنے والا نہ ملے تو پٹی ہی پر مسح کر لے۔

مسئلہ: ٹکٹھی اور پٹی وغیرہ میں بہتر تو یہ ہے کہ ساری ٹکٹھی پر مسح کرے اور اگر ساری پر نہ کرے بلکہ آدھی سے زائد پر کرے تو بھی جائز ہے اگر فقط آدھی یا آدھی سے کم پر کرے تو جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر ٹکٹھی یا پٹی کھل کر گر پڑے اور زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تو پھر وہی یا نئی باندھ لے اور وہی پہلا مسح باقی ہے پھر مسح کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر زخم اچھا

ہو گیا کہ اب باندھنے کی ضرورت نہیں ہے تو مسح ٹوٹ گیا اب اتنی جگہ دھو کر نماز پڑھے سارا وضو دہرانا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر بانس کی کھپچیوں کی جگہ پلستر چڑھا دیا ہو تو جب تک پلستر چڑھا ہوا ہے پلستر پر مسح کرتا رہے اس میں بھی بہتر ہے کہ وضو کے عضو کے مقابل پورے پلستر پر مسح کرے۔ اگر نصف سے زائد پر مسح کر لیا تو یہ بھی کافی ہے۔ اور غسل میں تو پورے ہی پلستر پر مسح کرے۔

مسئلہ: مسح ایک دفعہ کافی ہے تکرار کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: جس شخص کو غسل کی حاجت ہو اور اس کے پٹی بندھی ہو جس کا اترنا نقصان دہ ہو یا پلستر چڑھا ہو تو وہ باقی جسم کو دھو کر پٹی اور پلستر پر مسح کر سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر پٹی پر مسح کرنے کے بعد کسی طرح اس میں پانی داخل ہو جائے تو مسح باطل نہ ہوگا۔

باب:٦

تیمّم کا بیان

پاک مٹی یا کسی ایسی چیز سے جو مٹی کے حکم میں ہو بدن کو نجاستِ حکمیہ سے پاک کرنے کو تیمّم کہتے ہیں۔

تیمّم کے صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں

① تیمّم یا طہارت کی نیت کا ہونا۔
② پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونا۔
③ پاک مٹی یا جو چیز زمین کی جنس سے ہے اس پر تیمّم کرنا۔
④ مسح کرنے میں بال برابر جگہ نہ چھوڑنا۔
⑤ کم از کم تین انگلیوں سے مسح کرنا۔
⑥ پانی کے قریب ہونے کے گمان پر پانی طلب کرنا۔
⑦ آدمی کا مسلمان ہونا۔

شرائط سے متعلق مسائل

① نیت کا ہونا:

مسئلہ: تیمّم کے لیے تیمّم کا ارادہ ہونا ضروری ہے، تیمّم کرتے وقت اپنے دل میں بس اتنا ارادہ کرلے کہ میں پاک ہونے کے لیے تیمّم کرتا ہوں یا نماز پڑھنے کے لیے تیمّم کرتا ہوں تو تیمّم ہوجائے گا۔

مسئلہ: اگر دوسرے کو سکھانے کے لیے تیمّم کرکے دکھایا لیکن دل میں اپنے تیمّم کرنے کی نیت نہیں بلکہ فقط دوسرے کو سکھانا مقصود ہے تو اس کا تیمّم نہ ہوگا کیونکہ تیمّم درست ہونے میں تیمّم کا ارادہ ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر ایک نماز کے لیے تیمّم کیا دوسرے وقت کی نماز بھی اس سے پڑھنا

درست ہے اور قرآن مجید کا چھونا بھی اس تیمّم سے درست ہے۔

تیمّم کے ساتھ نماز کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ تیمّم ایسی عبادت کی نیت سے کیا ہو جو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ابتداءً خود مشروع ہو کسی دوسری عبادت کے تابع ہو کر اس کی مشروعیت نہ ہو۔ لہٰذا اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمّم کیا تو اس سے عام نماز جائز ہے اور اگر قرآن مجید کو چھونے کے لیے یا مسجد میں داخل ہونے کی نیت سے تیمّم کیا ہو تو اس سے عام نماز نہیں پڑھ سکتے۔

البتہ اگر پانی موجود ہو لیکن نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کی وجہ سے تیمّم کیا ہو تو عام نماز پڑھنے کے لیے وضو ضروری ہوگا۔

۲ پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونا

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱ پانی کا بالکل علم نہ ہونا یا دور ہونا

مسئلہ: اگر کوئی جنگل میں ہے اور بالکل معلوم نہیں کہ پانی کہاں ہے نہ وہاں کوئی آدمی ایسا ہے جس سے دریافت کرے تو ایسے وقت میں تیمّم کر لے اور اگر کوئی آدمی مل گیا اور اس نے ایک میل شرعی کے اندر اندر پانی کا پتہ بتایا اور گمان غالب ہے کہ یہ سچا ہے یا آدمی تو نہیں ملا لیکن کسی نشانی سے خود اس کا جی کہتا ہے کہ یہاں ایک میل شرعی کے اندر اندر کہیں پانی ضرور ہے تو پانی کا اس قدر تلاش کرنا کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو انتظار کرنے وغیرہ کسی قسم کی تکلیف اور حرج نہ ہو تو ضروری ہے اور بے ڈھونڈے تیمّم کرنا درست نہیں ہے۔

اور اگر خوب یقین ہے کہ پانی ایک میل شرعی کے اندر ہے تو پانی لانا واجب ہے۔ ایک شرعی میل دو ہزار انگریزی گز یا 1.8 کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر پانی کا پتہ چل گیا لیکن پانی ایک میل سے دور ہے تو اتنی دور جا کر پانی لانا واجب نہیں ہے بلکہ تیمّم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی آبادی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہو اور ایک میل سے قریب کہیں

پانی نہ ملے تو بھی تیمّم کر لینا درست ہے چاہے مسافر ہو یا مسافر نہ ہو اور تھوڑی دور جانے کے لیے نکلا ہو۔

مسئلہ: اگر کہیں پانی مل گیا لیکن بہت تھوڑا ہے تو اگر اتنا ہو کہ ایک ایک دفعہ منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر دھو سکے تو تیمّم کرنا درست نہیں بلکہ ایک ایک دفعہ ان چیزوں کو دھولے اور سر کا مسح کر لے اور وضو کی سنتوں کو چھوڑ دے اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو تیمّم کر لے۔

مسئلہ: سامان کے ساتھ پانی بندھا تھا لیکن یاد نہ رہا اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لی پھر یاد آیا تو اب نماز کا دہرانا واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر پانی ایک میل شرعی سے دور نہیں لیکن وقت بہت تنگ ہے کہ اگر پانی لینے جائے گا تو نماز کا وقت جاتا رہے گا تب بھی تیمّم درست نہیں ہے پانی لا کر وضو کرے اور قضا پڑھے۔

مسئلہ: اگر پانی قریب ہے یعنی ایک میل شرعی سے کم دور ہے تو تیمّم کرنا درست نہیں، جا کر پانی لانا اور وضو کرنا واجب ہے خواہ عورت ہی ہو لیکن اگر اس جگہ جانے میں جان و مال یا عزت و عصمت کا خوف ہو تو پھر تیمّم کرنا جائز ہے۔

عورت کا محض مردوں سے شرم کی وجہ سے یا پردہ کی وجہ سے پانی لینے کو نہ جانا اور تیمّم کر لینا درست نہیں۔ ایسا پردہ جس میں شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جائے ناجائز اور حرام ہے برقع اوڑھ کر یا سارے بدن سے چادر لپیٹ کر جانا واجب ہے البتہ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کرے اور ان کے سامنے ہاتھ منہ نہ کھولے۔

مسئلہ: اگر کسی میدان میں تیمّم کر کے نماز پڑھ لی اور پانی وہاں سے قریب ہی تھا لیکن اس کو خبر نہ تھی تو تیمّم اور نماز دونوں درست ہیں جب معلوم ہو تو دہرانا ضروری نہیں۔

۲ پیاس کا خوف

مسئلہ: کسی کے پاس پانی تو ہے لیکن راستہ ایسا خراب ہے کہ کہیں پانی نہیں مل سکتا اس لیے راہ میں پیاس کے مارے تکلیف یا ہلاکت کا خوف ہے تو وضو نہ کرے تیمّم کر لینا

درست ہے۔

③ درندے یا دشمن کا خوف

اگر پانی قریب ہے لیکن سانپ وغیرہ کوئی جانور پانی کے پاس ہے جس کی وجہ سے پانی نہیں مل سکتا تو تیمّم درست ہے۔

مسئلہ: ڈر ہے کہ اگر ریل پر سے اترے گا تو ریل چل دے گی اور ریل میں پانی موجود نہیں تب بھی تیمّم درست ہے۔

④ بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا خوف

مسئلہ: اگر بیماری کی وجہ سے پانی نقصان کرتا ہو کہ اگر وضو یا غسل کرے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر میں اچھا ہو گا تب بھی تیمّم درست ہے لیکن اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہو اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے وضو غسل کرنا واجب ہے۔

البتہ اگر ایسی جگہ ہے کہ گرم پانی نہیں مل سکتا تو تیمّم کرنا درست ہے۔

مسئلہ: اگر کہیں اتنی سردی پڑتی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہو اور رضائی لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ نہا کر اس میں گرم ہو جائے تو اس وقت تیمّم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہوں یا چیچک نکلی ہو تو نہانا واجب نہیں بلکہ تیمّم کر لے۔ مطلب یہ ہے کہ جنابت میں اکثر بدن کا (پیمائش کی راہ سے) اعتبار کریں گے جب کہ بے وضو ہونے میں اکثر اعضائے وضو کا (شمار کی راہ سے) اعتبار کریں گے۔ جب اکثر حصہ پر زخم ہوں تو وضو اور غسل ساقط ہو جائے گا اور تیمّم کریں گے۔

اگر آدھے اعضائے وضو صحیح ہوں اور آدھے زخمی ہوں تو صحیح اعضاء کو دھولے اور زخمی حصہ پر مسح کرلے لیکن اگر صحیح عضو کو دھونے میں زخمی عضو پر بھی پانی پہنچتا ہے تو تیمّم کرے۔

مسئلہ: مریض کو مرض کے بڑھ جانے یا صحت کے دیر سے ہونے کا خوف تو نہیں

ہے لیکن خود وضو کرنے پر قدرت بھی نہیں تو اگر کوئی خدمت کرنے والا ملے یا دستور کے مطابق اجرت دے کر ملتا ہے اور وہ مریض خدمت گار کو اجرت دے سکتا ہے یا اس کے پاس ایسا شخص ہو کہ اگر اس سے مدد لے گا تو وہ مدد کرے گا تو یہ مریض تیمّم نہ کرے اس لیے کہ وہ پانی کے استعمال پر قادر ہے۔ اور اگر ایسی کوئی بھی صورت نہ ہو سکے تو تیمّم کرے گا۔

مسئلہ: اگر غسل کرنا نقصان کرتا ہو اور وضو نقصان نہ کرے تو غسل کی جگہ تیمّم کرے پھر اگر غسل کے تیمّم کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لیے تیمّم نہ کرے بلکہ وضو کرنا چاہیے اور اگر غسل کے تیمّم سے پہلے کوئی بات وضو توڑنے والی بھی پائی گئی اور پھر غسل کا تیمّم کیا ہو تو یہی تیمّم غسل اور وضو دونوں کے لیے کافی ہے۔

⑤ پانی نکالنے کا سامان نہ ہونا

مسئلہ: مسافر جب کنویں پر پہنچے اور اس کے پاس ڈول رسی یا دونوں ہی نہ ہوں تو تیمّم کرے۔ اسی طرح اگر ڈول تو ہو لیکن ناپاک ہو تب بھی تیمّم کرے جب کہ اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے بھی پانی نکالنا ممکن نہ ہو۔

مسئلہ: اگر مٹکے وغیرہ میں پانی ہو لیکن کوئی چیز پانی نکالنے کی نہ ہو اور مٹکا جھکا کر بھی پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکال دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے اور کوئی کپڑا اور رومال بھی نہ ہو جو مٹکے میں ڈال کر باہر نکالے اور کپڑے سے گرتے ہوئے پانی سے ہاتھ دھولے تو ایسی حالت میں تیمّم درست ہے۔

مسئلہ: اگر پانی مول بکتا ہے تو اگر اس کے پاس دام نہ ہوں تو تیمّم کر لینا درست ہے۔ اور اگر دام پاس ہوں اور سفر کے کرایہ کی ضرورت سے زیادہ بھی ہوں تو خریدنا واجب ہے البتہ اگر اتنا گراں بیچے کہ اتنے دام کوئی لگا ہی نہیں سکتا تو خریدنا واجب نہیں تیمّم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ: اگر سفر میں کسی اور کے پاس پانی ہو تو اپنے جی کو دیکھے اگر اندر سے دل کہتا ہو کہ اگر میں مانگوں تو پانی مل جائے گا تو بے مانگے ہوئے تیمّم کر لینا درست نہیں اور اگر

اندر سے دل یہ کہتا ہو کہ مانگنے سے یہ شخص پانی نہ دے گا تو بے مانگے بھی تیمّم کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے لیکن اگر نماز کے بعد اس سے پانی مانگا اور اس نے دے دیا تو نماز کو دہرانا پڑے گا۔

⑥ ایسی نماز کے فوت ہو جانے کا خوف جو بلا بدل ہو

جیسے عیدین کی نماز، نماز جنازہ اور سورج و چاند گرہن کے وقت کی نماز۔

مسئلہ: عید کی نماز میں اگر نماز شروع کرنے سے پہلے وقت جاتے رہنے کا خوف نہ ہو تو امام کے واسطے تیمّم جائز نہیں اور اگر وقت چلے جانے کا خوف ہو تو تیمّم جائز ہے۔

مسئلہ: مقتدی کو اگر یہ خوف نہ ہو کہ وضو کرنے میں عید کی نماز فوت ہو جائے گی تو تیمّم جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔

مسئلہ: اسی طرح مقتدی نے وضو سے نماز عید شروع کی پھر وضو ٹوٹنے پر خوف ہو کہ وضو کرنے جائے گا تو جماعت نہ ملے گی تو تیمّم کر کے بناء کر لے۔

مسئلہ: آج کل عید کی نماز جگہ جگہ ہوتی ہے اور مختلف وقتوں میں ہوتی ہے تو اگر دوسری جگہ جماعت ملنے کی امید ہو تو وضو کے ساتھ دوسری جگہ جا کر جماعت سے نماز پڑھ لے۔

③ پاک مٹی یا مٹی کی جنس پر مسح کرنا

مسئلہ: زمین کے سوا اور جو چیز مٹی کی قسم سے ہو اس پر بھی تیمّم درست ہے جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونا، ہڑتال، سرمہ، گیرو وغیرہ اور جو چیز مٹی کی قسم سے نہ ہو اس سے تیمّم درست نہیں جیسے سونا، چاندی، گیہوں، رانگا، لکڑی، کپڑا اور اَناج وغیرہ البتہ اگر ان چیزوں پر گرد اور مٹی لگی ہو اس وقت ان پر تیمّم درست ہے۔

تنبیہ: جو چیز نہ آگ میں جلے نہ گلے وہ چیز مٹی کی قسم سے ہے۔ اس پر تیمّم درست ہے اور جو چیز جل کر راکھ ہو جائے یا گل جائے اس پر تیمّم درست نہیں اسی طرح راکھ پر بھی تیمّم درست نہیں۔

اگرچہ راکھ جلتی اور پگھلتی نہیں مگر پھر بھی اس پر تیمّم درست نہیں اور چونا اس سے مستثنٰی ہے۔ چونا چاہے پتھر کا ہو یا کنکر کا' دونوں ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ: تانبے کے برتن' تکیے' گدے وغیرہ کپڑے پر تیمّم کرنا درست نہیں البتہ اگر اس پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ مارنے سے خوب اڑتی ہے اور ہتھیلیوں میں خوب اچھی طرح لگ جاتی ہے تو تیمّم درست ہے۔ اور اگر ہاتھ مارنے سے تھوڑی سی گرد اڑتی ہو تو اس پر تیمّم درست نہیں۔

مسئلہ: مٹی کے گھڑے وغیرہ پر تیمّم درست ہے چاہے اس میں پانی بھرا ہو یا نہ ہو لیکن اگر اس پر روغن پھرا ہوا ہو تو تیمّم درست نہیں۔

مسئلہ: اگر پتھر پر بالکل گرد نہ ہو تب بھی تیمّم درست ہے اور اگر پانی سے خوب دھلا ہوا ہو تب بھی درست ہے ہاتھ پر گرد کا لگنا کچھ ضروری نہیں اسی طرح پکی اینٹ پر بھی تیمّم درست ہے۔

مسئلہ: اگر زمین پر پیشاب وغیرہ کوئی نجاست پڑ گئی اور دھوپ سے سوکھ گئی اور بدبو بھی جاتی رہی تو وہ زمین پاک ہو گئی اس پر نماز درست ہے لیکن اس زمین پر تیمّم کرنا درست نہیں جب کہ معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے۔

مسئلہ: کیچڑ سے تیمّم کرنا گو درست ہے مگر مناسب نہیں۔ اگر کہیں کیچڑ کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے تو یہ ترکیب کرے کہ اپنے کپڑے میں کیچڑ بھر لے جب سوکھ جائے تو اس سے تیمّم کر لے البتہ اگر نماز کا وقت ہی نکلا جاتا ہو تو اس وقت جس طرح بن پڑے تر سے یا خشک سے تیمّم کر لے نماز قضا نہ ہونے دے۔

۴ مسح پورا پورا کرنا

مسئلہ: مسح اس طرح کرے کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو تیمّم نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اس کا مسح نہ کرے

تو تیمّم صحیح نہیں ہوا اسی طرح دونوں نتھنوں کے درمیان جو پردہ ہے اس پر بھی مسح کرے۔

مسئلہ: تیمّم میں تنگ انگوٹھی کنگن اور چوڑیاں وغیرہ نکال دینا ضروری ہے تاکہ مسح پوری طرح ہو جائے ان کو محض حرکت دینا کافی نہیں بلکہ اپنی جگہ سے ہٹا کر ان کے نیچے بھی مسح کرے۔

۵ کم از کم تین انگلیوں سے مسح کرنا

مسئلہ: پورے ہاتھ یا اکثر ہاتھ سے مسح کرے اور اکثر کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں یا زیادہ سے مسح کرے ایک یا دو انگلیوں سے مسح جائز نہیں۔

۶ پانی کے قریب کے گمان پر اس کو طلب کرنا

مسئلہ: جس مسافر کو کسی علامت سے یہ گمان ہو کہ پانی قریب ملے گا مثلاً سبزہ نظر آئے یا پرندے گھومتے ہوں یا کسی متقی آدمی نے خبر دی کہ پانی قریب ہے تو اس کو اتنی دور تک پانی تلاش کرنا اور طلب کرنا ضروری ہے کہ خود اس کو جان و مال کا ضرر نہ ہو اور ساتھیوں کو انتظار کی مشقت نہ ہو اگر ایسا ہو تو طلب کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ: خود طلب کرنا بھی لازمی نہیں بلکہ اگر کسی دوسرے سے تلاش کرایا تب بھی کافی ہے۔

تیمّم کی سنتیں

تیمّم کی سنتیں آٹھ ہیں

① ہاتھوں کو مٹی پر رکھ کر ② آگے کو لانا، ③ پھر پیچھے کو لے جانا، ④ پھر ان کو جھاڑنا، ⑤ انگلیاں کھلی رکھنا تاکہ ان کے درمیان میں غبار آجائے، ⑥ شروع میں بسم اللہ پڑھنا، ⑦ ترتیب کا لحاظ رکھنا، ⑧ پے در پے تیمّم کرنا۔

تیمّم کا مسنون طریقہ

دل میں یہ نیت و ارادہ کر کے کہ میں پاک ہونے یا نماز پڑھنے کے لیے تیمّم کرتا ہوں بسم اللہ پڑھے اور انگلیاں کھلی رکھتے ہوئے دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اور

ان کو زمین پر پہلے آگے کو پھر پیچھے کو ہلائے۔ پھر ان دونوں کو جھاڑے (تاکہ بازوؤں اور منہ پر بھبھوت نہ لگ جائے اور صورت نہ بگڑے) اور سارے منہ کو مل لے مرد اپنی داڑھی کا خلال کرے۔ پھر فوراً ہی دوسری مرتبہ حسب سابق دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارے اور آگے پیچھے کو ہلائے اور جھاڑ کر دونوں ہاتھوں پر کہنی سمیت ملے۔ یہ اس طرح کہ پہلے بائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور انگشت شہادت کو چھوڑ کر تین انگلیوں اور ہتھیلی کے کچھ حصہ کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے سوا چاروں انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنی کلائی تک کھینچ لائے۔ پھر انگوٹھے اور انگشت شہادت اور باقی ہتھیلی کو سامنے کی طرف رکھ کر کلائی تک کھینچے اور دائیں انگوٹھے کا بھی اس کے ساتھ ہی مسح کرے۔ پھر ایسے ہی بائیں ہاتھ کا مسح کرے۔ انگوٹھی چھلے اتار ڈالے تاکہ کوئی جگہ چھوٹ نہ جائے۔ عورت بھی چوڑیاں کنگن وغیرہ کے درمیان اچھی طرح ملے اگر اس کے گمان میں بال برابر بھی کوئی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمّم نہ ہوگا۔ انگلیوں میں خلال کرے۔

تیمّم کو توڑنے والی چیزیں

مسئلہ: جتنی چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اور پانی مل جانے سے بھی ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح اگر تیمّم کر کے آگے چلا اور پانی ایک میل شرعی سے کم فاصلہ پر رہ گیا تو بھی تیمّم ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: اگر وضو کا تیمّم ہے تو وضو کے موافق پانی ملے گا تب تیمّم ٹوٹے گا اور اگر غسل کا تیمّم ہے تو جب غسل کے موافق پانی ملے گا تب تیمّم ٹوٹے گا اگر پانی کم ملا تو تیمّم نہیں ٹوٹا۔ اور موافق کا مطلب یہ ہے کہ اتنا پانی مل جائے جس سے غسل اور وضو کے فرائض ادا ہو سکیں خواہ سنتیں ادا ہو سکیں یا نہ ہو سکیں۔

مسئلہ: اگر راستہ میں پانی ملا لیکن اس کو پانی کی کچھ خبر نہ ہوئی کہ یہاں پانی ہے تو بھی تیمّم نہیں ٹوٹا' اسی طرح اگر راستہ میں پانی ملا اور معلوم بھی ہو گیا لیکن ریل پر سے نہ اتر سکا تو بھی تیمّم نہیں ٹوٹا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کیا

ہو اور راستہ میں چلتی ہوئی ریل سے اسے پانی کے چشمے تالاب وغیرہ دکھائی دیں تو اس کا تیمّم نہ ٹوٹے گا کیونکہ اس صورت میں وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں۔ ریل نہیں ٹھہر سکتی اور چلتی ہوئی ریل سے اتر نہیں سکتا۔

مسئلہ: اگر بیماری کی وجہ سے تیمّم کیا ہے تو جب بیماری جاتی رہے کہ وضو اور غسل نقصان نہ کرے تو تیمّم ٹوٹ جائے گا اب وضو کرنا اور غسل کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر پانی نہیں ملا اس وجہ سے تیمّم کرلیا پھر ایسی بیماری ہوگئی جس سے پانی نقصان کرتا ہے پھر بیماری کے بعد پانی مل گیا تو اب وہ تیمّم باقی نہیں رہا جو پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا تھا لہٰذا اب بیماری کے لیے پھر سے تیمّم کرے۔

متفرق مسائل

مسئلہ: جب تک پانی سے وضو نہ کرسکے برابر تیمّم کرتا رہے چاہے جتنے دن گزر جائیں کچھ خیال و وسوسہ دل میں نہ لائے، جتنی پاکی وضو اور غسل سے ہوتی ہے اتنی ہی پاکی تیمّم سے بھی ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: جس طرح وضو کی جگہ تیمّم درست ہے اسی طرح غسل کی جگہ بھی مجبوری کے وقت تیمّم درست ہے ایسے ہی جو عورت حیض یا نفاس سے پاک ہوئی ہو مجبوری کے وقت اس کو بھی تیمّم درست ہے۔ وضو اور غسل کے تیمّم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دونوں کا ایک ہی طریقہ ہے۔

مسئلہ: اگر زمزم کا پانی زمزمی میں بھرا ہوا ہے تو تیمّم کرنا درست نہیں زمزمی کو کھول کر اس پانی سے نہانا اور وضو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: پانی موجود ہوتے وقت قرآن کو چھونے کے لیے تیمّم کرنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: جس شخص کو اخیر وقت تک پانی ملنے کا یقین یا گمان غالب ہو اس کو نماز کے اخیر مستحب وقت تک انتظار کرنا مستحب ہے مثلاً کنویں سے پانی نکالنے کی کوئی چیز نہ ہو اور یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر مستحب وقت تک رسی ڈول مل جائے گا یا کوئی شخص ریل

پر سوار ہے اور یقین یا گمان غالب ہو کہ اخیر وقت تک ریل ایسے اسٹیشن پر پہنچ جائے گی جہاں پانی مل سکتا ہے تو اخیر مستحب وقت تک انتظار مستحب ہے اور اگر پانی کا انتظار نہ کیا اول ہی وقت نماز پڑھ لی تب بھی درست ہے۔

مسئلہ: اگر نہانے کی ضرورت تھی اس لیے غسل کیا لیکن ذرا سا بدن سوکھا رہ گیا اور پانی ختم ہو گیا تو ابھی وہ پاک نہیں ہوا اس لیے اس کو تیمم کر لینا چاہیے جب کہیں نہانے کو پانی ملے تو اتنی سوکھی جگہ دھو لے پھر سے نہانے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: کسی کا کپڑا یا بدن نجس ہے اور وضو کی بھی ضرورت ہے اور پانی تھوڑا ہے تو بدن اور کپڑا دھو لے اور وضو کے عوض تیمم کر لے۔

مسئلہ: ایک مقام سے اور ایک ڈھیلے سے چند آدمی یکے بعد دیگرے تیمم کریں تو درست ہے۔

مسئلہ: اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے آدمیوں کی طرف سے ہو تو جب وہ عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمم سے پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھنا چاہئیں مثلاً کوئی شخص جیل خانہ میں ہو اور جیل کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا کوئی اس سے کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو میں تجھ کو مار ڈالوں گا تو اس تیمم سے جو نماز پڑھی ہے اس کو پھر دہرانا پڑے گا۔

مسئلہ: جو شخص پانی اور مٹی دونوں کے استعمال پر قادر نہ ہو خواہ پانی اور مٹی نہ ہونے کی وجہ سے یا بیماری سے تو اس کو چاہیے کہ نماز بلا طہارت پڑھ لے پھر اس کو طہارت سے لوٹا لے مثلاً کوئی شخص ایئر کنڈیشنڈ ریل میں ہو اور نماز کا وقت آ جائے اور پانی اور وہ چیز جس سے تیمم درست ہے جیسے مٹی اور مٹی کا برتن یا گرد وغبار نہ ہو اور نماز کا وقت جاتا ہو تو ایسی حالت میں بلا طہارت نماز پڑھ لے۔ اسی طرح جو شخص جیل میں ہو اور وہ پاک پانی اور مٹی پر قادر نہ ہو تو وضو اور تیمم کے بغیر نماز پڑھ لے۔ اور دونوں صورتوں میں جو نماز پڑھے گا وہ محض مشابہت ہو گی حقیقت میں نماز نہ ہو گی اور اس میں قراءت نہ کرے گا بعد میں نماز کو لوٹانا پڑے گا۔

باب: ۷

حیض ونفاس کا بیان

حیض کس کو کہتے ہیں

عورت کو ہر مہینے آگے کی راہ سے بغیر بیماری کے جو معمول کا خون آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔ حیض کی مدت کے اندر سرخ، زرد، سبز، خاکی یعنی مٹیالا سیاہ جس رنگ کا خون آئے سب حیض ہے جب تک گدی بالکل سفید نہ دکھائی دے۔ اور جب بالکل سفید دکھائی دے جیسی کہ رکھی گئی تھی تو اب عورت حیض سے پاک ہو گئی ہے۔

شرائط حیض

حیض کا خون چند باتوں پر موقوف ہے:

۱ وقت حیض

نو برس سے پہلے حیض بالکل نہیں آتا اس لیے نو برس سے چھوٹی لڑکی کو جو خون آئے وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے اور پچپن برس کے بعد عام طور پر جو عادت ہے وہ یہی ہے کہ حیض نہیں آتا لیکن آنا ممکن ہے۔ اس لیے اگر پچپن برس کے بعد خون نکلے تو اگر خون خوب سرخ یا سیاہ ہو تو حیض ہے اور اگر زرد یا سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔ البتہ اگر عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا خاکی رنگ آتا ہو تو پچپن برس کے بعد یہ رنگ حیض سمجھے جائیں گے۔

۲ حیض کی مدت

حیض کی کم سے کم مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس رات ہے۔ کسی کو تین دن تین رات سے کم خون آیا تو وہ حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے۔ اور اگر دس دن اور دس رات سے زیادہ آیا ہے تو جتنے دن دس دن سے زیادہ آیا ہے وہ بھی استحاضہ ہے۔

اگر تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو تو وہ حیض نہیں ہے جیسے جمعہ کو سورج نکلتے وقت خون آیا اور پیر کے دن سورج نکلنے سے ذرا پہلے بند ہو گیا تو وہ حیض نہیں ہے استحاضہ ہے۔

۳ طہارت کی کامل مدت اس سے پہلے گزر چکی ہو

دو حیض کے درمیان میں پاک رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ سو اگر کسی وجہ سے کسی عورت کو حیض آنا بند ہو جائے تو جتنے مہینے تک خون نہ آئے گا پاک رہے گی۔

مسئلہ: اگر کسی کو تین دن رات خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی پھر تین دن رات خون آیا تو تین دن پہلے کے اور تین دن یہ جو پندرہ دن کے بعد کے ہیں حیض کے ہیں اور بیچ میں پندرہ دن پاکی کا زمانہ ہے۔

مسئلہ: اور اگر ایک یا دو دن پاک رہی پھر ایک یا دو دن خون آیا تو بیچ میں پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہی ہے اور اس سے پہلے اور بعد میں جو ایک یا دو دن خون آیا ہے وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

حیض کب سے شروع سمجھا جائے گا

جب خون سوراخ سے باہر کی طرف کھال میں نکل آئے تب سے حیض شروع ہوتا ہے۔ اس کھال سے باہر چاہے نکلے یا نہ نکلے اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی سوراخ کے اندر روئی وغیرہ رکھ لے جس سے خون باہر نہ نکلنے پائے تو جب تک خون سوراخ کے اندر ہی اندر رہے اور باہر والی روئی پر خون کا دھبہ نہ آئے تب تک حیض کا حکم نہ لگائیں گے۔ جب خون کا دھبہ باہر والی کھال میں آ جائے یا روئی وغیرہ کھینچ کر باہر نکال لے تب سے حیض کا حساب ہوگا۔

مسئلہ: پاک عورت نے رات کو فرج میں گدی رکھ لی۔ جب صبح ہوئی تو اس پر خون کا دھبہ دیکھا تو جس وقت سے دھبہ دیکھا ہے اسی وقت سے حیض کا حکم لگائیں گے۔

حیض کی عادت سے متعلق مسائل

مسئلہ: کسی کو ہمیشہ تین یا چار دن خون آتا تھا پھر کسی مہینے میں زیادہ آ گیا لیکن دس دن سے زیادہ نہیں آیا تو وہ سب حیض ہے۔ اور اگر دس دن سے بھی بڑھ گیا تو جتنے دن پہلے سے عادت کے ہیں اتنا تو حیض ہے باقی سب استحاضہ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی کو ہمیشہ تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینہ میں نو دن یا دس دن رات خون آیا تو یہ سب حیض ہے اور اگر دس دن رات سے ایک لمحہ بھی زیادہ خون آئے تو وہی تین دن حیض کے ہیں اور باقی دنوں کا سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ: ایک عورت ہے جس کی کوئی عادت مقرر نہیں ہے کبھی چار دن خون آتا ہے کبھی سات دن، اسی طرح بدلتا رہتا ہے کبھی دس دن بھی آ جاتا ہے تو یہ سب حیض ہے۔ ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن رات سے زیادہ خون آئے تو دیکھو اس سے پہلے مہینے کتنے دن حیض آیا تھا بس اتنے ہی دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ: کسی کو ہمیشہ چار دن حیض آتا تھا پھر ایک مہینے میں پانچ دن خون آیا اس کے بعد دوسرے مہینے میں بارہ دن خون آیا تو اس بارہ دن میں پانچ دن حیض کے ہیں اور سات دن استحاضہ کے ہیں اور پہلی عادت کا اعتبار نہ کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ عادت بدل گئی اور پانچ دن کی عادت ہوگئی۔ اس صورت میں دس دن خون بند ہونے کا انتظار کرے۔ اب چونکہ دس دن کے بعد خون بند نہیں ہوا تو پانچ دن کی نماز قضا پڑھے اور ان دس دنوں کے بعد نہائے اور نماز ادا کرے۔

مسئلہ: کسی لڑکی نے پہلے پہل خون دیکھا تو اگر دس دن یا اس سے کچھ کم آئے تو سب حیض ہے اور جو دس دن سے زیادہ آئے تو پورے دس دن حیض ہے اور جتنا زیادہ ہو وہ سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ: کسی نے پہلے پہل خون دیکھا اور وہ کسی طرح بند نہیں ہوا کئی مہینے تک برابر آتا رہا تو جس دن خون آیا اس دن سے لے کر دس دن رات حیض ہے اس کے بعد بیس

دن استحاضہ ہے۔ اسی طرح برابر دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جائے گا۔

استحاضہ کا بیان

استحاضہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں

1. جو خون حیض کی کم سے کم مدت (تین دن) سے کم ہو۔
2. جو خون حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت (یعنی دس دن) سے زیادہ ہو۔
3. جو خون نفاس کی کثرت مدت (یعنی چالیس دن) سے زیادہ ہو۔
4. حیض و نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور زیادہ سے زیادہ مدت سے بھی تجاوز کر جائے۔
5. جو خون دوران حمل میں آئے چاہے جتنے دن آئے۔
6. جو خون نو برس سے کم عمر لڑکی کو آئے۔
7. جو پچپن برس کی عمر کے بعد آئے بشرطیکہ وہ خوب سرخ و سیاہ نہ ہو۔
8. جو خون ولادت کے وقت آدھا بچہ باہر آنے سے پہلے آئے۔
9. جس خون میں پاکی کی کم سے کم مدت سے بھی کم تر وقفہ ہو۔

استحاضہ کا حکم

استحاضہ کا حکم ایسا ہے جیسے کسی کو نکسیر پھوٹ جائے۔ ایسی عورت نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے قضا نہ کرنا چاہئے اور اس سے صحبت کرنا بھی درست ہے۔

اگر استحاضہ کی تکلیف اتنی مسلسل ہو کہ معذور میں داخل ہو جائے تو معذور کے احکام اس پر جاری ہوں گے۔

حیض و استحاضہ کی چند صورتیں اور احکام

مسئلہ: اگر ایک یا دو دن خون آ کے بند ہو گیا تو نہانا واجب نہیں ہے وضو کر کے نماز پڑھے لیکن ابھی صحبت کرنا درست نہیں۔ اگر پندرہ دن گزرنے سے پہلے خون آ جائے گا تو اب معلوم ہو گا کہ وہ حیض کا زمانہ تھا۔ حساب سے حیض کے جتنے دن ہوں ان کو حیض سمجھے اور اب غسل کر کے نماز پڑھے اور اگر پورے پندرہ دن بیچ میں گزر گئے

اور خون نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ استحاضہ تھا سو ایک دن یا دو دن خون آنے کی وجہ سے جو نمازیں نہیں پڑھیں اب ان کو قضا پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ : تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے نہ نماز پڑھے اگر پورے دس دن رات پر یا اس سے کم میں خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں کچھ قضا نہ پڑھنی پڑے گی اور یوں سمجھیں گے کہ عادت بدل گئی ہے۔ اس لیے یہ سب دن حیض کے ہوں گے اور اگر گیارھویں دن بھی خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن تھے یہ سب استحاضہ ہے۔ لہٰذا گیارھویں دن نہائے اور سات دن کی نمازیں قضا پڑھے۔ اور اب نمازیں نہ چھوڑے۔

مسئلہ : اگر دس دن سے کم حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ نماز کا وقت بالکل تنگ ہے کہ جلدی اور پھرتی سے نہا دھو ڈالے یعنی غسل کے فرائض ادا کرے تو نہانے کے بعد بالکل ذرا سا وقت بچے گا جس میں صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں پڑھ سکتی تب بھی اس وقت کی نماز واجب ہو جائے گی اور قضا پڑھنا پڑے گی اور اگر اس سے بھی کم وقت ہو تو نماز معاف ہے اس کی قضا پڑھنا واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ بالکل اتنا وقت ہے کہ ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتی اور نہانے کی بھی گنجائش نہیں تو بھی نماز واجب ہو جاتی ہے۔ اس کی قضا پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ : اگر رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کھانا پینا درست نہیں ہے۔ شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزہ میں شمار نہ ہوگا بلکہ اس کی بھی قضا رکھنا پڑے گی۔

مسئلہ : اور اگر رات کو پاک ہوئی اور پورے دس دن رات حیض آیا ہے تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور اگر دس دن سے کم حیض آیا ہے تو اگر اتنی رات باقی ہے کہ پھرتی سے غسل کے فرائض پورے کر سکتی ہے تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور اگر اتنی رات تو

تھی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ نہ توڑے بلکہ روزے کی نیت کرلے اور صبح کو نہالے اور جو اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کرسکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہے پھر اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ: اگر ایک دن یا کئی دن خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ یوں سمجھیں گے کہ گویا اول سے آخر تک برابر خون جاری رہا تب جتنے دن حیض کے آنے کی عادت ہو اتنے دن تو حیض کے ہیں باقی سب استحاضہ ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ کسی کو ہر مہینے کی پہلی اور دوسری اور تیسری تاریخ کو حیض آنے کا معمول ہے پھر کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ پہلی تاریخ کو خون آیا پھر چودہ دن پاک رہی پھر ایک دن خون آیا تو ایسا سمجھیں گے کہ گویا سولہ دن برابر خون آتا رہا۔ سو اس میں سے تین دن اول کے تو حیض کے ہیں اور تیرہ دن استحاضہ ہے۔ اور اگر چوتھی پانچویں چھٹی تاریخ حیض کی عادت تھی تو یہی تاریخیں حیض کی ہیں اور پہلے تین دن اور بعد کے دس دن استحاضہ کے ہیں اور اگر اس کی کچھ عادت نہ ہو بلکہ پہلے پہل خون آیا ہو تو دس دن حیض ہے اور چھ دن استحاضہ ہے۔

تنبیہ: مگر یہ بات کہ اتنا حیض ہے اور اتنا استحاضہ ہے سولھویں دن سے پہلے معلوم نہ ہوگی۔ تو ایسی حالت میں جب پہلی بار خون دیکھا تو نماز چھوڑ دے اس لیے کہ ظاہر یہ ہے کہ وہ حیض کا خون ہو۔ پھر جب ایک دن کے بعد بند ہوا تو احتمال ہے کہ استحاضہ کا خون تھا اور احتمال ہے کہ حیض ہو۔ اس لیے قاعدہ کی رو سے اس ایک دن کی نماز قضا پڑھے۔ پھر چودہ روز کے بعد جو خون آیا تو معلوم ہوا کہ وہ پہلا خون حیض کا تھا اس لیے اس وقت تک کی نمازیں بیکار گئیں جن میں تین دن کی معاف ہوگئیں اور ان تین دن سے زائد کی قضا کرے۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ ان تین دن کے بعد اس نے غسل کیا تھا یا نہیں۔ اگر غسل کرکے نمازیں پڑھی تھیں تب تو ان تیرہ دنوں کی نمازیں سب درست ہو گئیں اور اگر غسل نہیں کیا تھا تو باقی تیرہ دنوں کی نمازیں قضا پڑھے اور اب جو خون دیکھا ہے تو اس میں نماز نہ چھوڑے غسل کرکے نماز پڑھے اگر پہلے غسل نہ کیا تھا اور اب وہ استحاضہ شمار ہوگی۔

نفاس کا بیان

بچہ پیدا ہونے کے بعد آگے کی راہ سے جو خون آتا ہے اس کو نفاس کہتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ نفاس کے چالیس دن ہیں اور کم کی کوئی حد نہیں اگر کسی کو ایک آدھ گھڑی خون آ کر بند ہو جائے تو وہ بھی نفاس ہے۔

مسئلہ: آدھے سے زیادہ بچہ نکل آیا لیکن ابھی پورا نہیں نکلا اس وقت جو خون آئے وہ بھی نفاس ہے۔

مسئلہ: کسی عورت کا حمل گر گیا تو اگر بچہ کا ایک آدھ عضو بن گیا ہو تو گرنے کے بعد جو خون آئے گا وہ بھی نفاس ہے اور اگر بالکل نہیں بنا بس گوشت ہی گوشت ہے تو یہ نفاس نہیں بلکہ اگر وہ خون حیض بن سکے یعنی مدت کے اعتبار سے جب کہ خون تین دن سے کم نہ ہو اور اس سے پہلے کم از کم پندرہ دن پاکی کے گزر چکے ہوں تو حیض ہوگا۔ اور اگر حیض نہ بن سکے مثلاً تین دن سے کم آئے یا پاکی کا زمانہ ابھی پورے پندرہ دن نہیں ہوا تو وہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ: اگر ناف کی طرف سے بچہ پیدا ہوا اس طرح کہ حاملہ کے پیٹ میں زخم تھا وہ پھٹ گیا اور اس طرح سے بچہ نکل آیا یا بڑا آپریشن کر کے بچہ حاصل کیا گیا تو بچہ حاصل ہونے کے بعد آگے کی راہ سے جو بھی خون آ جائے وہ نفاس ہوگا۔

مسئلہ: اگر خون چالیس دن سے بڑھ گیا تو اگر پہلے پہل یہی بچہ ہوا تو چالیس دن نفاس کے ہیں اور جتنا زیادہ آیا ہے وہ استحاضہ ہے۔ پس چالیس دن کے بعد نہا ڈالے اور نماز پڑھنا شروع کر دے۔ خون بند ہونے کا انتظار نہ کرے اور اگر یہ پہلا بچہ نہیں بلکہ اس سے پہلے جن چکی ہے اور اس کی عادت معلوم ہے کہ اتنے دن نفاس آتا ہے تو جتنے دن نفاس کی عادت ہو اتنے دن نفاس کے ہیں اور جو اس سے زیادہ ہے وہ استحاضہ ہے۔ مگر یہ بات چالیس روز کے بعد معلوم ہوگی۔

مسئلہ: اگر چھ مہینے کے اندر اندر آگے پیچھے دو بچے ہوں تو نفاس کی مدت پہلے بچہ سے لی جائے گی اگر دوسرا بچہ دس بیس دن یا دو ایک مہینے کے بعد ہوا تو دوسرے بچے

سے نفاس کا حساب نہ کریں گے۔ مثلاً کسی عورت کے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں کے درمیان چھ مہینے سے کم کا زمانہ ہے تو پہلا ہی بچہ پیدا ہونے کے بعد سے نفاس سمجھا جائے گا۔ لہٰذا اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن کے اندر پیدا ہوا ہو اور خون آیا ہو تو پہلے بچہ کی پیدائش سے چالیس دن تک نفاس ہے پھر استحاضہ ہے۔ اور اگر دوسرا بچہ چالیس دن کے بعد پیدا ہوا تو اس دوسرے کے بعد جو خون آیا ہے وہ کل استحاضہ ہے۔ نفاس نہیں ہے۔ مگر دوسرے بچے کے پیدا ہونے کے بعد بھی نہانے کا حکم دیا جائے گا۔ یعنی دوسرا بچہ پیدا ہونے کے بعد غسل کرے اور نماز پڑھے۔

اگر دونوں کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ وقفہ ہو تو یہ جڑواں نہ ہوں گے بلکہ دو حمل اور دو نفاس ہوں گے۔ یاد رہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ مہینے ہوتی ہے۔

مسئلہ: کسی کی عادت تیس دن نفاس آنے کی ہے لیکن تیس دن گزر گئے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی نہ نہائے پھر اگر پورے چالیس دن پر خون بند ہو گیا تو یہ سب نفاس ہے اور اگر چالیس دن سے زیادہ ہو جائیں تو فقط تیس دن نفاس کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔

نفاس کے چند احکام

مسئلہ: اگر چالیس دن سے پہلے خون نفاس بند ہو جائے تو فوراً غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے اور اگر غسل نقصان کرے تو تیمّم کر کے نماز شروع کر دے۔ ہرگز قضا نہ ہونے دے۔

مسئلہ: نفاس میں بھی نماز بالکل معاف ہے اور روزہ معاف نہیں بلکہ قضا رکھنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد کسی کو بالکل خون نہ آئے تب بھی جننے کے بعد نہانا واجب ہے۔ ایسا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک احتیاط کے طور پر ہے کیونکہ ولادت کے ساتھ کچھ نہ کچھ خون ہوتا ہی ہے۔

حیض و نفاس کے مشترک احکام

مسئلہ: حیض و نفاس کے زمانہ میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست نہیں۔ اتنا فرق

ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے پاک ہونے کے بعد بھی اس کی قضا واجب نہیں ہوتی لیکن روزہ معاف نہیں ہوتا پاک ہونے کے بعد قضا رکھنی پڑے گی۔

مسئلہ: فرض نماز پڑھتے میں حیض ونفاس شروع ہو گیا تو وہ نماز بھی معاف ہو گئی۔ پاک ہونے کے بعد اس کی قضا نہ پڑھے۔ اگر نفل یا سنت نماز میں حیض یا نفاس شروع ہوا تو اس کی قضا پڑھنا ہوگی۔

مسئلہ: اگر نماز کے اخیر وقت میں حیض یا نفاس شروع ہوا اور ابھی نماز نہیں پڑھی تب بھی معاف ہوگئی۔

مسئلہ: اگر کچھ روزہ گزرنے کے بعد حیض یا نفاس شروع ہوا تو وہ روزہ ٹوٹ گیا۔ جب پاک ہو اس کی قضا رکھے۔ اگر نفلی روزہ ہو تو اس کی قضا بھی کرنی ہوگی۔

مسئلہ: حیض و نفاس کے زمانہ میں نہ تو جماع ہو اور نہ ہی عورت کے ناف سے لے کر گھٹنے تک کا جسم شوہر کے کسی عضو سے مس ہو اور نہ ہی شوہر اتنے جسم پر نظر ڈالے۔ اس کے سوا اور سب باتیں درست ہیں یعنی ساتھ کھانا پینا لیٹنا باقی جسم کو چھونا اور اس کا بوسہ لینا وغیرہ درست ہے۔

مسئلہ: کسی کی عادت پانچ دن کی یا نو دن کی تھی سو جتنے دن کی عادت تھی اتنے ہی دن خون آیا پھر بند ہو گیا تو جب تک نہا نہ لے تب تک صحبت کرنا درست نہیں۔ اگر غسل نہ کرے تو جب ایک نماز کا وقت گزر جائے یعنی ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہو جائے تب صحبت درست ہے اس سے پہلے درست نہیں۔

یہی حکم نفاس کا ہے۔ جب عادت پر نفاس کا خون ختم ہو جائے تو عورت کے نہانے یا ایک نماز کا وقت گزر جانے کے بعد صحبت درست ہے پہلے درست نہیں۔

مسئلہ: اگر عادت پانچ دن کی تھی اور خون چار ہی دن آ کے بند ہو گیا تو نہا کے نماز پڑھنا واجب ہے لیکن جب تک پانچ دن پورے نہ ہو جائیں تب تک صحبت کرنا درست نہیں کہ شاید پھر خون آ جائے۔

اسی طرح کا حکم اس وقت ہے جب نفاس کا خون سابقہ عادت سے پہلے ختم ہو جائے۔

مسئلہ: اور اگر پورے دس دن رات حیض آیا تو جب سے خون بند ہوا ہے اسی وقت سے صحبت کرنا درست ہے چاہے نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو۔

جب نفاس کا خون بھی پورے چالیس دن پر ختم ہوا ہو تو اسی وقت صحبت کرنا درست ہے۔لیکن حیض و نفاس دونوں صورتوں میں عورت اگر پہلے نہا لے تو یہ بہتر ہے۔

مسئلہ: جو عورت حیض سے ہو یا نفاس سے ہو اور جس پر نہانا واجب ہو اس کو مسجد میں جانا اور کعبہ شریف کا طواف کرنا اور کلام مجید کا پڑھنا اور کلام مجید کا چھونا درست نہیں۔البتہ اگر کلام مجید جزدان یا رومال میں لپٹا ہو یا اس پر کپڑے وغیرہ کی چولی چڑھی ہوئی ہو اور جلد کے ساتھ سلی ہوئی نہ ہو بلکہ الگ ہو کہ اتارنے سے اتر سکے تو اس حال میں قرآن مجید کا چھونا اور اٹھانا درست ہے۔

مسئلہ: جس روپیہ، پیسہ، طشتری، تعویذ یا کسی اور چیز میں قرآن شریف کی کوئی آیت لکھی ہو اس کو بھی چھونا ان کے لیے درست نہیں۔البتہ اگر تھیلی یا برتن وغیرہ میں رکھے ہوں تو اس تھیلی اور برتن کو چھونا اٹھانا درست ہے۔

مسئلہ: کرتہ کے دامن اور دوپٹہ کے آنچل سے بھی قرآن مجید کو پکڑنا اور اٹھانا درست نہیں۔البتہ اگر بدن سے الگ کوئی کپڑا ہو جیسے رومال تولیہ وغیرہ اس سے پکڑ کے اٹھانا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر پوری آیت نہ پڑھے بلکہ آیت کا ذرا سا لفظ یا آدھی آیت پڑھے تو درست ہے لیکن آیت اتنی بڑی نہ ہو کہ اس کی آدھی کسی چھوٹی سی آیت کے برابر ہو جائے۔

مسئلہ: اگر الحمد کی پوری سورت یا معوذتین دعا کی نیت سے پڑھے یا اور دعائیں جو قرآن میں آئی ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھے، تلاوت کے ارادہ سے نہ پڑھے تو درست ہے۔اس میں کچھ گناہ نہیں ہے جیسے یہ:

((رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ))

اور یہ دعا

((رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا))

آخر تک جو سورہ بقرہ کے آخر میں لکھی ہے یا اور کوئی دعا جو قرآن شریف میں آتی ہو دعا کی نیت سے سب کا پڑھنا درست ہے۔ اسی طرح دعا یا ثنا کے طور پر آیۃ الکرسی کا پڑھنا بھی صحیح ہے۔ قرآن کے طور پر صحیح نہیں۔

مسئلہ: دعائے قنوت کا پڑھنا بھی درست ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت لڑکیوں کو قرآن شریف پڑھاتی ہو تو ایسی حالت میں ہجے کروانا درست ہے اور رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک دو دو لفظ کے بعد سانس توڑ دے اور کاٹ کاٹ کر آیت رواں کہلائے۔

مسئلہ: لڑکی حفظ کر رہی ہو اور اس دوران میں اس کو حیض آنا شروع ہو جائے تو حیض کے دنوں میں قرآن پاک نہ پڑھے۔ پڑھا ہوا یاد رکھنے کے لیے دو طریقے ہو سکتے ہیں۔

① کپڑے وغیرہ سے قرآن پاک کھول کر بیٹھے اور قلم وغیرہ کسی چیز سے ورق پلٹائے اور قرآن پاک میں دیکھ کر دل دل میں پڑھے۔ زبان نہ ہلائے۔

② کوئی تلاوت کر رہا ہو اس کے پاس بیٹھ جائے اور سنتی رہے۔ سننے سے بھی یاد ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: کلمہ اور درود شریف پڑھنا اور خدائے تعالیٰ کا نام لینا' استغفار یا کوئی اور وظیفہ پڑھنا جیسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ منع نہیں ہے یہ سب درست ہے۔

مسئلہ: حیض کے زمانہ میں مستحب ہے کہ نماز کے وقت وضو کر کے کسی پاک جگہ تھوڑی دیر بیٹھ کر اللہ اللہ کیا کرے تا کہ نماز کی عادت چھوٹ نہ جائے اور پاک ہونے کے بعد نماز سے جی نہ گھبرائے۔

باب:۸

نجاستوں کا بیان

کپڑے، بدن یا کسی اور چیز کو لگنے والی نجاست کو نجاست حقیقیہ کہتے ہیں۔

نجاست حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس کی نجاست زیادہ سخت ہے اس کی معاف مقدار تھوڑی ہے اور اس کو نجاست غلیظہ کہتے ہیں۔ دوسری وہ جس کی نجاست ذرا کم اور ہلکی ہے اس کو نجاست خفیفہ کہتے ہیں اور اس کی معاف مقدار زیادہ ہے۔

خون اور آدمی کا پاخانہ، پیشاب، منی اور شراب، کتے، بلی کا پاخانہ اور پیشاب، سور کا گوشت اور اس کے بال وہڈی وغیرہ یعنی اس کی ساری چیزیں، گھوڑے، گدھے، خچر کی لید اور گائے، بیل، بھینس وغیرہ کا گوبر اور بکری بھیڑ کی مینگنی، غرض کہ سب حرام اور حلال جانوروں کا پاخانہ، مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ، گدھے خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب، یہ سب چیزیں نجاست غلیظہ ہیں۔ چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب، پاخانہ بھی نجاست غلیظہ ہیں۔

حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب جیسے بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب نجاست خفیفہ ہیں۔

مسئلہ: نجاست غلیظہ جس پانی میں پڑ جائے وہ بھی نجس غلیظ ہو جاتا ہے اور نجاست خفیفہ پڑ جائے تو وہ پانی بھی نجس خفیف ہو جاتا ہے چاہے کم پڑے یا زیادہ۔

مرغی، بطخ، مرغابی کے سوا اور حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے جیسے کبوتر، چڑیا، مینا وغیرہ اور چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے۔

مسئلہ: مچھلی کا خون نجس نہیں ہے اگر لگ جائے تو کچھ حرج نہیں۔ اسی طرح مکھی، کھٹمل، مچھر کا خون بھی نجس نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جائیں کہ جب تک غور سے نہ دیکھیں دکھائی نہ دیں تو اس کا کچھ حرج نہیں۔ دھونا واجب نہیں۔ لیکن اگر دھولیں

تو بہتر ہے۔

نجاستوں کا حکم

نجاست غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن پر لگ جائے اور اگر پھیلاؤ میں ایک درہم یعنی ہتھیلی کے گہراؤ (پونے تین سم قطر) کے پھیلاؤ یعنی 5.94 مربع سم کے رقبے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے یعنی اس کو دھوئے بغیر اگر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور برا ہے اور اگر مذکورہ پھیلاؤ سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں۔ اس کو دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی۔ اور اگر نجاست غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جائے جیسے پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ تو اگر وزن میں ایک درہم یعنی ساڑھے چار ماشہ یعنی 4.35 گرام یا اس سے کم ہو تو دھوئے بغیر نماز درست ہے۔ اگرچہ اس کا پھیلاؤ کم ہو یا زیادہ ہو اور اگر اس سے زیادہ وزن کی لگ جائے تو دھوئے بغیر نماز درست نہیں۔

اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو جس حصے یا عضو میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم میں لگی ہو تو معاف ہے اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ یعنی اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر دوپٹہ میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ اسی طرح اگر نجاست خفیفہ ہاتھ میں لگی ہو تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ اس طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ غرض کہ جس عضو میں لگے اس کی چوتھائی سے کم ہو اور اگر پورا چوتھائی ہو تو معاف نہیں اور اس کا دھونا واجب ہے۔ یعنی دھوئے بغیر درست نہیں۔

مسئلہ: کپڑے میں نجس تیل لگ گیا اور ہتھیلی کے گہراؤ (پونے تین سم قطر کے پھیلاؤ) سے کم ہے لیکن وہ ایک دن میں پھیل کر زیادہ ہوگیا تو جب تک پونے تین سم قطر کے پھیلاؤ سے زیادہ نہ ہو معاف ہے اور جب بڑھ گیا تو معاف نہیں رہا۔ اب اس کا دھونا واجب ہے۔ دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

نجاست لگی چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ

جو چیزیں خود تو نجس نہیں لیکن نجاست کے لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو گئیں ان کے پاک کرنے کے یہ طریقے ہیں۔

۱ دھونا

پانی اور پانی کی طرح جو چیز پتلی اور پاک ہو اس سے نجاست کا دھونا درست ہے جیسے عرق گلاب، تربوز کا پانی، سرکہ وغیرہ یعنی جن سے کپڑا بھگو کر نچوڑیں تو نچڑ جائے۔

مستعمل پانی سے بھی نجاست دور کرنا جائز ہے۔

جس چیز میں چکنائی ہو اور جو نچڑ نہ سکے جیسے گھی، تیل، دودھ وغیرہ اس سے دھونا درست نہیں۔ اس کے استعمال کے باوجود وہ چیز ناپاک رہے گی۔

اگر نجاست ایسی ہو کہ نجاست چھوٹ جانے اور سادہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ کئی دفعہ کے دھونے کے باوجود اس کا اثر یعنی رنگ اور بو یا تو سرے سے دور نہ ہوتی ہو یا صابن وغیرہ کے استعمال سے ہی دور ہوتی ہو ویسے نہ ہوتی ہو تو صابن کا استعمال ضروری نہیں۔

اور اگر سادہ پانی کے استعمال سے ہی نجاست کا اثر بھی دور ہو جاتا ہے تو اتنا دھوئے کہ نجاست بھی چھوٹ جائے اور دھبہ بھی جاتا رہے۔

تنبیہ: اگر نجاست پہلی ہی دفعہ کے دھونے میں چھوٹ جائے تو دو مرتبہ اور دھو لینا بہتر ہے۔ اگر دو مرتبہ میں چھوٹی تو ایک مرتبہ اور دھوئے۔ غرض کہ تین بار پورے کر لینا بہتر ہے۔

۲ پونچھنا

آئینہ کا شیشہ، چھری، چاقو، چاندی، سونے کے زیورات، پیتل، تانبے، لوہے، گلٹ، شیشے وغیرہ کی چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو خوب پونچھ لینے اور رگڑ دینے یا مٹی سے مانجھ ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر نقشین یا کھردری چیزیں ہوں تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوں گی۔

دھونے اور پونچھنے سے متعلق تفصیل

نجاست دو طرح کی ہوتی ہے۔

① جو سوکھنے کے بعد بھی نظر آتی ہے یعنی گاڑھی نجاست جیسے پاخانہ اور خون۔
② جو سوکھنے کے بعد نظر نہیں آتی یعنی پتلی نجاست جیسے پیشاب وغیرہ۔

پھر جن چیزوں پر نجاست لگے ان کی تین قسمیں ہیں

❶ وہ چیزیں جو نجاست کو بالکل بھی جذب نہیں کرتیں جیسے لوہے' تانبے وغیرہ کے برتن اور ہر قسم کی دھات کے زیور۔
❷ وہ چیزیں جو قلیل نجاست کو جذب کرتی ہیں مثلاً جوتی' چمڑے کا موزہ اور بدن وغیرہ۔
❸ وہ چیزیں جو کثیر نجاست کو جذب کرتی ہیں جیسے کپڑے وغیرہ۔

① جو چیزیں نجاست کو بالکل جذب نہیں کرتیں مثلاً برتن زیور وغیرہ۔

◆ اگر ان پر گاڑھی نجاست لگی ہو تو نجاست کو زائل کرنے سے وہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں۔ پھر اگر وہ برتن وغیرہ ہموار ہوں تو ان کے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں۔

① کپڑے یا مٹی سے ان کو خوب پونچھ لیا جائے یا رگڑ لیا جائے۔
② پانی سے اتنا دھویا جائے کہ وہ نجاست دور ہو جائے۔

اور اگر وہ برتن وغیرہ نقشین یا کھردرے ہوں تو ان کو پاک کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ان کو دھویا جائے یہاں تک کہ نجاست بالکل دور ہو جائے اور نظر نہ آئے۔ ایسے برتنوں اور زیور کو پونچھنا مفید نہ ہوگا کیونکہ نجاست نقوش کے درمیان ریخوں میں جم جائے گی۔

◆ اگر ان پر پتلی نجاست لگی ہو تو خواہ برتن ہموار ہو یا نقشین و کھردرا ہو دونوں صورتوں میں پاک کرنے کے لیے تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ دھو کر اتنی دیر ٹھہرے کہ برتن وغیرہ سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔

② جو چیزیں قلیل نجاست کو جذب کرتی ہیں جیسے جوتی' موزہ وغیرہ۔

اگر ان پر گاڑھی نجاست لگی ہو جیسے گوبر' پاخانہ' خون وغیرہ تو جوتی موزہ کو زمین پر خوب گھس کر نجاست چھڑا ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر اتنا پانی بہا لے کہ نجاست دور ہو جائے تو اس سے بھی پاک ہو جائے گا۔

اور اگر ان پر پتلی نجاست لگی ہو مثلاً پیشاب وغیرہ تو صرف تین مرتبہ دھونا پڑے گا ہر مرتبہ سوکھانے کی ضرورت نہیں۔

البتہ اگر جوتی موزہ نجاست میں اتنی دیر پڑا رہے کہ وہ نجاست کو خوب جذب کر لے تو پھر اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پانی میں خوب اچھی طرح بھگو کر چھوڑ دے جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر اسی طرح دھوئے اور ٹھہرے ایسا تین مرتبہ کرے۔

③ جو چیزیں کثیر نجاست کو جذب کرتی ہیں جیسے کپڑا وغیرہ۔

❶ اگر ان پر گاڑھی نجاست لگی ہو تو اس کو اتنا دھویا جائے کہ نجاست دور ہو جائے۔ اگر محض پانی کے ساتھ دھونے سے نجاست کا دھبہ بھی چھوٹ جاتا ہے تو اتنا دھوئے کہ دھبہ بھی چھوٹ جائے اور اگر محض پانی سے نہیں چھوٹتا اور اس کو چھڑانے کے لیے صابن وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے تو صابن سے دھبہ کو چھڑانا ضروری نہیں۔ دھبہ لگا بھی رہے تب بھی کپڑا پاک ہو جائے گا۔

❷ اگر پتلی نجاست لگی ہو پھر اگر وہ چیز نچڑ سکتی ہو تو ہر مرتبہ نچوڑے اور تیسری مرتبہ پوری طاقت لگا کر خوب زور سے نچوڑے تب پاک ہوگا۔ اگر خوب زور سے نہ نچوڑے گا تو کپڑا پاک نہ ہوگا۔

اور اگر وہ ایسی چیز ہے جس کو نچوڑ نہیں سکتے جیسے قالین، دری، کمبل، گدا وغیرہ تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین دفعہ دھوئے اور ہر دفعہ دھو کر ٹھہر جائے۔ جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھوئے۔ اس کے پاک ہونے کے لیے تین دفعہ ایسا کرنا شرط ہے۔

البتہ اگر معلوم ہو کہ دری قالین وغیرہ نے نجاست کو جذب نہیں کیا صرف اوپر ہی اوپر لگی ہے تو ازالہ سے یا تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ ہر مرتبہ اتنا ٹھہرنا کہ قطرے ٹپکنا موقوف ہو جائے اس کی ضرورت نہیں۔

تنبیہ: تین دفعہ دھونے اور نچوڑنے وغیرہ کا مسئلہ اس وقت ہے جب تھوڑے پانی سے دھویا جائے۔ اگر کھلا پانی ہو مثلاً کھلے نلکے کے نیچے کپڑے کو رکھ دیا یا نہر میں ڈال دیا اور اتنا پانی اس پر سے بہہ گیا کہ اطمینان ہو گیا کہ نجاست دور ہو گئی تو کپڑا پاک ہو

جائے گا۔ نچوڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: نجس مہندی ہاتھوں پیروں میں لگائی تو تین دفعہ خوب دھو ڈالنے سے ہاتھ پیر پاک ہو جائیں گے۔ رنگ کا چھڑانا واجب نہیں۔

مسئلہ: ناپاک رنگ اگر جسم یا کپڑے میں لگ جائے یا بال اس ناپاک رنگ سے رنگین ہو جائیں تو صرف اس قدر دھونا کہ پانی صاف نکلنے لگے کافی ہے اگرچہ رنگ دور نہ ہو۔

مسئلہ: ایسی ناپاک چیز جو چکنی ہو جیسے تیل، گھی، مردار کی چربی اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھوئی جائے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہو جائے گی اگرچہ اس ناپاک چیز کی چکناہٹ باقی ہو۔

مسئلہ: اگر کورا برتن نجس ہو جائے اور وہ برتن نجاست کو چوس لے تو فقط دھونے سے پاک نہ ہوگا بلکہ اس میں پانی بھر دے۔ پھر جب نجاست کا اثر پانی میں آ جائے تو گرا کر پھر بھر دے۔ اسی طرح مسلسل کرتا رہے۔ جب نجاست کا نام ونشان بالکل جاتا رہے اور رنگ باقی رہے نہ بدبو تب پاک ہوگا۔

مسئلہ: شہد، شیرہ، گھی یا تیل ناپاک ہوگیا ہو تو جتنا تیل وغیرہ ہو، اتنا یا اس سے زیادہ پانی ڈال کر پکائے جب پانی جل جائے تو پھر پانی ڈال کر پکائے اسی طرح تین دفعہ کرنے سے پاک ہو جائے گا یا یوں کرو کہ جتنا گھی تیل ہو اتنا ہی پانی ڈال کر ہلاؤ جب وہ پانی کے اوپر آ جائے تو کسی طرح اٹھا لو۔ اسی طرح تین دفعہ پانی ملا کر اٹھاؤ تو پاک ہو جائے گا۔ اور گھی اگر جم گیا ہو تو پانی ڈال کر آگ پر رکھ دو جب پگھل جائے تو اس کو نکال لو۔

۴ خشک ہو کر اس کا اثر جاتے رہنا

زمین پر نجاست پڑ گئی پھر ایسی سوکھ گئی کہ نجاست کا نشان بالکل جاتا رہا، نہ تو نجاست کا دھبہ ہے نہ بدبو آتی ہے تو اس طرح سوکھ جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے لیکن ایسی زمین پر تیمّم کرنا درست نہیں، البتہ نماز پڑھنا درست ہے۔ جو اینٹیں یا پتھر، چونا یا

گارے سے زمین میں خوب جما دیئے گئے ہوں کہ بے کھودے زمین سے جدا نہ ہوسکیں ان کا بھی یہی حکم ہے کہ سوکھ جانے اور نجاست کا نشان نہ رہنے سے پاک ہو جائیں گے۔

مسئلہ: جو اینٹیں زمین پر فقط بچھا دی گئی ہوں چونا یا گارے سے ان کی جڑائی نہیں کی گئی ہے تو وہ سوکھنے سے پاک نہ ہوں گی ان کو دھونا پڑے گا۔

مسئلہ: زمین پر جمی ہوئی گھاس بھی سوکھنے اور نجاست کا نشان جاتے رہنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اگر کٹی ہوئی گھاس ہو تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی۔

۴ جلانا

مسئلہ: نجس چاقو' چھری یا مٹی اور تانبے وغیرہ کے برتن اگر دہکتی آگ میں ڈال دیئے جائیں تو بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ: نجس مٹی سے جو برتن کمہار نے بنائے تو جب تک وہ کچے ہیں ناپاک ہیں' جب پکائے گئے تو پاک ہو گئے۔

مسئلہ: تنور اگر نجس پانی یا پیشاب لگنے سے ناپاک ہو جائے تو اس میں آگ جلانے سے پاک ہو جائے گا بشرطیکہ گرم ہونے کے بعد نجاست کا اثر نہ رہے۔

۵ حقیقت کا بدل جانا

مسئلہ: گوبر کے کنڈے اور لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ پاک ہے اور ان کا دھواں بھی پاک ہے۔ روٹی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: ناپاک تیل یا چربی کا صابن بنا لیا جائے تو پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ: شراب جب سرکہ بن جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: کوئی جانور نمک کی کان میں گر کر نمک بن جائے یا کسی کنویں یا حوض میں گر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائے تو پاک ہے۔

۶ چمڑے کا دباغت سے پاک ہونا

آدمی اور خنزیر کے سوا ہر مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔

آدمی کی کھال اس کے احترام کی وجہ سے اور خنزیر کی کھال اس کے نجس العین ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتی۔

۷ ذبح سے پاک ہونا

جس جانور کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے ذبح سے بھی پاک ہو جاتا ہے بشرطیکہ شرعی ذبح ہو۔ البتہ گوشت و چربی میں ترجیح اس کو ہے کہ وہ ذبح سے پاک نہیں ہوتی۔

۸ ملنا کھرچنا

منی اگر کپڑے پر لگ جائے تو اگر تر ہے تو دھونا واجب ہے اور اگر کپڑے کو لگ کر خشک ہو گئی تو اس کو مل کر کھرچ دینا بھی کافی ہے اگرچہ بیماری کی وجہ سے پتلی ہو گئی ہو یہ حکم اس وقت ہے جب پیشاب کی نلی کا سرا اس سے پہلے پاک ہو پیشاب نہ لگا ہو۔

مسئلہ: منی اگر بدن کو لگ جائے تو اس کا بھی یہ حکم ہے کہ اگر خشک ہو گئی ہو تو کھرچ دینے سے بدن پاک ہو جاتا ہے اور تر ہو تو دھونا ضروری ہے۔

۹ گھسنا اور رگڑنا

چمڑے کے موزہ پر اگر نجاست لگ جائے اور وہ نجاست جسم دار ہے جیسے پاخانہ لید، گوبر اور منی وغیرہ۔ اگر وہ خشک ہو جائے تو گھسنے یا رگڑنے سے موزہ پاک ہو جائے گا اور اگر تر ہے تو دھونے کے طریقے کے علاوہ اگر اس کو اچھی طرح پونچھ لیا اور گھس لیا کہ نجاست کا کچھ اثر یعنی رنگ و بو باقی نہ رہے تو پاک ہو جائے گا۔ اور اگر نجاست پتلی ہو جیسے پیشاب وغیرہ تو اگر گیلے ہی پر مٹی راکھ یا ریت ڈال کر اس کو رگڑ دیں اور اچھی طرح پونچھ دیں تو پاک ہو جائے گا۔

متفرقات

مسئلہ: اگر ٹوٹے ہوئے دانت کو جو ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہو اس کی جگہ پر رکھ کر جما دیا جائے خواہ پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے اور اسی طرح اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم میں کوئی ناپاک چیز بھر دی

جائے اور وہ اچھا ہو جائے تو اس کو نکالنا نہ چاہیے بلکہ وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ : ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھپا دی جائے اس طرح کہ نجاست کی بو نہ آئے تو مٹی کے اوپر کا حصہ پاک ہے۔

مسئلہ : گندے اور نجس پانی کو اگر مشینوں سے صاف وشفاف بنا لیا جائے تب بھی وہ نجس ہی رہے گا پاک نہیں ہوگا۔

مسئلہ : کپڑا ڈرائی کلین کرانے میں اگر کسی دلیل سے گمان غالب یا یقین ہو کہ دوسرا کوئی کپڑا ناپاک تھا تو اپنا کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر محض شک ہے کہ شاید کوئی دوسرا کپڑا ناپاک ہو تو اپنا کپڑا اپنی حالت پر رہے گا۔ اگر پہلے سے پاک تھا تو اب بھی پاک ہوگا اور اگر پہلے ناپاک تھا تو ڈرائی کلین کے بعد بھی ناپاک ہوگا۔

اگر واشنگ مشین میں کپڑے دھوئے اور معلوم ہے کہ ان میں کوئی کپڑا ناپاک تھا تو صابن ڈال کر دھونے میں سب کپڑے نجس ہو جائیں گے۔ لیکن پھر بعد میں اگر ہر کپڑے کو علیحدہ علیحدہ تین مرتبہ صاف پانی سے دھویا اور ہر مرتبہ کپڑے کو اچھی طرح نچوڑا تو کپڑے پاک ہو جائیں گے یا کپڑے کسی نل کے نیچے رکھ کر اس پر اتنا پانی بہا دیا کہ اطمینان ہو گیا کہ نجاست زائل ہو گئی ہوگی تو تب بھی کپڑے پاک ہو جائیں گے۔

مسئلہ : مردار کی کھال کو جب دھوپ میں سکھا ڈالیں یا کچھ دوا وغیرہ لگا کر درست کر لیں تو پاک ہو جاتی ہے۔ اس پر نماز پڑھنا درست ہے اور مشکیزہ وغیرہ بنا کر اس میں پانی رکھنا بھی درست ہے۔ لیکن سور کی کھال پاک نہیں ہوتی اور سب کھالیں پاک ہو جاتی ہیں مگر آدمی کی کھال سے کام لینا اور برتنا بہت گناہ ہے۔

مسئلہ : مردار کے بال، سینگ، ہڈی اور دانت یہ سب چیزیں پاک ہوتی ہیں۔ اگر پانی میں پڑ جائیں تو نجس نہ ہوگا۔ البتہ اگر ہڈی اور دانت وغیرہ پر اس مردار جانور کی کچھ چکنائی وغیرہ لگی ہو تو وہ نجس ہے اور پانی بھی نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ : آدمی کی ہڈی اور بال پاک ہیں لیکن ان کو برتنا اور کام میں لانا جائز نہیں بلکہ عزت سے کسی جگہ دفن کر دینا چاہیے۔

مسئلہ: فصد کے مقام یا کسی اور عضو کو جو خون پیپ کے نکلنے سے نجس ہو گیا ہو اور دھونا نقصان کرتا ہو تو تین تر دجیوں سے پونچھ دینا بھی کافی ہے یہی دھونے کے برابر ہے۔ اور آرام ہونے کے بعد بھی دھونا ضروری نہیں۔

مسئلہ: ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گا مگر چاٹنا منع ہے۔ یا عورت کی چھاتی پر بچے کی قے کا دودھ لگ گیا پھر بچے نے تین دفعہ چوس کر پی لیا تو پاک ہو گیا۔

مسئلہ: نجس سرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں البتہ اگر پھیل کر آنکھ کے باہر آ گیا ہو تو دھونا واجب ہے۔

مسئلہ: کپڑا اور بدن فقط دھونے سے ہی پاک ہوتا ہے چاہے جسم والی نجاست لگے یا بے دل کی، کسی اور طرح پاک نہیں ہوتا۔ مگر سوکھی منی کپڑے یا بدن میں لگی ہو تو خوب کھرچ کر مل ڈالنے سے پاک ہو جائیگا۔ بشرطیکہ منی نکلنے سے پہلے پیشاب کر کے استنجا کر لیا ہو۔

مسئلہ: نجس تیل سر میں ڈالا یا بدن میں لگایا تو قاعدے کے موافق تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا کھلی ڈال کر یا صابن لگا کر تیل کا چھڑانا واجب نہیں ہے

نجاست سے متعلق چند مسائل

مسئلہ: اکہرے کپڑے میں ایک طرف معاف مقدار سے کم نجاست لگے اور دوسری طرف سرایت کر جائے اور ہر طرف مقدار سے کم ہو لیکن دونوں کا مجموعہ اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ کم ہی سمجھی جائے گی اور معاف ہو گی۔ ہاں اگر کپڑا دوہرا ہو اور اس مقدار سے بڑھ جائے تو وہ زیادہ سمجھی جائے گی اور معاف نہ ہو گی۔

مسئلہ: نجس پانی میں جو کپڑا بھیگ گیا تھا اس کے ساتھ پاک کپڑے کو لپیٹ کر رکھ دیا اور اس کی تری اس پاک کپڑے میں آ گئی لیکن نہ تو اس میں نجاست کا کچھ رنگ آیا نہ بدبو آئی تو اگر یہ پاک کپڑا اتنا بھیگ گیا ہو کہ نچوڑنے سے ایک آدھ قطرہ ٹپک

پڑے یا نچوڑتے وقت ہاتھ بھیگ جائے تو وہ پاک کپڑا بھی نجس ہو جائے گا۔ اور اگر اتنا نہ بھیگا ہو تو پاک رہے گا۔ اور اگر پیشاب وغیرہ خاص نجاست کے بھیگے ہوئے کپڑے کے ساتھ لپیٹ دیا تو جب پاک کپڑے میں ذرا بھی اس کی نمی اور دھبہ آ گیا تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ: بچھونے کا ایک کونہ نجس ہے اور باقی سب پاک ہے تو پاک کونے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

مسئلہ: جس زمین کو گوبر سے لیپا ہو وہ نجس ہے اس پر کوئی پاک چیز بچھائے بغیر نماز درست نہیں۔

مسئلہ: گوبر سے لپی ہوئی زمین اگر سوکھ گئی ہو تو اس پر گیلا کپڑا بچھا کر بھی نماز پڑھنا درست ہے لیکن وہ اتنا گیلا نہ ہو کہ اس زمین کی مٹی چھوٹ کر کپڑے میں لگ جائے۔

مسئلہ: پیر دھو کر ناپاک زمین پر چلا اور پیر کا نشان زمین پر بن گیا تو اس سے پیر ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں اگر پیر کے پانی سے زمین اتنی بھیگ جائے کہ زمین کی کچھ مٹی یا نجس پانی پیر میں لگ جائے تو نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ: نجس بچھونے پر سویا اور پسینہ سے وہ کپڑا نم ہو گیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کا کپڑا اور بدن ناپاک نہ ہوگا۔

مسئلہ: راستوں کی کیچڑ اور ناپاک پانی معاف ہے بشرطیکہ بدن یا کپڑے میں نجاست کا اثر معلوم نہ ہو۔ باقی احتیاط یہ ہے کہ جس شخص کی بازار اور راستوں میں زیادہ آمد و رفت نہ ہو یا ہوتی ہو لیکن وہ آنے جانے کے لیے عام طور سے کار استعمال کرتا ہو تو یہ شخص ایسی نجاست لگنے سے بدن اور کپڑے پاک کر لیا کرے چاہے ناپاکی کا اثر محسوس نہ بھی ہو۔

مسئلہ: نجاست کے اوپر جو گرد و غبار ہو وہ پاک ہے بشرطیکہ نجاست کی تری نے اس میں اثر کر کے اس کو تر نہ کر دیا ہو۔

مسئلہ: جس پانی سے کوئی نجس چیز دھوئی جائے وہ نجس ہے خواہ وہ پانی پہلی دفعہ کا

ہو یا دوسری دفعہ کا یا تیسری دفعہ کا لیکن ان پانیوں میں اتنا فرق ہے کہ اگر پہلی دفعہ کا پانی کسی کپڑے میں لگ جائے تو یہ کپڑا تین دفعہ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر دوسری دفعہ کا پانی لگ جائے تو صرف دو دفعہ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر تیسری دفعہ کا لگ جائے تو ایک ہی دفعہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ: جب سو کر اٹھے تو جب تک پہنچوں تک ہاتھ نہ دھولے اس وقت تک کسی برتن میں موجود پانی میں ہاتھ نہ ڈالے چاہے ہاتھ پاک ہو چاہے ناپاک ہو۔ اگر پانی چھوٹے برتن میں رکھا ہو جیسے لوٹا' آب خورہ تو اسے بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دائیں ہاتھ پر ڈالے اور تین دفعہ دھوئے' پھر برتن داہنے ہاتھ میں لے کر بایاں ہاتھ تین دفعہ دھوئے اور اگر چھوٹے برتن میں پانی نہ ہو' بڑے مٹکے وغیرہ میں ہو تو کسی آبخورے یا گلاس وغیرہ سے نکال لے لیکن انگلیاں برتن میں نہ ڈوبنے پائیں۔

مسئلہ: ناپاک چیز پانی میں گرے اور اس کے گرنے سے چھینٹیں اڑ کر کسی پر جا پڑیں تو وہ پاک ہیں بشرطیکہ اس نجاست کا کچھ اثر ان چھینٹوں میں نہ ہو۔

مسئلہ: رومالی گیلی ہونے کے وقت ہوا نکلے تو اس سے کپڑا نجس نہیں ہوتا۔

پاکی ناپاکی کے بعض مسائل

مسئلہ: غلہ گاہنے کے وقت اگر بیل غلہ میں پیشاب کر دیں تو مجبوری کی وجہ سے وہ معاف ہے یعنی غلہ اس سے ناپاک نہ ہوگا اور اگر اس وقت کے سوا دوسرے وقت میں پیشاب کریں تو ناپاک ہو جائے گا۔ اس لیے کہ یہاں مجبوری نہیں۔

مسئلہ: کافر کھانے کی جو شے بناتے ہیں اس کو اور اسی طرح ان کے برتن اور کپڑے وغیرہ کو ناپاک نہ کہیں گے تاوقتیکہ ان کا ناپاک ہونا کسی دلیل یا قرینہ سے معلوم نہ ہو۔

مسئلہ: کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں اور بو کرنے لگیں تو ناپاک نہیں ہوتیں جیسے گوشت' حلوہ وغیرہ۔ مگر نقصان کے خیال سے ان کا کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: مشک اور اس کا نافہ پاک ہے اور اسی طرح عنبر وغیرہ بھی (ہرن کے اندر جس جگہ سے مشک نکلتا ہے اسے نافہ کہتے ہیں)

مسئلہ: سوتے میں آدمی کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے وہ پاک ہے۔

مسئلہ: گندا انڈا حلال جانور کا پاک ہے بشرطیکہ ٹوٹا نہ ہو۔

مسئلہ: مردہ انسان کے منہ کا لعاب نجس ہے۔

مسئلہ: دودھ دوہتے وقت دو ایک مینگنی دودھ میں پڑ جائیں یا تھوڑا سا گوبر بقدر دو ایک مینگنی کے گر جائے تو معاف ہے۔ بشرطیکہ گرتے ہی نکال ڈالا جائے۔

مسئلہ: کتے کا لعاب نجس ہے اور خود کتا نجس نہیں۔ سو اگر کتا کسی کے کپڑے یا بدن سے چھو جائے تو نجس نہیں ہوتا چاہے کتے کا بدن سوکھا ہو یا گیلا۔ البتہ اگر کتے کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اور بات ہے۔

مسئلہ: سانپ کی کینچلی پاک ہے لیکن اس کی کھال جو اس کے جسم کے ساتھ لگی ہوتی ہے وہ نجس ہوتی ہے۔

مسئلہ: نجاست اگر جلائی جائے تو اس کا دھواں پاک ہے وہ اگر جم جائے اور اس سے کوئی چیز بنائی جائے تو وہ بھی پاک ہے۔

مسئلہ: نجاستوں سے جو بخارات اٹھیں وہ پاک ہیں۔

مسئلہ: پھل وغیرہ کے کیڑے پاک ہیں لیکن ان کا کھانا درست نہیں جب کہ ان میں جان پڑ گئی ہو' اور گولر وغیرہ سب کا پھلوں کے کیڑوں اور سرکہ کے کیڑوں کا بھی یہی حکم ہے۔

ناپاک چیز کا بطور دوا استعمال

مسئلہ: جو چیز نجس العین ہے یعنی خود ناپاک ہے جیسے پاخانہ' پیشاب' شراب' مردار (یعنی اس کا گوشت اور چربی وغیرہ) اور خنزیر کا گوشت اور ذبح کیے ہوئے حرام جانور کا

گوشت اور چربی وغیرہ تو ایسی چیز کا نہ تو خارجی استعمال درست ہے کہ جسم پر کہیں اس کا لیپ کرے یا ملے اور نہ ہی داخلی استعمال درست ہے کہ اس کو کھائے پیئے۔

اور جو چیز دوسری چیز کے ملانے سے نجس ہوئی ہے اس کا داخلی استعمال درست نہیں البتہ خارجی استعمال درست ہے جیسے ناپاک پانی یا وہ سرمہ جس میں پتہ کا پانی (Bile) ملایا گیا ہو جب کہ سرمہ میں دیگر چیزوں کے مقابلہ میں یہ پانی کم ہو۔ اس استعمال کی صورت میں نماز کے وقت دھونا اور باقاعدہ پاک کرنا ضروری ہے۔

تنبیہ: ایسی ناپاک چیز کے خارجی استعمال سے بھی پرہیز کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ بعض اوقات شدت مرض میں خیال نہیں رہتا اور کپڑوں میں بھی یہ نجس دوا لگ جاتی ہے یا بغیر دھوئے ہاتھ کسی برتن میں پڑ جاتا ہے اور وہ برتن اور پانی ناپاک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے گھر کے دوسرے افراد کو بھی نجاست لگ جاتی ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ جو شیر وغیرہ کی چربی کا خارجی استعمال کرتے ہیں اور اس کو پاک جانتے ہیں یہ درست نہیں۔ ہاں اگر طبیب حاذق دین دار کی یہ رائے ہو کہ اس مرض کا علاج سوائے شیر کی چربی کے اور کچھ نہیں تو ایسی حالت میں بعض علماء کے نزدیک درست ہے لیکن نماز کے وقت اس کو پاک کرنا ضروری ہے۔

استنجا کا بیان

مسئلہ: جو نجاست آگے یا پیچھے کی راہ سے نکلے اور مخرج یعنی نکلنے کی جگہ سے پھیلی نہ ہو تو اس کی وجہ سے استنجا کرنا سنت موکدہ ہے۔

مسئلہ: اگر نجاست بالکل ادھر ادھر نہ لگے اور اس لیے پانی سے استنجا نہ کرے بلکہ پاک پتھر یا ڈھیلے سے استنجا کرلے اور اتنا صاف کر ڈالے کہ نجاست بالکل جاتی رہے تو بھی جائز ہے لیکن یہ بات صفائی مزاج کے خلاف ہے۔ البتہ اگر پانی نہ ہو یا کم ہو تو مجبوری ہے۔

مسئلہ: ڈھیلے سے استنجا کرنے کا کوئی خاص طریقہ نہیں بس اتنا خیال رکھے کہ ادھر

ادھر نہ پھیلنے پائے اور بدن خوب صاف ہو جائے۔

تنبیہ: حق اور مختار بات یہی ہے کہ استنجے کے لیے کوئی کیفیت مخصوص نہیں اور نہ کوئی عدد مسنون ہے بلکہ مقصود صفائی ہے وہ جس طریقے سے حاصل ہو جائے کافی ہے۔ رہا بعض فقہاء کا کیفیات بتلانا تو ان کا مقصود یہ نہیں ہے کہ یہ کیفیات ہیں بلکہ انہوں نے اپنے ذہن میں جس کیفیت کو صفائی میں مددگار سمجھا اس کو بتلا دیا۔ البتہ استنجا میں تین ڈھیلے استعمال کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے لیکن اگر نجاست ہتھیلی کے گہراؤ سے پھیل جائے تو ایسے وقت میں پانی سے دھونا واجب ہے۔ دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی اور اگر نجاست پھیلی نہ ہو تو صرف ڈھیلے سے پاک کر کے بھی نماز درست ہے لیکن سنت کے خلاف ہے۔

مسئلہ: پانی سے استنجا کرے تو پہلے دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھوئے پھر تنہائی کی جگہ جا کر بدن ڈھیلا کر کے بیٹھے اور اتنا دھوئے کہ دل کہنے لگے کہ اب بدن پاک ہو گیا۔ البتہ اگر کوئی شکی مزاج ہو تو وہ تین دفعہ یا سات دفعہ دھو لے بس اس سے زیادہ نہ دھوئے۔

مسئلہ: ہڈی اور نجاست جیسے گوبر، لید وغیرہ اور کوئلہ، کنکر، شیشہ اور پکی اینٹ کھانے کی چیز اور کاغذ سے اور داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا برا اور منع ہے۔ ایسا نہ کرنا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی کر لے تو بدن پاک ہو جائے گا۔ یعنی استنجا ہو جائے گا۔

مسئلہ: کھڑے کھڑے پیشاب کرنا منع ہے۔

مسئلہ: چھوٹے بچے کو قبلہ کی طرف بٹھا کر پیشاب پاخانہ کرانا بھی مکروہ اور منع ہے۔

مسئلہ: استنجے کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا درست ہے اور وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا بھی درست ہے۔ لیکن نہ کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ: جب پاخانہ پیشاب کو جائے تو پاخانہ کے دروازہ سے باہر بسم اللہ کہے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ اور ننگے سر نہ جائے

اور اگر کسی انگوٹھی وغیرہ پر اللہ' رسول کا نام ہو تو اس کو اتار ڈالے اور پہلے بایاں پیر رکھے اور اندر خدا کا نام نہ لے اور اگر چھینک آئے تو فقط دل ہی دل میں الحمد للہ کہے زبان سے کچھ نہ کہے۔ نہ وہاں کچھ بولے نہ بات کرے۔ پھر جب نکلے تو پہلے داہنا پیر نکالے اور دروازے سے نکل کر یہ دعا پڑھے غُفْرَانَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ اور استنجے کے بعد بائیں ہاتھ کو صابن سے مل کر دھولے اور اگر صابن نہ ہو تو زمین پر رگڑ کے یا مٹی سے مل کر دھوئے۔

پیشاب' پاخانہ کے وقت جن امور سے بچنا چاہیے

بات کرنا' بلا ضرورت کھانسنا' کسی آیت' حدیث یا متبرک چیز کا پڑھنا' ایسی چیز جس پر خدا یا نبی یا کسی فرشتے وغیرہ کا نام یا کوئی آیت یا حدیث یا دعا لکھی ہوئی ہو اپنے ساتھ رکھنا' البتہ اگر ایسی چیز جیب میں ہو یا تعویذ کپڑے وغیرہ میں لپٹا ہوا ہو تو کراہت نہیں۔ بلا ضرورت کھڑے ہو کر یا لیٹ کر پاخانہ پیشاب کرنا' تمام کپڑے اتار کر برہنہ ہو کر پاخانہ پیشاب کرنا' چاند سورج کی طرف پاخانہ' پیشاب کے وقت منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ ہے۔ نہر یا تالاب وغیرہ کے کنارے پیشاب' پاخانہ کرنا مکروہ ہے اگرچہ نجاست اس میں نہ گرے اور اسی طرح ایسے درخت کے نیچے جس کے سایہ میں لوگ بیٹھتے ہوں اور اسی طرح پھل پھول والے درخت کے نیچے اور جاڑوں میں جس جگہ دھوپ لینے کو لوگ بیٹھتے ہیں' جانوروں کے درمیان میں' مسجد اور عید گاہ کے اس قدر قریب جس کی بدبو سے نمازیوں کو تکلیف ہو' قبرستان میں یا ایسی جگہ جہاں لوگ وضو یا غسل کرتے ہوں' راستے میں اور ہوا کے رخ پر' سوراخ میں اور قافلہ یا کسی مجمع کے قریب مکروہ تحریمی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ایسی جگہ جہاں لوگ اٹھتے بیٹھے ہوں اور ان کو تکلیف ہو اور ایسی جگہ جہاں سے نجاست بہہ کر اپنی طرف آئے مکروہ ہے۔

جن چیزوں سے استنجا کرنا درست نہیں

ہڈی' کھانے کی چیزیں' لید اور کل ناپاک چیزیں' وہ ڈھیلا یا پتھر جس سے ایک دفعہ استنجا ہو چکا ہو' پختہ اینٹ' ٹھیکری' شیشہ' کوئلہ' چونا' لوہا وغیرہ اور ایسی چیزوں سے

استنجا کرنا جو نجاست کو صاف نہ کریں جیسے سرکہ وغیرہ اور وہ چیزیں جن کو جانوروں وغیرہ کھاتے ہوں جیسے بھوسہ اور گھاس وغیرہ اور ایسی چیزیں جو قیمت دار ہوں خواہ تھوڑی قیمت ہو یا بہت جیسے کپڑا (یعنی وہ کپڑا جس کو اگر استنجا کے بعد دھویا جائے تو اس کی قیمت میں کمی آ جائے) عرق وغیرہ' آدمی کے اجزاء جیسے بال' ہڈی' گوشت وغیرہ' مسجد کی چٹائی یا کوڑا یا جھاڑو وغیرہ' درختوں کے پتوں' کاغذ خواہ لکھا ہو یا سادہ' زمزم کا پانی' روئی اور تمام ایسی چیزیں جن سے انسان یا ان کے جانور نفع اٹھائیں۔ ان تمام چیزوں سے استنجا مکروہ ہے۔

جن چیزوں سے استنجا کرنا درست ہے

پانی' مٹی کا ڈھیلا' پتھر' بے قیمت کپڑا' ٹشو پیپر اور وہ تمام چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کریں بشرطیکہ مال اور قدر و قیمت والی نہ ہوں۔

باب:۹

نماز کی شرطوں کا بیان

نماز کے شروع کرنے سے پہلے کئی چیزیں ضروری ہیں۔ اگر وضو نہ ہو تو وضو کرے، نہانے کی ضرورت ہو تو غسل کرے۔ بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست لگی ہو تو اس کو پاک کرے۔ جس جگہ نماز پڑھتا ہے وہ جگہ بھی پاک ہونی چاہیے۔ مرد کم از کم ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ڈھانپے اور عورت فقط منہ اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں پیر کے سوا سر سے پیر تک سارا بدن خوب ڈھانک لے۔ قبلہ کی طرف منہ کرے۔ جس وقت نماز پڑھنا چاہتا ہے اس کی نیت یعنی دل سے ارادہ کرے، وقت آنے کے بعد نماز پڑھے۔ یہ سات چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں۔ اگر ان میں سے ایک چیز بھی چھوٹ جائے گی تو نماز نہ ہوگی۔ ان کی ضروری تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱ بدن اور کپڑوں کی طہارت

نمازی کے لیے اپنے بدن کو نجاست حکمی سے اور اپنے بدن اور کپڑوں کو نجاست حقیقیہ سے پاک کرنا ضروری ہے۔

نجاست غلیظہ اگر گاڑھی ہو تو خواہ بدن پر ہو یا کپڑوں پر ہو اگر ایک درہم وزن یعنی ساڑھے چار ماشہ سے زائد ہو تو نماز نہ ہوگی۔ اور اگر ساڑھے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو نماز تو ہو جائے گی لیکن بلا کسی مجبوری کے اس کو زائل نہ کرے اور اس کے سمیت نماز پڑھے تو برابری کی صورت میں مکروہ تحریمی ہے اور نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ جب کہ کمی کی صورت میں مکروہ تنزیہی ہے۔

اگر نجاست غلیظہ پتلی ہو اور ایک درہم کے پھیلاؤ یعنی پونے تین سم قطر دائرے کے پھیلاؤ سے زائد ہو تو نماز نہ ہوگی۔ اگر اس کے برابر یا اس سے کم ہو تو نماز تو ہو جائے گی لیکن بلا کسی مجبوری کے اس کو زائل نہ کرے اور اس کے سمیت نماز پڑھے تو برابری کی صورت میں مکروہ تحریمی ہے اور نماز کا لوٹانا واجب ہے جب کہ کمی کی صورت

میں مکروہ تحریمی ہے۔

اگر نجاست خفیفہ ہو تو جسم کے چوتھائی اور کپڑے کے حصہ کے چوتھائی سے کم پر لگی ہو تو نماز ہو جائے گی البتہ بلا کسی مجبوری کے اس کو دور کیے بغیر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اگر چوتھائی یا زائد پر لگی ہو تو اس کو دور کیے بغیر نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کپڑے یا بدن پر نجاست اتنی مقدار میں لگی ہو جو معاف ہے تو اگر وقت میں گنجائش ہو تو اس کو دھو کر نماز پڑھے لیکن اگر وقت تنگ ہو کہ نماز فوت ہو جانے کا ڈر ہو یا جماعت رہ جانے اور کہیں نہ ملنے کا ڈر ہو تو اسی طرح نماز پڑھ لے۔

مسئلہ: جس چیز کو نمازی اٹھائے ہوئے ہو اور وہ خود اپنی قوت سے رکی ہوئی نہ ہو اس چیز کا پاک ہونا بھی ضروری ہے۔ مثلاً نماز پڑھنے والا کسی بچے کو اٹھائے ہوئے ہو اور وہ بچہ خود اپنی طاقت سے رکا ہوا نہ ہو تب تو اس کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لیے شرط ہے۔ اور جب اس بچہ کا بدن اور کپڑا اس قدر نجس ہو جو مانع نماز ہے تو اس صورت میں اس شخص کی نماز درست نہ ہوگی۔ اور اگر بچہ خود اپنی طاقت سے رکا ہوا بیٹھا ہو تو کچھ حرج نہیں اس لیے کہ وہ اپنی قوت اور سہارے سے بیٹھا ہے۔ پس یہ نجاست اسی بچے کی طرف منسوب ہوگی اور نماز پڑھنے والے سے اس کا کچھ تعلق نہ سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: اگر نمازی کے جسم پر کوئی ایسی نجس چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں ہو اور خارج میں اس کا کچھ اثر موجود نہ ہو تو کچھ حرج نہیں جیسے گندا انڈا جس کی زردی خون ہو گئی ہو نماز پڑھنے والے کے پاس ہو تو کچھ حرج نہیں اس لیے کہ اس کا خون اسی جگہ ہے جہاں پیدا ہوا ہے۔ خارج میں اس کا کوئی اثر نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جب انڈا باہر سے پاک ہو۔

مسئلہ: اور اگر کوئی ایسی نجس چیز ہو جو اپنی جائے پیدائش میں نہ ہو مثلاً کسی بوتل میں خون یا پیشاب ہو اور نمازی اس کو جیب میں رکھے ہوئے ہو یا معاف مقدار سے زائد خون رومال میں لگا ہو اور وہ رومال جیب میں ہو تو نماز درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: نمازی کے اوپر جو چادر ہو اس کا ایک کونہ نجس ہو لیکن وہ چادر اس قدر بڑی

ہے کہ نجس کونہ زمین پر پڑا ہے اور نمازی کے اٹھنے بیٹھنے سے حرکت نہیں کرتا تو کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: مسافرت میں کسی کے پاس تھوڑا سا پانی ہے اگر نجاست دھوتا ہے تو وضو کے لیے نہیں بچتا اور اگر وضو کرے تو نجاست پاک کرنے کے لیے پانی نہ بچے گا تو اس پانی سے نجاست دھوڈالے پھر وضو کی جگہ تیمّم کرلے۔

۲ نماز کی جگہ کا پاک ہونا

مسئلہ: نماز پڑھنے کی جگہ نجاست حقیقی سے پاک ہونی چاہیے۔ ہاں اگر نجاست بقدر معافی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ نماز پڑھنے کی جگہ سے وہ مقام مراد ہے جہاں نماز پڑھنے والے کے پیر رہتے ہیں اور اسی طرح سجدہ کرنے کی حالت میں جہاں اس کے گھٹنے اور ہاتھ اور پیشانی اور ناک رہتی ہے کیونکہ عضو کا نجاست کے ساتھ اتصال ایسا ہے جیسے عضو کو نجاست لگی ہو۔ لہٰذا اگر ایک پیر کے نیچے ایک درہم کے بقدر گاڑھی یا پتلی نجاست ہو یا دو پیروں کے نیچے تھوڑی ہو اور مجموعہ درہم کے برابر ہو تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر صرف ایک پیر کی جگہ پاک ہو اور دوسرے پیر کو اٹھائے رہے تب بھی کافی ہے کیونکہ قیام میں صرف ایک پیر کو زمین پر رکھنا فرض ہے۔

مسئلہ: اگر بیٹھنے کی جگہ پاک ہو تو بیٹھے ورنہ کھڑے رہ کر التحیات پڑھے اور سلام پھیرے۔

مسئلہ: اگر کسی کپڑے پر نماز پڑھی جائے تب بھی اس کا اسی قدر پاک ہونا ضروری ہے۔ پورے کپڑے کا پاک ہونا ضروری نہیں خواہ وہ کپڑا چھوٹا ہو یا بڑا۔

مسئلہ: اگر کسی نجس مقام پر کوئی پاک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جائے تو اس میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ کپڑا اس قدر باریک نہ ہو کہ اس کے نیچے کی چیز صاف طور پر اس میں سے نظر آئے۔

مسئلہ: اگر پاک جگہ میں نماز پڑھی اور اس جگہ سجدہ کیا لیکن سجدہ میں اس کا کپڑا

(دامن وغیرہ) ایسی جگہ پر پڑتا ہے جو نجس ہے اور خشک ہے تو اس کی نماز جائز ہو گی کیونکہ جس جگہ کا پاک ہونا شرط ہے یہ جگہ اس سے زائد ہے۔

مسئلہ: اگر جانماز کا کپڑا دوہرا ہو اور اس کی اوپر کی تہہ پاک ہو اور نچلی تہہ ناپاک ہو اور وہ دونوں آپس میں سلی ہوئی نہ ہوں اور اوپر کی تہہ اتنی موٹی ہو کہ نیچے کی نجاست کا رنگ یا بو محسوس نہ ہوتی ہو تو اوپر کی تہہ پر نماز جائز ہے۔

اور اگر وہ دونوں تہیں آپس میں سلی ہوئی ہوں تو اوپر کی تہہ پر نماز جائز نہیں

مسئلہ: اگر ایک ہی کپڑے کی دوہری تہہ کر لے اور اوپر کی تہہ پاک ہو اور نیچے کی تہہ ناپاک ہو تو اس پر نماز جائز ہے۔

مسئلہ: اگر لکڑی کا تختہ ایک طرف سے نجس ہے اور دوسری طرف سے پاک ہے تو اگر اتنا موٹا ہو کہ بیچ سے چر سکتا ہو تو اس کو پلٹ کر دوسری طرف نماز پڑھنا درست ہے اور اگر اتنا موٹا نہ ہو تو درست نہیں۔

مسئلہ: اگر نجاست پر کھڑا ہو اور پاؤں میں جوتیاں یا موزے پہنے ہوئے ہو تو نماز جائز نہ ہو گی کیونکہ وہ نمازی کے بدن کے تابع ہیں اس لیے حائل شمار نہ ہوں گے۔ اور اگر جوتیاں نکال کر ان پر کھڑا ہو جائے اور جوتیوں کی اوپر کی جانب جہاں پاؤں رکھتا ہے پاک ہو تو نماز جائز ہے خواہ جوتے کا تلا پاک ہو یا ناپاک ہو۔

جن جگہوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے

① راستہ میں

② بیت الخلا میں اور اس کی چھت پر

③ غسل خانہ میں اور اس کی چھت پر

④ ٹھنڈے علاقوں میں پائے جانے والے حمام میں اور اس کی چھت پر

⑤ قبرستان میں۔ لیکن اگر قبرستان میں علیحدہ نماز کے لیے کوئی جگہ بنائی گئی ہو کہ وہاں کچھ نجاست نہ ہو اور سامنے کی طرف دیوار بھی کھڑی ہو جو قبروں سے اوٹ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

۶ کوڑا ڈالنے کی جگہ میں
۷ چھینی ہوئی زمین میں
۸ جانوروں کے ذبح ہونے کی جگہ میں
۹ اونٹوں کے باڑے میں
۱۰ خانہ کعبہ کی چھت پر کیونکہ اس کی چھت پر چڑھنا اس کی تعظیم و ادب کے خلاف ہے۔

۴ ستر چھپانا

نماز میں مرد کے لیے ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک ستر ہے۔ ناف ستر میں داخل نہیں جب کہ گھٹنے ستر میں داخل ہیں۔ اتنا بدن نماز میں ڈھکنا فرض ہے۔ اس کے سوا اور بدن کھلا ہو تو نماز ہو جائے گی لیکن بلا ضرورت بس اتنے ہی پر اکتفا کرنا مکروہ ہے۔ عورت کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں کے سوا باقی تمام بدن ستر ہے۔

مسئلہ: نماز میں اپنا ستر دوسرے لوگوں سے چھپانا بالاتفاق فرض ہے اور اپنے آپ سے چھپانا فرض نہیں۔ لہٰذا اگر لمبا کرتہ پہن کر بغیر شلوار کے نماز پڑھے اور کرتہ ایسا ہو کہ اگر اس کے گریبان میں جھانکے تو اپنا ستر نظر آئے تو نماز فاسد نہ ہوگی (لیکن قصداً اس میں سے اپنے ستر کی طرف نظر کرنا مکروہ تحریمی ہے)

مسئلہ: ایسا باریک لباس پہننا جس میں سے کھال کی رنگت نظر آتی ہو حرام ہے اور اس سے نماز بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح عورت اگر باریک چادر یا دوپٹہ اوڑھ کر نماز پڑھے جس میں سے بالوں کی سیاہی چمکتی ہو تو اس سے نماز درست نہیں ہوتی۔

مسئلہ: موٹا کپڑا جس سے بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو مگر بدن سے ایسا چپکا ہوا ہو کہ دیکھنے سے اعضائے بدن کی ہیئت معلوم ہوتی ہو ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ ہوگی۔

مسئلہ: نماز میں تھوڑا سا ستر کھل جانا معاف ہے اس لیے کہ اس میں حرج نہیں ہے اور بہت کھل جانا حرج میں شمار نہیں ہوتا اس لیے معاف نہیں اور اس سے نماز فاسد

ہو جائے گی۔

مسئلہ: چوتھائی اور اس سے زیادہ بہت میں داخل ہے اور چوتھائی سے کم تھوڑے میں ہے۔ چوتھائی یا زیادہ ستر کا کھلنا نماز کو اس وقت فاسد کرتا ہے جب کہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہا۔

تنبیہ: چوتھائی سے اعضائے ستر میں سے ہر عضو کی اپنی چوتھائی مراد ہے اور یہ اس وقت ہے جب صرف ایک عضو کا حصہ کھلا ہو۔ اگر ایک عضو میں سے کئی جگہ تھوڑا تھوڑا کھلا ہو تو اس کو جمع کریں گے اور چوتھائی کا اعتبار کریں گے۔ اور اگر دو یا زیادہ اعضاء میں سے کھلا ہو تو کھلے حصہ کو جمع کر کے ان میں سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی کا اعتبار کریں گے۔

مسئلہ: جن اعضاء کا ڈھانپنا فرض ہے ان میں سے کوئی عضو نماز کے اندر چوتھائی کھل گیا اور اس نے فوراً یعنی رکن کی مقدار سے پہلے پہلے ڈھانپ لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر ایک رکن کی مقدار کھلا رہا تو نماز فاسد ہوگئی۔ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ بلا ارادہ کھل گیا ہو۔ اور اگر اپنے ارادہ یا اپنے فعل سے کھولا تو اگرچہ فوراً ڈھانپ لیا تب بھی نماز جاتی رہی کیونکہ قصداً کھولنے میں رکن کی مقدار کی رعایت نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر نماز شروع کرتے وقت ستر کے عضو کی چوتھائی کھلی ہے یعنی اس حالت میں تکبیر تحریمہ کہی تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی اگرچہ رکن کی مقدار سے کم وقت گزرے۔ چوتھائی سے کم کھلا ہوا ہو تو خواہ کتنی دیر گزر جائے نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی کے پاس بالکل کپڑا نہ ہو تو ننگا نماز پڑھے لیکن ایسی جگہ پڑھے کہ کوئی دیکھ نہ سکے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر پڑھے اور رکوع اور سجدہ کو اشارہ سے کرے۔

مسئلہ: اگر کپڑے کے استعمال سے معذوری آدمیوں کے فعل کی وجہ سے ہو تو جب معذوری جاتی رہے نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا مثلاً کوئی شخص جیل میں ہو اور جیل کے ملازموں نے اس کے کپڑے اتار لیے ہوں یا کسی دشمن نے اس کے کپڑے اتار لیے

ہوں اور اگر آدمیوں کی طرف سے نہ ہو تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔ مثلاً کسی کے پاس کپڑے ہی نہ ہوں۔

مسئلہ: اگر کسی کے پاس ایک کپڑا ہو کہ چاہے اس سے اپنے جسم کو چھپالے چاہے اس کو بچھا کر نماز پڑھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے جسم کو چھپالے اور نماز اسی نجس مقام پر پڑھ لے اگر پاک جگہ میسر نہ ہو۔

مسئلہ: جولڑکی ابھی جوان نہیں ہوئی اگر اس کی اوڑھنی سرک گئی اور اس کا سر کھل گیا تو اس کی نماز ہوگئی۔

❹ نیت کا ہونا

مسئلہ: زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ دل میں جب اتنا سوچ لے کہ میں آج کی ظہر کے فرض پڑھتا ہوں اور اگر سنت پڑھتا ہو تو یہ سوچ لے کہ ظہر کی سنت پڑھتا ہوں۔ بس اتنا خیال کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے تو نماز ہو جائے گی۔ جو لمبی چوڑی نیت لوگوں میں مشہور ہے اس کا کہنا کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا برا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے تکبیر تحریمہ کہنے میں دیر کرتے ہیں جب کہ امام تلاوت شروع کر دیتا ہے۔

مسئلہ: اگر زبان سے نیت کہنا چاہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہے' نیت کرتا ہوں آج کے ظہر کے فرض کی اللہ اکبر یا نیت کرتا ہوں ظہر کی سنتوں کی اللہ اکبر۔

مسئلہ: اگر دل میں تو یہی خیال کرتا ہے کہ میں ظہر کی نماز پڑھتا ہوں لیکن ظہر کی جگہ زبان سے عصر کا وقت نکل گیا تو بھی نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر بھولے سے چار رکعت کی جگہ چھ رکعت یا تین زبان سے نکل جائے تو بھی نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: بعض علماء کے نزدیک فرض اور واجب کے سوا سنت اور نفل اور تراویح کی نماز میں فقط اتنی نیت کر لینا کہ میں نماز پڑھتا ہوں' سنت ہونے اور نفل ہونے کی کچھ

نیت نہیں کی تو بھی درست ہے مگر راجح یہ ہے کہ ہر ایک کو خاص کر کے نیت کرے۔

مسئلہ : اگر کئی نمازیں قضا ہوگئیں اور قضا پڑھنے کا ارادہ کیا تو وقت مقرر کر کے نیت کرے یعنی نیت کرے کہ میں فجر کے فرض کی قضا پڑھتا ہوں۔ اگر ظہر کی قضا پڑھنا ہو تو یوں نیت کرے کہ ظہر کے فرض کی قضا پڑھتا ہوں اسی طرح جس وقت کی قضا پڑھنی ہو خاص اسی کی نیت کرنا چاہیے۔ اگر فقط اتنی نیت کر لی کہ میں قضا نماز پڑھتا ہوں اور خاص اس وقت کی نیت نہیں کی تو قضا صحیح نہ ہوگی پھر سے پڑھنا پڑے گی۔

مسئلہ : اگر کئی دن کی نمازیں قضا ہوگئیں تو دن تاریخ بھی مقرر کر کے نیت کرنا چاہیے جیسے کسی کی اتوار، پیر، منگل اور بدھ چار دن کی نمازیں جاتی رہیں تو اب فقط اتنی نیت کرنا کہ میں فجر کی نماز پڑھتا ہوں درست نہیں ہے بلکہ یوں نیت کرے کہ اتوار کی فجر کی قضا پڑھتا ہوں پھر ظہر پڑھتے وقت کہے کہ اتوار کی ظہر کی قضا پڑھتا ہوں۔ اسی طرح کہتا جائے۔ اگر کئی مہینے یا کئی سال کی نمازیں قضا ہوں تو مہینے اور سال کا بھی نام لے اور کہے کہ فلاں سال کے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کی فجر کی قضا پڑھتا ہوں۔ بغیر اس طرح نیت کیے قضا صحیح نہیں ہوتی۔

اصلی مسئلہ تو یہی ہے لیکن اگر کسی نے دن اور تاریخ کی تعیین کے بغیر قضا نمازیں پڑھ لیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اعادہ آسان ہو تو دوہرا لے اور اگر دشوار ہے تو وہی نمازیں کافی ہوں گی۔

مسئلہ : اگر کسی کو دن، تاریخ، مہینہ، سال کچھ یاد نہ ہوں تو یوں نیت کرے کہ فجر کی نمازیں جتنی میرے ذمہ قضا ہیں ان میں سے جو سب سے اول ہے اس کی قضا پڑھتا ہوں یا ظہر کی جتنی نمازیں میرے ذمہ قضا ہیں ان میں سے جو سب سے اول ہے اس کی قضا پڑھتا ہوں۔ اسی طرح نیت کر کے برابر قضا پڑھتا رہے جب دل گواہی دے دے کہ اب سب نمازیں جتنی جاتی رہی تھیں سب کی قضا پڑھ چکا ہوں تو قضا پڑھنا چھوڑ دے۔

مسئلہ : مقتدی کو اپنے امام کی اقتداء کی نیت کرنا بھی شرط ہے۔

مسئلہ : امام کو صرف اپنی نماز کی نیت کرنا شرط ہے۔ امامت کی نیت کرنا شرط

نہیں۔ البتہ اگر کوئی عورت اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہے اور مردوں کے برابر کھڑی ہو اور نماز جنازہ اور جمعہ اور عیدین کی نہ ہو تو اس کی اقتداء صحیح ہونے کے لیے اس کی امامت کی نیت کرنا شرط ہے۔ اور اگر مردوں کے برابر نہ کھڑی ہو یا نماز جنازہ یا جمعہ یا عیدین کی ہو تو پھر شرط نہیں۔

مسئلہ: مقتدی کو امام کی تعیین کرنا شرط نہیں کہ وہ زید ہے یا عمرو بلکہ صرف اسی قدر نیت کافی ہے کہ میں اس امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ ہاں اگر نام لے کر تعیین کرلے گا پھر اس کے خلاف ظاہر ہوگا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ مثلاً کسی شخص نے یہ نیت کی کہ میں زید کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں حالانکہ جس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے وہ خالد ہے تو اس (مقتدی) کی نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: جنازے کی نماز میں یہ نیت کرنا چاہیے کہ میں یہ نماز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس میت کی دعا کے لیے پڑھتا ہوں۔ اور اگر مقتدی کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ میت مرد ہے یا عورت تو اس کو یہ نیت کرلینا کافی ہے کہ میرا امام جس کی نماز پڑھتا ہے میں بھی اس کی نماز پڑھتا ہوں۔

۵ استقبال قبلہ

قبلہ کی طرف منہ کرنے کو استقبال قبلہ کہتے ہیں۔ نماز کی صحت کے لیے شرط ہے کہ نماز پڑھنے والے کا منہ قبلہ کی طرف ہو جب کہ وہ اس پر قادر ہو۔

استقبال قبلہ کی ضروری حد کیا ہے

جو شخص بیت اللہ شریف کے سامنے ہو اس کے لیے عین کعبہ کا استقبال فرض ہے۔ اور جو اس سے غائب ہو اس کے ذمہ جہت کعبہ کا استقبال ہے عین کعبہ کا نہیں۔

جہت قبلہ کے استقبال کا مطلب یہ ہے کہ ایک خط مستقیم ہو جو کعبہ پر گزرتا ہوا جنوب وشمال کی سمت میں ہو اور نمازی کے وسط پیشانی سے ایک خط مستقیم نکل کر اس پہلے خط سے اس طرح تقاطع کرے (یعنی دونوں ایک دوسرے کو کاٹیں) کہ اس سے تقاطع کے موقع پر دو زاویہ قائمہ بن جائیں۔ وہ قبلہ مستقیم ہے۔ اور اگر نمازی اتنا منحرف

ہو کہ اس کی وسط پیشانی سے نکلنے والا خط تقاطع کر کے زاویہ قائمہ پیدا نہ کرے بلکہ حادہ (Acute) یا منفرجہ (Obtuse) پیدا کرے لیکن وسط پیشانی کو چھوڑ کر پیشانی کے اطراف میں کسی طرف سے نکلنے والا خط زاویہ قائمہ پیدا کر دے تو وہ انحراف قلیل ہے اس سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اور اگر پیشانی کی کسی طرف سے بھی ایسا خط نہ نکل سکے جو خط مذکورہ پر زاویہ قائمہ پیدا کر دے تو وہ انحراف کثیر ہے اس سے نماز نہ ہوگی۔ اور علمائے ہیئت و ریاضی نے قلیل و کثیر انحراف کی تعیین اس طرح کی ہے کہ پینتالیس درجہ تک انحراف ہو تو قلیل ہے اس سے زائد ہو تو کثیر اور مفسد نماز ہے۔

اس کی آسان تعبیر یہ ہے کہ انسان کے چہرہ کا کوئی ذرا سا ادنیٰ حصہ خواہ وسط چہرہ ہو یا دائیں بائیں جانب کا' بیت اللہ کے کسی ذرا سے حصے کے ساتھ مقابل ہو جائے اور فن ریاضی کی اصطلاحی عبارت میں یہ ہے کہ عین کعبہ سے پینتالیس درجہ تک بھی انحراف ہو جائے تو استقبال فوت نہیں ہوتا اور نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ اس سے زائد انحراف ہو تو استقبال فوت ہو جاتا ہے اور نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

مکہ مکرمہ سے دور شہروں میں سمت قبلہ اور جہت استقبال معلوم کرنے کا شرعی طریقہ

نماز اور نماز میں استقبال قبلہ ان دونوں کا حکم جس طرح شہر والوں اور تعلیم یافتہ طبقہ پر ہے اسی طرح دیہاتیوں اور پہاڑ کے دروں اور جزائر کے رہنے والے ناخواندہ و ناواقف لوگوں پر بھی عائد ہے اور جو حکم اس درجہ عام ہو وہ تدقیقات اور قواعد ریاضیہ یا آلات رصدیہ پر موقوف نہیں ہو سکتا۔

لہٰذا بلاد بعیدہ میں سمت قبلہ معلوم کرنے کا صحیح طریقہ جو سلف سے چلا آتا ہے یہ ہے کہ جن بلاد میں مساجد قدیمہ موجود ہوں ان کا اتباع کیا جائے کیونکہ اکثر بلاد میں تو خود حضرات صحابہ و تابعین نے مساجد کی بنیادیں ڈالی ہیں اور سمت قبلہ متعین فرمائی ہے اور انہی کو دیکھ کر دوسری بستیوں میں مسلمانوں نے اپنی اپنی مساجد بنائی ہیں۔ اسی لیے یہ سب مساجد سمت قبلہ معلوم کرنے کے لیے کافی ہیں۔

اور جن جنگلات یا نو آبادیات وغیرہ میں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں وہاں شرعی طریقہ جو صحابہ اور تابعین کے عمل سے ثابت ہے یہ ہے کہ سورج چاند اور قطب ستارہ وغیرہ کے مشہور و معروف ذرائع سے اندازہ قائم کر کے سمت قبلہ متعین کرلیا جائے۔ اگر اس میں معمولی میلان و انحراف بھی رہے تو اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اور ایسی جگہوں میں آلات رصدیہ اور حسابات ریاضیہ سے کام لینا بھی جائز ہے بلکہ جس شخص کو یہ فن آتا ہو اس کے لیے ایسی جگہوں میں جہاں مساجد قدیمہ موجود نہ ہوں ضروری ہے کہ بجائے دوسری علامات و نشانات کے ان آلات و حسابات سے کام لے کیونکہ ان سے ظن غالب حاصل ہوتا ہے اور محض تخمینہ کے مقابلہ میں زیادہ مفید ظن غالب ہوتا ہے۔

تنبیہ: جہاں مساجد قدیمہ نہ ہوں اور وہاں آلات و حسابات سے کام لیا جائے تو صرف سمت کعبہ کو معلوم کیا جائے گا عین کعبہ کی سیدھ معلوم کر کے مسجد کی محراب اس سیدھ میں بنانے کے تکلف سے احتراز کرنا ہوگا۔

مسئلہ: اصل اعتبار خانہ کعبہ کی فضا کا ہے، عمارت کا نہیں اس لیے اگر خانہ کعبہ کی عمارت کسی وجہ سے موجود نہ رہے تب بھی اس جگہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے نماز درست ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسی جگہ ہے کہ قبلہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس طرف ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے جس طرف دل گواہی دے اس طرف پڑھ لے۔ اگر بے سوچے پڑھ لے گا تو نماز نہ ہوگی۔ لیکن بے سوچے پڑھنے کی صورت میں اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ ٹھیک قبلہ کی طرف پڑھی ہے تو بھی نماز ہو جائے گی۔ اور اگر وہاں آدمی موجود ہے لیکن اس سے پوچھا نہیں خود ہی سوچ کر ایک طرف کو پڑھ لی یا عورت نے پردہ اور شرم کی وجہ سے پوچھا نہیں اسی طرح نماز پڑھ لی تب بھی نماز نہیں ہوئی۔ البتہ اگر بعد میں معلوم ہو جائے کہ قبلہ کی طرف ہی پڑھی تھی تو نماز ہوگئی لیکن ایسے وقت میں عورت کو ایسی شرم نہ کرنی چاہیے۔

مسئلہ: اگر کوئی بتلانے والا نہ ملا اور دل کی گواہی پر نماز پڑھ لی پھر معلوم ہوا کہ جس طرف نماز پڑھی ہے اس طرف قبلہ نہیں ہے تو بھی نماز ہوگئی۔

مسئلہ : اگر بے رخ نماز پڑھتا تھا پھر نماز ہی میں معلوم ہو گیا کہ قبلہ اس طرف نہیں ہے بلکہ فلانی طرف ہے تو نماز ہی میں قبلہ کی طرف گھوم جائے۔ اب معلوم ہو جانے کے بعد اگر قبلہ کی طرف نہ پھرے گا تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر کوئی کعبہ شریف کے اندر نماز پڑھے تو یہ بھی جائز ہے اور اس کے اندر نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے جس طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھے۔

مسئلہ : کعبہ شریف کے اندر فرض نماز بھی درست ہے اور نفل بھی درست ہے۔

مسئلہ : اگر قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو امام و مقتدی سب کو اپنے غالب گمان پر عمل کرنا چاہیے۔ لیکن اگر کسی مقتدی کا گمان غالب امام کے خلاف ہوگا تو اس کی نماز اس امام کے پیچھے نہ ہوگی۔ اس لیے کہ وہ امام اس کے نزدیک غلطی پر ہے اور کسی کو غلطی پر سمجھ کر اس کی اقتداء جائز نہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں اس مقتدی کو تنہا نماز پڑھنا چاہیے جس طرف اس کا غالب گمان ہو۔

مسئلہ : قبلہ کی طرف منہ کرنے سے مراد قبلہ کی طرف سینہ کرنا ہے۔ منہ کرنا شرط نہیں ہے البتہ سنت ہے۔ لہٰذا اگر نمازی نے بلا عذر قصداً قبلہ سے سینہ پھیر دیا اگر چہ پھر فوراً ہی قبلہ رخ ہو گیا ہو تو اس کی نماز فاسد ہو گئی۔ اور اگر بلا قصد پھر گیا مثلاً نماز پڑھنے کے دوران میں ریل گاڑی پھر گئی یا جس جانور پر سوار تھا وہ پھر گیا اور ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار وقفہ نہ ہوا تو نماز درست ہو گئی اور اگر اس قدر وقفہ ہو گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔ اور اگر منہ خواہ تھوڑا ہو یا سارا' قبلہ سے پھرا اور سینہ نہیں پھرا تو نماز فاسد نہیں ہوئی مگر بلا عذر ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی مریض کسی مرض کے سبب سے قبلہ کی طرف منہ نہیں کر سکتا اور اس کے پاس کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو اس کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دے یا پھیرنے والا تو موجود ہے لیکن منہ پھیرنا بیمار کو نقصان دے گا تو وہ جس طرف کو چاہے رخ کر لے۔

❻ نماز کے وقتوں کا بیان

مسئلہ : پچھلی رات کو صبح ہوتے وقت مشرق کی طرف یعنی جدھر سے سورج نکلتا

ہے آسمان کی لمبائی پر شرقاً غرباً سفیدی دکھائی دیتی ہے اس کو فجر کاذب کہتے ہیں یہ کچھ ہی دیر میں ختم ہو جاتی ہے۔ پھر تھوڑی دیر میں آسمان کے کنارے پر یعنی افق پر چوڑائی میں سفیدی معلوم ہوتی ہے اور آناً فاناً بڑھتی جاتی ہے اور تھوڑی دیر میں بالکل اجالا ہو جاتا ہے تو جب سے یہ چوڑی سفیدی دکھائی دے جس کو فجر صادق کہتے ہیں تب سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور آفتاب نکلنے تک باقی رہتا ہے۔ جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ نکل آتا ہے تو فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: دوپہر ڈھل جانے سے ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے سورج نکل کر جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے ہر چیز کا سایہ گھٹتا جاتا ہے۔ پس جب گھٹنا موقوف ہو جائے اس وقت ٹھیک دوپہر کا وقت ہے پھر جب سایہ بڑھنا شروع ہو جائے تو سمجھو کہ دن ڈھل گیا۔ بس اسی وقت سے ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے اور جتنا سایہ ٹھیک دوپہر کو ہوتا ہے اس کو چھوڑ کر جب تک ہر چیز کا سایہ دوگنا نہ ہو جائے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے مثلاً ایک ہاتھ لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر کو چار انگل تھا تو جب تک دو ہاتھ چار انگل نہ ہو تب تک ظہر کا وقت ہے اور جب دو ہاتھ اور چار انگل ہو گیا تو عصر کا وقت آ گیا اور عصر کا وقت سورج ڈوبنے تک باقی رہتا ہے لیکن جب سورج کا رنگ بدل جائے اور دھوپ زرد پڑ جائے اس وقت عصر کی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر کسی وجہ سے اتنی دیر ہو گئی تو خیر پڑھ لے قضا نہ کرے لیکن پھر کبھی اتنی دیر نہ کرے اور عصر کے سوا اور کوئی نماز ایسے وقت درست نہیں ہے نہ قضا نہ نفل، کچھ نہ پڑھے۔

مسئلہ: جب سورج ڈوب گیا تو مغرب کا وقت آ گیا۔ پھر جب تک مغرب کی طرف آسمان کے کنارے پر سرخی (یعنی شفق احمر) باقی رہے تب تک مغرب کا وقت رہتا ہے لیکن مغرب کی نماز میں دیر نہ کرے کہ تارے خوب چمک جائیں۔ اتنی دیر کرنا مکروہ ہے پھر جب وہ سرخی جاتی رہے تو عشاء کا وقت شروع ہو گیا۔ ایسا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے جب کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس سرخی کے بعد شمالاً جنوباً جو سفیدی (یعنی شفق ابیض) مغربی افق پر ظاہر ہوتی ہے جب وہ چھپ جائے اس وقت نماز مغرب کا وقت ختم ہوتا ہے اور عشاء کا شروع ہوتا ہے۔ احتیاط اس میں

ہے کہ مغرب کی نماز سرخی ختم ہونے سے پہلے پڑھ لیں اور عشاء کی نماز سفیدی چھپنے کے بعد پڑھیں۔ پھر عشاء کا وقت صبح ہونے تک باقی رہتا ہے۔

نمازوں کے مستحب اوقات

مسئلہ: گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز میں جلدی نہ کرے۔ گرمی کی تیزی کا وقت جاتا رہے تب پڑھنا مستحب ہے اور جاڑوں میں اول وقت نماز پڑھ لینا مستحب ہے۔

مسئلہ: اور عصر کی نماز ذرا اتنی دیر کر کے پڑھنا بہتر ہے کہ وقت شروع ہونے کے بعد اگر کچھ نفلیں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے' کیونکہ عصر کے بعد تو نفلیں پڑھنا درست نہیں چاہے گرمی کا موسم ہو یا جاڑے کا۔ دونوں کا ایک ہی حکم ہے اگر کسی نے نفل نہ بھی پڑھنے ہوں اس کے لیے بھی اتنی تاخیر کرنا مستحب ہے۔ لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ سورج میں زردی آ جائے اور دھوپ کا رنگ بدل جائے۔

مسئلہ: اگر مجبوری ہو تو عصر کی نماز ایک مثل سایہ کے بعد بھی پڑھ سکتا ہے۔ مجبوری کے چند مواقع یہ ہیں:

① مسجد حرام اور مسجد نبوی میں چونکہ ایک مثل کے بعد عصر کی نماز ہوتی ہے۔ وہاں کی باجماعت نماز کی فضیلت حاصل کرنے کے لیے۔

② کوئی شخص تبلیغ کے لیے ایسے ملک میں گیا ہو جہاں مثل اول کے بعد عصر کی جماعت ہوتی ہو اور اس شخص نے مسجد میں ٹھہرنا ہو۔

③ سفر کرنا ہو اور دو مثل کے بعد نماز کا موقع نہ ملنے کا اندیشہ ہو۔

مسئلہ: مغرب کی نماز میں جلدی کرنا اور سورج ڈوبتے ہی پڑھ لینا مستحب ہے۔

مسئلہ: عشاء کی نماز میں ایک تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور اس کے بعد آدھی رات تک تاخیر مباح ہے اور آدھی رات کے بعد تک تاخیر مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: جو کوئی تہجد کی نماز پچھلی رات کو اٹھ کر پڑھا کرتا ہو تو اگر پکا بھروسہ ہو کہ آنکھ ضرور کھلے گی تو اس کو وتر کی نماز تہجد کے بعد پڑھنا بہتر ہے لیکن اگر آنکھ کھلنے کا اعتبار نہ ہو اور سو جانے کا ڈر ہو تو عشاء کے بعد سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لینا چاہیے۔

مسئلہ: مردوں کے لیے مستحب ہے کہ فجر کی نماز ایسے وقت شروع کریں کہ روشنی خوب پھیل جائے اور اس قدر وقت باقی ہو کہ اگر نماز پڑھی جائے اور اس میں چالیس پچاس آیتوں کی تلاوت اچھی طرح کی جائے اور بعد نماز کے اگر کسی وجہ سے نماز کا اعادہ کرنا چاہیں تو اسی طرح چالیس پچاس آیتیں اس میں پڑھ سکیں۔ اور عورتوں کو ہمیشہ اور مردوں کو حالت حج میں مزدلفہ میں فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔

مسئلہ: اگر گھڑی نہ ہو تو ابر کے دن فجر' ظہر اور مغرب کی نماز ذرا دیر کر کے پڑھنا بہتر ہے اور عصر اور عشاء کی نماز میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: جمعہ کی نماز کا وقت وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے لیکن جمعہ کی نماز ہمیشہ اول وقت پڑھنا سنت ہے جمہور کا یہی قول ہے۔ عیدین کی نماز کا وقت آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور دوپہر سے پہلے تک رہتا ہے۔ آفتاب کے اچھی طرح نکل آنے سے یہ مقصود ہے کہ آفتاب کی زردی جاتی رہے اور روشنی ایسی تیز ہو جائے کہ نظر نہ ٹھہرے اور آفتاب بقدر ایک نیزے کے بلند ہو جائے عیدین کی نماز کا جلد پڑھنا مستحب ہے مگر عید الفطر کی نماز اول وقت سے کچھ دیر میں پڑھنی چاہیے۔

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا منع ہے

مسئلہ: سورج نکلتے وقت اور ٹھیک دوپہر کو اور سورج ڈوبتے وقت کوئی نماز صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر عصر کی نماز ابھی نہ پڑھی ہو تو وہ سورج ڈوبتے وقت بھی پڑھ لے اور ان تینوں وقت میں سجدہ تلاوت بھی مکروہ اور منع ہے۔

مسئلہ: ٹھیک دوپہر سے ضحوۂ کبریٰ سے زوال تک کا وقت مراد ہے یعنی زوال سے متصل قبل پون گھنٹہ یہی قول زیادہ معتبر معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ: فجر کی نماز پڑھ لینے کے بعد جب تک سورج نکل کر اونچا نہ ہو جائے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ سورج نکلنے سے پہلے قضا نماز پڑھنا درست ہے اور سجدہ تلاوت بھی درست ہے اور جب سورج نکل آیا تو جب تک ذرا روشنی نہ آ جائے جس

میں تقریباً بیس منٹ لگتے ہیں قضا نماز پڑھنا بھی درست نہیں۔ ایسے ہی عصر کی نماز پڑھ لینے کے بعد نفل نماز پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ قضا نماز اور سجدہ تلاوت درست ہے لیکن جب دھوپ پھیکی پڑ جائے تو یہ بھی درست نہیں۔

مسئلہ: فجر کے وقت سورج نکل آنے کے ڈر سے جلدی کے مارے فقط فرض پڑھ لیے تو اب جب تک سورج اونچا اور روشن نہ ہو جائے تب تک سنت نہ پڑھے۔

مسئلہ: جب صبح ہو جائے اور فجر کا وقت آ جائے تو دو رکعت سنت اور دو رکعت فرض کے سوا اور کوئی نفل نماز پڑھنا درست نہیں۔ یعنی مکروہ ہے البتہ قضا نمازیں اور سجدہ کی آیت پڑھنے پر سجدہ کرنا درست ہے۔

مسئلہ: اگر فجر کی نماز پڑھنے میں سورج نکل آیا تو نماز نہیں ہوئی، سورج میں روشنی آ جانے کے بعد قضا پڑھے اور اگر عصر کی نماز پڑھنے میں سورج ڈوب گیا تو نماز ہو گئی قضا نہ پڑھے۔

مسئلہ: عشاء کی نماز پڑھنے سے پہلے سونا مکروہ ہے نماز پڑھ کے سونا چاہیے لیکن کوئی مرض سے یا سفر سے بہت تھکا ماندہ ہو اور کسی سے کہہ دے کہ مجھ کو نماز کے وقت جگا دینا اور دوسرا وعدہ کر لے تو سو رہنا درست ہے۔

مسئلہ: جب امام خطبہ کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو اور خطبہ جمعہ کا ہو یا عیدین کا یا حج وغیرہ کا تو ان وقتوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: جب فرض نماز کی تکبیریں کہی جاتی ہوں اس وقت بھی نماز مکروہ ہے ہاں اگر فجر کی سنت نہ پڑھی ہو اور کسی طرح یہ یقین یا ظن غالب ہو جائے کہ ایک رکعت جماعت سے مل جائے گی۔ یا بقول علماء تشہد ہی مل جانے کی امید ہو تو فجر کی سنتوں کا پڑھ لینا مکروہ نہیں یا جو سنت موکدہ شروع کر لی ہو اس کو پورا کر لے۔

مسئلہ: نماز عیدین سے قبل خواہ گھر میں ہو خواہ عید گاہ میں، نماز نفل مکروہ ہے اور نماز عیدین کے بعد فقط عید گاہ میں مکروہ ہے۔

متفرقات

مسئلہ: جن علاقوں میں رات بہت چھوٹی ہوتی ہو کہ غروب آفتاب کے کچھ ہی دیر بعد فجر طلوع ہو جاتی ہے۔ وہاں اگر شفق ابیض غروب نہ ہوتی ہو لیکن شفق احمر کا غروب پایا جاتا ہو تو اس وقت عشاء کی نماز پڑھی جائے۔ اور جن ایام میں شفق احمر بھی غروب نہ ہو تو اس علاقہ میں جن ایام میں شفق احمر غروب ہوتی تھی ان میں سے سب سے آخری دن میں غروب آفتاب کے جتنی دیر بعد عشاء کا وقت شروع ہوا تھا اب بھی اتنی ہی دیر کے بعد عشاء کے وقت کی ابتداء فرض کی جائے گی۔

مسئلہ: جن مقامات میں چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہوتی ہو وہاں نمازوں کے اوقات کا اندازہ ایسے قریب ترین علاقہ کے اوقات سے کیا جائے گا جہاں چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازوں کے حقیقی اوقات پائے جاتے ہوں۔

مسئلہ: جن مقامات میں بڑے طویل دن اور طویل راتیں ہوتی ہیں لیکن ایسے بھی شب و روز ہوتے ہیں جو چوبیس گھنٹوں پر مشتمل ہوں وہاں طوالت سے پیشتر ایام میں سے آخری دن کے مطابق اوقات متعین کئے جائیں گے۔

مسئلہ: دجال کے زمانہ میں ایک دن سال بھر کا ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کے برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا۔ تو چونکہ وہ اس کی محض شعبدہ بازی ہوگی ورنہ سورج کا طلوع و غروب تو اپنے وقت پر ہو رہا ہوگا تو اگر اس زمانے میں گھڑیاں اور جنتریاں ہوں تو جنتریوں کے مطابق نمازیں پڑھی جائیں اور اگر ایسی کوئی سہولت موجود نہ رہے تو طویل دن شروع ہونے سے پہلے جو چوبیس گھنٹوں کا دن ہوگا اس کے مطابق نماز کے اوقات کا اندازہ کر کے نمازیں پڑھی جائیں۔

باب :۱۰

اذان اور اقامت کا بیان

اذان کا لغوی معنی ہے خبردار کرنا اور شریعت میں ان مخصوص اور مرتب الفاظ کو کہ جن کے ذریعے سے نماز کے بارے میں خبردار کیا جاتا ہے اذان کہتے ہیں۔

اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا دونوں حدثوں سے پاک ہو کر اور اگر لاؤڈ سپیکر نہ ہو تو کسی اونچے مقام پر خواہ مسجد سے علیحدہ ہو یا مسجد کی چھت پر قبلہ رو کھڑا ہو اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو کلمہ کی انگلی سے بند کر کے اپنی طاقت کے موافق بلند آواز سے ان کلمات کو کہے اللّٰہ اکبر چار بار، پھر اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ دو مرتبہ، پھر اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ دو مرتبہ پھر حی علی الصلوۃ دو مرتبہ پھر حی علی الفلاح دو مرتبہ پھر اللّٰہ اکبر دو مرتبہ پھر لا الہ الا اللّٰہ ایک مرتبہ اور حی علی الصلوۃ کہتے وقت اپنے منہ کو داہنی طرف اور حی علی الفلاح کہتے وقت اپنے منہ کو بائیں طرف پھیر لیا کرے اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں اور فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم بھی دو مرتبہ کہے۔ پس کل الفاظ اذان کے پندرہ ہوئے اور فجر کی اذان میں سترہ۔

اذان اور اقامت میں فرق

اقامت کا طریقہ بھی یہی ہے صرف فرق اس قدر ہے کہ اگر لاؤڈ سپیکر نہ ہو تو اذان مسجد سے باہر کسی اونچے مقام پر یا مسجد کی چھت پر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر اور اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے اور اقامت میں الصلوۃ خیر من النوم نہیں کہا جاتا بلکہ بجائے اس کے پانچوں وقت میں قد قامت الصلوۃ دو مرتبہ کہے اور اقامت کے وقت کانوں کے سوراخوں کا بند کرنا بھی نہیں ہے کیونکہ کان کے سوراخ آواز بلند ہونے کے لیے بند کیے جاتے ہیں۔ اور اقامت میں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں بائیں جانب

منہ پھیرنا بھی نہیں اگرچہ بعض فقہاء نے اقامت میں بھی پھیرنے کو کہا ہے۔

اذان واقامت کے احکام

مسئلہ: پانچوں وقت کی فرض عین نمازوں اور جمعہ کو جماعت سے ادا کرنے کے لیے اذان دینا مردوں پر سنت موکدہ ہے اور ترک پر گناہ ہے۔

یہ ہر شہر وبستی کے لیے سنت موکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ہر شہر اور بستی میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے اور اگر کسی ایک نے بھی اذان نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گنہگار ہوں گے اور اگر شہر وسیع ہو اور بڑے بڑے محلے ہوں کہ ایک محلہ کی اذان دوسرے محلوں تک نہ پہنچتی ہو تو محلہ والے اگر ترک کریں تو وہ بھی سب گنہگار ہوں گے۔

اگر اہل شہر اذان کے ترک پر اتفاق کر لیں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان سے جنگ حلال ہے کیونکہ اذان اسلام کے شعائر (بڑی علامتوں) میں سے ہے اور اس کے ترک میں دین کی قدر وقیمت کو گھٹانا ہے۔

مسئلہ: اقامت میں بھی پانچوں فرض عین نمازوں اور جمعہ کے لیے سنت ہونے میں اذان کی مانند ہے۔ البتہ اذان کا سنت ہونا اقامت کی نسبت زیادہ موکد ہے۔

مسئلہ: ان کے علاوہ جو نمازیں ہیں خواہ وہ فرض کفایہ ہوں یا واجب یا سنت و نوافل جیسے نماز جنازہ، وتر، عیدین، کسوف، خسوف، استسقاء، تراویح اور دیگر نوافل ان سب کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہے۔

مسئلہ: مسجد کے اندر اذان اور اقامت کے بغیر فرض نماز کو پڑھنا سخت مکروہ ہے۔

مسئلہ: مقیم کے لیے جب کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے خواہ تنہا یا جماعت سے نماز پڑھے اذان و اقامت مستحب ہے۔ سنت موکدہ نہیں بشرطیکہ محلہ یا گاؤں کی مسجد میں اذان اور اقامت ہو چکی ہو۔ اگر اس محلہ وغیرہ میں اذان نہ ہوئی ہو تو گھر میں یا تنہا نماز پڑھنے والے کو اذان اور اقامت چھوڑنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: مسافر کو خواہ وہ اکیلا نماز پڑھتا ہو اذان اور اقامت دونوں کو چھوڑنا مکروہ

ہے۔ اور اگر صرف اذان کہے اور اقامت چھوڑ دے تو یہ جائز ہے لیکن مکروہ ہے البتہ اگر اذان چھوڑ دے اور صرف اقامت کہہ لے تو بلا کراہت جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے۔

مسئلہ: اگر مسافر کے تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان کا ترک بلا کراہت جائز ہے اور اقامت کا ترک مکروہ ہے اور اذان واقامت دونوں کا کہنا مستحب ہے سنت موکدہ نہیں۔

مسئلہ: اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں اور صرف اذان چھوڑ دیں تو مکروہ نہیں اور اگر اقامت چھوڑ دیں تو مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر مسجد والوں نے اذان اور اقامت کہہ کر جماعت کر لی تو پھر اس مسجد میں دوبارہ اذان واقامت اور جماعت مکروہ ہے۔

مسئلہ: جس مسجد کے نمازی اور امام متعین نہیں جیسا کہ بڑی شاہراہوں پر واقع بعض مساجد میں دیکھنے میں آتا ہے اور وہاں مختلف مسافر آکر اپنی نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں تو اس میں افضل یہ ہے کہ ہر فریق علیحدہ علیحدہ اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت کرے اور ہر جماعت کا امام ایک ہی جگہ کھڑا ہو تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔

مسئلہ: قضا نمازوں کے لیے اذان اور اقامت کہے خواہ اکیلا پڑھے یا جماعت سے جب کہ کہیں جنگل میں اور آبادی سے دور ہو۔ اور اگر آبادی میں یا آبادی کی مسجد میں قضا پڑھے تو اگر اکیلا ہو تو اس قدر آواز سے دے کہ خود ہی سن سکے اور اگر جماعت سے پڑھے تو یا تو اذان واقامت نہ کہے یا اتنی آہستہ آواز سے دے کہ دوسرے لوگوں کو معلوم نہ ہو کیونکہ جو کوتاہی ہوگئی اس کا اعلان نہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ: شہر یا قصبہ میں جو شخص کسی عذر سے جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھے تو اس کے لیے اذان اور اقامت کہنا سنت نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ البتہ گاؤں میں صحیح ہے۔

مسئلہ: عرفات اور مزدلفہ میں جو دو نمازوں کو جمع کرتے ہیں تو پہلی کے لیے اذان اور اقامت کہے اور دوسری کے لیے صرف اقامت کہے۔

مسجد میں اذان کہنا

مسئلہ: اذان میں دو پہلو ہیں۔ ایک ذکر الٰہی اور دوسرے لوگوں کو یہ بتانا کہ نماز کا وقت ہو گیا اور جماعت قائم ہونے والی ہے۔ اس دوسرے پہلو کے اعتبار سے ضروری ہے کہ موذن خود بلند آواز والا ہو اور ایسی جگہ سے اذان دے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو علم ہو۔

مسئلہ: جمعہ کی اذان ثانی کا مسجد کے اندر خطیب کے سامنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے تعامل چلا آتا ہے کیونکہ اس میں صرف حاضرین (جو پہلی اذان سن کر حاضر ہو چکے ہیں ان) تک آواز پہنچانا مقصود ہے۔

مسئلہ: اگر لاؤڈ سپیکر نہ ہو تو مسجد سے باہر یا مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہی جائے۔ مسجد نبوی بننے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ مسجد کی چھت پر چڑھ کر اذان کہتے تھے اور مسجد کی چھت بھی مسجد کے حکم میں ہوتی ہے۔

مسئلہ: اگر لاؤڈ سپیکر ہو تو چونکہ اس سے آواز بلا کسی خلل کے ہر طرف پہنچ جاتی ہے اس لیے مسجد کے اندر بھی دی جائے تو کراہت نہیں جائز ہے۔

اذان واقامت کی صحت وکمال کی شرائط

مندرجہ ذیل تین صورتوں میں اذان نہیں ہوتی

① اگر کسی ادا نماز کے لیے اذان کہی جائے تو اس کے لیے اس نماز کے وقت کا ہونا ضروری ہے۔ اگر وقت آنے سے پہلے اذان دی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔ وقت آنے کے بعد پھر اس کا اعادہ کرنا ہوگا خواہ وہ اذان فجر کی ہو یا اور کسی وقت کی۔

② اذان اور اقامت کا عربی زبان میں خاص ان ہی الفاظ سے کہنا ضروری ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اگر کسی اور زبان میں یا عربی زبان ہی میں دوسرے الفاظ سے اذان کہی جائے تو صحیح نہ ہوگی اگرچہ لوگ اس کو سن کر اذان

سمجھ لیں اور اذان کا مقصود اس سے حاصل ہو جائے۔

۴ موذن مسلمان ہو۔ کافر کی اذان صحیح نہیں ہوتی۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں اذان مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

۱ موذن کا مرد ہونا ضروری ہے۔ عورت کی اذان و اقامت مکروہ تحریمی ہے۔ اگر عورت اذان کہے تو اس کا اعادہ کرنا چاہیے۔ اگر بغیر اعادہ کئے ہوئے نماز پڑھ لی تو گویا بے اذان کے پڑھی گئی۔ البتہ اقامت کا اعادہ نہیں کیونکہ اذان کی تکرار کے برخلاف اقامت کی تکرار مشروع نہیں۔

۲ موذن کا صاحب عقل ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی ناسمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو معتبر نہ ہوگی اور ان کی اذان و اقامت مکروہ ہے اور ان کی اذانوں کا اعادہ کرنا چاہیے' اقامت کا نہیں۔

۳ جنبی کی اذان و اقامت بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اس کی اذان کا اعادہ مستحب ہے اور ایک قول کے مطابق واجب ہے (یعنی مسنون طریقے پر ادائیگی کے لیے اعادہ لازمی ہے) البتہ اقامت کا اعادہ نہ ہوگا۔

اذان کا جواب دینا

مسئلہ: جو شخص اذان سنے مرد ہو یا عورت' پاک ہو یا جنبی اس پر اذان کا جواب دینا مستحب ہے یعنی جو لفظ موذن کی زبان سے سنے وہی کہے۔ مگر **حی علی الصلوۃ** اور **حی علی الفلاح** کے جواب میں **لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ** کہے اور **الصلوۃ خیر من النوم** کے جواب میں **صدقت و بررت** کہے اور اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔

﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِىْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾

بعض لوگ دعا میں وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ اور وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ کے

الفاظ بڑھاتے ہیں لیکن وہ مسنون نہیں ہیں اور حدیث میں نہیں ملتے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور اذان ختم ہونے کے بعد خیال آئے یا دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ دیر نہ ہوئی ہو تو جواب دے دے ورنہ نہیں۔

مسئلہ: اقامت کا جواب دینا بھی مستحب ہے واجب نہیں۔ اس میں بھی اذان ہی کی طرح کا جواب دے البتہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃِ کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا کہے۔

مسئلہ: اذان اور اقامت سننے کی حالت میں کوئی بات نہ کرے اور سوائے ان کا جواب دینے کے کوئی اور کام نہ کرے۔ یہاں تک کہ نہ سلام کرے اور نہ سلام کا جواب دے کیونکہ سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے میں اذان و اقامت کے جواب کے الفاظ کے نظام میں خلل واقع ہوتا ہے۔

مسئلہ: اذان اور اقامت کے وقت قرآن شریف بھی نہ پڑھے اور اگر پہلے سے پڑھتا ہو تو پڑھنا چھوڑ کر اذان یا اقامت کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ہو۔ یہ افضل ہے اور اگر پڑھتا رہے تو ناجائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کئی مسجدوں سے اذان سنائی دے تو اگر ہو سکے تو سب کا جواب دے ورنہ پہلی اذان کا زیادہ حق ہے۔ اس کا جواب دے خواہ محلہ کی مسجد کی ہو یا دوسری جگہ کی۔

مسئلہ: جو شخص مسجد کی حدود کے اندر ہو اس کے لیے اذان کے بعد بلا ضرورت شدیدہ مسجد سے نکل کر جانا مکروہ ہے۔ البتہ اگر اس نے کسی دوسری جگہ جا کر نماز پڑھانی ہے یا اس کا واپس آ کر اسی مسجد میں نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو کراہت نہیں۔

جن صورتوں میں اذان کا جواب نہ دے

آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہ دینا چاہیے۔

1. نماز کی حالت میں اگرچہ نماز جنازہ ہی ہو۔
2. خطبہ سننے کی حالت میں خواہ خطبہ جمعہ کا ہو یا کسی اور چیز کا۔
3. علم دین پڑھنے یا پڑھانے کی حالت میں۔ اسی طرح اگر قرآن پاک بھی سیکھنے یا

سکھانے کے لیے پڑھے تو یہی حکم ہے کہ پڑھتا رہے اور جواب دینے کے لیے بند نہ کرے۔ محض تلاوت کا حکم اوپر گزر چکا ہے۔

۴ حیض و نفاس کی حالت میں کیونکہ اس وقت قول یا فعل سے جواب دینے کی حالت نہیں۔

۵ اس کے برخلاف جنبی کو جواب دینا چاہیے کیونکہ جنبی کا حدث حیض و نفاس کی بہ نسبت ہلکا ہے اس لیے کہ اس کے ازالہ کا جلدی امکان ہے۔

۶ جماع کی حالت میں

۷ پیشاب، پاخانہ کی حالت میں

۸ کھانا کھانے کی حالت میں

البتہ ان چیزوں کی فراغت کے بعد اگر اذان ہوئے زیادہ عرصہ نہ گزرا ہو تو جواب دینا چاہیے ورنہ نہیں۔

سنن و مستحبات

موذن سے متعلق

- سمجھ دار نابالغ لڑکا ہو تو اس کی اذان بلا کراہت صحیح ہے لیکن بالغ کی اذان افضل ہے۔
- موذن پرہیزگار اور دین دار ہو۔ اگر فاسق اذان دے اور وقت میں دے تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔
- موذن کا مسائل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہونا یعنی جبکہ گھڑیاں اور جنتریاں نہ ہوں اور سورج کے طلوع و غروب اور زوال اور شفق اور سایوں سے واقف ہو۔ مگر جاہل آدمی جو نماز کے اوقات سے نہ خود واقف ہو اور نہ کسی واقف سے پوچھے وہ اذان دے تو اس کو موذن کا ثواب نہ ملے گا۔
- بلند آواز ہو۔
- بارعب ہو اور کوئی ستاتا نہ ہو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو۔
- حدث اصغر سے پاک ہو۔

اذان سے متعلق

① اذان کا ایسی جگہ سے کہنا کہ محلہ کے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک آواز جائے۔

② اذان کھڑے ہو کر کہنا' اگر کوئی بیٹھے بیٹھے اذان کہے تو مکروہ ہے اور اس کا اعادہ کرنا چاہیے۔ ہاں اگر مسافر ہو یا مقیم' اذان صرف اپنی نماز کے لیے کہے تو پھر اعادہ کی ضرورت نہیں۔

③ اذان کا بلند آواز سے کہنا' اگر صرف اپنی نماز کے لیے کہے تو اختیار ہے مگر پھر بھی زیادہ ثواب بلند آواز میں ہوگا۔

④ اذان کہتے وقت کانوں کے سوراخوں کو انگلیوں سے بند کرنا مستحب ہے۔

⑤ اذان کے الفاظ کا ٹھہر ٹھہر کر ادا کرنا اور اقامت کا جلد جلد ادا کرنا سنت ہے۔ یعنی اذان کی تکبیروں میں ہر دو تکبیر کے بعد اس قدر سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر کے علاوہ اور الفاظ میں ہر ایک لفظ کے بعد اسی قدر سکوت کر کے دوسرا لفظ کہے۔

⑥ اذان میں حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت دائیں طرف کو منہ پھیرنا اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں طرف منہ پھیرنا سنت ہے۔ خواہ وہ اذان نماز کی ہو یا نومولود کے کان میں ہو یا کسی اور چیز کی ہو مگر سینہ اور قدم قبلہ سے پھرنے نہ پائے۔

⑦ اذان اور اقامت کا قبلہ رو ہو کر کہنا۔ بغیر قبلہ رو ہونے کے اذان و اقامت کہنا مکروہ تنزیہی ہے۔

⑧ اذان اور اقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا سنت ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص موخر لفظ کو پہلے کہہ دے مثلاً اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ سے پہلے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہہ دے یا حی علی الصلوٰۃ سے پہلے حی علی الفلاح کہہ دے تو اس صورت میں صرف اسی موخر لفظ کا اعادہ ضروری ہے جس کو اس نے مقدم کہا ہے۔ پہلی صورت میں اشھد ان لا الہ الا اللہ کہہ کر اشھد ان

محمدا رسول اللہ دوبارہ کہے اور دوسری صورت میں حی علی الصلوٰۃ کہہ کر حی علی الفلاح پھر کہے۔ پوری اذان کا اعادہ کرنا ضروری نہیں۔

متفرق مسائل

مسئلہ: اذان اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرے خواہ وہ سلام یا سلام کا جواب ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی موذن اذان و اقامت کے دوران میں کلام کرے تو اگر بہت کلام کیا ہو تو اذان کا اعادہ کرے، اقامت کا نہیں۔

مسئلہ: اذان کے الفاظ کو گانے کے طور پر ادا نہ کرے اور نہ اس طرح کہ کچھ پست آواز سے اور کچھ بلند آواز سے۔

مسئلہ: اذان میں دوسرے اور چوتھے اور چھٹے اللہ اکبر کی راء پر جزم یعنی سکون پڑھے اور حرکت نہ دے اور پہلے تیسرے اور پانچویں اللہ اکبر اور اقامت میں ہر اللہ اکبر کی راء کو بھی سکون پڑھے۔ اور اگر صرف راء کو اگلے کلمہ کے ساتھ ملا کر پڑھے تو وقف کی نیت کے ساتھ راء زبر کے ساتھ ملا کر پڑھنا سنت ہے۔ اس راء کی پیش کے ساتھ ملانا خلاف سنت ہے۔

مسئلہ: اذان میں جہاں قاعدہ سے مد ہے اس میں زیادہ سے زیادہ پانچ الف کے برابر مد ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں اور جہاں قاعدہ کے مطابق مد نہیں وہاں مد کرنا غلط ہے۔

مسئلہ: اقامت کے کہنے کے بعد اگر زیادہ زمانہ گزر جائے اور جماعت قائم نہ ہو تو اقامت کا اعادہ کرنا چاہیے۔ ہاں اگر تھوڑی سی دیر ہو جائے تو کچھ ضرورت نہیں۔ اگر اقامت ہو جائے اور امام نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اور وہ پڑھنے میں مشغول ہو جائے تو یہ زمانہ زیادہ فصل نہ سمجھا جائے گا اور اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر موذن اذان دینے کی حالت میں مر جائے یا بے ہوش ہو جائے یا اس کی آواز بند ہو جائے یا بھول جائے اور کوئی بتلانے والا نہ ہو یا اس کو حدث ہو جائے اور وہ اس کو دور کرنے کے لیے چلا جائے تو اذان کا نئے سرے سے اعادہ کرنا سنت

موکدہ ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو اذان یا اقامت کہنے کی حالت میں حدث اصغر ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ اذان یا اقامت پوری کر کے اس حدث کو دور کرنے جائے۔

مسئلہ: ایک موذن کا دو مسجدوں میں اذان دینا مکروہ ہے جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان دے۔

مسئلہ: جو شخص اذان دے اقامت بھی اسی کا حق ہے۔ ہاں اگر وہ اذان دے کر کہیں چلا جائے یا کسی دوسرے کو اجازت دے دے تو دوسرا بھی کہہ سکتا ہے۔

مسئلہ: کئی موذنوں کا ایک ساتھ اذان کہنا جائز ہے۔

مسئلہ: موذن کو چاہیے کہ اقامت جس جگہ کہنا شروع کرے وہیں ختم کرے۔

مسئلہ: اذان اور اقامت کے لیے نیت شرط نہیں' ہاں ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں یہ ارادہ کرے کہ میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں۔

نومولود بچے کے کان میں اذان و اقامت

جب بچہ پیدا ہو تو نہلانے کے بعد بچہ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر اور قبلہ رخ ہو کر بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ حی علی الصلوٰۃ پر اپنا چہرہ دائیں طرف کو اور حی علی الفلاح پر اپنا چہرہ بائیں طرف کو موڑ لے۔

مسئلہ: بعض اوقات کسی وجہ سے نو مولود کو جلدی نہیں نہلاتے۔ اس کی وجہ سے اذان میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ بچے کو کپڑے سے صاف کر کے اذان کہی جا سکتی ہے۔

مسئلہ: اگر غفلت یا لاعلمی سے کچھ دن گزر گئے تب بھی جب معلوم ہو اذان کہی جائے۔

نماز کے علاوہ جن موقعوں پر اذان کہنا مستحب ہے

(۱) جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا

(۲) رنج و غم میں مبتلا شخص کے کان میں

(۳) مرگی کے مریض کے کان میں

④ جو شخص غصہ وغضب کی حالت میں ہو اس کے کان میں

⑤ بدمزاج انسان یا جانور کے کان میں

⑥ اہل باطل کے ساتھ لڑائی کی شدت کے وقت

⑦ آتش زدگی کے وقت

⑧ جہاں آسیب یعنی جن کا اثر ہو اور وہ تکلیف دیتا ہو۔

⑨ جب مسافر جنگل میں رستہ بھول جائے اور کوئی بتلانے والا نہ ہو۔

ان مواقع کے علاوہ اور موقعوں پر اذان کہنا مکروہ ہے۔ مثلاً

[۱] دفن کرتے وقت یا دفن کے بعد قبر کے پاس اذان کہنا۔

[۲] بارش کے تسلسل کے وقت۔

اذان کے بعد کی دعا میں ہاتھ اٹھانا

دعا کی تین صورتیں ہیں۔

۱ کسی خاص وقت یا کام سے متعلق دعا ہو مثلاً وضو کے بعد، مسجد میں آتے جاتے وقت، بیت الخلاء میں آتے جاتے وقت، سواری پر چڑھتے اترتے وقت، بازار میں داخل ہونے کے وقت اور آئینہ دیکھتے وقت وغیرہ۔ ان موقعوں پر ہاتھ اٹھانا وارد نہیں ہے کیونکہ یہ دعائیں چلتے پھرتے اور اپنا کام کاج کرتے ہوئے آدمی کہتا ہے۔ اسی طرح بیوی سے پہلی خلوت میں وارد ہے کہ اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر منقول دعا کہے۔ ظاہر ہے کہ بال پکڑے ہوئے ہوں تو ہاتھ نہیں اٹھا سکتے۔ صبح وشام کی دعائیں اور سوتے وقت کی دعاؤں کا بھی یہی معاملہ ہے کہ آدمی چلتے پھرتے یا لیٹے ہوئے بھی دعائیں پڑھتا ہے۔ اسی طرح آدمی بہت مرتبہ چل پھر رہا ہوتا ہے یا اپنے کام کاج میں مشغول ہوتا ہے اور اذان سنتا ہے۔ اس لیے اس دعا کے لیے بھی ہاتھ اٹھانا منقول نہیں اور ہاتھ اٹھانے والی حدیثیں بھی اس سے متعلق نہیں۔

۲ چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے آدمی اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ بھی ہاتھ اٹھانا متعلق نہیں۔

■ آدمی تسلی سے بیٹھا یا کھڑا ہو اور صرف دعا ہی کا عمل کرنے کا ارادہ ہو جیسے نماز سے یا ذکر و تلاوت سے فراغت پر دعا کرے یا کوئی موقع نکال کر خاص دعا میں مشغول ہو تو ہاتھ اٹھانے کی حدیثوں کا تعلق صرف ان موقعوں کے ساتھ ہے۔

جب موذن اقامت شروع کرے مقتدیوں کو اسی وقت کھڑے ہونا چاہیے

حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو نماز کے آداب میں سے شمار کیا گیا ہے اور آداب ان چیزوں کو کہتے ہیں کہ اگر ان کو کرو تو ثواب ہے اور نہ کرو تو کچھ گناہ نہیں۔ پھر علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ کھڑے ہونے کی یہ حد تاخیر سے بچنے کے لیے ہے یعنی کھڑے ہونے میں حی علی الصلوٰۃ سے زیادہ تاخیر نہ کرے۔ جہاں تک ثواب اور استحباب کا تعلق ہے تو وہ اقامت شروع ہوتے وقت کھڑے ہونے میں بھی ہے۔

اقامت کے شروع میں کھڑے ہونے کی وجوہ یہ ہیں:

(۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اسی پر تھا کہ اقامت شروع ہوتے وقت کھڑے ہوتے تھے۔

(۲) پوری امت کا تعامل بھی یہی چلا آرہا ہے۔

(۳) حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کو اہل بدعت نے اپنا شعار اور علامت بنا لیا ہے اور باوجود یہ کہ یہ محض آداب میں سے ہے اور استحباب کی آخری حد ہے اس کے نہ کرنے والے کو برا سمجھا جاتا ہے جو خود بھی بدعت ہے۔ لہٰذا اہل بدعت کی مشابہت سے بچنے کے لیے بھی ضروری ہوا کہ اقامت کے شروع میں مقتدی کھڑے ہوں۔

اذان سے پہلے درود و سلام

پہلے پہل بعض صحابہ کو خواب میں فرشتے نے اذان سکھائی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اذان سکھائی۔ اس میں اذان کے معروف کلمات سے پہلے درود شریف نہیں پڑھا گیا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون میں اذان کہی جاتی تھی لیکن درود و سلام نہ پڑھا جاتا تھا۔ نہ بالکل پہلے اور نہ ہی کچھ وقفہ پہلے۔ یہی عمل امت کا تواتر سے

چلا آیا ہے۔ درود وسلام کی اہمیت اپنی جگہ لیکن اس موقع پر پڑھنا سرے سے منقول نہیں لہٰذا اس کا اضافہ بدعت ہے۔ اور واجب الترک ہے۔

تثویب

اذان اور اقامت کے درمیان موذن ایک مرتبہ بلند آواز سے انتہائی مختصر اور معروف لفظوں میں لوگوں کو جماعت کی یاد دہانی کرائے اس کو تثویب کہتے ہیں۔ فجر کی نماز کے لیے جہاں اس کی ضرورت ہو یہ جائز ہے۔ دوسری نمازوں میں موجودہ حالات میں تثویب جائز نہیں کیونکہ اذان کے بعد جماعت کھڑی ہونے کا وقت متعین ہے جو اتنا مختصر ہوتا ہے کہ آدمی استنجا اور وضو کر کے سنتیں ادا کر سکے۔ پھر گھڑیوں کا عام رواج ہے اور گھڑی کے مطابق جماعت کھڑی ہوتی ہے۔ ان وجوہات سے موجودہ دور میں فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں تثویب کی ضرورت نہیں اور بلا ضرورت کرنا بدعت ہے۔ اسی طرح فجر میں بھی تثویب بار بار کرنا یا زیادہ الفاظ میں کرنا بھی بدعت ہے۔

اذان واقامت میں رسول اللہ ﷺ کے نام گرامی پر انگوٹھے چومنا

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

((اَلْاَحَادِيْثُ الَّتِيْ رُوِيَتْ فِيْ تَقْبِيْلِ الْاَنَامِلِ وَجَعْلِهَا عَلَى الْعَيْنَيْنِ عِنْدَ سِمَاعِ اسْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُؤَذِّنِ فِيْ كَلِمَةِ الشَّهَادَةِ كُلُّهَا مَوْضُوْعَاتٌ)) (تیسیر المقال بحوالہ راہ سنت ص ۲۴۳)

''وہ حدیثیں جن میں موذن سے کلمہ شہادت میں نبی ﷺ کا نام سننے کے وقت انگلیاں چومنے اور آنکھوں پر رکھنے کا ذکر آیا ہے وہ سب کی سب موضوع اور جعلی ہیں۔''

اسی وجہ سے یہ عمل بدعت ہے۔

باب:۱۱

نماز پڑھنے کا طریقہ

نماز کی نیت کر کے اللہ اکبر کہے اور اللہ اکبر کہتے وقت مرد اپنے دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھائے جب کہ عورت اپنے دونوں ہاتھ کندھے تک اٹھائے لیکن ہاتھوں کو دوپٹہ سے باہر نہ نکالے۔ اگر ہاتھوں کو مذکورہ حد تک اٹھانے کے بعد اللہ اکبر کہے تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ پھر مرد تو اپنے ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھے کہ وہ اپنے داہنے ہاتھ سے بایاں پہنچا پکڑے جب کہ عورت اپنے ہاتھ سینے پر باندھ لے اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دے۔ اور یہ دعا پڑھے۔

((سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ))

پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد کے بعد آمین کہے پھر بسم اللہ پڑھ کر کوئی سورت پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا سات مرتبہ کہے اور رکوع میں مرد ہاتھوں سے اپنے گھٹنے پکڑے اور انگلیاں کھلی رکھے۔ بازو پہلو سے الگ رکھے اور پیروں میں تھوڑا سا فاصلہ رکھے جب کہ عورت رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھ دے اور دونوں بازو پہلو سے خوب ملا کے رکھے اور دونوں پاؤں کے ٹخنے بھی بالکل ملا دے پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتا ہوا سر کو اٹھائے جب سیدھا کھڑا ہو جائے تو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے۔ اس کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے میں جائے۔ زمین پر پہلے گھٹنے رکھے پھر کانوں کے برابر ہاتھ رکھے پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں پیشانی رکھے پھر ناک لگائے۔ بعض کے نزدیک پہلے ناک لگائے پھر پیشانی رکھے۔ اور مرد سجدہ میں پیٹ کو رانوں سے علیحدہ رکھے۔ کہنیوں کو زمین سے اٹھا کر رکھے اور پیر کھڑے رکھے اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھے جب کہ عورت پاؤں کھڑے نہ کرے بلکہ داہنی طرف کو نکال دے اور خوب سمٹ کر اور دب کر سجدہ کرے کہ پیٹ دونوں رانوں سے اور بانہیں دونوں پہلو سے ملا دے اور دونوں بانہیں زمین پر رکھ دے اور سجدے میں کم سے کم تین دفعہ

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھے اور خوب اچھی طرح بیٹھ جائے۔ تب دوسرا سجدہ اللہ اکبر کہہ کر کرے اور کم سے کم تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہہ کے اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اور زمین پر ہاتھ ٹیک کر نہ اٹھے پھر بسم اللہ کہہ کر الحمد اور سورت پڑھ کے اسی طرح دوسری رکعت پوری کرے اور جب دوسرا سجدہ کر چکے تو بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھے اور داہنا پاؤں کھڑا رکھے۔ انگلیاں قبلہ کی طرف عام حالت کی طرح رکھے اور انگلیوں کے سرے گھٹنوں کے قریب ہوں جب کہ عورت بائیں کولہے پر بیٹھے اور اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دے اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ اور انگلیاں خوب ملا کر رکھے پھر پڑھے۔

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَاالنَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ))

اور جب کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر لا الہ کہنے کے وقت کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا اللہ کہنے کے وقت جھکا دے مگر عقد و حلقہ کی ہیئت کو آخر نماز تک باقی رکھے۔ اگر چار رکعت پڑھنا ہو تو اس سے زیادہ اور کچھ نہ پڑھے بلکہ فوراً اللہ اکبر کہہ کے اٹھ کھڑا ہو اور دو رکعتیں اور پڑھ لے اور فرض نماز میں پچھلی دو رکعتوں میں الحمد کے ساتھ اور کوئی سورت نہ ملائے۔ جب چوتھی رکعت پر بیٹھے تو پھر التحیات پڑھ کے یہ درود پڑھے۔

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ))

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ))

پھر یہ دعا پڑھے۔

((رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ))

یا یہ دعا پڑھے۔

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ))

یا کوئی اور دعا پڑھے جو حدیث یا قرآن میں آئی ہو پھر اپنے داہنے طرف سلام پھیرے اور کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ پھر یہی کہہ کر بائیں طرف سلام پھیرے اور سلام کرتے وقت فرشتوں پر سلام کی نیت کرے۔ اور اگر نماز جماعت کے ساتھ پڑھے تو جو لوگ دائیں جانب ہیں ان کی دائیں طرف سلام پھیرتے وقت نیت کرے اور مقتدی امام کی بھی نیت کرے۔ اگر امام دائیں طرف ہے تو دائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور اگر بائیں طرف ہے تو بائیں طرف کے سلام میں نیت کرے اور اگر بالکل سامنے ہے تو دونوں طرف کے سلام میں اس کی نیت کرے اور امام مقتدیوں اور فرشتوں پر سلام کرنے کی نیت کرے۔

یہ نماز پڑھنے کا طریقہ ہے لیکن اس میں جو فرائض ہیں ان میں سے اگر ایک بات بھی چھوٹ جائے تو نماز نہیں ہوتی چاہے قصداً چھوڑا ہو یا بھولے سے دونوں کا ایک حکم ہے۔ اور بعض چیزیں واجب ہیں کہ ان میں سے اگر کوئی چیز چھوڑ دے تو نماز نکمی اور خراب ہو جاتی ہے اور پھر سے نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ اگر کوئی پھر سے نہ پڑھے تب بھی فرض سر سے اتر جاتا ہے لیکن بہت گناہ ہوتا ہے اور اگر بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کر لینے سے نماز ہو جائے گی۔ اور بعض چیزیں سنت ہیں اور بعض مستحب ہیں۔

نماز میں فرائض

نماز میں چھ چیزیں فرض ہیں

① نیت باندھتے وقت تکبیر تحریمہ کہنا

مسئلہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وہ کلمات جن سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہوتی ہو مثلاً اللہ اعظم یا الرحمٰن اکبر اگر یہ تحریمہ میں کہے جائیں تو تحریمہ کا فرض ادا ہو جائے گا لیکن اللہ اکبر کے کلمات کے ساتھ تحریمہ ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے خواہ وہ حقیقی ہو یا حکمی ہو (جیسا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے میں ہوتا ہے) بعض ناواقف مسجد میں آ کر امام کو رکوع میں پاتے ہیں تو جلدی کے خیال سے آتے ہی جھک جاتے ہیں اور اسی حالت میں تحریمہ کہتے ہیں ان کی نماز نہیں ہوتی اس لیے کہ تکبیر تحریمہ نماز کی صحت کی شرط ہے اور تکبیر تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے۔ جب قیام نہ کیا تو تحریمہ صحیح نہ ہوئی اور جب وہ صحیح نہ ہوئی تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

② تحریمہ کے بعد قیام یعنی کھڑا ہونا

مسئلہ: کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض نمازوں میں فرض ہے۔ جو نمازیں واجب ہیں مثلاً وتر اور عیدین کی نمازیں ان میں بھی قیام فرض ہے اور اسی طرح فجر کی سنتوں اور نذر کے نفلوں میں بھی قیام فرض ہے۔

مسئلہ: بغیر عذر کے ایک پاؤں پر کھڑا ہونا مکروہ ہے لیکن نماز ہو جاتی ہے اور اگر عذر ہو تو مکروہ نہیں۔

③ قراءت یعنی قرآن مجید میں سے کوئی سورت یا آیت پڑھنا۔

مسئلہ: فرض نمازوں کی دو رکعتوں میں اور وتر، سنت اور نفل کی تمام رکعتوں میں قراءت فرض ہے۔

مسئلہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک آیت کے پڑھنے سے اگرچہ چھوٹی ہو قراءت کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔ ایک چھوٹی آیت سے مراد یہ ہے کہ جس میں دو یا دو سے زیادہ لفظ ہوں جیسے ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ اور ثُمَّ نَظَرَ۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین چھوٹی آیتیں یا ان کے برابر ایک بڑی آیت پڑھنا فرض ہے۔

مسئلہ: قرآن پاک کی قراءت اس نازل شدہ عربی کے بجائے اس کا کسی اور زبان میں ترجمہ پڑھے تو یہ جائز نہیں۔ فقط ترجمہ پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قراءت نہ کرے نہ سورہ فاتحہ پڑھے نہ

دوسری سورت پڑھے نہ سری نماز میں نہ جہری نماز میں۔

④ رکوع کرنا

مسئلہ: رکوع کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ اتنا جھکا ہوا ہو کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے تو وہ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔ اگر بیٹھے ہوئے رکوع کرے تو اس کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ سر اور کمر کسی قدر جھک جائے۔

⑤ دونوں سجدے کرنا

زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں۔ زمین پر پیشانی لگانا فرض ہے جب کہ اس کے ساتھ زمین پر ناک ٹکانا واجب ہے۔

مسئلہ: ہر رکعت میں دو مرتبہ سجدہ کرنا فرض ہے۔

مسئلہ: بلا عذر صرف ناک زمین پر لگائی اور پیشانی نہیں لگائی تو نماز جائز نہیں۔ عذر کی وجہ سے صرف ناک پر اکتفا کرنا صرف اس وقت جائز ہے جب اس قدر ناک لگا دے کہ سخت حصہ بھی لگے۔ اگر ناک کے صرف نرم حصہ کو لگایا تو جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر دونوں سجدوں کے بیچ میں اچھی طرح نہیں بیٹھا۔ ذرا سا سر اٹھا کر دوسرا سجدہ کرلیا تو اگر ذرا ہی سر اٹھایا ہو تو ایک ہی سجدہ ہوا دونوں سجدے ادا نہیں ہوئے اور نماز بالکل نہیں ہوئی اور اگر اتنا اٹھا کہ قریب قریب بیٹھنے کے ہوگیا ہے تو خیر نماز سر سے اتر گئی لیکن بڑی نکمّی اور خراب ہوگئی۔ اس لیے پھر سے پڑھنا چاہیے نہیں تو بڑا گناہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر فوم یا روئی کی چیز پر سجدہ کرے تو سر کو خوب دبا کر سجدہ کرے اور اتنا دبائے کہ اور نہ دب سکے اگر اوپر اوپر ذرا اشارہ سے سر رکھ دیا دبایا نہیں تو سجدہ نہیں ہوا۔

مسئلہ: سجدہ کی جگہ پاؤں کی جگہ سے ایک بالشت تک اونچی ہو تو سجدہ جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ اونچی ہو تو بلا عذر جائز نہیں مگر عذر کے ساتھ جائز ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں ہاتھ یا دونوں گھٹنے زمین پر نہ رکھے تو سجدہ کا فرض ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر سجدہ کیا اور دونوں پاؤں زمین پر نہ رکھے تو جائز نہیں اور اگر ایک پاؤں

رکھے تو عذر کے ساتھ بلا کراہت جائز ہے اور بلا عذر کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ پاؤں کا رکھنا انگلیوں کے رکھنے سے ہوتا ہے اگر چہ ایک ہی انگلی ہو۔ اگر دونوں پاؤں کی انگلیوں کی پشت رکھی اور انگلیاں نہ رکھیں تب بھی سجدہ جائز ہے۔ (جاننا چاہیے کہ پیشانی کا زمین پر جمنا سجدہ کی حقیقت ہے اور پاؤں کی کم از کم ایک انگلی کا ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے بقدر لگنا شرط ہے)

مسئلہ: حج وغیرہ کے موقع پر جب اس کثرت سے لوگ جمع ہوں کہ جگہ کی بہت تنگی ہو جائے تو اس وقت دوسرے نمازی کی پشت پر سجدہ جائز ہو جائے گا لیکن اس کے لیے پانچ شرطیں ہیں۔

1. بہت ہجوم ہونا کہ سجدہ کی جگہ نہ ہو۔
2. سجدہ دوسرے نمازی کی پشت پر ہو۔
3. سجدہ کرنے والا اور جس کی پشت پر سجدہ ہو دونوں ایک نماز میں شریک ہوں۔
4. سجدہ کرنے والے کے گھٹنے زمین پر ہوں۔
5. جس کی پشت پر سجدہ ہو اس کا اپنا سجدہ زمین پر ہو۔

⑥ قعدہ اخیرہ

نماز کے اخیر میں بقدر تشہد یعنی جتنی دیر التحیات پڑھنے میں لگتی ہے اتنی دیر بیٹھنا۔

نماز کے واجبات

1. تکبیر تحریمہ کا خاص اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا۔
2. فرض نمازوں میں فرض قراءت کے لیے پہلی دو رکعتوں کو معین کرنا۔
3. فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔
4. اسی طرح سورہ فاتحہ کے بعد کوئی بہت چھوٹی سورت جیسے سورہ کوثر یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھنا۔
5. سورہ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مغرب یا عشاء کی پہلی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد

دوسری سورت ملانا بھول جائے تو تیسری یا چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دوسری سورت پڑھنی چاہیے اور ان رکعتوں میں بھی بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے جب کہ ایسا بھول سے ہوگیا ہو۔ اگر قصداً ایسا کیا ہو تو نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

⑥ قومہ کرنا یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا۔

⑦ جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھ جانا۔

⑧ تعدیل ارکان یعنی رکوع سجدہ قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا۔ تعدیل ارکان اعضاء کے ایسے سکون کو کہتے ہیں کہ ان کے سب جوڑ کم از کم ایک بار سبحان اللہ کی مقدار ٹھہر جائیں۔ اس لیے اگر رکوع کے بعد اچھی طرح کھڑا نہیں ہوا ذرا سا سر اٹھا کر سجدہ میں چلا گیا تو پھر سے نماز پڑھے۔

⑨ دو رکعتوں پر بیٹھنا یعنی قعدہ اولیٰ کرنا۔

⑩ دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا۔

⑪ لفظ سلام کے ساتھ نماز سے نکلنا اور دو بار السلام کا لفظ واجب ہے اور علیکم کا لفظ واجب نہیں۔

تنبیہ: پہلے سلام کے لفظ السلام کہنے پر امامت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے نماز سے فارغ ہو کر امام نے جیسے ہی پہلا لفظ السلام کہا تو اس کی امامت ختم ہوگئی۔ چنانچہ السلام کی میم کہہ لینے کے بعد اگر کسی شخص نے اس کی اقتداء کی تو اقتداء درست نہ ہوگی اس سے پہلے اقتداء درست ہے۔

مسئلہ: اگر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے وقت سلام نہیں پھیرا بلکہ سلام کا وقت آیا تو کسی سے بول پڑا، باتیں کرنے لگا یا اٹھ کے کہیں چلا گیا اور کوئی ایسا کام کیا جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ فرض تو اتر جائے گا لیکن نماز کا دوہرانا واجب ہے۔ پھر سے نہ پڑھے گا تو بہت بڑا گناہ ہوگا۔

⑫ نماز وتر میں دعائے قنوت کے لیے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا۔

⑬ نماز وتر میں قنوت میں کوئی دعا پڑھنا۔

⑭ عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

⑮ فرض یا واجب میں تاخیر نہ ہونا اور تاخیر یہ ہے کہ دو فرض یا دو واجب یا فرض و واجب کے درمیان تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار وقفہ ہو جائے۔

⑯ نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو سجدہ تلاوت کرنا۔

⑰ نماز میں سہو ہوا تو سجدہ سہو کرنا۔

⑱ قراءت کے سوا تمام فرائض اور واجبات میں امام کی اتباع کرنا۔

⑲ امام کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور جمعہ اور عیدین اور تراویح کی نماز میں اور رمضان کے وتر میں بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: منفرد کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اختیار ہے چاہے بلند آواز سے قراءت کرے یا آہستہ آواز سے' آواز بلند ہونے کی فقہاء نے یہ حد لکھی ہے کہ کوئی دوسرا شخص سن سکے اور آہستہ آواز کی یہ حد لکھی ہے کہ خود سن سکے دوسرا نہ سن سکے۔ آہستہ آواز میں اگر زبان سے حروف ادا کیے لیکن اتنے آہستہ کہ خود نہیں سن سکا تو قراءت صحیح نہ ہوئی۔

مسئلہ: امام اور منفرد کو ظہر اور عصر کی کل رکعتوں میں اور مغرب وعشاء کی اخیر رکعتوں میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: جو نفل نمازیں دن کو پڑھی جائیں ان میں آہستہ آواز سے قراءت کرنا چاہیے اور جو نفلیں رات کو پڑھی جائیں ان میں اختیار ہے۔

مسئلہ: منفرد اگر فجر' مغرب' عشاء کی قضاء دن میں پڑھے تو ان میں بھی اس کو آہستہ آواز سے قراءت کرنا واجب ہے اور اگر رات کو قضا پڑھے تو اس کو اختیار ہے۔ اگر ان نمازوں کی قضا دن میں جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو امام ان میں آواز سے قراءت کرے۔

مسئلہ: مسبوق کو اپنی گئی ہوئی سے ایک یا دو رکعت میں قراءت کرنا فرض ہے۔

اور اگر دو سے زیادہ رکعتیں گئی ہوں تو بہر حال دو رکعتوں میں قراءت کرنا فرض ہے۔

نماز کی سنتیں

❶ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو اٹھانا۔ مردوں کا کانوں کی لو تک اور عورتوں کا کندھوں تک۔ اسی طرح قنوت، عیدین کی زائد تکبیروں اور نماز جنازہ کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔

تنبیہ: اس کے ثبوت کی دلیل یہ حدیثیں ہیں:

① ((عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ...... ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِاِبْهَامَيْهِ اُذُنَيْهِ)) (اعلاء السنن ص ۱۵۸ ج ۲)

"رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ اپنے انگوٹھوں کو اپنے کانوں کے مقابل کر لیتے۔"

② ((عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا فُرُوْعَ اُذُنَيْهِ)) (آثار السنن ص ۸۲)

"رسول اللہ ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو اپنے کانوں کے اطراف کے مقابل کر لیتے۔"

③ ((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اِلَى الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا مَنْكِبَيْهِ)) (آثار السنن ۸۲)

"نبی ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ آپ ان کو اپنے کندھوں کے مقابل کر لیتے۔"

ان تینوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کانوں کی لو تک اپنے انگوٹھے اٹھاتے تھے۔ اس صورت میں ہاتھوں کی انگلیاں کانوں کے اطراف کے مقابل ہوتی ہیں او ہتھیلیاں کندھوں کے مقابل ہوتی ہیں۔

عورتوں کے ہاتھ اٹھانے کی حد کے بارے میں یہ حدیثیں ہیں۔

① ((عَنْ عَبْدِ رَبِّهٖ بْنِ سُلَیْمَانَ بْنِ عُمَیْرٍ قَالَ رَأَیْتُ اُمَّ الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا تَرْفَعُ یَدَیْهَا فِی الصَّلٰوةِ حَذْوَ مَنْكِبَیْهَا))

(اعلاء السنن ص ۱۵۷ ج ۲)

''عبد ربہ کہتے ہیں میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا وہ نماز میں اپنے ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتی تھیں۔''

② ((عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ حُجْرٍ اِذَا صَلَّیْتَ فَاجْعَلْ یَدَیْكَ حِذَاءَ اُذُنَیْكَ وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ یَدَیْهَا حِذَاءَ ثَدْیَیْهَا))

(اعلاء السنن ص ۱۵۶ ج ۲)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن حجر نماز میں عورت اپنے ہاتھ اپنے سینے تک اٹھائے۔''

مطلب یہ کہ ہتھیلیاں سینے تک اٹھائے۔ اس صورت میں انگلیاں کندھوں کے مقابل ہوں گی۔

۲ ہاتھ اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر کھلی رکھنا کہ نہ بہت ملی ہوئی ہوں اور نہ بہت کھلی ہوئی ہوں۔

۳ انگلیوں اور ہتھیلیوں کا قبلہ رخ رکھنا۔

۴ تکبیر تحریمہ کے بعد مردوں کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اس طرح کہ دائیں ہتھیلی بائیں کلائی کے جوڑ پر رہے۔ دائیں انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ بنا کر کلائی کو پکڑے۔ باقی داہنی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر رہیں۔ اور عورتیں اپنے ہاتھ سینے پر رکھیں اس طرح کہ داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھیں اور حلقہ نہ بنائیں۔

تنبیہ: ۱ اس کے ثبوت کی دلیل یہ حدیثیں ہیں۔

۱ ((عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ ثُمَّ وَضَعَ یَدَیْهِ الْیُمْنٰی عَلٰی ظَهْرِ

كَفِّهِ الْيُسْرٰى وَالرُّسْغِ وَالسَّاعِدِ)) (آثار السنن ص۸۳)

''رسول اللہ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنی بائیں ہتھیلی کی پشت اور پہنچے اور بازو پر رکھا۔''

۱۲ ((عَنْ هَلَبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَاْخُذُ شِمَالَهٗ بِيَمِيْنِهٖ))

''رسول اللہ ﷺ ہمیں نماز پڑھاتے تھے اور اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتے تھے۔''

ان دو حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ آدمی اپنی دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھے اور دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بائیں پہنچے اور بازو پر رکھے۔ پھر پکڑنا چونکہ انگلیوں سے ہوتا ہے۔ لہٰذا دائیں انگوٹھے اور چھنگلیا سے بائیں ہاتھ کو پکڑے۔

۲ ہمارے نزدیک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا افضل ہے اور راجح ہے جس کی دلیل یہ ہے۔

((عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ)) (اعلاء السنن ص۱۷۰ ج۲)

''وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نے نماز میں ناف کے نیچے اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔''

۳ عورت اپنے ہاتھ سینے پر باندھے کیونکہ اس میں عورت کے لیے زیادہ پردہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کا عورت کی نماز کے بارے میں ارشاد ہے۔

((اِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَاَسْتَرَ مَا يَكُوْنُ لَهَا))

(کنز العمال ص۱۱۷ ج۴)

''عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکا لے ایسے طور پر کہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہو۔''

نیز فرمایا:

((فَاِنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَتْ فِيْ ذَالِكَ كَالرَّجُلِ)) (مراسیل ابی داؤد ص ۸)

''عورت کا حکم اس بارے میں مرد جیسا نہیں ہے (بلکہ عورت کو اپنے افعال میں پردہ کا لحاظ رکھنا ہوگا)''

۵ پہلی رکعت میں ثناء یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھنا۔

۶ صرف پہلی رکعت میں قراءت کے لیے اعوذ پڑھنا اور ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔

۷ فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔

۸ ہر رکعت میں الحمد کے بعد امام اور منفرد کو آمین کہنا۔ قراءت بلند آواز سے ہو تو سب مقتدیوں کو بھی آہستہ آواز سے آمین کہنا۔

۹ ثنا، تعوذ، بسم اللہ اور آمین آہستہ کہنا۔

۱۰ سنت کے موافق قراءت کرنا۔

مسئلہ: اگر سفر کی حالت ہو یا کوئی ضرورت در پیش ہو تو اختیار ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد جو سورت چاہے پڑھے۔ اگر سفر اور ضرورت کی حالت نہ ہو تو فجر اور ظہر کی نماز میں سورہ حجرات اور سورہ بروج اور ان کے درمیان کی سورتوں میں سے جس سورت کو چاہے پڑھے۔ فجر کی پہلی رکعت میں بہ نسبت دوسری رکعت کے بڑی سورت ہونی چاہیے۔ باقی اوقات میں دونوں رکعتوں کی سورتیں برابر ہونی چاہئیں۔ ایک دو آیات کی کمی زیادتی کا اعتبار نہیں۔ عصر اور عشاء کی نماز میں وَالسَّمَاءِ وَ الطَّارِقِ اور لَمْ يَكُنْ اور ان کے درمیان کی سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھنی چاہیے۔ مغرب کی نماز میں اِذَا زُلْزِلَتِ سے آخر تک۔

۱۱ صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت کی قراءت کو دوسری سے لمبی کرنا۔

۱۲ رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ کہنا۔

۱۳ رکوع میں مردوں کو چاہیے کہ وہ اپنی پیٹھ کو بچھا دیں اور سر کو پشت کی سیدھ میں رکھیں۔ دونوں ہاتھوں کی کھلی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑیں، پنڈلیوں کو سیدھا رکھیں، گھٹنوں کو خم نہ دیں اور بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھیں۔

تنبیہ: عورتوں کے لیے سنت یہ ہے کہ وہ صرف اس قدر جھکیں کہ ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، کمر سیدھی نہ بچھائیں، ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں، گھٹنوں پر صرف ہاتھ رکھ دیں زور نہ دیں، گھٹنوں میں خم رکھیں مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کریں، اور بازو پہلو سے ملے رہیں۔

⓮ رکوع سے اٹھتے وقت امام کو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور سیدھے کھڑے ہو کر مقتدی کو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا اور منفرد کو یہ دونوں کہنا۔

⓯ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے وقت تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا۔

⓰ سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر پیشانی، پھر ناک رکھنا جب کہ بعض کے نزدیک پہلے ناک رکھے پھر پیشانی رکھے اور سجدے سے اٹھتے وقت اس کے برعکس کرنا۔

⓱ سجدہ میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر رکھنا اور قبلہ رخ رکھنا اور دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کرنا اور اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھنا اور کہنیوں کو زمین سے اونچا رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے جدا رکھنا مردوں کے لیے سنت ہے۔

تنبیہ: عورت کے لیے سجدہ میں سنت یہ ہے کہ وہ بازو پہلوؤں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں اور کہنیاں زمین سے ملائے اور پاؤں کھڑے نہ کرے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔

((اِذَا سَجَدَتْ اَلْصَقَتْ بَطْنَهَا بِفَخِذَيْهَا كَاَسْتَرَ مَا يَكُوْنُ لَهَا))

(عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ رانوں سے چپکا لے ایسے طور پر کہ اس کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ کا موجب ہو)

⓲ ہر سجدہ میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہنا۔

⓳ دوسرے سجدے کے بعد جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو پنجوں کے بل اٹھے اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھے۔

⓴ ہر جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دائیں پاؤں کو اس طرح

کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلہ رخ رہیں۔

۲۱ دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا اور ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا اور انگلیوں کے سرے گھٹنوں کے قریب رکھنا۔

۲۲ تشہد میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

۲۳ قعدہ اخیر میں درود پڑھنا اور درود کے بعد کسی ایسی چیز کی دعا مانگنا جس کا بندوں سے مانگنا محال ہو۔

۲۴ پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف کو سلام پھیرنا اور ساتھ میں منہ کو بھی پھرانا۔

۲۵ امام کو دونوں سلام بلند آواز سے کہنا مگر دوسرے سلام کو پہلے کی بہ نسبت پست آواز سے کہنا۔

۲۶ سلام ان لفظوں سے ہونا اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

نماز کے مستحبات

۱ دونوں قدموں کے درمیان چار انگلی کی مقدار یا اس کے قریب قریب فاصلہ چھوڑنا۔

۲ ہر رکعت میں الحمد کے بعد جب سورت ملائے تو اس سے پہلے بسم اللہ پڑھنا۔

۳ تکبیر تحریمہ کے وقت جب کہ کوئی عذر نہ ہو دونوں ہاتھ چادر وغیرہ سے باہر نکال کر اٹھانا۔

۴ منفرد کو رکوع و سجود میں تین تین مرتبہ سے زیادہ لیکن طاق عدد میں تسبیح پڑھنا۔

۵ جمائی آئے تو منہ خوب بند کرلے اور اگر کسی طرح نہ رکے تو ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت کی طرف سے روکے۔

۶ دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں یہ دعا پڑھنا:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ))

یا صرف

((رَبِّ اغْفِرْلِيْ))

ایک مرتبہ یا تین مرتبہ۔

۷ قنوت میں خاص اس دعا کا پڑھنا:
((اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ......))

۸ جب کھڑا ہو تو اپنی نگاہ سجدہ کی جگہ رکھے اور جب رکوع میں جائے تو پاؤں پر اور جب سجدہ کرے تو ناک پر نگاہ رکھے۔ جلسہ اور قعدہ میں نگاہ گود پر رکھے اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھے۔

مسئلہ: نماز ختم کر چکنے کے بعد دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے دعا مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لیے بھی اور دعا مانگ چکنے کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیر لے۔ مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا مانگیں یا امام کی دعا سنائی دے تو سب آمین آمین کہتے رہیں۔

مسئلہ: جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں جیسے ظہر، مغرب، عشاء ان کے بعد بہت دیر تک دعا نہ مانگے بلکہ مختصر دعا مانگ کر ان سنتوں کے پڑھنے میں مشغول ہو جائے اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں جیسے فجر، عصر، ان کے بعد جتنی دیر تک چاہے دعا مانگے اور امام ہو تو مقتدیوں کی طرف دائیں یا بائیں طرف منہ پھیر کر بیٹھ جائے۔ اس کے بعد دعا مانگے۔ بشرطیکہ کوئی مسبوق اس کے بالکل پیچھے نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ اگر ایک یا دو صفیں پیچھے ہوں تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: فرض نمازوں کے بعد بشرطیکہ ان کے بعد سنتیں نہ ہوں ورنہ سنت کے بعد مستحب ہے کہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ تین مرتبہ اور آیۃ الکرسی، قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ایک ایک مرتبہ پڑھ کر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور اسی قدر الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھے۔

نماز میں قراءت کے چند مسائل

مسئلہ: حضر میں یعنی جب کہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دو رکعتوں میں الحمد کے سوا چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ سے سو تک پڑھے۔ ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل یا

اس سے کم پڑھے۔ عصر اور عشاء کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ یا بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت میں پانچ آیتیں یا کوئی چھوٹی سورت پڑھے اور مستحسن یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھے یعنی سورہ حجرات سے سورہ بروج تک کی سورتیں اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل پڑھے یعنی سورہ والطارق سے سورہ لَمْ یَكُنْ تک کی سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل میں سے پڑھے یعنی سورہ اِذَا زُلْزِلَتِ سے آخر تک کی سورتیں۔

مسئلہ: فرض نمازوں میں مسنون قراءت کی مقدار کا حکم منفرد کے لیے بھی وہی ہے جو امام کے لیے ہے۔

مسئلہ: وتر کی نماز میں الحمد کے سوا کوئی سورت مقرر نہیں جو چاہے پڑھ لے لیکن رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ نے پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ دوسری میں کافرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد پڑھی ہیں۔ اس لیے مستحب یہ ہے کہ کبھی تبرکاً یہ سورتیں پڑھے۔

مسئلہ: صرف فجر کی نماز میں امام کے لیے پہلی رکعت بہ نسبت دوسری رکعت کے لمبی قراءت کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: اصل یہ ہے کہ فرض کی ہر رکعت میں الحمد کے سوا ایک ہی سورت پڑھے۔

مسئلہ: اگر فرضوں کی ایک رکعت میں ایسی دو سورتیں پڑھے کہ ان دونوں کے درمیان ایک یا کئی سورتوں کا فصل ہے تو مکروہ ہے اور اگر ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو تو مضائقہ نہیں لیکن فرضوں میں اس طرح دو سورتیں پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں رکعتوں میں دو سورتیں پڑھے اور ان کے درمیان ایک بڑی سورت یا دو چھوٹی سورتیں ہوں تو مکروہ نہیں اور [illegible] ایک چھوٹی سورت کا فصل ہے تو مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر پہلی رکعت میں ایک سورت سے ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری رکعت میں اسی سورت میں سے دوسری جگہ سے پڑھے تو اگر دونوں جگہوں میں دو آیتوں کا یا

زیادہ کا فاصلہ ہو تو مکروہ نہیں۔ پھر بھی بہتر ہے کہ ایسا نہ کرے اور اس سے کم فاصلہ ہو تو مکروہ ہے۔

مسئلہ: ایک سورت کا ایک رکعت میں بار بار پڑھنا فرضوں میں مکروہ ہے۔ نفلوں میں کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: فرضوں میں جو سورت پہلی رکعت میں پڑھی ہے وہی سورت دوسری رکعت میں پڑھ لی تو نماز ہو گئی لیکن ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ اگر مجبوری ہو جائے مثلاً اتفاق سے پہلی رکعت میں سورہ والناس پڑھ لی تو دوسری رکعت میں بھی اسی کو پڑھ لے۔

مسئلہ: قرآن پاک میں سورتیں جس ترتیب سے لکھی ہیں نماز میں الٹ ترتیب سے پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر بھولے سے ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ: جس کو نماز بالکل نہ آتی ہو یا نیا نیا مسلمان ہوا ہو وہ سب جگہ سبحان اللہ سبحان اللہ وغیرہ پڑھتا رہے تو فرض ادا ہو جائے گا۔ لیکن نماز برابر سیکھتا رہے۔ اگر نماز سیکھنے میں کوتاہی کرے گا تو بہت گنہگار ہوگا۔

مسئلہ: فرض نمازوں میں اگر امام ترغیب یا ترہیب (ڈراوے) کی کوئی آیت پڑھے تو امام اور مقتدی اس پر کچھ دعا نہ کریں۔ اسی طرح سورہ والتین یا سورہ غاشیہ کے ختم ہونے پر بھی امام اور مقتدی کچھ نہ کہیں البتہ نفل نمازوں میں دعا کر سکتے ہیں۔

نمازی کے آگے سے گزرنا

مسئلہ: بڑی مسجد اور کھلے میدان میں نمازی سے اتنے فاصلہ پر گزرنا جائز ہے کہ نمازی کی نظر جب سجدہ کی جگہ پر ہو تو گزرنے والے پر نظر نہ پڑے۔ اس کا عام اندازہ یہ ہے کہ نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے دو صف چھوڑ کر آگے سے گزر سکتا ہے۔ اور بڑی مسجد وہ کہلاتی ہے جس کا طول اور عرض ہر ایک بیس گز سے کم نہ ہو۔

اور جو مسجد اس سے چھوٹی ہو اس میں سترہ کے بغیر نمازی کے آگے سے نکلنا جائز نہیں ہے اگرچہ دو یا زائد صفوں کا فاصلہ چھوڑ کر ہی گزرے۔

مسئلہ: چبوترہ یا تخت وغیرہ اونچی جگہ پر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا جب کہ گزرنے والے کا کوئی عضو نمازی کے کسی عضو کے سامنے ہوتا ہو تو بھی گزرنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر وہ جگہ اتنی بلند ہو کہ نمازی کے قدم گزرنے والے کے سر سے اونچے ہوں یعنی وہ جگہ گزرنے والے کے قد سے اونچی ہو تو مکروہ نہیں۔

اسی طرح اگر نماز پڑھنے والا نیچے ہو اور سامنے سے گزرنے والا کسی اونچی جگہ پر ہو لیکن گزرنے والے کے پاؤں بھی اگر نمازی کے سر کے سامنے ہوتے ہوں تو گزرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر اگلی صف میں خالی جگہ چھوڑ کر کوئی شخص پیچھے صف میں کھڑا ہو گیا تو بعد میں آنے والے شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اگر کوئی اور جگہ نہ پائے تو نمازی کے سامنے سے گزر کر اگلی صف میں جگہ کو پر کرے۔

مسئلہ: جو شخص نمازی کے بالکل سامنے بیٹھا ہے وہ دائیں یا بائیں کو ہو کر نکل سکتا ہے۔ جو منع ہے وہ نمازی کے سامنے سے آر پار ہونا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی اکیلا شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہتا ہے اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو سترہ کے قابل ہو مثلاً کرسی وغیرہ تو اسے نمازی کے سامنے رکھ کر اس کے پرے سے گزر جائے پھر اس چیز کو اٹھا لے۔

مسئلہ: اگر دو شخص نمازی کے آگے سے گزرنا چاہیں تو ان میں سے ایک شخص نمازی کے آگے پیٹھ کر کے کھڑا ہو جائے اور دوسرا شخص اس کے پرے سے گزر جائے۔ پھر دوسرا شخص نمازی کے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے اور پہلا شخص اپنی طرف کو واپس جا کر اس شخص کے پرے سے گزر جائے۔ پھر یہ دوسرا شخص بھی اپنی طرف کو واپس نکل جائے۔

مسئلہ: نمازی کے سامنے کوئی شخص پشت کیے بیٹھا ہو تو بیٹھے ہوئے شخص کے سامنے سے اور لوگ گزر سکتے ہیں اور بیٹھا ہوا شخص بمنزلہ سترہ کے ہوگا۔

سترہ کے مسائل

مسئلہ: امام کو اور ایسا ہی منفرد کو جب کہ گھر یا میدان میں نماز پڑھتا ہو مستحب ہے

کہ اپنی ابرو کے سامنے خواہ دائیں جانب یا بائیں جانب کوئی ایسی چیز کھڑی کر لے جو ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو۔ ہاں اگر مسجد میں نماز پڑھتا ہو یا ایسے مقام میں جہاں لوگوں کا نمازی کے سامنے سے گزر نہ ہوتا ہو تو اس کی کچھ ضرورت نہیں اور امام کا سترہ تمام مقتدیوں کی طرف سے کافی ہے۔ سترہ قائم ہو جانے کے بعد سترہ کے آگے سے نکل جانے میں کچھ گناہ نہیں لیکن اگر سترہ کے اندر سے کوئی شخص نکلے گا تو وہ گناہگار ہوگا۔

اگر لکڑی لاٹھی وغیرہ کا گاڑنا ممکن نہ ہو تو اس کو زمین پر رکھ دے اور سامنے لمبائی میں رکھے چوڑائی میں نہ رکھے۔

باب:۱۲

جماعت کا بیان

جماعت کم سے کم دو آدمیوں کے مل کر نماز پڑھنے کو کہتے ہیں۔ اس طرح کہ ان میں ایک شخص تابع ہو اور دوسرا متبوع۔ متبوع کو امام اور تابع کو مقتدی کہتے ہیں۔

مسئلہ: جماعت سے نماز پڑھنا مردوں کے لیے اکثر کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک سنت موکدہ ہے لیکن ایسی سنت موکدہ جس کی تاکید واجب کے قریب ہے۔

مسئلہ: امام کے سوا ایک آدمی کے نماز میں شریک ہو جانے سے جماعت ہو جاتی ہے خواہ وہ آدمی مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد، بالغ ہو یا سمجھدار نابالغ بچہ۔

البتہ جمعہ وعیدین کی نماز میں امام کے علاوہ کم سے کم تین آدمیوں کے بغیر جماعت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: جماعت کے ہونے میں یہ بھی ضروری نہیں کہ فرض نماز ہو بلکہ اگر نفل بھی دو آدمی اسی طرح ایک دوسرے کے تابع ہو کر پڑھیں تو جماعت ہو جائے گی خواہ امام اور مقتدی دونوں نفل پڑھتے ہوں یا مقتدی نفل پڑھتا ہو۔ البتہ نفل کی جماعت کا عادی ہونا یا تین مقتدیوں سے زیادہ ہونا مکروہ ہے۔

جماعت کن لوگوں پر واجب ہے

ان عاقل بالغ آزاد مردوں پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے جن کو کوئی عذر نہ ہو اور وہ کسی حرج اور مشقت کے بغیر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر قادر ہوں۔

ترک جماعت کے عذر

① مسجد کے راستہ میں سخت کیچڑ ہو کہ چلنا سخت دشوار ہو۔

② بارش بہت زور سے برستی ہو۔

تنبیہ: جب تک بارش اور کیچڑ کے باوجود مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھ سکتا ہو

تو جماعت سے نماز پڑھنے کی ہمت کرنی چاہیے۔

۳ سخت سردی ہو کہ باہر نکلنے یا مسجد تک جانے میں کسی بیماری کے پیدا ہو جانے کا یا بڑھ جانے کا خوف ہو۔

۴ مسجد جانے میں مال واسباب کے چوری ہو جانے کا خوف ہو۔

۵ مسجد جانے میں کسی دشمن کے مل جانے کا خوف ہو۔

۶ مسجد جانے میں کسی قرض خواہ کے مل جانے کا خوف ہو اور اس سے تکلیف پہنچنے کا خوف ہو بشرطیکہ اس کے قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔

۷ اندھیری رات ہو کہ راستہ دکھائی نہ دیتا ہو۔ لیکن اگر روشنی کا سامان خدا نے دیا ہو تو جماعت نہ چھوڑنی چاہیے۔

۸ رات کا وقت ہو اور بہت سخت آندھی چلتی ہو۔

۹ کسی مریض کی تیمار داری کرتا ہو کہ اس کے جماعت میں چلے جانے سے اس مریض کی تکلیف یا وحشت کا خوف ہو۔

۱۰ کھانا تیار ہو یا تیاری کے قریب ہو اور بھوک ایسی لگی ہو کہ نماز میں جی نہ لگنے کا خوف ہو۔

۱۱ پیشاب یا پاخانہ زور کا معلوم ہوتا ہو۔

۱۲ کوئی ایسی بیماری ہو جس کی وجہ سے چل پھر نہ سکے یا نابینا ہو یا لنجا ہو یا کوئی پیر کٹا ہوا ہو لیکن جو نابینا بے تکلف مسجد تک پہنچ سکے اس کو ترک جماعت نہ چاہیے۔

۱۳ سفر کا ارادہ رکھتا ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں دیر ہو جائے گی۔ قافلہ نکل جائے گا یا ریل چل دے گی اور دوسری ریل پکڑنا یا تو ممکن نہیں یا اس میں سخت حرج ہے۔

تنبیہ: خود سفر ترک جماعت کے لیے عذر نہیں۔ بلکہ جو سفر میں ہوں وہ خود جماعت کا اہتمام کریں۔

امامت کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱ مسلمان ہو۔ کافر کی امامت صحیح نہیں۔

۲ بالغ ہو۔ نابالغ کی امامت جب کہ اس کے پیچھے بالغ مقتدی ہوں صحیح نہیں۔ البتہ جو لڑکا ابھی بالغ نہ ہوا ہو اور اس کی عمر پندرہ سال ہو چکی ہو وہ تراویح کی جماعت کرا سکتا ہے۔

۳ عاقل ہو۔ مست یا بے ہوش یا دیوانے کی امامت صحیح نہیں۔

۴ مرد ہو۔ اور اگر عورت امام اور اس کے پیچھے مرد مقتدی ہوں تو ان کی نماز صحیح نہ ہو گی۔ اور اگر عورت کے پیچھے مقتدی صرف عورتیں ہوں تو یہ جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

اقتداء کے صحیح ہونے کی شرطیں

۱ مقتدی کو نماز کی نیت کے ساتھ امام کی اقتداء کی نیت بھی کرنی چاہیے۔ یعنی یہ ارادہ دل میں کرے کہ میں اس امام کے پیچھے فلاں نماز پڑھتا ہوں۔

۲ امام اور مقتدی دونوں کے مکان کا ایک ہونا خواہ حقیقت میں ایک ہوں جیسے دونوں ایک ہی مسجد یا ایک ہی گھر میں کھڑے ہوں جب کہ وہ مسجد یا گھر بہت بڑے نہ ہوں یا حکم میں ایک ہوں جیسے کسی دریا کے پل پر اور آر پار جماعت قائم کی جائے اور امام پل کے اس پار ہو مگر درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام کے اور ان مقتدیوں کے درمیان میں جو پل کے دوسری طرف ہیں دریا حائل ہے اور اس وجہ سے دونوں کا مکان حقیقت میں ایک نہیں مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوئی ہیں اس لیے دونوں کا مکان حکماً متحد اور ایک سمجھا جائے گا اور اقتداء صحیح ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر مقتدی مسجد کی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد کے اندر ہو تو درست ہے اس لیے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے اور یہ دونوں مکان حکماً متحد سمجھے جائیں گے۔ اسی طرح اگر کسی کی چھت مسجد سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ بھی حکماً مسجد سے متحد سمجھی جائے گی اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر اس امام کی اقتداء کرنا جو مسجد میں نماز پڑھا رہا ہے درست ہے۔

مسئلہ: اگر مسجد بہت ہی بڑی ہو اور اسی طرح اگر گھر بہت بڑا ہو یا جنگل ہو اور امام

اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو کہ جس میں دو صفیں ہو سکیں تو یہ دونوں مقام یعنی جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے مختلف سمجھے جائیں گے اور اقتداء درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: اسی طرح اگر امام اور مقتدی کے درمیان کوئی نہر ہو جس میں ناؤ وغیرہ چل سکے یا کوئی اتنا بڑا حوض ہو جس کی طہارت کا حکم شریعت نے دیا ہو یا کوئی عام گلی ہو جس میں بیل گاڑی یا اونٹ وغیرہ نکل سکے اور درمیان میں صفیں نہ ہوں تو وہ دونوں متحد نہ سمجھے جائیں گے اور اقتداء درست نہ ہوگی۔ البتہ جو راستہ اتنا تنگ ہو کہ اس کی چوڑائی میں اونٹ نہ آ سکے تو وہ اقتداء سے مانع نہیں۔

مسئلہ: اگر دو صفوں کے درمیان میں کوئی ایسی نہر یا ایسی رہ گزر واقع ہو جائے تو اس صف کی اقتداء درست نہ ہوگی۔ البتہ جو راستہ اتنا تنگ ہو کہ اس کی چوڑائی میں اونٹ نہ آ سکے تو وہ اقتداء سے مانع نہیں۔

مسئلہ: اگر دو صفوں کے درمیان میں کوئی ایسی نہر یا ایسی رہ گزر واقع ہو جائے تو اس صف کی اقتداء درست نہ ہوگی جو ان چیزوں کے اس پار ہے۔

مسئلہ: پیادے کی اقتداء سوار کے پیچھے یا ایک سوار کی دوسرے سوار کے پیچھے صحیح نہیں۔ اس لیے کہ دونوں کے مکان متحد نہیں۔ ہاں اگر ایک ہی سواری پر دونوں سوار ہوں تو درست ہے۔

۳ مقتدی اور امام دونوں کی نماز کا مغائر نہ ہونا۔ اگر مقتدی کی نماز امام کی نماز سے مغائر ہوگی تو اقتداء درست نہ ہوگی۔ مثلاً امام ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی عصر کی نماز کی نیت کرے یا امام کل کی ظہر کی نماز پڑھتا ہو اور مقتدی آج کی ظہر کی۔ ہاں اگر دونوں کل کی ظہر کی قضا پڑھتے ہوں یا دونوں آج ہی کی ظہر کی قضا پڑھتے ہوں تو درست ہے۔ البتہ اگر امام فرض پڑھتا ہو اور مقتدی نفل پڑھتا ہو تو اقتداء صحیح ہے اس لیے کہ امام کی نماز قوی ہے۔

مسئلہ: مقتدی اگر تراویح پڑھنا چاہے اور امام نفل پڑھتا ہو تب بھی اقتداء صحیح نہ ہو گی کیونکہ امام کی نماز ضعیف ہے۔

◆ امام کی نماز کا صحیح ہونا۔ اگر امام کی نماز فاسد ہوگی تو سب مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی خواہ یہ فساد نماز ختم ہونے سے پہلے معلوم ہو جائے یا ختم ہونے کے بعد مثلاً امام کے کپڑوں میں نجاست غلیظہ معاف مقدار سے زیادہ تھی اور نماز ختم ہونے کے بعد یا نماز کے دوران میں معلوم ہوئی یا امام کو وضو نہ تھا اور نماز کے بعد یا اثنائے نماز میں اس کو خیال آیا۔

مسئلہ: امام کی نماز اگر کسی وجہ سے فاسد ہوگئی ہو اور مقتدیوں کو معلوم نہ ہو تو امام پر ضروری ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کو حتی الامکان اس کی اطلاع کرے تاکہ وہ لوگ اپنی نمازوں کا اعادہ کرلیں خواہ اطلاع آدمی کے ذریعہ سے کی جائے یا خط کے ذریعہ سے۔

◆ مقتدی کا امام کے آگے نہ کھڑا ہونا پھر خواہ برابر کھڑا ہو یا پیچھے۔ اگر مقتدی امام سے آگے کھڑا ہو تو اس کی اقتداء درست نہ ہوگی۔ امام سے آگے کھڑا ہونا اس وقت سمجھا جائے گا جب مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہو جائے۔ اگر ایڑی آگے نہ ہو اور انگلیاں آگے بڑھ جائیں خواہ پیر کے بڑے ہونے کے سبب سے یا انگلیوں کے لمبے ہونے کی وجہ سے تو یہ آگے کھڑا ہونا نہ سمجھا جائے گا اور اقتداء درست ہوگی۔

◆ مقتدی کو امام کے انتقالات کا مثل رکوع، قومے، سجدے، قعدے وغیرہ کا علم ہونا خواہ امام کو دیکھ کر یا کسی مکبر (تکبیر کہنے والے) کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر۔ اگر مقتدی کو امام کے انتقالات کا علم نہ ہو خواہ کسی چیز کے حائل ہو جانے کے سبب سے یا اور کسی وجہ سے تو اقتداء صحیح نہ ہوگی اور اگر کوئی حائل مثل پردے یا دیوار وغیرہ کے ہو مگر امام کے انتقالات معلوم ہوتے ہوں اگر لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ ہوں تو اقتداء درست ہے۔

مسئلہ: اگر امام کا مسافر یا مقیم ہونا معلوم نہ ہو لیکن قرائن سے اس کے مقیم ہونے کا خیال ہو بشرطیکہ وہ شہر یا گاؤں کے اندر ہو اور مسافر کی سی نماز پڑھائے یعنی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر سلام پھیر دے اور مقتدی کو اس سلام سے امام کے متعلق سہو کا شبہ ہو تو اس مقتدی کو اپنی چار رکعت پوری کر لینے کے بعد امام کی حالت کی تحقیق کرنا واجب ہے کہ امام کو سہو ہوا یا وہ مسافر تھا۔ اگر تحقیق سے مسافر ہونا معلوم ہوا تو نماز صحیح ہوگی اور اگر سہو کا ہونا محقق ہوا تو نماز کا اعادہ کرے۔

مسئلہ: اگر امام کے متعلق مقیم ہونے کا خیال ہے مگر وہ نماز شہر یا گاؤں میں نہیں پڑھا رہا بلکہ شہر یا گاؤں سے باہر پڑھا رہا ہے اور اس نے چار رکعت والی نماز میں مسافر کی سی نماز پڑھائی اور مقتدی کو امام کے سہو کا شبہ ہوا تو اس صورت میں بھی مقتدی چار رکعت پوری کرے اور بعد نماز کے امام کا حال معلوم کرے تو اچھا ہے۔ اگر معلوم نہ کرے تو نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ بستی سے باہر امام کا مسافر ہونا ہی ظاہر ہے۔ اسی طرح اگر امام چار رکعت والی نماز بستی میں یا جنگل میں پڑھائے اور کسی مقتدی کو اس کے متعلق مسافر ہونے کا شبہ ہو لیکن امام نے پوری چار رکعت پڑھائیں تب بھی نماز کے بعد مقتدی کو امام کے بارے میں تحقیق حال کرنا واجب نہیں، کیونکہ اصل یہی ہے کہ آدمی مسافر نہ ہو۔

❼ مقتدی کو تمام ارکان میں سوائے قراءت کے امام کا شریک رہنا خواہ امام کے ساتھ ادا کرے یا اس کے بعد یا اس سے پہلے بشرطیکہ اسی رکن کے اخیر تک امام اس کا شریک ہو جائے۔ پہلی صورت کی مثال یہ ہے کہ امام کے ساتھ ہی رکوع وسجدہ وغیرہ کرے۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے کہ امام رکوع کر کے کھڑا ہو جائے اس کے بعد مقتدی رکوع کرے۔ تیسری صورت کی مثال یہ ہے کہ امام سے پہلے رکوع کرے مگر رکوع میں اتنی دیر تک رہے کہ امام کا رکوع اس سے مل جائے۔

مسئلہ: اگر کسی رکن میں امام کے ساتھ شرکت نہ کی جائے مثلاً امام رکوع کرے اور مقتدی رکوع نہ کرے یا امام دو سجدے کرے اور مقتدی ایک ہی سجدہ کرے یا کسی رکن کی ابتداء اس امام سے پہلے کی جائے اور اخیر تک امام اس میں شریک نہ ہو مثلاً مقتدی امام سے پہلے رکوع میں جائے اور قبل اس کے کہ امام رکوع میں جائے مقتدی کھڑا ہو جائے تو ان دونوں صورت میں اقتداء درست نہ ہوگی۔

❽ امام کا واجب الانفراد نہ ہونا۔ یعنی ایسے شخص کے پیچھے اقتداء درست نہیں جس کا اس وقت منفرد رہنا ضروری ہے جیسے مسبوق کہ اس کو امام کی نماز ختم ہو جانے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعتوں کا تنہا پڑھنا ضروری ہے۔ پس اگر کوئی شخص کسی مسبوق کی اقتداء کرے تو درست نہ ہوگی۔

❾ امام کو کسی کا مقتدی نہ ہونا یعنی ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے جو خود کسی کا مقتدی ہو

خواہ حقیقتاً جیسے مدرک یا حکماً جیسے لاحق اپنی ان رکعتوں میں جو امام کے ساتھ اس کو نہیں ملیں مقتدی کا حکم رکھتا ہے۔

⑩ مقتدی کی حالت کا امام سے کم یا برابر ہونا۔

مسئلہ: قیام کرنے والے کی اقتداء قیام سے عاجز کے پیچھے درست ہے۔ شرع میں معذور کا قعود بمنزلہ قیام کے ہے۔

مسئلہ: تیمّم کرنے والے کے پیچھے خواہ وضو کا ہو یا غسل کا، وضو اور غسل کرنے والے کی اقتدا درست ہے اس لیے کہ تیمّم، وضو اور غسل کا حکم طہارت میں یکساں ہے۔ کوئی کسی سے کم زیادہ نہیں۔

مسئلہ: مسح کرنے والے کے پیچھے خواہ موزوں پر کرتا ہو یا پٹی پر، دھونے والے کی اقتداء درست ہے اس لیے کہ مسح کرنا اور دھونا دونوں ایک ہی درجہ کی طہارت ہیں۔

مسئلہ: معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں۔ مثلاً دونوں کو سلسل البول ہو یا دونوں کو خروج ریح کا مرض ہو۔

مسئلہ: اُمی کی اقتداء امی کے پیچھے درست ہے بشرطیکہ مقتدیوں میں کوئی قاری نہ ہو اور امی وہ شخص ہوتا ہے جو فرض قراءت کی مقدار یعنی قرآن مجید کی ایک آیت زبانی نہ پڑھ سکتا ہو اور قاری سے مراد وہ شخص ہے جو فرض قراءت کی مقدار زبانی پڑھ سکے۔

مسئلہ: عورت یا نابالغ کی اقتداء بالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔

مسئلہ: عورت کی اقتداء عورت کے پیچھے درست ہے۔

مسئلہ: نابالغ عورت یا نابالغ مرد کی اقتداء نابالغ مرد کے پیچھے درست ہے۔

مسئلہ: نفل پڑھنے والے کی اقتداء واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ مثلاً کوئی ظہر کی نماز پڑھ چکا ہو اور وہ کسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھے۔

مسئلہ: نفل پڑھنے والے کی اقتداء نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔

مسئلہ: قسم کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست

ہے اس لیے کہ قسم کی نماز بھی فی نفسہ نفل ہے۔ یعنی ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں دو رکعت نماز پڑھوں گا اور پھر کسی نفل پڑھنے والے کے پیچھے اس نے دو رکعت نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی اور قسم پوری ہو جائے گی۔ نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نذر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ بشرطیکہ دونوں کی نذر ایک ہو مثلاً ایک شخص کی نذر کے بعد دوسرا شخص کہے کہ میں نے بھی اس چیز کی نذر کی جس کی فلاں شخص نے نذر کی ہے اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ ایک نے دو رکعت کی مثلاً الگ نذر کی اور دوسرے نے الگ تو چونکہ ہر ایک کی نذر جدا جدا ہے اس لیے ہر ایک کی نماز بھی جدا جدا ہوئی۔ اس وجہ سے ان میں سے کسی ایک کو دوسرے کی اقتداء درست نہیں۔

تنبیہ: وہ صورتیں جن میں مقتدی کی حالت امام سے زیادہ قوی ہو خواہ یقیناً خواہ احتمالاً اقتداء درست نہ ہوگی۔

مسئلہ: بالغ کی اقتداء خواہ مرد ہو یا عورت نابالغ کے پیچھے درست نہیں۔

مسئلہ: مرد کی اقتداء خواہ بالغ ہو یا نابالغ عورت کے پیچھے درست نہیں۔

مسئلہ: خنثیٰ کی اقتداء عورت کے پیچھے درست نہیں اس خیال سے کہ شاید وہ خنثیٰ مرد ہو۔

مسئلہ: ہوش وحواس والے کی اقتداء مجنون، مست، بے ہوش اور بے عقل کے پیچھے درست نہیں۔

مسئلہ: طاہر کی اقتداء معذور کے پیچھے مثل اس شخص کے جس کو سلسل البول وغیرہ کی شکایت ہو درست نہیں۔

مسئلہ: ایک عذر والے کی اقتداء دو عذر والے کے پیچھے درست نہیں مثلاً کسی کو خروج ریح کا مرض ہو اور وہ ایسے شخص کی اقتداء کرے جس کو خروج ریح اور سلسل البول دو بیماریاں ہوں۔

مسئلہ: ایک طرح کے عذر والے کی اقتداء دوسری طرح کے عذر والے کے پیچھے درست نہیں۔ مثلاً سلسل البول والا ایسے شخص کی اقتداء کرے جس کو نکسیر بہنے کی شکایت ہو۔

مسئلہ: قاری کی اقتداء اُمی کے پیچھے درست نہیں اور قاری وہ کہلاتا ہے جس کو اتنا

قرآن صحیح یاد ہو جس سے نماز ہو جاتی ہے اور امی وہ ہے جس کو اتنا بھی یاد نہ ہو۔

مسئلہ: امی کی اقتداء امی کے پیچھے جب کہ مقتدیوں میں کوئی قاری موجود ہو درست نہیں کیونکہ اس صورت میں اس امی امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اور جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی جن میں وہ امی مقتدی بھی ہے۔

مسئلہ: امی کی اقتداء کسی گونگے کے پیچھے درست نہیں اس لیے کہ امی اگر چہ بالفعل قراءت نہیں کرسکتا مگر قادر تو ہے اس وجہ سے کہ وہ قراءت سیکھ سکتا ہے۔ گونگے میں تو یہ قدرت بھی نہیں۔

مسئلہ: جس شخص کا جسم جس قدر ڈھانکنا فرض ہے چھپا ہوا ہو اس کی اقتداء برہنہ کے پیچھے درست نہیں۔

مسئلہ: رکوع و سجود کرنے والے کی اقتداء ان دونوں سے عاجز کے پیچھے درست نہیں اور اگر کوئی شخص صرف سجدے سے عاجز ہو اس کے پیچھے بھی اقتداء درست نہیں۔

مسئلہ: نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں اس لیے کہ نذر کی نماز واجب ہے۔

مسئلہ: نذر کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء قسم کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں آج چار رکعت پڑھوں گا اور کسی نے چار رکعت نماز کی نذر کی اور نذر کی نماز واجب ہے اور قسم کی نماز نفل ہے کیونکہ قسم کو پورا کرنا واجب ہی نہیں ہوتا بلکہ اس میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نماز نہ پڑھے اس کی جگہ قسم کا کفارہ دے دے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس کام کی قسم کھائی ہے اگر وہ کام اصل سے فرض یا واجب ہے تب تو قسم کو پورا کرنا متعین ہے۔ اور اگر وہ گناہ ہے تو قسم توڑنا اور کفارہ دینا متعین ہے۔ اور اگر نہ فرض و واجب ہے اور نہ ہی گناہ ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس کا کرنا بہتر ہے تو قسم کو پورا کرنا افضل ہوگا اور اگر نہ کرنا بہتر ہے تو قسم توڑنا بہتر ہوگا اور اگر دونوں برابر ہیں تو قسم پورا کرنا اَولیٰ ہے۔ غرض جس کام پر قسم کھائی جائے اس کو پورا کرنا بہر

صورت واجب نہیں ہو جاتا۔ اس لیے اگر نفلی نماز کے لیے قسم کھالی تو وہ واجب نہیں ہوئی۔

مسئلہ: جس شخص سے حروف صاف ادا نہ ہو سکتے ہوں یا کسی حرف میں تغیر و تبدیل ہوتا ہو تو اس کے پیچھے صاف اور صحیح پڑھنے والے کی نماز درست نہیں۔ ہاں اگر پوری قراءت میں ایک آدھ حرف ایسا واقع ہو جائے تو اقتداء صحیح ہو جائے گی۔

جماعت کے احکام

مسئلہ: جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے۔ یعنی یہ نمازیں تنہا صحیح نہیں ہوتیں۔ پنج وقتی نمازوں میں جماعت واجب ہے بشرطیکہ کوئی عذر نہ ہو اور تراویح میں سنت موکدہ ہے اگر چہ ایک قرآن جماعت کے ساتھ ہو چکا ہو۔ اور ہر محلّہ والوں کے لیے سنت علی الکفایہ بھی ہے۔ اگر ایک محلّہ کے سب لوگوں نے جماعت تراویح کو ترک کیا تو سب اس سنت کے تارک ہوں گے۔ اور اسی طرح نماز کسوف کے لیے اور رمضان کے وتر میں جماعت مستحب ہے اور سوائے رمضان کے اور کسی زمانہ میں وتر میں مکروہ تنزیہی ہے یعنی جب کہ مواظبت کی جائے اور اگر مواظبت نہ کی جائے بلکہ کبھی کبھی دو تین آدمی جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں اور نماز خسوف میں اور تمام نوافل میں مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ اس اہتمام سے ادا کی جائے جس اہتمام سے فرائض کی جماعت ہوتی ہے یعنی اذان و اقامت کے ساتھ یا کسی اور طریقہ سے لوگوں کو جمع کر کے۔ ہاں اگر بے اذان و اقامت کے اور بے بلائے ہوئے دو تین آدمی جمع ہو کر کسی نفل کو جماعت سے پڑھ لیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور پھر بھی دوام نہ کریں اور مقتدی تین سے زیادہ نہ ہوں۔

جماعت ثانیہ

ہر فرض کی دوسری جماعت ان چار شرطوں سے مکروہ تحریمی ہے۔

① مسجد محلے کی ہو اور عام رہ گزر پر نہ ہو اور مسجد محلّہ کی تعریف یہ لکھی ہے کہ وہاں کا امام اور وہاں کے نمازی معین ہوں۔

② پہلی جماعت بلند آواز سے اذان و اقامت کہہ کر پڑھی گئی ہو۔

③ پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی ہو جو اس محلہ میں رہتے ہوں اور جن کو اس مسجد کے انتظام کا اختیار حاصل ہے۔

④ دوسری جماعت اسی ہیئت اور اہتمام سے ادا کی جائے جس ہیئت و اہتمام سے پہلی جماعت ادا کی گئی ہے اور یہ چوتھی شرط صرف امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہیئت بدل دینے پر بھی کراہیت رہتی ہے۔

پس اگر دوسری جماعت مسجد میں ادا نہ کی جائے بلکہ گھر میں ادا کی جائے تو مکروہ نہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شرط ان چاروں شرطوں میں سے نہ پائی جائے مثلاً مسجد عام راہ گزر پر ہو، محلے کی نہ ہو تو اس میں دوسری بلکہ تیسری اور چوتھی جماعت بھی مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت بلند آواز سے اذان و اقامت کر کے نہ پڑھی گئی ہو تو دوسری جماعت مکروہ نہیں۔ یا پہلی جماعت ان لوگوں نے پڑھی جو اس محلے میں نہیں رہتے نہ ان کو مسجد کے انتظام کا اختیار حاصل ہے۔ یا بقول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے دوسری جماعت اس ہیئت سے ادا نہ کی جائے جس ہیئت سے پہلی ادا کی گئی ہے۔ یعنی جس جگہ پہلی جماعت کا امام کھڑا ہوا تھا دوسری جماعت کا امام وہاں سے ہٹ کر کھڑا ہو تو ہیئت بدل جائے گی اور جماعت مکروہ نہ ہوگی۔

تنبیہ: اگرچہ بعض لوگوں کا عمل امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول دلیل سے بھی قوی ہے اور حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ لوگوں میں دین کے معاملہ میں سستی غالب ہے۔ لہٰذا وہ سستی کریں گے اور خیال کریں گے کہ ہم دوسری جماعت کرلیں گے اور اس سے پہلی اصل جماعت کم ہو جائے گی اور اس کا سبب چونکہ دوسری جماعت بنے گی لہٰذا وہ مکروہ تحریمی ہے۔

امامت کے لائق شخص

مسئلہ: مقتدیوں کو چاہیے کہ تمام حاضرین میں امامت کے لائق جس میں اچھے اوصاف زیادہ ہوں اس کو امام بنائیں اور اگر کئی شخص ایسے ہوں جو امامت کی لیاقت میں

برابر ہوں تو غلبہ رائے پر عمل کریں یعنی جس شخص کی طرف زیادہ لوگوں کی رائے ہو اس کو امام بنائیں۔ اگر کسی ایسے شخص کے ہوتے ہوئے جو امامت کے زیادہ لائق ہے کسی ایسے شخص کو امام بنادیں جو اس سے کم لیاقت رکھتا ہے تو ترک سنت کی خرابی میں مبتلا ہوں گے۔

مسئلہ: سب سے زیادہ استحقاق امامت اس شخص کو ہے جو نماز کے مسائل خوب جانتا ہو بشرطیکہ ظاہراً اس میں فسق وغیرہ کی بات نہ ہو اور جس قدر قراءت مسنون ہے اسے یاد ہو اور قرآن صحیح پڑھتا ہو۔ اگر کسی موقع پر حاضرین میں سے دو آدمی اس وصف میں برابر ہوں تو پھر ان دو میں سے وہ شخص جو قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے یعنی قراءت کے قواعد کے مطابق پڑھتا ہے وہ امامت کے زیادہ لائق ہے اور اگر اس وصف میں بھی دونوں برابر ہوں تو پھر ان میں سے وہ شخص ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو۔ پھر وہ شخص ہے جس کی عمر زیادہ ہو پھر وہ شخص جو زیادہ خلیق ہو پھر وہ شخص جو تہجد گزار ہو کہ جس کی وجہ سے چہرہ پر رونق آجاتی ہے پھر وہ شخص جو زیادہ شریف ہو۔ پھر وہ شخص جس کی آواز زیادہ عمدہ ہو پھر وہ شخص جو عمدہ لباس پہنے ہو پھر وہ شخص جو دوسرے کی نسبت مقیم ہو۔

مسئلہ: جس مسجد میں کوئی امام مقرر ہو اس مسجد میں اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں۔ ہاں اگر وہ کسی دوسرے کو امام بنا دے تو پھر مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کے گھر میں جماعت کی جائے تو صاحب خانہ امامت کے لیے زیادہ مستحق ہے۔ اس کے بعد وہ شخص جس کو وہ امام بنا دے۔ ہاں اگر صاحب خانہ بالکل جاہل ہو اور دوسرے لوگ مسائل سے واقف ہوں تو پھر ان ہی کو استحقاق ہوگا۔

مسئلہ: جس حاکم یا بادشاہ کے اندر شرعی شرائط موجود ہوں اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امامت کا استحقاق نہیں۔

مسئلہ: لوگوں کی رضامندی کے بغیر امامت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر وہ شخص سب سے زیادہ استحقاق امامت رکھتا ہو یعنی امامت کے اوصاف اس کے برابر کسی میں نہ پائے جائیں تو پھر اس کے اوپر کچھ کراہت نہیں بلکہ جو اس کی امامت سے ناراض ہو وہی غلطی پر ہے۔

مسئلہ: فاسق اور بدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر خدانخواستہ ایسے لوگوں

کے سوا کوئی دوسرا شخص وہاں موجود نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر بدعتی و فاسق زوردار ہو کہ اس کے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو یا فتنہ عظمیٰ برپا ہوتا ہو تو پھر مقتدیوں پر کراہت نہیں۔

فاسق میں وہ شخص بھی شامل ہیں جو اپنی داڑھی سرے سے مونڈتا ہو یا اس حد تک کتراتا ہو کہ ٹھوڑی کے نیچے ایک مشت سے کم رہ جائے۔

مسئلہ: غلام کا یعنی جو دین کے قاعدے سے غلام ہو وہ نہیں جو قحط وغیرہ میں خرید لیا جائے امام بنانا اگرچہ وہ آزاد شدہ ہو اور گنوار یعنی گاؤں کے رہنے والے کا اور نابینا کا جو پاکی کی احتیاط نہ رکھتا ہو یا ایسے شخص کا جسے رات کو کم نظر آتا ہو اور ولد الزنا یعنی حرام کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر یہ لوگ صاحب علم و فضل ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا ناگوار نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اسی طرح سے کسی ایسے حسین نوجوان کو امام بنانا جس کی داڑھی نہ نکلی ہو اور بے عقل کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے۔

امام اور مقتدیوں کے کھڑے ہونے کی ترتیب

مسئلہ: اگر ایک ہی مقتدی ہو اور وہ مرد ہو یا نابالغ لڑکا ہو تو اس کو امام کے داہنی جانب امام کے برابر کچھ پیچھے ہٹ کر کھڑا ہونا چاہیے اگر بائیں جانب امام کے پیچھے کھڑا ہو تو مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر ایک سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کے پیچھے ان کو صف باندھ کر کھڑا ہونا چاہیے۔ اگر امام کے دائیں بائیں جانب کھڑے ہوں اور دو ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ جب دو سے زیادہ مقتدی ہوں تو امام کا آگے کھڑا ہونا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر نماز شروع کرتے وقت ایک ہی مرد مقتدی تھا اور وہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہوا اس کے بعد اور مقتدی آ گئے تو پہلے مقتدی کو چاہیے کہ پیچھے ہٹ جائے تاکہ سب مقتدی مل کر امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ اگر وہ نہ ہٹے تو ان مقتدیوں کو چاہیے کہ اس کو کھینچ لیں اور اگر لاعلمی سے وہ مقتدی امام کے دونوں جانب کھڑے ہو

جائیں اور پہلے مقتدی کو پیچھے نہ ہٹائیں تو امام کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ جائے تاکہ وہ مقتدی سب مل جائیں اور امام کے پیچھے ہو جائیں۔ اسی طرح اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہ ہو تب بھی امام ہی کو چاہیے کہ وہ آگے بڑھ جائے لیکن مقتدی مسائل سے ناواقف ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں غالب ہے تو اس کو ہٹانا مناسب نہیں کبھی کوئی ایسی حرکت کر بیٹھے کہ جس سے نماز ہی غارت ہو۔

مسئلہ : اگر مقتدی عورت ہو یا نابالغ لڑکی تو اس کو چاہیے کہ امام کے پیچھے کھڑی ہو خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد۔

مسئلہ : اگر مقتدیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوں' کچھ مرد کچھ عورتیں کچھ نابالغ تو امام کو چاہیے کہ اس ترتیب سے ان کی صفیں قائم کرے پہلے مردوں کی صفیں پھر نابالغ لڑکوں کی' پھر بالغ عورتوں کی پھر نابالغ لڑکیوں کی۔

مسئلہ : امام کو چاہیے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے ہونے سے منع کرے سب کو برابر کھڑا ہونے کا حکم دے۔ صف میں ایک کو دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہیے درمیان میں خالی جگہ نہ رہنی چاہیے۔

مسئلہ : تنہا ایک شخص کا صف کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے بلکہ ایسی حالت میں چاہیے کہ اگلی صف سے آدمی کو کھینچ کر اپنے ہمراہ کرلے لیکن کھینچنے میں اگر احتمال ہو کہ وہ اپنی نماز خراب کرلے گا یا برا مانے گا تو جانے دے۔

مسئلہ : پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے ہاں جب صف پوری ہو جائے تب دوسری صف میں کھڑا ہونا چاہیے۔

لاحق اور مسبوق کے مسائل

لاحق وہ مقتدی ہے جس کی کچھ رکعتیں یا سب رکعتیں شریک جماعت ہونے کے بعد جاتی رہیں خواہ عذر کی وجہ سے مثلاً نماز میں سو جائے اور اس درمیان میں کوئی رکعت وغیرہ جاتی رہی یا لوگوں کی کثرت سے رکوع سجدہ نہ کر سکے یا وضو ٹوٹ جائے اور وضو

کرنے کے لیے جائے اور اس درمیان میں اس کی رکعتیں وغیرہ جاتی رہیں یا بے عذر جاتی رہیں مثلاً امام سے پہلے کسی رکعت کا رکوع وسجدہ کرنے اور اس وجہ سے اس کی یہ رکعت کالعدم سمجھی جائے تو اس رکعت کے اعتبار سے وہ لاحق سمجھا جائے گا۔ جو مقیم مسافر کی اقتداء کرے اور مسافر قصر کرے تو یہ مقیم امام کے نماز ختم کرنے کے بعد لاحق ہے۔

مسئلہ: لاحق کو واجب ہے کہ پہلے ان رکعتوں کو ادا کرے جو اس کی جاتی رہی ہیں۔ ان کو ادا کرنے کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز پڑھ لے۔

مسئلہ: لاحق اپنی گئی ہوئی رکعتوں میں بھی مقتدی سمجھا جائے گا یعنی جیسے مقتدی قراءت نہیں کرتا ویسے ہی لاحق بھی قراءت نہ کرے بلکہ سکوت کئے ہوئے کھڑا رہے۔ اور جیسے مقتدی کو اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہوتی ویسے ہی لاحق کو بھی ضرورت نہیں۔

مسبوق یعنی جس کی ایک دو رکعت یا زیادہ رہ گئی ہوں

مسئلہ: مسبوق کو چاہیے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہو کر جس قدر نماز باقی ہو جماعت سے ادا کرے۔ پھر امام کی نماز ختم ہونے کے بعد کھڑا ہو جائے اور اپنی گئی ہوئی رکعتوں کو ادا کرے۔

مسئلہ: مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں منفرد کی طرح قراءت کے ساتھ ادا کرنا چاہئیں اور اگر ان رکعتوں میں کوئی سہو جائے تو اس کو سجدہ سہو بھی کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: مسبوق کو اپنی گئی ہوئی رکعتیں اس ترتیب سے ادا کرنا چاہئیں کہ پہلے قراءت والی پھر بے قراءت کی اور جو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھ چکا ہے ان کے حساب سے قعدہ کرے یعنی ان رکعتوں کے حساب سے جو دوسری ہو اس میں پہلا قعدہ کرے اور جو تیسری رکعت ہو اور نماز تین رکعت والی ہو تو اس میں اخیر قعدہ کرے وعلیٰ ھذا القیاس۔

مثال: ظہر کی نماز میں تین رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہو اس کو چاہیے کہ امام کے سلام پھیر دینے کے بعد کھڑا ہو جائے اور گئی ہوئی تین رکعتیں اس ترتیب

سے ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملا کر رکوع سجدہ کر کے پہلا قعدہ کرے اس لیے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے دوسری ہے۔ پھر دوسری رکعت میں بھی سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے اور اس کے بعد قعدہ نہ کرے۔ اس لیے کہ یہ رکعت اس ملی ہوئی رکعت کے حساب سے تیسری ہے پھر تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورت نہ ملائے کیونکہ یہ رکعت قراءت کی نہ تھی اور اس میں قعدہ کرے کیونکہ یہ قعدہ اخیرہ ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص لاحق بھی ہو اور مسبوق بھی مثلاً کچھ رکعتیں ہو جانے کے بعد شریک ہو اور شرکت کے بعد پھر کچھ رکعتیں اس کی چلی جائیں تو اس کو چاہیے کہ پہلے ان اپنی رکعتوں کو ادا کرے جو شرکت کے بعد گئی ہیں جن میں وہ لاحق ہے مگر ان کے ادا کرنے میں اپنے کو ایسا سمجھے جیسا وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے۔ یعنی قراءت نہ کرے اور امام کی ترتیب کا لحاظ رکھے۔ اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں شریک ہو جائے ورنہ باقی نماز بھی پڑھ لے۔ پھر اس کے بعد اپنی ان رکعتوں کو ادا کرے جن میں مسبوق ہے۔

مثال: عصر کی نماز میں ایک رکعت ہو جانے کے بعد کوئی شخص شریک ہوا اور شریک ہونے کے بعد ہی اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وضو کرنے گیا اس درمیان میں نماز ختم ہو گئی تو اس کو چاہیے کہ پہلے ان تینوں رکعتوں کو ادا کرے جو شریک ہونے کے بعد گئی ہیں پھر اس رکعت کو جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور ان تینوں رکعتوں کو مقتدی کی طرح ادا کرے یعنی قراءت نہ کرے اور ان تین کی پہلی رکعت میں قعدہ کرے۔ اس لیے کہ یہ امام کی دوسری رکعت ہے اور امام نے اس میں قعدہ کیا تھا پھر دوسری رکعت میں قعدہ نہ کرے اس لیے کہ یہ امام کی تیسری رکعت ہے پھر تیسری رکعت میں قعدہ کرے۔ اس لیے کہ یہ امام کی چوتھی رکعت ہے اور اس رکعت میں امام نے قعدہ کیا تھا پھر اس رکعت کو ادا کرے جو اس کے شریک ہونے سے پہلے ہو چکی تھی اور اس میں قعدہ بھی کرے اس لیے کہ یہ اس کی چوتھی رکعت ہے اور اس رکعت میں اس کو قراءت بھی کرنا ہوگی اس لیے کہ وہ اس رکعت میں مسبوق ہے اور مسبوق اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے

ادا کرنے میں منفرد کا حکم رکھتا ہے۔

جماعت میں شامل ہونے نہ ہونے کے مسائل

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنے محلّہ یا مکان کے قریب مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ وہاں جماعت ہو چکی تو اس کو مستحب ہے کہ دوسری مسجد میں جماعت کی تلاش میں چلا جائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے گھر میں واپس آ کر گھر کے آدمیوں کو جمع کر کے جماعت کرائے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص اپنے گھر میں فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو اور اس کے بعد دیکھے کہ وہی فرض نماز جماعت سے ہو رہی ہے تو اس کو چاہیے کہ نفل کی نیت سے جماعت میں شریک ہو جائے بشرطیکہ ظہر اور عشاء کا وقت ہو اور فجر' عصر اور مغرب کے وقت جماعت میں شریک نہ ہو۔ اس لیے کہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل نماز مکروہ ہے اور مغرب کے بعد اس لیے کہ یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور نفل میں تین رکعت منقول نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص فرض نماز شروع کر چکا ہو اور اسی حالت میں فرض جماعت سے ہونے لگے تو اگر وہ فرض نماز دو رکعت والی ہے جیسی فجر کی نماز تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو اس نماز کو قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو اور دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو بھی قطع کر دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو دونوں رکعت پوری کر لے اور اگر وہ فرض نماز تین رکعت والی ہو جیسے مغرب تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا تو اپنی نماز کو پوری کر لے اور بعد میں جماعت کے ساتھ شریک نہ ہو کیونکہ نفل تین رکعت کے ساتھ جائز نہیں اور اگر وہ فرض نماز چار رکعت والی ہو جیسے ظہر' عصر' عشاء تو اگر پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے اور اگر سجدہ کر لیا تو دو رکعت پر التحیات وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں مل جائے اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی اور اس کا سجدہ نہ کیا ہو تو قطع کر دے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو نماز پوری کر لے اور جن صورتوں میں نماز پوری کر لی جائے ان میں سے مغرب' فجر

اور عصر میں تو دوبارہ شریک جماعت نہ ہو اور ظہر اور عشاء میں شریک ہو جائے اور جن صورتوں میں قطع کرنا ہو تو کھڑے کھڑے ایک سلام پھیر دے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص نفل نماز شروع کر چکا ہو اور فرض جماعت سے ہونے لگے تو نفل نماز نہ توڑے بلکہ اس کو چاہیے کہ دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے اگرچہ چار رکعت کی نیت ہو۔

مسئلہ: ظہر اور جمعہ کی سنت موکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو ظاہر مذہب یہ ہے کہ دو رکعت پر سلام پھیر کر شریک جماعت ہو جائے اور بہت سے فقہاء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ چار رکعت پوری کر لے اور اگر تیسری رکعت شروع کر دی تو اب چار کا پورا کرنا بالاتفاق ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر فرض نماز ہو رہی ہو تو پھر سنت وغیرہ شروع نہ کی جائے۔ بشرطیکہ کسی رکعت کے چلے جانے کا خوف ہو۔ ہاں اگر یقین یا گمان غالب ہو کہ کوئی رکعت نہ جائے گی تو پڑھ لے۔ مثلاً ظہر کے وقت جب فرض شروع ہو جائے اور خوف ہو کہ سنت پڑھنے سے کوئی رکعت جاتی رہے گی تو پھر مؤکدہ سنتیں جو فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں چھوڑ دے۔ پھر ظہر اور جمعہ میں فرض کے بعد بہتر یہ ہے کہ بعد والی سنت مؤکدہ اول پڑھ کر ان سنتوں کو پڑھ لے۔ مگر فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکد ہیں لہٰذا ان کے لیے یہ حکم ہے کہ اگر فرض شروع ہو چکے ہوں تب بھی ادا کر لی جائیں بشرطیکہ ایک رکعت مل جانے کی امید ہو اور اگر ایک رکعت کی بھی امید نہ ہو تو پھر نہ پڑھے یہی ظاہر مذہب اور راجح ہے۔ پھر اگر چاہے تو سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ ملنے تک سنتیں پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنت اگر نماز کی سنن اور مستحبات وغیرہ کی پابندی سے ادا کی جائے گی تو جماعت نہ ملے گی تو ایسی حالت میں چاہیے کہ صرف فرائض و واجبات پر اختصار کرے سنن وغیرہ چھوڑ دے۔

مسئلہ: فرض شروع ہونے کی حالت میں جو سنتیں پڑھی جائیں خواہ فجر کی ہوں یا

کسی اور وقت کی وہ ایسے مقام پر پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو اس لیے کہ جہاں فرض نماز ہوتی ہو پھر کوئی دوسری نماز وہاں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ایسی جگہ نہ ملے تو صف سے علیحدہ مسجد کے کسی گوشہ میں نماز پڑھ لے۔

مسئلہ: جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی ہاں اگر رکوع نہ ملے تو پھر اسی رکعت کا شمار ملنے میں نہ ہوگا۔

امام کو نماز میں زیادہ بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدار مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں بہت زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے بلکہ امام کو چاہیے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت اور ضرورت اور ضعف وغیرہ کا خیال رکھے۔ جو سب میں زیادہ صاحب ضرورت ہو اس کی رعایت کر کے قراءت وغیرہ کرے بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے بھی کم قراءت کرنا بہتر ہے تاکہ لوگوں کا حرج نہ ہو جو جماعت کی قلت کا سبب ہو جائے۔

مسئلہ: مرد کو صرف عورتوں کی امامت کرنا ایسی جگہ مکروہ تحریمی ہے جہاں کوئی مرد ہو نہ کوئی محرم عورت مثل اس کی زوجہ یا ماں بہن وغیرہ کے اگر کوئی مرد یا محرم عورت موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص تنہا فجر یا مغرب یا عشاء کے فرض آہستہ آواز سے پڑھ رہا ہو اسی اثناء میں کوئی شخص اس کی اقتداء کرے تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ یہ شخص دل میں قصد کر لے کہ اب میں امام بنتا ہوں تاکہ نماز جماعت سے ہو جائے دوسری صورت یہ کہ قصد نہ کرے بلکہ بدستور اپنے کو یہی سمجھے کہ گویہ میرے پیچھے آ کھڑا ہوا لیکن میں امام نہیں بنتا بلکہ بدستور تنہا پڑھتا ہوں۔ پس پہلی صورت میں تو اس پر اسی جگہ سے بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے پس اگر سورہ فاتحہ یا کسی قدر دوسری سورت آہستہ آواز سے پڑھ چکا ہو تو اس کو چاہیے کہ اس جگہ سے بقیہ فاتحہ یا بقیہ سورت کو بلند آواز سے پڑھے اس لیے کہ امام کو فجر، مغرب اور عشاء کے وقت بلند آواز سے قراءت کرنا واجب ہے اور دوسری صورت میں بلند آواز سے پڑھنا واجب نہیں اور اس مقتدی

کی نماز بھی درست رہے گی کیونکہ مقتدی کی نماز کے صحیح ہونے کے لیے امام کا امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں۔

امام کی اتباع اور پیروی

مسئلہ: مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے۔ تحریمہ بھی امام کی تحریمہ کے ساتھ کریں۔ رکوع بھی امام کے رکوع کے ساتھ۔ قومہ بھی اس کے قومہ کے ساتھ۔ سجدہ بھی اس کے سجدہ کے ساتھ۔ غرض کہ ہر فعل اس کے ہر فعل کے ساتھ ہو۔ البتہ قعدہ اولیٰ میں مقتدی کے التحیات پوری کرنے سے پہلے اگر امام کھڑا ہو جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات پوری کر کے کھڑے ہوں۔ اسی طرح قعدہ اخیرہ میں اگر مقتدی کے التحیات پوری کرنے سے پہلے امام سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ التحیات پوری کر کے سلام پھیریں۔ ہاں رکوع سجود وغیرہ میں اگرچہ مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھی ہو تو بھی امام کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیے۔

مسئلہ: نماز کے فرائض اور واجبات میں تمام مقتدیوں کو امام کی موافقت کرنا واجب ہے۔ ہاں سنن وغیرہ میں موافقت کرنا واجب نہیں۔ لہٰذا اگر امام شافعی مذہب کا ہو اور رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھوں کو اٹھائے تو حنفی مقتدیوں کو ہاتھوں کا اٹھانا ضروری نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے۔ اس لیے کہ ہاتھوں کا اٹھانا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی سنت ہے۔ اسی طرح فجر کی نماز میں شافعی امام قنوت پڑھے تو حنفی مقتدیوں کے لیے اتباع ضروری نہیں۔ ہاں وتر میں البتہ چونکہ قنوت پڑھنا واجب ہے۔ لہٰذا اگر شافعی امام اپنے مذہب کے موافق رکوع کے بعد پڑھے تو حنفی مقتدیوں کو بھی رکوع کے بعد قنوت پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ: مندرجہ ذیل صورتوں میں مقتدی امام کی اتباع نہ کرے۔

1. امام نماز جنازہ کی تکبیرات چار سے زیادہ یعنی پانچ کہے تو پانچویں میں اقتداء نہ کرے۔
2. عیدین کی نماز مین امام ایک رکعت میں زائد تکبیریں تین سے زائد کہے تو زائد

میں اتباع نہ کرے۔

- ۳ امام کسی رکن کو زائد نہ کرے مثلاً رکوع دو بار کردے یا سجدہ تین بار کرلے تو زائد میں اتباع نہ کرے۔
- ۴ امام قعدہ اخیرہ بقدر تشہد کر چکا پھر بھولے سے پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے اور تسبیح کہنے پر بھی نہ بیٹھے تو مقتدی امام کے ساتھ کھڑا نہ ہو بلکہ امام کا انتظار کرے۔ اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ آئے تو امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے اور سلام پھیر لے اور اگر امام پانچویں رکعت کا سجدہ کر لے تو مقتدی تنہا سلام پھیر لے۔

مسئلہ: مسجد حرام اور مسجد نبوی میں رمضان میں تراویح با جماعت پڑھنے کے بعد وتر بھی باجماعت پڑھ لے۔ لیکن چونکہ وہاں امام تین وتر دو سلام سے پڑھتے ہیں اس لیے امام کے ساتھ پڑھنے کے بعد وتر کی نماز کو تنہا دوبارہ پڑھ لے۔

امام اگر بدعتی اور اہل ہوا ہو

یہ جماعت ترک کرنے کا عذر ہے۔ اس صورت میں اگر اہل حق کی کوئی دوسری مسجد قریب میں ہو یا زیادہ دور نہ ہو اور معمولی مشقت اٹھا کر وہاں جا کر نماز پڑھ سکتا ہے تو وہاں جا کر نماز پڑھے۔ اور اگر دوسری مسجد زیادہ دور ہو اور ہر نماز کے لیے اس مسجد میں جانے میں زیادہ مشقت اور حرج ہو تو اپنے گھر پر جماعت سے نماز پڑھ لے۔

اس صورت میں جب یہ نیت ہو کہ اگر عذر نہ ہوتا تو مسجد میں جا کر نماز پڑھتا تو مسجد کا ثواب بھی ملے گا۔

امامت کے لیے عمامہ باندھنا

عمامہ باندھنا نماز اور غیر نماز دونوں حالتوں میں سنت ہے۔ امام کے لیے بھی اور مقتدی کے لیے بھی اور امام یا مقتدی جو بھی عمامہ باندھے گا اس کو اس کا ثواب ملے گا۔ (اور ایک کے باندھنے کا ثواب دوسرے کو نہیں ملے گا) لیکن عمامہ کے بغیر نماز پڑھنا جائز ہے اس سے نماز میں کچھ کراہت نہیں ہوتی بلکہ جہاں لوگ عمامہ کو نماز کے

لیے ضروری سمجھتے ہوں وہاں امام کو عوام کے عقیدہ کی اصلاح کے لیے گاہے گاہے عمامہ کو ترک کر دینا افضل ہوگا۔

گھر میں بلا عذر جماعت کرنا

فرض نماز کی جماعت مسجد محلہ میں واجب ہے۔ گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن ترک واجب کا گناہ ہوگا۔ اس بات کی دلیل کہ مسجد میں جماعت سے پڑھنا واجب ہے یہ ہے کہ فقہائے حنفیہ سب اس پر متفق ہیں کہ اجابت اذان واجب ہے۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ زبان سے اجابت واجب ہے یا مسجد کی طرف چلنے کے ساتھ۔ بعض نے دونوں کو واجب کہا ہے اور دوسروں نے صرف مسجد کی طرف چلنے کے ساتھ اجابت یعنی اجابت بالقدم کو واجب کہا ہے اور زبان سے جواب دینے کو مستحب کہا ہے اور ظاہر ہے کہ مسجد کی طرف چلنے سے مراد یہ ہے کہ مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھے۔ تو جب تک محلہ کی مسجد میں جماعت ملنے کی امید ہو گھر میں جماعت کرنا مکروہ اور بدعت ہے اور اگر وہاں جماعت ہو چکی ہو تو پھر گھر میں جماعت کرنے سے جماعت کا ثواب مل جائے گا لیکن اگر کسی نے قصداً سستی وغیرہ کی وجہ سے دیر کی ہو تو مسجد میں جماعت ترک کرنے کا گناہ بھی ہوگا۔ اور اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے دیر ہوگئی ہو تو گناہ نہ ہوگا۔

ستونوں کے درمیان صف بندی

بغیر کسی عذر کے ستونوں کے درمیان صف بندی کرنا مکروہ ہے مگر اقتداء سے مانع نہیں ہے۔ اور یہ کراہت اس صورت میں بھی ہے جب ستونوں کے درمیان صف اس طرح باندھی جائے کہ کھلی جگہ باقی نہ رہے کیونکہ اس صورت میں بھی ستون تو صف کو توڑ رہا ہے۔ البتہ اگر جمعہ اور عید کے موقع پر جگہ کی تنگی ہو تو ایسی حالت میں ستونوں کے درمیان صف بنانا بلا کراہت جائز ہے۔

بچوں کو بالغوں کی صف میں کھڑا کرنا

اگر صرف ایک ہی نابالغ لڑکا ہو تو اس کو بالغوں کے ساتھ کھڑا کیا جائے۔ اگر

نابالغ لڑکے زیادہ ہوں تو ان کو پیچھے کھڑا کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور جب اندیشہ ہو کہ وہ مل کر اپنی نمازیں بھی خراب کریں گے اور بڑوں کی نمازوں میں بھی خلل کا سبب بنیں گے تو ان کو مردوں کی صف میں کھڑا کرنا چاہیے یہ حکم ان بچوں کے متعلق ہے جو نماز اور وضو کی تمیز رکھتے ہوں۔ زیادہ چھوٹے بچوں کو مردوں کی صف میں کھڑا کرنا مکروہ ہے بلکہ مسجد میں لانا ہی جائز نہیں۔

عورتوں کی جماعت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورتوں کی جماعت میں خیر نہیں ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا عورت امامت نہ کرے۔

(اعلاء السنن ص ۲۱۴ ج ۴)

ان دلائل کی بنا پر تنہا عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

اگر تنہا عورتوں نے جماعت کی اور امام پہلی صف کے بیچ میں کھڑی ہوئی تو نماز ہو جائے گی لیکن کراہت تحریمی کے ساتھ۔

اس لیے سب عورتیں اپنی اپنی نماز الگ الگ پڑھیں جماعت سے نہ پڑھیں۔ تراویح کی نماز کا بھی یہی حکم ہے۔

امام کے پیچھے مقتدی کا قراءت کرنا

جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے مقتدی امام کے پیچھے نہ تو سورہ فاتحہ پڑھے اور نہ ہی کوئی اور سورت پڑھے خواہ امام آہستہ قراءت کرتا ہو یا آواز سے قراءت کرتا ہو۔ امام کے پیچھے قراءت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۱ ((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُؤْتَمَّ بِهٖ فَاِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَرَءَ فَاَنْصِتُوْا)) (آثار السنن ص ۱۱۰)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام تو اس لیے ہے کہ اس کی اتباع کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔"

چونکہ سورہ فاتحہ بھی قرآن کا حصہ ہے اور اس کا پڑھنا بھی قراءت شمار ہوتا ہے تو امام کے پیچھے نہ تو سورہ فاتحہ پڑھنی ہے اور نہ ہی کوئی اور سورت پڑھنی ہے۔

۲ ((عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهٗ اِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهٗ قِرَاءَةٌ))

(آثار السنن ص ۱۱۳)

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو امام کے پیچھے ہو تو امام کی قراءت اس کی بھی قراءت شمار ہوتی ہے۔''

آمین آواز سے کہنا

امام جب آواز سے سورہ فاتحہ پڑھے تو امام اور مقتدی سب آمین آہستہ سے کہیں۔ اسی طرح جو شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو اور آواز سے سورہ فاتحہ پڑھے تو وہ بھی آمین آہستہ کہے۔

۱ قرآن پاک میں ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَه۔ اپنے رب سے عاجزی اور آہستگی سے دعا کرو۔

چونکہ آمین بھی دعا ہے لہٰذا وہ بھی اسی قاعدے کے تحت آتی ہے۔

۲ ((عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا يَقُوْلُ لَا تُبَادِرُوا الْاِمَامَ اِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوْا وَاِذَا قَالَ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقُوْلُوْا آمِيْنَ وَ اِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوْا)) (آثار السنن ص ۱۲۲)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ ہمیں تعلیم دیتے تھے فرماتے امام سے آگے مت بڑھو جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔''

اگر امام نے آمین آواز سے کہنی ہے تو پھر حدیث میں یوں ہوتا جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو تاکہ امام سے سبقت نہ ہو۔ جب حدیث میں ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ امام نے آمین آہستہ کہنی ہے اور مقتدیوں کو بھی آہستہ کہنی ہوگی۔

باب: ۱۳

نماز میں مکروہات

لباس سے متعلق

مسئلہ: حالت نماز میں کپڑے کا خلاف دستور پہننا یعنی جو طریقہ اس کے پہننے کا ہو اور جس طریقہ سے اس کو اہل تہذیب پہنتے ہوں اس کے خلاف اس کا استعمال مکروہ تحریمی ہے۔ مثلاً کوئی شخص چادر اوڑھے اور اس کا کنارہ شانہ پر نہ ڈالے یا کرتہ پہنے اور آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: کندھے پر رومال ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے یعنی جب کہ اس کو لپیٹے نہیں۔

مسئلہ: بہت برے اور میلے کچیلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دوسرے کپڑے نہ ہوں تو جائز ہے۔

مسئلہ: مردوں کے لیے برہنہ سر نماز پڑھنا مکروہ ہے ہاں اگر تذلل اور خشوع کی نیت سے ایسا کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ نماز سر ڈھانپ کر پڑھے اور دل کے ساتھ خشوع و خضوع کرے۔

مسئلہ: اگر کسی کی ٹوپی یا عمامہ نماز پڑھتے میں گر جائے تو افضل یہ ہے کہ اسی حالت میں اسے اٹھا کر پہن لے لیکن اگر اس کے پہننے میں عمل کثیر کی ضرورت پڑے تو نہ پہنے۔

مسئلہ: عمامہ یا رومال اس طرح باندھنا کہ درمیان میں سے سر کھلا رہے مکروہ تحریمی ہے۔ نماز کے علاوہ بھی اس طرح عمامہ باندھنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: نماز میں ناک اور منہ ڈھانپ لینا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: کسی کے پاس کرتہ موجود ہو اور وہ صرف شلوار یا تہبند پہن کر نماز پڑھے تو

مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: سجدہ میں جاتے وقت کپڑے سمیٹنا یا شلوار کے پائنچے اوپر اٹھانا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: ایسا چست لباس مثلاً پتلون یا پاجامہ جس سے مخفی اعضا کی شکل نظر آئے اور اوپر سے کوئی چادر بھی نہ اوڑھی ہو جس میں وہ عضو چھپ گئے ہوں تو ایسے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: نماز میں کرتہ کپڑا درست کرنے کی عام طور پر ضرورت یا تو اس وجہ سے ہوتی ہے کہ کرتہ کمر بند کے اوپر اٹک جاتا ہے یا اس وجہ سے کہ بعض لوگوں کے سرین کے اندر کرتہ اٹک جاتا ہے یا اس وجہ سے کہ گرمی اور پسینہ سے کرتہ یا کوئی اور کپڑا جسم کے ساتھ چپک جاتا ہے۔ کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے کرتے اور کپڑے کو کھینچ کر درست کرنے میں کوئی کراہت نہیں۔ البتہ اس کے لیے ایک ہاتھ کافی ہے دوسرا ہاتھ استعمال کرنا مکروہ ہے۔ اور بلا ضرورت ایک ہاتھ کا استعمال کرنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: نماز پڑھنے کے لیے آستین کو چڑھانا مکروہ تحریمی ہے خواہ کہنیوں تک ہو یا اس سے نیچے ہو۔ اگر نماز شروع کرنے سے پہلے کسی کام کے لیے یا وضو کرنے کے لیے آستین چڑھائی تھی اور اسی طرح نماز پڑھنے لگا تو یہ بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ہے۔

اگر آستین چڑھائی ہوئی تھی اور نماز میں شامل ہونے کی جلدی میں آستین نہ اتاری تب بھی یہی حکم ہے اور افضل یہ ہے کہ نماز کے اندر عمل قلیل سے آستین اتار لے۔

اگر ایسی قمیص یا کرتہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھی جس کی آستینیں کہنیوں سے اوپر تک ہی ہوں تو اس صورت میں بھی کراہت تحریمی ہے۔

جاندار کی تصویر سے متعلق

مسئلہ: جس چادر پر جاندار کی تصویریں بنی ہوں اس پر نماز ہو جاتی ہے لیکن تصویر پر سجدہ نہ کرے اور تصویر دار جانماز رکھنا مکروہ ہے۔

مسئلہ : اگر تصویر سر کے اوپر ہو یعنی چھت میں یا چھت گیری میں تصویر بنی ہوئی ہو یا آگے کی طرف کو ہو یا دائیں بائیں طرف ہو یا پیچھے کی طرف ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر پیر کے نیچے ہو تو نماز مکروہ نہیں لیکن اگر بہت چھوٹی تصویر ہو کہ اگر زمین پر رکھ دو تو کھڑے ہو کر نہ دکھائی دے یا پوری تصویر نہ ہو بلکہ سر کٹا ہوا ہو اور مٹا ہوا ہو تو اس کا کچھ حرج نہیں ہے۔ ایسی تصویر سے کسی صورت میں نماز مکروہ نہیں ہونی چاہیے جس طرف ہو۔

مسئلہ : جاندار کی تصویر والا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ : درخت یا مکان وغیرہ کسی بے جان چیز کا نقشہ بنا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

قلبی تشویش سے متعلق

مسئلہ : جس وقت پیشاب پاخانہ زور سے لگا ہو ایسے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وقت کے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے ہی پڑھ لے۔

مسئلہ : جب بھوک بہت لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھا لے تب نماز پڑھے بے کھانا کھائے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر وقت تنگ ہونے لگے تو پہلے نماز پڑھ لے۔

مسئلہ : آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا بہتر نہیں لیکن اگر آنکھیں بند کرنے سے نماز میں دل خوب لگے تو بند کر کے پڑھنے میں بھی کوئی برائی نہیں۔

مسئلہ : جس جگہ یہ ڈر ہو کہ کوئی نماز میں ہنسائے گا یا خیال بٹ جائے گا اور نماز میں بھول چوک ہو جائے گی ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

قراءت سے متعلق

مسئلہ : دوسری رکعت کو پہلی رکعت سے تین آیتوں سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ جن سورتوں کا پڑھنا سنت سے ثابت ہے ان میں مکروہ نہیں۔

مسئلہ : کسی نماز میں کوئی سورت مقرر کر لینا کہ ہمیشہ وہی پڑھا کرے اس کے علاوہ کوئی سورت کبھی نہ پڑھے یہ بات مکروہ ہے۔

مسئلہ : ابھی سورت پوری ختم نہیں ہوئی دو ایک کلمے رہ گئے تھے کہ جلدی کے

مارے رکوع میں چلا گیا اور سورت کو رکوع میں جا کر ختم کیا تو نماز مکروہ ہوئی۔

مسئلہ: پیسہ سکہ منہ میں لے کر نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ایسی چیز ہو کہ نماز میں قرآن شریف نہیں پڑھ سکتا تو نماز نہیں ہوئی ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: آیتوں یا سورتوں یا سبحان اللہ وغیرہ کو انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لے کر گننا نماز کے اندر مکروہ تنزیہی ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل ہو اگر گننے کی ضرورت ہو جیسے صلوٰۃ التسبیح میں ضرورت ہو تو انگلیوں کے سرے یعنی پوروں کو دبا کر شمار کرے یعنی ہر دفعہ ایک پورے کو دباتا جائے اور سب انگلیاں اپنی جگہ سنت طریقے سے رہیں۔ اس میں کراہت نہیں ہے۔

جگہ سے متعلق

مسئلہ: صرف امام کا بلا ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا جس کی بلندی ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) یا اس سے زیادہ ہو مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر امام کے ساتھ چند مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں لیکن اگر صرف ایک مقتدی ہو تو مکروہ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اگر بلندی ایک ہاتھ (ڈیڑھ فٹ) سے کم ہو اور سرسری نظر سے اس کی اونچائی ممتاز معلوم ہوتی ہو تب بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: کل مقتدیوں کا امام سے بے ضرورت کسی اونچے مقام پر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر کوئی ضرورت ہو مثلاً جماعت زیادہ ہو اور جگہ کافی نہ رہے تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح اگر بعض مقتدی امام کے برابر ہوں اور بعض اونچی جگہ پر ہوں تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر محراب سے باہر کھڑا ہو مگر سجدہ محراب میں ہوتا ہو تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ: اگر سجدہ کی جگہ پیر سے اونچی ہو جیسے کوئی دہلیز پر سجدہ کرلے تو دیکھو کتنی اونچی ہے اگر ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو نماز درست نہیں ہے اور اگر ایک بالشت یا اس سے کم ہے تو نماز درست ہے لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی آگے بیٹھا باتیں کر رہا ہو یا کسی اور کام میں لگا ہوا ہو تو اس کے پیچھے اس کی پیٹھ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے لیکن اگر بیٹھنے والے کو اس سے تکلیف ہو اور وہ اس رخ جانے سے گھبرائے تو ایسی حالت میں کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھے یا وہ اتنے زور زور سے باتیں کر رہا ہو کہ نماز میں بھول جانے کا ڈر ہو تو وہاں نماز نہ پڑھنا چاہیے مکروہ ہے اور کسی کے منہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

بلاضرورت عمل قلیل کرنے سے متعلق

مسئلہ: بے ضرورت نماز میں تھوکنا اور ناک صاف کرنا مکروہ ہے اور اگر ضرورت پڑے تو درست ہے۔ جیسے کسی کو کھانسی آئی اور منہ میں بلغم آ گیا تو اپنے بائیں طرف تھوک دے (جب میدان میں نماز پڑھ رہا ہو) یا کپڑے میں لے کر مل ڈالے اور داہنی طرف یا قبلہ کی طرف نہ تھوکے۔

مسئلہ: نماز میں کھٹمل نے کاٹ کھایا تو اس کو پکڑ کر چھوڑ دے۔ نماز پڑھنے میں مارنا اچھا نہیں ہے اور اگر کھٹمل نے ابھی کاٹا نہیں ہے تو اس کو نہ پکڑے۔ بے کاٹے پکڑنا بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: فرض نماز میں بے ضرورت دیوار وغیرہ کسی چیز کے سہارے پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

مسئلہ: اپنے کپڑے یا بدن یا زیور سے کھیلنا یا کنکریوں کو ہٹانا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر کنکریوں کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے تو ایک مرتبہ ہاتھ سے برابر کر دینا اور ہٹانا درست ہے۔

مسئلہ: نماز میں انگلیاں چٹخانا اور کولہے پر ہاتھ رکھنا اور دائیں بائیں منہ موڑ کے دیکھنا یا اوپر کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھنا یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر کن اکھیوں سے کچھ دیکھے اور گردن نہ پھیرے تو اس طرح کرنا مکروہ تو نہیں لیکن بلاضرورت شدیدہ ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔

مسئلہ: نماز میں انگڑائی لینا مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: نماز میں چار زانو بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے جب کہ پیر کھڑے رکھ کر بیٹھنا یا کتے کی طرح بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں دکھ بیماری کی وجہ سے جس طرح بیٹھ سکے بیٹھے اس وقت کچھ مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ: سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا اور ہاتھ سے سلام کا جواب دینا مکروہ تنزیہی ہے اور اگر زبان سے جواب دیا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: نماز میں ادھر ادھر سے اپنے کپڑے کو سمیٹنا اور سنبھالنا کہ مٹی سے نہ بھرنے پائے مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: اگر نمازی کے سامنے قرآن شریف یا تلوار لٹکی ہو تو اس کا کوئی حرج نہیں ہے۔

کفار کے ساتھ تشبہ سے تعلق

مسئلہ: نماز میں ایسے تنور کی طرف کو منہ کرنا جس میں آگ جل رہی ہو یا بھٹی کی طرف کو منہ کرنا جس میں آگ ہے یا کوئی اور ایسی چیز آگے ہو جس کو کافر پوجتے ہیں مکروہ ہے اور اگر چراغ یا قندیل یا موم بتی کی طرف منہ کیا تو مکروہ نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر بجلی یا گیس کا ہیٹر نمازی کے سامنے ہو تو مکروہ نہیں ہے جائز ہے۔

جماعت کے تقاضے کے خلاف کرنا

مسئلہ: مقتدی کو اپنے امام سے پہلے کوئی فعل شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: مقتدی کو جب کہ امام قیام میں قراءت کر رہا ہو کوئی دعا وغیرہ یا قرآن مجید کی قراءت کرنا خواہ سورہ فاتحہ ہو یا کوئی اور سورت ہو مکروہ تحریمی ہے۔

نماز میں حدث ہو جانے کا بیان

نماز میں اگر حدث ہو جائے تو اگر حدث اکبر ہو جس سے غسل واجب ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر حدث اصغر ہو جس سے صرف وضو ٹوٹتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں۔ اختیاری ہوگا یا غیر اختیاری یعنی اس کے وجود میں یا اس کے سبب میں

بندوں کے اختیار کو دخل ہوگا یا نہیں۔ اگر اختیاری ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ مثلاً کوئی شخص نماز میں قہقہے کے ساتھ ہنسے یا اپنے بدن میں کوئی ضرب لگا کر خون نکال لے یا عمداً اخراج ریح کرے یا کوئی شخص چھت کے اوپر چلے اور اس چلنے کے سبب سے کوئی پتھر وغیرہ چھت سے گر کر کسی نماز پڑھنے والے کے سر میں لگے اور خون نکل آئے ان سب صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ تمام افعال بندوں کے اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔ اور اگر بے اختیاری ہوگا تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ یا نادر الوقوع ہوگا جیسے جنون' بے ہوشی یا امام کا مر جانا وغیرہ' یا کثیر الوقوع جیسے خروج ریح' پیشاب' پاخانہ' مذی وغیرہ۔ پس اگر نادرالوقوع ہوگا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر نادرالوقوع نہ ہوگا تو نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ اس شخص کو شرعاً اختیار و اجازت ہے کہ اس حدث کے رفع کرنے کے بعد اسی نماز کو تمام کر لے اور اس کو بناء کہتے ہیں لیکن اگر نماز کا اعادہ کرے یعنی شروع سے پڑھے تو بہتر ہے اور اس بناء کرنے کی صورت میں نماز فاسد نہ ہونے کی چند شرطیں ہیں۔

1. کسی رکن کو حالت حدث میں ادا نہ کرے۔
2. کسی رکن کو چلنے کی حالت میں ادا نہ کرے مثلاً جب وضو کے لیے جائے یا وضو کر کے لوٹے تو قرآن مجید کی تلاوت نہ کرے اس لیے کہ قرآن مجید کا پڑھنا نماز کا رکن ہے۔
3. کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو نہ کرے نہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے بچنا ممکن ہو۔
4. حدث کے بعد بغیر کسی عذر کے ایک رکن ادا کرنے کے بقدر توقف نہ کرے بلکہ فوراً وضو کے لیے جائے۔ ہاں اگر عذر سے دیر ہو جائے تو مضائقہ نہیں مثلاً صفیں زیادہ ہوں اور خود پہلی صف میں ہو اور صفوں کو پھاند کر آنا مشکل ہو تو اس صورت میں اگر آنے میں ایک رکن کے بقدر دیر لگ جائے کہ مشکل سے صفوں سے نکل کر آئے تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: منفرد کو اگر حدث ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ فوراً وضو کر لے اور جس قدر

جلد ممکن ہو وضو سے فراغت کرے۔ مگر وضو تمام سنن و مستحبات کے ساتھ پورا کرے اور اس درمیان میں کوئی کلام وغیرہ نہ کرے۔ پانی اگر قریب مل سکے تو دور نہ جائے۔ حاصل یہ ہے کہ جس قدر حرکت سخت ضروری ہو اس سے زیادہ نہ کرے۔ وضو کے بعد چاہے وہیں اپنی بقیہ نماز پوری کر لے اور یہی افضل ہے اور چاہے جہاں پہلے تھا وہیں جا کر پڑھے۔ اور بہتر یہ ہے کہ قصداً پہلی نماز کو سلام پھیر کر توڑ دے اور وضو کے بعد از سر نو نماز پڑھے۔

مسئلہ: امام کو اگر حدث ہو جائے اگر چہ قعدہ اخیرہ میں ہو تو اس کو چاہیے کہ فوراً وضو کرنے چلا جائے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے مقتدیوں میں سے جس کو امامت کے لائق سمجھتا ہو اس کو اپنی جگہ کھڑا کر دے۔ مدرک کو خلیفہ بنانا بہتر ہے۔ اگر مسبوق کو کر دے تب بھی جائز ہے اور اس مسبوق کو اشارے سے بتا دے کہ میرے اوپر اتنی رکعتیں وغیرہ باقی ہیں۔ رکعتوں کے لیے انگلی سے اشارہ کرے مثلاً ایک رکعت باقی ہو تو ایک انگلی اٹھا دے۔ دو رکعت باقی ہو تو دو انگلی۔ رکوع باقی ہو تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ دے۔ سجدہ باقی ہو تو پیشانی پر۔ قراءت باقی ہو تو منہ پر۔ سجدہ تلاوت باقی ہو تو پیشانی اور زبان پر' سجدہ سہو کرنا ہو تو سینے پر جب کہ وہ بھی سمجھتا ہو ورنہ اس کو خلیفہ نہ بنائے۔ پھر جب خود وضو کر چکے تو اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں آ کر اپنے خلیفہ کا مقتدی بن جائے اور اگر وضو کر کے وضو کی جگہ کے پاس ہی کھڑا ہو گیا تو اگر درمیان میں کوئی ایسی چیز یا اتنا فاصلہ حائل ہو جس سے اقتداء صحیح نہیں ہوتی تو درست نہیں ورنہ وہاں کھڑے ہونا اور جماعت میں شریک ہونا درست ہے۔ اوز اگر جماعت ہو چکی ہو تو اپنی نماز پوری کر لے خواہ جہاں وضو کیا ہے وہیں یا جہاں پہلے تھا وہاں۔

مسئلہ: اگر پانی مسجد کے صحن کے اندر موجود ہو تو پھر خلیفہ بنانا ضروری نہیں چاہے بنائے اور چاہے نہ بنائے بلکہ جب خود وضو کر کے آئے پھر امام بن جائے اور اتنی دیر مقتدی اس کے انتظار میں رہیں۔

مسئلہ: خلیفہ بنا دینے کے بعد امام نہیں رہتا بلکہ اپنے خلیفہ کا مقتدی ہو جاتا ہے۔

لہٰذا اگر جماعت ہو چکی ہو تو امام اپنی نماز لاحق کی طرح پوری کرے۔

مسئلہ: اگر امام کسی کو خلیفہ نہ بنائے بلکہ مقتدی لوگ کسی کو اپنے میں سے خلیفہ بنا دیں یا خود کوئی مقتدی آگے بڑھ کر امام کی جگہ پر کھڑا ہو جائے اور امام ہونے کی نیت کر لے تب بھی درست ہے بشرطیکہ اس وقت تک امام مسجد سے باہر نہ نکل چکا ہو اور اگر نماز مسجد میں نہ ہوتی ہو تو صفوں سے یا سترے سے آگے نہ بڑھا ہو۔ اور اگر ان حدود سے آگے بڑھ چکا ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اب کوئی دوسرا امام نہیں بن سکتا اور جماعت نئے سرے سے ہوگی۔

مسئلہ: اگر مقتدی کو حدث ہو جائے اس کو بھی فوراً وضو کرنا چاہیے۔ وضو کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو جماعت میں شریک ہو جائے ورنہ اپنی نماز پوری کر لے۔ اور اگر جماعت باقی ہو تو مقتدی کو واپس اپنی جگہ پر جا کر نماز پڑھنی چاہیے لیکن اگر امام کی اور اس کے وضو کی جگہ میں کوئی چیز اقتداء سے مانع نہ ہو تو یہاں بھی کھڑا ہونا جائز ہے۔ اور اگر جماعت ہو چکی ہو تو مقتدی کو اختیار ہے چاہے پہلی جگہ میں جا کر نماز پوری کرے یا وضو کی جگہ میں پوری کر لے اور یہی بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر امام مسبوق کو اپنی جگہ پر کھڑا کر دے تو اس کو چاہیے کہ جس قدر رکعتیں وغیرہ امام پر باقی تھیں ان کو ادا کر کے کسی مدرک کو اپنی جگہ کر دے تا کہ وہ مدرک سلام پھیر دے اور یہ مسبوق پھر اپنی گئی ہوئی رکعتوں کے ادا کرنے میں مصروف ہو۔

مسئلہ: اگر کسی کو قعدہ اخیرہ میں اس کے بعد کہ وہ التحیات کے بقدر نہ بیٹھا ہو جنون ہو جائے یا حدث اکبر ہو جائے یا قصداً حدث اصغر ہو جائے یا بے ہوش ہو جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور پھر اس نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

تنبیہ: چونکہ یہ مسائل باریک ہیں اور ان میں پختگی نہ ہونے کی وجہ سے غلطی کا احتمال ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ بناء نہ کریں بلکہ سلام کے ساتھ وہ نماز قطع کر کے پھر از سر نو نماز پڑھیں۔

جن وجہوں سے نماز کا توڑ دینا درست ہے ان کا بیان

مسئلہ: نماز پڑھنے میں ریل چل دے اور اس پر اپنا اسباب رکھا ہوا ہے یا بال

بچے سوار ہیں تو نماز توڑ کر بیٹھ جانا درست ہے خواہ یہ امید ہو کہ وقت کے اندر نماز مل جائے گی یا اس کی امید نہ ہو اور وقت نہ رہنے کی صورت میں قضا پڑھے۔

مسئلہ: سامنے سانپ آ گیا تو اس کے ڈر سے نماز کا توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ: رات کو مرغی کھلی رہ گئی اور بلی اس کے پاس آ گئی تو اس کے خوف سے نماز توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ: نماز میں کسی نے جوتا اٹھا لیا اور ڈر ہے کہ اگر نماز نہ توڑے گا تو لے کر بھاگ جائے گا تو اس کے لیے نیت توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ: کوئی عورت نماز میں ہے اور ہانڈی ابلنے لگی جس کی لاگت تین ماشہ چاندی کے لگ بھگ ہے تو نماز توڑ کر اس کو درست کر دینا جائز ہے۔ غرض کہ جب ایسی چیز کے ضائع ہو جانے یا خراب ہو جانے کا ڈر ہو جس کی قیمت تین ماشہ چاندی کے لگ بھگ ہو تو اس کی حفاظت کے لیے نماز کا توڑ دینا درست ہے۔

مسئلہ: اگر نماز میں پیشاب پاخانہ زور کرے تو نماز توڑ دے اور فراغت کر کے پھر نماز پڑھے۔

مسئلہ: کوئی اندھی عورت یا مرد جا رہا ہے اور آگے کنواں ہے اور اس میں گر پڑنے کا ڈر ہے تو اس کے بچانے کے لیے نماز کا توڑ دینا فرض ہے۔ اگر نماز نہیں توڑی اور وہ گر کے مر گیا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: کسی بچہ وغیرہ کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہ جلنے لگا تو اس کے لیے بھی نماز توڑ دینا فرض ہے۔

مسئلہ: ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کسی مصیبت کی وجہ سے پکاریں تو فرض نماز کو توڑ دینا واجب ہے جیسے کسی کا باپ یا ماں وغیرہ بیمار ہے اور پاخانہ وغیرہ کی ضرورت سے گیا اور آتے جاتے میں پیر پھسل گیا اور گر پڑا تو نماز توڑ کے اسے اٹھا لے۔ لیکن اگر کوئی اور اٹھانے والا ہو تو بے ضرورت نماز نہ توڑے۔

مسئلہ: اور اگر ابھی گرا نہیں ہے لیکن گرنے کا ڈر ہے اور اس نے اس کو پکارا تب بھی نماز توڑ دے۔

مسئلہ: اگر کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں پکارا یوں ہی پکارا تو فرض نماز کا توڑ دینا درست نہیں۔

مسئلہ: اور اگر نفل یا سنت پڑھتا ہو اس وقت ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی پکاریں لیکن یہ ان کو معلوم نہیں ہے کہ فلاں نماز پڑھتا ہے تو ایسے وقت میں نماز توڑ کر ان کی بات کا جواب دینا واجب ہے چاہے کسی مصیبت سے پکاریں اور چاہے بے ضرورت پکاریں دونوں کا ایک حکم ہے اور اگر نماز توڑ کے نہ بولے گا تو گناہ ہوگا اور اگر وہ جانتے ہوں کہ نماز پڑھتا ہے پھر بھی پکاریں تو نماز نہ توڑے لیکن اگر کسی ضرورت سے پکاریں اور ان کو تکلیف ہونے کا ڈر ہو تو نماز توڑ دے۔

باب: ۱۴

مفسدات یعنی نماز کو توڑنے والی چیزوں کا بیان

۱ نماز میں بولنا یا بلاضرورت آواز نکالنا

مسئلہ: نماز میں قصداً یا بھولے سے یا خطا سے بول اٹھا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ بولنے سے مراد یہ ہے کہ کہا ہوا لفظ کم از کم دو حروف پر مشتمل ہو۔ اور ایک حرف پر مشتمل ہو تو وہ ایسا ہو جو بامعنی ہو جیسے عربی زبان میں مثلاً عِ اور قِ کہ عِ کا مطلب ہے تو حفاظت کر اور قِ کا مطلب ہے تو بچا۔

مسئلہ: کسی شخص کو سلام کرنے کے قصد سے سلام یا تسلیم یا السلام علیکم یا اس جیسا کوئی لفظ کہنا اور اسی طرح کسی کے سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہنا اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

مسئلہ: اگر درد یا مصیبت سے نماز میں آہ یا اوہ یا اف یا ہائے کہے یا زور سے روئے تو نماز جاتی رہتی ہے۔ البتہ اگر مریض مرض سے بے قابو ہو جائے اور اس سے بے اختیار آہ یا ہائے نکل جائے تو نماز نہیں ٹوٹتی۔ اسی طرح اگر جنت یا دوزخ کو یاد کرنے سے دل بھر آیا اور زور سے آواز یا آہ یا اف وغیرہ نکل جائے تو نماز نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: بے ضرورت کھنکھارنے اور گلا صاف کرنے سے جس سے دو حرف بھی پیدا ہو جائیں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ البتہ لاچاری اور مجبوری کے وقت کھنکھارنا درست ہے اور نماز نہیں جاتی۔

مسئلہ: نماز میں چھینک آئی اور اس پر الحمد للہ کہا تو نماز نہیں جاتی لیکن کہنا نہ چاہیے اور اگر کسی اور کو چھینک آئی اور اس نے جواب میں اس کو یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: نماز میں کچھ خوشخبری سنی اس پر الحمد للہ کہہ دیا یا کسی کی موت کی خبر سنی اس پر

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: کوئی لڑکا وغیرہ گر پڑا اس کے گرتے وقت بسم اللہ کہہ دیا تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: اگر نمازی نے وسوسہ کے دور کرنے کے لیے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھی تو اگر وہ وسوسہ دنیوی امور سے متعلق ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امور آخرت سے متعلق ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۲ ایسا عمل کرنا جو کثیر ہو اور نماز کی جنس سے نہ ہو

عمل کثیر کی چند صورتیں ہیں۔

۱ دور سے دیکھنے والا کہ جس کے سامنے نماز شروع نہیں کی وہ عمل ہوتے دیکھ کر یہ سمجھے کہ وہ شخص نماز میں نہیں ہے۔

۲ وہ کام جو عام طور سے دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہے جیسے عمامہ باندھنا، تہہ بند باندھنا وغیرہ (اگرچہ نمازی اس وقت اس کو ایک ہاتھ ہی سے کرے)

وہ کام جو عام طور سے ایک ہاتھ سے کیا جاتا ہے جیسے ٹوپی پہننا یا ٹوپی اتارنا یہ عمل قلیل ہے اگرچہ نمازی اس کو دو ہاتھوں سے کرے۔

۳ وہ کام جس کے لیے کرنے والا عام طور سے علیحدہ مجلس (Sitting) کرتا ہے جیسے بچے کو دودھ پلانا۔

۴ عمل اگرچہ قلیل ہو لیکن اس کو ایک رکن یا ایک رکن کی مقدار میں تین بار تک کرنے سے وہ عمل کثیر بن جاتا ہے۔

نوٹ: آخری تین صورتیں بھی پہلی صورت ہی میں شامل ہو سکتی ہیں کیونکہ ان میں بھی کام ہوتے دیکھ کر دور سے دیکھنے والا یہی سمجھتا ہے کہ یہ کام کرنے والا نماز میں نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مدت میں تین بار کھجلایا یعنی ایک دفعہ کھجلا کر ہاتھ ہٹا لیا ہو پھر دوسری مرتبہ ہاتھ لے جا کر پھر کھجایا۔ ایسا تین مرتبہ کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

اور اگر ہاتھ صرف ایک مرتبہ اٹھا کر ایک جگہ رکھ کر چند مرتبہ کھجانے کی حرکت کی تو یہ ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائے گا۔ اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

مسئلہ: کسی نے نماز کے اندر جوڑا باندھا تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: نماز میں بچے نے آ کر اپنی ماں کا دودھ پی لیا تو نماز جاتی رہی البتہ اگر دودھ نہیں نکلا تو نماز نہیں گئی۔

مسئلہ: قرآن شریف میں دیکھ دیکھ کر پڑھنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ بلکہ اگر حالت نماز میں قرآن مجید دیکھ کر صرف ایک آیت قراءت کی جائے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر وہ آیت جو دیکھ کر پڑھی ہے اس کو پہلے سے یاد تھی تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ اگر ایک آیت سے کم دیکھ کر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

مسئلہ: کسی خط یا کسی کتاب پر نظر پڑی اور اس کو اپنی زبان سے نہیں پڑھا لیکن دل ہی دل میں مطلب سمجھ گیا تو نماز نہیں ٹوٹی۔ البتہ اگر زبان سے پڑھ لے تو نماز جاتی رہی۔

۳ نماز کے اندر کھانا پینا

مسئلہ: نماز میں کوئی چیز کھالی یا کچھ پی لیا تو نماز جاتی رہی۔ یہاں تک کہ ایک تل یا چھالیہ کا ٹکڑا اٹھا کر کھالے تو بھی نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ اگر چھالیہ کا ٹکڑا وغیرہ کوئی چیز دانتوں میں اٹکی ہوئی تھی اس کو نگل گیا تو اگر چنے سے کم ہو تب تو نماز ہو گئی اور اگر چنے کے برابر یا زیادہ ہو تو نماز ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: منہ میں پان دبا ہوا ہے اور اس کی پیک حلق میں جاتی ہے تو نماز نہیں ہوئی۔

مسئلہ: کوئی میٹھی چیز کھائی پھر کلی کر کے نماز پڑھنے لگا لیکن منہ میں اس کا کچھ مزہ باقی ہے اور تھوک کے ساتھ حلق میں جاتا ہے تو نماز صحیح ہے۔

مسئلہ: اگر گوند وغیرہ کو پے در پے تین دفعہ یا زیادہ چبایا تو نماز ٹوٹ جائے گی۔

۴ نماز کے اندر زیادہ چلنا خواہ اختیار سے ہو یا بلا اختیار ہو

اگر نماز کے اندر بلا عذر چلا تو اگر متواتر اور کثیر چلا تو نماز فاسد ہو جائے گی خواہ

قبلہ کی طرف سے سینہ نہ پھرے۔ اور اگر کثیر غیر متواتر چلنا ہوا یعنی مختلف رکعتوں میں متفرق چلنا ہو اور ہر رکعت میں قلیل چلنا ہو تو اگر قبلہ سے سینہ نہ پھرا ہو تو نماز نہیں ٹوٹتی۔

کثیر کی حد مقتدی کے لیے ایک دم متواتر چلنے کی دو صف کی مقدار ہے۔ اس سے کم قلیل ہے۔ لہٰذا ایک دفعہ میں دو صفوں کے بقدر چلا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر ایک صف کے بقدر چلا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔

اور کثیر غیر متواتر کی مثال یہ ہے کہ ایک صف کے بقدر چلا پھر ایک رکن کی مقدار یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے بقدر ٹھہرا۔ پھر ایک صف کے بقدر چلا پھر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی اگر چہ بہت چلا ہو جب تک جگہ مختلف نہ ہو جائے یعنی اگر مسجد ہے تو مسجد سے باہر نہ ہو جائے اور اگر میدان ہے تو صفوں سے باہر نہ ہو جائے۔

امام کے لیے سجدہ کی جگہ سے تجاوز کرنا کثیر ہے اور نماز توڑ دیتا ہے۔ منفرد کے لیے اس کے سجدہ کی جگہ کا اعتبار ہے اور اس سے زائد نماز کو توڑ دیتا ہے۔

اور اگر نماز کے اندر چلنا عذر کے ساتھ ہو تو اگر وہ نماز میں حدث ہونے کے بعد طہارت کے لیے چلا ہو یا خوف کی نماز میں چلنا ہو تو اس سے نماز ٹوٹتی ہے اور نہ مکروہ ہوتی ہے خواہ وہ چلنا قلیل ہو یا کثیر اور خواہ قبلہ کی طرف سے پھر جائے یا نہ پھرے اور خواہ مسجد سے باہر ہو جائے۔

⑤ صحت نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا مفقود ہونا

① ہر حدث جو عمداً کیا جائے اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے مثلاً کسی شخص نے عمداً قے کی اور وہ قے منہ بھر کر ہو تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ اگر حدث عمداً نہ ہو مثلاً منہ بھر کر قے بلا اختیار ہو تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی صرف وضو ٹوٹتا ہے اور وہ شخص یہ کر سکتا ہے کہ وضو کر کے آئے اور بقیہ نماز پوری کرے۔

② اگر نمازی کا ستر عورت بقدر چوتھائی عضو کے کھل گیا تو ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کے بقدر کھلا رہنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اور اگر نمازی نے خود عمداً اتنا کھولا ہو تو نماز فوراً ٹوٹ جاتی ہے۔

③ قبلہ کی طرف سے سینہ کا پھرنا بھی نماز کو توڑ دیتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

① اگر کسی شخص نے بلا عذر اپنا سینہ قبلہ کی طرف سے پھیر دیا تو اگر اپنے اختیار سے ایسا کیا تو خواہ تھوڑی دیر تک پھیرا ہو یا زیادہ دیر تک ہر حال میں نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر اپنے اختیار سے نہیں پھیرا تو اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار پھیرے رہا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر اس سے کم مقدار پھیرے رہا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔

② اور اگر عذر کے ساتھ سینہ قبلہ سے پھیرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور وہ عذر دو ہیں:

اول: نماز میں بلا عمد حدث ہونے کے بعد وضو کے لیے جانا۔

دوم: نماز خوف میں دشمن کے مقابل جاتے آتے ہوئے قبلہ کی طرف سے پھرنا۔

③ نماز پڑھنے میں الفاظ کی کوئی ایسی غلطی خواہ قرآن پڑھنے میں ہو یا اور کچھ پڑھنے میں ہو جس سے معنی بگڑ جاتے ہوں تو اگر اسی وقت اس کو درست نہیں کیا تو نماز فاسد یعنی ٹوٹ جاتی ہے۔

معنی بگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ یا تو کفر کا معنی بن جائے یا کفر تو نہ بنے لیکن معنی دین کے خلاف ہو جائے یا اس کا سرے سے کچھ معنی ہی نہ بنتا ہو۔

مسئلہ: اللہ اکبر کہتے وقت اللہ کے الف کو بڑھا دیا اور آللہ اکبر کہا یا اللہ آکبر کہا تو نماز جاتی رہی۔ اسی طرح اکبر کی بے کو بڑھا کر اللہ اکبار کہا تو بھی نماز جاتی رہی۔

٦ لقمہ دینے کی بعض صورتیں

حالت نماز میں اپنے امام کے سوا کسی کو لقمہ دینا یعنی قرآن مجید کے غلط پڑھنے پر آگاہ کرنا مفسد نماز ہے خواہ غلط پڑھنے والا نماز میں ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ مقتدی اگر اپنے امام کو لقمہ دے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ خواہ امام بقدر ضرورت قراءت کر چکا ہو یا نہیں۔ بقدر ضرورت سے قراءت کی وہ مقدار مراد ہے جو مسنون ہے۔

مسئلہ: امام اگر بقدر ضرورت قراءت کر چکا ہو تو اس کو چاہیے کہ رکوع کر دے مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے (ایسا کرنا مکروہ ہے) اور مقتدیوں کو چاہیے کہ جب

تک شدید ضرورت پیش نہ آئے امام کو لقمہ نہ دیں (یہ بھی مکروہ ہے) ضرورت شدیدہ سے مراد یہ ہے کہ مثلاً امام غلط پڑھ کر آگے پڑھنا چاہتا ہو یا رکوع نہ کرتا ہو یا سکوت کر کے کھڑا ہو جائے اور اگر بلا ضرورت شدیدہ بھی بتلا دیا تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی نماز پڑھنے والے کو لقمہ دے اور وہ لقمہ دینے والا اس کا مقتدی نہ ہو خواہ وہ بھی نماز میں ہو یا نہیں تو نماز پڑھنے والا اگر لقمہ لے گا تو اس لقمہ لینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی یعنی ٹوٹ جائے گی۔ ہاں اگر اس کو خود بخود یاد آ جائے خواہ لقمہ دینے والے کے لقمہ دینے کے ساتھ ہی یا پہلے یا بعد میں لیکن لقمہ دینے کا اس یاد آنے میں کچھ دخل نہ ہو اور اپنی یاد پر اعتماد کر کے پڑھے تو اس کی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

مسئلہ: امام قرأت میں اٹک جائے یا غلط پڑھ جائے تو اس کا مقتدی اگر کسی دوسرے شخص کا پڑھنا سن کر یا قرآن مجید میں دیکھ کر امام کو لقمہ دے تو اس (مقتدی) کی نماز فاسد ہو جائے گی اور امام اگر لے لے گا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی اور اگر مقتدی کو قرآن میں دیکھ کر یا دوسرے سے سن کر خود بھی یاد آ گیا اور پھر اپنی یاد پر لقمہ دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۷ اپنی نماز میں شریک عورت کا محاذی ہونا

عورت کا مرد کے ساتھ اس طرح کھڑا ہو جانا کہ ایک کا کوئی عضو دوسرے کے کسی عضو کے مقابل ہو جائے یہاں تک کہ اگر سجدے میں جانے کے وقت عورت کا سر مرد کے پاؤں کے محاذی ہو جائے تب بھی مرد کی نماز جاتی رہے گی بشرطیکہ

1. عورت بالغ ہو چکی ہو (خواہ جوان ہو یا بوڑھی) یا نابالغ ہو مگر قابل جماع ہو۔ تو اگر کوئی کم سن نابالغ لڑکی نماز میں محاذی ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔
2. دونوں نماز میں ہوں۔ پس اگر ایک نماز میں ہو دوسرا نہ ہو تو اس محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی۔
3. درمیان میں کچھ حائل نہ ہو۔ پس اگر کوئی پردہ درمیان میں حائل ہو یا بیچ میں اتنی جگہ چھوٹی ہو جس میں ایک آدمی بے تکلف کھڑا ہو سکے تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔

۴ عورت میں نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں پائی جاتی ہوں۔ پس اگر عورت مجنون ہو یا حالت حیض و نفاس میں ہو تو اس کی محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس لیے کہ ان صورتوں میں وہ خود نماز میں نہ سمجھی جائے گی۔

۵ نماز جنازے کی نہ ہو۔ پس جنازے کی نماز میں محاذات مفسد نہیں۔

۶ محاذات ایک رکن کے بقدر باقی رہے اگر اس سے کم ہو تو مفسد نہیں مثلاً اتنی دیر تک محاذات رہے کہ جس میں رکوع وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد جاتی رہے تو اس قلیل محاذات سے نماز میں فساد نہ آئے گا۔

۷ تحریمہ دونوں کی ایک ہو یعنی یہ عورت اس مرد کی مقتدی ہو یا دونوں کسی تیسرے کے مقتدی ہوں۔

۸ امام نے اس عورت کی امامت کی نیت نماز شروع کرتے وقت کی ہو۔ اگر امام نے اس کی امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر اس محاذات سے نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ اس عورت کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

۹ نماز شروع کرنے کے بعد شامل ہونے والی عورت کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ نہ کرنا مرد کی نماز کو توڑ دیتا ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی عورت یا مطلق عورتوں کی امامت کی نیت کی اور اس کی نماز شروع کرنے کے بعد عورت اس کے محاذی ہو کر اس کی نماز میں شامل ہوگئی۔ اگر اس شخص نے عورت کے شامل ہوتے ہی اس کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور عورت نہ ہٹی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ عورت کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ مرد نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

اسی طرح اگر کوئی عورت کسی مقتدی کے ساتھ آ کر کھڑی ہوگئی جب کہ نماز شروع ہو چکی تھی اور امام عورتوں کی امامت کی نیت کر چکا تھا تو اگر مقتدی نے فوراً ہی عورت کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا لیکن عورت نہیں ہٹی تو عورت کی نماز فاسد ہوگی مرد مقتدی کی نہیں۔

۸ متفرقات

مسئلہ: اگر امام حدث کے بعد کسی کو اپنا نائب بنائے بغیر مسجد سے باہر نکل گیا تو

مقتدیوں کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: اگر مرد نماز میں ہو اور عورت اس مرد کا اسی حالت میں بوسہ لے تو اس مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں اگر اس کے بوسہ لیتے وقت مرد کو شہوت ہوگئی تو البتہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر عورت نماز میں ہو اور کوئی مرد اس کا بوسہ لے لے تو عورت کی نماز جاتی رہے گی خواہ مرد نے شہوت سے بوسہ لیا ہو یا بلا شہوت اور خواہ عورت کو شہوت ہوئی ہو یا نہیں۔ اسی طرح اگر مرد اس کو شہوت سے چھو لے تب بھی عورت کی نماز جاتی رہتی ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص نمازی کے سامنے سے نکلنا چاہے تو حالت نماز میں اس سے مزاحمت کرنا اور اس کو اس فعل سے باز رکھنا جائز ہے بشرطیکہ اس روکنے میں عمل کثیر نہ ہو اگر عمل کثیر ہو گیا تو نماز فاسد ہوگئی۔

مسئلہ: اگر نمازی نے کسی دوسرے شخص کو تھپڑ مارا یا سوٹی یا کوئی اور چیز ماری تو مارنے والے کی نماز ٹوٹ گئی۔

باب: ۱۵

قضا نمازوں کے پڑھنے کا بیان

مسئلہ: کوئی نماز چھوٹ گئی ہو تو جب یاد آئے فوراً اس کی قضا پڑھے۔ بلا عذر کے قضا پڑھنے میں دیر لگانا گناہ ہے۔ لہٰذا جس کی کوئی نماز قضا ہوگئی اور اس نے فوراً اس کی قضا نہ پڑھی دوسرے وقت پر یا دوسرے دن پر ٹال دی کہ فلاں دن پڑھ لوں گا اور اس دن سے پہلے ہی اچانک مر گیا تو دوہرا گناہ ہوا۔ ایک تو نماز کے قضا ہونے کا اور دوسرے فوراً قضا نہ پڑھنے کا۔

مسئلہ: اگر کسی کی کئی نمازیں قضا ہوگئیں تو جہاں تک ہو سکے جلدی سب کی سب قضا پڑھ لے۔ ہو سکے تو ہمت کر کے ایک ہی وقت سب کی قضا پڑھ لے اور اگر بہت سی نمازیں کئی مہینے یا کئی برس کی قضا ہوں تو ان کی قضا میں بھی جہاں تک ہو سکے جلدی کرے۔ ایک ایک وقت میں دو دو چار چار نمازیں پڑھ لیا کرے۔ اگر کوئی مجبوری اور ناچاری ہو تو خیر' ایک وقت ایک ہی نماز کی قضا سہی۔ یہ بہت کم درجہ کی بات ہے۔

مسئلہ: قضا پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے جس وقت فرصت ہو وضو کر کے پڑھ لے۔ البتہ خیال رکھے کہ مکروہ وقت نہ ہو۔

مسئلہ: جس کی ایک ہی نماز قضا ہوئی۔ اس سے پہلے کوئی نماز اس کی قضا نہیں ہوئی یا اس سے پہلے نمازیں قضا تو ہوئیں لیکن سب کی قضا پڑھ چکا ہے فقط اسی ایک نماز کی قضا پڑھنا باقی ہے تو پہلے اس کی قضا پڑھ لے پھر کوئی اور نماز پڑھے۔ اگر بغیر قضا نماز پڑھے ہوئے ادا نماز پڑھی تو ادا درست نہیں ہوئی۔ قضا پڑھ کر پھر ادا پڑھے۔ ہاں اگر قضا کرنا یاد نہیں رہا' بالکل بھول گیا تو ادا درست ہوگئی۔ اب جب یاد آئے تو فقط قضا پڑھ لے ادا کو نہ دوہرائے۔

مسئلہ: اگر وقت بہت تنگ ہے کہ اگر قضا پڑھے گا تو ادا نماز کا وقت باقی نہ رہے گا

تو پہلے ادا پڑھ لے پھر قضا پڑھے۔

مسئلہ: اگر دو یا تین یا چار یا پانچ نمازیں قضا ہو گئیں اور سوائے ان نمازوں کے اس کے ذمہ کسی اور نماز کی قضا باقی نہیں ہے یعنی عمر بھر جب سے جوان ہوا ہے کبھی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی یا قضا تو ہو گئی لیکن سب کی قضا پڑھ چکا ہے تو جب تک ان پانچوں کی قضا نہ پڑھ لے تب تک ادا نماز پڑھنا درست نہیں ہے اور جب ان پانچوں کی قضا پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ جو نماز سب سے اول چھوٹی ہے پہلے اس کی قضا پڑھے پھر اس کے بعد والی پھر اس کے بعد والی اسی طرح ترتیب سے پانچوں کی قضا پڑھے جیسے کسی نے پورے ایک دن کی نمازیں نہیں پڑھیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء یہ پانچوں نمازیں چھوٹ گئیں تو پہلے فجر پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشاء اسی ترتیب سے قضا پڑھے۔ اگر پہلے فجر کی قضا نہیں پڑھی بلکہ ظہر کی پڑھی یا عصر کی یا اور کوئی تو درست نہیں ہوئی پھر سے پڑھنا پڑے گی۔

مسئلہ: اگر کسی کی چھ نمازیں قضا ہو گئیں تو اب ان کی قضا پڑھے بغیر بھی ادا نماز پڑھنا جائز ہے اور جب ان چھ نمازوں کی قضا پڑھے تو جو نماز سب سے اول قضا ہوئی ہے پہلے اسی کی قضا پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ جو چاہے پہلے پڑھے اور جو چاہے پیچھے پڑھے۔ سب جائز ہے اور ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: دو چار مہینے یا دو چار سال ہوئے کہ کسی کی چھ نمازیں یا زیادہ قضا ہو گئی تھیں اور اب تک ان کی قضا نہیں پڑھی لیکن اس کے بعد سے ہمیشہ نماز پڑھتا رہا کبھی قضا نہیں ہونے پائی۔ مدت کے بعد اب پھر ایک نماز جاتی رہی تو اس صورت میں اس کی قضا پڑھے بغیر بھی ادا نماز پڑھنی درست ہے اور ترتیب واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی کے ذمہ چھ نمازیں یا بہت سی نمازیں قضا تھیں۔ اس وجہ سے ترتیب سے پڑھنی اس پر واجب نہیں تھیں لیکن اس نے ایک ایک دو دو کر کے سب کی قضا پڑھ لی۔ اب کسی نماز کی قضا پڑھنا باقی نہیں رہا تو اب پھر جب ایک نماز یا پانچ نمازیں قضا ہو جائیں تو ترتیب سے قضا پڑھنا پڑیں گی اور ان پانچوں کی قضا پڑھے بغیر ادا نماز پڑھنا

درست نہیں۔ البتہ اب پھر اگر چھ نمازیں چھوٹ جائیں تو پھر ترتیب معاف ہو جائے گی اور ان چھ نمازوں کی قضا پڑھے بغیر بھی ادا نماز پڑھنا درست ہوگی۔

مسئلہ: اگر وتر کی نماز قضا ہوگئی اور سوائے وتر کے کوئی اور نماز اس کے ذمہ قضا نہیں تو پھر وتر کی قضا پڑھے بغیر فجر کی نماز پڑھنا درست نہیں ہے اگر وتر کا قضا ہونا یاد ہو پھر بھی پہلے قضا نہ پڑھے بلکہ فجر کی نماز پڑھ لے تو اب قضا پڑھ کے فجر کی نماز پھر پڑھنا پڑے گی۔

مسئلہ: فقط عشاء کی نماز پڑھ کے سو رہا پھر تہجد کے وقت اٹھا اور وضو کر کے تہجد اور وتر کی نماز پڑھی پھر صبح کو یاد آیا کہ عشاء کی نماز بھولے سے بے وضو پڑھ لی تھی تو اب فقط عشاء کی قضا پڑھے وتر کی قضا نہ پڑھے۔

مسئلہ: قضا فقط فرض نمازوں کی اور وتر کی پڑھی جاتی ہے۔ سنتوں کی قضا نہیں ہے البتہ اگر فجر کی نماز قضا ہو جائے تو اگر دوپہر سے پہلے پہلے قضا پڑھے تو سنت اور فرض دونوں کی قضا پڑھے اور اگر دوپہر کے بعد قضا پڑھے تو فقط دو رکعت فرض کی قضا پڑھے۔

مسئلہ: اگر فجر کا وقت تنگ ہو گیا اس لیے فقط دو رکعت فرض پڑھ لیے سنت چھوڑ دی تو بہتر یہ ہے کہ سورج اونچا ہونے کے بعد سنت کی قضا پڑھ لے لیکن دوپہر سے پہلے ہی پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ: کسی بے نماز نے توبہ کی تو جتنی نمازیں عمر بھر میں قضا ہوئی ہیں سب کی قضا پڑھنا واجب ہے توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوئیں البتہ نہ پڑھنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ توبہ سے معاف ہو گیا اب ان کی قضا نہ پڑھے گا تو پھر گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی کی کچھ نمازیں قضا ہو گئی ہوں اور ان کے قضا پڑھنے کی ابھی نوبت نہیں آئی تو مرتے وقت نمازوں کی طرف سے فدیہ دینے کی وصیت کر جانا واجب ہے۔ نہیں تو گناہ ہوگا اور نماز کے فدیہ کا بیان روزہ کے فدیہ کے ساتھ آئے گا (انشاء اللہ)

مسئلہ: اگر چند لوگوں کی نماز کسی وقت قضاء ہوگئی ہو تو ان کو چاہیے کہ اس نماز کو

جماعت سے ادا کریں۔ اگر بلند آواز کی نماز ہو تو بلند آواز سے قرأت کرے اور آہستہ آواز کی ہو تو آہستہ آواز سے۔

مسئلہ: اگر کوئی نابالغ عشاء کی نماز پڑھ کر سوئے اور طلوع فجر کے بعد بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے جس سے معلوم ہو کہ اس کو احتلام ہو گیا ہے تو راجح قول کے مطابق اس کو چاہیے کہ عشاء کی نماز کا پھر اعادہ کرے اور اگر طلوع فجر سے قبل بیدار ہو کر منی کا اثر دیکھے تو بالاتفاق عشاء کی نماز قضا پڑھے۔

باب:۱۶

سجدہ سہو کا بیان

جب کبھی بھولے سے نماز میں کوئی ایسی کمی یا زیادتی ہو جائے جس سے نماز تو نہیں ٹوٹتی لیکن نماز میں نقصان آ جاتا ہے اس کی تلافی کے لیے شریعت نے نماز کے آخر میں سلام سے پہلے دو سجدے تجویز کیے ہیں ان دو سجدوں کو سجدہ سہو کہتے ہیں۔

سجدہ سہو کا طریقہ

سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اخیر رکعت میں فقط التحیات پڑھ کر ایک طرف یعنی داہنی طرف سلام پھیر کے دو سجدے کرے۔ پھر بیٹھ کر التحیات اور درود شریف اور دعا پڑھ کے دونوں طرف سلام پھیرے اور نماز ختم کرے۔

سجدہ سہو کے چند مسائل

مسئلہ: کسی نے بھول کر سلام پھیرنے سے پہلے ہی سجدہ سہو کر لیا تب بھی ادا ہو گیا اور نماز صحیح ہو گئی۔

مسئلہ: جن چیزوں کو بھول کر کرنے سے سجدہ سہو واجب ہے اگر ان کو قصداً کرے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا بلکہ نماز پھر سے پڑھے۔ اگر سجدہ سہو کر بھی لیا تب بھی تلافی نہیں ہوئی۔

مسئلہ: اگر نماز میں کئی باتیں ایسی ہو گئیں جن سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تو ایک ہی سجدہ سب کی طرف سے ہو جائے گا۔ ایک نماز میں دو دفعہ سجدہ سہو نہیں کیا جاتا۔

مسئلہ: سجدہ سہو کرنے کے بعد پھر کوئی ایسی بات ہو گئی جس سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تو وہی پہلا سجدہ کافی ہے اب پھر سجدہ نہ کرے۔

مسئلہ: نماز میں کچھ بھول ہو گئی تھی جس سے سجدہ سہو واجب تھا لیکن سجدہ سہو کرنا بھول گیا اور دونوں طرف سلام پھیر دیا لیکن ابھی اسی جگہ بیٹھا ہے اور سینہ قبلہ کی طرف

سے نہیں پھیرا، نہ کسی سے کچھ بولا نہ کوئی اور ایسی بات ہوئی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو اب سجدہ سہو کر لے، بلکہ اسی طرح بیٹھے بیٹھے کلمہ اور درود شریف وغیرہ کوئی وظیفہ بھی پڑھنے لگا ہو تب بھی کچھ حرج نہیں۔ اب سجدہ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: سجدہ سہو واجب تھا اور اس نے قصداً دونوں طرف سلام پھیر دیا اور یہ نیت کی کہ میں سجدہ سہو نہ کروں گا تب بھی جب تک کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے نماز جاتی رہتی ہے، سجدہ سہو کر لینے کا اختیار ہے۔

سجدہ سہو واجب ہونے نہ ہونے کا ضابطہ

1. نماز میں جتنی چیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک واجب یا کئی واجب اگر بھولے سے رہ جائیں تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے اور اس کے کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔ اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز پھر سے پڑھے۔
2. اگر بھولے سے نماز کا کوئی فرض چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست نہیں ہوتی پھر سے پڑھے۔
3. جو چیزیں نماز میں فرض ہیں نہ واجب ان کے بھول کر چھوٹ جانے سے نماز ہو جاتی ہے اور سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

سجدہ سہو کے تفصیلی مواقع

۱ نیت باندھنا اور ثناء پڑھنا

مسئلہ: نیت باندھتے وقت کانوں تک ہاتھ نہیں اٹھائے تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: نیت باندھنے کے بعد سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھنا بھول گیا یا سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کی جگہ دعائے قنوت پڑھنے لگا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

۲ قراءت کرنا

مسئلہ: نماز میں فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد پڑھنا بھول گیا، فقط سورت

پڑھی یا پہلے سورت پڑھی پھر الحمد پڑھی تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔ بلکہ اگر سورت الحمد کی ایک آیت بھی بھول گیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

مسئلہ: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا بھول گیا تو پچھلی دونوں رکعتوں میں سورت ملائے اور سجدہ سہو کرے اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تو پچھلی ایک رکعت میں سورت ملائے اور سجدہ سہو کرے اور اگر پچھلی رکعتوں میں بھی سورت ملانا یاد نہ رہا یعنی پہلی رکعتوں میں سورت ملائی نہ پچھلی رکعتوں میں، بالکل اخیر رکعت میں التحیات پڑھتے وقت یاد آیا کہ دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی۔ تب بھی سجدہ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: سنت اور نفل کی سب رکعتوں میں سورت کا ملانا واجب ہے اس لیے اگر کسی رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو سجدہ سہو کرلے۔

مسئلہ: الحمد پڑھ کر سوچنے لگا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی کہ جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے تو بھی سجدہ سہو واجب ہے۔

مسئلہ: الحمد پڑھ کے دو سورتیں یا تین سورتیں پڑھ گیا تو کچھ ڈر نہیں اور سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: فرض کی دونوں پچھلی رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورت ملالی تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: فرض کی دونوں پچھلی رکعتوں میں یا ایک رکعت میں الحمد پڑھنا بھول گیا اور تین بار سبحان اللہ کہنے کے بقدر چپکا کھڑا رہ کے رکوع میں چلا گیا تو بھی سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں اگر الحمد کی جگہ التحیات یا کچھ اور پڑھنے لگا تو بھی سہو کا سجدہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر آہستہ آواز کی نماز میں کوئی شخص خواہ امام ہو یا منفرد بلند آواز سے قرأت کر جائے یا بلند آواز کی نماز میں امام آہستہ آواز سے قرأت کرے اور اس کی

مقدار اتنی ہو جس سے نماز جائز ہوتی ہے یعنی تیس حروف کے بقدر تو اس کو سجدہ سہو کرنا چاہیے۔ ہاں اگر آہستہ آواز کی نماز میں بہت تھوڑی قرأت بلند آواز سے کی جائے جو نماز صحیح ہونے کے لیے کافی نہ ہو۔ مثلاً دو تین لفظ بلند آواز سے نکل جائیں یا جہری نماز میں امام اسی قدر آہستہ پڑھ دے تو سجدہ سہو لازم نہیں۔

مسئلہ: اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانے سے پہلے الحمد دوبارہ پوری پڑھے یا آدھی سے زیادہ پڑھے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

۳ رکوع کرنا

مسئلہ: رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ نہیں پڑھا یا رکوع سے اٹھ کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا یاد نہ رہا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: جب الحمد اور سورت پڑھ چکا۔ بھولے سے کچھ سوچنے لگا اور رکوع کرنے میں تین بار سبحان اللہ کہنے کے بقدر تاخیر ہوئی تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر بھولے سے دو رکوع کر لیے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے بھول کر قرأت سے پہلے رکوع کر دیا تو اس کو چاہیے کہ رکوع سے لوٹے اور قرأت کرے اور پھر رکوع کرے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے پہلے رکوع کا اعتبار نہیں۔ یہی حکم اس وقت ہے جب رکوع سے اٹھنے کے بعد لیکن سجدہ کرنے سے پہلے یاد آجائے کہ قرأت نہیں کی۔

۴ سجدہ کرنا

مسئلہ: اگر بھولے سے تین سجدے کر لیے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ نہیں کہا تو سجدہ سہو کرنا واجب نہیں۔

۵ تعدیل ارکان

تعدیل ارکان یعنی رکوع اور سجدہ اور قومہ اور جلسہ میں اطمینان یعنی کم از کم ایک

مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا واجب ہے۔ اگر بھول کر اس کو چھوڑ دے گا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

۶ قعدہ کرنا

مسئلہ: تین رکعت یا چار رکعت والی نماز میں بیچ میں بیٹھنا بھول گیا اور دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا تو اگر نیچے کا آدھا دھڑ ابھی سیدھا نہ ہوا ہو تو بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ لے تب کھڑا ہو اور ایسی حالت میں سجدہ سہو کرنا واجب نہیں۔ اگر نیچے کا آدھا بھی سیدھا ہوگیا تو نہ بیٹھے بلکہ کھڑے ہو کر چاروں رکعتیں پڑھ لے فقط اخیر میں بیٹھے اور اس صورت میں سجدہ سہو واجب ہے اگر سیدھا کھڑا ہو جانے کے بعد پھر لوٹ آئے گا اور بیٹھ کر التحیات پڑھے گا تو گناہ گار ہوگا لیکن نماز ہو جائے گی اور سجدہ سہو کرنا بھی واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر ظہر، عصر یا عشاء کی چوتھی رکعت پر بیٹھنا بھول گیا اور نیچے کا دھڑ ابھی سیدھا نہیں ہوا تو بیٹھ جائے اور التحیات اور درود وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدہ سہو نہ کرے اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا تب بھی بیٹھ جائے بلکہ اگر الحمد اور سورت بھی پڑھ چکا ہو یا رکوع بھی کر چکا ہو تب بھی بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کے سجدہ سہو کر لے۔ البتہ رکوع کے بعد بھی یاد نہ آیا اور پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو فرض نماز پھر سے پڑھے یہ نماز نفل ہو گئی۔ ایک رکعت اور ملا کر پوری کر لے اور سجدہ سہو نہ کرے اور اگر ایک رکعت اور نہیں ملائی اور پانچویں رکعت پر سلام پھیر دیا تو چار رکعتیں نفل ہو گئیں اور ایک رکعت اکارت گئی۔ فجر میں ایسی صورت پیش آ گئی تو کل چار رکعت پوری کر لے اور مغرب میں چار رکعتوں کے بعد پانچویں کو نہ ملائے۔

مسئلہ: اگر چوتھی رکعت پر بیٹھا اور التحیات پڑھ کے کھڑا ہوگیا تو سجدہ کرنے سے پہلے جب یاد آئے بیٹھ جائے اور التحیات نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر فوراً سلام پھیر کے سجدہ سہو کرے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کر چھ رکعت کر لے۔ چار فرض ہو گئے اور دو نفل اور چھٹی رکعت پر سجدہ سہو بھی کر لے۔ اگر پانچویں رکعت

پر سلام پھیر دیا اور سجدہ سہو کر لیا تو برا کیا۔ چار فرض ہوئے اور ایک رکعت اکارت گئی۔ عصر کی نماز کا بھی یہی حکم ہے۔ مغرب میں تین کے بعد دو رکعتیں پوری کی جائیں۔

مسئلہ: اگر چار رکعت نفل نماز پڑھی اور بیچ میں بیٹھنا بھول گیا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تب تک یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہیے۔ اگر سجدہ کر لیا تو خیر تب بھی نماز ہوگئی اور سجدہ سہو ان دونوں صورتوں میں واجب ہے۔

❼ التحیات پڑھنا

مسئلہ: تین رکعت یا چار رکعت والی فرض نماز میں یا واجب میں یا سنت مؤکدہ میں جب دو رکعت پر التحیات کے لیے بیٹھا اور دو دفعہ التحیات پڑھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہے۔ اگر التحیات کے بعد اتنا درود شریف بھی پڑھ گیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ یا اس سے زیادہ پڑھ گیا تب یاد آیا اور اٹھ کھڑا ہوا تو بھی سجدہ سہو واجب ہے اور اگر اس سے کم پڑھا ہو تو سہو کا سجدہ واجب نہیں۔

مسئلہ: سنت غیر مؤکدہ یا نفل نماز یا منت کی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات کے ساتھ درود شریف بھی پڑھنا جائز ہے۔ اس لیے کہ نفل میں درود شریف کے پڑھنے سے سہو کا سجدہ نہیں ہوتا البتہ اگر دو دفعہ التحیات پڑھ جائے تو نفل میں بھی سجدہ سہو واجب ہے۔

مسئلہ: التحیات پڑھنے بیٹھا مگر بھولے سے التحیات کی جگہ کچھ اور پڑھ گیا یا الحمد پڑھنے لگا تو سجدہ سہو واجب ہے۔

مسئلہ: آخری قعدہ میں درود شریف یا دعا نہیں پڑھی صرف تشہد پڑھ کے یوں ہی سلام پھیر دیا تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

❽ سلام پھیرنا

مسئلہ: چار رکعت والی یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو اب اٹھ کر اس نماز کو پورا کر لے اور سجدہ سہو کرے۔ البتہ اگر سلام پھیرنے

کے بعد کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے نماز جاتی رہتی ہے تو پھر سے نماز پڑھے۔

مسئلہ: پوری نماز پڑھ کر قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بقدر بیٹھا پھر غلطی سے یہ سمجھا کہ ایک رکعت باقی ہے اور کھڑا ہوگیا۔ اگر سجدہ سے قبل یاد آ جائے تو لوٹ آئے۔ اور اگر سجدہ کے بعد یاد آئے تو ایک اور رکعت ملا کر دو نفل کر لے اور دونوں صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہے۔

۹ وتر میں قنوت پڑھنا

مسئلہ: وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا۔ سورت پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

مسئلہ: وتر میں دعائے قنوت کی جگہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھ گیا۔ پھر جب یاد آیا تو دعائے قنوت پڑھی تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

مسئلہ: بھولے سے وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ گیا تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ تیسری رکعت میں پھر سے پڑھے اور سجدہ سہو کرے۔

مسئلہ: وتر کی نماز میں شبہ ہوا کہ نہ معلوم یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری رکعت اور کسی بات کی طرف زیادہ گمان نہیں ہے بلکہ دونوں طرف برابر درجہ کا گمان ہے تو اسی رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور بیٹھ کر التحیات کے بعد کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی دعائے قنوت پڑھے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے۔

۱۰ نماز میں سوچنے لگا

مسئلہ: اس طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں رک گیا اور کچھ سوچنے لگا اور سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے یا جب دوسری یا چوتھی رکعت پر التحیات کے لیے بیٹھا تو فوراً التحیات شروع نہیں کی' کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگ گئی یا جب رکوع سے اٹھا تو دیر تک کچھ کھڑا سوچتا رہا یا دونوں سجدوں کے بیچ میں جب بیٹھا تو کچھ سوچنے میں اتنی دیر لگا دی تو ان سب صورتوں میں سجدہ سہو کرنا واجب

ہے۔ غرض کہ جب بھولے سے کسی بات کے کرنے میں دیر کردے یا کسی بات کے سوچنے کی وجہ سے دیر لگ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

نماز میں شک ہونا

مسئلہ: اگر نماز میں شک ہوگیا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار رکعتیں تو اگر یہ شک اتفاق سے ہوگیا ایسا شبہ پڑنے کی اس کی عادت نہیں ہے تو پھر سے نماز پڑھے اور اگر شک کرنے کی عادت ہے اور اکثر ایسا شبہ پڑ جاتا ہے تو دل میں سوچ کر دیکھے کہ دل زیادہ کدھر جاتا ہے۔ اگر زیادہ گمان تین رکعت پڑھنے کا ہو تو ایک اور پڑھ لے اور سجدہ سہو کرنا واجب نہیں ہے اور اگر زیادہ گمان یہی ہے کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لی ہیں تو اور رکعت نہ پڑھے اور سجدہ سہو بھی نہ کرے اور اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف برابر خیال رہے نہ تین رکعت کی طرف زیادہ گمان جاتا ہے اور نہ چار رکعت کی طرف، تو تین ہی رکعت سمجھے اور ایک رکعت اور پڑھ لے۔ لیکن اس صورت میں تیسری رکعت پر بھی التحیات پڑھے تب کھڑا ہو کر چوتھی رکعت پڑھے اور سجدہ سہو بھی کرے۔

مسئلہ: اگر یہ شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری رکعت تو اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن اس میں سب رکعتوں پر بیٹھ کر التحیات پڑھے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے۔

مسئلہ: اگر نماز پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہوا کہ نہ معلوم تین رکعتیں پڑھیں یا چار تو اس شک کا کچھ اعتبار نہیں۔ نماز ہوگئی البتہ اگر ٹھیک یاد آجائے کہ تین ہی ہوئیں تو پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدہ سہو کر لے اور اگر پڑھ کے بول پڑا ہو یا کوئی ایسی بات کی جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو پھر سے پڑھے۔ اسی طرح اگر التحیات پڑھ چکنے کے بعد یہ شک ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ جب تک ٹھیک یاد نہ آئے اس کا کچھ اعتبار نہ کرے لیکن اگر کوئی احتیاط کی راہ سے نماز پھر سے پڑھ لے تو اچھا ہے کہ دل کی کھٹک نکل جائے اور شبہ باقی نہ رہے مگر یہ نماز پوری کر کے دوبارہ پڑھے اس نماز کو نہ توڑے۔

مسئلہ: اگر بالکل اخیر رکعت میں التحیات اور درود شریف پڑھنے کے بعد شبہ ہوا کہ

میں نے چار رکعتیں پڑھی ہیں یا تین‘ اسی سوچ میں خاموش بیٹھا رہا اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے پھر یاد آ گیا کہ میں نے چار رکعتیں پڑھ لیں تو اس صورت میں سجدہ سہو کرنا واجب ہو گیا۔

امام کے پیچھے سجدہ سہو کے مسائل

مسئلہ : امام کے سہو سے امام اور مقتدی سب پر سجدہ سہو واجب ہے خواہ مقتدی امام کے سہو سے پہلے جماعت میں شریک ہوا ہو یا امام کے سہو کے بعد شریک ہوا ہو کیونکہ مقتدی پر امام کی اتباع واجب ہے۔

مسئلہ : امام کے پیچھے مقتدی کو خود جو سہو ہو جائے اس پر سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا نہ سلام سے پہلے نہ سلام کے بعد۔

مسئلہ : مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے جس کا طریقہ یہ ہے کہ جب امام سجدہ سہو کے لیے سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے بلکہ بدستور قعدہ کی حالت میں بیٹھا رہے اور جب امام سہو کے سجدے کرے تو یہ بھی اس کے ساتھ سجدے کرے اور امام کے ساتھ تشہد پڑھے جب امام سلام پھیرے تو اس کے بعد یہ مسبوق اپنی باقی نماز کو پورا کرنے کے لیے کھڑا ہو۔

مسئلہ : جیسے ذکر ہوا جب امام سجدہ کے لیے سلام پھیرے تو مسبوق کے لیے سلام پھیرنا جائز نہیں۔ اگر جان بوجھ کر سلام پھیرے گا تو اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر جان بوجھ کر نہیں پھیرا بھولے سے پھیر دیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی لیکن اگر مسبوق نے امام کے پہلے سلام کے لفظ کے ساتھ ہی اپنے سلام کے لفظ کی ادائیگی کو پورا کیا تو مسبوق پر سجدہ سہو واجب نہیں اور اگر کچھ تاخیر سے کیا جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔

مسئلہ : مسبوق نے امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا پھر جب اپنی باقی نماز پڑھنے لگا تو اس میں اس کو بھی سہو ہو گیا تو اس کے لیے بھی دوبارہ نماز کے اخیر میں سجدہ سہو کرنا ہو گا۔

مسئلہ : مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی ہے۔ جب امام نے سلام پھیرا تو مقیم

مقتدی اپنی نماز پوری کرنے لگا۔ اسی دوران میں اس کو سہو ہوا تو وہ نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے گا۔

مسئلہ: لاحق امام کے پیچھے سجدہ سہو نہ کرے بلکہ جب اپنی نماز پوری کر لے اس وقت اخیر میں سجدہ سہو کرے اور اگر لاحق نے امام کے ساتھ سجدہ سہو کر لیا تو اپنی نماز کے اخیر میں سجدہ سہو کا اعادہ کرے۔

مسئلہ: اگر کوئی امام کے ساتھ ایسی حالت میں شریک ہوا کہ امام سہو کا پہلا سجدہ کر چکا تھا تو اس پر پہلا سجدہ نہیں اور اگر امام دونوں سجدے کر چکا تھا تو شریک ہونے والے سے دونوں سجدے ساقط ہیں۔

مسئلہ: جمعہ وعیدین اور کسی اور نماز میں بھی اگر مجمع بہت ہو اور اندیشہ ہو کہ لوگ نہ سمجھنے کی وجہ سے اپنی نماز خراب کر لیں گے تو امام سجدہ سہو ترک کر دے۔

باب: ۱۷

سجدہ تلاوت کا بیان

مسئلہ: قرآن شریف میں تلاوت کے سجدے چودہ ہیں۔ جہاں جہاں کلام مجید کے کنارے پر ''سجدہ'' لکھا ہوتا ہے۔ اس آیت کو پڑھ کر سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اسی کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔

مسئلہ: آیت سجدہ میں جو لفظ سجدہ پر دلالت کرتا ہے اس کے ساتھ کم از کم ایک لفظ پہلے کا یا بعد کا ملا کر پڑھنے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے جیسا کہ پوری آیت کی تلاوت سے واجب ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر سجدہ کی پوری آیت پڑھی لیکن خود سجدہ والا لفظ نہیں پڑھا تو سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر صرف سجدہ والا لفظ پڑھا اس سے پہلے یا بعد میں کچھ نہ پڑھا تب بھی سجدہ واجب نہیں ہوگا۔

مسئلہ: آیت سجدہ لکھنے یا اس کی طرف نظر کرنے یا زبان سے پڑھے بغیر دل سے پڑھنے یا ہجے کرنے یعنی ایک ایک لفظ کے علیحدہ علیحدہ ہجے کرنے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا جب کہ ملا کر نہ پڑھا ہو۔

مسئلہ: اگر آیت سجدہ کا ترجمہ کسی بھی زبان میں پڑھا تو پڑھنے والے پر سجدہ واجب ہوگا خواہ وہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔ اور سننے والا اگر سمجھتا ہو یا اس کو خبر دی جائے کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

مسئلہ: سجدہ کی آیت کو جو شخص پڑھے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور جو سنے اس پر بھی واجب ہو جاتا ہے چاہے قرآن شریف سننے کے قصد سے بیٹھا ہو یا کسی اور کام میں لگا ہو اور بغیر قصد کے سجدہ کی آیات سن لی ہوں اس لیے بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو آہستہ سے پڑھے تا کہ کسی اور پر سجدہ واجب نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کسی عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سن لی تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوا' اور اگر ایسی حالت میں سنا جب کہ اس پر نہانا واجب تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ : جنبی سجدہ کی آیت پڑھے (اگرچہ اس کو پڑھنا نہیں چاہیے) یا سنے تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔

مسئلہ : نابالغ بچے پر آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا لیکن اگر یہ پڑھے اور بالغ سنے تو اگر بچہ ناسمجھ ہے تو سننے والے پر سجدہ واجب نہیں اور اگر سمجھدار ہے تو سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ : سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کے سجدہ کرے اور اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے پھر اللہ اکبر کہہ کے سر اٹھالے پس سجدہ تلاوت ادا ہوگیا۔

مسئلہ : بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہہ کے سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کے کھڑا ہو جائے اور اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھ بیٹھے' کھڑا نہ ہو' تب بھی درست ہے۔

مسئلہ : جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے اسی طرح سجدہ تلاوت بھی کرنا چاہیے۔ بعض آدمی قرآن شریف ہی پر سجدہ کر لیتے ہیں اس سے سجدہ نہیں ہوتا اور ذمہ میں باقی رہتا ہے۔

مسئلہ : جو چیزیں نماز کے لیے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لیے بھی شرط ہیں یعنی وضو کا ہونا' جگہ کا پاک ہونا' بدن اور کپڑے کا پاک ہونا' قبلہ کی طرف سجدہ کرنا وغیرہ۔

مسئلہ : اگر کسی کا وضو اس وقت نہ ہو تو پھر کسی وقت وضو کر کے سجدہ کر لے فوراً اسی وقت سجدہ کرنا ضروری نہیں اور مستحب ہے کہ اس وقت یہ کلمات پڑھ لے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ لیکن بہتر یہ ہے کہ اسی وقت وضو کر کے

سجدہ کر لے تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ شاید بعد میں یاد نہ رہے۔

مسئلہ: اگر بیماری کی حالت میں سنے اور سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارے سے کرتا ہے اسی طرح اس کا سجدہ بھی اشارے سے کرے۔

مسئلہ: اگر کسی کے ذمہ بہت سے سجدے تلاوت کے باقی ہوں جو اب تک ادا نہ کیے ہوں تو اب ادا کر لے۔ عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ادا کر لینے چاہئیں۔ کبھی ادا نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: ساری سورت پڑھنا اور سجدے کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ تحریمی اور منع ہے۔ فقط سجدہ سے بچنے کے لیے وہ آیت نہ چھوڑے کہ اس میں سجدہ سے گویا انکار ہے۔

نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے مسائل

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھے تو پڑھنے کے بعد فوراً نماز ہی میں سجدہ کر لے پھر باقی سورت پڑھ کے رکوع میں جائے۔ اگر اس آیت کو پڑھ کر فوراً سجدہ نہ کیا۔ اس کے بعد دو یا تین آیتیں اور پڑھ لیں تب سجدہ کیا تو یہ بھی درست ہے اگر اس سے بھی زیادہ پڑھ گیا تب سجدہ کیا تو سجدہ تو ادا ہو گیا لیکن گناہگار ہوا۔

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدہ نہ کیا تو اس نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہوگا۔ ہمیشہ کے لیے گناہگار رہے گا۔ اب سوائے توبہ استغفار کے معافی کی اور کوئی صورت نہیں۔

مسئلہ: سجدہ کی آیت پڑھ کے اگر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں یہ نیت کرے کہ میں سجدہ تلاوت کی طرف سے بھی یہی رکوع کرتا ہوں تب بھی وہ سجدہ ادا ہو جائے گا اور رکوع میں یہ نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد جب سجدہ کرے گا تو اسی سجدہ سے سجدہ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا چاہے کچھ نیت کرے چاہے نہ کرے۔

مسئلہ: اگر امام سجدہ کی آیت پڑھے اور سجدہ تلاوت کرے تو مقتدی بھی اس کے ساتھ سجدہ کریں خواہ جہری نماز ہو یا سری نماز ہو۔

مسئلہ: امام کو چاہیے کہ رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت نہ کرے کیونکہ اگر وہ رکوع میں نیت کرے گا اور مقتدیوں کو علم نہ ہو کہ اس نے سجدہ کی آیت تلاوت کی ہے تو مقتدیوں کے نیت نہ کرنے کی وجہ سے ان کا سجدہ تلاوت رہ جائے گا۔ اس لیے امام کو چاہیے کہ وہ جب آیت سجدہ پڑھ کر رکوع کرے تو یا تو سجدہ تلاوت کی سرے سے نیت نہ کرے یا نماز کے سجدہ میں اس کی نیت کر لے تاکہ مقتدیوں کا سجدہ تلاوت بھی اس کے ضمن میں ادا ہو جائے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی امام سے آیت سجدہ سنے اور اس کے بعد اس کی اقتداء کرے تو اس کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے اور اگر امام سجدہ کر چکا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جس رکعت میں آیت سجدہ کی تلاوت امام نے کی ہو وہی رکعت اگر اس کو مل جائے تو اس کو سجدہ کی ضرورت نہیں۔ اس رکعت کے مل جانے سے سمجھا جائے گا کہ وہ سجدہ بھی مل گیا۔ دوسرے یہ کہ وہ رکعت نہ ملے تو اس کو نماز پوری کرنے کے بعد خارج نماز میں سجدہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: مقتدی اگر امام کے پیچھے آواز سے آیت سجدہ پڑھ دے تو سجدہ واجب نہ ہوگا۔ نہ اس پر نہ اس کے امام پر نہ ان لوگوں پر جو اس نماز میں شریک ہیں۔ ہاں جو اس نماز میں شریک نہیں، خواہ وہ لوگ نماز ہی نہ پڑھتے ہوں یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہے ہوں تو ان پر سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر سورہ فاتحہ کے بعد کوئی آیت نہ پڑھے صرف سجدہ کی آیت پڑھے تو اس میں کچھ حرج نہیں لیکن وہ اتنی بڑی ہو کہ چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو اور بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو دو ایک آیت کے ساتھ ملا کر پڑھے۔ یہی حکم نماز کے باہر بھی ہے۔

مسئلہ: نماز پڑھنے میں کسی اور سے سجدے کی آیت سنے تو نماز میں سجدہ نہ کرے بلکہ نماز کے بعد کرے۔ اگر نماز ہی میں کرے گا تو وہ سجدہ ادا نہ ہوگا پھر کرنا پڑے گا اور گناہ بھی ہوگا۔

مسئلہ: اگر نماز میں سجدہ کی ایک ہی آیت کو کئی دفعہ پڑھے تب بھی ایک ہی سجدہ

واجب ہے چاہے سب دفعہ پڑھ کے اخیر میں سجدہ کرے یا ایک دفعہ پڑھ کے سجدہ کر لیا پھر اسی رکعت میں یا دوسری رکعت میں وہی آیت پڑھے۔

مسئلہ: جمعہ اور عیدین اور آہستہ آواز کی نمازوں میں آیت سجدہ نہ پڑھنا چاہیے اس لیے کہ سجدہ کرنے میں مقتدیوں کے اشتباہ کا خوف ہے۔

مسئلہ: اگر نماز میں آیت سجدہ پڑھے لیکن سجدہ کرنا بھول گیا پھر سلام کے بعد یاد آیا تو سجدہ تلاوت کر کے التحیات دوبارہ پڑھے پھر سجدہ سہو کر کے حسب قاعدہ نماز پوری کرے۔ اگر قعدہ اخیرہ میں سلام سے پہلے یاد آ جائے تب بھی سجدہ تلاوت کر کے قعدہ بھی دوبارہ کرے اور سجدہ سہو بھی کرے۔

نماز سے باہر آیت سجدہ پڑھنے سننے کے مسائل

مسئلہ: ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی آیت کو کئی بار دوہرا کر پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے چاہے سب دفعہ پڑھ کے اخیر میں سجدہ کرے یا پہلی دفعہ پڑھ کے سجدہ کر لے پھر اسی کو بار بار دوہراتا رہے۔ اور جگہ بدل گئی تب اس آیت کو دوہرایا پھر تیسری جگہ جا کے وہی آیت پڑھی۔ اسی طرح برابر جگہ بدلتا رہا تو جتنی دفعہ دوہرائے اتنی ہی دفعہ سجدہ کرے۔

مسئلہ: اگر ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کئی آیتیں پڑھیں تو بھی جتنی آیتیں پڑھے اتنے ہی سجدے کرے۔

مسئلہ: بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کوئی آیت پڑھی پھر اٹھ کھڑا ہوا لیکن چلا پھرا نہیں جہاں بیٹھا تھا وہیں کھڑے کھڑے وہی پھر دوہرائی تو ایک ہی سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ: ایک جگہ سجدہ کی آیت پڑھی اور اٹھ کر کسی کام کو چلا گیا پھر اسی جگہ آ کر وہی آیت پڑھی تب بھی دو سجدے کرے۔

مسئلہ: ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کوئی آیت پڑھی۔ پھر جب قرآن مجید کی تلاوت کر چکا تو اسی جگہ بیٹھے بیٹھے کسی اور کام میں لگ گیا جیسے کتابت کرنے لگا یا کپڑا

سینے لگا یا کھانا کھانے لگا یا عورت بچے کو دودھ پلانے لگی۔ اس کے بعد پھر وہی آیت اسی جگہ پڑھی تب بھی دو سجدے واجب ہوئے یعنی جب کوئی اور کام کرنے لگے تو ایسا سمجھیں گے کہ جگہ بدل گئی ہے۔

مسئلہ: ایک کوٹھڑی یا کمرے یا دالان کے ایک کونے میں سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور پھر دوسرے کونے میں جا کر وہی آیت پڑھی تب بھی ایک سجدہ کافی ہے چاہے جتنی دفعہ پڑھے۔ البتہ دوسرے کام میں لگ جانے کے بعد وہی آیت پڑھے تو دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا پھر تیسرے کام میں لگنے کے بعد اگر پڑھے گا تو تیسرا سجدہ واجب ہو جائے گا۔

مسئلہ: مسجد خواہ بڑی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے جو ایک کوٹھڑی کا حکم ہے اگر سجدہ کی آیت کئی دفعہ پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہے چاہے ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے دوہرایا کرے یا مسجد میں ادھر ادھر ٹہل کر پڑھے۔

مسئلہ: اگر بڑا گھر ہو تو دوسرے کونے میں جا کر دوہرانے سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور تیسرے کونے میں تیسرا سجدہ۔

مسئلہ: پڑھنے والے کی جگہ نہیں بدلی ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ایک ہی آیت کو بار بار پڑھتا رہا لیکن سننے والے کی جگہ بدل گئی کہ پہلی دفعہ اور جگہ سنا تھا دوسری دفعہ اور جگہ اور تیسری دفعہ تیسری جگہ تو پڑھنے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہے اور سننے والے پر کئی سجدے واجب ہیں جتنی مرتبہ سنے اتنے ہی سجدے کرے۔

مسئلہ: اگر سننے والے کی جگہ نہیں بدلی بلکہ پڑھنے والے کی جگہ بدل گئی تو پڑھنے والے پر کئی سجدے واجب ہوں گے اور سننے والے پر ایک ہی سجدہ ہے۔

مسئلہ: استاد مختلف طالب علموں سے اگر ایک ہی مجلس میں ایک ہی آیت سنے تو استاد پر صرف ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: سجدہ کی کوئی آیت پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، پھر اسی جگہ نیت باندھ لی اور وہی

آیت پھر نماز میں پڑھی اور نماز میں سجدہ تلاوت کیا تو یہی سجدہ کافی ہے دونوں سجدے اسی سے ادا ہو جائیں گے۔ البتہ اگر جگہ بدل گئی ہو تو دوسرا سجدہ بھی واجب ہے۔

مسئلہ: اگر سجدہ کی آیت پڑھ کے سجدہ کر لیا پھر اسی جگہ نماز کی نیت باندھ لی اور وہی آیت نماز میں دوہرائی تو اب نماز میں پھر سجدہ کرے۔

متفرقات

مسئلہ: ہوائی جہاز ہو یا بحری جہاز ہو یا کوئی اور خشکی کی سواری ہو جو خود نہ چلا رہا ہو تو اس میں تکرار آیت سے صرف ایک سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ: سجدہ تلاوت میں قہقہے سے وضو نہیں جاتا لیکن سجدہ باطل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: عورت کی محاذات سجدہ تلاوت کے لیے مفسد نہیں ہوتی۔

مسئلہ: لاؤڈ سپیکر پر آیت سجدہ پڑھی گئی ہو تو سننے والوں پر سجدہ واجب ہے۔

مسئلہ: جو آیت سجدہ ٹیپ سے سنی گئی ہو اس سے سننے والے پر سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ یہی حکم صدائے بازگشت میں سننے پر ہے۔

مسئلہ: گھوڑے اونٹ وغیرہ پر ہو یا گھوڑے گاڑی' اونٹ گاڑی یا بیل گاڑی پر ہو یا موٹر سائیکل' کار پر ہو جب کہ خود ان کو چلا رہا ہو اور نماز کے بغیر آیت سجدہ کی تکرار کی تو سجدہ کی تکرار واجب ہے۔

کشتی میں نماز پڑھتا ہو یا بغیر نماز کے ہو اور آیت سجدہ کی تکرار کرے تو دونوں صورتوں میں صرف ایک سجدہ واجب ہے۔

باب:۱۸

نماز وتر کا بیان

مسئلہ: وتر کی نماز واجب ہے اور واجب کا مرتبہ قریب قریب فرض نماز کے ہے چھوڑ دینے سے بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اگر کبھی چھوٹ جائے تو جب موقع ملے فوراً اس کی قضا پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ: وتر کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد صبح صادق سے پہلے تک بلا کراہت ہے۔

مسئلہ: وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ دو رکعتیں پڑھ کے بیٹھے اور التحیات پڑھے اور درود شریف بالکل نہ پڑھے بلکہ التحیات پڑھ چکنے کے بعد فوراً اٹھ کھڑا ہو اور الحمد اور سورت پڑھ کر اللہ اکبر کہے اور مرد کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھائے جب کہ عورت کندھے تک ہاتھ اٹھائے اور پھر ہاتھ باندھ لے۔ پھر دعائے قنوت پڑھ کے رکوع کرے اور تیسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات' درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

مسئلہ: دعائے قنوت یہ ہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ))

مسئلہ: جس کو دعائے قنوت یاد نہ ہو وہ یہ پڑھ لیا کرے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ یا تین دفعہ یہ کہہ لے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ یا تین دفعہ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ کہہ لے تو نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: وتر کی تینوں رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا چاہیے۔

مسئلہ: وتر کے لیے کوئی خاص سورت پڑھنا مقرر نہیں ہے بلکہ جہاں سے چاہے پڑھے لیکن نبی ﷺ سے پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی اور دوسری میں قُلْ يَاۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنا حدیثوں میں آیا ہے اس لیے ان کا پڑھنا مستحب ہے۔ البتہ کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھا کرے۔

مسئلہ: رمضان المبارک میں وتر کی نماز جماعت سے پڑھنا جائز ہے بلکہ افضل ہے۔ رمضان المبارک کے علاوہ اور دنوں میں جماعت سے نہ پڑھے۔

مسئلہ: جو شخص کھڑے ہونے پر قادر ہو اس کو بیٹھ کر وتر پڑھنا اور بلا عذر اونٹ گھوڑے پر سواری کی حالت میں نماز وتر پڑھنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص صاحب ترتیب ہے اور اس کو یہ یاد ہے کہ اس نے وتر کی نماز نہیں پڑھی اور وقت میں گنجائش بھی ہے تو وہ فجر کی نماز سے پہلے وتر کی نماز پڑھے۔ اگر اس نے پہلے فجر کی نماز شروع کی تو اس کی فجر کی نماز فاسد ہوگی۔

مسئلہ: عشاء کے فرض اور سنت کے بعد وتر کی نماز پڑھی پھر معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے عشاء کے فرض صحیح نہیں ہوئے۔ مثلاً ایک شخص نے یہ خیال کر کے کہ اس کا وضو باقی ہے عشاء کے فرض اور سنتیں پڑھ لیں۔ پھر دوبارہ وضو کر کے وتر کی نماز پڑھی۔ بعد میں یاد آیا کہ عشاء کی نماز سے پہلے وہ پیشاب کر چکا تھا اور اس کا وضو باقی نہ تھا۔ تو یہ شخص صرف عشاء کے فرض اور سنتیں لوٹائے وتر لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وتر اپنے وقت میں عشاء کی نماز کے تابع نہیں۔ عشاء کی نماز کو وتر پر مقدم کرنا ترتیب کی وجہ سے واجب ہے اور ترتیب بھولنے کے عذر سے ساقط ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: جس شخص کو آخر شب میں جاگنے پر پورا بھروسہ ہو اس کو مستحب اور افضل یہ ہے کہ وتر آخر رات میں پڑھے اور اگر اٹھنے میں شک ہو اور قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو عشاء کی نماز کے بعد ہی پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر تیسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تب یاد آیا تو اب دعائے قنوت نہ پڑھے بلکہ نماز کے ختم پر سجدہ سہو کرے اور اگر رکوع چھوڑ کر

اٹھ کھڑا ہوا اور دعائے قنوت پڑھ لے تو اب رکوع کا اعادہ نہ کرے اور سجدہ سہو کر لے لیکن اگر رکوع کا اعادہ کر لیا تب بھی خیر نماز ہو گئی لیکن ایسا نہ کرنا چاہیے تھا کیونکہ پہلا رکوع ثابت ہے اور دوسرا رکوع لغو ہوا اور سجدہ سہو کرنا اس صورت میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ: اگر بھولے سے پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے تیسری رکعت میں پھر پڑھنا چاہیے اور سجدہ سہو بھی کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: وتر کے قنوت میں مقتدی امام کی متابعت کرے۔ لہٰذا اگر مقتدی کے فارغ ہونے سے پہلے امام نے رکوع کر دیا تو مقتدی باقی قنوت کو چھوڑ دے اور امام کی متابعت کرے کیونکہ دعائے قنوت کا بعض حصہ جو وہ پڑھ چکا ہے وہ بھی کافی ہے۔ اور اگر امام نے قنوت پڑھ کر رکوع کر دیا جب کہ مقتدی نے ابھی دعائے قنوت کچھ بھی نہ پڑھی ہو تو اگر رکوع جاتے رہنے کا خوف ہو تو مقتدی رکوع کر لے اور اگر یہ خوف نہ ہو تو کوئی مختصر سی دعا مثلاً تین بار اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی کہہ کر رکوع کر لے۔

مسئلہ: مسبوق کو چاہیے کہ امام کے ساتھ قنوت پڑھے پھر بعد میں نہ پڑھے اور اگر مسبوق تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا اور امام قنوت پڑھ چکا تھا تو مسبوق اپنی بقیہ نماز میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ اس کو تیسری رکعت مل گئی اور امام کا قنوت اس کی قرأت کی طرح مقتدی کے لیے کافی ہو گیا۔

مسئلہ: اگر وتر کسی ایسے شخص کے پیچھے پڑھے جو رکوع کے بعد قومہ میں قنوت پڑھتا ہے تو امام کی متابعت کرے اور قومہ میں اس کے ساتھ قنوت پڑھے۔

مسئلہ: اگر فجر کی نماز میں کسی شافعی فقہ کے امام نے قنوت پڑھی تو حنفی مقتدی کو چاہیے کہ وہ قنوت نہ پڑھے بلکہ ہاتھ چھوڑے ہوئے اتنی دیر خاموش کھڑا رہے۔

قنوت نازلہ

اگر اہل اسلام پر حادثہ عظیمہ واقع ہو مثلاً کافروں نے حملہ کیا ہو تو بالاتفاق فجر کی جماعت میں مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست کے لیے قنوت نازلہ پڑھے۔

مسئلہ: پریشانی اگر اور زیادہ بڑھ جائے تو مغرب اور عشاء کی نماز میں بھی پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ: قنوت نازلہ رکوع کے بعد پڑھی جائے۔ لہٰذا فجر کی دوسری رکعت، مغرب کی تیسری رکعت اور عشاء کی چوتھی رکعت میں رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہہ کر امام دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی آمین کہتے رہیں۔ دعا سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائیں۔

مسئلہ: اگر دعائے قنوت مقتدیوں کو یاد ہو تو امام بھی آہستہ پڑھے اور سب مقتدی بھی آہستہ پڑھیں۔ اور اگر مقتدی کو یاد نہ ہو جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے تو امام آواز سے دعا کے کلمات کہے اور سب مقتدی آہستہ آہستہ آمین کہتے رہیں۔

مسئلہ: دعائے قنوت نازلہ یہ ہے۔

((اَللّٰھُمَّ اھْدِنَا فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ اِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَیْكَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْكَرِیْمِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْنَا عَلٰی عَدُوِّكَ وَعَدُوِّھِمْ اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْكَفَرَةَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَیُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَاءَكَ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ كَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَھُمْ وَاَنْزِلْ بِھِمْ بَاْسَكَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ))

باب:۱۹

مسافرت میں نماز پڑھنے کا بیان

آدمی شرعی مسافر کب بنتا ہے

اپنی بستی یا شہر کی جس جگہ سے آبادی کو چھوڑتا ہے اس جگہ اور منزل مقصود کے درمیان اگر مسافت تین منزل (یعنی 48 میل یا76.8 کلومیٹر) یا زائد ہو تو آدمی شریعت کے قاعدے سے مسافر بنتا ہے اس سے کم میں نہیں۔

مسئلہ: جو کوئی تین منزل یعنی (یعنی 48 میل یا76.8 کلومیٹر) کا قصد کر کے نکلے وہ شریعت کے قاعدے سے مسافر ہے۔ جب اپنے شہر کی آبادی سے باہر ہو گیا تو شریعت سے مسافر بن گیا اور جب تک آبادی کے اندر اندر چلتا رہا تب تک مسافر نہیں ہے اور اسٹیشن اگر آبادی کے اندر ہے تو آبادی کے حکم میں ہے اور اگر آبادی کے باہر ہو تو وہاں پہنچ کر مسافر ہو جائے گا۔

مسئلہ: شہر و آبادی کے متصل جو باغ اور کھیت ہوں اگرچہ ان میں کام کرنے والوں کے وہاں مکان اور جھونپڑیاں ہوں ان باغوں اور کھیتوں سے باہر نکل جانا ضروری نہیں بلکہ ان سے باہر نکلنے سے پہلے قصر کرے۔ اسی طرح اگر آبادی سے باہر کارخانے ہوں جہاں کام کرنے والے رہتے بھی ہوں تو ان سے آگے نکلنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: فنائے شہر یعنی شہر سے باہر جو جگہ شہر کے کاموں کے لیے ہو مثلاً قبرستان' گھوڑوں کا میدان مٹی کوڑا ڈالنے کی جگہ اگر یہ جگہ شہر و آبادی سے متصل ہو تو اس سے باہر ہو جانا ضروری ہے اور اگر آبادی اور فنا کے درمیان دو سو گز یا زیادہ فاصلہ ہو یا درمیان میں کھیت ہو تو فنا سے باہر ہو جانا ضروری نہیں اور اگر اس سے کم فاصلہ ہو تو وہ آبادی سے متصل کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جس طرف سے بستی سے نکلتا ہے اسی طرف کی آبادی کا اعتبار ہے چاہے دوسرے رستے میں اس کے مقابل ابھی آبادی ہو۔

مسئلہ: جب سفر سے اپنے شہر کی طرف لوٹے تو جب تک آبادی کے اندر داخل نہ ہو جائے تب تک وہ مسافر ہے۔ شہر سے ملحق فنا کا بھی یہی حکم ہے کہ اس میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر سفر شرعی یعنی 48 میل کی نیت کے بغیر آبادی سے نکلا تب بھی مسافر نہیں ہوا۔ مثلاً کوئی تیس میل پر کسی بستی کی نیت سے نکلا پھر وہاں سے اگلے تیس میل پر واقع گاؤں جانے کا ارادہ ہو گیا تو اگرچہ اپنے شہر سے فاصلہ 60 میل ہو گیا لیکن یہ شخص قصر نہیں کرے گا کیونکہ 48 میل کے سفر کی نیت نہیں ہوئی۔ ہاں اگر واپسی میں 60 میل کی مسافت طے کرنے کی نیت کر لے تو قصر کرے گا۔

مسئلہ: ایک شخص 80 میل سفر کا ارادہ کر کے اپنے شہر سے نکلا اور نماز قصر کرتا رہا۔ ابھی 40 میل دور گیا تھا کہ کسی وجہ سے اس کا ارادہ بدل گیا اور گھر کو واپس ہونے لگا تو مسافر نہیں رہا کیونکہ جس طرح 48 میل کے سفر کے ارادہ سے بستی سے نکلنا سفر شروع ہونے کی شرط ہے اسی طرح سفر کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ سفر کے 48 میل پورے ہو جائیں۔

مسئلہ: اڑتالیس میل جانے کا ارادہ کر کے گھر سے نکلا لیکن گھر ہی سے یہ بھی نیت ہے کہ بیس پچیس میل کے بعد فلاں گاؤں میں پندرہ دن ٹھہروں گا تو مسافر نہیں رہا۔ پورے رستہ میں پوری نماز پڑھے۔ پھر اگر گاؤں پہنچ کر پورے پندرہ دن ٹھہرنا نہیں ہوا تب بھی مسافر نہ بنے گا۔

مسئلہ: تین منزل جانے کا ارادہ ہے لیکن پہلی منزل یا دوسری منزل پر اپنا شہر وغیرہ پڑے گا تب بھی وہ مسافر نہیں ہوا۔

مسئلہ: دو چار دن کے لیے راستہ میں کہیں ٹھہرنا پڑ گیا لیکن کچھ ایسی باتیں ہو جاتی ہیں کہ جانا نہیں ہوتا۔ روز یہ نیت ہوتی ہے کہ کل پرسوں چلا جاؤں گا لیکن نہیں جانا ہوتا۔ اسی طرح پندرہ یا بیس دن یا ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ رہنا ہو گیا لیکن پورے پندرہ دن کی نیت کبھی نہیں ہوئی۔ تب بھی وہ مسافر رہے گا۔ چاہے دن اسی طرح گزر جائیں۔

تین منزل سے کیا مراد ہے

تین منزل یہ ہے کہ اکثر پیدل چلنے والے درمیانی چال سے عادت کے مطابق آرام کرتے ہوئے وہاں تین روز میں پہنچا کرتے ہیں۔ ہمارے علاقوں میں کہ دریا اور پہاڑ میں چلنا نہیں پڑتا میدانی علاقے ہیں اس کا تخمینہ 48 انگریزی میل ہیں۔

اگر پہاڑی رستہ ہو تو وہاں کی چال کے تین دن کا اعتبار ہوگا۔ اسی طرح اگر دریائی رستہ ہو تو تین دن کشتی کی چال سے ایسی حالت میں معتبر ہے کہ ہوا اعتدال کے ساتھ ہو نہ بہت تیز ہو اور نہ ساکن ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی جگہ اتنی دور ہے کہ اونٹ اور آدمی کی چال کے اعتبار سے تو تین منزل ہے لیکن تیز تانگہ اور تیز بیل گاڑی پر سوار ہے۔ اس لیے دو ہی دن میں پہنچ جائے گا۔ یا کار ریل یا ہوائی جہاز میں سوار ہو کہ ذرا سی دیر میں پہنچ جائے گا تب بھی شریعت کی رو سے وہ مسافر ہے۔

سفر میں نماز کا حکم

مسئلہ: جو کوئی شریعت کی رو سے مسافر ہو وہ ظہر' عصر اور عشاء کی فرض نماز دو رکعتیں پڑھے اور سنت مؤکدہ کا یہ حکم ہے کہ اگر جلدی ہو تو فجر کی سنتوں کے سوا اور سنتیں چھوڑ دینا درست ہے اس چھوڑ دینے سے کچھ گناہ نہ ہوگا اور اگر کچھ جلدی نہ ہو نہ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ جانے کا ڈر ہو تو افضل یہ ہے کہ ان کو نہ چھوڑے اور سنتیں سفر میں پوری پوری پڑھے ان میں کمی نہیں ہے۔

مسئلہ: فجر' مغرب اور وتر کی نماز میں بھی کوئی کمی نہیں ہے جیسے ہمیشہ پڑھتا رہا ویسے ہی پڑھے۔

مسئلہ: ظہر' عصر اور عشاء کے فرض دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھے۔ جان بوجھ کر پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے اور قاعدہ کی رو سے نماز کا اعادہ کرنا ہوگا۔

مسئلہ: اگر بھولے سے چار رکعتیں پڑھی گئیں تو اگر دوسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہے تب تو دو رکعتیں فرض ہو گئیں اور دو رکعتیں نفل کی ہو جائیں گی اور

سجدہ سہو کرنا پڑے گا اور اگر دو رکعت پر نہ بیٹھا ہو تو چاروں رکعتیں نفل ہو گئیں فرض نماز پھر سے پڑھے۔

مسئلہ: مسافر نے سفر میں قصر کی بجائے سہو سے ظہر، عصر، عشاء میں پوری چار رکعتوں کی نیت کر لی اور نماز شروع کر کے خیال آیا تو نماز میں دل سے تصحیح نیت کر لے اور دو رکعت پر سلام پھیر دے۔ نماز توڑنے کی ضرورت نہیں۔

اقامت کے مسائل

مسافر کے لیے مقیم ہونے اور پوری نماز پڑھنے کی پانچ شرطیں ہیں۔

① اقامت کی نیت کرنا۔ ② ایک ہی مقام پر برابر پندرہ دن یا زائد ٹھہرنے کی نیت ہو۔ ③ اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو کسی کا تابع نہ ہو۔ ④ چلنا موقوف کر دے۔ ⑤ جہاں ٹھہرنے کی نیت ہو وہ جگہ ٹھہرنے کے لائق ہو یعنی شہر یا بستی ہو۔ اگر جنگل یا دریا یا غیر آباد جزیرے میں ٹھہرنے کی نیت ہو تو صحیح نہیں۔

مسئلہ: اگر راستہ میں کہیں ٹھہر گیا تو اگر پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہ برابر مسافر رہے گا۔ چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھتا رہے اور اگر پندرہ دن یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی ہے تو اب وہ مسافر نہیں رہا۔ پھر اگر نیت بدل گئی اور پندرہ دن سے پہلے چلے جانے کا ارادہ ہو گیا تب بھی مسافر نہ بنے گا۔ نمازیں پوری پوری پڑھے۔ پھر جب یہاں سے چلے تو اگر یہاں سے وہ جگہ تین منزل یعنی اڑتالیس میل ہو جہاں جانا ہے تو پھر مسافر ہو جائے گا اور جو اس سے کم ہو تو مسافر نہیں ہوا۔

مسئلہ: راستہ میں کئی جگہ ٹھہرنے کا ارادہ ہے۔ دس دن یہاں پانچ دن وہاں لیکن پورے پندرہ دن ٹھہرنے کا کہیں ارادہ نہیں تب بھی مسافر رہے گا۔

مسئلہ: کوئی شخص پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے مگر دو مقام میں اور ان دو مقاموں میں اس قدر فاصلہ ہو کہ ایک مقام کی اذان کی آواز (لاؤڈ سپیکر کے بغیر) دوسرے مقام پر نہ جا سکتی ہو تو اس صورت میں وہ مسافر ہی شمار ہو گا۔ اور اگر اس سے زیادہ فاصلہ ہو مثلاً دس روز لاہور میں رہنے کا ارادہ ہو اور پانچ روز رائے ونڈ میں جو لاہور سے پچیس میل کے

فاصلہ پر ہے تو اس صورت میں وہ بطریق اولیٰ مسافر ہی شمار ہوگا۔
اگر اوپر والے مسئلہ میں ایک مقام سے اس قدر قریب ہو کہ ایک جگہ کی اذان کی آواز دوسری جگہ جاسکتی ہے تو وہ دونوں مقام ایک سمجھے جائیں گے اور ان دونوں میں پندرہ دن ٹھہرنے کے ارادہ سے مقیم سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: اگر اوپر والے مسئلہ میں رات کو ایک ہی مقام میں رہنے کی نیت کرے اور دن کو دوسرے مقام میں تو بشرطیکہ وہ اڑتالیس میل سے کم فاصلہ پر ہو تو جس مقام میں رات کو ٹھہرنے کی نیت کی ہے وہ اس کا وطن اقامت ہو جائے گا وہاں اس کو قصر کی اجازت نہ ہوگی مثلاً کوئی مسافر لاہور میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے لیکن اس طرح سے کہ رات تو لاہور میں گزارتا ہے اور دن میں رائے ونڈ چلا جاتا ہے تو وطن اقامت ہونے کی وجہ سے لاہور میں پوری نماز پڑھے گا اور رائے ونڈ میں بھی پوری نماز پڑھے گا کیونکہ وہ لاہور سے صرف پچیس میل کے فاصلہ پر ہے جو اڑتالیس میل سے کم ہے۔

مسئلہ: تین منزل چل کر کہیں پہنچا تو اگر وہ اپنا شہر ہے تو مسافر نہیں رہا چاہے کم رہے یا زیادہ اور اگر اپنا شہر نہیں ہے تو اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو تب بھی مسافر نہیں رہا۔ اب نمازیں پوری پوری پڑھے اور اگر نہ اپنا شہر ہے نہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہے تو وہاں پہنچ کر بھی مسافر ہی رہے گا۔

مسئلہ: مسلمانوں کا لشکر اگر جنگل میں پڑاؤ کرے اور خیمے لگانے اور پندرہ دن یا زائد ٹھہرنے کی نیت کرے تو مقیم نہ ہوں گے۔

مسئلہ: جن لوگوں کی بود و باش ہمیشہ جنگلوں اور ویرانوں میں ہو وہ جہاں رہتے ہیں وہیں مقیم ہیں اگرچہ وہ اپنی جائے قیام کو کچھ کچھ فاصلہ پر بدلتے رہتے ہوں۔ لیکن جب وہ اپنی جائے قیام سے ایک ساتھ مسافت سفر پر جانے کی نیت کریں تو وہ مسافر ہو جائیں گے اور کسی ایسی جگہ پندرہ دن یا زائد ٹھہرنے کی نیت سے مقیم ہو جائیں گے جہاں کم از کم پندرہ دن کے لیے پانی اور گھاس دستیاب ہو۔

مسئلہ: کشتی اور جہاز میں اقامت کی نیت معتبر نہیں جب تک اس کے کھڑے

ہونے کی جگہ آبادی سے متصل نہ ہو۔

مسئلہ: جب حج کو جانے والے لوگ ذوالحجہ کے پہلے عشرہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوں اور وہاں پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کریں تو اقامت صحیح نہیں کیونکہ وہ حج کے لیے منیٰ وعرفات تو ضرور جائیں گے لہٰذا اقامت کی نیت صحیح نہیں ہوئی۔

مسئلہ: اگر اسلامی لشکر نے دارالحرب میں کسی شہر یا قلعہ کا محاصرہ کیا یا دارالاسلام میں باغیوں کا محاصرہ ایسی جگہ کیا جو شہر و بستی نہ ہو تو اقامت کی نیت صحیح نہیں کیونکہ اس کا کچھ پتہ نہیں کہ وہاں ٹھہرنا ہوگا یا وہاں سے فرار کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی تاجر کسی شہر میں اپنی حاجت کے واسطے داخل ہو اور حاجت پوری کرنے کے لیے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے لیکن ساتھ یہ ارادہ ہے کہ اگر اس مدت کے دوران ہی میں ضرورت پوری ہوگئی تو واپس چلا جائے گا تو اس کی اقامت کا اعتبار نہیں اور وہ نماز قصر پڑھے گا۔

مسافر اور مقیم کی امامت واقتداء کے مسائل

مسئلہ: مقیم کی اقتداء مسافر کے پیچھے ہر حال میں درست ہے خواہ ادا نماز ہو یا قضاء اور مسافر امام جب دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دے تو مقیم مقتدی کو چاہیے کہ اپنی نماز کو اٹھ کر پورا کرے اور اس میں قرأت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے اس لیے کہ وہ لاحق ہے اور قعدہ اولیٰ اس مقتدی پر بھی امام کی متابعت کی وجہ سے فرض ہوگا۔ مسافر امام کو مستحب ہے کہ اپنے مقتدیوں کو دونوں طرف سلام پھیرنے کے فوراً بعد اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کر دے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے قبل بھی اپنے مسافر ہونے کی اطلاع کر دے۔

مسئلہ: مسافر بھی مقیم کی اقتداء کر سکتا ہے مگر وقت کے اندر۔ اور وقت جاتا رہے تو فجر اور مغرب میں کر سکتا ہے اور ظہر، عصر اور عشاء میں نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وقت گزرنے کے بعد جب مسافر مقیم کی اقتداء کرے گا تو امام کی اتباع میں یہ بھی پوری چار رکعت پڑھے گا اور امام کا قعدہ اولیٰ فرض نہیں ہوگا جب کہ مسافر کا فرض ہوگا۔ لہٰذا فرض

پڑھنے والے کی اقتداء غیر فرض والے کے پیچھے ہوئی اور یہ درست نہیں جب کہ وقت کے اندر یہ بات نہیں ہے کیونکہ وقت کے اندر اقتداء کی وجہ سے مسافر کے ذمے بھی چار رکعت فرض ہو جاتے ہیں وقت گزرنے کے بعد یہ حکم نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر مسافر مقیم امام کے پیچھے ظہر، عصر یا عشاء کی نماز میں آخری قعدہ میں آکر ملا ہو تب بھی وہ چار رکعتیں پڑھے گا۔

نماز کے اندر نیت بدلنے کے مسائل

مسئلہ: اگر کوئی مسافر حالت نماز میں اقامت کی نیت کرے خواہ اول میں یا درمیان میں یا اخیر میں، مگر سلام سے پہلے یا سجدہ سہو واجب ہو تو اس سے پہلے اس کو وہ نماز پوری پڑھنا چاہیے۔ اس میں قصر جائز نہیں۔ اور اگر سجدہ سہو یا سلام کے بعد نیت کی ہو تو یہ نماز قصر ہی ہوگی۔ ہاں اگر نماز کا وقت گزر جانے کے بعد نیت کرے تو اس کی نیت کا اثر اس نماز میں نہیں ہوتا۔

متفرقات

مسئلہ: نماز کا وقت ہو جائے تو ہوائی جہاز میں بھی کوشش کر کے نماز کھڑے ہو کر پڑھے اور قبلہ رخ ہونے کا اہتمام کرے۔ ہوائی جہاز میں بھی اتنی جگہ ہوتی ہے کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے اور قبلہ کا رخ عملہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: دریا میں کشتی چل رہی ہے اور نماز کا وقت آ گیا تو اسی کشتی پر نماز پڑھ لے۔ اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں سر گھومنے لگے تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ: ریل پر نماز پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے کہ چلتی ریل میں نماز پڑھنا درست ہے اور کھڑے ہو کر پڑھنا چاہیے۔ لیکن اگر کھڑے ہو کر پڑھنے میں سر گھومے یا گرنے کا خوف ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔

مسئلہ: نماز پڑھتے میں ریل پھر گئی اور قبلہ دوسری طرف ہو گیا تو نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلہ کی طرف منہ کر لے۔ اگر قبلہ معلوم ہونے کے باوجود نہیں گھوما یا گھومنے کی

جگہ نہیں تھی تو نماز دوبارہ پڑھے۔ البتہ اگر نماز پوری ہونے کے بعد ریل گھومنے کا علم ہوا تو نماز صحیح ہو چکی۔

مسئلہ: اگر کسی کی نمازیں سفر میں قضا ہو گئیں تو گھر پہنچ کر بھی ظہر، عصر، عشاء کی دو ہی رکعتیں قضا پڑھے اور اگر سفر سے پہلے ظہر کی نماز قضا ہو گئی تو سفر کی حالت میں چار رکعتیں اس کی قضا پڑھے۔

وطن اصلی اور وطن اقامت

وطن دو قسم کا ہوتا ہے۔

① وطن اصلی

یہ تین طرح سے ہوتا ہے:

① جائے ولادت جب کہ آدمی وہاں رہتا بھی ہو۔

② وہ جگہ جہاں آدمی نے سکونت اختیار کر لی ہو اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہیں جائے گا۔

③ جہاں اس کے اہل و عیال مستقل رہائش رکھتے ہوں۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا اور کسی دوسرے شہر میں اپنا گھر بنا لیا اور بیوی بچوں سمیت وہاں رہنے لگا اور پہلے شہر اور پہلے گھر سے کچھ مطلب نہیں رہا تو اب دوسرا شہر اس کا وطن اصلی بن گیا اور پہلا شہر اور پردیس برابر ہو گئے اس لیے اگر پہلے شہر میں جائے گا تو مسافر ہو گا۔

مسئلہ: اگر وطن اصلی سے اپنے اہل و عیال اور سامان سمیت کسی دوسرے شہر کو چلا گیا اور اس کو وطن بنا لیا لیکن پہلے شہر میں اس کا گھر اور زمینیں باقی ہیں تو وہ وطن باقی نہیں رہے گا اس لیے کہ اعتبار اہل کا ہے نہ کہ جائیداد کا۔

مسئلہ: ایک شخص لاہور کا رہنے والا ہے۔ لاہور میں اس کے اہل و عیال ہیں۔ اس نے ملتان میں بھی ایک عورت سے نکاح کر لیا اور اس کو ملتان ہی میں رکھا تو یہ شخص جب بھی ملتان جائے گا تو خواہ وہاں ایک دو دن ہی رہے پوری نماز پڑھے گا کیونکہ اس وقت

ملتان اس کا وطن تاہل ہے۔یعنی اس کے اہل کا وطن ہے۔

مسئلہ: نکاح کے بعد اگر عورت اپنے اصلی وطن اور شہر کو چھوڑ کر مستقل طور پر سسرال میں رہنے لگی مثلاً ملتان کی عورت کا نکاح لاہور کے رہنے والے سے ہوا اور نکاح کے بعد وہ شوہر کے ساتھ مستقل لاہور میں رہنے لگی تو اب اس کا اصلی وطن لاہور بن گیا۔ملتان نہیں رہا۔

مسئلہ: کوئی شخص جب بھی اپنے وطن اصلی میں آئے مقیم شمار ہوگا اگر چہ ایک ہی نماز کے وقت تک ٹھہرے۔مثلاً لاہور کا باشندہ ملتان گیا۔ملتان سے اس کا ارادہ براستہ لاہور راولپنڈی جانے کا ہوا۔لاہور میں اس نے بس کے اڈے پر یا اسٹیشن پر یا ہوائی اڈے پر ظہر کی نماز پڑھی تو وہ پوری پڑھے گا۔

۲ وطن اقامت

یہ وہ شہر یا بستی ہے جہاں مسافر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔

مسئلہ: ایک وطن اقامت کو چھوڑ کر کسی اور جگہ کو وطن اقامت بنالیا یعنی وہاں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لی تو پہلا وطن اقامت ختم ہو گیا خواہ ان دو جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو۔اب جب دوبارہ پہلی جگہ شرعی مسافر ہو کر آئے گا تو قصر نماز پڑھے گا۔

مسئلہ: وطن اقامت کو مستقل چھوڑ کر اپنے شہر وطن اصلی میں آجائے تو وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر وطن اقامت میں مرد کا قیام مع اہل وعیال کے ہے پھر صرف مرد کو سفر کی ضرورت پیش آ گئی تو اس کے 48 میل یا زائد سفر سے اس کا وطن اقامت باطل نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص وطن اقامت میں اپنی رہائش کے لیے کمرہ یا مکان لے لے جس میں وہ اپنا سامان رکھے پھر کبھی سامان وغیرہ کو تالا لگا کر سفر شرعی پر نکل جائے خواہ اپنے وطن اصلی چلا جائے یا کسی اور شہر میں چلا جائے لیکن اس کی نیت اپنے اس وطن

اقامت میں واپس آنے کی ہے مثلاً کوئی ملتان کا رہنے والا لاہور آ کر ملازمت کرے اور لاہور میں ایک مرتبہ واقعی پندرہ دن یا زائد رہنے کی نیت کرے تو لاہور اس کا وطن اقامت بن گیا۔ اس نے لاہور میں ایک کمرہ رہائش کے لیے کرایہ پر لیا یا اس کو وہ ادارے کی طرف سے مل گیا۔ وہاں اس نے اپنا سامان رکھا اور رہنے لگا۔ اب وہ ہفتہ دس دن بعد یا زیادہ مدت بعد کمرے کو تالا لگا کر اپنے شہر ملتان جائے یا کسی کام سے کسی دوسرے شہر مثلاً راولپنڈی جائے تو اس سفر سے یا وطن اصلی جانے سے اس کا وطن اقامت باطل نہیں ہوگا۔ واپس آ کر پوری نماز پڑھے گا خواہ لاہور واپس پہنچنے کے بعد اس کا پندرہ دن سے پہلے دوسرے سفر کا پروگرام ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی جگہ مرد کے لیے وطن اقامت نہ ہو بلکہ صرف بیوی کا وطن اقامت ہو کہ وہ اپنی ضرورت سے مثلاً بیس دن کو گئی وہاں مرد مسافر ہو کر جائے گا تو بیوی کے قیام سے مقیم نہ ہوگا۔

تابع ومتبوع کی نیت کے مسائل

جو شخص کسی کا تابع ہو اور اس کی فرمانبرداری اس پر لازم ہو مثلاً عورت اپنے شوہر کے ساتھ' نوکر اپنے آقا کے ساتھ' سپاہی اپنے امیر کے ساتھ اور قیدی اپنے قید کرنے والے کے ساتھ تو تابع اپنے متبوع کی نیت اقامت سے مقیم ہوگا اور اسی کے سفر کی نیت پر نکلنے سے مسافر ہوگا۔ لہٰذا تابع کو اپنے متبوع کی نیت کا جاننا ضروری ہے۔ اول تو اس سے پوچھ لینا چاہیے اور جو وہ بتائے اس کے مطابق عمل کرے اور اگر متبوع کچھ نہ بتائے تو قرائن سے اندازہ کر کے اپنے غالب گمان پر عمل کرے۔

مسئلہ: بالغ بیٹا اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو وہ باپ کے تابع ہے اور اس کی اپنی نیت کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ: قیدی کی اپنی نیت کا اعتبار نہیں بلکہ وہ قید کرنے والے کے تابع ہے۔

مسئلہ: جس شاگرد کا کھانا پینا استاد کے ذمہ ہو وہ استاد کے تابع ہے۔

مسئلہ: جو نوکر ماہانہ یا سالانہ اجرت پاتا ہو وہ اپنے آقا کے تابع ہے اور جو یومیہ اجرت

لیتا ہو تو چونکہ شام کے وقت وہ اجارہ فسخ کر سکتا ہے اس لیے وہ آقا کے تابع نہ ہوگا۔

مسئلہ: جس عورت کو مہر معجّل یعنی نقد مہر کی ادائیگی نہ کی گئی ہو وہ شوہر کے تابع نہیں۔ ہاں ادائیگی کے بعد تابع ہوگی۔ مہر موجل والی عورت ہر حال میں اپنے خاوند کے تابع ہے۔

مسافرت میں عورتوں کے مخصوص مسائل

مسئلہ: اگر عورت چار منزل جانے کی نیت سے چلی لیکن پہلی دو منزلیں حیض کی حالت میں گزریں تب بھی وہ مسافر نہیں ہے۔ اب نہا دھو کر پوری چار رکعتیں پڑھے۔ البتہ حیض سے پاک ہونے کے بعد وہ جگہ اگر تین منزل ہو یا چلتے وقت پاک تھی راستہ میں حیض آ گیا تو وہ البتہ مسافر ہے حیض سے پاک ہو کر نماز مسافروں کی طرح پڑھے۔

مسئلہ: کوئی عورت اپنے خاوند کے ساتھ ہے راستہ میں جتنا وہ ٹھہرے گا اتنا ہی یہ ٹھہرے گی اس کے بغیر زیادہ نہیں ٹھہر سکتی تو ایسی حالت میں شوہر کی نیت کا اعتبار ہے۔ اگر شوہر کا ارادہ پندرہ دن ٹھہرنے کا ہے تو عورت بھی مسافر نہیں رہی چاہے ٹھہرنے کی نیت کرے یا نہ کرے اور اگر شوہر کا ارادہ کم ٹھہرنے کا ہو تو عورت بھی مسافر ہے۔

مسئلہ: بیاہ کے بعد اگر عورت مستقل طور پر سسرال میں رہنے لگی تو اس کا اصلی گھر سسرال ہے تو اگر 48 میل چل کر میکے گئی اور پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت نہیں ہے تو مسافر رہے گی، مسافرت کے قاعدے سے نماز روزہ ادا کرے اور اگر سسرال میں مستقل رہنے کا ارادہ نہیں تو جو وطن پہلے سے اصلی تھا وہی اب بھی اصلی رہے گا۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو 48 میل جانا ہو تو جب تک مردوں میں سے کوئی اپنا محرم یا شوہر ساتھ نہ ہو تو اس وقت تک سفر کرنا درست نہیں ہے۔ نامحرم کے ساتھ سفر کرنا بڑا گناہ ہے اور اگر ایک منزل یا دو منزل (یعنی 16 یا 32 میل) جانا ہو تب بھی نامحرم کے ساتھ جانا بہتر نہیں۔

مسئلہ: جس محرم کو خدا اور رسول کا ڈر نہ ہو اور شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں ہے۔

باب:۲۰

بیمار کی نماز کا بیان

قیام سے متعلق مسائل

مسئلہ: جو شخص بیماری یا عذر کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے عاجز ہو وہ بیٹھ کر فرض نماز پڑھے اور رکوع وسجود کرے۔

مسئلہ: عذر کا معنی یہ ہے کہ اس کو کھڑا ہونے سے ضرر ہوتا ہو خواہ عذر فرض یا واجب یا سنتِ فجر شروع کرنے سے پہلے موجود ہو یا نماز کے اندر لاحق ہوا ہو۔ اور خواہ وہ عذر حقیقی ہو جیسے اگر کھڑا ہو تو گر پڑے یا حکمی ہو مثلاً کھڑے ہونے سے بدن میں کسی جگہ شدید اور ناقابل برداشت درد ہوتا ہو۔ ان سب صورتوں میں قیام ترک کرے اور بیٹھ کر رکوع وسجود سے نماز پڑھے۔ اور اگر تھوڑا (یعنی قابل برداشت) درد یا تکلیف ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر تھوڑی دیر قیام پر قادر ہے اور ساری نماز میں قادر نہیں تو جس قدر کھڑا ہو سکتا ہے اتنی دیر کھڑا ہونا فرض ہے۔ پس اگر اس بات پر قادر ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے اور قرأت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اسی قدر کھڑا ہونا فرض ہے پھر قرأت کے لیے بیٹھ جائے یا اگر تکبیر کہہ کر تھوڑی سی قرأت کے واسطے بھی قیام کر سکتا ہے پوری قرأت کے واسطے قیام نہیں کر سکتا تو اس کے لیے حکم ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے اور جس قدر کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے اگرچہ ایک آیت ہی ہو اتنی دیر کھڑا ہو کر قرأت کرے پھر عاجز ہو تو بیٹھ جائے۔

اگر دیوار وغیرہ کا سہارا لگا کر کھڑے ہونے پر قادر ہے تو سہارا لگا کر کھڑے ہو کر نماز پڑھے اس کے سوا اور کچھ جائز نہیں اسی طرح اگر عصا (لاٹھی) یا اپنے خادم یعنی کسی فرمانبردار پر سہارا لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے تو سہارے سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے ورنہ نماز درست نہ ہوگی اور اس کا لوٹانا فرض ہوگا اس لیے کہ جس طرح پورے قیام پر

قادر ہونے سے پورا قیام فرض ہے اسی طرح بعض قیام پر قادر ہونے سے بعض قیام اس پر فرض ہے۔

مسئلہ: اگر مریض اتنا کمزور ہو کہ گھر میں نماز پڑھے تو قیام کر سکتا ہے اور مسجد میں جماعت کے لیے جانے کے بعد قیام پر قادر نہ ہوگا تو مختار قول یہ ہے کہ مسجد میں جانا اس سے ساقط ہوگا اور وہ اپنے گھر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ لے۔ اگر گھر میں جماعت میسر ہو تو جماعت سے پڑھے ورنہ اکیلے پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے رمضان المبارک کے روزے سے عاجز ہو جائے گا تب بھی بیٹھ کر نماز پڑھے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے۔

بیٹھ کر نماز پڑھنا

مسئلہ: قیام پر قادر نہ ہو تو مریض و معذور کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں کسی خاص طور پر بیٹھنا ضروری نہیں ہے بلکہ جس طرح اس کے لیے آسان ہو اسی طرح بیٹھے۔ لیکن اگر دو زانو (یعنی جس طرح تشہد میں بیٹھتے ہیں) آسان ہو یا کسی دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دو زانو بہتر ہے ورنہ گھٹنوں یا چار زانو یا اور جس طرح آسانی سے بیٹھ سکے بیٹھے اور تشہد کے وقت اگر ہو سکے تو دو زانو ہو جائے ورنہ اس میں بھی جس طرح آسانی ہو بیٹھے۔ رکوع کرنے میں اپنے سر کو گھٹنوں تک جھکا دے سرین نہ اٹھائے۔

مسئلہ: اگر مریض سیدھا بیٹھنے پر قادر نہیں اور کسی دیوار سے یا کسی فرمانبردار شخص یا تکیہ یا کسی اور چیز کا سہارا لے کر بیٹھنے پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ اس سہارے سے بیٹھ کر نماز پڑھے اس کو لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر قیام و رکوع و سجود سے عاجز ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے اور اشارہ کی حقیقت سر کا جھکا دینا ہے اور سجدہ کا اشارہ رکوع سے لازمی طور پر زیادہ نیچے کرے اور اگر رکوع و سجود برابر کرے گا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر رکوع و سجود سے عاجز ہے یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا اور قیام پر قادر ہے تو مستحب اور افضل یہ ہے کہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ قرب زمین کی وجہ سے اس

میں سجدہ کے ساتھ زیادہ مشابہت ہے اور اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھی تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اشارہ سے نماز پڑھنے والا سجدہ سہو اور سجدہ تلاوت بھی اشارہ سے کرے۔

مسئلہ: اگر پیشانی پر زخم ہو جس کی وجہ سے پیشانی پر سجدہ نہ کر سکے تو اس کو اشارہ سے نماز پڑھنا درست نہیں اور اس کو ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے اگر ناک پر سجدہ نہ کیا اور اشارہ سے نماز پڑھی تو جائز نہ ہوگی۔ اگر پیشانی اور ناک دونوں میں عذر مثلاً زخم ہے تو سجدہ کے لیے سر سے اشارہ کر لینا کافی ہے سجدہ نہ کرے۔

مسئلہ: اگر کسی کبڑے یا بوڑھے کی پیٹھ رکوع کی حد تک جھکی ہو تو وہ رکوع کے لیے اپنے سر سے اشارہ کرے یعنی سر کو ذرا جھکا دینے سے اس کا رکوع ادا ہو جائے گا۔

لیٹ کر نماز پڑھنا

مسئلہ: اگر بیٹھنے پر قادر نہیں اگرچہ وہ عذر حکمی ہو مثلاً کسی نے آنکھ بنوائی اور طبیب حاذق مسلمان نے چت لیٹے رہنے کا حکم کیا اور ہلنے جلنے سے منع کر دیا تو لیٹے لیٹے اشارہ سے نماز پڑھتا رہے کیونکہ جیسے جان بچانا فرض ہے ویسے ہی اعضاء کا بچانا بھی فرض ہے۔

مسئلہ: لیٹ کر نماز پڑھنے کی صورت یہ ہے کہ چت یعنی کمر پر لیٹے اور اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف کو پھیلائے (ہمارے ملک میں چونکہ قبلہ مغرب کی طرف ہے لہٰذا مریض کا سر مشرق کی طرف ہوگا اور اس کے پاؤں مغرب کی طرف ہوں گے) اور اشارہ سے رکوع وسجود کرے۔

لیکن اگر کچھ طاقت ہو تو گھٹنوں کو کھڑا کر لے اور پاؤں قبلہ کی طرف نہ پھیلائے کیونکہ بلاضرورت یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے۔

چاہیے کہ سر کے نیچے ایک تکیہ رکھ دیں تاکہ لیٹا ہوا مریض بیٹھنے والے کے مشابہ ہو جائے اور سر قبلہ کی طرف ہو جائے آسمان کی طرف نہ رہے اور رکوع وسجود کے لیے اشارہ بھی اچھی طرح کر سکے۔

مسئلہ: اگر چت نہ لیٹے بلکہ دائیں یا بائیں کروٹ پر لیٹے اور منہ قبلہ کی طرف کو کرکے اشارہ سے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن چت لیٹنا اولیٰ و افضل ہے اور دائیں کروٹ کو بائیں کروٹ پر فضیلت ہے اور جائز دونوں طرح ہے۔

مسئلہ: اگر تندرست آدمی نے کھڑے ہوکر نماز شروع کی پھر اس کو کوئی مرض ایسا پیدا ہوگیا کہ قیام نہیں کرسکتا مثلاً کوئی رگ چڑھ گئی تو بیٹھ کر باقی نماز پڑھے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں اور رکوع وسجود کرے اور اگر رکوع وسجود پر بھی قادر نہیں تو بیٹھ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تو لیٹ کر اشارہ سے باقی نماز پڑھے۔

مسئلہ: جو شخص عذر کی وجہ سے بیٹھ کر رکوع وسجود سے نماز پڑھتا تھا پھر نماز کے اندر تندرست ہوگیا یعنی قیام پر قادر ہوگیا تو اپنی باقی نماز کھڑے ہوکر پڑھے۔

مسئلہ: اگر کچھ نماز کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر اشارہ سے پڑھی پھر کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر رکوع وسجود کرنے پر قادر ہوگیا تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔

یہ حکم اس وقت ہے جب رکوع وسجود کی قدرت ایک دفعہ اشارہ سے رکوع وسجود کر لینے کے بعد حاصل ہوئی ہو۔ لیکن اگر نماز شروع کرنے کے بعد اور رکوع وسجود کرنے سے پہلے یہ قدرت حاصل ہوئی تو اسی نماز کو رکوع وسجود کے ساتھ پورا کرلے۔ نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

اگر چت یا کروٹ پر لیٹ کر اشارہ سے نماز شروع کی تو خواہ رکوع وسجود کے اشارہ سے پہلے کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر رکوع وسجود کرنے پر قادر ہوگیا یا بعد میں قادر ہوا ہر حال میں نئے سرے سے نماز پڑھے۔

مسئلہ: عذر کے ساتھ اشارہ سے جو نمازیں پڑھیں صحت کے بعد ان کا اعادہ نہیں ہے۔

مسئلہ: اسی طرح کسی کی زبان ایک دن رات تک بند رہی اور گونگے کی طرح نماز پڑھی پھر زبان کھل گئی تو ان نمازوں کا اعادہ نہیں ہے۔

مسئلہ: جب مریض سر سے اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو تو نماز کا فرض اس سے

ساقط ہو جاتا ہے۔ آنکھ یا ابرو یا دل کے اشارہ سے نماز نہ پڑھے کیونکہ ان کے اشارہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے مریض کو جب صحت ہو جائے تو اس پر ایسی نمازوں کی قضا کے لازم ہونے یا نہ ہونے میں چار صورتیں ہیں۔

1. مرض ایک دن رات یعنی پانچ نمازوں سے زیادہ رہا اور اس کی عقل قائم نہ رہی اس صورت میں حالت مرض کی نمازوں کی قضا نہیں ہے۔
2. مرض بے ہوشی کے ساتھ ایک دن ایک رات یا اس سے کم رہا مگر عقل قائم رہی اس صورت میں صحت ہونے پر قضا پڑھے۔
3. دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل قائم رہی۔
4. مرض دن رات سے کم رہا اور عقل قائم نہ رہی۔

۳ اور ۴ دونوں صورتوں میں قضا لازم ہے۔

مریض کا قبلہ رخ ہونے پر قادر نہ ہونا

مسئلہ: مریض اگر قبلہ کو پہچانتا ہو لیکن قبلہ کی طرف منہ کرنے پر قادر نہیں اور ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو اس کا منہ قبلہ کی طرف کو پھیر دے تو اسی طرح نماز پڑھے اور پھر اس نماز کا اعادہ نہ کرے۔

مسئلہ: اور اگر کوئی ایسا شخص مل گیا جو اس کا منہ قبلہ کی طرف پھیر دے تو اس کو کہے کہ میرا منہ قبلہ کی طرف کو پھیر دے۔ اگر اس کو حکم نہ کیا اور قبلہ کے سوا کسی اور طرف کو نماز پڑھی تو جائز نہیں ہوگی۔

مریض کے بچھونے (بستر) کا نجس ہونا

مسئلہ: مریض نجس بچھونے پر ہو تو اگر پاک بچھونا نہیں ملتا یا ملتا ہے لیکن کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کا بچھونا بدل دے اور مریض خود اٹھنے کے قابل نہ ہو تو نجس بچھونے پر نماز پڑھ لے اور اس کا اعادہ نہ کرے اور اگر ایسا شخص مل جائے جو اس کا بچھونا بدل دے تو چاہیے کہ اس کو کہے اور اگر نہ کہا اور نجس بچھونے پر نماز پڑھ لی تو نماز جائز نہیں ہوگی۔

مسئلہ: کسی مریض کے کپڑے اور بستر کی چادر نجس ہوں تو اگر مریض کا یہ حال ہو

کہ جو چادر بدل کر اس کے نیچے بچھائی جائے گی وہ اس کے وضو اور نماز سے فارغ ہونے سے قبل اس قدر نجس ہو جائے گی جو نماز سے مانع ہے تو چادر بدلے بغیر ہی نماز پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر بیمار کا بستر نجس ہے اور اس کے بدلنے میں بہت تکلیف ہوگی تو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے۔

جنون، بے ہوشی اور نشہ کی حالت میں نماز کے مسائل

مسئلہ: اگر کوئی شخص پانچ نمازوں کے وقت تک بے ہوش رہا تو ان نمازوں کو قضا کرے۔

مسئلہ: اور اگر بے ہوشی پانچ نمازوں سے بڑھ جائے یعنی چھ نمازیں ہو جائیں تو اب ان نمازوں کو قضا نہ کرے کیونکہ یہ حرج کے سبب سے اس سے ساقط ہو گئیں۔ لیکن ترک قضا کا یہ حکم اس وقت ہے جب کہ بے ہوشی برابر رہے اور اس مدت کے دوران میں کبھی افاقہ نہ ہو۔

لیکن اگر افاقہ ہوتا ہو اور افاقہ کا ایک وقت مقرر ہے مثلاً روزانہ صبح کے وقت میں مرض میں تخفیف ہو جاتی ہے اور کچھ ہوش آ جاتا ہے اور تھوڑی دیر افاقہ ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد وہ مرض لوٹ آتا ہے اور مریض دوبارہ بے ہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار کیا جائے گا اور اس افاقہ سے پہلے اگر بے ہوشی ایک دن رات سے کم تھی تو بے ہوشی کا حکم باطل ہو جائے گا اور ان نمازوں کی قضا واجب ہوگی۔ اور اگر افاقہ کا وقت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی یکایک افاقہ ہو جاتا ہے اور تندرستوں کی سی باتیں کرتا ہے پھر بے ہوش ہو جاتا ہے تو اس افاقہ کا اعتبار نہیں یعنی یہ بے ہوشی متصل اور لگاتار سمجھی جائے گی۔

مسئلہ: جنون کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر کسی درندہ، جانور یا آدمی کے خوف یا سخت بیماری سے ایک دن رات سے زیادہ بے ہوش رہا تو اس سے قضا ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ: اگر شراب پی اور اس کے نشے کی وجہ سے ایک دن رات سے زیادہ عقل

جاتی رہی تو اسے نماز ساقط نہیں ہوگی خواہ بے عقلی کتنے ہی زیادہ زمانے تک رہے اور خواہ شراب دوائی سمجھ کر پی ہو یا کسی نے مجبور کر کے پلا دی ہو تب بھی قضا واجب ہے کیونکہ بندوں کے فعل سے اللہ تعالیٰ کا حق ساقط نہیں ہوتا۔

مسئلہ: یہی حکم آپریشن کے لیے بے ہوش کرنے میں بھی ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر اجوائن خراسانی یا کوئی اور دوائی پی جس سے ایک دن رات سے زیادہ عقل درست نہ رہی تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی اس لیے سب وقتوں کی قضا نماز پڑھے۔

مسئلہ: اگر ایک دن رات سے زیادہ سوتا رہا تو یہ سب نمازیں قضا کرے کیونکہ عادتاً ایک دن رات سے زیادہ کوئی نہیں سوتا۔

مسئلہ: اگر کوئی مریض ایسی حالت کو پہنچ گیا کہ غنودگی وغیرہ کی وجہ سے اس کو رکعتوں کا شمار اور رکوع و سجود وغیرہ یاد نہیں رہتا تو اس پر اس وقت کی نمازوں کا ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ صحت کے بعد ان کی قضا پڑھ لے لیکن اگر کوئی شخص اس کو بتلاتا جائے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے۔

تنبیہ: یہ بتلانا تعلیم نہیں بلکہ یاد دہانی اور خبردار کرنا ہے اس لیے یہ نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

مسئلہ: یہی حکم اس شخص کا ہے جس کی عقل میں زیادہ بڑھاپے کے سبب سے فتور آ گیا ہو اور رکعتوں کی تعداد اور رکوع و سجود وغیرہ یاد نہ رکھ سکتا ہو تو دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہو جائے گی۔ اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو اپنی غالب رائے پر عمل کرے۔

متفرق مسائل

مریض اپنی نماز میں قرأت و تسبیح اور تشہد و درود و دعا اسی طرح پڑھے جیسے تندرست پڑھتا ہے۔

اگر ان سب یا کچھ سے عاجز ہو تو چھوڑ دے۔ تندرست اور مریض میں صرف ان چیزوں میں فرق ہے جن میں مریض عاجز ہے اور جن پر مریض قادر ہے ان کا حکم

اس پر تندرست کی مانند ہے۔

مسئلہ: فالج گرا اور ایسا بیمار ہوگیا کہ پانی سے استنجا نہیں کر سکتا تو کپڑے یا ڈھیلے سے صاف کر لے اور اسی طرح نماز پڑھے۔ اگر خود تیمم نہ کر سکے تو دوسرا تیمم کرا دے۔ اگر ڈھیلے یا کپڑے سے بھی صاف کرنے کی طاقت نہیں ہے تو بھی نماز قضا نہ کرے۔ اسی طرح نماز پڑھے۔ کسی اور کو اس کے بدن کا دیکھنا اور صاف کرنا درست نہیں۔ نہ ماں باپ کو نہ بیٹے بیٹی کو البتہ بیوی کو اپنے میاں کا اور میاں کو اپنی بیوی کا بدن دیکھنا درست ہے اس کے سوا کسی اور کو درست نہیں۔ مریض کے ستر کے حصے سے نجاست دھونے کی ضرورت پڑے تو موٹا کپڑا مریض کے جسم پر رکھ کر اس کے اندر سے اپنے ہاتھوں پر موٹا کپڑا لپیٹ کر دھو دیں۔ اسی طرح سے مریض کے زیر ناف بال بھی دور کئے جا سکتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کی بیوی ایسی بیمار ہو کہ خود وضو نہ کر سکے تو خاوند پر اس کو وضو کرانا واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر خاوند ایسا بیماری ہو تو بیوی پر اس کو وضو کرانا واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر بیوی خاوند سے یا خاوند بیوی سے امداد طلب کرے اور وہ مدد کرے تو وضو کرنا فرض ہے اور تیمم جائز نہیں اگرچہ امداد کرنا ان پر واجب نہیں تھا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ایسا بیمار ہے کہ نماز کے کسی خاص رکن پر بغیر حدث ہوئے قادر نہ ہو تو وہ رکن اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا یعنی وہ حدث نہ کرے بلکہ اس رکن کو چھوڑ دے۔ پس اگر کسی شخص کے زخم ہو اور اس کی وجہ سے جب وہ سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور اس کے علاوہ رکوع و قیام اور قرأت پر قادر ہے تو اس کو چاہیے کہ بیٹھ کر اشاروں سے نماز پڑھے۔ یہی مستحب و افضل ہے۔ لیکن اگر قیام و قرأت اور رکوع کھڑے ہو کر کرے اور سجدہ بیٹھ کر اشارہ سے ادا کرے تب بھی جائز ہے لیکن افضل نہیں۔

اسی طرح اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے گا تو اس کو پیشاب جاری ہو جائے گا یا قطرہ آ جائے گا یا زخم بہنے لگے گا یا قرأت بالکل یعنی بقدر فرض بھی نہ کر سکے گا اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھے گا تو کوئی حرج نہ ہوگا تو اس پر فرض ہے کہ بیٹھ کر نماز

پڑھے جب کہ اس عذر کو کسی اور طرح سے نہ روک سکے۔

اگر کسی کو بیٹھ کر نماز پڑھنے سے پیشاب یا زخم سے خون جاری ہوتا ہو اور لیٹنے سے کچھ جاری نہ ہوتا ہو تو اس کو چاہیے کہ لیٹ کر رکوع وسجود کے ساتھ نماز ادا کرے۔

مسئلہ: اگر کسی کے دانتوں میں درد ہوتا ہو اور منہ میں سرد پانی یا کوئی دوا ڈالے بغیر سکون نہ ہوتا ہو تو اس کو چاہیے کہ اگر کوئی شخص امامت کے لائق مل جائے تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لے ورنہ اسی حالت میں یعنی منہ میں دوائی رکھے ہوئے خود ہی نماز پڑھ لے اور قرأت وغیرہ نہ کرے۔

مسئلہ: مریض کے واسطے مستحب ہے کہ جمعہ کے روز ظہر کی نماز میں اتنی تاخیر کرے کہ جمعہ کی نماز سے امام فارغ ہو جائے اور اگر اتنی تاخیر نہ کرے تو مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: تندرستی کے زمانے میں کچھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں پھر بیمار ہو گیا تو بیماری کے زمانے میں جس طرح نماز پڑھنے کی قوت ہو ان کی قضا پڑھے یہ انتظار نہ کرے کہ جب کھڑے ہونے کی قوت آئے تب پڑھوں یا جب بیٹھنے لگوں اور رکوع کرنے کی قوت آئے تب پڑھوں بلکہ فوراً پڑھے دیر نہ کرے۔

مسئلہ: مریض کی جو نمازیں حالت مرض میں قضا ہو گئیں ان کو جب صحت ہونے پر قضا کرے تو اس طرح نماز پڑھے جیسے تندرست پڑھتے ہیں اور اگر اس حالت کی طرح پڑھی جس حالت کی نماز فوت ہو گئی تھی مثلاً بیٹھ کر یا اشارہ سے تو نماز جائز نہ ہوگی۔ اور اگر صحت کی حالت میں کچھ نمازیں قضا ہو گئی تھیں اور ان کو بیماری کی حالت میں قضا کرتا ہے تو اس طرح پڑھے جس پر اب قادر ہے یعنی بیٹھ کر یا اشارہ سے نماز ہو جائے گی۔ اس وقت صحت کی طرح پڑھنا واجب نہیں ہے (لہٰذا یہ انتظار نہ کرے کہ جب کھڑے ہونے کی طاقت آ جائے گی جب پڑھوں گا یا جب بیٹھنے اور رکوع وسجود کرنے لگوں گا تب پڑھوں گا)

مریض کے لیے امامت واقتداء کے چند مسائل

مسئلہ: معذور اپنے جیسے یا اپنے سے زیادہ عذر والے کی امامت کر سکتا ہے۔ کم

عذر والے کی امامت نہیں کر سکتا کیونکہ امام کا حال مقتدی سے قوی یا اس کے مساوی ہونا شرط ہے اور معذور امام اور مقتدی دونوں کے عذر کا ایک (یکساں) ہونا ضروری ہے مثلاً دونوں کو سلسل البول یا دونوں کو ریح کا مرض ہو وغیرہ۔ پس اگر دونوں کو الگ الگ قسم کے عذر ہوں مثلاً ایک کو ریح کا مرض ہے اور دوسرے کو سلسل البول کا مرض ہے یا خون جاری ہے تو وہ ایک دوسرے کی امامت نہیں کر سکتے بلکہ الگ الگ پڑھیں۔

مسئلہ: ایک عذر والا شخص دو عذر والے شخص کا امام اس وقت ہو سکتا ہے جب اس کا عذر مقتدی کے دونوں عذروں میں سے ایک ہو ورنہ نہیں اور ایک عذر والے کو دو عذر والے کی اقتداء کسی طرح درست نہیں ہے۔

مسئلہ: معذور نے اپنے مثل معذور اور صحیح کی امامت کی تو صحیح (تندرست) کی نماز درست نہیں ہوگی۔ معذور کی درست ہو جائے گی۔

مسئلہ: البتہ اگر معذور نے عذر کے رکے ہوئے ہونے کی حالت میں وضو کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھائی تو صحیح کی نماز درست ہو جائے گی۔

مسئلہ: اشارہ سے نماز پڑھنے والے میں امام سے آگے ہونے نہ ہونے میں سر کا اعتبار ہے۔ پس اگر اس کا سر امام کے سر کے برابر یا اس سے پیچھے ہے اگرچہ اس کے قدم امام کے قدم سے آگے ہوں تو اقتداء صحیح ہو جائے گی اور اس کے برعکس اگر اس کا سر امام کے سر سے آگے اور پاؤں امام کے پاؤں سے پیچھے ہیں تو اس کی اقتداء درست نہیں ہوگی۔ یہ حکم اشارہ سے اس نماز پڑھنے والے کا ہے جو کسی صحیح کا یا اپنے مثل اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا مقتدی ہو اور وہ امام و مقتدی دونوں میں سے ہر ایک یعنی جو معذور ہیں بیٹھے ہوئے ہوں یا چت لیٹے ہوئے ہوں اور اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں۔ لیکن اگر کروٹ پر لیٹا ہوا ہو تو مقتدی کو اپنے امام کی پیٹھ کے پیچھے کروٹ سے لیٹا ہوا ہونا شرط ہے اور اس کے لیے سر کا اعتبار بالکل نہ ہوگا۔

مسئلہ: امام لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھتا ہو تو مقتدی کی نماز صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ: امام نے زخم پر پٹی باندھی ہوئی ہو اور اس پر مسح کیا ہو تو اس کے پیچھے ایسے شخص کی نماز صحیح ہوگی جس نے تمام اعضائے وضو کو دھویا ہو۔

مسئلہ: مریض امام بیٹھ کر نماز پڑھائے اور تندرست مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوں تو نماز درست ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرض وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھائی جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر اقتداء کرتے رہے۔

مسئلہ: جنون مطبق (دائمی) ہو یا منقطع ہو (غیر دائمی) ہو لیکن افاقہ کی حالت نہ ہو ایسی حالت میں اس دیوانے یا پاگل کی اور نشے میں مدہوش اور معتوہ کی امامت صحیح نہیں ہوتی۔

مسئلہ: بعض لوگ کرسی پر بیٹھ کر سجدہ کے بجائے اشارہ سے نماز پڑھتے ہیں۔ اگر زمین پر بیٹھ کر سجدہ کی قدرت ہو تو کرسی پر اشارہ سے نماز نہیں ہوگی۔

مسئلہ: جس کے منہ سے بدبو آتی ہو یا جس کے زخم ہوں اور اس کے زخموں سے بدبو آتی ہو اس شخص کو چاہیے کہ وہ نماز باجماعت کے لیے مسجد میں نہ جائے بلکہ گھر میں نماز پڑھے۔

مسئلہ: مجنون و پاگل کو مسجد سے دور رکھنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر بیٹھ کر کمر کو اتنا جھکا سکتا ہے کہ اگر کوئی ایک بالشت تک اونچا پتھر یا تپائی سامنے رکھی ہو تو اس پر پیشانی ٹکا سکتا ہو تو ضروری ہے کہ سجدہ کے لیے کمر کو جھکا کر پیشانی کو اس پتھر یا تپائی پر لگائے۔

باب:۲۱

نماز تراویح کا بیان

مسئلہ: رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز بھی مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے سنت ہے۔ اس کی بھی تاکید آئی ہے۔ اس کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔ عشاء کے فرض اور سنتوں کے بعد بیس رکعت تراویح پڑھے۔ چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے چاہے چار چار رکعت کی۔ مگر دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے جب بیس رکعت پڑھ چکے تو وتر پڑھے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص عشاء کی نماز کے بعد تراویح پڑھ چکا ہو اور پڑھ چکنے کے بعد معلوم ہو کہ عشاء کی نماز میں کوئی ایسی بات ہوگئی تھی جس کی وجہ سے عشاء کی نماز نہیں ہوئی تو اس کو عشاء کی نماز کے اعادہ کے بعد تراویح کا بھی اعادہ کرنا چاہیے کیونکہ تراویح عشاء کے تابع ہے۔

مسئلہ: تراویح کا رمضان کے پورے مہینے میں پڑھنا سنت ہے اگرچہ قرآن مجید مہینہ تمام ہونے سے قبل ہی ختم ہو جائے۔ مثلاً پندرہ روز میں پورا قرآن مجید پڑھ دیا جائے تو باقی دنوں میں بھی تراویح کا پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔

مسئلہ: محلہ کی مسجد میں تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے۔ لہٰذا اگر کسی محلہ کے سب لوگ اپنی مسجد میں تراویح کی جماعت ترک کر دیں تو وہ سب ترک سنت کے گنہگار ہوں گے اور اگر بعض لوگوں نے مسجد میں جماعت کر لی تو باقی لوگوں کے ذمہ سے جماعت ساقط ہو جائے گی۔ پھر باقی لوگوں نے اگر گھر میں اکیلے نماز پڑھی تو ترک سنت کے گناہ گار تو نہ ہوں گے البتہ جماعت کی فضیلت سے محروم رہیں گے۔

مسئلہ: اگر کچھ لوگوں نے گھر میں جماعت سے نماز تراویح پڑھ لی تو ان لوگوں نے جماعت کی فضیلت تو پالی لیکن مسجد کی جماعت کی فضیلت نہیں پائی کیونکہ تراویح کا جماعت سے مسجد میں ادا کرنا افضل ہے۔

مسئلہ: ایک مسجد کی مختلف منزلوں یا مختلف حصوں میں اگر مختلف حفاظ تراویح کی علیحدہ علیحدہ جماعت کرائیں تو یہ مکروہ ہے۔ جب تک تراویح کی باقاعدہ جماعت رائج نہیں ہوئی تھی تو صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف ٹکڑیوں میں جماعتیں کر لیتے تھے لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تراویح کی باقاعدہ جماعت شروع کرائی تو سب کو ایک امام پر جمع کر دیا اور متعدد جماعتوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

مسئلہ: اگر کہیں عشاء کی نماز جماعت سے نہ پڑھی گئی ہو تو تراویح بھی جماعت سے نہ پڑھی جائے اس لیے کہ تراویح عشاء کے تابع ہے۔

مسئلہ: جہاں جماعت سے عشاء کی نماز پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہوں ان کے ساتھ شریک ہو کر اس شخص کو بھی تراویح کا جماعت سے پڑھنا درست ہے جس نے عشاء کی نماز بغیر جماعت کے پڑھی ہے۔

مسئلہ: وہ شخص جس نے تراویح پڑھانی ہیں اس نے اگر عشاء کے فرض تنہا پڑھے ہوں تو اس کے لیے تراویح کی امامت مکروہ ہے لیکن اس کے مقتدیوں کی نماز بلا کراہت صحیح ہوگی۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو تو اسے چاہیے کہ پہلے عشاء کی نماز پڑھ لے پھر تراویح میں شریک ہو۔ اگر اس درمیان میں تراویح کی کچھ رکعتیں ہو جائیں تو ان کو وتر پڑھنے کے بعد پڑھے اور یہ شخص وتر جماعت سے پڑھے۔

مسئلہ: اگر کسی نے تراویح کی دوسری رکعت میں قعدہ نہیں کیا اور تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو گیا تو اگر اس کو قیام میں یاد آ گیا یعنی تیسری رکعت کے سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آ گیا تو چاہیے کہ لوٹے اور قعدہ کرے اور سجدہ سہو بھی کرے۔ اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا تو ایک رکعت اور پڑھ کر سجدہ سہو کر کے نماز سے فارغ ہو اس صورت میں اس کی دو رکعتیں تراویح شمار ہوں گی اور دو رکعتیں نفل ہوں گی۔ جہاں تک قرأت کا تعلق ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں کی گئی قرأت کا

اعادہ کر لے لیکن اگر وہ بہت زیادہ مقدار ہو کہ مقتدیوں پر گراں گزرے گی تو اس قول پر عمل کیا جا سکتا ہے کہ پڑھی ہوئی پوری مقدار معتبر ہوگی۔

مسئلہ: مہینے میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا ترتیب وار تراویح میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے اور لوگوں کی کاہلی اور سستی سے اس کو ترک نہ کرنا چاہیے۔ ہاں اگر یہ اندیشہ ہو کہ اگر پورا قرآن مجید پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں نہ آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا ان کو بہت ناگوار ہوگا تو بہتر ہے کہ جس قدر لوگوں کو گراں نہ گزرے، اسی قدر پڑھا جائے۔ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے اخیر تک دس سورتیں پڑھ دی جائیں۔ ہر رکعت میں ایک سورت، پھر جب دس رکعتیں ہو جائیں تو ان ہی سورتوں کو دوبارہ پڑھ لے یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے۔

مسئلہ: ایک قرآن مجید سے زیادہ نہ پڑھے تاوقتیکہ لوگوں کا شوق معدوم نہ ہو جائے۔

مسئلہ: اگر تراویح کی قرأت میں غلطی ہوئی اور کوئی سورت یا آیت چھوڑ کر اس کے بعد کی سورت یا آیت پڑھی تو مستحب یہ ہے کہ اس چھٹی ہوئی سورت یا آیت کو پڑھ کر پھر اسی پڑھی ہوئی کو دوبارہ پڑھے تاکہ ختم ترتیب کے موافق ہو۔ لیکن اگر صرف چھوڑی ہوئی کو پڑھ لیا اور پڑھی ہوئی کا اعادہ نہیں کیا تو یہ بھی کافی ہے۔

مسئلہ: تراویح میں کسی سورت کے شروع پر ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھ لینا چاہیے۔ اس لیے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ اگرچہ کسی سورت کا جزو نہیں پس اگر بسم اللہ بالکل نہ پڑھی جائے تو قرآن مجید کے پورا ہونے میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی اور اگر آہستہ آواز سے پڑھی جائے گی تو مقتدیوں کا قرآن مجید پورا نہ ہوگا۔

مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ قل ہو اللہ کا تراویح میں تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آج کل بعض جگہ دستور ہے، مکروہ ہے۔

مسئلہ: نماز تراویح میں چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں مستحب ہے۔ ہاں اگر دیر تک بیٹھنے سے لوگوں کو تکلیف ہو اور

جماعت کے کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھنے میں اختیار ہے اس دوران میں چاہے تنہا نوافل پڑھے یا تسبیح وغیرہ پڑھے چاہے چپ بیٹھا رہے۔ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ بیٹھنے کی حالت میں یہ تسبیح تین بار پڑھے۔

((سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِیْ لَايَنَامُ وَلَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَنَسْئَلُكَ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّارِ))

مسئلہ: پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بھی اس قدر بیٹھنا مستحب ہے۔ اس ترویحہ میں دعا کر لینا بھی کافی ہے۔

مسئلہ: وتر کو تراویح کے بعد جماعت سے پڑھنا بہتر ہے۔ اگر پہلے پڑھ لے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ: جس شخص نے فرض اور تراویح تنہا ادا کیے ہوں وہ وتر جماعت کے ساتھ نہ پڑھے۔

مسئلہ: بلا عذر تراویح کی نماز بیٹھ کر پڑھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ سلف صالحین کے دور سے چلے آنے والے عمل کے خلاف ہے۔

مسئلہ: مقتدی پہلے تو بیٹھ کر پڑھے اور جب امام رکوع میں جانے لگے تو کھڑا ہو جائے یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں منافقین کے ساتھ مشابہت ہے۔ اسی طرح یہ بھی مکروہ تحریمی ہے کہ باوجود موجود ہونے کے رکعت کے شروع میں شریک نہ ہو اور جب امام رکوع میں جانے لگے اس وقت نماز میں شریک ہو جائے۔

مسئلہ: پندرہ سال سے کم عمر کا لڑکا تراویح کا امام نہیں بن سکتا جب کہ وہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو۔

مسئلہ: سامع نابالغ ہو تب بھی اس کو پہلی صف کے درمیان میں کھڑا کر سکتے ہیں۔

اس میں کراہت نہیں۔

مسئلہ: داڑھی ٹھوڑی کے نیچے ایک مشت سے کم کرنا بالاتفاق حرام ہے اس لیے ایسے کو تراویح کا امام بنانا جائز نہیں۔ اسی طرح جو شخص رمضان آنے پر داڑھی رکھ لیتا ہے اور رمضان کے بعد داڑھی مونڈ دیتا ہے یا شرعی حد سے چھوٹی کر لیتا ہے اس شخص کو بھی تراویح کا امام بنانا مکروہ ہے۔

مسئلہ: کسی شخص کو تراویح کی جماعت گھر یا مسجد میں پڑھانے کے لیے اجرت دے کر مقرر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر دینے کا رواج ہو اور اس وجہ سے کوئی پڑھائے کہ عوض ملے گا تو یہ بھی صحیح نہیں۔ البتہ اگر لینے دینے کا معمول نہ ہو اور پھر کوئی حافظ امام کو ہدیہ میں کچھ دے دے تو لینے میں حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: تراویح کے بعد اجتماعی دعا کرنے کی اجازت ہے لیکن نفلوں کے بعد اجتماعی دعا کرنا جائز نہیں کیونکہ وتر کی جماعت کے بعد اجتماعیت ختم ہو جاتی ہے اور نفل انفرادی حیثیت میں ادا کیے جاتے ہیں چاہے مسجد میں ادا کریں چاہے گھر جا کر پڑھیں۔ پنجگانہ نمازوں میں بھی سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا رسول اللہ ﷺ سے منقول نہیں بلکہ آپ ﷺ کا عام معمول سنن و نوافل اپنے گھر میں ادا کرنے کا تھا۔

شبینہ

مسئلہ: اگر امام اور مقتدی دونوں نفل کی نیت سے پڑھ رہے ہوں تو یہ جائز نہیں کیونکہ نفل کی جماعت میں تین سے زیادہ مقتدی ہوں تو نماز مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: اگر امام نے اپنی تراویح کی چند رکعتیں بچالی ہوں اور شبینہ میں وہ تراویح کی نیت کرتا ہو اور مقتدی نفل کی نیت سے کھڑے ہوں تو اس صورت میں بھی تین مقتدیوں سے زیادہ ہوں صحیح نہیں۔

مسئلہ: اگر ایک مسجد میں باقاعدہ تراویح کی جماعت ہو رہی ہو اور کوئی ایک شخص یا چند لوگ جو کسی دوسری مسجد میں تراویح پڑھ چکے ہوں اس مسجد میں آکر نفل کی نیت سے شریک ہو جائیں تو جائز ہے۔

باب:۲۲

سنت نمازوں کا بیان

مسئلہ: فجر کے وقت فرض سے پہلے دو رکعت نماز سنت ہے۔ حدیث میں اس کی بڑی تاکید آئی ہے کبھی اس کو نہ چھوڑے اگر کسی دن دیر ہوگئی اور نماز کا وقت بالکل اخیر ہوگیا تو مجبوری کے وقت فقط دو رکعت فرض پڑھ لے لیکن جب سورج نکل آئے اور اونچا ہو جائے تو سنت کی دو رکعت قضا پڑھ لے۔

مسئلہ: ظہر کے وقت پہلے چار سنت پڑھے۔ پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت۔ ظہر کے وقت یہ چھ رکعتیں بھی ضروری ہیں۔ ان کے پڑھنے کی بہت تاکید ہے۔ بلا وجہ چھوڑ دینے سے گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: عصر کے وقت پہلے چار رکعت سنت پڑھے پھر چار رکعت فرض پڑھے لیکن عصر کے وقت سنتوں کی تاکید نہیں ہے اور یہ غیر مؤکدہ ہیں جو کوئی نہ پڑھے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہوتا اور جو کوئی پڑھے اس کو بہت ثواب ملتا ہے۔

مسئلہ: مغرب کے وقت پہلے تین رکعت فرض پڑھے پھر دو رکعت سنت پڑھے یہ سنتیں بھی ضروری اور موکدہ ہیں۔

مسئلہ: عشاء کے وقت بہتر اور مستحب یہ ہے کہ پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ پڑھے پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت پڑھے۔ یہ دو رکعتیں مؤکدہ ہیں۔ اس حساب سے عشاء کی چھ سنت ہوئیں اور اگر اتنی رکعتیں نہ پڑھے تو پہلے چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنت پڑھے پھر وتر پڑھے۔

مسئلہ: رمضان کے مہینے میں تراویح کی نماز بھی سنت مؤکدہ ہے۔ اس کی بھی تاکید آئی ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔

مسئلہ: جمعہ کے وقت فرض سے پہلے ایک سلام سے چار رکعتیں اور فرض کے بعد بھی ایک سلام سے چار رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بعد کی

دو سنتیں بھی مؤکدہ ہیں۔

مسئلہ: چار رکعت سنت مؤکدہ خواہ ظہر کی ہو یا جمعہ کی اس کی نیت اگر ٹوٹ جائے تو پوری چار رکعتیں پھر سے پڑھے چاہے دو رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو۔

مسئلہ: فجر کی سنتوں کی چونکہ بہت زیادہ تاکید آئی ہے اس لیے (واجب کے زیادہ قریب ہونے کی بناء پر) یہ بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے سے ادا نہیں ہوتیں جب کہ اور سنت مؤکدہ ادا ہو جاتی ہیں لیکن کراہت تنزیہی کے ساتھ۔

مسئلہ: فجر کی سنتوں کے لیے انہی کی نیت سے تکبیر تحریمہ ضروری ہے۔ تو اگر اس خیال سے کہ فجر ابھی طلوع نہیں ہوئی کسی نے دو رکعتیں نفل کی نیت سے پڑھیں پھر معلوم ہوا کہ فجر کا وقت ہو چکا تھا تو وہ دو رکعتیں فجر کی سنت شمار نہیں ہوں گی۔

مسئلہ: ظہر اور جمعہ کی سنتوں میں پہلے قعدہ میں تشہد کے بعد درود شریف نہ پڑھے۔ اگر بھول سے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ تک بھی پڑھ لیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔

مسئلہ: پہلے کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان بات کی تو سنت کا اعادہ نہیں ہے البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔ بلا عذر فرضوں کے بعد کی سنتوں میں تاخیر کی تو سنتیں ادا ہو جائیں گی لیکن کراہت سے۔

مسئلہ: فجر کی سنتیں فرض کے ساتھ فوت ہو جائیں تو اگر فجر کی نماز سورج نکلنے کے بعد زوال سے قبل ادا کرے تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کی بھی قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو صرف فرض کی قضا کرے سنت کی نہیں۔

اگر فجر کے فرض تو وقت میں پڑھ لیے صرف سنتیں قضا ہو گئیں تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سورج نکلنے کے بعد زوال سے پہلے ان کی قضا کر لے۔

دیگر نمازوں کی سنن مؤکدہ کی وقت گزرنے کے بعد قضا نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر ظہر کی پہلے کی چار سنت مؤکدہ رہ گئی ہوں تو فرضوں کے بعد ان کو ادا کرے اور فرضوں کے بعد بہتر یہ ہے کہ پہلے دو سنت ادا کرے پھر چار سنت پڑھے لیکن اگر کسی نے فرضوں کے بعد پہلے چار سنت پڑھیں پھر دو سنت پڑھیں تو اس کی سنتیں بھی ادا ہو گئیں۔

باب:۲۳

خاص حالات کی کچھ نمازیں

استسقاء کی نماز

جب بارش کی ضرورت ہو لیکن بارش نہ ہو رہی ہو اس وقت اللہ تعالیٰ سے پانی برسنے کی دعا کرنا مسنون ہے۔ استسقاء کے لیے اس طریقہ سے دعا کرنا مستحب ہے کہ تمام مسلمان مل کر مع اپنے لڑکوں اور بوڑھوں اور جانوروں کے پا پیادہ خشوع و عاجزی کے ساتھ معمولی لباس میں جنگل کی طرف جائیں توبہ کی تجدید کریں اور اہل حقوق کے حقوق ادا کریں اور اپنے ہمراہ کسی کافر کو نہ لے جائیں' پھر دو رکعت بلا اذان و اقامت کے جماعت سے پڑھیں اور امام قرأت جہر سے پڑھے' پھر دو خطبے پڑھے جس طرح عید کے روز کیا جاتا ہے کہ عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا جاتا ہے پھر امام قبلہ رو ہو کر کھڑا ہو جائے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے پانی برسانے کی دعا کرے اور سب حاضرین بھی دعا کریں۔ تین روز متواتر ایسا ہی کریں' تین روز کے بعد نہیں کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں اور اگر نکلنے سے پہلے یا ایک دن نماز پڑھ کر بارش ہو جائے تو جب بھی تین دن پورے کر دیں اور نکلنے سے پہلے تین دن روزہ بھی رکھیں تو مستحب ہے ،ر جانے سے پہلے صدقہ و خیرات کرنا بھی مستحب ہے۔

نماز کسوف و خسوف

مسئلہ: کسوف (سورج گرہن) کے وقت جماعت کے ساتھ دو رکعت نماز مسنون ہے۔

مسئلہ: نماز کسوف جماعت سے ادا کی جائے بشرطیکہ امام جمعہ یا حاکم وقت، یا اس کا نائب امامت کرے اور ایک روایت میں ہے کہ ہر امام مسجد اپنی مسجد میں نماز کسوف پڑھا سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر امام نہ ہو تو لوگ اپنی نماز تنہا فرداً فرداً پڑھیں دو رکعت یا چار رکعت اور چار رکعت افضل ہے۔

مسئلہ: عورتیں یہ نماز تنہا پڑھیں۔

مسئلہ: نماز کسوف کے لیے اذان یا اقامت نہیں ہے اگر لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہو تو الصلوٰۃ جامعہ پکار دیا جائے۔

مسئلہ: نماز کسوف میں بڑی بڑی سورتوں کا مثل سورہ بقرہ وغیرہ کے پڑھنا اور رکوع اور سجدوں کو بہت لمبا کرنا مسنون ہے اور قرأت آہستہ پڑھے۔

مسئلہ: نماز کے بعد امام کو چاہیے کہ دعا میں مصروف ہو جائے اور سب مقتدی آمین آمین کہیں۔ جب تک گرہن موقوف نہ ہو جائے دعا میں مشغول رہنا چاہیے۔ ہاں اگر ایسی حالت میں آفتاب غروب ہو جائے یا کسی نماز کا وقت آ جائے تو دعا کو موقوف کر کے نماز میں مشغول ہو جانا چاہیے۔

مسئلہ: خسوف (چاند گرہن) کے وقت بھی دو رکعت نماز مسنون ہے مگر اس میں جماعت مسنون نہیں۔ سب لوگ تنہا علیحدہ علیحدہ اپنے گھروں میں نماز پڑھیں۔

مسئلہ: اسی طرح جب کوئی خوف یا مصیبت پیش آئے تو نماز پڑھنا مسنون ہے مثلاً سخت آندھی چلے یا زلزلہ آئے یا بجلی گرے یا ستارے ٹوٹیں یا برف گرے یا بارش بہت برسے یا کوئی مرض عام مثل ہیضہ وغیرہ پھیل جائے یا کسی دشمن وغیرہ کا خوف ہو۔ مگر ان کے لیے جو نمازیں پڑھی جائیں ان میں جماعت نہ کی جائے ہر شخص اپنے گھر میں تنہا پڑھے۔ نبی کریم ﷺ کو جب کوئی مصیبت یا رنج ہوتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔

خوف کی نماز

جب کسی کا دشمن سے سامنا ہونے والا ہو خواہ دشمن انسان ہو یا کوئی درندہ جانور یا کوئی اژدہا وغیرہ اور ایسی حالت میں سب مسلمان یا بعض بھی مل کر جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور سواریوں سے اترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب لوگوں کو چاہیے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے اشاروں سے تنہا نماز پڑھ لیں۔ استقبال قبلہ بھی اس وقت شرط نہیں، ہاں اگر

دو آدمی ایک ہی سواری پر بیٹھے ہوں تو وہ دونوں جماعت کر لیں۔ اور اس کی بھی مہلت نہ ہو تو معذور ہیں۔ اس وقت نماز نہ پڑھیں' اطمینان کے بعد اس کی قضا پڑھ لیں اور اگر یہ ممکن ہو کہ کچھ لوگ جماعت سے نماز پڑھ سکیں' اگر چہ سب آدمی نہ پڑھ سکتے ہوں تو ایسی حالت میں ان کو جماعت نہ چھوڑنا چاہیے۔ اور اس طریقے سے نماز پڑھیں کہ تمام مسلمانوں کے دو حصے کر دیئے جائیں۔ ایک حصہ دشمن کے مقابلے میں رہے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ نماز شروع کر دے۔ اگر تین یا چار رکعت کی نماز ہو یعنی ظہر' عصر' مغرب' عشاء ہو جب کہ یہ لوگ مسافر نہ ہوں اور قصر نہ کریں تو امام جب دو رکعت پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہونے لگے تب یہ حصہ چلا جائے اور اگر یہ لوگ مسافر ہوں اور قصر کرتے ہوں یا دو رکعت والی نماز ہو جیسے فجر' جمعہ اور عیدین کی نماز تو ایک ہی رکعت کے بعد یہ حصہ چلا جائے اور دوسرا حصہ وہاں سے آ کر امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھے۔ امام کو ان لوگوں کے آنے کا انتظار کرنا چاہیے۔

پھر جب بقیہ نماز امام پوری کر چکے تو سلام پھیر دے اور یہ لوگ سلام پھیرے بغیر دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور پہلے لوگ پھر یہاں آ کر اپنی بقیہ نماز قرأت کے بغیر پوری کر لیں اور سلام پھیر دیں اس لیے کہ وہ لوگ لاحق ہیں۔ پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور دوسرا حصہ یہاں آ کر اپنی نماز قرأت کے ساتھ پوری کر لے اور سلام پھیر دے اس لیے کہ وہ لوگ مسبوق ہیں۔

مسئلہ: حالت نماز میں دشمن کے مقابلے میں جاتے وقت یا وہاں سے نماز پوری کرنے کے لیے آتے وقت پیدل چلنا چاہیے۔ اگر سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی اس لیے کہ یہ عمل کثیر ہے۔

مسئلہ: دوسرے حصہ کا امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر چلا جانا اور پہلے حصہ کا پھر یہاں آ کر اپنی نماز پوری کرنا اس کے بعد دوسرے حصہ کا یہیں آ کر نماز پوری کرنا مستحب اور افضل ہے ورنہ یہ بھی جائز ہے کہ پہلا حصہ نماز پڑھ کر چلا جائے اور دوسرا حصہ امام کے ساتھ بقیہ نماز پڑھ کر اپنی نماز وہیں پوری کر لے تب دشمن کے مقابلہ میں جائے۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچ جائیں تو پہلا حصہ اپنی نماز وہیں پڑھ لے یہاں نہ آئے۔

مسئلہ: نماز پڑھنے کا یہ طریقہ اس وقت کے لیے ہے کہ جب سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہوں مثلاً کوئی بزرگ شخص ہو (جیسے صحابہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارکہ تھی) اور سب چاہتے ہوں کہ اسی کے پیچھے نماز پڑھیں ورنہ بہتر یہ ہے کہ ایک حصہ ایک امام کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے اور دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے پھر دوسرا حصہ دوسرے شخص کو امام بنا کر پوری نماز پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر یہ خوف ہو کہ دشمن بہت ہی قریب ہے اور جلدی یہاں پہنچ جائے گا اور اس خیال سے ان لوگوں نے پہلے طریقے سے نماز پڑھ لی۔ اس کے بعد یہ خیال غلط نکلا تو امام کی نماز تو صحیح ہوگئی مگر مقتدیوں کو اس نماز کا اعادہ کر لینا چاہیے اس لیے کہ وہ نماز نہایت سخت ضرورت کے لیے خلاف قیاس عمل کثیر کے ساتھ مشروع کی گئی ہے۔ شدید ضرورت کے بغیر اس قدر عمل کثیر نماز کے لیے مفسد ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی ناجائز لڑائی ہو تو اس وقت اس طریقے سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مثلاً باغی لوگ بادشاہ اسلام پر چڑھائی کر دیں یا کسی دنیوی ناجائز غرض سے کوئی کسی سے لڑے تو ایسے لوگوں کے لیے اس وقت عمل کثیر معاف نہ ہوگا۔

مسئلہ: جہت قبلہ کے خلاف نماز شروع کر چکے ہوں کہ اتنے میں دشمن بھاگ جائے تو ان کو چاہیے کہ فوراً قبلہ کی طرف پھر جائیں ورنہ نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر اطمینان سے قبلہ کی طرف نماز پڑھ رہے ہوں اور اسی حالت میں دشمن آجائے تو ان کو فوراً دشمن کی طرف پھر جانا جائز ہے اور اس وقت استقبال قبلہ شرط نہ رہے گا۔

باب: ۲۴

نفل نماز کے احکام

دن کو نفلیں پڑھے تو چاہے دو دو رکعت کی نیت باندھے اور چاہے چار چار رکعت کی نیت باندھے اور دن کو چار رکعت سے زیادہ کی نیت باندھنا مکروہ تحریمی ہے اور رات کو ایک دم سے چھ چھ یا آٹھ آٹھ رکعت کی نیت باندھ لے تو بھی درست ہے اور اس سے زیادہ کی نیت باندھنا رات کو بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر چار رکعتوں کی نیت باندھے اور چاروں پڑھنی بھی چاہے تو جب دو رکعت پڑھ کے بیٹھے اس وقت اختیار ہے التحیات کے بعد درود شریف اور دعا بھی پڑھے پھر بے سلام پھیرے اٹھ کھڑا ہو پھر تیسری رکعت پر سبحانک اللھم پڑھ کے اعوذ باللہ و بسم اللہ کہہ کے الحمد شروع کرے اور چاہے صرف التحیات پڑھ کے اٹھ کھڑا ہو اور تیسری رکعت پر بسم اللہ اور الحمد سے شروع کرے پھر چوتھی رکعت پر بیٹھ کر التحیات وغیرہ سب پڑھ کر سلام پھیرے اور اگر آٹھ رکعت کی نیت باندھی اور آٹھوں رکعتیں ایک سلام سے پوری کرنا چاہے تو اسی طرح دونوں باتیں اب چار رکعتوں کے بعد بھی درست ہیں چاہے التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کے کھڑا ہو جائے اور پھر سبحانک اللھم پڑھے اور چاہے التحیات پڑھ کے کھڑا ہو کر بسم اللہ اور الحمد سے شروع کر دے اور اسی طرح چھٹی رکعت پر بیٹھ کر بھی چاہے التحیات، درود و دعا سب کچھ پڑھ کر کھڑا ہو، پھر سبحانک اللھم پڑھے اور چاہے فقط التحیات پڑھ کے کھڑا ہو کر بسم اللہ اور الحمد سے شروع کر دے اور آٹھویں رکعت پر بیٹھ کر سب کچھ پڑھ کے سلام پھیرے اور اسی طرح ہر دو دو رکعت پر ان دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

مسئلہ: سنت اور نفل کی سب رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا واجب ہے اور اگر قصداً سورت نہ ملائے گا تو گناہ گار ہوگا اور اگر بھول گیا تو سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: نفل نماز کی جب کسی نے نیت باندھ لی تو اب اس کا پورا کرنا واجب ہو گیا

توڑے گا تو گناہ گار ہوگا اور جو نماز توڑی ہے اس کی قضا پڑھنا ہوگی۔ لیکن نفل کی ہر دو دو رکعت الگ ہیں۔ اگر چار یا چھ رکعت کی نیت باندھے تو فقط دو ہی رکعت کا پورا کرنا واجب ہوگا۔ چاروں رکعتیں واجب نہیں۔ پس اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت کی۔ پھر دو رکعت پڑھ کے سلام پھیر دیا تو کچھ گناہ نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے چار رکعت نفل کی نیت باندھی اور ابھی دو رکعتیں پوری نہ ہوئی تھیں کہ نماز توڑ دی تو فقط دو رکعت کی قضا پڑھے۔

مسئلہ: اگر چار رکعت کی نیت باندھی اور دو رکعت پڑھ چکا تیسری یا چوتھی میں نیت توڑ دی تو اگر دوسری رکعت میں بیٹھ کر اس نے التحیات وغیرہ پڑھی ہے تو دو رکعت کی قضا پڑھے اور ترک سلام کی وجہ سے پہلے دوگانہ کا بھی اعادہ کرے۔ اور اگر دوسری رکعت پر نہیں بیٹھا التحیات پڑھے بغیر بھولے سے کھڑا ہو گیا یا قصداً کھڑا ہو گیا تو پوری چاروں رکعتوں کی قضا پڑھے گا۔

مسئلہ: نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا بھی درست ہے لیکن بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے اس لیے کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے۔ اس میں وتر کے بعد نفلیں بھی آ گئیں۔ البتہ بیماری کی وجہ سے کھڑا نہ ہو سکے تو پورا ثواب ملے گا۔

مسئلہ: اگر نفل نماز کو بیٹھ کر شروع کیا۔ پھر کچھ دیر بیٹھے بیٹھے پڑھ کر کھڑا ہو گیا یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر پہلی یا دوسری رکعت میں بیٹھ گیا تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: نفل نماز کھڑے کھڑے پڑھی، لیکن ضعف کی وجہ سے تھک گیا تو کسی لاٹھی یا دیوار کی ٹیک لگا لینا اور اس کے سہارے کھڑا ہونا بھی درست ہے مکروہ نہیں ہے۔

بعض خاص نفل نمازیں

بعض نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ اس لیے اور نفلوں سے ان کا پڑھنا بہتر

ہے کہ تھوڑی سی محنت سے بہت ثواب ملتا ہے۔ وہ یہ ہیں ❶ تحیۃ الوضو ❷ تحیۃ المسجد ❸ اشراق ❹ چاشت ❺ تہجد ❻ اوابین ❼ صلوٰۃ التسبیح ❽ سفر کے نفل

① تحیۃ الوضو

اس کو کہتے ہیں کہ جب وضو کرے تو وضو کے بعد (وضو سوکھنے سے قبل ہو تو زیادہ بہتر ہے) دو رکعت نفل پڑھ لیا کرے۔ حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ لیکن جس وقت نفل نماز مکروہ ہے اس وقت نہ پڑھے۔

② تحیۃ المسجد

یہ نماز اس شخص کے لیے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو۔ مسجد میں آنے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر مسجد میں جا کر کوئی شخص بیٹھ جائے اور اس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر مسجد میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے خواہ پہلی مرتبہ پڑھ لے یا اخیر میں۔

مسئلہ: اگر مکروہ وقت ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اور اس کے بعد کوئی درود شریف پڑھے۔

مسئلہ: دو رکعت کی کچھ تخصیص نہیں۔ اگر چار رکعت پڑھی جائیں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر مسجد میں آتے ہی کوئی فرض نماز پڑھی جائے یا اور کوئی سنت ادا کی جائے تو وہی فرض یا سنت تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گی یعنی اس کے پڑھنے سے تحیۃ المسجد کا ثواب بھی مل جائے گا۔ اگرچہ اس میں تحیۃ المسجد کی نیت نہیں کی گئی۔

③ اشراق کی نماز

نماز کا طریقہ یہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو جائے نماز پر سے نہ اٹھے۔ اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف یا کلمہ یا کوئی وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ کی یاد میں لگا رہے۔

دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے نہ دنیا کا کوئی کام کرے۔ جب سورج نکل آئے اور اونچا ہو جائے تو دو رکعت یا چار رکعت پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ اونچائی کی حد ایک نیزہ ہے اور یہ اس وقت ہوتی ہے جب سورج کی طرف دیکھنے سے آنکھیں چندھیانے لگیں۔ اور اگر فجر کے بعد کسی دنیا کے دھندے میں لگ گیا پھر سورج اونچا ہونے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

④ چاشت کی نماز

پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا ہو جائے اور دھوپ تیز ہو جائے تب کم سے کم دو رکعت پڑھے یا اس سے زیادہ پڑھے یعنی چار رکعت یا آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھ لے اس کو چاشت کہتے ہیں اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

⑤ اوابین کی نماز

مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے۔ بعض نے سنت ملا کر چھ رکعتیں شمار کی ہیں۔

⑥ تہجد کی نماز

آدھی رات کے بعد اٹھ کر نماز پڑھنے کا بڑا ثواب ہے اسی کو تہجد کہتے ہیں۔ یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور سب سے زیادہ اس کا ثواب ملتا ہے۔ تہجد کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں ہیں۔ اگر وقت نہ ہو تو دو ہی رکعتیں سہی۔ اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشاء کے بعد پڑھ لے مگر ویسا ثواب نہ ہوگا۔

⑦ صلوٰۃ التسبیح

اس کا حدیث شریف میں بڑا ثواب آیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا کہ اس کے پڑھنے سے تمہارے سب گناہ اگلے پچھلے، نئے پرانے، چھوٹے بڑے معاف ہو جائیں گے۔ اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک دفعہ پڑھ لیا کرو اگر

ہر ہفتہ نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں پڑھ لیا کرو اور اگر ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک دفعہ پڑھ لو اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ پڑھ لو اس نماز کے پڑھنے کی ترتیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور سبحانک اللّٰھم اور الحمد اور سورت جب سب پڑھ چکے تو رکوع سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ دعا پڑھے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر رکوع میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کہنے کے بعد دس دفعہ پھر یہی پڑھے پھر رکوع سے اٹھے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کے بعد دس مرتبہ پڑھے پھر سجدہ میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى کہنے کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھ کے دس دفعہ پڑھے، اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے۔ اس میں بھی دس دفعہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھ کے بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کے دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔ اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت میں التحیات کے لیے بیٹھے تو پہلے وہی دعا دس دفعہ پڑھے تب التحیات پڑھے۔ اس طرح چار رکعتیں پڑھے ہر رکعت میں پچھتر بار، کل تین سو بار یہ دعا پڑھے۔

مسئلہ: اگر کوئی اس تسبیح میں وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کا اضافہ بھی کر لے تو یہ اور بہتر ہے۔

مسئلہ: ان چاروں رکعتوں میں جو سورت چاہے پڑھے کوئی سورت مقرر نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی رکن میں تسبیحات بھول کر کم پڑھی گئیں یا بالکل ہی چھوٹ گئیں تو اگلے رکن میں ان بھولی ہوئی تسبیحات کو بھی پڑھ لے۔ مثلاً رکوع میں دس مرتبہ تسبیح پڑھنا بھول گیا اور سجدہ میں یاد آیا تو سجدہ میں یہ بھولی ہوئی دس بھی پڑھے اور سجدہ کی دس بھی پڑھے۔ بس یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح پڑھی جاتی ہے اور چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ۔ اس لیے اگر چاروں رکعتوں میں تین سو کا عدد پورا ہو گیا تو انشاء اللہ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب ملے گا۔ اور اگر چاروں رکعتوں میں بھی تین سو کا عدد پورا نہ ہو سکا تو پھر یہ نماز عام نفل ہو جائے گی صلوٰۃ التسبیح نہ رہے گی۔

مسئلہ: اگر صلوٰۃ التسبیح میں کسی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہو گیا تو سہو کے دونوں

سجدوں میں اور ان کے بعد کے قعدہ میں تسبیحات نہ پڑھی جائیں گی۔

مسئلہ: تسبیحات کے بھول کر چھوٹ جانے یا کم ہو جانے سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

⑧ سفر کے نفل

جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے۔ اس کے بعد اپنے گھر جائے۔ احادیث میں اس کی فضیلت آئی ہے۔

استخارہ کی نماز

مسئلہ: جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے صلاح لے لے اس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہیں۔ حدیث میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے۔ کہیں منگنی کرے یا بیاہ کرے یا سفر کرے یا کوئی اور کام کرے تو استخارہ کیے بغیر نہ کرے۔ ان شاء اللہ کبھی اپنے کیے پر پشیمان نہ ہوگا۔

مسئلہ: استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھے اس کے بعد خوب دل لگا کر دعا پڑھے اور اول و آخر میں حمد و ثناء اور درود شریف پڑھے۔

دعا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِهٖ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ

لِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ))

اور جب ھٰذَا الْاَمْرَ پر پہنچے جس لفظ پر لکیر بنی ہے تو اس وقت اسی کام کا تصور کرے جس کے لیے استخارہ کرنا چاہتا ہے اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلہ کی طرف منہ کرکے باوضو سو جائے' جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات دل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے اسی کو کرنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دل کا خلجان اور تردد نہ جائے تو دوسرے دن پھر ایسا ہی کرے۔ اسی طرح سات دن تک کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہو جائے گی۔

مسئلہ: استخارہ کے لیے خواب دکھائی دینا ضروری نہیں ہے لیکن کبھی خواب دیکھنے سے بھی اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کام موافق ہو تو خواب میں وہ کام تکمیل کو پہنچا ہوا دکھائی دے' یا خواب میں کوئی شخص یہ بتائے کہ استخارہ ٹھیک آیا ہے یا خواب میں کوئی سفید یا سبز چیز نظر آئے یا رواں پانی یا کوئی نورانی چیز دکھائی دے۔

موافق نہ ہونے کی یہ صورتیں ہیں کہ خواب میں اسے وہ کام کرنے سے روک دیا جائے یا خواب میں وہ کام نہ ہوتا ہوا دکھائی دے یا خواب میں سرخ یا سیاہ چیز دکھائی دے یا آگ یا دھواں یا لڑائی دیکھے۔

مسئلہ: اگر کوئی نیک کام کرنا ہو مثلاً حج کے لیے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یوں استخارہ کرے کہ فلاں دن جاؤں یا نہ جاؤں۔

استخارہ کی حقیقت

استخارہ ایک دعا ہے کہ اے اللہ اگر یہ معاملہ میرے لیے خیر ہو تو میرے دل کو متوجہ کر دے اور اس میں میرے لیے خیر کر دے۔ ورنہ میرے دل کو اس سے ہٹا دے اور جو میرے لیے خیر ہو وہ عطا کر دے۔ پھر اس کے بعد اگر اس طرف دل متوجہ ہو تو گمان غالب رکھنا چاہیے کہ اس میں خیر ہے۔ خواہ مطلب حاصل ہو یا نہ ہو۔ مطلوب

حاصل نہ ہونے کا خیر ہونا اس کے آثار خیر کے اعتبار سے ہے کہ دنیا میں اس کا نعم البدل ملے گا یا آخرت میں صبر کا اجر ملے گا وغیرہ۔ اور استخارہ نہ کرنے میں مجموعی طور پر اس خیر کا وعدہ نہیں خواہ مطلوب کل کا کل یا اس کا کچھ حصہ عطا ہو ہی جائے۔

پس استخارہ کا فائدہ تسلی ہے کہ ہم کو ضرور خیر عطا ہوگی۔

استخارہ کرنے اور نہ کرنے کے آثار میں جو فرق ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استخارہ اگر مؤثر ہوا تو اس کے بعد دل میں ایسی چیز نہ آئے گی جس میں بے احتیاطی ہو جب کہ استخارہ نہ کرنے کی صورت میں ایسی چیز کے آنے کا احتمال ہے کہ پڑھ کچھ غور کرنے سے اس کا نقصان دہ ہونا معلوم ہو سکتا تھا مگر اس نے غور نہیں کیا اور بے احتیاطی سے اس کو اختیار کر لیا۔ اور جب اپنے ہاتھوں نقصان کو اختیار کیا جائے تو اس میں خیر کا وعدہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے استخارہ کرنے والے کو ہر حال میں اپنے کیے پر اطمینان رہتا ہے ندامت نہیں ہوتی۔

غرض استخارہ میں کامیابی کا وعدہ نہیں بلکہ حصول خیر کا وعدہ ہے خواہ خیر ظاہری ہو یا خیر باطنی ہو۔

نمازتوبہ

مسئلہ: اگر کوئی بات خلاف شرع ہو جائے تو دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب گڑگڑا کر اس سے توبہ کرے اور اپنے کیے پر پچھتائے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور آئندہ کے لیے پکا ارادہ کرے کہ اب کبھی نہ کروں گا اس سے بفضل خدا وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

نمازقتل

مسئلہ: جب کوئی مسلمان قتل کیا جانا ہو تو اس کے لیے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تا کہ یہی نماز و استغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔

مسئلہ: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے چند قاریوں کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے کہیں بھیجا تھا۔ اثنائے راہ میں کفار مکہ نے انہیں گرفتار کر لیا اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے سوا اور سب کو وہیں قتل کر دیا۔ حضرت خبیب کو مکہ لے جا کر بڑی دھوم اور بڑے اہتمام سے شہید کیا' جب یہ شہید ہونے لگے تو ان لوگوں سے اجازت لے کر دو رکعت نماز پڑھی' اس وقت سے یہ نماز مستحب ہوگئی۔

نماز حاجت

جب کوئی حاجت اور ضرورت پیش آئے تو مستحب ہے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے۔ بہتر ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد پڑھے ورنہ مکروہ وقت کو چھوڑ کر کسی بھی وقت پڑھ لے پھر اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور نبی ﷺ پر درود پڑھے پھر یہ دعا پڑھے۔

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ))

اس کے بعد جو حاجت ہو اس کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرے۔

باب: ۲۵

جمعہ کی نماز کا بیان

جمعہ کے فضائل

① نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام دنوں سے بہتر جمعہ کا دن ہے۔

② نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ضرور قبول ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے۔

① یہ کہ وہ ساعت خطبہ پڑھنے کے وقت سے نماز ختم ہونے تک ہے۔

② یہ کہ وہ ساعت اخیر دن میں ہے۔ اور اس دوسرے قول کو ایک کثیر جماعت نے اختیار کیا ہے اور بہت سی صحیح احادیث اس کی موید ہیں۔ شیخ دہلوی فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن کسی خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو ان کو خبر کر دے تاکہ وہ اس وقت ذکر و دعا میں مشغول ہو جائیں۔

③ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کا دن افضل ہے۔ اس دن کثرت سے مجھ پر درود شریف پڑھا کرو۔ وہ اسی دن میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ پر کیسے پیش کیا جاتا ہے حالانکہ بعد وفات آپ کی ہڈیاں بھی نہ ہوں گی۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے زمین پر انبیاء علیہم السلام کا بدن حرام کر دیا ہے۔

جمعہ کے آداب

① ہر مسلمان کو چاہیے کہ جمعہ کا اہتمام جمعرات کے دن سے کرے۔ جمعرات کے دن عصر کے بعد استغفار وغیرہ زیادہ کرے اور اپنے پہننے کے کپڑے صاف کر رکھے۔ اگر خوشبو گھر میں نہ ہو اور ممکن ہو تو اسی دن لا کر رکھے تاکہ پھر جمعہ کے

دن ان کاموں میں اس کو مشغول نہ ہونا پڑے۔

۲ پھر جمعہ کے دن غسل کرے۔ سر کے بالوں کو اور بدن کو خوب صاف کرے۔ اور مسواک کرنا بھی اس دن بہت فضیلت رکھتا ہے۔

۳ جمعہ کے دن غسل کے بعد عمدہ سے عمدہ کپڑے جو اس کے پاس ہوں پہنے اور ممکن ہو تو خوشبو لگائے اور ناخن وغیرہ بھی کتروائے۔

۴ جامع مسجد میں بہت سویرے جائے جو شخص جتنی جلدی جائے گا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔

۵ جمعہ کی نماز کے لیے پاپیادہ جانے میں ہر قدم پر ایک سال روزہ رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔

۶ جمعہ کے دن خواہ نماز سے پہلے یا پیچھے سورہ کہف پڑھنے میں بہت ثواب ہے۔

۷ نبی ﷺ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورہ الم سجدہ اور سورہ دہر پڑھتے تھے۔ لہٰذا ان سورتوں کو جمعہ کے دن فجر کی نماز میں مستحب سمجھ کر پڑھا کرے کبھی کبھی ترک بھی کر دے تاکہ لوگوں کو اس کے واجب ہونے کا خیال نہ ہو۔

۸ جمعہ کی نماز میں نبی ﷺ سورہ جمعہ اور سورہ منافقون یا سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھتے تھے۔

نماز جمعہ پڑھنے کا طریقہ

جمعہ کی پہلی اذان ہونے کے بعد خطبہ کی اذان ہونے سے پہلے چار رکعت سنت پڑھے۔ یہ سنت مؤکدہ ہیں۔ پھر خطبہ کے بعد جمعہ کے دو رکعت فرض امام کے ساتھ پڑھے۔ پھر چار رکعت سنت پڑھے۔ یہ سنتیں بھی مؤکدہ ہیں۔ پھر ان کے بعد دو رکعت سنت پڑھے۔ یہ دو رکعت بھی بعض حضرات کے نزدیک مؤکدہ ہیں۔

نماز جمعہ فرض ہونے کی شرطیں

۱ آزاد ہونا' غلام پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

۲ مرد ہونا' عورت پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

③ تندرست ہونا' مریض پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ مریض سے مراد وہ شخص ہے جو جمعہ کے لیے پا پیادہ مسجد تک نہ جا سکتا ہو یا چلا تو جائے گا مگر مرض بڑھ جائے گا یا دیر سے اچھا ہوگا۔

ایسا تیماردار کہ جس کے چلے جانے سے بیمار کی خبر گیری کوئی نہیں کرے گا اور بیمار کو نقصان ہوگا بیمار کے حکم میں ہے کہ اس پر بھی جمعہ واجب نہیں۔ بڑھاپے کی وجہ سے اگر کوئی شخص کمزور ہو گیا ہو کہ مسجد تک نہ جا سکے تو اس پر بھی نماز جمعہ فرض نہیں۔

④ بینا ہونا' ایسا نابینا جو خود مسجد تک بلا تکلف نہ جا سکتا ہو اس پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ جو اندھا اذان کے وقت مسجد میں ہو یا جو بلا تکلف بغیر کسی کی مدد کے راستوں میں چلتا پھرتا ہے اس پر جمعہ فرض ہے۔

⑤ شہر میں مقیم ہونا' مسافر پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔

⑥ جماعت کے ترک کرنے کے لیے جو عذر اوپر بیان ہو چکے ہیں ان سے خالی ہونا۔ اگر ان عذر میں سے کوئی عذر موجود ہو تو نماز جمعہ نہ ہوگی۔

⑦ اور نمازوں کے فرض ہونے کی جو شرطیں ہیں وہ بھی اس میں معتبر ہیں یعنی عاقل ہونا' بالغ ہونا' مسلمان ہونا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص ان شرطوں کے نہ پائے جانے کے باوجود نماز جمعہ پڑھ لے تو اس کی جمعہ کی نماز ہو جائے گی اور اس کو ظہر کی نماز نہ پڑھنی ہوگی۔ مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت جمعہ کی نماز پڑھ لے بلکہ ان میں جو مرد مکلّف ہو اس کے لیے جمعہ پڑھنا افضل ہے البتہ عورت کے لیے اپنے گھر میں ظہر کی نماز پڑھنا افضل ہے۔

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

① شہر یا قصبہ یا اس کا فنا ہو۔ گاؤں میں یا جنگل میں نماز جمعہ درست نہیں۔

قصبہ اس مستقل آبادی کو کہتے ہیں جہاں ایسا بازار ہو جس میں تیس چالیس متصل اور مستقل دکانیں ہوں اور بازار روزانہ لگتا ہو اور اس بازار میں روزمرہ کی ضروریات ملتی ہوں مثلاً جوتا کی دکان بھی ہو اور کپڑے کی بھی۔ غلہ اور کریانہ کی بھی ہو اور دودھ گھی کی

بھی وہاں ڈاکٹر یا حکیم بھی ہو اور معمار و مستری بھی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں وہاں گلی محلے ہوں۔

② ظہر کا وقت ہو۔ پس ظہر کے وقت سے پہلے اور ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد نماز جمعہ درست نہیں۔ حتیٰ کہ اگر نماز جمعہ پڑھنے کی حالت میں وقت جاتا رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ قعدہ اخیرہ بقدر تشہد کے ہو چکا ہو اور اسی وجہ سے نماز جمعہ قضا نہیں پڑھی جاتی۔

③ ظہر کے وقت میں نماز جمعہ سے پہلے خطبہ یعنی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا۔

④ جماعت یعنی امام کے سوا کم سے کم تین آدمیوں کا شروع خطبے سے پہلی رکعت کے سجدہ تک موجود رہنا گو وہ تین آدمی جو خطبے کے وقت تھے اور ہوں اور نماز کے وقت اور ہوں مگر یہ شرط ہے کہ یہ تین آدمی ایسے ہوں جو امامت کر سکیں۔ پس اگر صرف عورتیں یا نابالغ لڑکے ہوں تو نماز نہ ہوگی۔

اگر سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں یا کوئی بھی نہ رہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ہاں اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو پھر کچھ حرج نہیں۔ امام اور باقی نمازیوں کی نماز درست رہے گی۔

⑤ عام اجازت کے ساتھ اور اذان و اشتہار کے ساتھ نمازِ جمعہ کا پڑھنا۔ پس کسی خاص مقام پر چھپ کر نماز جمعہ پڑھنا درست نہیں۔

مسئلہ: فوج کی یونٹیں جب مشق کے لیے جنگلوں اور ویران علاقوں میں نکل جائیں اور وہاں خیمے لگا کے رہیں تو یہ لوگ جمعہ کے بجائے ظہر کی نماز پڑھیں کیونکہ جمعہ کے لیے شہر یا قصبہ ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ: جس شہر میں جمعہ متعدد جگہوں پر ہوتا ہو وہاں کی جیل میں جمعہ پڑھنا جائز ہے جب کہ جیل میں باہر سے کسی غیر متعلقہ آدمی کو آنے کی اجازت نہ ہو۔

اسی طرح شہر یا فنائے شہر میں واقع چھاؤنی یا قلعہ میں نماز جمعہ ادا کرنا درست ہے۔ اگرچہ ان میں دوسرے لوگ نہ آسکتے ہوں کیونکہ مقصود نماز سے روکنا نہیں ہے بلکہ انتظام مقصود ہے۔ یہی حکم شہر یا فنائے شہر میں واقع اسٹیشن کے پلیٹ فارم کا ہے۔

مسئلہ: فنائے شہر وہ جگہ ہوتی ہے جو شہر کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے لیے متعین ہو مثلاً قبرستان، کوڑا ڈالنے یا گھوڑ دوڑ یا جنگی مشق اور چاند ماری، فوجی اجتماع وغیرہ کے لیے میدان، ہوائی اڈا اور ریلوے اسٹیشن وغیرہ۔

فنائے شہر کا شہر سے اتصال ضروری نہیں اور بیچ میں کھیتوں کے ہونے سے فرق نہیں پڑتا۔ فنائے شہر کے لیے حدود مقرر نہیں ہیں بلکہ یہ ہر شہر کی ضرورتوں کے مطابق ہوتی ہیں۔

مسئلہ: جو شخص شہر سے قریب کسی گاؤں میں رہتا ہو اور بیچ میں کھیت یا چراگاہ ہوتی ہو لیکن وہ گاؤں مستقل آبادی شمار ہوتی ہو شہر یا فنائے شہر میں اس کا شمار نہیں ہوتا تو اگرچہ درمیان کا فاصلہ تھوڑا ہو اور شہر سے اذان کی آواز گاؤں میں پہنچتی ہو گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں۔

مسئلہ: جمعہ کے لیے مسجد کا ہونا ضروری نہیں ہے لیکن لاپروائی سے یا آسانی کی خاطر اس کو معمول بنالینا مکروہ تحریمی ہے۔

جمعہ کے خطبہ کے مسائل

جب لوگ مسجد میں آجائیں تو امام کو چاہیے کہ منبر پر بیٹھ جائے موذن اس کے سامنے کھڑا ہو کر اذان کہے۔ اذان کے فوراً بعد امام کھڑا ہو کر خطبہ شروع کردے۔

خطبہ کے واجبات

❶ وقت کا ہونا۔ ضروری ہے کہ خطبہ زوال کے بعد یعنی ظہر کے وقت میں اور نماز جمعہ سے پہلے ہو۔ اگر خطبہ زوال سے پہلے یا نماز جمعہ کے بعد پڑھا تو جائز نہیں۔

❷ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خطبہ کی کم از کم مقدار ایک مرتبہ سبحان اللہ یا الحمد للہ کہنا ہے۔ اگرچہ اتنی مقدار پر اکتفاء کرنا مکروہ ہے۔ پھر بعض کے نزدیک کراہت تحریمی ہے اور بعض کے نزدیک تنزیہی ہے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خطبہ کی کم از کم مقدار کا تشہد کے برابر ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم جائز نہیں۔

۳ خطبہ ایسے لوگوں کے سامنے پڑھنا جن کے موجود ہونے سے جمعہ درست ہو جاتا ہے۔

۴ خطبہ ایسی آواز سے پڑھنا کہ پاس والے سن سکیں۔

خطبہ کی سنتیں اور مستحبات

۱ دونوں حدثوں سے پاک ہونا۔

۲ خطبہ کا منبر پر پڑھنا۔ اگر منبر نہ ہو تو کسی لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا۔

۳ خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا۔ اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے۔ لیکن اگر کوئی دوسرا شخص جمعہ پڑھانے والا موجود ہو تو بہتر یہ ہے کہ دوسرا کھڑے ہو کر خطبہ پڑھے۔

۴ خطبہ پڑھنے کی حالت میں منہ لوگوں کی طرف رکھنا۔

۵ خطبہ سننے والوں کا قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔

۶ خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ کہنا۔

۷ دو خطبے پڑھنا۔

۸ دونوں خطبوں کے درمیان میں اتنی دیر بیٹھنا جس میں تین چھوٹی آیتیں پڑھی جا سکیں۔

۹ دونوں خطبوں کا عربی زبان میں ہونا۔ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا اس کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار وغیرہ ملا دینا سنت مؤکدہ کے خلاف ہے اور مکروہ تحریمی ہے۔

۱۰ خطبہ میں ان مضامین کا ہونا۔

۱ اللہ تعالیٰ کا شکر

۲ اللہ تعالیٰ کی تعریف

۳ اللہ تعالیٰ کی وحدت کی شہادت

۴ رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت

۵ رسول اللہ ﷺ پر درود

۶ وعظ و نصیحت

۷ قرآن پاک کی آیتوں کا یا کسی سورت کا پڑھنا۔

۱۱ دوسرے خطبہ میں پھر ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا۔ البتہ دوسرے خطبہ میں بجائے وعظ و نصیحت کے مسلمانوں کے لیے دعا کرنا ہے۔ علاوہ ازیں دوسرے خطبہ میں رسول اللہ ﷺ کے آل و اصحاب اور ازواج مطہرات خصوصاً خلفائے راشدین اور حضرت حمزہ و عباس رضی اللہ عنہم کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔ بادشاہ اسلام کے لیے بھی دعا کرنا جائز ہے مگر اس کی ایسی تعریف کرنا جو غلط ہو مکروہ تحریمی ہے۔

۱۲ خطبہ کو زیادہ طول نہ دینا بلکہ نماز سے کم رکھنا۔

مسئلہ: رمضان کے اخیر جمعہ کے خطبہ میں وداع اور فراق کے مضامین پڑھنا نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں۔ اس لیے ایسے مضامین پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے۔

مسئلہ: خطبہ کسی کتاب سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

مسئلہ: خطبہ کے وقت عصا ہاتھ میں لینا سنت غیرہ مؤکدہ ہے۔ سنت مقصودہ نہیں ہے۔ لہٰذا کبھی کبھی چھوڑ بھی دینا چاہیے۔

مسئلہ: خطبہ سے قبل حاضرین کو السلام علیکم کہنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: جب امام خطبہ کے لیے مسجد میں داخل ہو یا پہلے سے مسجد میں تھا تو منبر کی طرف جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہو اس وقت سے کوئی نماز پڑھنا یا آپس میں بات چیت کرنا مکروہ تحریمی ہے اور بہتر یہ ہے کہ دوسری اذان کا جواب بھی نہ دے۔ ہاں قضا نماز کا پڑھنا صاحب ترتیب کے لیے اس وقت بھی جائز بلکہ واجب ہے۔ پھر جب تک امام خطبہ ختم نہ کر دے یہ سب چیزیں ممنوع ہیں۔

مسئلہ: جب خطبہ شروع ہو جائے تو تمام حاضرین کو اس کا سننا واجب ہے خواہ

امام کے نزدیک بیٹھے ہوں یا دور' اور کوئی ایسا فعل کرنا جو سننے میں مخل ہو مکروہ تحریمی ہے اور کھانا پینا' بات چیت کرنا' چلنا پھرنا' سلام یا سلام کا جواب یا تسبیح پڑھنا یا کسی کو شرعی مسئلہ بتانا جیسا کہ حالت نماز میں ممنوع ہے ویسا ہی اس وقت بھی ممنوع ہے۔ ہاں خطیب کو جائز ہے کہ خطبہ پڑھنے کی حالت میں کسی کو شرعی مسئلہ بتا دے۔

مسئلہ : اگر سنت' نفل پڑھنے میں خطبہ شروع ہو جائے تو سنت مؤکدہ تو پوری کر لے اور نفل میں دو رکعت پر سلام پھیر دے۔

مسئلہ : دونوں خطبوں کے درمیان میں بیٹھنے کی حالت میں امام کو یا مقتدیوں کو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر دل میں دعا مانگی جائے تو جائز ہے بشرطیکہ زبان سے کچھ نہ کہے نہ آہستہ نہ زور سے۔

مسئلہ : نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک اگر خطبہ میں آئے تو مقتدیوں کو اپنے دل میں درود شریف پڑھ لینا جائز ہے یعنی بغیر زبان ہلائے۔

مسئلہ : خطبہ کے دوران میں چندہ اکٹھا کرنے کے لیے صفوں میں پھرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ : بچے شور کرتے ہوں یا کوئی اور برائی ہوتی ہو تو سر اور ہاتھ کے اشارے سے روکا جا سکتا ہے زبان سے روکنا جائز نہیں' البتہ خطیب کو اجازت ہے کہ وہ زبان سے منع کر دے۔

نماز جمعہ کے چند مسائل

مسئلہ : بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے اور اگر دوسرا پڑھائے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ : خطبہ ختم ہوتے ہی فوراً اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا مسنون ہے۔ خطبہ اور نماز کے درمیان میں کوئی دنیوی کام کرنا مثلاً کھانا پینا وغیرہ مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس میں زیادہ وقت کا فاصلہ ہو جائے تو خطبہ کا اعادہ ضروری ہے۔

کسی دینی کام مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فاصلہ مکروہ نہیں۔ اسی طرح

اگر وضو نہ رہے اور وضو کرنے جائے یا خطبہ کے بعد معلوم ہو کہ اس کو غسل کی ضرورت تھی اور غسل کرنے جائے تو کچھ کراہت نہیں اور نہ ہی خطبہ کے اعادہ کی ضرورت ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی مسبوق قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھتے وقت یا سجدہ سہو کے بعد آ کر ملے تو اس کی شرکت صحیح ہو جائے گی اور اس کو جمعہ کی نماز پوری کرنا ہوگی۔ ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: جس شخص پر جمعہ پڑھنا واجب ہو وہ اگر سفر کے لیے شہر سے نکلے خواہ وہ سفر شرعی مقدار کا ہو یا اس سے کم ہو اور زوال سے پہلے شہری آبادی سے نکل جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ زوال سے پہلے اس پر جمعہ فرض نہیں۔

زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے سے پہلے اس کے لیے سفر پر نکلنا مکروہ تحریمی ہے سوائے اس شخص کے جو اگر جمعہ پڑھے تو اس کے ساتھی روانہ ہو جائیں گے اور اکیلا رہ جائے گا اور اکیلا جانا اس کے لیے ممکن نہیں ہوگا۔

متفرق مسائل

1. مقتدیوں کو پہلے خطبہ میں ہاتھ باندھ کر اور دوسرے میں ہاتھ چھوڑ کر بیٹھنا بے اصل اور بدعت ہے۔ دونوں خطبوں کے دوران میں حالت تشہد میں بیٹھنا مستحب ہے اور دونوں خطبوں میں ہاتھ رانوں پر ہی رکھے۔ یہ نشست صرف مستحب ہے ویسے جس طرح چاہے بیٹھ سکتا ہے۔
2. معذور کے لیے جمعہ کی جماعت ختم ہونے کے بعد ظہر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اس سے پہلے مکروہ تنزیہی ہے البتہ عورتیں ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھ سکتی ہیں۔
3. معذورین کے لیے جمعہ کے وقت میں ظہر کی نماز جماعت سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور ظہر کے لیے ان کا اذان واقامت کہنا بھی مکروہ ہے۔
4. اذان اول کے بعد مسجد میں نہ جانا اور خرید وفروخت میں یا کھانے پینے میں مشغول ہونا بلکہ کسی اور دینی کام میں مشغول ہونا بھی جائز نہیں۔ البتہ مسجد جاتے ہوئے راستہ میں رکے بغیر آپس میں کچھ خرید وفروخت کی یا چلتے ہوئے

کچھ کھایا تو وہ منع نہیں۔ لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ اذان اول کا وقت زوال ہوتے ہی ہے تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے اور اس پر امت کا توارث چلا آیا ہے۔ لہٰذا اذان اول کو اس کے اصل وقت سے موخر کرنا جائز نہیں۔ اذان اول کے بعد نماز کی تیاری کر کے مسجد میں پہنچ جائے۔ بہتر ہے کہ پہلے سے تیاری مکمل ہو۔

۵ جمعہ کی نماز ہر موسم میں اول وقت میں ادا کرنا مستحب ہے۔

۶ خطبہ کے دوران میں خطیب سامنے کی طرف متوجہ رہے دائیں بائیں متوجہ نہ ہو۔

۷ اگر کسی نے جمعہ ہونے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی خواہ وہ معذور ہو یا نہ ہو پھر اس کا ارادہ ہوا کہ وہ جمعہ کی نماز پڑھ لے اور جمعہ کی طلب میں چلا تو اگر اس کو امام کے ساتھ جمعہ مل گیا تو وہ جمعہ پڑھ لے اور اس کی ظہر کی نماز نفل بن جائے گی اور اگر وہ ایسے وقت میں گھر سے نکلا کہ امام جمعہ کی نماز پڑھا رہا تھا لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو اس کی پڑھی ہوئی ظہر باطل (یعنی نفل) ہو جائے گی اور اس کو ظہر کی نماز دوبارہ پڑھنا ہوگی۔ اور اگر وہ گھر سے اس وقت نکلا جب امام جمعہ کی نماز سے فارغ ہو چکا تھا تو اس کی ظہر کی نماز نفل نہیں بنے گی بلکہ قائم رہے گی۔

باب:۲۶

عیدین کی نماز کا بیان

مسئلہ: شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ۔ یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں اور دونوں میں دو رکعت نماز بطور شکریہ کے پڑھنا واجب ہے۔ جمعہ کی نماز کی صحت و وجوب کے لیے جو شرائط اوپر ذکر ہو چکے ہیں وہی سب عیدین کی نماز میں بھی ہیں سوائے خطبہ کے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض اور شرط ہے اور نماز سے پہلے پڑھا جاتا ہے اور عیدین کی نماز میں خطبہ شرط یعنی فرض نہیں سنت مؤکدہ ہے اور بعد میں پڑھا جاتا ہے مگر عیدین کے خطبہ کا سننا بھی مثل جمعہ کے خطبہ کے واجب ہے یعنی اس وقت بولنا چالنا نماز پڑھنا سب حرام ہے۔

عید کے دن مسنون چیزیں

١. شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا۔
٢. غسل کرنا۔
٣. نماز کے لیے نکلنے سے قبل مسواک کرنا اگرچہ کچھ دیر پہلے وضو کے ساتھ مسواک کر لی ہو۔ یہ اس کے لیے ہے جسے مسواک کرنے سے خون نکلنے کا خطرہ نہ ہو۔
٤. عمدہ سے عمدہ کپڑے جو پاس موجود ہوں پہننا۔
٥. خوشبو لگانا۔
٦. صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔
٧. اگر نماز صرف عیدگاہ میں ہوتی ہو تو عیدگاہ میں جا کر عید کی نماز پڑھنا یعنی شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا۔
٨. جس راستہ سے جانا اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔
٩. پیدل جانا۔
١٠. راستہ میں اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ

الحمد کہتے جانا لیکن عید الفطر میں آہستہ آواز سے پڑھنا اور عید الاضحیٰ میں بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔

⑪ عید الفطر میں نماز عید کے لیے جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا۔ کھجور یا چھوارے طاق عدد میں کھانا افضل ہے ورنہ جو میٹھی چیز مل جائے۔ عید الاضحیٰ میں عید کی نماز تک کچھ نہ کھانا اگر چہ قربانی نہ بھی کرنی ہو لیکن اگر کچھ کھا لیا تو مکروہ نہیں۔ قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ اس روز سب سے پہلے اپنی قربانی کا گوشت کھائے۔

⑫ عید الفطر کی نماز دیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دے اور عید الاضحیٰ کی نماز سویرے پڑھنا مسنون ہے۔

تنبیہ: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مدینہ منورہ کی تین جوانب کھجور کے درخت اور عمارتیں تھیں جن کی وجہ سے شہر کی حفاظت ہوتی تھی اور ایک جانب کھلی تھی۔ اس ایک جانب غزوہ خندق (احزاب) میں خندق کھودی گئی تھی۔ مسجد نبوی اور عید گاہ کے درمیان پانچ سو انگریزی گز کا فاصلہ تھا۔ مدینہ منورہ کی شہر پناہ یعنی دیوار جو رسول اللہ ﷺ کے بعد بنی عید گاہ اس شہر پناہ کے باہر تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے دور میں عید گاہ آبادی کے مکانات سے باہر تھی۔

مسئلہ: شہر کے اندر جو کھلے میدان ہوں ان میں نماز عید ادا تو ہو جائے گی مگر اصل سنت ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ: عید گاہ جو پہلے آبادی سے باہر ہو پھر آبادی کے بڑھنے سے آبادی کے اندر آ جائے تو صحرا یعنی آبادی سے باہر عید پڑھنے کی اصلی سنت ادا نہ ہوگی البتہ عید کی نماز ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ: آبادی بہت بڑھ جائے اور کسی ایک جگہ شہر کی آبادی کا جمع ہونا تقریباً محال ہو تو اظہار شوکت کے لیے آبادی سے باہر شہر کے مختلف حصوں میں عید کی نماز کا اہتمام کیا جا سکتا ہے مثلاً دو چار یا آٹھ مقامات پر۔ بہر حال یہ افضل ہے واجب نہیں۔

عید کی نماز کا طریقہ

یہ نیت کر کے کہ میں دو رکعت واجب نماز عید مع چھ زائد تکبیروں کے پڑھتا ہوں اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم آخر تک پڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہے اور ہر مرتبہ تکبیر تحریمہ کی مثل دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ دے اور ہر تکبیر کے بعد اتنی دیر توقف کرے کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں۔ تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ چھوڑے بلکہ باندھ لے اور اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھ کر سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری پڑھ کر حسب دستور رکوع وسجدہ کر کے کھڑا ہو اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورت پڑھ لے۔ اس کے بعد تین تکبیریں اسی طرح کہے لیکن یہاں تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ باندھے بلکہ چھوڑے رکھے اور پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔

مسئلہ: عیدین کی نماز کے لیے نہ اذان ہے نہ اقامت ہے۔

مسئلہ: عیدین کی نماز میں معمول کی تکبیروں کے علاوہ چھ زائد تکبیریں کہنا واجب ہے۔

مسئلہ: عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں میں جائز ہے۔

مسئلہ: سورج کے ایک نیزہ یعنی تین گز بلند ہونے سے نصف النہار تک عیدین کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ امام پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اعلیٰ پڑھے اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ پڑھے۔

مسئلہ: اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا، اس لیے کہ جماعت اس میں شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شریک نماز ہوا ہو اور کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر اس کی قضا واجب ہے۔ ہاں اگر کچھ لوگ اور بھی اس کے ساتھ شریک ہو جائیں تو پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ: عیدین کے خطبے میں تکبیر سے ابتداء کرے۔ پہلے خطبہ میں نو مرتبہ اللہ اکبر

کہے دوسرے میں سات مرتبہ۔

مسئلہ : عیدالفطر کے خطبہ میں صدقہ فطر کے احکام اور عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں قربانی کے مسائل اور تکبیر تشریق کے احکام بیان کرنا چاہئیں۔

مسئلہ : جہاں عید کی نماز پڑھائی جائے وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔نماز سے پہلے بھی اور پیچھے بھی۔ ہاں بعد نماز گھر میں آ کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور عید کی نماز سے قبل گھر میں بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ : عورتیں اور وہ لوگ جو کسی وجہ سے نماز عید نہ پڑھیں ان کو نماز عید سے پہلے کوئی نفل وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے۔

① عید کے دن عید مبارک کہنا جائز ہے۔

② عید کی نماز کے بعد عید کا ایک عمل سمجھ کر گلے ملنا یا مصافحہ کرنا نا جائز اور بدعت ہے۔ اگر نماز عید کے لیے اکٹھے ہوں یا پہلے مل چکے ہوں تو نماز کے بعد پھر گلے ملنا بذات خود ایک بے موقع عمل ہے حالانکہ دین میں مصافحہ اور معانقہ کا موقع متعین ہے۔کسی سے کچھ وقفہ بعد ملیں تو اس سے مصافحہ کرنا مسنون ہے اور جس سے طویل وقفہ بعد ملیں اس سے معانقہ کیا جا سکتا ہے۔

③ عید کی نماز کے اجتماع میں دعا کرنا جائز ہے۔ یہ دعا نماز کے متصل بعد یعنی خطبہ سے پہلے ہو یا خطبہ کے بعد ہو دونوں طرح جائز ہے لیکن ان میں سے صرف ایک موقع پر کی جائے گی۔

④ عید کی نماز پڑھتے ہوئے وضو ٹوٹ جائے اور وضو میں مشغول ہونے سے نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمّم کر کے نماز میں شامل ہو جائے۔

⑤ عرب میں عید پڑھ کر آئے اور پاکستان میں اگلا دن عید کا ہو تو پاکستان میں عید کی نماز پڑھے البتہ احتیاط اس میں ہے کہ ایسا شخص پاکستان میں عید کی نماز میں امامت نہ کرے۔

⑥ کوئی شخص ایسے وقت عید کی نماز کے لیے پہنچا کہ نماز ہو چکی اور کسی جگہ بھی ملنے

کی امید نہیں تو مستحب ہے کہ یہ شخص چار رکعت نفل اس طرح سے پڑھے کہ فاتحہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۃ الشمس اور تیسری رکعت میں سورہ واللیل اور چوتھی رکعت میں سورۃ والضحیٰ پڑھے۔

مسئلہ : اگر کوئی عید کی نماز میں ایسے وقت شریک ہوا کہ امام تکبیروں سے فارغ ہو چکا ہو تو اگر قیام میں آ کر شریک ہوا تو نیت باندھنے کے فوراً بعد تکبیریں کہہ لے اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو اور اگر رکوع میں آ کر شریک ہوا تو اگر غالب گمان ہو کہ تکبیروں کی فراغت کے بعد امام کا رکوع مل جائے گا تو نیت باندھ کر تکبیریں کہہ لے اس کے بعد رکوع میں جائے اور اگر رکوع نہ ملنے کا خوف ہو تو رکوع میں شریک ہو جائے اور حالت رکوع میں بجائے تسبیح کے تکبیریں کہہ لے مگر حالت رکوع میں تکبیریں کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے اور اس کے پوری تکبیریں کہہ چکنے سے پہلے اگر امام رکوع سے سر اٹھالے تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور جس قدر تکبیریں رہ گئیں وہ اس کو معاف ہیں۔

مسئلہ : اگر کسی کی ایک رکعت عید کی نماز میں چلی جائے تو جب وہ اس کو ادا کرنے لگے تو پہلے قرأت کرے اس کے بعد تکبیریں کہے۔

مسئلہ : اگر امام تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہیے کہ حالت رکوع میں تکبیریں کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ جائے تب بھی جائز ہے یعنی نماز فاسد نہ ہوگی لیکن ہر حالت میں بوجہ کثرت ہجوم کے سجدہ سہو نہ کرے۔

مسئلہ : اگر کسی عذر سے پہلے دن نماز نہ پڑھی جا سکے تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور عید الاضحیٰ کی بارہویں تاریخ تک پڑھی جا سکتی ہے۔

مسئلہ : عید الاضحیٰ کی نماز میں بے عذر بھی بارہویں تاریخ تک تاخیر کرنے سے نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہے اور عید الفطر میں بے عذر تاخیر کرنے سے بالکل نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ : اگر عید کی نماز کا امام شافعی یا حنبلی ہو اور وہ نماز میں چھ سے زائد تکبیریں کہے تو بارہ بلکہ تیرہ تکبیروں تک حنفی مقتدی کو امام کی اتباع کرنی ہوگی۔ البتہ اگر کوئی امام

تیرہ سے زیادہ تکبیریں کہے تو اس سے زیادہ میں اتباع نہ کرے۔

مسئلہ: نماز کے بعد دو خطبے منبر پر کھڑے ہو کر پڑھے اور دونوں خطبوں کے درمیان میں اتنی ہی دیر تک نیچے بیٹھے جتنی دیر تک جمعہ کے خطبہ میں بیٹھتا ہے۔

تکبیر تشریق

مسئلہ: تکبیر تشریق میں ہر فرض عین نماز کے بعد ایک مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہنا مرد اور عورت، مقیم اور مسافر، امام اور مقتدی سب پر واجب ہے۔

مسئلہ: تکبیر تشریق تین دفعہ کہنا بھی جائز ہے لیکن دو مرتبہ کہنا بدعت ہے۔

مسئلہ: مرد یہ تکبیر آواز سے کہیں، یہ واجب ہے جب کہ عورتیں آہستہ آواز سے کہیں۔

مسئلہ: یہ تکبیر عرفہ یعنی نویں تاریخ کی فجر سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک کہنا چاہیے۔ یہ کل 23 نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے۔

مسئلہ: نماز کے فوراً بعد تکبیر کہنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے تو وہ کہیں۔

مسئلہ: عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہہ لینا بعض کے نزدیک واجب ہے۔

مسئلہ: ایام تشریق میں فوت شدہ نماز جو اسی سال کے ایام تشریق میں قضا کی جائے اس کے بعد بھی تکبیر تشریق کہنا واجب ہے۔

باب: ۲۷

میت کے احکام

قریب الموت کے احکام

مسئلہ: جب آدمی مرنے لگے تو اس کو چت لٹا دو اور اس کے پیر قبلہ کی طرف کر دو سر اونچا کر دو تا کہ منہ قبلہ کی طرف ہو جائے اور اس کے پاس بیٹھ کر کلمہ طیبہ زور زور سے پڑھو تا کہ تم کو پڑھتے سن کر وہ خود بھی کلمہ پڑھنے لگے یہ تلقین مستحب ہے۔ اور اس کو کلمہ پڑھنے کا حکم نہ کرو' کیونکہ وہ وقت بڑا مشکل ہے نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل جائے۔

مسئلہ: جب ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے تو چپ رہو یہ کوشش نہ کرو کہ برابر کلمہ جاری رہے اور پڑھتے پڑھتے دم نکلے کیونکہ مطلب تو فقط اتنا ہے کہ سب سے آخری بات جو اس کے منہ سے نکلے کلمہ ہونا چاہیے' اس کی ضرورت نہیں کہ دم ٹوٹنے تک برابر کلمہ جاری رہے۔ ہاں اگر کلمہ پڑھ لینے کے بعد پھر کوئی بات کرے تو پھر کلمہ پڑھنے لگو جب وہ پڑھ لے تو چپ ہو جاؤ۔

مسئلہ: جب سانس اکھڑ جائے اور جلدی جلدی چلنے لگے اور ٹانگیں ڈھیلی پڑ جائیں کہ کھڑی نہ ہو سکیں اور ناک ٹیڑھی ہو جائے اور کنپٹیاں بیٹھ جائیں تو سمجھو کہ اس کی موت آ گئی' اس وقت کلمہ زور زور سے پڑھنا شروع کرو۔

مسئلہ: سورہ یٰسین پڑھنے سے موت کی سختی کم ہوتی ہے اس کے سرہانے یا اور کہیں اس کے پاس بیٹھ کر پڑھو یا کسی اور سے پڑھوا دو۔

مسئلہ: اس وقت کوئی ایسی بات نہ کرو کہ اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے کیونکہ یہ وقت دنیا سے جدائی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا وقت ہے ایسے کام کرو ایسی باتیں کرو کہ دنیا سے دل پھر کر اللہ کی طرف ہو جائے کہ مردہ کی خیر خواہی اس میں ہے۔ ایسے وقت بال بچوں کو سامنے لانا یا اور کوئی جس سے اس کو زیادہ محبت تھی

اسے سامنے لانا یا ایسی باتیں کرنا کہ اس کا دل ان کی طرف متوجہ ہو جائے اور ان کی محبت اس کے دل میں سما جائے بڑی بری بات ہے۔ دنیا کی محبت لے کر رخصت ہوا تو نعوذ باللہ بری موت مرا۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ حیض و نفاس والی عورت اور جنبی وہاں نہ رہے لیکن اگر ضرورت ہو یا شفقت و تعلق کی وجہ سے ان میں سے کوئی رہنا چاہے تو ٹھہرنا جائز ہے اس کو نکالا نہیں جائے گا۔

مسئلہ: مرتے وقت اگر اس کے منہ سے خدانخواستہ کوئی کفر کی بات نکلے تو اس کا خیال نہ کرو۔ نہ اس کا چرچا کرو بلکہ یہ سمجھو کہ موت کی سختی سے عقل ٹھکانے نہیں رہی اور اس وجہ سے ایسا ہوا اور عقل جاتے رہنے کے وقت جو کچھ ہو سب معاف ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرتے رہو۔

روح نکل جانے کے بعد کے احکام

مسئلہ: جب مر جائے تو سب عضو درست کر دو اور کسی کپڑے سے اس کا منہ اس ترکیب سے باندھو کہ کپڑا ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لے جاؤ اور گرہ لگا دو تاکہ منہ پھیل نہ جائے اور آنکھیں بند کر دو اور پیر کے دونوں انگوٹھے ملا کر باندھ دو تاکہ ٹانگیں پھیلنے نہ پائیں۔ اور بازو پہلوؤں کی جانب کر دو۔ پھر کوئی چادر اوڑھا دو اور نہلانے اور کفنانے میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرو۔

مسئلہ: منہ وغیرہ بند کرتے وقت یہ دعا پڑھو:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ))

مسئلہ: مر جانے کے بعد اس کے پاس لوبان وغیرہ کچھ خوشبو سلگا دی جائے اور حیض و نفاس والی عورت اور جس کو نہانے کی ضرورت ہو اس کے پاس نہ رہے۔

مسئلہ: مر جانے کے بعد جب تک اس کو غسل نہ دیا جائے اس کے پاس بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا درست نہیں۔ البتہ اگر آہستہ آواز سے پڑھیں یا پوری میت کو

پاک چادر سے ڈھانپا ہو اور غسل سے پہلے بھی اس کے پاس بلند آواز سے قرآن پاک پڑھیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی ناگہانی موت سے یکایک مرگیا تو اس کو اتنی دیر چھوڑے رکھیں اور تجہیز و تکفین ملتوی رکھیں جب تک اس کی موت کا یقین نہ ہو جائے۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ اس کی موت کی خبر اس کے رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کو کر دیں تاکہ وہ اس پر نماز پڑھیں۔ مسجد سے موت اور نماز جنازہ کا اعلان کرنا بھی جائز ہے۔

غسل میت

غسل مسنون

مسئلہ: جب گور و کفن کا سب سامان ہو جائے اور نہلانا چاہو تو پہلے کسی تخت یا بڑے تختے کو لوبان یا اگر بتی وغیرہ خوشبو دار چیز کی دھونی دے دو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ چاروں طرف دھونی دو۔ اس سے زیادہ مکروہ ہے پھر مردے کو اس پر لٹا دو اور اس کے کپڑے اتار لو اور کوئی کپڑا ناف سے لے کر زانو تک ڈال دو تاکہ اتنا بدن چھپا رہے۔

مسئلہ: اگر نہلانے کی کوئی جگہ الگ ہے کہ پانی کہیں الگ بہہ جائے گا تو خیر، نہیں تو تخت کے نیچے گڑھا کھدوا لو کہ سارا پانی اس میں جمع رہے۔ اگر گڑھا نہ کھدوایا اور پانی سارے گھر میں پھیلا تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ غرض فقط یہ ہے کہ آنے جانے میں کسی کو تکلیف نہ ہو اور کوئی پھسل کر گر نہ پڑے۔

مسئلہ: نہلانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مردے کو استنجا کرا دو لیکن اس کی رانوں اور استنجے کی جگہ پر اپنا ہاتھ مت لگاؤ اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالو بلکہ اپنے ہاتھ پر کوئی کپڑا لپیٹ لو اور جو کپڑا ناف سے لے کر زانو تک پڑا ہے اس کے اندر تک دھلاؤ، پھر اس کا وضو کرا دو، لیکن نہ کلی کراؤ نہ ناک میں پانی ڈالو اور نہ پہنچوں تک ہاتھ دھلاؤ بلکہ پہلے منہ دھلاؤ پھر ہاتھ کہنی سمیت پھر سر کا مسح پھر دونوں پیر اور اگر تین دفعہ روئی تر کر کے

دانتوں اور مسوڑھوں پر پھیر دی جائے اور ناک کے دونوں سوراخوں میں پھیر دی جائے تو بھی جائز ہے۔ اور اگر مردہ ناپاکی کی حالت میں یا حیض و نفاس میں مر جائے تو اسی طرح سے منہ اور ناک میں پانی پہنچانا ضروری ہے اور ناک اور منہ اور کانوں میں روئی بھر دو تاکہ وضو کراتے وقت اور نہلاتے وقت ان میں پانی نہ جانے پائے۔ جب وضو کرا چکو تو سر کو گل خیرو سے یا کسی اور چیز سے جس سے صاف ہو جائے' جیسے بیسن یا کھلی یا صابن سے مل کر دھوئے اور صاف کر کے پھر مردے کو بائیں کروٹ پر لٹا کر بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا پانی نیم گرم تین دفعہ سر سے پیر تک ڈالو یہاں تک کہ بائیں کروٹ تک پہنچ جائے۔ پھر داہنی کروٹ پر لٹاؤ اور اسی طرح سر سے پیر تک تین دفعہ اتنا پانی ڈالو کہ داہنی کروٹ تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد مردے کو اپنے بدن کی ٹیک لگا کر ذرا بٹھاؤ اور اس کے پیٹ کو آہستہ آہستہ ملو اور دباؤ اگر پاخانہ نکلے تو اس کو صاف کر کے دھو ڈالو اور وضو اور غسل میں اس کے نکلنے سے کچھ نقصان نہیں۔ اب نہ دوہراؤ۔ اس کے بعد پھر اس کو بائیں کروٹ پر لٹاؤ اور کافور پڑا ہوا پانی سر سے پیر تک تین دفعہ ڈالو۔ پھر سارا بدن کسی کپڑے سے صاف کر کے کفنا دو۔

مسئلہ: اگر بیری کے پتے ڈال کر پکایا ہوا پانی نہ ہو تو یہی سادہ نیم گرم پانی کافی ہے۔ اس سے اسی طرح تین دفعہ نہلا وے اور بہت تیز گرم پانی سے مردے کو نہ نہلاؤ اور نہلانے کا یہ طریقہ جو بیان ہوا سنت ہے۔ اگر کوئی اس طرح تین دفعہ نہ نہلائے بلکہ ایک دفعہ سارے بدن کو دھو ڈالے تب بھی فرض ادا ہو گیا۔

مسئلہ: جب مردے کو کفن پر رکھو تو سر پر عطر لگا دو اور اگر مردہ مرد ہو تو داڑھی پر بھی عطر لگا دو پھر پیشانی' ناک اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر کافور مل دو' بعض لوگ کفن میں عطر لگاتے ہیں اور کان میں پھریری رکھ دیتے ہیں یہ سب جہالت ہے جتنا شرع میں حکم آیا ہے اس سے زائد مت کرو۔

غسل میت کا حکم

میت کو غسل دینا زندہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے۔ اسی طرح اس کی تجہیز و تکفین

اور نماز و تدفین بھی فرض کفایہ ہے۔ اگر کوئی میت غسل، کفن یا نماز کے بغیر دفن کر دی جائے تو وہ تمام مسلمان جن کو اس کی خبر تھی گناہ گار ہوں گے۔

مسئلہ: غسل میں میت پر ایک بار پانی بہانا فرض ہے اور تین بار مسنون ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب کر مر گیا ہو تو جس وقت نکالا جائے اس کو غسل دینا فرض ہے۔ پانی میں ڈوبنا غسل کے لیے کافی نہ ہوگا اس لیے کہ میت کو غسل دینا زندوں پر فرض ہے اور ڈوبنے میں ان کا کوئی فعل نہیں ہوا۔ ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے اس کو پانی میں حرکت دے دی جائے تو غسل ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر میت کے اوپر پانی برس جائے اور کسی طرح سے پانی پہنچ جائے تب بھی اس کا غسل دینا فرض رہے گا۔

مسئلہ: اگر کسی آدمی کا صرف سر کہیں دیکھا جائے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا بلکہ یوں ہی دفن کر دیا جائے گا اور اگر کسی آدمی کا بدن نصف سے زیادہ کہیں ملے تو اس کو غسل دینا ضروری ہے خواہ سر کے ساتھ ملے یا سر کے بغیر ملے۔ اور اگر نصف سے زیادہ نہ ہو بلکہ نصف ہو تو اگر سر کے ساتھ ملے تو غسل دیا جائے گا ورنہ نہیں اور نصف سے کم ہو تو غسل نہ دیا جائے گا خواہ سر کے ساتھ ہو یا سر کے بغیر ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی میت کہیں دیکھی جائے اور کسی قرینے سے یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان تھا یا کافر، تو اگر مسلمانوں کے اکثریتی علاقے میں یہ واقعہ ہوا تو اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: اگر مسلمانوں کی نعشیں کافروں کی نعشوں میں مل جائیں اور کوئی پہچان اور تمیز باقی نہ رہے تو ان سب کو غسل دیا جائے گا اور اگر پہچان باقی ہو تو مسلمانوں کی نعشیں علیحدہ کر لی جائیں اور صرف ان ہی کو غسل دیا جائے۔ کافروں کی نعشوں کو غسل نہ دیا جائے۔

مسئلہ: اگر پانی نہ ہونے کے سبب سے کسی میت کو تیمّم کرایا گیا ہو اور پھر پانی مل جائے تو اس کو غسل دے دینا چاہیے۔

کس کو غسل نہیں دیا جائے گا

① مرتد اگر مر جائے تو اس کو غسل نہ دیا جائے گا اور اگر اس کے اہل مذہب اس کی نعش مانگیں تو ان کو بھی نہ دی جائے۔

② باغی لوگ یا ڈاکو اگر مارے جائیں تو ان کے مردوں کو غسل نہ دیا جائے بشرطیکہ عین لڑائی کے وقت مارے جائیں۔

③ جو لوگ شہر میں غارتگری کریں دن میں اسلحہ کے ساتھ اور رات میں خواہ لاٹھی پتھر کے ساتھ اور اسی طرح وہ شخص جو شہر میں کسی جگہ کھڑا ہو جائے اور جو اس طرف کو نکلے اس کا مال چھین لے۔ یہ لوگ بھی جب پکڑ کر مارے جائیں یا مقابلہ میں مارے جائیں تو ان کو غسل نہ دیا جائے گا۔

④ جو مسلمان جل کر کوئلہ ہو گیا ہو اس کو غسل نہ دیا جائے گا۔

کون کس کو غسل دے

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ جس کا رشتہ زیادہ قریب ہو وہ نہلائے اور اگر وہ نہ نہلا سکے تو کوئی اور دین دار نیک آدمی نہلائے۔

مسئلہ: اگر کوئی مرد مر گیا اور مردوں میں سے کوئی نہلانے والا نہیں ہے تو بیوی کے علاوہ اور کسی عورت کو اس کو غسل دینا جائز نہیں اگرچہ محرم ہی ہو۔ اگر اس کی بیوی بھی نہ ہو تو دوسری عورتیں اس کو تیمّم کروا دیں۔ اجنبی عورت ہو تو اس کے بدن پر ہاتھ نہ لگائے بلکہ اپنے ہاتھ میں پہلے دستانے پہن لے پھر تیمّم کرائے اور اگر محرم ہو تو اس کو دستانے پہننے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ: کسی کا خاوند مر گیا تو اس کی بیوی کو اسے نہلانا اور کفنانا درست ہے۔

مسئلہ: اگر بیوی مر جائے تو خاوند کو بدن چھونا اور ہاتھ لگانا درست نہیں۔ البتہ دیکھنا درست ہے اور کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگانا بھی درست ہے۔

مسئلہ: بیوی مر جائے تو اس کا شوہر اس کو غسل نہیں دے سکتا۔

تنبیہ: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات پر غسل دیا تھا۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اصل میں غسل حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے دیا تھا اور چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کے خرچ اور سامان کی فراہمی کی تھی اس لیے یہ غسل ان کی طرف منسوب ہوا۔

مسئلہ: جو عورت حیض یا نفاس سے ہو وہ مردے کو نہ نہلائے کہ یہ مکروہ اور منع ہے۔

متفرقات

مسئلہ: اگر نہلانے میں کوئی عیب دیکھے تو کسی سے نہ کہے۔ اگر مرنے سے خدانخواستہ اس کا چہرہ بگڑ گیا اور کالا ہو گیا تو یہ بھی نہ کہے اور بالکل اس کا چرچا نہ کرے کہ یہ سب ناجائز ہے۔ ہاں اگر وہ بدعتی ہو یا کھلم کھلا کوئی گناہ کرتا ہو جیسے کوئی شرابی ہو یا زانی ہو یا کوئی عورت ناچتی تھی یا گانے بجانے کا پیشہ کرتی تھی یا رنڈی تھی تو ایسی باتیں کہہ دینا درست ہیں تاکہ اور لوگ ایسی باتوں سے بچیں اور توبہ کریں۔ اور اگر کوئی اچھی بات دیکھے جیسے چہرہ پر نورانیت اور رونق کا ہونا تو اس کا ظاہر کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کا کوئی عزیز کافر ہو اور وہ مر جائے تو اس کی نعش اس کے ہم مذہب کو دے دی جائے گی۔ اگر اس کا کوئی ہم مذہب نہ ہو یا ہو مگر لینا قبول نہ کرے تو بدرجہ مجبوری وہ مسلمان اس کافر کو غسل دے مگر مسنون طریقہ سے نہیں یعنی اس کو وضو کرائے نہ اس کا سر دھلائے اور نہ ہی اس کے بدن پر کافور ملے بلکہ جس طرح نجس چیز کو دھوتے ہیں اسی طرح اس کو دھوئے اور کافر دھونے سے پاک نہ ہوگا۔

مسئلہ: کسی کی لاش پانی میں ڈوبنے یا تجہیز و تکفین میں تاخیر یا کسی اور وجہ سے اگر اتنی پھول جائے کہ ہاتھ لگانے کے بھی قابل نہ رہے یعنی غسل کے لیے ہاتھ لگانے سے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں لاش پر صرف پانی بہا دینا کافی ہے۔ کیونکہ غسل میں ملنا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: جس لاش کا گوشت وغیرہ سب علیحدہ ہو گیا اور اس کی صرف ہڈیوں کا

ڈھانچہ برآمد ہوا تو اس ڈھانچہ کو غسل دینے کی ضرورت نہیں۔ اس پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھی جائے بلکہ ویسے ہی کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

مسئلہ: جو شخص آگ یا بجلی سے جل کر مر جائے اسے باقاعدہ غسل و کفن دے کر اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے البتہ جل کر بالکل کوئلہ ہو گیا ہو تو اس کو غسل و کفن دینا اور نماز جنازہ پڑھنا کچھ واجب نہیں یونہی کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دینا چاہیے۔

مسئلہ: اگر ڈاکو یا باغی لڑائی کے دوران میں قتل ہو جائیں تو ان کی اہانت اور دوسروں کی عبرت کے لیے یہ حکم ہے کہ ان کو نہ غسل دیا جائے اور نہ ہی ان کی نماز جنازہ پڑھی جائے بلکہ یونہی دفنا دیا جائے۔ لیکن اگر لڑائی کے بعد قتل کیے گئے یا لڑائی کے بعد اپنی موت سے مر جائیں تو پھر ان کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔ یہی حکم ان لوگوں کا ہے جو قبائلی، وطنی یا لسانی تعصب کے لیے لڑتے ہوئے مارے جائیں۔

بچے کے زندہ یا مردہ پیدا ہونے یا حمل کے گر جانے کے احکام

مسئلہ: جو بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اس سے کوئی آواز یا سانس یا کسی عضو یا آنکھ جھپکنے کی حرکت وغیرہ ایسی پائی جائے جس سے اس کی زندگی معلوم ہو پھر تھوڑی ہی دیر میں مر گیا یا پیدا ہونے کے فوراً بعد ہی مر گیا تو وہ بھی اسی قاعدے سے نہلایا جائے اور کفنانے کے بعد نماز پڑھی جائے پھر دفن کر دیا جائے اور اس کا نام بھی کچھ رکھ دیا جائے۔

مسئلہ: اگر حیات کے مذکورہ بالا آثار تو نہ ہوں لیکن مشین پر کچھ دیر کے لیے کم ہوتی ہوئی حرکت نوٹ کی جائے یا زیادہ سے زیادہ بچہ اپنا ہاتھ سکیڑ لے یا پھیلا دے تو اس سے حیات نہ ہو گی اور یہ سمجھا جائے گا کہ بچہ مردہ پیدا ہوا ہے۔

مسئلہ: جو بچہ ماں کے پیٹ سے مرا ہوا پیدا ہوا اور پیدا ہوتے وقت زندگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی اس کو بھی اسی طرح نہلاؤ لیکن قاعدے کے موافق کفن نہ دو بلکہ کسی ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دو اور نام اس کا بھی کچھ نہ کچھ رکھ دینا چاہیے۔

مسئلہ: لڑکے کا فقط سر نکلا۔ اس وقت وہ زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کا وہی حکم ہے جو

مردہ پیدا ہونے کا حکم ہے۔ البتہ اگر زیادہ حصہ نکل آیا اور اس کے بعد مرا تو ایسا کہیں گے کہ زندہ پیدا ہوا۔ اگر سر کی طرف سے پیدا ہوا تو سینے تک نکلنے سے سمجھیں گے کہ زیادہ حصہ نکل آیا اور اگر الٹا پیدا ہوا تو ناف تک نکلنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر حمل گر جائے تو اگر بچہ کے ہاتھ پاؤں منہ ناک وغیرہ کچھ بنے نہ ہوں تو نہ نہلائے اور نہ کفنائے' کچھ بھی نہ کرے بلکہ کسی کپڑے میں لپیٹ کر ایک گڑھا کھود کر گاڑھ دو اور اگر بچہ کے کچھ عضو بن گئے ہوں تو اس کا وہی حکم ہے جو مردہ بچہ پیدا ہونے کا ہے یعنی نام رکھا جائے اور نہلایا جائے لیکن قاعدہ کے موافق کفن نہ دیا جائے نہ نماز پڑھی جائے بلکہ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔

کفنانے کا بیان

مرد کا کفن

تین کپڑے ہیں' ایک چادر ایک ازار اور ایک کرتہ۔

مسئلہ: مرد کے کفن میں اگر دو ہی کپڑے ہوں یعنی چادر اور ازار ہو اور کرتہ نہ ہو تب بھی کچھ حرج نہیں۔ دو کپڑے بھی کافی ہیں اور دو سے کم دینا مکروہ ہے لیکن اگر کوئی مجبوری اور لاچاری ہو تو مکروہ بھی نہیں۔

مسئلہ: جو لڑکا قریب البلوغ ہو اس کا کفن بالغ کے کفن کی طرح ہے اور جو لڑکا بہت چھوٹا ہو اس کے لیے کفن کا ایک کپڑا بھی جائز ہے لیکن زیادہ بہتر یہی ہے کہ اس کو بھی تین کپڑوں میں کفن دیا جائے۔

عورت کا کفن

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنانا سنت ہے۔ ایک کرتہ' دوسرے ازار' تیسرے سینہ بند' چوتھے چادر اور پانچویں سر بند (دوپٹہ)

مسئلہ: اگر کوئی پانچ کپڑوں میں نہ کفنائے بلکہ فقط تین کپڑے کفن میں دے ایک ازار' دوسرے چادر' تیسرے سر بند تو یہ بھی درست ہے اور اتنا کفن بھی کافی ہے اور تین

کپڑوں سے بھی کم دینا مکروہ اور برا ہے۔ ہاں اگر کوئی مجبوری اور لاچاری ہو تو کم دینا بھی درست ہے۔

مسئلہ: اگر چھوٹی لڑکی مر جائے جو ابھی جوان نہیں ہوئی لیکن جوانی کے قریب پہنچ گئی تو اس کے بھی وہی پانچ کپڑے سنت ہیں جو جوان عورت کے لیے ہیں۔ اگر پانچ کپڑے نہ دو تو تین ہی کپڑے دو تب بھی کافی ہے غرض کہ جو حکم سیانی عورت کا ہے وہی کنواری اور چھوٹی لڑکی کا حکم ہے مگر سیانی کے لیے وہ حکم تاکیدی ہے اور کم عمر کے لیے بہتر ہے۔

مسئلہ: جو لڑکی بہت چھوٹی ہو اور جوانی کے قریب بھی نہ ہوئی ہو اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ پانچ کپڑے دیئے جائیں اور دو کپڑے دینا بھی درست ہے ایک ازار اور ایک چادر۔

کفن کی لمبائی

مسئلہ: مرد اور عورت دونوں کے لیے ازار کی لمبائی سر سے پاؤں تک ہے اور چادر کی لمبائی ازار سے ایک بالشت زیادہ ہے اور کرتہ کی لمبائی گردن سے پاؤں تک ہے۔ کرتہ میں نہ کلیاں ہوں نہ آستین ہوں۔

مسئلہ: عورتوں کے لیے سر بند تین ہاتھ لمبا ہو۔

مسئلہ: عورتوں کے لیے سینہ بند اگر بغل سے لے کر رانوں تک ہو تو زیادہ اچھا ہے ورنہ ناف تک بھی درست ہے۔

مسئلہ: جو چادر جنازہ کے اوپر یعنی چارپائی پر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے۔ کفن فقط اتنا ہی ہے جو بیان ہوا۔

کفنانے کا مستحب طریقہ

مسئلہ: پہلے کفن کو تین دفعہ یا پانچ دفعہ یا سات دفعہ لوبان وغیرہ کی دھونی دے دو

تب اس میں مردے کو کفنا دو۔

مردوں کے لیے

پہلے چادر بچھاؤ پھر اس کے اوپر ازار اور اس کے اوپر کرتہ بچھاؤ۔ پھر مردے کو اس کے اوپر لے جا کر پہلے کرتہ پہناؤ۔ پھر ازار لپیٹ دو۔ پہلے بائیں طرف لپیٹو پھر دائیں طرف، پھر چادر لپیٹو پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف۔

عورتوں کے لیے

پہلے چادر بچھاؤ پھر ازار اس کے اوپر کرتہ پھر مردے کو اس پر لے جا کر پہلے کرتہ پہناؤ اور سر کے بالوں کو دو حصے کر کے کرتے کے اوپر سینہ پر ڈال دو ایک حصہ داہنی طرف ایک بائیں طرف اس کے بعد سر بند سر پر اور بالوں پر ڈال دو۔ اس کو باندھو نہ لپیٹو پھر ازار لپیٹ دو۔ پہلے بائیں طرف لپیٹو پھر دائیں طرف اس کے بعد سینہ بند باندھ دو۔ پھر چادر لپیٹو پہلے بائیں طرف پھر دائیں طرف۔

مسئلہ: سینہ بند کو اگر سر بند کے بعد ازار لپیٹنے سے پہلے ہی باندھ دیا تو یہ بھی جائز ہے اور اگر سب کفنوں سے اوپر باندھے تو بھی درست ہے۔

تنبیہ: مرد ہو یا عورت کسی دھجی سے پیر اور سر کی طرف کفن باندھ دو اور ایک پٹی سے کمر کے پاس بھی باندھ دو کہ راستہ میں کہیں کھل نہ پڑے۔

کفنانے کے دیگر مسائل

مسئلہ: اگر انسان کا کوئی عضو یا نصف جسم بغیر سر کے پایا جائے تو اس کو بھی کسی نہ کسی کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔ ہاں اگر نصف جسم کے ساتھ سر بھی ہو یا نصف سے زیادہ حصہ جسم کا ہو گو سر نہ ہو تو پھر کفن مسنون دینا چاہیے۔

مسئلہ: کسی انسان کی قبر کھل جائے اور کسی وجہ سے اس کی نعش باہر نکل آئے اور اس پر کفن نہ ہو تو اس کو بھی کفن مسنون دینا چاہیے بشرطیکہ وہ نعش پھٹی نہ ہو اور اگر پھٹ گئی ہو تو صرف کپڑے میں لپیٹ دینا کافی ہے۔ اگر ایک ہی لاش کے ساتھ یہ واقعہ بار بار پیش

آئے مثلاً کوئی کفن چور بار بار ایسی حرکت کر جائے تو ہر مرتبہ اسے کفن دیا جائے۔

مسئلہ: کفن اچھا ہونا چاہیے یعنی اس کی مالی حالت اور جس قسم کے کپڑے وہ استعمال کرتا تھا اس کا اعتبار کر کے سفید اور صاف ستھرا کفن دیا جائے۔

مسئلہ: کفن رنگین کپڑے کا ہو تو یہ بھی جائز ہے البتہ مردوں کے لیے زعفران یا کسم میں رنگے ہوئے کپڑے کا کفن جائز نہیں۔

مسئلہ: کفن پر کلمہ وغیرہ لکھنا یا کفن کے اندر عہد نامہ یا اپنے پیر کا شجرہ رکھنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ یہ بدعت بھی ہے اور اس میں کلمہ اور اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کا اندیشہ بھی ہے کیونکہ عام طور سے میت کچھ عرصہ میں پھول کر پھٹ جاتی ہے۔

مسئلہ: کفن پر عطر لگانا یا عطر کی پھریری میت کے کان میں رکھنا ناجائز ہے۔

مسئلہ: میت خواہ عالم ہو یا عام شخص ہو اس کے کفن میں عمامہ باندھنا مکروہ اور بدعت ہے۔

مسئلہ: جو شخص حالت احرام میں مر جائے اس کو بھی عام مردوں کی طرح غسل دیا جائے اور کفن پہنایا جائے اور خوشبو وغیرہ بھی لگائی جائے۔

مسئلہ: غلاف کعبہ کا ٹکڑا جس پر کوئی آیت یا کلمہ نہ لکھا ہو یا کوئی اور متبرک کپڑا کفن کے ساتھ بطور تبرک رکھ سکتے ہیں۔

مسئلہ: کفن کو برکت کے لیے آب زمزم میں دھویا تو جائز ہے۔

نماز جنازہ کے مسائل

نماز جنازہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے اس میت کے لیے دعا ہے۔

نماز جنازہ کا حکم

میت پر نماز جنازہ پڑھنا فرض کفایہ ہے یعنی اگر کسی نے بھی اس پر نماز نہ پڑھی تو جن جن لوگوں کو معلوم تھا وہ سب گنہگار ہوں گے اور اگر صرف ایک شخص نے بھی پڑھ لی

تو فرض کفایہ ادا ہو گیا کیونکہ جماعت نماز جنازہ کے لیے شرط یا واجب نہیں۔

نماز جنازہ کا وقت

جب جنازہ حاضر ہو جائے وہی اس نماز کا وقت ہے۔ اگر جنازہ مکروہ اوقات (طلوع آفتاب' نصف النہار اور غروب آفتاب) میں تیار ہوا ہو تو اسی وقت پڑھی جائے اور اگر جنازہ تیار ہو چکا تھا لیکن پھر تاخیر کی اور مکروہ وقت شروع ہو گیا تو مکروہ وقت میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ مکروہ وقت گزار کر پڑھیں۔

نماز جنازہ کے فرض ہونے کی شرطیں

نماز جنازہ کے فرض ہونے کی وہی سب شرطیں ہیں جو اور نمازوں کی اوپر ذکر ہوئی ہیں۔ ہاں اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے وہ یہ کہ اس شخص کی موت کا علم بھی ہو۔ پس جس کو خبر نہ ہوگی وہ معذور ہے۔ نماز جنازہ اس پر ضروری نہیں۔

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی شرطیں

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کے لیے دو قسم کی شرطیں ہیں۔

پہلی قسم کی وہ شرطیں جو نماز پڑھنے والوں سے تعلق رکھتی ہیں یہ وہی ہیں جو اور نمازوں کے لیے اوپر بیان ہو چکیں یعنی طہارت' ستر عورت' استقبال قبلہ اور نیت۔ ہاں وقت اس کے لیے شرط نہیں اور اس کے لیے تیمّم نماز نہ ملنے کے خیال سے جائز ہے مثلاً نماز جنازہ ہو رہی ہو اور وضو کرنے میں یہ خیال ہو کہ نماز ختم ہو جائے گی تو تیمّم کر لے بخلاف اور نمازوں کے کہ ان میں اگر وقت کے چلے جانے کا خوف ہو تو تیمّم جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر جوتا پہن کر نماز جنازہ پڑھیں تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جس جگہ پر کھڑے ہوں وہ جگہ اور جوتے دونوں پاک ہوں۔ اور اگر جوتا پیر سے نکال دیا جائے اور اس پر کھڑے ہوں تو صرف جوتے کے اوپر کا حصہ جو پیر سے متصل ہو اس کا پاک ہونا ضروری ہے اگرچہ تلا ناپاک ہو۔

دوسری قسم کی شرطیں وہ ہیں جن کا تعلق میت سے ہے۔ میت سے مراد وہ شخص ہے جو زندہ پیدا ہو کر مر گیا ہو۔ اگر مرا ہوا بچہ پیدا ہوا ہو تو اس کی نماز درست نہیں۔ وہ

شرطیں یہ ہیں

① میت کا مسلمان ہونا۔ پس کافر اور مرتد کی نماز صحیح نہیں۔

مسئلہ: مسلمان اگرچہ فاسق اور بدکار یا بدعتی ہو اس کی نماز صحیح ہے اور پڑھی جائے گی البتہ جو دینی مقتدا ہوں وہ زجر کے طور پر شریک نہ ہوں۔

مسئلہ: جس نے اپنی جان خودکشی کر کے دی ہو اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: جس بچے کا باپ یا ماں مسلمان ہو وہ بچہ مسلمان سمجھا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: جو لوگ بادشاہ برحق سے بغاوت کریں اور مارے جائیں یا ڈاکہ زنی و رہزنی میں مارے جائیں یا رات کو شہر میں ہتھیار لگا کر لوٹ مار کریں اور مارے جائیں یا جو شخص کسی کا مال چھینتا ہوا مارا جائے یا کسی کی ناحق حمایت و پاس داری کرتا ہوا مارا جائے یا کسی نے اپنے ماں باپ کو قتل کیا اور اس کی سزا میں مارا جائے تو مسلمان ہونے کے باوجود ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی جائے گی۔

② میت کے بدن اور کفن کا نجاست حقیقی اور حکمی سے پاک ہونا۔ اگر نجاست حقیقی اس کے بدن سے کفنانے کے بعد خارج ہوئی ہو اور اس سبب سے اس کا بدن یا کفن بالکل نجس ہو جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ نماز درست ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی میت نجاست حکمی سے پاک نہ ہو یعنی اس کو غسل نہ دیا گیا ہو یا غسل کے ناممکن ہونے کی صورت میں تیمّم نہ کرایا گیا ہو اس کی نماز درست نہیں۔ ہاں اگر اس کا پاک ہونا ممکن نہ ہو مثلاً غسل یا تیمّم کے بغیر کفن کر دیا گیا ہو اور قبر پر مٹی بھی پڑ چکی ہو تو پھر اس کی نماز اس کی قبر پر اسی حالت میں پڑھنا جائز ہے۔

اگر کسی میت پر غسل یا تیمّم کے بغیر نماز پڑھی گئی ہو اور وہ دفن کر دیا گیا ہو اور دفن کے بعد علم ہوا کہ اس کو غسل نہ دیا گیا تھا تو اس کی نماز دوبارہ اس کی قبر پر پڑھی جائے اس لیے کہ پہلی نماز صحیح نہیں ہوئی اور اب چونکہ غسل ممکن نہیں رہا لہٰذا نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: میت جس جگہ رکھی ہو اس جگہ کا پاک ہونا شرط نہیں جب کہ میت پاک

پلنگ یا تخت پر ہو اور اگر پلنگ یا تخت بھی ناپاک ہو یا پلنگ وتخت کے بغیر ناپاک زمین پر رکھ دی جائے تو اس صورت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک میت کی جگہ کی طہارت شرط ہے اور بعض کے نزدیک شرط نہیں۔ اس لیے نماز صحیح ہو جائے گی۔

③ میت کے جسم کے واجب الستر حصہ کا پوشیدہ ہونا۔ اگر میت بالکل برہنہ ہو تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔

④ میت کا نماز پڑھنے والے کے آگے ہونا۔ اگر میت نماز پڑھنے والے کے پیچھے ہو تو درست نہیں۔

⑤ میت کا یا جس چیز پر میت ہو اس کا زمین پر رکھا ہوا ہونا۔ اگر میت کو لوگ اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوں یا کسی گاڑی یا جانور پر ہو اور اسی حالت میں اس کی نماز پڑھی جائے تو صحیح نہ ہوگی۔

⑥ میت کا وہاں موجود ہونا۔ اگر میت وہاں موجود نہ ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ لہٰذا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا صحیح نہیں ہے۔ میت کے موجود ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کا کل جسم یا اکثر حصہ جسم اگرچہ سر کے بغیر ہو یا نصف حصہ مع سر کے موجود ہو۔ اگر اس قدر میت موجود نہ ہو مثلاً صرف سر موجود ہو یا نصف حصہ جسم سر کے بغیر موجود ہو تو اس پر نماز جنازہ صحیح نہیں ہے۔

تنبیہ: رسول اللہ ﷺ نے صرف دو حضرات کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ایک نجاشی کی اور دوسرے معاویہ بن معاویہ مزنی کی۔ (رضی اللہ عنہما) ان کے علاوہ کسی اور کی غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی حالانکہ بہت سے قریبی صحابہ کا آپ سے دور انتقال ہوا یا شہادت ہوئی۔ ان دو حضرات کا قصہ جن حدیثوں میں ملتا ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزے کے طور پر ان کے جنازے اور آپ ﷺ کے درمیان سے پردے ہٹا دیے گئے تھے مثلاً نجاشی کے قصہ میں یہ الفاظ ملتے ہیں وَهُمْ لَا يَظُنُّوْنَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَتَهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی صحابہ کا خیال یہی تھا کہ نجاشی کا جنازہ آپ ﷺ کے سامنے ہے۔ اسی طرح معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں یہ الفاظ ہیں۔ اِنَّهٗ رُفِعَتِ الْحُجُبُ حَتّٰى شَهِدَ جَنَازَتَهٗ یعنی پردے ہٹا دیے گئے یہاں تک کہ آپ ان کے جنازے کے سامنے تھے۔

نماز جنازہ کے فرائض

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں۔

① چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا' ہر تکبیر یہاں قائم مقام ایک رکعت کے سمجھی جائے گی۔

② قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھنا جس طرح فرض واجب نمازوں میں قیام فرض ہے اور بغیر عذر کے اس کا ترک جائز نہیں۔

مسئلہ: رکوع' سجدہ' قعدہ وغیرہ اس نماز میں نہیں۔

نماز جنازہ کی سنتیں

نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں۔

١ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا۔

٢ نبی ﷺ پر درود پڑھنا۔

٣ میت کے لیے دعا کرنا۔

نماز جنازہ میں جماعت

اس میں جماعت شرط نہیں ہے پس اگر ایک شخص بھی جنازے کی نماز ادا کرے تو فرض ادا ہو جائے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت' بالغ ہو یا نابالغ۔

ہاں یہاں جماعت کی ضرورت زیادہ ہے اس لیے کہ یہ میت کے لیے دعا ہے اور چند مسلمانوں کا جمع ہو کر بارگاہ الٰہی میں کسی چیز کے لیے دعا کرنا نزول رحمت اور قبولیت دعا کے لیے ایک عجیب خاصیت رکھتا ہے۔

نماز جنازہ کا مسنون و مستحب طریقہ

میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہو جائے اور سب لوگ میت کے لیے نماز جنازہ کی نیت کریں۔ نیت کر کے دونوں ہاتھ تکبیر تحریمہ کی مثل کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ مثل نماز کے باندھ لیں۔ پھر سبحانک اللھم آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد پھر ایک بار اللہ اکبر کہیں مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ

اٹھائیں۔ اس کے بعد درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود شریف پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں۔ اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں۔ اس تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کریں۔ اگر وہ بالغ ہو خواہ مرد ہو یا عورت' یہ دعا پڑھیں۔

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ))

یا یہ دعا پڑھے یا دونوں ہی پڑھ لے

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ مَنْزِلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْرًا مِنْ اَھْلِہٖ وَزَوْجًا خَیْرًا مِنْ زَوْجِہٖ وَاَدْخِلْہُ الْجَنَّۃَ وَاَعِذْہُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ))

اگر میت نابالغ لڑکا ہو یا ایسا مرد ہو جو بالغی سے مجنون ہو تو یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا))

اگر نابالغ لڑکی ہو یا بچپن سے مجنون عورت ہو تو یہی دعا ان الفاظ سے پڑھیں:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّ اجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَۃً وَّمُشَفَّعَۃً))

مسئلہ: اگر کسی شخص کو نماز جنازہ کی منقول دعا یاد نہ ہو تو اس کو صرف اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کہہ دینا کافی ہے۔ اگر یہ بھی نہ کہہ سکے اور صرف چار تکبیروں پر اکتفا کرے تب بھی نماز جنازہ ہو جائے گی اس لیے کہ یہ دعا فرض نہیں ہے بلکہ سنت ہے اور اسی طرح درود شریف بھی فرض نہیں ہے۔

جب یہ دعا پڑھ چکیں تو پھر ایک مرتبہ اللہ اکبر کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ

اٹھائیں۔ اس تکبیر کے بعد ہاتھ کھول دیں اور سلام پھیر دیں۔ اگر ہاتھ باندھے باندھے سلام پھیرا اس کے بعد ہاتھ چھوڑے تو اس کی بھی گنجائش ہے اور یہ اختلاف صرف اولویت کا ہے۔ سلام میں امام میت کی طرف کے مقتدیوں کی اور حفاظت کے فرشتوں کی نیت کرے جب کہ مقتدی جس طرف میت اور امام ہو اس طرف ان کی اور دونوں طرف دیگر مقتدیوں اور حفاظت کے فرشتوں کی نیت کرے۔

مسئلہ: نماز جنازہ امام اور مقتدی دونوں کے حق میں یکساں ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ امام تکبیریں اور سلام بلند آواز سے کہے گا اور مقتدی آہستہ آواز سے۔ ثنا' درود اور دعا دونوں ہی آہستہ آواز سے پڑھیں گے یہی سنت ہے۔

مسئلہ: نماز جنازہ میں التحیات اور قرآن مجید کی تلاوت نہیں ہے۔ تلاوت کی نیت سے قرآن پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ سورہ فاتحہ کو حمد و ثناء کی نیت سے پڑھ سکتے ہیں تلاوت کی نیت سے نہیں۔

نماز جنازہ کے بعد دعا

نماز جنازہ درحقیقت میت کے لیے خود دعا ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد وہیں ٹھہر کر دعا میں مشغول ہونے میں دو خرابیاں ہیں۔ ایک یہ کہ چونکہ سلام کے بعد وہیں ٹھہر کر دعا کرنا شرع سے ثابت نہیں اس لیے یہ دین میں اپنی طرف سے اضافہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اس سے جنازہ لے جانے میں تاخیر ہوتی ہے جب کہ شرع کا حکم ہے کہ جنازہ لے جانے میں جلدی کرو۔ ہاں چلتے چلتے لوگ میت کے لیے اپنے اپنے طور پر دعا کرتے جائیں تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

نماز جنازہ میں صف بندی

مسئلہ: جنازے کی نماز میں مستحب ہے کہ حاضرین کی تین صفیں کر دی جائیں یہاں تک کہ اگر صرف سات آدمی ہوں تو ایک آدمی ان میں سے امام بنا دیا جائے اور پہلی صف میں تین آدمی کھڑے ہوں اور دوسری صف میں دو اور تیسری میں ایک اور اگر آدمی زیادہ ہوں تو پانچ یا سات وغیرہ طاق صفیں بنانا مستحب ہے۔

نماز جنازہ کے مفسدات

مسئلہ: جنازے کی نماز بھی ان چیزوں سے فاسد ہو جاتی ہے جن چیزوں سے دوسری نمازوں میں فساد آ جاتا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ جنازے کی نماز میں قہقہے سے وضو نہیں جاتا اور عورت کی محاذات سے بھی اس میں فساد نہیں آتا۔

مسجد میں نماز جنازہ

مسئلہ: جنازے کی نماز اس مسجد میں پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جو پنج وقتی نمازوں اور جمعہ کی نماز کے لیے بنائی گئی ہو خواہ جنازہ مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر اور نماز پڑھنے والے اندر ہوں۔ ہاں جو خاص نماز جنازہ کے لیے بنائی گئی ہو اس میں مکروہ نہیں۔

ایک وقت میں اگر کئی جنازے جمع ہوں

مسئلہ: اگر ایک ہی وقت میں کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازے کی نماز علیحدہ پڑھی جائے اور اگر سب جنازوں کی ایک ہی نماز پڑھی جائے تب بھی جائز ہے اور اس وقت چاہیے کہ سب جنازوں کی صف قائم کر دی جائے جس کی بہتر صورت یہ ہے کہ ایک جنازے کے آگے دوسرا جنازہ رکھ دیا جائے کہ سب کے پیر ایک طرف ہوں اور سب کے سر ایک طرف اور یہ صورت اس لیے بہتر ہے کہ اس میں سب کا سینہ امام کے مقابل ہو جائے گا جو مسنون ہے۔

مسئلہ: اگر جنازے مختلف اصناف کے ہوں تو اس ترتیب سے ان کی صف قائم کی جائے کہ امام کے قریب مردوں کے جنازے ہوں ان کے بعد لڑکوں کے اور ان کے بعد بالغ عورتوں کے اور ان کے بعد نابالغ لڑکیوں کے۔

مسئلہ: جب بالغوں اور نابالغوں کی نماز جنازہ اکٹھی پڑھی جائے تو پہلے بالغوں کی دعا پڑھیں پھر بچوں اور نابالغوں کی دعا پڑھیں۔

نماز جنازہ میں امامت کا حقدار

جنازہ کی نماز میں امامت کا استحقاق سب سے زیادہ بادشاہ وقت کو ہے گو تقویٰ

اور پرہیز گاری میں اس سے بہتر لوگ بھی وہاں موجود ہوں۔ اگر بادشاہ وقت وہاں نہ ہو تو اس کا نائب یعنی جو شخص اس کی طرف سے حاکم شہر ہو وہ مستحق امامت ہے اور وہ بھی نہ ہو تو قاضی شہر، وہ بھی نہ ہو تو اس کا نائب۔ ان لوگوں کے ہوتے ہوئے دوسرے کو امام بنانا ان کے اذن کے بغیر جائز نہیں ان ہی کو امام بنانا واجب ہے اگر ان میں سے کوئی وہاں موجود نہ ہو تو اگر محلّہ کی مسجد کا امام میت کے ولی سے افضل ہو تو مستحب یہ ہے کہ امام محلّہ زیادہ حقدار ہے اور اگر کوئی ولی اس سے بہتر ہو تو پھر ولی زیادہ حقدار ہے یا وہ شخص جس کو ولی اجازت دے دے۔

مسئلہ: اگر میت کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی ایسے شخص نے نماز پڑھا دی ہو جس کو امامت کا استحقاق نہیں اور ولی خود اس نماز میں شریک نہ ہوا ہو تو ولی کو اختیار ہے کہ اسی میت پر پھر دوبارہ نماز پڑھ لے، حتیٰ کہ اگر میت دفن ہو چکی ہو تب بھی اس کی قبر پر نماز پڑھ سکتا ہے تاوقتیکہ نعش کے پھٹ جانے کا خیال نہ ہو۔

مسئلہ: اگر بادشاہ وقت وغیرہ کے موجود نہ ہونے کے وقت ولی میت نے نماز پڑھائی ہو تو بادشاہ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہیں بلکہ اگر بادشاہ وقت وغیرہ کی موجودگی میں ولی میت نماز پڑھا دے تب بھی بادشاہ وقت وغیرہ کو اعادہ کا اختیار نہ ہوگا گو ایسی حالت میں بادشاہ وقت وغیرہ کو امام نہ بنانے سے ترک واجب کا گناہ میت کے اولیاء پر ہوگا۔

مسئلہ: جس صورت میں ولی کو میت پر نماز جنازہ کے اعادہ کا حق ہے اور وہ اعادہ کرے تو جو لوگ پہلی نماز میں شریک نہیں تھے وہ ولی کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں اور جو لوگ پہلی نماز میں شریک تھے وہ ولی کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے۔

مسئلہ: اگر میت نے وصیت کی کہ فلاں شخص میری نماز پڑھائے یا فلاں شخص مجھے غسل دے تو اس وصیت کو پورا کرنا لازم نہیں ہے اور اس وصیت سے ولی کا حق ختم نہیں ہوگا۔ ولی کو اختیار ہے کہ چاہے خود پڑھائے یا کسی اور سے پڑھوائے یا جس کے بارے میں میت نے خواہش ظاہر کی ہے اس سے پڑھوائے۔

متفرقات

مسئلہ: میت کی نماز میں اس غرض سے تاخیر کرنا کہ جماعت زیادہ ہو جائے مکروہ ہے۔

مسئلہ: جنازے کی نماز بیٹھ کر یا سواری کی حالت میں پڑھنا جائز نہیں جب کہ کوئی عذر نہ ہو۔

مسئلہ: ولی کے جنازہ پڑھ لینے کے بعد پھر کسی کو دوبارہ پڑھنے کا اختیار نہیں ہے۔

مسئلہ: جو شخص ملبے کے نیچے دب کر مر جائے اور کوشش کے باوجود وہاں سے نکالا نہ جا سکے تو جب تک گمان غالب ہو کہ میت پھولی پھٹی نہیں ہوگی اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

مسئلہ: کافر اور مسلمان ایک جگہ جل کر مر جائیں اور ان کے درمیان شناخت نہ ہو سکے تو دونوں کو سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھیں اور نیت یہ کریں کہ ان میں سے مسلمان پر پڑھ رہے ہیں۔

مسئلہ: فرض نماز کی جماعت کے وقت میں اگر جنازہ آ جائے تو آج کل کے دور میں بعد کی سنت مؤکدہ کے بعد نماز جنازہ پڑھی جائے کیونکہ لوگوں میں سستی کی وجہ سے سنت مؤکدہ کے ترک ہونے کا خطرہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نماز جنازہ

رسول اللہ ﷺ پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے نماز جنازہ انفراداً پڑھی اور نماز اسی طرح پڑھی گئی جس طرح سے مسلمانوں کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ ایک جماعت حجرہ شریفہ میں داخل ہوتی اور وہ لوگ بلا کسی امام کے نماز پڑھتے۔ جب یہ فارغ ہو کر نکلتی تو دوسری جماعت داخل ہوتی۔ نبی ﷺ کی تدفین میں تاخیر کی بڑی وجہ یہی تھی کیونکہ حجرہ شریفہ بہت چھوٹا تھا اور ہر شخص کو نماز پڑھنی تھی۔

نبی ﷺ کی وفات پر جب لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے نماز جنازہ کے

بارے میں پوچھا تو انہوں نے یہ طریقہ بتایا اور اس کی ہدایت خود نبی کریم ﷺ اپنی زندگی میں فرما چکے تھے۔

جنازہ لے چلنے کے احکام

مسئلہ: جب میت کی نماز سے فراغت ہو جائے تو فوراً اس کو دفن کرنے کے لیے جہاں قبر کھدی ہے لے جانا چاہیے۔

مسئلہ: اگر میت کوئی شیر خوار بچہ یا اس سے کچھ بڑا ہو تو لوگوں کو چاہیے کہ اس کو دست بدست لے جائیں یعنی ایک اس کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا لے پھر اس سے دوسرا آدمی لے لے۔ اسی طرح بدلتے ہوئے لے جائیں اور اگر میت کوئی بڑا آدمی ہو تو اس کو کسی چارپائی وغیرہ پر رکھ کر لے جائیں اور اس کے چاروں پایوں کو ایک ایک آدمی اٹھائے۔ میت کی چارپائی ہاتھوں سے اٹھا کر کندھوں پر رکھنا چاہیے۔ میت کو مثل مال و اسباب کے شانوں پر لادنا مکروہ ہے۔ اسی طرح بلا عذر اس کا کسی جانور یا گاڑی وغیرہ پر رکھ کر لے جانا مکروہ ہے اور عذر ہو تو بلا کراہت جائز ہے مثلاً قبرستان بہت دور ہو۔

مسئلہ: میت کے اٹھانے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پہلے چارپائی کا اگلا داہنا پایہ اپنے داہنے شانہ پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے۔ اس کے بعد پچھلا داہنا پایہ داہنے شانہ پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے اس کے بعد اگلا بایاں پایہ بائیں شانے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر پچھلا بایاں پایہ بائیں شانے پر رکھ کر کم سے کم دس قدم چلے تاکہ چاروں پایوں کو ملا کر چالیس قدم ہو جائیں۔

مسئلہ: جنازے کا تیز قدم لے جانا مسنون ہے مگر نہ اس قدر کہ نعش کو حرکت و اضطراب ہونے لگے۔

مسئلہ: جو لوگ جنازے کے ہمراہ جائیں ان کو قبل اس کے کہ جنازہ شانوں سے اتارا جائے بیٹھنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر کوئی ضرورت بیٹھنے کی پیش آئے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ جنازہ رکھنے کے بعد اگر کوئی ضرورت اور مجبوری نہ ہو تو بیٹھ جائیں۔ بلا مجبوری کے کھڑے رہنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: جو لوگ جنازے کے ساتھ ہوں ان کو جنازہ کے پیچھے چلنا مستحب ہے۔ اگرچہ جنازے کے آگے چلنا بھی جائز ہے۔ ہاں اگر سب لوگ جنازے کے آگے ہو جائیں تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اسی طرح جنازے کے آگے کسی سواری پر چلنا بھی مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر اس سے دوسروں کو تکلیف بھی ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: جنازے کے ہمراہ پاپیادہ چلنا مستحب ہے اور اگر کسی سواری پر ہو تو جنازے کے پیچھے چلے۔

مسئلہ: جنازے کے ہمراہ جو لوگ ہوں ان کو کوئی دعا یا ذکر بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ کراہت تحریمی ہے۔ اسی طرح کلمہ شہادت کا اعلان کرتے ہوئے جنازہ اٹھانا بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو جنازے کے ہمراہ جانا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: رونے والی عورتوں یا بین کرنے والیوں کا جنازہ کے ساتھ جانا ممنوع ہے۔

مسئلہ: جنازہ دیکھ کر میت کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا جائز نہیں اور یہ کوئی سنت نہیں ہے۔ ایسے ہی چلتے ہوئے رکنا بھی جائز نہیں۔ البتہ اس غرض سے رکنا کہ جنازہ کے گزرنے میں سہولت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ جب جنازہ سامنے سے گزرے یا جنازے پر نظر پڑے تو یہ دعا پڑھے۔

((سُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ))

شہید کے احکام

شہید اس شخص کو کہتے ہیں جس کے لیے خاص سبب سے جنت کی شہادت دی گئی ہے۔ پھر شہید کی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول

جس کے لیے صرف آخرت میں شہادت کا ثواب ہوتا ہے۔ غسل اور کفن دفن میں اس کا وہی حکم ہے جو عام مردوں کا ہے یعنی غسل بھی دیا جائے گا اور کفن بھی دیا

جائے گا۔ اس قسم کے شہید بہت سے ہیں مثلاً:

۱ جو پیٹ کی بیماری جیسے اسہال میں مرے۔
۲ پانی میں ڈوب کر مرا یا آگ میں جل کر مرا۔
۳ جس پر دیوار وغیرہ گر پڑے اور مر جائے یا سواری کے حادثہ سے مر جائے۔
۴ جو مسافرت میں مرا۔
۵ جو بخار میں مرا۔
۶ کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ہو یا کسی موذی جانور سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے مرا ہو۔
۷ علم دین کی طلب میں مرا ہو۔
۸ کفار سے سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے مرا ہو۔
۹ جو مرض طاعون سے مرا۔
۱۰ جو عورت بچہ پیدا ہونے سے مرے خواہ وضع حمل کے وقت مرے یا اس کے بعد نفاس کی مدت پوری ہونے سے پہلے کسی وقت مرے۔

۱ تنبیہ: ان کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتیں ہیں۔

۲ تنبیہ: اس قسم کی شہادت کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو اصلی اور کامل شہید جیسا اجر و ثواب ملتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کے اجر و ثواب کی جنس وہی ہوگی جو کامل شہید کے اجر و ثواب کی ہے اگرچہ دونوں ثوابوں کی مقدار میں خاصا فرق ہے۔

قسم دوم:

یعنی کامل شہید۔

اس سے مراد وہ مکلّف مسلمان ہے جو بے گناہ بطور ظلم کسی آلہ جارحہ سے قتل کیا گیا ہو اور نفس قتل سے مال واجب نہ ہوا ہو بلکہ قصاص واجب ہوا ہو یا کسی کافر حربی یا باغی یا ڈاکو نے آلہ جارحہ کے بغیر ہی قتل کیا ہو یا وہ اس کے قتل کا سبب ہوئے ہوں اور اس نے راحت دنیا سے نفع نہ اٹھایا ہو۔

ایسے شہید کو غسل نہیں دیا جاتا بلکہ خون سمیت ہی دفن کیا جاتا ہے۔

کامل شہید کی شرائط

① مسلمان ہونا' پس غیر مسلم کے لیے کسی قسم کی شہادت ثابت نہیں ہوسکتی۔

② مکلف یعنی عاقل بالغ ہونا' پس جو شخص حالت جنون وغیرہ میں مارا جائے یا عدم بلوغ کی حالت میں تو اس کے لیے شہادت کے وہ احکام جن کا ذکر آگے ہے ثابت نہ ہوں گے۔

③ حدث اکبر سے پاک ہونا' اگر کوئی حالت جنابت میں یا کوئی عورت حیض ونفاس میں شہید ہو جائے تو اس کے لیے بھی شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔

④ بے گناہ مقتول ہونا' پس اگر کوئی شخص بے گناہ مقتول نہیں ہوا بلکہ جرم شرعی کی سزا میں مارا گیا ہو تو اس کے لیے شہید کے وہ احکام ثابت نہ ہوں گے۔

⑤ اگر کسی مسلمان یا ذمی کے ہاتھ سے مارا گیا ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ کسی آلہ جارحہ سے مارا گیا ہو مثلاً کسی پتھر وغیرہ سے مارا جائے تو اس پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے لیکن لوہا مطلقاً آلہ جارحہ کے حکم میں ہے گو اس میں دھار نہ ہو۔ اسی طرح آگ بھی آلہ جارحہ ہے۔

اور اگر کوئی شخص حربی کافروں یا باغیوں یا ڈاکوؤں کے ہاتھ سے مارا گیا ہو یا ان کے معرکہ جنگ میں مقتول ملے تو اس میں آلہ جارحہ سے مقتول ہونے کی شرط نہیں حتیٰ کہ کسی پتھر وغیرہ سے بھی وہ لوگ ماریں اور مر جائے تو شہید کے احکام اس پر جاری ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی شرط نہیں کہ وہ لوگ خود قتل کے مرتکب ہوئے ہوں بلکہ اگر وہ قتل کا سبب ہی ہوئے ہوں یعنی ان سے وہ امور صادر ہوئے ہوں جو قتل کا باعث بنے ہوں تب بھی شہید کے احکام جاری ہوں گے مثلاً:

❶ کسی حربی وغیرہ نے اپنے جانور سے کسی مسلمان کو روند ڈالا اور خود بھی اس پر سوار تھا۔

❷ کوئی مسلمان کسی جانور پر سوار تھا اس جانور کو کسی حربی وغیرہ نے بھگایا جس کی

وجہ سے مسلمان اس جانور سے گر کر مر گیا۔

۳ کسی حربی وغیرہ نے کسی مسلمان کے گھر یا جہاز میں آگ لگادی جس سے کوئی جل کر مر گیا۔

۶ اس قتل کی سزا میں ابتدائی طور پر شریعت کی طرف سے کوئی مالی عوض مقرر نہ ہوا ہو بلکہ قصاص واجب ہوا ہو' پس اگر مالی عوض مقرر ہوگا تب بھی اس مقتول پر شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے گو ظلماً مارا جائے۔ مثلاً

۱ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو غیر آلہ جارحہ سے قتل کر دے۔

۲ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو آلہ جارحہ سے قتل کرے مگر خطا سے مثلاً کسی جانور پر یا کسی نشانے پر حملہ کر رہا ہو اور وہ کسی انسان کے لگ جائے۔

۳ کوئی شخص کسی جگہ سوائے معرکہ جنگ کے مقتول پایا جائے اور کوئی قاتل اس کا معلوم نہ ہو' ان سب صورتوں میں چونکہ اس قتل کے عوض میں مال واجب ہوتا ہے' قصاص نہیں واجب ہوتا' اس لیے یہاں شہید کے احکام جاری نہ ہوں گے۔

اگر ابتداء میں قصاص مقرر ہوا ہو مگر کسی مانع کے سبب سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلے میں مال واجب ہوا ہو تو وہاں شہید کے احکام جاری ہوں گے مثلاً کوئی آلہ جارحہ سے قصداً ظلماً مارا گیا لیکن قاتل میں اور مقتول کے ورثہ میں کچھ مال کے عوض صلح ہوگئی تو اس صورت میں چونکہ ابتداء میں قصاص واجب ہوا تھا اور مال ابتداء میں واجب نہیں ہوا تھا بلکہ صلح کے سبب سے واجب ہوا اس لیے یہاں شہید کے احکام جاری ہوں گے۔ اسی طرح اگر باپ نے اپنے بیٹے کو قصداً اور ظلماً آلہ جارحہ سے قتل کر دیا تو بیٹے پر شہید کے احکام جاری ہوں گے۔ کیونکہ اس صورت میں بھی ابتداءً قصاص واجب ہوا تھا مال واجب نہیں ہوا تھا پھر باپ کے احترام کی وجہ سے قصاص معاف ہو کر اس کے بدلے میں مال واجب ہوا۔

۷ زخم لگنے کے بعد زندگی کی راحت وتمتع کی کوئی بات مثل کھانے پینے سونے دوا کرنے' خرید وفروخت وغیرہ کے اس سے وقوع میں نہ آئے اور نہ ایک نماز کے وقت کے بقدر اس حالت میں گزرے کہ وہ ہوش وحواس میں ہو اور نماز پر

قادر بھی ہو اور نہ اس کو حالت ہوش میں معرکہ سے اٹھا کر لائیں۔ ہاں اگر جانوروں یا گاڑیوں کے نیچے آ جانے کے خوف سے اٹھا لائیں تو کچھ حرج نہ ہوگا۔ پس اگر کوئی شخص زخم کے بعد زیادہ کلام کرے تو وہ بھی شہید کے احکام میں داخل نہ ہوگا۔ اس لیے کہ زیادہ کلام کرنا زندوں کی شان سے ہے۔ اسی طرح کوئی شخص وصیت کرے تو وہ وصیت اگر کسی دنیوی معاملہ میں ہو تو وہ شہید کے حکم سے خارج ہو جائے گا اور اگر دینی معاملہ میں ہو تو خارج نہ ہوگا۔ اگر کوئی شخص معرکہ جنگ میں شہید ہوا ہو اور اس سے یہ باتیں صادر ہوں اور جنگ ختم ہو چکی ہو تو شہید کے احکام سے خارج ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ لیکن یہ شخص اگر لڑائی میں شہید ہوا ہے اور ہنوز لڑائی ختم نہیں ہوئی تو باوجود مذکورہ باتوں کے وہ بھی شہید ہے۔

مسئلہ: جس شہید میں یہ سب شرائط پائی جائیں اس کا ایک حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے جسم سے زائل نہ کیا جائے۔ اسی طرح اس کو دفن کر دیں۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ جو کپڑے پہنے ہوئے ہو ان کپڑوں کو اس کے جسم سے نہ اتاریں۔ ہاں اگر اس کے کپڑے عدد مسنون سے کم ہوں تو عدد مسنون کے پورا کرنے کے لیے اور کپڑے زیادہ کر دیے جائیں۔ اسی طرح اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے کفن مسنون سے زیادہ ہوں تو زائد کپڑے اتار لیے جائیں اور اگر اس کے جسم پر ایسے کپڑے ہوں جن میں کفن ہونے کی صلاحیت نہ ہو جیسے پوستین وغیرہ تو ان کو اتارنا چاہیے۔ ٹوپی' جوتہ' ہتھیار وغیرہ ہر حال میں اتار لیے جائیں گے اور باقی سب احکام جو اور میتوں کے لیے ہیں مثلاً نماز وغیرہ کے وہ سب ان کے حق میں بھی جاری ہوں گے۔ اگر کسی شہید میں ان شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو اس کو غسل بھی دیا جائے گا اور دوسرے مردوں کی طرح کفن بھی پہنایا جائے گا۔

دفن کے احکام

مسئلہ: میت کا دفن کرنا فرض کفایہ ہے جس طرح اس کا غسل اور نماز۔

مسئلہ: میت کی قبر کم از کم اس کے نصف قد کے برابر گہری کھودی جائے اور قد سے زیادہ نہ ہونی چاہیے اور وہ میت کے قد کے برابر لمبی ہو اور بغلی قبر (لحد) بہ نسبت صندوقی قبر (شق) کے بہتر ہے۔ ہاں اگر زمین بہت نرم ہو کہ بغلی قبر کھودنے میں قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ ہو تو پھر بغلی نہ کھودی جائے۔

مسئلہ: یہ بھی جائز ہے کہ اگر بغلی قبر نہ کھد سکے تو میت کو کسی صندوق میں رکھ کر دفن کر دیں خواہ صندوق لکڑی کا ہو یا پتھر کا اور مجبوری ہو تو لوہے کا مگر بہتر یہ ہے کہ اس صندوق میں مٹی بچھا دی جائے۔

مسئلہ: جب قبر تیار ہو جائے تو میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں اتاریں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جنازہ قبر سے قبلہ کی جانب رکھا جائے اور اتارنے والے قبلہ رو ہو کر میت کو اٹھا کر قبر میں رکھ دیں۔ اس طرح سے اتارنا مستحب ہے۔

مسئلہ: قبر میں اتارنے والوں کا طاق یا جفت ہونا مسنون نہیں۔ نبی کریم ﷺ کو آپ کی قبر مقدس میں چار آدمیوں نے اتارا تھا۔ حضرت علی، حضرت عباس، اور ان کے بیٹے حضرت فضل رضی اللہ عنہم چوتھے کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ صہیب ہیں یا مغیرہ ہیں۔ ابو رافع ہیں یا صالح ہیں۔ رضی اللہ عنہم

مسئلہ: قبر میں میت کو رکھتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ کہنا مستحب ہے۔

مسئلہ: میت کو قبر میں رکھ کر داہنے پہلو پر اس کو قبلہ رو کر دینا مسنون ہے اور اس میں میت کی پیٹھ کی طرف مٹی یا اس کے ڈھیلے رکھ دیں تاکہ میت داہنی کروٹ پر قائم رہے۔ اسی طرح میت کے سر کے نیچے بھی کچھ مٹی یا ڈھیلا رکھ دینا چاہیے۔

مسئلہ: قبر میں رکھ دینے کے بعد کفن کی وہ گرہ جو کھل جانے کے خوف سے دی گئی تھی اس کو کھول دیا جائے۔

مسئلہ: اس کے بعد کچی اینٹوں یا نرکل سے بند کر دیں۔ میت کے گرد پختہ اینٹوں

یا لکڑی کے تختوں سے بند کرنا مکروہ ہے۔ہاں جہاں زمین بہت نرم ہو کہ قبر کے بیٹھ جانے کا خوف ہو تو پختہ اینٹوں یا لکڑی کے تختے رکھ دینا یا صندوق میں رکھنا بھی جائز ہے۔میت کے اوپر کی طرف یعنی قبر کا شق پاٹنے میں بلاضرورت بھی لکڑی، پتھر سیمنٹ کے سلیب اور لوہا وغیرہ لگانا جائز ہے۔

مسئلہ: عورت کو قبر میں اتارنے کے لیے بہتر ہے کہ اس کے ذی رحم محرم ہوں۔ وہ نہ ہوں تو محرم ہوں اور وہ بھی نہ ہوں تو اجنبی اتاریں۔

مسئلہ: عورت کو قبر میں رکھتے وقت پردہ کر کے رکھنا مستحب ہے اور اگر میت کے بدن کے ظاہر ہو جانے کا خوف ہو تو پھر پردہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: مردوں کے دفن کے وقت قبر پر پردہ کرنا نہ چاہیے البتہ اگر عذر ہو مثلاً بارش ہو رہی ہو یا برف گر رہی ہو یا دھوپ سخت ہو تو جائز ہے۔

مسئلہ: جب میت کو قبر میں رکھ چکیں تو جس قدر مٹی اس کی قبر سے نکلی ہو وہ سب اس پر ڈال دیں اور اس سے زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ تحریمی ہے جب کہ بہت زیادہ ہو کہ قبر ایک بالشت سے بہت زیادہ اونچی ہو جائے گی اور اگر تھوڑی سی ہو تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ: قبر میں کوئی چیز مثلاً چٹائی یا چادر نہ بچھائی جائے اور میت کو مٹی پر لٹایا جائے۔

مسئلہ: قبر میں مٹی ڈالتے وقت مستحب ہے کہ سرہانے کی طرف سے ابتداء کی جائے اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں میں مٹی بھر کر قبر میں ڈال دے اور پہلی مرتبہ پڑھے مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ اور دوسری مرتبہ فِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ اور تیسری مرتبہ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى۔

مسئلہ: دفن کے بعد تھوڑی دیر تک قبر پر ٹھہرنا اور میت کے لیے قبلہ رخ کھڑے ہو کر اور ہاتھ اٹھا کر دعائے مغفرت کرنا یا قرآن مجید پڑھ کر اس کا ثواب اس کو پہنچانا مستحب ہے۔اسی طرح قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات اور پائنتی کی طرف سورہ بقرہ کی آخری آیات پڑھنا مستحب ہے لیکن یہ پڑھتے ہوئے قبر پر انگلی نہ رکھی جائے۔

مسئلہ: مٹی ڈال چکنے کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا مستحب ہے۔

مسئلہ: کسی میت کو چھوٹا ہو یا بڑا مکان کے اندر دفن نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

مسئلہ: قبر کو مربع بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ مستحب یہ ہے کہ اونٹ کے کوہان کی طرح اٹھی ہوئی بنائی جائے اس کی بلندی ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ ہونی چاہیے۔

مسئلہ: قبر کا ایک بالشت سے بہت زیادہ بلند کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ قبر پر گچ کرنا اور اس کو پختہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ گارے سے لیپنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر میت کو قبر میں قبلہ رو کرنا یاد نہ رہے اور دفن کر دینے یا مٹی ڈال دینے کے بعد خیال آئے تو پھر قبلہ رو کرنے کے لیے اس کی قبر کھولنا جائز نہیں۔ ہاں اگر صرف تختے رکھے گئے ہوں مٹی نہ ڈالی گئی ہو تو تختے ہٹا کر اس کو قبلہ رو کر دینا چاہیے۔

مسئلہ: میت کو قبر میں رکھتے وقت اذان کہنا بدعت ہے۔

مسئلہ: میت کو قبر میں رکھ کر اور اوپر پتھر لگا کر مٹی ڈالتے ہوئے اگر پتھر نیچے گر جائیں تو اگر پتھر مٹی سے چھپ گئے تھے تو اکھاڑنا جائز نہیں۔ ویسے ہی مٹی ڈال دی جائے اور اگر پتھر ابھی نہ چھپے ہوں تو پتھر اکھاڑ کر درست کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: جب میت خاک ہو جائے تو اس کی قبر میں دوسرے کو دفن کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: ایک قبر میں ایک سے زیادہ نعش کو دفن نہ کرنا چاہیے مگر شدید ضرورت کے وقت جائز ہے۔ پھر اگر سب مردے مرد ہی مرد ہوں تو جوان سب میں افضل ہو اس کو آگے رکھیں باقی سب کو اس کے پیچھے درجہ بدرجہ رکھ دیں اور اگر کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں ہوں تو مردوں کو آگے رکھیں اور ان کے پیچھے عورتوں کو۔ اگر ہو سکے تو دو نعشوں کے درمیان کچھ مٹی رکھ دی جائے یہ مستحب ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص کشتی یا جہاز پر مر جائے اور زمین وہاں سے اس قدر دور ہو کہ نعش کے خراب ہونے کا خوف ہو تو اس وقت چاہیے کہ غسل اور تکفین اور نماز سے فارغ

ہو کر اور اس کے ساتھ کوئی وزنی چیز باندھ کر اس کو دریا میں ڈال دیں اور اگر کنارہ اس قدر دور نہ ہو اور وہاں جلدی اترنے کی امید ہو تو اس نعش کو رکھ چھوڑیں اور زمین میں دفن کر دیں۔

مسئلہ: جب قبر پر مٹی پڑ چکے تو اس کے بعد میت کو قبر سے نکالنا جائز نہیں۔ اگر کسی آدمی کی حق تلفی ہوتی ہو تو نکالنا جائز ہے۔ مثلاً جس زمین میں اس کو دفن کیا ہے وہ کسی دوسرے کی ملک ہو اور وہ اس کے دفن پر راضی نہ ہو یا کسی میت کو غصب شدہ کپڑے کا کفن دے کر دفن کر دیا گیا ہو اور مالک بعینہٖ اپنا کپڑا لینے پر مصر ہو۔

مسئلہ: کچھ عرصہ کے لیے میت کو قبر میں امانت کے طور پر رکھنا اور پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا یہ بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہو تو اس کا پیٹ چاک کر کے وہ بچہ نکال لیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کا مال نگل کر مر جائے اور مال والا مانگے تو وہ مال اس کا پیٹ چاک کر کے نکال لیا جائے لیکن اگر مردہ مال چھوڑ کر مرا ہے تو اس کے ترکہ میں سے وہ مال ادا کر دیا جائے اور پیٹ چاک نہ کیا جائے۔

مسئلہ: دفن سے قبل نعش کو ایک مقام سے دوسرے مقام میں دفن کرنے کے لیے لے جانا خلاف اولیٰ ہے جب کہ وہ دوسرا مقام ایک میل یا دو میل سے زیادہ نہ ہو اور اگر اس سے زیادہ ہو تو جائز نہیں اور مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ ایک مرجوح قول کے مطابق جائز ہے۔ اور دفن کے بعد نعش کو کھود کر لے جانا تو ہر حالت میں ناجائز ہے۔

مسئلہ: میت کی تعریف کرنا خواہ نظم میں ہو یا نثر میں، جائز ہے بشرطیکہ تعریف میں کسی قسم کا مبالغہ نہ ہو اور وہ تعریفیں بیان نہ کی جائیں جو اس میں نہ ہوں۔

مسئلہ: قبر میں جب سیلاب آ جائے یا اس کے دریا برد ہونے کا خطرہ ہو تو میت کو کسی دوسری جگہ منتقل کرنے کی گنجائش ہے۔

مسئلہ: قبر پر زینت کی غرض سے پھول ڈالنا یا پھولوں کی چادر چڑھانا ناجائز اور

مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: رسول اللہ ﷺ نے تر ٹہنی ایسی قبروں پر لگائی جس میں مردوں کو عذاب ہو رہا تھا اور فرمایا کہ ٹہنی کے خشک ہونے تک امید ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی۔ ہمیں کسی قبر میں مردے کو عذاب ہونے کا علم نہیں لہٰذا ہمارا اس پر ٹہنی گاڑنا یا پھول ڈالنا بے اصل بات ہو گی۔

مسئلہ: ضرورت ہو تو قبر پر علامت کے لیے کتبہ لگانا اور اس پر میت کا نام اور تاریخ وفات لکھنا جائز ہے۔ احتیاط اس میں یہ ہے کہ کتبہ قبر کے سرہانے سے کچھ ہٹ کر لگایا جائے۔ قرآن پاک کی آیت یا کوئی شعر یا میت کی مدح لکھنا ناجائز ہے۔

مسئلہ: مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کرنا مسنون ہے۔ اس کے خلاف کسی خاص مقام میں دفن کرنا مکروہ ہے۔ عالم اور بزرگ کو کسی مدرسہ یا مسجد یا اور کسی خاص مقام میں دفن کرنا بھی اسی ضابطہ کے تحت مکروہ ہے۔

مسئلہ: قبر پر قبہ بنوانا یا چھت ڈلوانا ناجائز ہے۔ بزرگوں کی قبر پر مزار اور گنبد بنانا بھی ناجائز ہے۔

تنبیہ: رسول اللہ ﷺ کے روضہ مبارک پر جو گنبد ہے وہ اس ضابطہ کے تحت نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی وفات چھت والے کمرے میں ہوئی اور انبیاء علیہم السلام کی تدفین کے ضابطہ کے مطابق آپ ﷺ کی تدفین اسی کمرے میں ہوئی۔ چھت چونکہ پہلے سے موجود تھی تو گنبد اس چھت کی مضبوطی کے لیے بنا ہے۔ کھلی جگہ پر گنبد یا چھت تعمیر نہیں کی گئی۔

مسئلہ: قبر پر چلنا، بیٹھنا اور ٹیک لگانا منع ہے۔

مسئلہ: کسی بھی قبر کو بوسہ دینا جائز نہیں۔

تعزیت کا بیان

تعزیت کا مطلب ہے اہل میت کو تسلی دینا اور صبر میں رغبت دلانا اور ان کے

لیے صبر کی اور میت کے لیے بخشش کی دعا کرنا۔

مسئلہ: محلہ والوں اور قرابت داروں اور دوست آشنا کو تعزیت کے لیے جانا باعث ثواب ہے۔

مسئلہ: تعزیت کا وقت موت سے تین دن تک ہے اور اس کے بعد مکروہ تنزیہی ہے لیکن اگر تعزیت کرنے والا یا جس سے تعزیت کی جاتی ہو وہ موجود نہ ہو بعد میں آئے تو تین دن کے بعد تعزیت کرنے میں کراہت نہیں۔

مسئلہ: دفن سے پہلے بھی تعزیت جائز ہے مگر اَولیٰ اور افضل یہ ہے کہ دفن کے بعد ہو۔ البتہ اگر اہل میت دفن سے پہلے ہی بہت بے قرار ہوں تو ان کی تسکین کے لیے دفن سے پہلے تعزیت کر لی جائے۔

مسئلہ: تعزیت کی تکرار مکروہ ہے۔ اسی طرح قبر کے نزدیک بھی تعزیت کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ تعزیت عام ہو یعنی میت کے سب اقارب کو تعزیت کرے خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے۔

مسئلہ: تعزیت میں مندرجہ ذیل کلمات یا اسی طرح کے کوئی دوسرے الفاظ کہنا مستحب ہے۔

❶ ((اَعْظَمَ اللّٰہُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ اللّٰہُ عَزَاءَ كَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ))

"اللہ تعالیٰ تمہارے اجر کو زیادہ کرے اور تمہارے صبر کو اچھا کرے اور تمہاری میت کی بخشش کرے۔"

❷ ((اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی))

"بے شک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر چیز کی اس کے نزدیک ایک مقررہ میعاد ہے۔"

مسئلہ: کافر کی صرف تعزیت جائز ہے۔ اس کے جنازہ میں شریک ہونا یا اس کے

لیے دعائے مغفرت کرنا ناجائز ہے۔ اس کی تعزیت میں یہ الفاظ کہے جائیں۔

((اَخْلَفَ اللّٰهُ عَلَيْكَ خَيْرًا مِّنْهُ وَاَصْلَحَكَ))

''اللہ تعالیٰ تمہاری اصلاح احوال کرے (یعنی اسلام کے ذریعے کہ تم اسلام قبول کرلو) اور تمہیں اس سے بہتر عطا فرمائیں (کہ وہ مسلمان ہو)''

تنبیہ: بریکٹ میں لکھے ہوئے مضمون کی دل میں نیت کرتے ہوئے تعزیت کے الفاظ کہے جائیں۔

مسئلہ: تعزیت میں دعا کی طرح ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے کیونکہ اس میں دوسرے کو خطاب کرکے دعا دی جاتی ہے۔

مسئلہ: گھر کے دروازے پر تعزیت کے لیے بیٹھنا ناجائز ہے۔ مسجد میں اس غرض سے بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ گھر کے اندر تعزیت کے لیے بیٹھنے میں کوئی گناہ نہیں لیکن خلاف اولیٰ ہے۔ لہٰذا اس کو چھوڑنا ہی بہتر ہے۔

مسئلہ: اہل میت کے پڑوسیوں اور دور کے رشتہ داروں کے لیے مستحب ہے کہ وہ ایک دن ایک رات کا کھانا تیار کرکے میت والوں کے یہاں بھیجیں اور اگر وہ غم کی وجہ سے نہ کھائیں تو اصرار کرکے ان کو کھلائیں۔

زیارت قبور

مسئلہ: مردوں کے لیے قبرستان جانا مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں کم از کم ایک بار قبرستان جائے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ جمعہ کا دن ہو۔

مسئلہ: بزرگوں کی قبر کی زیارت کے لیے سفر کرنا بھی جائز ہے جب کہ کوئی عقیدہ اور عمل شرع کے خلاف نہ ہو۔

مسئلہ: جب قبرستان میں داخل ہوں تو وہاں کے سب اہل قبور کی نیت کرکے ان کو ایک بار سلام کرنا چاہیے۔ سلام ان الفاظ سے کرنا چاہیے۔

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا

وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ))

"سلام ہو تم پر اے قبر والو۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔ تم ہم سے آگے جانے والے ہو اور ہم پیچھے پیچھے آ رہے ہیں"

مسئلہ: عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں۔ آج کل کے حالات میں تو بوڑھی عورتوں کا جانا بھی جائز نہیں۔

ایصال ثواب

مسئلہ: جتنا ہو سکے قرآن پاک پڑھ کر میت کو ثواب پہنچا سکتے ہیں مثلاً سورہ فاتحہ' سورہ یٰسین' تَبَارَکَ الَّذِیْ' سورہ اَلْھَاکُمُ التَّکَاثُرُ یا سورہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ گیارہ بار یا سات بار جتنا آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ کر دعا کریں کہ یا اللہ اس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچا دیں۔

بدنی عبادت کے ذریعہ ایصال ثواب کے دلائل یہ ہیں:

① سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ یوں فرمایا:

((مَنْ یَّضْمَنُ لِیْ مِنْکُمْ اَنْ یَّصَلِّیَ مَسْجِدِ الْعِشَاءِ رَکْعَتَیْنِ اَوْ اَرْبَعًا وَیَقُوْلُ ھٰذَا لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ)) (باب فی ذکر البصرہ کتاب الملاحم)

"تم میں سے کون مجھے ضمانت دیتا ہے کہ وہ مسجد عشاء میں جا کر دو یا چار رکعت نماز پڑھے اور کہے کہ یہ ابو ہریرہ کے لیے ہے۔"

② ((عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ ثُمَّ قَرَأَ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ وَقُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ وَاَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ثُمَّ قَالَ اِنِّیْ جَعَلْتُ ثَوَابَ مَا قَرَأْتُ مِنْ کَلَامِكَ لِاَھْلِ الْمَقَابِرِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کَانُوْا شُفَعَاءَ لَہٗ اِلَی اللّٰہِ))

(رواہ ابو القاسم سعد بن علی)

(تفسیر مظہری سورہ نجم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبرستان میں جائے اور سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص اور سورہ تکاثر کی تلاوت کرے پھر کہے کہ (یا اللہ) میں نے آپ کے کلام کا جو حصہ تلاوت کیا اس کا ثواب میں قبرستان کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو دیتا ہوں تو وہ قبرستان والے اللہ کے ہاں اس کے شفیع ہوں گے۔''

مسئلہ: مالی اور بدنی دونوں قسم کی نفلی عبادات کا ثواب دوسرے کو پہنچایا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ کام آج کیا ہو یا اس سے پہلے عمر بھر میں کبھی کیا تھا۔ دونوں کا ثواب پہنچ سکتا ہے۔

فرض عبادت کا ثواب بھی دوسروں کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض نے جائز کہا ہے اور بعض نے منع کیا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی عبادت کا ثواب کئی اشخاص کو مشترک طور پر بخشا مثلاً ایک روپیہ صدقہ کیا اور اس کا ثواب دس مردوں کو بخش دیا تو آیا ہر میت کو پورے ایک ایک روپیہ کا ثواب ملے گا یا ایک ہی روپیہ کا ثواب سب مردوں میں تھوڑا تھوڑا تقسیم ہوگا اس کی قرآن وسنت میں تو کوئی صراحت نہیں ملتی۔ احتمال دونوں ہیں بہتر یہی ہے کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر ہی چھوڑ دیا جائے۔

پوسٹ مارٹم یعنی بعد از مرگ معائنہ

[۱] مروجہ پوسٹ مارٹم معائنہ مندرجہ ذیل اغراض کے لیے کیا جاتا ہے۔

(۱) غیر معلوم نعش کی شناخت کرنا۔

(۲) موت کے سبب کی اور موت کے بعد کی مدت کا تعین کرنا۔

(۳) نو مولود میں اس امر کی تحقیق کرنا کہ پیدائش کے وقت وہ زندہ تھا اور اس میں زندہ رہنے کی قابلیت تھی یا نہیں۔

[۲] مروجہ پوسٹ مارٹم معائنہ کا ایک اصول یہ ہے کہ نعش کا ظاہری معائنہ بھی تفصیلاً ہو اور اندرونی اعضاء کا معائنہ بھی مکمل و مفصل ہو۔ لہٰذا کھوپڑی بھی کھولی جاتی

ہے اور سینہ اور پیٹ بھی چاک کیے جاتے ہیں۔

۳ بعد از مرگ شرعی اصول۔

① رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا۔ نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے تم نہ مال غنیمت میں سے چوری کرو اور نہ عہد شکنی کرو اور نہ مثلہ کرو۔

② جیسے کسی زندہ کے جسم کو ایذاء پہنچانا حرام ہے اسی طرح موت کے بعد اس کے جسم کو توڑنا پھوڑ اور کاٹ چھانٹ سے محفوظ رکھنا واجب ہے اور اس میں مسلم اور غیر مسلم برابر ہیں۔

③ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے مثلاً پیٹ میں کسی زندہ بچے کی حفاظت کی خاطر اور کسی آدمی کے حق کی خاطر میت کا حق حرمت باطل ہو جاتا ہے۔

④ جو کام کسی ضرورت اور مجبوری کی وجہ سے جائز ہو وہ مجبوری کے بقدر جائز ہوگا اس سے زیادہ جائز نہیں۔

⑤ ستر کا چھپانا جس طرح زندگی میں فرض ہے اسی طرح موت کے بعد بھی فرض ہے۔

۴ مذکورہ شرعی اصولوں کا حاصل یہ ہے:

① میت کے بیرونی معائنہ میں ستر اور پردے کے احکام کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

② میت کے جسم کی چیر پھاڑ کرنا اس کے احترام کے منافی ہے۔ جب تک کوئی قوی شرعی وجہ ایسی نہ ہو کہ اس کے سامنے نعش کی بے حرمتی کو نظر انداز کیا جا سکے چیر پھاڑ جائز نہیں۔

③ جہاں ظاہری معائنہ سے موت کا سبب مثلاً قتل وغیرہ کا علم ہو جاتا ہے وہاں چیر پھاڑ کرنا بالکل حرام ہے۔

تشریح الابدان کے لیے نعش کی کاٹ چھانٹ

اس میں مندرجہ ذیل قباحتیں ہیں۔

① نعش کی ہتک حرمت ہوتی ہے اور ستر کا لحاظ نہیں رہتا۔

۲ شرعی حکم کہ لاش کا مثلہ نہ کرو اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

۳ میت اپنے حق کم از کم تکفین و تدفین سے محروم رہتی ہے۔ اس سے باخبر مسلمان بھی گناہ گار ٹھہرتے ہیں۔

مسئلہ: موجودہ دور میں مصنوعی ڈھانچے اور مصنوعی اعضاء تیار کرنا ناممکن نہیں۔ لہٰذا مصنوعی ذرائع اور تصاویر کے ذریعہ تشریح الابدان کی تعلیم میں مدد لی جاسکتی ہے۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری

اس وقت انسانی دل، گردہ اور آنکھ کے قرنیہ کی پیوند کاری کی جارہی ہے۔ اس عمل میں دو احتمال ہیں۔

۱ عطیہ دینے والا (Donor) کوئی زندہ شخص ہو جیسے ایک گردے کا عطیہ کرنے میں ہوتا ہے۔

۲ عطیہ دینے والا مردہ ہو۔

مسئلہ: جہاں تک زندہ کا تعلق ہے تو انسان کے اعضاء و اجزاء انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہیں جن میں وہ مالکانہ تصرف کرسکے۔ اس لیے ایک انسان اپنی جان یا اپنے اعضاء و جوارح کو بیچ سکتا ہے نہ کسی کو ہدیہ کرسکتا ہے اور نہ ان کو اپنے اختیار سے ضائع کرسکتا ہے۔

مسئلہ: زندہ انسان کے صرف کارآمد اعضاء ہی کا نہیں بلکہ قطع شدہ بیکار اعضاء و اجزاء کا استعمال بھی حرام ہے۔

مسئلہ: جہاں تک مردہ کا تعلق ہے اس کے کسی عضو کی بیع و برید بھی ناجائز ہے اور اس معاملہ میں کسی کی اجازت اور رضامندی سے بھی اس کے اعضاء و اجزاء کے استعمال کی اجازت نہیں ہے۔ اس میں مسلم و کافر سب کا حکم یکساں ہے۔

باب: ۲۸

زکوٰۃ کا بیان

مالدار شخص کے مخصوص قسم کے مال پر شریعت کی جانب سے جو متعین حصہ سال بہ سال عبادت کی نیت سے اس کے مستحق لوگوں کو دینا اور مالک بنانا فرض کیا گیا ہے اس کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔

زکوٰۃ کس قسم کے مال پر فرض ہے

زکوٰۃ اس قسم کے مال پر فرض ہوتی ہے جو یا تو حقیقتاً بڑھنے والا ہو یعنی توالد وتناسل اور تجارت سے بڑھنے والا ہو (مثلاً چوپائے اور مال تجارت) یا حکماً بڑھنے والا ہو یعنی وہ اگر چہ حقیقتاً تو نہیں بڑھتا لیکن مالک اگر اس کو بڑھانا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے (مثلاً روپیہ پیسہ یا سونا چاندی جو کسی کے پاس ہو)

زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں

❶ مال دار کا آزاد ہونا

❷ مال دار کا مسلمان ہونا

پس کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے خواہ وہ کافر اصلی ہو یا مرتد ہو۔ اور اسلام جیسا کہ فرض ہونے کی شرط ہے ایسے ہی زکوٰۃ کے باقی رہنے کی بھی شرط ہے۔ لہٰذا اگر زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد مرتد ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

❸ زکوٰۃ کی فرضیت کا علم ہونا

اگر چہ وہ حکماً ہو جیسا کہ آدمی کا دارالاسلام (یعنی مسلمانوں کے ملک) میں ہونا کیونکہ یہاں بے علمی عذر نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی کافر دارالحرب میں اسلام لے آیا اور چند سال تک وہاں رہا تو اگر اس کو زکوٰۃ کی فرضیت کا علم تھا تو اس پر اس زمانے کی زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی اور

اگر اس کو فرضیت کا علم ہی نہ تھا تو اس مدت کی زکوٰۃ اس پر فرض نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کوئی ذمی دارالاسلام میں مسلمان ہوا تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہوگی خواہ وہ فرضیت جانتا ہو یا نہ جانتا ہو کیونکہ دارالاسلام میں جہل اور لاعلمی عذر نہیں ہے۔

۴ صاحب عقل ہونا

مسئلہ: جنون دو قسم کا ہوتا ہے۔ اصلی اور طاری۔ اصلی جنون وہ جنون ہے کہ وہ شخص جنون کی حالت ہی میں بالغ ہوا ہو۔ اس پر جنون کی حالت میں بھی زکوٰۃ فرض نہیں اور افاقہ کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ اس سے ساقط ہے۔

جنون طاری وہ جنون ہے جو بلوغت کے بعد لاحق اور طاری ہوا ہو۔ جنون اگر پورے ایک سال تک طاری رہے تو زکوٰۃ فرض نہیں اور جب سے افاقہ ہوگا اس وقت سے سال شروع ہوگا اور اگر نصاب کا مالک ہونے کے بعد سال کے کسی حصہ میں اول یا اخیر میں بہت دنوں کے لیے یا تھوڑے دنوں کے لیے افاقہ ہوگیا تو زکوٰۃ لازم ہوگی۔

مسئلہ: جس شخص پر طویل بے ہوشی طاری ہو جائے خواہ وہ سال بھر تک رہے تو افاقہ کے بعد اس مدت کی زکوٰۃ فرض ہوگی۔

۵ بالغ ہونا

پس نابالغ بچے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے اس لیے کہ زکوٰۃ محض عبادت ہے۔

۶ بقدر نصاب مال کا مالک ہونا

مسئلہ: اگر آدمی مال دار نہیں ہے بلکہ کہیں سے مال ملنے کی امید تھی اس امید پر مال ملنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دی تو یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ جب مال مل جائے اور اس پر سال گزر جائے تو پھر زکوٰۃ دینی چاہیے۔

۷ ملکیت کے علاوہ اس پر قبضہ بھی ہو

مسئلہ: جو مال گم ہوگیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کر لیا اور مالک کے پاس غصب کرنے کا کچھ ثبوت نہ ہو یا جنگل میں دفن کر دیا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا۔ جب یہ اموال مالک کو مل گئے تو اس پر قبضہ نہ ہونے کے زمانے کی زکوٰۃ فرض نہیں۔

مسئلہ: جو مال رہن (گروی) رکھا ہوا ہو اور مرتہن کے قبضہ میں ہو تو اس کی زکوٰۃ نہ راہن پر ہے کیونکہ اس پر اس کا قبضہ نہیں ہے اور نہ مرتہن پر ہے کیونکہ وہ اس کی ملکیت نہیں ہے۔ اور راہن جب اپنا مال چھڑا لے تو زمانہ رہن کے گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ بھی اس کے ذمہ نہیں ہے۔

مسئلہ: جو مال تجارت کے لیے خریدا اور سال بھر تک اس پر خریدار نے قبضہ نہیں کیا تو قبضہ سے پہلے اس پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن قبضہ کے بعد گزرے ہوئے سال کی زکوٰۃ دینا فرض ہوگی۔

❽ مال نصاب کا قرض سے فارغ ہونا

مسئلہ: کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت ہے اور اتنی ہی رقم کا وہ قرض دار ہے تو بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔

مسئلہ: اگر اتنے کا قرض دار ہے کہ قرضہ ادا ہو کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بچتی ہے تو زکوٰۃ فرض ہے۔

مسئلہ: کسی کی کفالت یا ضمانت اٹھانے کی وجہ سے جو قرض اپنے ذمہ میں آ جائے اتنی مقدار کو پہلے کل مال میں سے منہا کیا جائے گا۔ پھر باقی مال کو دیکھا جائے گا کہ نصاب کے بقدر ہے یا نہیں۔

مسئلہ: کسی نے پچھلے سال کی زکوٰۃ ابھی ادا نہیں کی کہ اس سال کی زکوٰۃ کا وقت آ گیا تو اس کے ذمہ میں پچھلے سال کی زکوٰۃ کی دین داری ہے۔ اس سال کا حساب کرتے ہوئے کل مال میں سے پچھلے سال کی واجب الادا رقم منہا کرنے کے بعد باقی رقم کو دیکھیں گے کہ نصاب کے بقدر ہے یا نہیں۔

مسئلہ: کسی شخص پر اس کی بیوی کا مہر موجل ہے اور وہ فی الحال اس کے دینے کا ارادہ نہیں رکھتا تو فی الحال اس کے مال میں سے مہر کی رقم منہا نہیں کی جائے گی بلکہ موجودہ رقم کو دیکھیں گے کہ نصاب کے برابر ہے یا نہیں۔ اور اگر باوجود موجل ہونے

کے وہ فی الحال ادا کرنے کی فکر میں ہے تو پھر مہر کی رقم اس کے موجودہ مال میں سے منہا کر کے حساب کیا جائے گا۔

نوٹ: اوپر کے مسائل اس صورت میں ہیں جب زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے قرض اور دین ذمہ میں آچکا ہو اور اگر زکوٰۃ واجب ہوجانے کے بعد قرض یا دین ذمہ میں آئے تو اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔

۹ مال نصاب کا نامی یعنی بڑھنے والا ہونا

خواہ حقیقتاً بڑھنے والا ہو یعنی توالد و تناسل اور تجارت سے بڑھنے والا ہو یا حکماً بڑھنے والا ہو یعنی اس طور سے ہو کہ اگر مالک اس کو بڑھانا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے۔

مسئلہ: دانتوں کو سونے کی تاروں سے باندھا ہو یا سونے کا خول چڑھایا گیا ہو اس سونے پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: گھر کی ضرورت کا سامان جیسے برتن، کراکری، میز کرسیاں، فرنیچر، بجلی کا سامان، سجاوٹ کا سامان، اے سی، ریفریجریٹر، فریزر، مسالہ پیسنے کی مشینیں وغیرہ اور رہنے سہنے کا مکان اور پہننے کے کپڑے، سچے موتیوں کے ہار اور امی ٹیشن (Imitation) کی جیولری، سواری مثلاً کار وغیرہ ان چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں چاہے جتنی ہوں اور چاہے روزمرہ کے کام میں آتی ہوں یا نہیں۔

مسئلہ: کسی کے پاس پانچ دس گھر ہیں ان کو کرایہ پر چلاتا ہے تو ان مکانوں پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں چاہے جتنی قیمت کے ہوں۔

مسئلہ: کسی نے چالیس پچاس ہزار کے برتن خرید لیے اور ان کو کرایہ پر دیتا ہے تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

مسئلہ: عورتوں کے پہننے کے کامدار جوڑے چاہے وہ کتنے قیمتی ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں۔ البتہ ان پر سونے چاندی کا کام ہو تو اس کی مقدار کو دیگر مال کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

مسئلہ: کارخانے میں جو مشینیں لگی ہوں ان کی مالیت پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

مسئلہ: مرغی خانہ اور مچھلی کے تالاب کی زمین' مکان اور متعلقہ سامان پر زکوٰۃ نہیں۔ مرغیاں اور چوزے خریدتے وقت اگر خود انہی کو بیچنے کی نیت ہو تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے اور اگر ان کے بجائے ان کے انڈے اور بچے بیچنے کی نیت ہے تو زکوٰۃ نہیں۔ پھر اگر انڈے بچے جمع ہو جائیں تو ان پر بھی زکوٰۃ نہیں۔ البتہ ان کو فروخت کر دیا ہو اور ان کی قیمت حاصل ہوئی ہو تو اس میں اسی مال کی زکوٰۃ کا قاعدہ جاری ہوگا۔ مچھلیاں یا ان کے بچے خرید کر تالاب میں ڈالے ہوں تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔

⓯ قدر نصاب مال پر چاند کے حساب سے سال کا گزرنا

مسئلہ: اگر نصاب سال کے اول و آخر میں پورا ہو تو درمیان سال میں اس میں کمی آ جانے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی کے پاس آٹھ تولہ سونا چار مہینے یا چھ مہینے تک رہا پھر وہ کم ہو گیا اور دو تین مہینے کے بعد پھر اور مل گیا تب بھی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ غرض کہ جب سال کے اول و آخر میں مال دار ہو اور سال کے بیچ میں کچھ دن اس مقدار سے کم رہ جائے تو بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ بیچ میں تھوڑے دن کم ہو جانے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر سب مال جاتا رہے اس کے بعد پھر مال حاصل ہو تو جب سے دوبارہ حاصل ہوا ہے تب سے سال کا حساب کیا جائے گا۔

مسئلہ: کسی کے پاس مثلاً آٹھ نو تولہ سونا تھا یا اس کی قیمت کے برابر روپے تھے لیکن سال گزرنے سے پہلے پہلے سارا مال جاتا رہا پورا سال نہیں گزرنے پایا تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی کے پاس سو تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر (مثلاً آٹھ ہزار روپے رکھے تھے۔ پھر سال پورا ہونے سے پہلے پہلے ایک ہزار روپے اور مل گئے (یا دس تولہ چاندی مل گئی) تو ان ہزار روپوں کا یا دس تولہ چاندی کا حساب الگ نہ کریں گے بلکہ اس سو تولہ کے ساتھ دس تولہ یا آٹھ ہزار کے ساتھ ایک ہزار روپوں کو ملا دیں گے

اور جب سو تولہ چاندی یا آٹھ ہزار روپے پر سال پورا ہوگا تو پورے ایک سو دس تولہ چاندی یا نو ہزار روپے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور ایسا سمجھیں گے کہ پورے ایک سو دس تولہ چاندی یا نو ہزار روپے پر سال گزر گیا۔ دوران سال میں نصاب پر زائد ملنے والے مال کو مال مستفاد کہتے ہیں۔

ادائیگی زکوٰۃ کی شرط

زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت متصل ہی زکوٰۃ دینے کی نیت کرے یا جو کچھ زکوٰۃ اپنے ذمہ واجب ہے اس کو اپنے مال سے نکال کر علیحدہ کرتے وقت متصل ہی زکوٰۃ دینے کی نیت کرے۔

مسئلہ: جس وقت زکوٰۃ کا روپیہ کسی غریب کو دے اس وقت اپنے دل میں اتنا ضرور خیال کر لے کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں۔ اگر یہ نیت نہیں کی یوں ہی دے دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی پھر سے دینا چاہیے اور جتنا دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ: اگر فقیر کو دیتے وقت یہ نیت نہیں کی تو جب تک وہ مال فقیر کے پاس رہے اس وقت تک یہ نیت کر لینا درست ہے۔ اب نیت کر لینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ البتہ جب فقیر نے خرچ کر ڈالا اس وقت نیت کرنے کا اعتبار نہیں ہے اب پھر سے زکوٰۃ دے۔

مسئلہ: کسی نے زکوٰۃ کی نیت سے سو روپے نکال کر الگ رکھ لیے کہ جب کوئی مستحق ملے گا اس کو دے دیں گے۔ پھر جب فقیر کو دیا اس وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا بھول گیا تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ البتہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے نکال کر الگ نہ رکھتا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوتی۔

مسئلہ: وکیل کو زکوٰۃ دیتے وقت بھی زکوٰۃ کی نیت کا ہونا کافی ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے وکیل کیا اور (مالک نے) وکیل کو مال زکوٰۃ دیتے وقت نیت کر لی پھر وکیل نے بغیر نیت کے فقراء کو دے دیا تو یہ ادائیگی زکوٰۃ کی ہوگی۔

ادائیگی زکوٰۃ کا وقت

جب مال زکوٰۃ پر سال پورا ہو جائے تو زکوٰۃ کا فوراً ادا کرنا واجب ہے۔ بغیر عذر تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ بہرحال اگلے سال زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے پہلے ضرور سبکدوش ہو جائے۔

مسئلہ: اگر کوئی مال دار آدمی جس پر زکوٰۃ واجب ہے سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دے اور سال کے پورا ہونے کا انتظار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: مال دار آدمی اگر کئی سال کی زکوٰۃ دے دے تو یہ بھی جائز ہے لیکن اگر کسی سال مال بڑھ گیا تو زائد مال کی زکوٰۃ بھی دینا ہوگی۔

مسئلہ: کسی کے پاس دس ہزار روپے رکھے ہوئے ہیں اور دس ہزار روپے کہیں اور سے ملنے کی امید ہے اس نے پورے بیس ہزار روپے کی زکوٰۃ سال پورا ہونے سے پہلے ہی پیشگی دے دی یہ بھی درست ہے۔ لیکن اگر سال کے ختم پر روپیہ نصاب سے کم ہو گیا تو زکوٰۃ معاف ہوگئی اور وہ دیا ہوا صدقہ نافلہ بن گیا۔

مسئلہ: جتنی زکوٰۃ فرض تھی اس سے زائد نکال دی تو زائد کو اگلے سال کی زکوٰۃ میں محسوب کیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: کسی کے مال پر پورا سال گزر گیا لیکن ابھی زکوٰۃ نہیں نکالی تھی کہ مال چوری ہو گیا یا اور کسی طرح جاتا رہا تو زکوٰۃ بھی معاف ہوگئی۔ اگر خود اپنا مال کسی کو دے دیا یا اور کسی طرح اپنے اختیار سے ضائع کر ڈالا تو جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی تھی وہ معاف نہیں ہوئی بلکہ دینا پڑے گی۔

مسئلہ: سال پورا ہونے کے بعد کسی نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا تب بھی زکوٰۃ معاف ہوگئی۔

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

❶ سونے چاندی کا نصاب

① کسی کے پاس فقط سونا ہو تو نصاب ساڑھے سات تولہ یعنی 87.48 گرام سونا ہے۔

② کسی کے پاس فقط چاندی ہو تو نصاب ساڑھے باون تولہ یعنی 612.35 گرام چاندی ہے۔

③ کسی کے پاس ① کچھ سونا اور کچھ چاندی ہو یا ② کچھ سونا اور نقدی (روپیہ پیسہ) ہو یا ③ کچھ چاندی اور نقدی ہو یا ④ کچھ سونا کچھ چاندی اور کچھ نقدی ہو تو ان چاروں صورتوں میں مجموعہ کی قیمت کا ساڑھے باون تولہ چاندی یا (اگر کبھی سونے کے نرخ چاندی کے مقابلہ میں بہت گر جائیں اور ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم رہ جائے تو) ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت کے برابر ہو۔

مسئلہ: کسی کے پاس ڈیڑھ تولہ سونا اور چار تولے چاندی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ اس مجموعہ کی کل مالیت آج کل ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے زیادہ ہے۔

مسئلہ: کسی کے پاس تین تولہ سونا اور کچھ نقد رقم ہو مثلاً صرف پانچ روپے ہی ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی کیونکہ روپے اور سونا ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے زیادہ مالیت بنتی ہے۔

❷ کھوٹ ملے سونے اور چاندی کا حکم

اگر سونے چاندی میں کھوٹ ملا ہو اور کھوٹ کم ہو یا برابر ہو تو یہ سونا چاندی خالص کے حکم میں ہے اور اگر کھوٹ زیادہ ہو تو یہ سونا چاندی لوہے تانبے کے حکم میں ہے۔

زکوٰۃ کے باب میں اس ضابطہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے پاس سو تولہ وزن کا کھوٹ ملا چاندی کو برتن ہو اور کھوٹ کم ہو اور اس کے پاس ڈھائی تولہ خالص چاندی

بھی ہے۔ زکوٰۃ میں اگر وہ خالص چاندی دیتا ہے تو پورے ڈھائی تولہ دینا ہوگی اور اگر موجودہ روپوں میں دے تو کھوٹ ملی چاندی کی قیمت کا چالیسواں حصہ دے۔

مسئلہ: اگر کسی چیز میں کھوٹ زیادہ ہو اور سونا چاندی تھوڑی مقدار میں ہو تو اگر سونے چاندی کو پگھلا کر کھوٹ سے الگ کیا جا سکتا ہے اور وہ الگ ہو کر نصاب کی مقدار کے برابر ہو تو اس کی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ اور اگر نصاب کی مقدار سے کم ہو لیکن مالک کے پاس کچھ اور سونا یا چاندی یا نقدی یا مال تجارت ہو اور ملا کر نصاب کے برابر یا زائد ہو تو کھوٹ ملے سونا چاندی کو بھی جمع کر کے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

اسی طرح ملاوٹ کرنے سے جتنے کیرٹ کا سونا بنا اس کی قیمت سے زکوٰۃ کا حساب لگے گا مثلاً اگر زیور 20 کیرٹ سونے کا بنا ہو تو 20 کیرٹ سونے کا جو نرخ ہو اس کا اعتبار ہوگا یہ اس صورت میں ہے جب روپوں میں زکوٰۃ دی جائے۔

۳- سونے اور چاندی کے نصاب میں ادا اور وجوب دونوں کے لحاظ سے وزن کا اعتبار ہے ان کی قیمت کا اعتبار نہیں مثلاً سو تولہ چاندی کا زیور پرانا ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت سات ہزار روپے ہے۔ جب کہ چاندی اسّی روپے تولہ ہے تو وزن کے حساب سے ڈھائی تولہ چاندی یا اتنے وزن کی قیمت جو دو سو روپے ہے واجب ہوگی۔ قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی یعنی سات ہزار کا چالیسواں حصہ جو کہ ایک سو پچھتّر روپے بنتا ہے واجب نہ ہوگا۔ غرض اس مثال میں ڈھائی تولہ چاندی یا اس کی قیمت بطور زکوٰۃ واجب ہوگی اور اتنی مقدار بطور زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

۴- سونے اور چاندی میں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ ڈھلے ہوئے سکے ہوں یا کچی دھات ہو یا بنا ہوا زیور اور برتن وغیرہ ہو۔

مسئلہ: سونے چاندی کے زیور اور سچا گوٹہ ٹھپہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے جب کہ نصاب کے برابر ہو خواہ عورت ان کو پہنتی ہو یا بند رکھے ہوں اور کبھی نہ پہنتی ہو۔

مسئلہ: پہننے کے کپڑوں میں اگر سچا کام ہے اور اتنا ہے کہ اگر چاندی چھڑائی جائے

اور باقی مال اگر ہو اور اس کے ساتھ ملائی جائے تو ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت بن جاتی ہے تو اس کام والی چاندی کی مقدار پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر بعض زیور میں لاکھ بھری ہوئی ہو یا نگ جڑے ہوئے ہوں تو سنار سے سونے چاندی کی مقدار کا صحیح اندازہ کرا کے ان کی زکوٰۃ دی جائے۔ اندازہ کے بعد بھی زکوٰۃ دینے والا احتیاطاً کچھ زیادہ دے دے۔ زیور جب اپنے استعمال کے لیے ہو تو جڑے ہوئے نگوں کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

مسئلہ: سونے چاندی کا برتن یا زیور ہو اگر سونے کے زیور کی زکوٰۃ سونے میں اور چاندی کے زیور کی چاندی میں ادا کریں تو خواہ وہ اپنے استعمال کے لیے ہو یا فروخت کے لیے ہو وزن کے اعتبار سے چالیسواں حصہ واجب ہوگا اور اگر سونے کے زیور کی زکوٰۃ چاندی میں یا روپوں میں ادا کریں تو اگر خرید و فروخت دونوں میں کہیں بنوائی کی اجرت بھی شامل کرتے ہوں تو زیور کی بنوائی کی اجرت بھی لگا کر مجموعہ کو اس زیور کی قیمت قرار دے کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں واجب ہوگا۔ اور اگر کہیں یہ رواج ہو کہ خرید و فروخت کے وقت بنوائی نہ لگاتے ہوں وہاں اس کو نہ لگائیں گے صرف سونے کی قیمت جس حیثیت کا اس زیور میں سونا ہوگا لگائیں گے۔ ہمارے علاقوں میں یہ رواج ہے کہ سنار یا صراف سے زیور خریدو تو وہ بنوائی لگاتا ہے اور اگر اس کے ہاتھ بیچو تو نہیں لگاتا لہٰذا اس صورت میں زیورات کا مالک اگر زیورات کا تاجر ہے تب تو وہ خلاف جنس میں زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت میں زکوٰۃ میں بنوائی بھی لگائے اور اگر تاجر نہیں ہے محض اپنے استعمال میں لاتا ہے تو وہ نہ لگائے۔

مال تجارت کی زکوٰۃ کا بیان

تجارتی مال خواہ کسی قسم کا ہو جب اس کی قیمت سونے یا چاندی میں سے کسی کے نصاب کی قیمت کے برابر ہوگی تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

مسئلہ: سونے چاندی کے سوا اور چیزیں جتنی ہیں جیسے لوہا، تانبا، پیتل، گلٹ رانگ وغیرہ اور ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن وغیرہ اور کپڑے، جوتے اور اس کے سوا

جو کچھ سامان ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو بیچتا اور سوداگری کرتا ہے تو دیکھو وہ سامان کتنا ہے اگر اتنا ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولے سونے کے برابر ہے تو جب سال گزر جائے تو اس سوداگری کے سامان میں زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر وہ مال سوداگری کے لیے نہیں ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے چاہے جتنا مال ہو اگر لاکھوں روپیہ کا مال ہو تب بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: سوداگری کا مال وہ کہلائے گا جس کو اسی ارادے سے مول لیا ہو کہ اس کی سوداگری کریں گے۔ اگر کسی نے اپنے گھر کے خرچ کے لیے یا شادی وغیرہ کے لیے چاول مول لیے پھر ارادہ ہو گیا کہ لاؤ اس کی سوداگری کرلیں تو یہ مال سوداگری کا نہیں ہے اور اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اپنا گھر بنانے کے لیے زمین خریدی پھر کچھ عرصہ کے بعد ارادہ ہوا کہ اس کو فروخت کر دیں تو وہ تجارت اور سوداگری کا مال نہیں ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ان کی فروخت پر جو قیمت ملے وہ سونا چاندی ہو یا روپے پیسے ہوں یا کوئی اور شے ہو اس میں اس چیز سے متعلق زکوٰۃ کے احکام جاری ہوں گے۔

مسئلہ: اگر تجارت کی غرض سے مثلاً کوئی زمین خریدی پھر اس کو فروخت کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اس پر اپنے استعمال کا مکان بنانے کا ارادہ کر لیا۔ تو وہ تجارت کی نہیں رہی اس کے بعد پھر ارادہ بدل گیا اور اس کو فروخت کی نیت کر لی تو وہ مال تجارت نہیں بنے گی اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: تجارت کی نیت سے خرید کردہ زمین اور دکان اور برائے فروخت تعمیر کردہ مکانات و دکانات کی موجودہ مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے۔

مسئلہ: کمپنی کے حصص (Shares) اگر خریدے ہوئے ہوں تو ان کی موجودہ قیمت پر زکوٰۃ فرض ہے۔

مسئلہ: مال تجارت میں زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت قیمت فروخت کا اعتبار ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی اپنا مال تخفیف(Discount) کی مختلف شرحوں کے ساتھ فروخت کرتا ہے تو (Discount) کی جس شرح پر وہ عام طور سے فروخت کرتا ہے اسی کے حساب سے قیمت لگائی جائے گی۔

روپے پیسوں کی زکوٰۃ کا بیان

اگر کسی کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے میں سے جس کی قیمت بھی کمتر ہو اس کے برابر روپے پیسے ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو اس نقدی پر زکوٰۃ فرض ہے جو کہ کُل کا ڈھائی فیصد ہے۔

مسئلہ: حاجات اصلیہ مثلاً تعمیر مکان کے لیے یا شادی کرنے کے لیے کسی کے پاس نصاب سے زائد رقم موجود ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس رقم پر زکوٰۃ فرض ہے۔ البتہ اگر سال پورا ہونے سے قبل اس رقم سے تعمیر مکان کا سامان یا گھریلو استعمال کی اشیاء خرید لے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر جمع شدہ مال (خواہ نقدی ہو یا سونا چاندی یا کچھ اور) خالص حرام ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اور اگر حرام اور حلال سے مخلوط ہے تو حرام مال کی مقدار اس میں سے نکال کر باقی حلال اگر بقدر نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

مسئلہ: بینکوں اور بچت کے دیگر اداروں میں جو جائز رقم جمع کرائی گئی ہو اس پر بھی زکوٰۃ ادا کرنی فرض ہے۔

مسئلہ: ایک کاشتکار اپنی سو من گندم کی پیداوار سے عشر ادا کر دیتا ہے اور باقی گندم کو فروخت کر کے روپے لیتا ہے۔ یہ روپے اس کے پاس اگر سال بھر تک رہیں تو ان کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

قرض پر وجوب زکوٰۃ کا بیان

اگر کسی پر تمہارا قرض آتا ہے تو اس قرض پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ یہاں قرض سے مراد ہر وہ رقم ہے جو کسی کے ذمہ واجب ہو خواہ کسی بھی وجہ سے ہو اس کو دَین بھی

کہتے ہیں۔ دَین اور قرض کی تین قسمیں ہیں۔

دَین قوی

وہ یہ کہ نقد روپیہ یا سونا چاندی کسی کو قرض دیا یا تجارت کا سامان بیچا اور اس کی قیمت ابھی وصول نہیں ہوئی۔ پھر ایک سال کے بعد یا دو تین برس کے بعد وصول ہوا تو اگر اتنی مقدار ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ان سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر یکمشت وصول نہ ہو تو جب اس میں سے ساڑھے دس تولہ چاندی کی قیمت بھی متفرق ہو کر ملے تو جب یہ مقدار پوری ہو جائے اتنی مقدار کی زکوٰۃ ادا کرے اور جب دے تو سب برسوں کی دے۔

مسئلہ : اگر قرض اور دَین مقدار زکوٰۃ سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ البتہ اگر اس کے پاس کچھ اور مال بھی ایسا ہو جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہو اور دونوں کو ملا کر مقدار پوری ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

دین متوسط

وہ یہ کہ نہ تو نقد روپیہ قرض دیا اور نہ ہی تجارت کا مال بیچا بلکہ کوئی اور چیز بیچی جو تجارت کی نہ تھی جیسے پہننے کے کپڑے بیچ ڈالے یا گھر کا اسباب بیچ دیا اس کی قیمت وصول کرنی ہے اور وہ اتنی ہے جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ پھر وہ قیمت کئی برس کے بعد وصول ہو تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر سب ایک دفعہ کر کے وصول نہ ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ملے تو جب تک ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر رقم وصول نہ ہو جائے تب تک زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب اتنی رقم مل جائے تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

مسئلہ : دین قوی اور دین متوسط میں یہ بھی کر سکتے ہیں کہ وصول ہونے سے پیشتر سال کے سال اس کی زکوٰۃ ادا کرتے رہیں تاکہ وصول ہونے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ذمہ میں نہ رہے۔

مسئلہ : دین قویٰ اور دین متوسط وصول ہونے کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی واجب

ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر قرضوں کو چند سال گزر گئے ہوں اور ان کی وصولی سے پیشتر ہی قرض خواہ مر جائے تو اس پر واجب نہیں کہ وہ وصیت کرے کہ قرض کی وصولی کے بعد اس کی طرف سے گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اور وارث پر بھی ان گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں اور اس کا سال مورث کی موت کے وقت سے شروع ہوگا۔

دین ضعیف

یہ وہ دین ہے جو مال کا بدل نہ ہو یعنی نہ تو نقدی یا سونے چاندی کے قرض کے بدلے میں ہو اور نہ ہی تجارتی یا غیر تجارتی سامان کی فروخت کے عوض میں واجب ہوا ہو مثلاً شوہر کے ذمہ مہر ہو جو ابھی نہ ملا ہو یا وصیت کا مال ہو جو وارث نے ابھی نہ دیا ہو یا دیت ہو جو قاتل نے ابھی تک ادا نہ کی ہو اور کئی برسوں کے بعد یہ مال ملا تو اس کی زکوٰۃ کا حساب ملنے کے دن سے ہے۔ پچھلے برسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسئلہ: سرکاری ملازمین کے پراویڈنٹ فنڈ پر جب تک وہ ملازم کو نہ ملے زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ وہ بھی دین ضعیف میں شامل ہے۔

مسئلہ: جس قرض کے وصول ہونے کی امید نہ ہو یا تو اس وجہ سے کہ مقروض قرض سے منکر ہے اور قرض دینے پر گواہ موجود نہیں یا گواہ تو موجود ہیں لیکن انصاف ملنے کی امید نہیں۔ یا مقروض منکر تو نہیں مگر ٹال مٹول کرتا ہے اور اپنی رقم مقروض سے نکلوانے پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے ناامیدی ہے تو ان دونوں صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگر کسی طرح بعد میں کبھی قرض کی رقم واپس مل جائے تو گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہ کرنی پڑے گی۔

حج کے لیے رقم پر زکوٰۃ کا بیان

مسئلہ: جس شخص نے حج کے لیے رقم حکومت کے پاس جمع کرائی ہوئی ہو اس دوران زکوٰۃ کا سال پورا ہو جائے تو وہ آمد و رفت اور معلم وغیرہ کی فیس منہا کر کے باقی رقم جو اس کو خرچ کے لیے واپس ملتی ہے اس کی زکوٰۃ نکالے۔

مسئلہ: جو رقم حج کے ارادہ سے اپنے ہی پاس رکھی ہو زکوٰۃ کا سال پورا ہونے پر

اس کی زکوٰۃ واجب ہے۔

زکوٰۃ کے مستحق لوگ

❶ غریب وفقیر

جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا یا اتنی ہی قیمت کا سوداگری کا اسباب ہو اس کو شریعت میں مال دار کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں اور اس کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا اور کھانا بھی حلال نہیں۔ اسی طرح جس کے پاس اتنی ہی قیمت کا کوئی مال موجود ہو جو سوداگری کا تو نہیں لیکن ضرورت سے زائد ہے تو وہ بھی مال دار ہے۔ ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ لینا اور کھانا بھی حلال نہیں اگرچہ خود اس قسم کے مال دار پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں۔ اور جس کے پاس اتنا مال نہیں بلکہ تھوڑا مال ہے یا کچھ بھی نہیں یعنی ایک دن کے گزارہ کے موافق بھی نہیں اس کو غریب کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور ان لوگوں کو لینا بھی درست ہے۔

مسئلہ: بڑی بڑی دیگیں، بڑے بڑے فرش وفروش اور شامیانے جن کی برسوں میں ایک آدھ دفعہ کہیں شادی بیاہ میں ضرورت پڑتی ہے اور روز مرہ ان کی ضرورت نہیں ہوتی وہ ضروری اسباب میں شامل نہیں۔

مسئلہ: رہنے کا گھر اور پہننے کے کپڑے اور کام کاج کے لیے نوکر چاکر اور سواری اور گھر کا سامان جو اکثر استعمال میں رہتا ہے یہ سب ضروری اسباب میں داخل ہیں۔ ان کے ہونے سے مال دار نہیں ہوگا چاہے جتنی قیمت کا ہو۔ اس لیے اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

مسئلہ: جن کتابوں کی آدمی کو ضرورت پڑتی رہتی ہے مثلاً طبیب کو طب کی کتابیں مدرس کو درس کی کتابیں عالم کو اپنے کام میں آنے والی کتابیں یہ بھی ضروری اسباب میں داخل ہیں۔ رہیں وہ کتابیں جن کی ضرورت نہ ہو مثلاً عام رسالے اور شعر و ادب کی کتابیں یا وہ کتابیں جو اب ضرورت کی نہ رہی ہوں وہ ضروری اسباب میں داخل نہیں۔

مسئلہ: کسی کے پانچ دس مکان ہیں جن کو کرایہ پر چلاتا ہے اور اس کی آمدنی سے

گزر کرتا ہے یا ایک آدھ گاؤں ہے جس کی آمدنی آتی ہے لیکن بال بچے اور گھر میں کھانے پینے والے لوگ اتنے زیادہ ہیں کہ اچھی طرح بسر نہیں ہوسکتی اور تنگی رہتی ہے اور اس کے پاس کوئی ایسا مال بھی نہیں جس میں زکوٰۃ واجب ہو تو ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

مسئلہ: نابالغ لڑکے کا باپ اگر مال دار ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اگر لڑکا، لڑکی بالغ ہو گئے اور خود وہ مال دار نہیں لیکن ان کا باپ مال دار ہے تو ان کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

مسئلہ: اگر چھوٹے بچے کا باپ مال دار تو نہیں لیکن ماں مال دار ہے تو اس بچہ کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے جب کہ بچے کا اپنا مال بھی نہ ہو۔

مسئلہ: نابالغ بچہ یتیم ہو اور اس کا اپنا کچھ مال نہ ہو لیکن اس کی ماں مال دار ہو تو اس بچے کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مسئلہ: ایک عورت کا مہر دس ہزار روپیہ ہے لیکن اس کا شوہر بہت غریب ہے کہ ادا نہیں کر سکتا تو ایسی عورت کو بھی جب کہ وہ غریب ہو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور اگر اس کا شوہر امیر ہے لیکن مہر دیتا نہیں یا اس نے مہر معاف کر دیا تو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور اگر یہ امید ہے کہ جب مانگے گی تو شوہر ادا کر دے گا کچھ تامل نہ کرے گا تو ایسی عورت کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست نہیں۔

۳ مقروض

کسی کے پاس دس ہزار روپے نقد موجود ہیں لیکن وہ پورے دس ہزار روپے یا اس سے بھی زائد کا قرض دار ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور اگر قرضہ دس ہزار روپے سے کم ہو تو دیکھو قرضہ دے کر کتنے روپے بچتے ہیں۔ اگر اتنے بچیں جتنے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں اور اگر اس سے کم بچیں تو دینا درست ہے۔

③ مسافر

مسئلہ: ایک شخص اپنے گھر کا بڑا مال دار ہے لیکن کہیں سفر میں ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہا سارا مال چوری ہوگیا یا کوئی اور وجہ ایسی ہوئی کہ اب گھر تک پہنچنے کا بھی خرچ نہیں ہے اور گھر سے یا تو منگوانے کی کوئی صورت نہیں یا فوری طور پر آنا مشکل ہے۔ ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔ اگر حاجی کے پاس راستہ میں روپیہ ختم ہوگیا اور اس کے گھر میں بہت مال و دولت ہے اس کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔

④ فی سبیل اللہ

یعنی ہر وہ شخص جو اللہ کے دین کے لیے سعی کرتا ہے اور نیکی کے کام میں مشغول ہے لیکن فقیر اور محتاج ہے مثلاً جہاد کرنے والے تبلیغ دین کرنے والے علوم دین کے سیکھنے سکھانے والے وغیرہ۔ ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مسئلہ: وہ طالب علم جو غنی اور مال دار ہو مگر طلب علم کی وجہ سے کمانے سے عاجز ہو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔

مسئلہ: کسی مدرسہ میں پڑھنے والا بالغ طالب علم جس کی کفالت اس کے والدین کرتے ہوں اور اس کی ضرورت کے تمام خرچے پورے کرتے ہوں لیکن وہ طالب علم خود مال دار نہ ہو تو اگر کسی نے اس کو زکوٰۃ دی تو اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی لیکن اس طالب علم کو نہ تو خود زکوٰۃ مانگنی چاہیے اور اگر کوئی دے تو کہہ دے کہ مجھے ضرورت نہیں۔

مسئلہ: خیراتی دواخانہ میں زکوٰۃ کا مصرف یہ ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مساکین کو مفت دی جائیں۔ زکوٰۃ کی مد سے اس دواخانہ کے ڈاکٹروں اور دوسرے کارکنوں کو تنخواہ دینا اور دیگر اخراجات پورے کرنا جائز نہیں اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

مسئلہ: مدارس جو اہل حق کے ہوں ان میں زکوٰۃ دینا افضل ہے کیونکہ اس میں مسلمان کا زیادہ نفع ہے۔

۵ عامل

یہ وہ شخص ہے جس کو حاکم نے زکوٰۃ اور عشر کے وصول کرنے کے لیے مقرر کیا ہو۔ اس کو اس کے کام کی اجرت زکوٰۃ میں سے دی جا سکتی ہے اگرچہ وہ خود مال دار ہی ہو۔ البتہ وہ عامل جو ہاشمی ہو اس کو زکوٰۃ سے اجرت نہیں دی جا سکتی کسی اور مد میں سے دی جائے۔

مسئلہ: مدارس کے سفیر عاملین کے حکم میں نہیں ہیں۔

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

مسئلہ: زکوٰۃ کا پیسہ کسی کافر کو دینا درست نہیں۔ مسلمان ہی کو دے اور زکوٰۃ، عشر، صدقہ، نذر اور کفارے کے سوا اور خیر خیرات کافر کو بھی دینا درست ہے۔

مسئلہ: زکوٰۃ کے پیسے سے مسجد بنوانا، کسی لاوارث مردہ کا گور و کفن کر دینا یا مردہ کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کر دینا یا کسی اور نیک کام میں لگا دینا درست نہیں جب تک کسی مستحق کو نہ دیا جائے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ: اپنی زکوٰۃ کا پیسہ اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، پردادا پردادی وغیرہ جن لوگوں سے یہ پیدا ہوا ہے ان کو دینا درست نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی اولاد پوتے، پرپوتے، نواسے وغیرہ جو لوگ اس کی اولاد میں داخل ہوں ان کو بھی درست نہیں۔ ایسے ہی بیوی اپنے میاں کو اور میاں اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا۔

مسئلہ: ان رشتہ داروں کے سوا سب کو زکوٰۃ دینا درست ہے جیسے بھائی، بہن، بھتیجی، بھانجی، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، سوتیلی ماں، سوتیلا باپ، دادا، ساس، سسر وغیرہ سب کو دینا درست ہے۔

مسئلہ: کسی عورت نے جس لڑکے کو دودھ پلایا ہے اس کو اور جس عورت نے بچپن میں تم کو دودھ پلایا ہے اس کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

مسئلہ: سیدوں کو اور علویوں کو اسی طرح جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ یا

حضرت عقیل رضی اللہ عنہ یا حضرت حارث بن عبد المطلب کی اولاد میں ہوں ان کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں۔ اسی طرح جو صدقہ شریعت کی رو سے واجب ہو اس کا دینا بھی درست نہیں جیسے نذر، کفارہ، عشر، صدقہ فطر۔ ان کے علاوہ اور کسی نفلی صدقہ و خیرات کا دینا درست ہے۔

مسئلہ: گھر کے نوکر چاکر، خدمت گار، ماما، دائی کھلائی کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے لیکن ان کی تنخواہ میں حساب نہ کرے بلکہ تنخواہ سے زائد بطور انعام و اکرام کے دے دے اور دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت رکھے تو درست ہے۔

تنبیہ: کسی فقیر کو زکوٰۃ میں یا صدقہ واجبہ کے طور پر استعمال کی کوئی شے یا کھانے پینے کی کوئی چیز ملی تو اگر وہ کسی مال دار کو وہ ہدیہ کر دے تو مال دار کا اس کو استعمال کرنا جائز ہے اور اگر ہدیہ نہ کرے بلکہ ویسے عاریتاً استعمال کے لیے دے دے یا وہ گھر میں آیا تو اس کے سامنے بطور مہمانی کے کھانے کے لیے رکھ دیا تو مال دار کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ پہلی یعنی ہدیہ کی صورت میں ملکیت بدل گئی جب کہ دوسری میں فقیر کی ملکیت برقرار ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا بیان

مسئلہ: جتنا مال ہے خواہ وہ سونا چاندی ہو یا مال تجارت ہو یا نقدی ہو اس کا چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔

مسئلہ: ایک ہی فقیر کو اتنا مال دے دینا جتنے مال کے ہونے سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے مکروہ ہے لیکن اگر دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اس سے کم دینا جائز ہے مکروہ بھی نہیں۔

مسئلہ: کسی نے زکوٰۃ کے روپے نکالے تو اختیار ہے چاہے ایک ہی کو سب دے دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی غریبوں کو دے اور چاہے اسی دن سب دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مہینے میں دے۔

مسئلہ: بہتر ہے کہ ایک غریب کو کم از کم اتنا دے کہ اس دن کے لیے کافی ہو

جائے کسی اور سے مانگنا نہ پڑے۔

مسئلہ: کسی غریب آدمی پر تمہارے ایک ہزار روپے قرض ہیں اور تمہارے مال کی زکوٰۃ بھی ہزار روپے یا اس سے زیادہ ہے اس کو اپنا قرضہ زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ البتہ اس کو ہزار روپے زکوٰۃ کی نیت سے دے دو تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اب یہی روپے اپنے قرض میں اس سے لے لینا درست ہے۔

مسئلہ: کوئی قرض مانگنے آیا اور یہ معلوم ہے کہ وہ اتنا تنگدست اور مفلس ہے کہ کبھی ادا نہ کر سکے گا یا ایسا نادہند ہے کہ قرض لے کر کبھی ادا نہیں کرتا۔ اس کو قرض کے نام سے زکوٰۃ کا روپیہ دے دیا اور اپنے دل میں سوچ لیا کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اگرچہ وہ اپنے دل میں یہی سمجھے کہ مجھے قرض دیا ہے۔ اور چاہیے کہ زکوٰۃ دینے والا بعد میں کسی وقت کہہ دے کہ میں نے تم کو قرض معاف کر دیا۔ اور اگر یہ نہ کہا ہو اور مقروض بعد میں قرض واپس کرے تو اس سے واپس نہ لے اور اب کہہ دے کہ میں تو تمہارا قرض معاف کر چکا تھا اور اگر اس سے لے بھی لیے ہوں تو کسی تدبیر سے مثلاً ہدیہ کے نام پر اسی کو واپس کر دے۔

مسئلہ: کسی کو انعام یا عیدی کے نام سے کچھ دیا مگر دل میں یہی نیت ہے کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی کیونکہ فقیر کو زکوٰۃ کہہ کر دینا کوئی ضروری نہیں۔

مسئلہ: رقم سے مکان بنوا کر فقیر کو دیا تو جائز ہے۔

مسئلہ: استعمال شدہ چیز اگر زکوٰۃ میں دی جائے تو دیکھیں گے کہ بازار میں اس کو فروخت کیا جائے تو کتنی قیمت مل جائے گی۔ وہ چیز دینے سے اتنی ہی قیمت کی زکوٰۃ میں ادائیگی ہوگی۔

مسئلہ: دکاندار کے پاس ایسا مال ہے جو بکتا نہیں ہے دیکھیں گے کہ کتنی قیمت پر لوگ اسے خرید لیں گے۔ وہ مال اگر زکوٰۃ میں دیا تو اس کی موجودہ مالیت و قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ کی ادائیگی ہوگی۔

مسئلہ: اندازے سے زکوٰۃ نکالی بعد میں حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ پانچ سو روپے زائد نکال دیے گئے تو اس زائد رقم کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو مال دار ہے یا سید ہے یا اندھیری رات میں کسی کو دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میرا ایسا رشتہ دار ہے جس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں تو ان سب صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوگئی دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں لیکن اگر لینے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں ہوں تو نہ لے اور واپس کر دے۔ اور اگر دینے کے بعد معلوم ہو کہ جس کو دیا ہے وہ کافر ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی پھر ادا کرے۔

مسئلہ: اگر کسی پر شبہ ہو کہ معلوم نہیں مالدار ہے یا محتاج ہے تو جب تک تحقیق نہ ہو جائے اس کو زکوٰۃ نہ دے۔ اگر بے تحقیق کیے دی تو دیکھو دل زیادہ کدھر جاتا ہے۔ اگر دل یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ فقیر ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی اور اگر دل یہ کہے کہ وہ مال دار ہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی پھر سے دے۔ لیکن اگر دینے کے بعد معلوم ہو جائے کہ وہ غریب ہی ہے تو پھر سے نہ دے زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

مسئلہ: زکوٰۃ کے دینے میں اور زکوٰۃ کے سوا اور صدقہ خیرات میں سب سے زیادہ اپنے رشتے ناطے کے لوگوں کا خیال رکھو کہ پہلے انہی لوگوں کو دو لیکن ان کو یہ نہ بتاؤ کہ یہ صدقہ اور خیرات کی چیز ہے تاکہ وہ برا نہ مانیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرابت والوں کو خیرات دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ ایک تو خیرات کا دوسرے اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنے کا پھر جو کچھ ان سے بچے وہ اور لوگوں کو دو۔

مسئلہ: ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر دوسرے شہر میں اس کے رشتہ دار رہتے ہیں ان کو بھیج دیا یا یہاں والوں کے اعتبار سے وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہیں یا وہ لوگ دین کے کام میں لگے ہیں ان کو بھیج دیا تو مکروہ نہیں کہ طالب علموں اور دین دار عالموں کو دینا بڑا ثواب ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد مر جائے تو اس کی وصیت کے بغیر اس کے مال کی زکوٰۃ نہ لی جائے گی۔ ہاں اگر وصیت کر گیا ہو تو اس کے تہائی مال میں سے زکوٰۃ لے لی جائے گی گو یہ تہائی پوری زکوٰۃ کو کفایت نہ کرے اور اگر اس کے وارث تہائی سے زیادہ پر راضی ہوں تو جس قدر وہ اپنی خوشی سے دے دیں لے لیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر ایک سال کے بعد قرض خواہ اپنا قرض مقروض کو معاف کر دے تو قرض خواہ کو اس ایک سال کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

البتہ اگر وہ مقروض مال دار ہے تو اس کو معاف کرنا مال کا ہلاک کرنا سمجھا جائے گا اور قرض خواہ کو زکوٰۃ دینا پڑے گی کیونکہ زکوٰۃ والے مال کے ہلاک کر دینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی۔

مسئلہ: فرض و واجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اسی وقت مستحب ہے جب مال اپنی ضرورتوں اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں سے زائد ہو ورنہ مکروہ ہے اسی طرح اپنے کل مال کا صدقہ میں دینا بھی مکروہ ہے ہاں اگر وہ اپنے نفس میں توکل اور صبر کی صفت بہ یقین جانتا ہو اور اہل و عیال کو بھی تکلیف کا احتمال نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کسی کو وکیل بنانا

مسئلہ: زکوٰۃ کا روپیہ خود کسی فقیر کو نہیں دیا بلکہ کسی اور کو دے دیا کہ تم کسی کو دے دینا یہ بھی جائز ہے۔ اب وہ شخص اگر دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہ بھی کرے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ: کسی غریب کو دینے کے لیے تم نے سو روپے کسی کو دیئے لیکن اس نے بعینہ وہی سو روپے فقیر کو نہیں دیئے جو تم نے دیئے تھے بلکہ اپنے پاس سے سو روپے تمہاری طرف سے دے دیئے اور یہ خیال کیا کہ وہ سو روپے میں لے لوں گا تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی بشرطیکہ تمہارے روپے اس کے پاس موجود ہوں اور اب وہ شخص اپنے سو روپے کے بدلے میں تمہارے سو روپے لے لے۔ البتہ اگر تمہارے دیے ہوئے روپے اس نے

پہلے خرچ کر ڈالے اس کے بعد اپنے روپے غریب کو دیئے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی یا تمہارے روپے اس کے پاس رکھے تو ہیں لیکن اپنے روپے دیتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ میں وہ روپے لے لوں گا تب بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اب وہ سو روپے پھر زکوٰۃ میں دے۔

مسئلہ: اسی طرح ایک شخص نے زکوٰۃ کی رقم مسکینوں میں تقسیم کرنے کے لیے کسی کو دی۔ وکیل نے مثلاً اس میں سے دس دس کے دس نوٹ لیے اور سو روپے کا نوٹ اس میں رکھ دیا اور بعد میں زکوٰۃ میں دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

مسئلہ: تم نے ایک شخص کو زکوٰۃ کی رقم دے کر کہا کہ یہ فلاں مدرسہ میں دے دو یا فلاں مستحق شخص کو دے دو۔ اس نے وہ رقم کسی اور فقیر کو دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اور اس شخص کے ذمے تاوان آئے گا۔

مسئلہ: اگر وکیل کو صراحت یا دلالت سے اس بات کی اجازت حاصل ہوگئی ہو کہ ضرورت پڑے تو زکوٰۃ کی رقم خود خرچ کر لے اور بعد میں اپنے پاس سے زکوٰۃ کی رقم دے دے تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر تم نے روپے دیئے بغیر کسی سے کہہ دیا کہ تم ہماری طرف سے زکوٰۃ دے دینا اس لیے اس نے تمہاری طرف سے زکوٰۃ دے دی تو ادا ہوگئی اور جتنا اس نے تمہاری طرف سے دیا ہے تم سے لے لے۔

مسئلہ: اگر تم نے کسی سے کچھ نہیں کہا اس نے تمہاری اجازت کے بغیر تمہاری طرف سے زکوٰۃ دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ اب اگر تم منظور بھی کر لو تب بھی درست نہیں اور جتنا تمہاری طرف سے دیا ہے تم سے وصول کرنے کا اس کو حق نہیں ہے۔

مسئلہ: تم نے ایک شخص کو اپنی زکوٰۃ دینے کے لیے سو روپے دیئے تو اس کو اختیار ہے چاہے خود کسی غریب کو دے یا کسی اور کے سپرد کر دے کہ تم یہ روپیہ زکوٰۃ میں دے دینا اور کسی نام کا بتانا ضروری نہیں کہ فلاں کی طرف سے یہ زکوٰۃ دینا اور وہ شخص یہ روپیہ اپنے کسی رشتہ دار مثلاً ماں باپ یا بالغ اولاد یا بیوی کو غریب دیکھ کر دے دے تو بھی

درست ہے اور اگر خود فقیر ہے اور اس کی نابالغ اولاد بھی فقیر ہے تو نابالغ اولاد کو بھی دے سکتا ہے لیکن خود اپنے لیے نہیں لے سکتا۔ البتہ اگر تم نے یہ کہہ دیا ہو کہ تم جو چاہے کرو اور جس کو چاہے دے دو تو خود بھی لینا درست ہے۔

مسئلہ: وکیل سے اگر زکوٰۃ کی رقم گم ہو جائے یا ضائع ہو جائے یا چوری ہو جائے تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور اگر وکیل نے حفاظت میں خود کوئی غفلت یا کوتاہی نہ کی ہو تو اس پر رقم کا تاوان نہیں آتا۔

اموال ظاہرہ

کسی مال کے اموال ظاہرہ میں سے ہونے کے لیے دو باتیں ہیں۔

◆ ۱ ان اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مالکان کے نجی مقامات کی تفتیش نہ کرنی پڑے۔

◆ ۲ وہ اموال حکومت کے زیر حمایت ہوں۔

مندرجہ ذیل اموال ظاہرہ ہیں۔

۱ جنگل میں چرنے والے (یعنی سائمہ) جانور

۲ کھیتیاں

۳ باغات

۴ مال تجارت یا سونا چاندی جب اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے ہوئے عاشر یعنی زکوٰۃ اور دیگر محصولات وصول کرنے والے کے پاس سے گزرے۔

۵ وہ سرمایہ جو سرکاری بینکوں اور سرمایہ کاری کے سرکاری اداروں میں شرکت یا مضاربت کے طور پر جمع کر دیا گیا ہو اگرچہ یہ معاملہ فاسد ہی ہو کیونکہ اس صورت میں یہ سرمایہ حکومت کے پاس امانت ہوتا ہے اور حکومت کے ذمہ اس کی حفاظت ہوتی ہے۔

۶ وہ رقوم جو سرکاری بینکوں میں جمع کرائی گئی ہوں خواہ کرنٹ اکاؤنٹ میں یا بچت کے کھاتہ میں جب کہ مضاربت یا شراکت نہ ہو۔ اس صورت میں اگرچہ جمع

کردہ رقوم کی حیثیت قرض کی بن جاتی ہے لیکن چونکہ یہ قرض حکومت کے ذمہ واجب الرد ہوتا ہے اور موجب تاوان ہوتا ہے اس لیے اس کو حکومت کی حفاظت حاصل ہو جاتی ہے۔

البتہ یہ رقم جب واپس لی جائے گی اس وقت کل مدت کی زکوٰۃ کی ادائیگی ہوئی۔

اموال باطنہ

1. گھروں میں رکھا ہوا سونا چاندی اور روپیہ۔
2. وہ تجارتی مال جو دکان یا تجارتی جگہ پر رکھا ہو۔
3. وہ رقوم جو نجی بینکوں اور سرمایہ کاری کی نجی کمپنیوں میں جمع کرائی گئی ہوں۔
4. وہ رقوم جو بطور قرض عوام میں سے ایک کی دوسرے کے ذمہ میں ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ دونوں سے سرکاری سطح پر زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ البتہ اتنا فرق تھا کہ مویشیوں اور زرعی پیداوار کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے کارندے بھیجے جاتے تھے اور نقود اور اموال تجارت کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مصدق بھیجنے کے بجائے مالکوں کو حکم تھا کہ وہ خود زکوٰۃ پہنچائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر سے باہر جانے والے اموال کے بارے میں یہ تبدیلی فرمائی کہ ان کی وصول یابی کے لیے بھی کارندے مقرر فرمائے اور باقی اموال باطنہ کی زکوٰۃ حسب سابق مالکان خود پہنچا دیتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آبادی پھیل گئی اور اموال باطنہ کی کثرت ہوگئی۔ انہوں نے ان حالات میں محسوس کیا کہ اگر اب بھی لوگوں کے اموال باطنہ کی زکوٰۃ حکومت کے لیے وصول کرنا ضروری ہو تو اس کے لیے حکومت کو خود اپنے کارندے مقرر کرنا پڑیں گے جن کی لوگوں کے نجی مقامات میں دخل اندازی سے لوگوں کو تکلیف ہوگی لہٰذا آپ نے مالکان کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے اموال باطنہ کی زکوٰۃ خود ضرورت مندوں کو دے دیا کریں۔

سرکاری بینکوں سے زکوٰۃ کی سرکاری کٹوتی

اس کے صحیح ہونے کا دارومدار دو باتوں پر ہے۔

۱ حکومت ایسی رقومات پر زکوٰۃ وصول کرتی ہے جو نفع یا سود کے کھاتے ہیں اور موجودہ حالات میں نفع کی اصلی شکل بھی سود کی ہے لہٰذا زکوٰۃ کی کٹوتی اس وقت صحیح ثابت ہوگی جب کھاتہ دار سود کی رقم سے نہ لے اور اگر لے لی ہو تو کل کو صدقہ کردے۔

۲ واضح طور سے معلوم ہو کہ حکومت زکوٰۃ کی وصول شدہ رقم اس کے جائز مصارف میں خرچ کر رہی ہے۔

جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

تنبیہ: سال گزرنا سب میں شرط ہے۔

جانوروں کی وہ قسم جن میں زکوٰۃ فرض ہے سائمہ ہے اور سائمہ وہ جانور ہیں جن میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔

۱ سال کے اکثر حصے میں اپنے منہ سے چرکر اکتفا کرتے ہیں اور گھر میں ان کو کھڑے کرکے نہ کھلایا جاتا ہو۔ اگر نصف سال اپنے منہ سے چر کے رہتے ہوں اور نصف سال ان کو گھر میں کھڑے کرکے کھلایا جاتا ہو تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر گھاس ان کے لیے گھر میں منگائی جاتی ہو خواہ قیمت سے ہو یا بلا قیمت تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں۔

۲ دودھ کی غرض سے یا نسل کے زیادہ ہونے کے لیے یا فربہ کرنے کے لیے رکھے گئے ہوں اگر دودھ اور نسل اور فربہی کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ گوشت کھانے کے لیے یا سواری کے لیے ہوں تو پھر سائمہ نہ کہلائیں گے۔

مسئلہ: سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ اونٹ' اونٹنی' یا گائے' بیل' بھینس' بھینسا' بکرا' بکری' بھیڑ' دنبہ ہو۔ جنگلی جانوروں میں جیسے ہرن وغیرہ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر تجارت کی نیت سے خرید کر رکھے جائیں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ

فرض ہوگی۔

مسئلہ: جو جانور کسی دیسی اور جنگلی جانور سے مل کر پیدا ہوا ہو تو اگر ان کی ماں دیسی ہے تو وہ بھی دیسی سمجھے جائیں گے اور اگر جنگلی اور وحشی ہے تو جنگلی سمجھے جائیں گے۔

مثال

بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ بکری کے حکم میں ہے اور نیل گائے اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جو جانور سائمہ ہو اور سال کے درمیان میں اس کو تجارت کی نیت سے کسی جانور یا سامان کے بدلے میں فروخت کر دیا اور خریدنے کے وقت خریدے ہوئے جانور یا سامان میں تجارت کی نیت کر لی تو اس سال کی زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی بلکہ جب سے اس نے تجارت کی نیت کی اس وقت سے اس کا تجارتی سال شروع ہوگا۔ اسی طرح جو جانور تجارت کے لیے ہوں ان کو سائمہ بنا دیا تو سائمہ بنانے کے دن سے سال کا حساب کیا جائے گا۔

مسئلہ: جانوروں کے بچوں میں اگر وہ تنہا ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر ان کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو تو پھر ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور زکوٰۃ میں وہی بڑا جانور دیا جائے گا اور سال پورا ہونے کے بعد اگر وہ بڑا جانور مر جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

مسئلہ: وقف کے جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

مسئلہ: زکوٰۃ دینے کے لیے جو جانور ذمے میں آتا ہو اس کے بجائے اس کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔

مسئلہ: جانور ملے جلے ہوں یعنی عمدہ، درمیانے اور ہلکے تو درمیانہ جانور زکوٰۃ میں لیا جائے گا اور اگر سب عمدہ ہوں تو عمدہ جانور لیا جائے گا۔

اونٹوں کی زکوٰۃ کا نصاب

ایک اونٹ سے چار اونٹوں تک معاف ہے ان پر زکوٰۃ نہیں۔ اس کے بعد

بحساب ذیل زکوٰۃ فرض ہے۔

5 سے 9 تک	ایک سالہ بکری یا بکری
10 سے 14 تک	دو بکریاں یا بکرے
15 سے 19 تک	تین بکریاں یا بکرے
20 سے 24 تک	چار بکریاں یا بکرے
25 سے 35 تک	ایک سالہ اونٹنی
36 سے 45 تک	دو سالہ اونٹنی
46 سے 60 تک	تین سالہ اونٹنی
61 سے 75 تک	چار سالہ اونٹنی
76 سے 90 تک	دو سالہ دو اونٹنیاں
91 سے 124 تک	تین سالہ دو اونٹنیاں
125 سے 129 تک	تین سالہ دو اونٹنیاں اور ایک بکری
130 سے 134 تک	تین سالہ دو اونٹنپاں اور دو بکریاں
135 سے 139 تک	تین سالہ دو اونٹنیاں اور تین بکریاں
140 سے 144 تک	تین سالہ دو اونٹنیاں اور چار بکریاں
145 سے 149 تک	تین سالہ دو اونٹنیاں اور ایک سالہ ایک اونٹنی
150 سے 154 تک	تین سالہ تین اونٹنیاں

ضابطہ کلیہ

150 کے اوپر ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری پھر 25 سے 35 تک ایک سالہ اونٹی پھر 36 سے 45 تک دو سالہ اونٹنی پھر 46 سے 50 تک تین سالہ ایک اونٹنی۔ اس کے بعد پھر ہر پچاس پر یہی ضابطہ چلے گا۔

مسئلہ: جہاں بکری واجب ہے اس میں ایک سال کی عمر لازم ہے اور اختیار ہے چاہے بکری دے یا بکرا دے۔

مسئلہ: اونٹنی مونث ہی دینا لازم ہے اونٹ دینا جائز نہیں۔ البتہ اونٹنی کی قیمت لگا کر اس کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد قیمت کا اونٹ دینا جائز ہے۔

گائے بھینس کی زکوٰۃ کا نصاب

گائے اور بھینس دونوں ایک قسم میں ہیں۔ دونوں کا نصاب بھی ایک ہے اور اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملالیں گے۔ مثلاً بیس گائیں ہوں اور دس بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کرلیں گے۔ مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو اگر گائیں زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینسیں زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں بھینس دی جائے گی اور جو دونوں برابر ہوں تو قسم اعلیٰ میں جو جانور کم قیمت کا ہو یا کمتر قسم میں جو جانور زیادہ قیمت کا ہو دیا جائے گا۔ پس تیس گائے بھینس میں گائے یا بھینس کا ایک بچہ جو پورے ایک برس کا ہو نر ہو یا مادہ دینا واجب ہوگا تیس سے کم میں کچھ نہیں چالیس گائے یا بھینس میں پورے دو سال کا بچہ نر ہو یا مادہ۔ جب ساٹھ ہو جائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دیئے جائیں گے پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس میں ایک برس کا بچہ اور ہر چالیس میں دو برس کا بچہ۔ مثلاً ستر ہو جائیں تو ایک ایک برس کا بچہ اور ایک دو برس کا بچہ کیونکہ ستر میں ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس کا۔

بھیڑ بکری کی زکوٰۃ کا نصاب

تنبیہ: زکوٰۃ کے بارے میں بکری بھیڑ اور دنبہ سب یکساں ہیں۔

چالیس بکریوں پر ایک سال کی ایک بکری یا بکرا واجب ہے۔ چالیس سے ایک سو بیس تک یہی واجب ہے۔ پھر ایک سو اکیس سے دو سو تک دو بکریاں۔ پھر دو سو ایک تین سو ننانوے تک تین بکریاں پھر چار سو پر چار بکریاں۔ اس کے بعد ہر سو پر ایک بکری واجب ہے۔ سو سے کم میں کچھ نہیں۔ بھیڑ اور دنبے کا بھی یہی حکم ہے۔ بھیڑ اور بکری مخلوط ہوں تب بھی یہی نصاب ہے۔ البتہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں یہ فرق ہے کہ بھیڑ اور بکری میں جو زیادہ ہوں زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے اور اگر دونوں برابر ہوں تو اختیار

ہے کہ اعلیٰ قسم سے ادنیٰ قیمت کا جانور دے یا ادنیٰ قسم سے اعلیٰ قیمت کا جانور دے۔

گھوڑوں کی زکوٰۃ کا نصاب

مسئلہ: گھوڑوں پر جب وہ سائمہ ہوں اور نر و مادہ مخلوط ہو زکوٰۃ ہے۔ سب کی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ دے دے۔

مسئلہ: گدھے اور خچر پر جب کہ وہ تجارت کے لیے نہ ہوں عشر نہیں۔

پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان

مسئلہ: کوئی شہر کافروں کے قبضہ میں تھا۔ وہی لوگ وہاں رہتے سہتے تھے پھر مسلمانوں نے لڑ کر وہ شہر ان سے چھین لیا اور وہاں دین اسلام پھیلا دیا اور مسلمان بادشاہ نے کافروں سے لے کر شہر کی ساری زمین ان ہی مسلمانوں کو بانٹ دی۔ ایسی زمین کو شرع میں عشری کہتے ہیں۔ اور اگر اس شہر کے رہنے والے لوگ سب کے سب اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے۔ لڑنے کی ضرورت نہیں پڑی تب بھی اس شہر کی سب زمین عشری کہلائے گی۔

مسئلہ: اگر کسی کے باپ دادا سے یہی عشری زمین برابر چلی آتی ہو یا کسی ایسے مسلمان سے خریدی جس کے پاس اسی طرح چلی آئی ہو تو ایسی زمین میں جو کچھ پیدا ہوا اس میں بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

مقدار عشر

اگر کھیت کو سینچنا نہ پڑے فقط بارش کے پانی سے پیداوار ہو گئی یا ندی اور دریا کے کنارے پر ترائی میں کوئی چیز بوئی اور بے سینچے پیدا ہو گئی تو ایسے کھیت میں جتنی پیداوار ہوئی ہے اس کا دسواں حصہ دینا واجب ہے یعنی دس من میں ایک من اور دس سیر میں ایک سیر، اور اگر کھیت کو رہٹ چلا کر سینچا گیا ہو یا کنویں یا ٹیوب ویل یا نہر کے خریدے ہوئے پانی سے آبپاشی کی گئی ہو اس میں بیسواں حصہ واجب ہے یعنی بیس من میں ایک من اور بیس سیر میں ایک سیر۔ اور اگر دونوں طرح ہوئی ہو تو غالب کا اعتبار ہے اور اگر

دونوں طریقے مساوی ہوں تو بعض کے نزدیک بیسواں حصہ اور بعض کے نزدیک عشر کا تین چوتھائی یعنی چالیس من میں سے تین من واجب ہے۔

کس پیداوار پر عشر واجب ہے اور کس پر نہیں

اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ زمین سے جو پیداوار بطور فائدہ اور آمدن کے اصل مقصود ہو اس میں عشر واجب ہے اور جو پیداوار اصلاً مقصود نہیں اس میں عشر واجب نہیں۔

پس مندرجہ ذیل پیداوار میں عشر واجب ہے۔

1. ہر قسم کے اناج، ساگ، ترکاری، میوہ، پھل وغیرہ۔
2. السی کے پیڑ اور بیج
3. کپاس
4. تمباکو اور افیون
5. جانوروں کے چارہ کے لیے جو گھاس اگائی جیسے برسین، جوار، مٹر وغیرہ
6. بید یا چنار یا صنوبر یا اس قسم کے اور درخت ہوں اور ان کو کاٹ کر بیچتا ہو۔
7. جو شخص خودرو گھاس کی دیکھ بھال شروع کر دے اور بیچ کر کمائی کرے۔
8. وہ بیج جن کی پیداوار اصلاً مقصود ہے مثلاً سورج مکھی، سرسوں، السی، سویا وغیرہ۔
9. وہ پھول جن کی پیداوار آدمی کے لیے مطلوب ہو۔
10. عشری زمین یا پہاڑ یا جنگل سے اگر شہد نکالا جائے تو اس میں بھی عشر واجب ہے۔

مندرجہ ذیل میں عشر واجب نہیں

1. بھوسہ اور سوکھی چری جس سے اناج حاصل کیا گیا ہے۔ البتہ اگر دانہ پڑنے سے پہلے ہی اس کو کاٹ لیا گیا ہو تو اس میں بھی عشر ہے۔
2. وہ بیج جن کی زراعت مقصود نہیں ہوتی جیسے تربوز، خربوزہ، ککڑی اور کھیرے کے بیج۔
3. لکڑی (ایندھن)، گھاس، نرکل، جھاؤ اور کھجور کے پتے جب کہ ان کی دیکھ بھال نہ کی جاتی ہو اور ان کو فروخت نہ کیا جاتا ہو۔
درختوں سے حاصل ہونے والی گوند، رال اور لاکھ۔

خودرو دوائیں یا وہ دوائیں جو زراعت میں اصل مقصود نہ ہوں۔

تنبیہ: اگر زمین کو انہی چیزوں میں لگا دیا ہو اور زراعت سے یہی چیزیں اصل مقصود ہوں اور آمدنی کا ذریعہ ہوں تو ان پر عشر واجب ہوگا۔

۴ اپنے گھر کے اندر کوئی درخت لگایا یا کوئی چیز ترکاری کی قسم کی یا اور کچھ بویا اور اس میں پھل آیا۔

عشر کے چند مسائل

تنبیہ: جہاں لفظ عشر آئے گا عشر (دسویں حصہ) اور نصف عشر (بیسویں حصہ) دونوں کو شامل ہوگا۔

مسئلہ: عشری زمین میں عشر یا نصف عشر کل پیداوار میں واجب ہوتا ہے خواہ پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ ہو اس میں کوئی نصاب شرط نہیں ہے۔ مالک پر قرض اس کی ادائیگی سے مانع نہیں ہے اور زراعت کے اخراجات بھی اس میں منہا نہیں کیے جاتے۔ البتہ جو لوگ کسی خاص حصہ پیداوار پر زراعت میں کام کرتے ہیں ان کے حصہ کا عشر خود ان کے ذمہ ہے۔

مسئلہ: عشر میں سال کا گزرنا بھی شرط نہیں ہے اور سال میں جتنی مرتبہ پیداوار ہو ہر مرتبہ عشر نکالنا واجب ہے۔

مسئلہ: نابالغ بچہ اور مجنون کی زمین میں بھی عشر واجب ہے۔

مسئلہ: ارض وقف میں بھی عشر واجب ہے۔

مسئلہ: جب پھل قابل اطمینان ہو جائے اس وقت کے حساب سے عشر واجب ہے۔

مسئلہ: پھل کے قابل اطمینان ہونے کے بعد اور تیار ہونے سے پہلے جو پھل توڑے اس کا حساب رکھے اس کا بھی عشر دینا پڑے گا۔

مسئلہ: پکنے سے پہلے کھیت بیچ ڈالا تو اس کا عشر خریدار کے ذمہ ہے اور اگر پکنے کے بعد بیچا تو بائع یعنی فروخت کنندہ کے ذمہ ہے۔ یہی حکم پھل کا ہے۔

مسئلہ: جو زمین کرایہ پر دی جائے اس کا عشر کاشتکار کے ذمہ ہے کیونکہ وہ پیداوار کا مالک ہے اور اگر مزارعت یعنی بٹائی پر دی گئی ہو تو مال زمین اور کاشتکار دونوں کے ذمہ اپنے اپنے حصہ میں واجب ہے۔

مسئلہ: عشری زمین پر کسی سرکاری مال گزاری کے ادا کرنے سے عشر نہیں ہوتا۔

مسئلہ: عشر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔

خراج

اگر کوئی ملک صلح کے ساتھ فتح ہوا ہو تو اس زمین کے تمام حالات ان شرائط کے مطابق ہوں گے جن پر صلح کا معاہدہ ہوا ہے۔ اگر اس صلح نامہ میں یہ شرط ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب پر رہیں گے اور اراضی بدستور انہی لوگوں کی ملکیت میں رہیں گی جن کی ملکیت میں اب تک تھیں تو اس صورت میں ان کی زمینوں پر خراج لگا دیا جائے گا اور یہ زمینیں ہمیشہ خراجی رہیں گی اور ان کے لیے خراج کا حکم متعین ہے۔

خراج کی دو قسمیں ہیں ایک موظف یعنی ایک مقررہ رقم یا وظیفہ مثلاً دو سو روپیہ فی ایکڑ دوسرا خراج مقاسمت یعنی پیداوار کا کوئی حصہ کسی خاص نسبت سے لیا جاتا ہے مثلاً نصف یا تہائی وغیرہ۔

خراج کے چند مسائل

مسئلہ: خراجی زمین میں خراج واجب ہوتا ہے لیکن خراج موظف محض زراعت پر قدرت ہونے سے ہی واجب ہوتا ہے اس لیے اگر زراعت کے امکان کے ہوتے ہوئے زمین کو معطل چھوڑے رکھے گا تو یہ خراج واجب ہوگا البتہ جب زراعت کی قدرت نہ ہو تب ساقط ہو جاتا ہے اور خراج مقاسمہ عشر کی طرح اس وقت واجب ہوگا جب واقع میں پیداوار بھی ہو۔

مسئلہ: اگر مسلمان کسی غیر مسلم سے زمین خرید لے وہ خراجی ہی رہے گی۔

مسئلہ: اگر مسلمان کسی غیر مسلم کے ہاتھ عشری زمین بیچ ڈالے وہ خراجی ہو جائے گی۔

مسئلہ: خراج کے مصارف مصالح عامہ ہیں اور علماء مدرسین مفتیین اور طلبہ کی خدمت بھی ان میں داخل ہے۔

مسئلہ: عشر و خراج دونوں ایک زمین میں واجب نہیں ہوتے۔ اس لیے خراجی زمین سے عشر نہ نکالا جائے گا۔

مسئلہ: جس زمین میں عشر واجب ہے اگر اس سے کوئی ٹیکس یا خراج لیا جاتا ہو تو عشر ساقط نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اس پر اتفاق ہے کہ خراج موظف مالک زمین کے ذمہ ہوتا ہے کاشتکار کے ذمہ نہیں البتہ خراج مقاسمہ کا حکم عشر کی طرح کا ہے کہ پیداوار میں اپنے اپنے حصہ کے بقدر دونوں کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر خراجی زمین کا محصول حکومت وقت کی طرف سے معاف ہو تب بھی اگر وہ خراج موظف ہو تو وہ مالک زمین کے ذمہ رہے گا۔ آگے اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ شخص خراج کا مصرف ہے مثلاً مفتی ہے مدرس ہے واعظ ہے تو اس کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے اور اگر مصرف نہیں ہے تو اس پر واجب ہے کہ مصرف تک اس کو پہنچائے۔ مدارس اسلامیہ کا مد چندہ اس کے لیے بہت مناسب ہے۔ البتہ اگر زمین سے انتفاع پر قدرت نہ ہو تو خراج ساقط ہے۔ یہی تفصیل خراج مقاسمہ میں ہے۔

مسئلہ: حکومت وقت کی جانب سے معاف ہونے کے باعث اس کے خراج کی مقدار کی تعیین میں دشواری ہو تو اس کے قرب و جوار کی اراضی سے اندازہ کر کے مدارس اسلامیہ میں پہنچا دیا جائے ورنہ ایک شرعی حق ذمہ میں واجب رہے گا۔

مسئلہ: حکومت زمین پر جو رقم وصول کرتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک پانی کی قیمت جسے آبیانہ کہتے ہیں۔ دوسری رقم محصول یا ٹیکس کے نام سے وصول کی جاتی ہے۔

کسی مسلمان حکومت کے تحت آبیانہ کی رقم خراج میں شمار نہ ہوگی البتہ محصول کو خراج میں شمار کرنا درست ہے۔ لہٰذا اگر کسی زمین پر خراج مقاسمہ فرض ہے تو خراج کی کل مقدار سے سرکاری محصول وضع کر کے باقی خراج ادا کیا جائے۔ جس ملک میں کافروں کی حکومت ہو وہاں کے مسلمان محصول یا اراضی ٹیکس کو خراج میں سے شمار نہ کریں بلکہ اپنے طور پر خراج نکال کر دینی کاموں میں خرچ کریں۔

عشر و خراج سے متعلق چند دیگر مسائل

مسئلہ: عشر اور خراج میں بجائے پیداوار کے اس کی قیمت بھی دی جا سکتی ہے۔

مسئلہ: سال میں جتنی بھی فصلیں اٹھائی گئی ہوں عشر اور خراج مقاسمہ ہر فصل پر واجب ہوتے ہیں جب کہ خراج موظف سال میں صرف ایک مرتبہ لیا جاتا ہے۔

مسئلہ: جس شخص پر عشر یا خراج مقاسمہ واجب ہوا پھر وہ مر گیا تو اس کے ترکہ میں سے عشر اور خراج مقاسمہ وصول کیا جائے گا البتہ خراج موظف موت سے ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر عشری زمین کی فصل کٹنے سے پہلے یا اس کے بعد ضائع ہوگئی یا چوری ہوگئی تو عشر ساقط ہو جائے گا۔ اور خراج مقاسمہ کا بھی یہی حکم ہے۔

خراج موظف کے بارے میں یہ تفصیل ہے:

۱. اگر کھڑی پوری فصل کسی ایسی آسمانی آفت سے تباہ ہوگئی جس سے بچنا انسان کی قدرت میں نہیں جیسے ژالہ باری اور سیلاب اور آگ وغیرہ اور اسی سال اب کوئی دوسری فصل ہونے کا موقع بھی نہ ہو جس کا اندازہ کم از کم تین ماہ ہے تو خراج موظف ساقط ہو جائے گا۔

۲. اگر کچھ فصل تباہی سے بچ گئی تو زراعت کے مصارف نکالنے کے بعد باقی پیداوار اگر خراج سے دوگنی یا زائد ہو تو پورا پورا خراج لیا جائے گا ورنہ نصف پیداوار لی جائے گی۔

۳. اور اگر آفت سے حفاظت ممکن تھی جیسے چوہا وغیرہ لگ جانا یا اسی سال میں اتنا

وقت باقی ہو کہ اس میں زمین سے کوئی اور فصل اٹھائی جاسکتی ہو یعنی کم از کم تین ماہ باقی ہوں تو خراج موظف معاف نہیں ہوتا۔

④ اگر فصل کٹائی کے بعد تباہ ہوئی خواہ آسمانی آفت سے یا ایسی آفت سے جس سے بچاؤ انسان کی قدرت میں ہے تو کسی صورت میں خراج موظف ساقط نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر رہائشی پلاٹ کو مستقل باغ سے تبدیل کر دیا تو اس میں عشر یا خراج واجب ہوگا اور اگر مکان رہائشی ہے مگر اس کے صحن میں باغ لگا لیا تو اس پر عشر یا خراج واجب نہیں۔

زکوٰۃ اور دینی مدارس

حاکم میں دو وصف ہوتے ہیں۔

1. حکومت جس کا ثمرہ حدود و قصاص کو نافذ کرنا ہے۔
2. انتظام حقوق عامہ

پہلے وصف یعنی حکومت میں کوئی اور حاکم کا قائم مقام نہیں ہوسکتا جب کہ دوسرے وصف میں اہل حل وعقد بوقت ضرورت حاکم کے قائم مقام ہوسکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل حل وعقد کی رائے ومشورہ کے ساتھ حاکم کا تقرر اور انتخاب وابستہ ہے جو انتظامی امور میں سے ہے۔ لہٰذا مدارس کا مالی انتظام جو اصحاب اموال اور طلباء کی رضامندی سے دین کی بقاء کے لیے کیا گیا ہے بطریق اولیٰ قابل اعتبار ہوگا۔

مدارس کے مالی انتظام کے تحت اہل مدرسہ (مہتمم) بیت المال کے عمال کی طرح زکوٰۃ دینے والوں اور زکوٰۃ لینے والوں (یعنی طلبہ) کے وکیل ہیں کیونکہ جیسے حاکم اپنی رعایا کا نائب ہوتا ہے اسی طرح مہتمم طلبہ کا نائب اور وکیل ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شے کسی مہتمم کو دی تو مہتمم کا قبضہ خود طلباء کا قبضہ ہے۔ اس کے قبضہ سے دینے والے کی ملک سے وہ شے نکل گئی اور طلبہ کی ملکیت ہوگئی اگرچہ طلبہ کی ذوات اور ان کی تعداد مجہول ہو جیسا کہ حاکم یا اس کے عمال کے زکوٰۃ پر قبضہ کرنے سے وہ دینے والوں کی ملکیت سے

نکل جاتی ہے اور فقراء وغیرہ کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے اگر چہ ان فقراء وغیرہ کی ذوات اور تعداد مجہول ہے۔

غرض مہتمم مدرسہ زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے میں حاکم کی مثل ہے اور مدرسہ کا خزانہ بیت المال کی مثل ہے۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ بیت المال میں تمام فقراء اور تمام اصناف کا حق ہوتا ہے جب کہ مدرسہ کا خزانہ اس بڑے بیت المال کی ایک ذیلی شاخ ہو کر صرف مستحق طلبہ کے لیے مختص ہے۔

جس طرح بیت المال سے زکوٰۃ وصدقات کی وصولی موجود اور بعد میں ہونے والے مستحقین دونوں ہی استفادہ کر سکتے ہیں اسی طرح مدرسہ کے زکوٰۃ وصدقات کے فنڈ سے مدرسہ میں فی الوقت موجود اور آئندہ سالوں میں آنے والے طالب علم فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔

آگے کا طریقہ یہ ہو کہ مہتمم ہر مستحق طالب علم کا وظیفہ مقرر کر دے جو اس کی طرف سے مقرر کردہ کسی وکیل کو دے دیا جائے۔ یہ وکیل مدرسہ کا کوئی معتبر اور دین دار ناظم ہو سکتا ہے۔ اس میں سے طالب علم سے طعام، قیام اور تعلیم کے اخراجات کی مد میں کچھ حصہ وصول کر کے باقی ماہانہ وظیفہ کے طور پر اس کے پاس چھوڑ دیئے جائیں۔

مثلاً اس کو آٹھ سو روپے دیئے اور ان میں سے سات سو روپیہ مذکورہ اخراجات کے لیے وصول کر لیے اور سو روپے اس کے پاس چھوڑ دیئے۔

قیام کے اخراجات میں سے بجلی پانی گیس مدرسہ کے خدمتی عملہ کی تنخواہیں رہائش اور مدرسہ کی تعمیر ومرمت کے خرچ نکالے جا سکتے ہیں۔

تعلیم کے اخراجات میں سے اساتذہ کی تنخواہیں اور ان کی رہائش کے خرچے نکالے جا سکتے ہیں۔ درسی کتابوں کی ضرورت ہو تو طلباء سے کچھ رقم کتابوں کے لیے لی جائے جس کے بارے میں وہ وکالت نامہ دے دیں کہ اس سے کتابیں خرید کر مدرسہ میں وقف کر دی جائیں۔

دیگر اخراجات مثلاً غیر درسی کتب اور مہمانوں کے اخراجات غیر زکوٰۃ فنڈ میں موصول ہونے والے چندوں سے کیے جائیں۔ اگر کہیں بہت ہی مجبوری ہو تو یہ صورت

اختیار کی جا سکتی ہے کہ کسی مستحق زکوٰۃ کو قرض دلوا کر اس سے مدرسہ کے لیے چندہ دلوایا جائے۔ پھر بعض زکوٰۃ دینے والوں کو جو صورت حال کو سمجھتے ہوں بتا دیا جائے کہ یہ مستحق شخص مدرسہ کو فلاں مد میں چندہ دینے کی بناء پر مقروض ہے۔ لہٰذا وہ اس کو زکوٰۃ دیں تا کہ وہ قرض اتار سکے۔

کان اور دفینہ پر زکوٰۃ

زمین سے جو چیزیں نکلتی ہیں ان کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ معدن اور کان ہو گی یا وہ دفینہ یعنی دفن کی ہوئی ہو گی۔

معدن اور کان سے نکلنے والی چیزیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک جامد (Solids) دوسرے سیال (Liquids) پھر جامد کی دو قسمیں ہیں ایک وہ چیزیں جو پگھل سکتی ہیں جیسے سونا' چاندی' لوہا' سیسہ' تانبہ وغیرہ۔ دوسرے وہ چیزیں جو پگھلتی نہ ہوں جیسے چونا' نمک' جواہرات اور مختلف قسم کے پتھر۔

غیر جامد اور سیال جیسے پٹرول' مٹی کا تیل اور تارکول۔

کسی کو یہ چیزیں غیر مملوکہ زمین میں یا اپنی مملوکہ زمین میں ملیں تو پگھلنے والی جامد چیزوں میں سے پانچواں حصہ یعنی بیس فیصد بیت المال کا ہو گا اور باقی پانے والے کا ہو گا۔

نہ پگھلنے والی جامد چیزوں اور سیال چیزوں میں کچھ زکوٰۃ نہیں ہے۔

کسی کو یہ چیزیں مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت والی یعنی سرکاری زمین میں ملیں تو وہ کل کی کل بیت المال کی ہیں۔

مسئلہ: کسی کو یہی چیزیں دفینہ کی صورت میں ملی ہوں اور اس پر اہل اسلام سے پہلے کے کفار کی علامتیں پائی جاتی ہوں تو ان میں سے ہر قسم میں پانچواں حصہ یعنی خمس نکالا جائے گا۔ اور اگر اس پر اہل اسلام کی علامتیں پائی جاتی ہوں تو وہ چیزیں لقطہ کے حکم میں ہیں۔

مسئلہ: پارے میں بھی خمس واجب ہے۔

صدقہ فطر کا بیان

صدقہ فطر کس پر واجب ہوتا ہے؟

جو مسلمان اتنا مال دار ہو کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو یا اس پر زکوٰۃ تو واجب نہیں لیکن ضروری اسباب سے زائد اتنی قیمت کا مال واسباب ہے جتنی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہو تو اس پر عید کے دن صدقہ دینا واجب ہے چاہے وہ سوداگری کا مال ہو یا سوداگری کا نہ ہو اور چاہے سال پورا گزر چکا ہو یا نہ گزرا ہو اور اس صدقہ کو شرع میں صدقہ فطر کہتے ہیں۔

مسئلہ: کسی کے پاس رہنے کا بڑا قیمتی گھر ہے اور پہننے کے بڑے قیمتی قیمتی کپڑے ہیں اور خدمت کے لیے دو چار خادم ہیں۔ گھر میں آٹھ دس ہزار کا ضروری سامان بھی ہے جو سب کام میں آتا ہے مگر زیور نہیں ہے اور نہ ہی کچھ روپیہ ہے یا زائد کچھ روپیہ اور ضرورت سے زائد سامان ہے مگر وہ ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت سے کم ہے تو ایسے شخص پر صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی کے دو گھر ہیں ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دے دیا ہے تو یہ دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے اگر اس کی قیمت اتنی ہو جتنی پر کہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اور ایسے کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بھی جائز نہیں البتہ اگر اسی پر اس کا گزارہ ہو تو یہ مکان بھی ضروری اسباب میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہوگا اور زکوٰۃ کا پیسہ بھی لینا درست ہوگا۔

خلاصہ

یہ ہوا کہ جس کو زکوٰۃ اور صدقہ کا پیسہ لینا درست ہے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور جس کو صدقہ اور زکوٰۃ کا لینا درست نہیں اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔

مسئلہ: کسی کے پاس ضروری اسباب سے زائد مال واسباب ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرضہ مجرا کر کے دیکھو کیا بچتا ہے۔ اگر اتنی قیمت کا اسباب بچ رہے جتنے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو صدقہ فطر واجب ہے اور اگر اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی شخص کے پاس صرف دو تولے سونا ہو اس کے علاوہ چاندی ہو نہ نقدی ہو نہ مال تجارت ہو اور نہ ہی ضرورت سے زائد کچھ سامان ہو۔ پھر دو تولہ سونے کی قیمت اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد ہو تو اس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے۔

مسئلہ: جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی یہ صدقہ واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب ہے۔

صدقہ فطر کس کی طرف سے نکالنا واجب ہے

صدقہ فطر اپنی طرف سے واجب ہوتا ہے اور نابالغ اولاد کی طرف سے بھی دینا واجب ہے۔ بالغ اولاد کی طرف سے دینا واجب نہیں بلکہ اگر وہ نصاب کے مالک ہوں تو خود ادا کریں۔ البتہ اگر کوئی بچہ مجنون ہو اور بالغ ہو تو اس کی طرف سے بھی دے۔

صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے

عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اس کے مال میں سے نہ دیا جائے گا۔ اسی طرح جو بچہ عید کے دن صبح ہونے کے بعد پیدا ہو تو اس کی طرف سے صدقہ فطر واجب نہیں۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ نماز کے لیے عید گاہ میں جانے سے پہلے ہی صدقہ دے دے اگر پہلے نہ دیا تو خیر بعد میں سہی۔

مسئلہ: کسی نے صدقہ فطر عید کے دن سے پہلے ہی رمضان میں دے دیا تب بھی ادا ہو گیا۔ اب دوبارہ دینا واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر نہ دیا تو معاف نہیں ہوا۔ اب کسی دن دے دینا چاہیے۔

مسئلہ: صدقہ فطر واجب ہونے کے بعد اگر آدمی کے پاس مال ضائع ہو جائے تو

صدقہ فطر ساقط نہیں ہوتا اور ذمہ میں رہتا ہے۔

صدقہ فطر کی فی کس مقدار کتنی ہے

صدقہ فطر میں اگر گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا گیہوں کے ستو دے تو پونے دو سیر سے آدھی چھٹانک زائد دے۔ احتیاطاً پونے دو کلو یا پورے دو کلو دے دے۔ اگر جو یا جو کا آٹا یا کھجور دے تو اس کا دوگنا دینا چاہیے۔

مسئلہ: اگر گیہوں اور جو کے سوا کوئی اور اناج دیا جیسے چنا' جوار تو اتنا دے جو پونے دو کلو گیہوں کی قیمت میں آتا ہے۔

صدقہ فطر کی ادائیگی

مسئلہ: اگر گیہوں اور جو نہیں دیے بلکہ گیہوں اور جو کی قیمت دے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

مسئلہ: ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دے دونوں باتیں جائز ہیں۔

مسئلہ: اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دے دیا یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ان کو صدقہ فطر بھی دینا جائز ہے اور جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ان کو صدقہ فطر بھی دینا جائز نہیں۔

باب:۲۹

روزے کا بیان

روزے کی تعریف

جب سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے اس وقت سے لے کر سورج ڈوبنے تک روزے کی نیت سے سب کچھ کھانا پینا چھوڑ دینا اور جماع نہ کرنا شرع میں اس کو روزہ کہتے ہیں۔

مسئلہ: شرع میں روزہ کا وقت صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اس لیے جب تک صبح صادق نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب کچھ جائز ہے۔

روزے کی نیت

مسئلہ: زبان سے نیت کرنا اور کچھ کہنا ضروری نہیں بلکہ جب دل میں یہ دھیان ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور دن بھر کچھ کھایا نہ پیا نہ جماع کیا تو اس کا روزہ ہو گیا۔ اور اگر کوئی زبان سے بھی یہ کہہ دے کہ یا اللہ میں کل تیرا روزہ رکھوں گا یا عربی میں یہ کہہ دے بِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ تو بھی بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے دن بھر کچھ کھایا نہ پیا۔ صبح سے شام تک بھوکا پیاسا رہا لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہ تھا بلکہ بھوک نہیں لگی یا کسی وجہ سے کچھ کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا۔ اگر دل میں روزہ کا ارادہ کر لیتا تو روزہ ہو جاتا۔

روزے کی اقسام

فرض

رمضان کے ادا اور قضا روزے۔

واجب

❶ نذر کے روزے خواہ نذر معین ہو یا غیر معین۔

۲ نذر معین اور توڑے ہوئے نفلی روزوں کی قضا۔

۳ کفارے کے روزے۔

نفل روزے

چند ایک ہیں۔

۱ عاشورہ کا روزہ مع نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ۔

۲ ہر ماہ ایام بیض کے روزے۔

۳ شوال میں عید الفطر کے بعد کے چھ روزے

مکروہ روزے

۱ مکروہ تحریمی جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اور ایام تشریق کے روزے رکھنا۔

۲ مکروہ تنزیہی جیسے تنہا عاشوراء کا روزہ اور ۲۷ رجب کا روزہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خاص ۲۷ رجب کے روزے سے لوگوں کو منع کرنا منقول ہے۔

ماہ رمضان کے روزے کا بیان

مسئلہ: ماہ رمضان کے روزے کی اگر رات سے نیت کر لے تو بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا بلکہ صبح ہو گئی تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج کا روزہ نہ رکھوں گا پھر دن چڑھے خیال آ گیا کہ فرض چھوڑ دینا بری بات ہے اس لیے اب روزہ کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی چکا ہو تو اب نیت نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: اگر کچھ کھایا نہ ہو تو دن کو ٹھیک دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے رمضان کے روزے کی نیت کر لینا درست ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اول دیکھ لیا جائے کہ صبح صادق کتنے بجے ہوتی ہے اور سورج کتنے بجے غروب ہوتا ہے۔ ان کے درمیان کے گھنٹوں کو شمار کر کے ان کا نصف لے لیا جائے۔ اس نصف کے اندر اندر اگر نیت کر لی گئی ہو تو روزہ ہو جائے گا۔ اس نصف اور دوپہر یعنی زوال کے درمیان تقریباً پون گھنٹے

کا فرق ہوتا ہے۔ ایک گھنٹے کی مقدار احتیاطاً لی گئی ہے۔

مسئلہ: رمضان کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو اتنا سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے بس اتنی ہی نیت سے رمضان کا روزہ ادا ہو جائے گا۔ اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض روزہ ہے تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

مسئلہ: رمضان کے مہینے میں اگر کسی نے یہ نیت کی کہ میں کل نفلی روزہ رکھوں گا رمضان کا روزہ نہ رکھوں گا بلکہ اس روزہ کی پھر کبھی قضا کر لوں گا تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا اور نفل کا نہیں ہوا۔

مسئلہ: پچھلے رمضان کا روزہ قضا ہو گیا تھا اور پورا سال گزر گیا اب تک اس کی قضا نہیں رکھی۔ پھر جب رمضان کا مہینہ آ گیا تو اسی قضا کی نیت سے روزہ رکھا تب بھی رمضان ہی کا ادا روزہ ہوگا اور قضا کا روزہ نہ ہوگا۔ قضا کا روزہ رمضان کے بعد رکھے۔

مسئلہ: کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا کام ہو جائے تو میں اللہ تعالیٰ کے لیے دو روزے یا ایک روزہ رکھوں گا پھر جب رمضان آیا تو اس نے اسی نذر کے روزے رکھنے کی نیت کی رمضان کے روزے کی نہیں کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوا۔ نذر کا روزہ ادا نہیں ہوا۔ نذر کے روزے رمضان کے بعد پھر رکھے۔

تنبیہ: مذکورہ بالا سب مسائل کا خلاصہ یہ ہوا کہ رمضان کے مہینے میں جب کسی بھی روزے کی نیت کرو گے تو رمضان ہی کا روزہ ہوگا کوئی اور روزہ صحیح نہ ہوگا۔

چاند کا علم نہ ہونے پر شعبان کی تیسویں تاریخ کے مسائل

مسئلہ: شعبان کی انتیس تاریخ کو اگر رمضان کا چاند نکل آئے تو صبح کو روزہ رکھو اور اگر نہ نکلے یا آسمان پر ابر ہو اور چاند نہ دکھائی دے تو صبح کو جب تک یہ شبہ رہے کہ رمضان شروع ہوا یا نہیں روزہ نہ رکھو بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کرو۔

مسئلہ: انتیسویں تاریخ کو ابر کی وجہ سے رمضان کا چاند دکھائی نہیں دیا تو صبح کو نفل

روزہ بھی نہ رکھو۔ ہاں اگر ایسا اتفاق ہوا کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتا تھا اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے۔ پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو گیا۔ اب اس کی قضا نہ رکھے۔

مسئلہ: ابر کی وجہ سے انتیس کا چاند دکھائی نہیں دیا تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ کھاؤ نہ پیو۔ اگر کہیں سے خبر آ جائے تو اب روزہ کی نیت کر لو اور اگر خبر نہ آئے تو زوال کے بعد کھاؤ پیو۔

مسئلہ: اگر آسمان صاف ہو اور انتیس کا چاند کسی نے بھی نہ دیکھا ہو تو تیس شعبان کو نفل روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: انتیس کا چاند نہیں ہوا تو یہ خیال نہ کرو کہ کل کا دن رمضان کا تو ہے نہیں لاؤ میرے ذمہ گزشتہ سال کا ایک روزہ قضا ہے اس کی قضا ہی رکھ لوں یا کوئی نذر مانی تھی اس کا روزہ رکھ لوں۔ اس دن قضا کا روزہ اور کفارہ کا روزہ اور نذر کا روزہ بھی مکروہ تنزیہی ہے۔ کوئی روزہ نہ رکھنا چاہیے۔ اگر قضا یا نذر کا روزہ رکھ لیا تو پھر چاند کی خبر کہیں سے آ گئی تو بھی رمضان ہی کا روزہ ادا ہو گیا۔ قضا اور نذر کا روزہ پھر سے رکھے اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزہ کی نیت کی تھی وہی ادا ہو گیا۔

سحری کھانے اور افطار کا بیان

مسئلہ: سحری کھانا مستحب ہے اگرچہ بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم سے کم دو تین چھوہارے ہی کھا لے یا اور کوئی چیز تھوڑی بہت کھا لے اور کچھ نہ سہی تو تھوڑا سا پانی ہی پی لے۔

مسئلہ: اگر کسی نے سحری نہ کھائی اٹھ کر ایک آدھ پان کھا لیا تب بھی سحری کھانے کا ثواب مل گیا۔

مسئلہ: سحری جہاں تک ہو سکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزے میں شبہ پڑ جائے۔

مسئلہ: اگر سحری بڑی جلدی کھا لی مگر اس کے بعد پان' تمباکو' چائے' پانی دیر تک

پیتا رہا۔ جب صبح ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تب کلی کر ڈالی تب بھی دیر کر کے کھانے کا ثواب مل گیا اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو دیر کر کے کھانے کا حکم ہے۔

مسئلہ: اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلی سب سوتے رہ گئے تو سحری کھائے بغیر صبح کا روزہ رکھو۔ سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا بڑی کم ہمتی کی بات ہے اور بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ: کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی رات باقی ہے۔ اس گمان میں سحری کھالی۔ پھر معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا قضا روزہ رکھے اور کفارہ واجب نہیں۔ لیکن پھر بھی کچھ کھائے پیئے نہیں روزہ داروں کی طرح رہے۔ اسی طرح اگر سورج ڈوبنے کے گمان سے روزہ کھول لیا' پھر سورج نکل آیا تو روزہ جاتا رہا۔ اس کی قضا کرے کفارہ واجب نہیں اور جب تک سورج نہ ڈوب جائے کچھ کھانا پینا درست نہیں۔

مسئلہ: سحری کھاتے ہوئے وقت ختم ہو جائے اور اذان شروع ہو جائے تو سحری کھانا فوراً بند کر دینا چاہیے۔ یہ خیال کرنا کہ جب تک اذان ہو رہی ہے سحری کھا سکتے ہیں یا پیالے میں جو کچھ ہے اس کو پورا کر سکتے ہیں غلط ہے اور اس سے روزہ نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر اتنی دیر ہوگئی کہ صبح ہو جانے کا شبہ پڑ گیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے اور اگر ایسے وقت کچھ کھا لیا یا پی لیا تو برا کیا اور گناہ ہوا پھر اگر معلوم ہوا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو اس روزہ کی قضا رکھے اور کچھ نہ معلوم ہو' شبہ ہی شبہ رہ جائے تو قضا رکھنا واجب نہیں ہے لیکن احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس کی قضا رکھ لے۔

مسئلہ: مستحب یہ ہے کہ جب سورج یقیناً ڈوب جائے تو فوراً روزہ کھول ڈالے۔ دیر کر کے روزہ کھولنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: ابر کے دن ذرا دیر کر کے روزہ کھولو۔ جب خوب یقین ہو جائے کہ سورج ڈوب گیا ہوگا تب افطار کرو اور صرف گھڑی پر کچھ اعتبار نہ کرو' جب تک کہ تمہارا دل گواہی نہ دے کیونکہ گھڑی شاید کچھ غلط ہوگئی ہو۔ بلکہ اگر کوئی اذان بھی کہہ دے لیکن

ابھی وقت ہونے میں کچھ شبہ ہے تب بھی روزہ کھولنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: جب تک سورج ڈوبنے میں شبہ رہے تب تک افطار کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: چھوہارے سے روزہ کھولنا بہتر ہے اور کوئی میٹھی چیز ہو تو اس سے کھول لے وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرے۔ بعض لوگ نمک سے افطار کرنے میں ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط بات ہے۔

قضا روزے کا بیان

مسئلہ: رمضان کے جو روزے کسی وجہ سے جاتے رہے ہوں رمضان کے بعد جہاں تک جلدی ہو سکے ان کی قضا رکھ لے دیر نہ کرے۔ بے وجہ قضا رکھنے میں دیر لگانا برا ہے کیونکہ موت کا کوئی پتہ نہیں کب آ جائے اور قضا رکھنے کی قدرت ہونے کے باوجود قضا رکھنے میں دیر کی اور موت آ گئی تو گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: روزے کی قضا میں دن تاریخ مقرر کر کے قضا کی نیت کرنا کہ فلاں تاریخ کے روزے کی قضا رکھتا ہوں یہ ضروری نہیں ہے بلکہ جتنے روزے قضا ہوں اتنے ہی روزے رکھ لینا چاہئیں۔ البتہ دو رمضان کے کچھ روزے قضا ہو گئے اس لیے دونوں سال کے روزوں کی قضا رکھنا ہے تو سال کا مقرر کرنا ضروری ہے یعنی اس طرح نیت کرے کہ فلاں سال کے روزوں کی قضا رکھتا ہوں۔

مسئلہ: قضا روزے میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو قضا صحیح نہیں ہوئی بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا۔ قضا کا روزہ پھر سے رکھے اور اس نفلی روزہ کو پورا کرنا مستحب ہے واجب نہیں توڑنے سے قضا نہ آئے گی۔

مسئلہ: کفارے کے روزے کا بھی یہی حکم ہے کہ رات سے نیت کرنا چاہیے اگر صبح ہونے کے بعد نیت کی تو کفارہ کا روزہ صحیح نہیں ہوا بلکہ نفلی ہو گا جس کو پورا کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: جتنے روزے قضا ہو گئے ہوں ان سب کو چاہے ایک دم رکھے یا تھوڑے تھوڑے کر کے رکھے۔ دونوں باتیں درست ہیں۔

مسئلہ: اگر رمضان کے روزے ابھی قضا نہیں رکھے اور دوسرا رمضان آ گیا تو اب

پہلے رمضان کے ادا روزے رکھے اور عید کے بعد قضا رکھے لیکن بلا وجہ اتنی دیر کرنا بری بات ہے۔

مسئلہ: رمضان کے مہینے میں دن کو بے ہوش ہوگیا اور تین دن تک برابر بے ہوش رہا تو فقط دو دن کے روزے قضا رکھے جس دن بے ہوش ہوا اس ایک دن کی قضا بھی واجب نہیں ہے کیونکہ اس دن کا روزہ نیت کی وجہ سے درست ہوگیا جب کہ وہ روزہ رکھنے کا پابند ہو اور بلا وجہ روزہ نہ چھوڑتا ہو۔ ہاں اگر اس دن روزے سے نہ تھا یا اس دن حلق میں کوئی دوا ڈالی اور حلق سے وہ اتر گئی تو اس دن کی قضا واجب ہے۔

مسئلہ: اور اگر رات کو بے ہوش ہوا تب بھی جس رات کو بے ہوش ہوا اس ایک دن کی قضا واجب نہیں ہے باقی اور جتنے دن بے ہوش رہا ان سب کی قضا واجب ہے۔ ہاں اگر اس رات کو صبح کا روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا صبح کو کوئی دوا حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کا روزہ بھی قضا رکھے۔

مسئلہ: اگر سارے رمضان بھر بے ہوش رہے تب بھی قضا رکھنا چاہیے یہ نہ سمجھے کہ سب روزے معاف ہوگئے۔

مسئلہ: اگر جنون ہوگیا اور پورے رمضان بھر دیوانہ رہا تو اس رمضان کے کسی روزے کی قضا واجب نہیں اور اگر رمضان کے مہینے میں کسی دن جنون جاتا رہا اور عقل ٹھکانے آگئی تو اب سے روزے رکھنا شروع کرے اور جتنے روز جنون میں گئے ان کی بھی قضا رکھے۔

نذر کے روزے کا بیان

جب کوئی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اگر پورا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ نذر دو طرح کی ہے:

[۱] نذر معین:

وہ یہ ہے کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر مانی کہ یا اللہ اگر آج فلاں کام ہو جائے تو کل ہی تیرا روزہ رکھوں گا یا یوں کہا کہ یا اللہ اگر میری فلاں مراد پوری ہو جائے تو

پرسوں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا۔

مسئلہ: نذر معین میں اگر رات سے روزہ کی نیت کرے تو بھی درست ہے اور اگر رات سے روزہ کی نیت نہ کی تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہلے نیت کر لے۔ یہ بھی درست ہے۔ نذر ادا ہو جائے گی۔

مسئلہ: جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نذر مانی اور جب جمعہ آیا تو بس اتنی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے یہ مقرر نہیں کیا کہ یہ نذر کا روزہ ہے یا یہ کہ نفل کی نیت کر لی تب بھی نذر کا روزہ ادا ہو گیا۔ البتہ اس جمعہ کو اگر قضا روزہ رکھ لیا اور نذر کا روزہ رکھنا یاد نہ رہا یا یاد تو تھا مگر قصداً قضا کا روزہ رکھا تو نذر کا روزہ ادا نہ ہوگا بلکہ قضا کا روزہ ہو جائے گا نذر کا روزہ پھر رکھے۔

۲ نذر غیر معین:

وہ یہ ہے کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر نہیں مانی بس اتنا کہہ دیا کہ یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ایک روزہ رکھوں گا یا کسی کام کا نام نہیں لیا ویسے ہی کہہ دیا کہ پانچ روزے رکھوں گا۔ نذر غیر معین میں رات سے نیت کرنا شرط ہے اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو نذر کا روزہ نہیں ہوا بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص پانچ ممنوعہ دنوں میں سے کسی دن روزہ رکھنے کی منت مانے تب بھی اس دن کا روزہ درست نہیں۔ اس کے بدلے کسی اور دن رکھ لے۔

مسئلہ: اگر کسی نے نیت مانی کہ میں پورے سال کے روزے رکھوں گا سال میں کسی دن بھی روزہ نہ چھوڑوں گا تب بھی ممنوعہ پانچ دنوں کے روزے نہ رکھے باقی سب رکھ لے پھر ان پانچ دنوں کی قضا رکھ لے۔

مسئلہ: کسی نے نذر مانی کہ ایک مہینے کے روزے رکھوں گا اگر یہ کہا کہ روزے متواتر رکھوں گا یا متواتر رکھنے کی نیت کی تو متواتر رکھنے ہوں گے اور اگر زبان سے کہا اور نہ ہی نیت کی تو جس طرح چاہے رکھے چاہے متواتر یا کبھی چھوڑ کر کیونکہ اس صورت میں مہینہ سے مراد مطلق تیس دن ہیں اور اگر کسی خاص مہینے کی نذر کی اور کہا میں رجب

کے مہینے کے روزے رکھوں گا تو ایک مہینے کے روزے متواتر ہی رکھنے ہوں گے۔

نفل روزے کا بیان

مسئلہ: نفل روزے کی نیت اگر اس طرح کرے کہ میں نفل کا روزہ رکھتا ہوں تو بھی صحیح ہے اور اگر فقط اتنی نیت کرے کہ میں روزہ رکھتا ہوں تب بھی صحیح ہے۔

مسئلہ: دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک نفل روزہ کی نیت کر لینا درست ہے اگر دس بجے تک مثلاً روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا لیکن ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں پھر جی میں آ گیا اور روزہ رکھ لیا تو بھی درست ہے۔

مسئلہ: رمضان کے مہینے کے سوا جس دن چاہے نفل کا روزہ رکھے جتنے زیادہ روزے رکھے گا اتنا ہی زیادہ ثواب ملے گا البتہ عید الفطر کے دن اور بقرعید کے دن اور ایام تشریق یعنی ذوالحجہ کی گیارہویں اور بارہویں اور تیرہویں تاریخ کے یعنی سال بھر میں فقط پانچ دن روزے رکھنے مکروہ تحریمی ہیں۔ اس کے علاوہ سب روزے درست ہیں۔

مسئلہ: کسی نے عید کے دن یا ایام تشریق میں کسی دن نفل روزہ رکھ لیا اور نیت کر لی، تب بھی توڑ دے اور اس کی قضا رکھنی بھی واجب نہیں۔

مسئلہ: نفل کا روزہ نیت کرنے سے واجب ہو جاتا ہے۔ سو اگر صبح کو یہ نیت کی کہ آج میرا روزہ ہے پھر اس کے بعد توڑ دیا تو اب اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ: شوہر اپنے شہر میں ہو تو اس کی اجازت کے بغیر عورت کو نفل روزہ رکھنا درست نہیں اگر اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لیا تو اس کے تڑوانے سے توڑ دینا درست ہے۔ پھر جب وہ کہے اس کی قضا رکھے۔

مسئلہ: کسی کے یہاں مہمان گیا یا کسی نے دعوت پر بلایا اور کھانا نہ کھانے سے اس کا جی برا ہو گا، دل شکنی ہو گی تو اس کی خاطر سے روزہ توڑ دینا درست ہے اور مہمان کی خاطر گھر والے کو بھی روزہ توڑ دینا درست ہے جب کہ گھر والے کے ساتھ نہ کھانے سے مہمان کا دل برا ہو۔ یہ حکم آدھا دن گزرنے سے پہلے ہے اور اس وقت ہے جب

اپنے اوپر قضا رکھنے کا بھروسہ ہو۔

چند نفلی روزے

مسئلہ: محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی یہ روزہ رکھے اس کے گزرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے۔ صرف دسویں کو روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: اسی طرح ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا بھی بڑا ثواب ہے اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک سال کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور شروع چاند سے نویں تک برابر روزے رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔

مسئلہ: شوال کے مہینے میں چھ دن نفل روزے رکھنے کا بھی بہت ثواب ہے خواہ متفرق رکھے یا اکٹھے رکھے لیکن اکٹھے رکھنا مستحب ہے۔

مسئلہ: اگر ہر مہینے کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں تاریخ کو تین دن روزے رکھ لیا کرے تو گویا اس نے سال بھر برابر روزے رکھے۔ حضور اقدس ﷺ یہ تین دن روزے رکھا کرتے تھے۔

مسئلہ: شعبان کے مہینے کے پندرھویں دن کا روزہ بھی منقول ہے۔

چاند کا بیان

جب آسمان پر ابر یا غبار ہو

مسئلہ: اگر آسمان پر غبار ہے یا بادل ہے اس وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہیں آیا لیکن ایک دین دار، پرہیز گار سچے آدمی نے خبر دی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے اور قاضی یا رویت ہلال کمیٹی اس کی خبر کو قبول کر لے تو چاند کا ثبوت ہو گیا چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو۔

تنبیہ: خبر گواہی سے کچھ اور باتوں کے علاوہ اس میں بھی مختلف ہے کہ خبر میں دو آدمیوں کا ہونا شرط نہیں اور یہ کہنا بھی شرط نہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں۔

مسئلہ: ٹیلی فون وغیرہ پر خبر مقبول نہ ہوگی کیونکہ معلوم نہیں خبر دینے والا کیسا آدمی ہے۔ البتہ اگر خبر دینے والا ایسا آدمی ہے جس کو رویت کمیٹی کے ارکان جانتے ہیں اور اس کی آواز بھی خوب پہچانتے ہیں تو اس کی خبر ٹیلی فون پر قبول کرنے کی گنجائش ہے۔

مسئلہ: اگر ابر کی وجہ سے عید کا چاند نہ دکھائی دیا تو ایک شخص کی گواہی کا اعتبار نہیں چاہے جتنا بڑا معتبر آدمی ہو بلکہ جب وہ معتبر اور پرہیز گار مرد یا ایک دین دار مرد اور دو دین دار عورتیں اپنے چاند دیکھنے کی گواہی دیں تب چاند کا ثبوت ہوگا۔ اور اگر چار عورتیں گواہی دیں تب بھی قبول نہیں۔

چاند دیکھنے کی گواہی کی شرط

① گواہ مسلمان ہو لہٰذا غیر مسلم کی گواہی رویت ہلال میں قبول نہیں۔

② عاقل بالغ ہو لہٰذا دیوانے اور نابالغ بچے کی گواہی قبول نہیں۔

③ گواہ بینا ہو لہٰذا نابینا کی گواہی قبول نہیں۔

④ گواہ عادل ہو یعنی دین کا فرمانبردار ہو کہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو۔ اس شرط کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی گواہی کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی کے ذمہ واجب نہیں۔ لیکن اگر قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کو قرائن کے ذریعے معلوم ہو جائے کہ یہ گواہ جھوٹ نہیں بولتا۔ اس بناء پر وہ فاسق کی گواہی کو قبول کر کے اس پر کوئی فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ صحیح اور درست ہے۔ البتہ فاسقوں میں سے ایسے کی گواہی کو قبول کریں جس میں دوسروں کی بہ نسبت نیکی زیادہ ہو اور برائی کم ہو مثلاً نماز روزہ کا پابند ہو اور عام شرعی احکام کا احترام کرتا ہو۔ (اگرچہ اس کے ساتھ ساتھ داڑھی منڈاتا ہو یا ٹیلی ویژن دیکھتا ہو)

⑤ لفظ شہادت کے ساتھ گواہی دے۔ اس کے بغیر کوئی گواہی قبول نہیں کی جاتی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ شہادت کے لفظ میں حلف یعنی قسم کے معنی بھی ہیں اور واقعہ کے خود مشاہدہ کرنے کا اقرار بھی ہے۔ اس لیے ہر گواہ پر لازم ہے کہ اپنا بیان پیش کرنے سے پہلے یہ کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں واقعہ اس طرح ہوا جس کے معنی یہ ہوئے کہ میں حلفی بیان دیتا ہوں کہ فلاں واقعہ میں نے بچشم خود دیکھا ہے۔

۶ جس واقعہ مثلاً چاند دیکھنے کی گواہی دے رہا ہے اس کو بچشم خود دیکھا ہو محض سنی سنائی بات نہ ہو البتہ اگر کوئی شخص عذر کے سبب گواہی کے لیے خود حاضر نہیں ہو سکتا تو وہ اپنی گواہی پر دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا کر قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی مجلس میں بھیج سکتا ہے۔ مجلس قضا میں ان لوگوں کی گواہی اس ایک ہی شخص کے قائم مقام سمجھی جائے گی۔ دونوں گواہ قاضی کے سامنے یہ بیان دیں گے کہ فلاں شخص نے اس واقعہ کو یعنی چاند کو خود دیکھا اور خود حاضری سے معذور ہونے کے سبب ہم دونوں کو اپنی شہادت پر گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ ہم اس کی شہادت پر شہادت دیتے ہیں۔

۷ گواہ کے لیے ضروری ہے کہ قاضی یا رویت ہلال کمیٹی کی مجلس میں خود حاضر ہو کر گواہی دے پس پردہ یا دور سے بذریعہ خط یا ٹیلی فون یا دیگر جدید آلات کے ذریعہ کوئی شخص شہادت دے تو وہ شہادت سنی نہ جائے گی۔

مسئلہ: کسی نے رمضان کا چاند اکیلے دیکھا۔ سوائے اس کے شہر بھر میں کسی نے نہیں دیکھا۔ لیکن یہ شرع کا پابند نہیں اس وجہ سے اس کی خبر قبول نہیں کی گئی تو شہر والے تو روزہ نہ رکھیں لیکن خود یہ روزہ رکھے اور اگر اس اکیلے دیکھنے والے نے تیس روزے پورے کر لیے لیکن ابھی عید کا چاند نہیں دکھائی دیا تو یہ اکتیسواں روزہ بھی رکھے اور شہر والوں کے ساتھ عید کرے۔

مسئلہ: اگر کسی نے عید کا چاند اکیلے دیکھا اس لیے اس کی گواہی کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا تو اس دیکھنے والے آدمی کو بھی عید کرنا درست نہیں ہے صبح کو روزہ رکھے اور

اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے اور روزہ نہ توڑے۔

جب آسمان بالکل صاف ہو

مسئلہ: اگر آسمان بالکل صاف ہو تو دو چار آدمیوں کے کہنے سے اور گواہی دینے سے چاند ثابت نہ ہوگا چاہے رمضان کا چاند ہو چاہے عید کا البتہ رویت ہلال کمیٹی کے سامنے اگر اتنی کثرت سے لوگ اپنا چاند دیکھنا بیان کریں کہ دل گواہی دینے لگے کہ یہ سب بات بنا کر نہیں آئے ہیں۔ اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا تب چاند ثابت ہوگا۔ لیکن اب چونکہ لوگ چاند دیکھنے اور گواہی دینے میں چست نہیں رہے اس لیے رویت ہلال کمیٹی کم افراد بلکہ صرف دو آدمیوں کی گواہی پر بھی چاند ہونے کا فیصلہ دے سکتی ہے۔

مسئلہ: شہر بھر میں یہ خبر مشہور ہے کہ کل چاند ہوا اور بہت لوگوں نے دیکھا لیکن بہت ڈھونڈا' تلاش کیا پھر بھی کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جس نے خود چاند دیکھا ہو تو ایسی خبر کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

متفرق مسائل

مسئلہ: اگر دو ثقہ معتمد آدمیوں کی شہادت سے یا ایک معتبر آدمی کی خبر سے رویت ہلال ثابت ہو جائے اور اسی حساب سے لوگ روزہ رکھیں۔ تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد عید الفطر کا چاند نہ دیکھا جائے۔ خواہ مطلع صاف ہو یا نہ ہو تو اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے اور وہ دن شوال کی پہلی تاریخ سمجھی جائے۔

مسئلہ: اگر تیس تاریخ کو دن کے وقت چاند دکھلائی دے تو آئندہ شب کا سمجھا جائے گا گزشتہ شب کا نہ سمجھا جائے گا اور وہ دن آئندہ ماہ کی تاریخ قرار نہ دیا جائے گا خواہ یہ رویت زوال سے پہلے ہو یا زوال کے بعد۔

مسئلہ: ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں پر بھی حجت ہے خواہ ان دونوں شہر والوں میں کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو حتیٰ کہ ابتدائے مغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر معتبر طریقہ سے انتہائے مشرق کے رہنے والوں تک پہنچ جائے تو ان

پر اس دن کا روزہ ضروری ہوگا۔ لیکن اگر خبر پہنچنے کا قابل اعتبار شرعی طریقہ نہ ہو تو ہر ملک اپنے علاقے میں اپنی رویت کے مطابق عمل کر سکتا ہے بلکہ اگر ایک ملک میں بھی وہ شرعی طریقہ نہ ہو تو ہر شہر اپنی رویت پر عمل کر سکتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ ملک شام میں جمعہ کی شام کو چاند دیکھا گیا اور مدینہ میں اس روز چاند نظر نہیں آیا امیر شام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تمام اہل شام نے ہفتہ کے روز روزہ رکھا اور امیر مدینہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اتوار سے رمضان شروع کیا اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اگرچہ رمضان ختم ہونے سے پہلے حضرت کریب رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی سے اس کا علم ہو گیا تھا کہ شام کے ملک میں جمعہ کو چاند دیکھا گیا ہے مگر صرف ایک گواہ کی شہادت موجود تھی اس لیے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے دونوں علاقوں میں رمضان و عید کی وحدت قائم کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔

ریاضی کے حسابات اور آلات رصدیہ کا استعمال

جس چیز کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے وہ چاند کا افق کے اوپر موجود ہونا نہیں بلکہ اس کا قابل رویت اور عام آنکھوں سے دیکھا جانا ہے۔ اسی پر رمضان اور عید کا دارومدار ہے۔ حدیث میں ہے۔

((لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ)) (بخاری)

''روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور عید اس وقت تک نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو حساب لگا لو (یعنی حساب سے تیس دن پورے کر لو)''

اس حدیث میں روزہ رکھنے اور عید کرنے کا مدار چاند کی رویت پر رکھا ہے۔ اگر چاند افق پر موجود ہو مگر کسی وجہ سے قابل رویت نہ ہو تو احکام شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ حدیث کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کر دیا جس میں یہ ارشاد ہے کہ اگر چاند تم سے مستور اور چھپا ہوا رہے یعنی تمہاری

آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں تو پھر تم اس کے مکلف نہیں کہ ریاضی کے حسابات سے چاند کا وجود اور پیدائش معلوم کرو اور اس پر عمل کرو یا آلات رصدیہ اور دوربینوں کے ذریعہ اس کا وجود دیکھو بلکہ فرمایا اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو تیس پورے کر کے مہینہ ختم سمجھو۔

رسول اللہ ﷺ نے چاند کا وجود تسلیم کر کے یہ حکم دیا کیونکہ مستور ہو جانے کے لیے موجود ہونا لازمی ہے۔ جو چیز موجود ہی نہ ہو اس کو معدوم کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: اگرچہ ہم اس کے مکلف تو نہیں کہ جہاز پر اوپر جا کر چاند دیکھیں یا دوربینوں (Telescopes) کا استعمال کریں اور یہ پسندیدہ بھی نہیں لیکن اگر ایسا کیا گیا اور چاند دیکھ لیا گیا تو چاند کی رویت ثابت ہو جائے گی۔

مسئلہ: مکہ مکرمہ میں پاکستان سے ایک یا دو روز قبل چاند دکھائی دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان میں مکہ مکرمہ سے پاکستان آئے اور پاکستان میں انتیس کی شام کو عید کا چاند نظر نہیں آیا تو اگر پاکستان والوں نے باضابطہ طور پر اور شرائط کے ساتھ اس شخص کی خبر قبول کر لی تب تو پاکستان والے ایک روزہ قضا رکھیں اور مکہ مکرمہ کے حساب سے تیس دن پورے ہونے پر عید کر لیں اور اگر پاکستان والوں نے اس کی خبر قبول نہ کی تو یہ شخص پاکستان والوں کے ساتھ عید کر لے اور اپنا اکتیسواں روزہ رکھے۔ اور جو شخص رمضان شروع ہونے کے بعد پاکستان سے مکہ مکرمہ جائے اور وہاں ایک دن پہلے روزے شروع ہو چکے ہوں۔ تو یہ شخص اہل مکہ کے ساتھ عید کر لے اور ایک روزے کی قضا کرے۔

روزہ ٹوٹنے نہ ٹوٹنے کا معیار

چند مقدمات

1. شریعت کے احکام کا مدار ان امور پر نہیں ہے جن کو معلوم کرنے کے لیے بہت کچھ تحقیقات و تدقیقات کی ضرورت ہو۔ نماز روزے کے لیے اوقات اور مہینے معلوم کرنے کی خاطر علم فلکیات کی باریکیوں کا مکلف نہیں بنایا بلکہ روزوں کے لیے چاند کی رویت کو مدار بنایا اور نمازوں کے لیے سورج کے طلوع و غروب اور اشیاء کے سایہ کو مدار بنایا اور یہ ایسے امور ہیں کہ ہر زمانہ اور ہر معاشرہ و مقام

کے لوگوں کی ان تک رسائی ہے۔

⌘ حدیث میں ہے:

((اِنَّمَا الْاِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ))

"یعنی روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہو اس چیز سے نہیں جو جسم سے باہر آئے۔"

⌘ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزے میں سرمہ لگایا کرتے تھے۔ یہ بات مشاہدہ میں ہے کہ سرمہ کے کچھ ذرات حلق تک پہنچ جاتے ہیں لیکن وہ ایک ایسی نلی (Noso-Lacrimal Duct) کے ذریعے پہنچتے ہیں جو عام حالت میں ایک مسام کی طرح تنگ ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل سے معلوم ہوا کہ جو شے مسام کے ذریعے جسم میں داخل ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

⌘ ایک اور حدیث میں اس طرح ہے:

((اِنَّمَا الْوُضُوْءَ مِمَّا خَرَجَ وَلَيْسَ مِمَّا دَخَلَ وَ الْفِطْرُ فِي الصَّوْمِ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ))

"یعنی وضو اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو جسم سے باہر آئے اس سے نہیں جو جسم میں داخل ہو جب کہ روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو جسم میں داخل ہو اس سے نہیں جو جسم سے باہر آئے۔"

تقابل کا تقاضا یہ ہے کہ جن قدرتی راستوں سے کوئی چیز جسم سے باہر آتی ہے انہی راستوں سے کوئی چیز اگر جسم کے اندر جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ قدرتی راستوں سے باہر آنے سے پہلے وہ چیز کسی جوف (Cavity) میں ہوتی ہے خواہ وہ آنتوں کا جوف ہو یا مثانہ کا ہو یا رحم کا ہو یا کان کا ہو۔ داخل ہونے پر بھی شے کسی جوف میں داخل ہوگی۔

ان مقدمات کا حاصل یہ ضابطہ ہے

اگر کوئی شے جسم کے کسی جوف میں قدرتی یا مصنوعی مخرق و رستہ (Opening)

سے جان بوجھ کر یا غلطی سے داخل کی جائے مسام سے نہیں اور اس جوف میں ٹھہر جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے الا یہ کہ کہیں ضرورت اور مجبوری کا تقاضا ہو کہ روزے کے ٹوٹنے کا حکم نہ لگایا جائے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

لیکن اگر ان چیزوں کے کرنے میں ڈر ہو کہ کہیں روزہ ٹوٹنے تک نوبت نہ پہنچ جائے تو ان کو کرنا روزہ کے لیے مکروہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھا لے یا پی لے یا بھولے سے جماع کر لے تو اس کا روزہ نہیں گیا۔ اگرچہ پیٹ بھر کر کھائے۔ اگر بھول کر کئی دفعہ کھا پی لیا تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ: ایک شخص کو بھول کر کچھ کھاتے پیتے دیکھا تو اگر وہ اس قدر طاقت ور ہے کہ روزہ سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی ہے تو روزہ یاد دلا دینا واجب ہے یاد نہ دلانا مکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر کوئی کمزو ہو کہ روزہ سے تکلیف ہوتی ہے تو اس کو یاد نہ دلائے کھانے دے۔

مسئلہ: حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا دھواں آپ ہی آپ چلا گیا یا گرد و غبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا۔ البتہ اگر قصداً ایسا کیا تو روزہ جاتا رہا۔

مسئلہ: دانتوں میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا چھالی کا ٹکڑا وغیرہ کوئی اور چیز تھی اس کو خلال سے دانتوں سے نکال کر کھا گیا لیکن منہ سے باہر نہیں نکالا یا آپ ہی آپ حلق میں چلی گئی تو دیکھو اگر چنے سے کم ہے تب تو روزہ نہیں گیا اور اگر چنے کے برابر یا اس سے زیادہ ہے تو جاتا رہا۔ البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا اس کے بعد نگل گیا تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ جائے گا چاہے وہ چیز چنے کے برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو۔ دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر پان کھا کر خوب کلی غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو اس کا کچھ حرج نہیں، روزہ ہو گیا۔

مسئلہ : روزے میں تھوک نگلنے سے روزہ نہیں جاتا چاہے جتنا ہو۔

مسئلہ : ناک کو اس زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹا' اسی طرح منہ کی رال سڑک کر نگل جانے سے روزہ نہیں جاتا۔ اسی طرح بلغم کو بھی نگل جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ : اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر کسی عورت کا شوہر بڑا بدمزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ سالن میں نمک مرچ درست نہ ہو تو ناک میں دم کر دے گا' اس کو نمک چکھ لینا درست ہے اور مکروہ نہیں۔

مسئلہ : اپنے منہ سے چبا کر چھوٹے بچے کو کوئی چیز کھلانا مکروہ تنزیہی ہے۔ البتہ اگر اس کی ضرورت پڑے اور مجبوری و ناچاری ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ : روزہ دار نے دوا چکھی اور اس کا مزہ اپنے حلق میں پایا لیکن دوا حلق میں نہیں گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ : انجائنا (دل کی طرف دوران خون کم ہو جانے) کے مریض اگر روزہ کی حالت میں (Angised) گولی زبان کے نیچے رکھ لیں اور اس کا خیال رکھیں کہ لعاب حلق کے نیچے اترنے نہ پائے تو منہ کی اندرونی تہہ سے اس کے جذب ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر لعاب حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لہٰذا احتیاط بہتر ہے۔

مسئلہ : منہ میں دوا لگانا شدید ضرورت کے وقت جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر دوا پیٹ کے اندر چلی جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ : کوئلہ چبا کر دانت صاف کرنا اور منجن یا پیسٹ سے دانت صاف کرنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے تو روزہ جاتا رہے گا اور مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے چاہے سوکھی مسواک ہو یا تازی اسی وقت کی توڑی ہوئی۔ اگر نیم کی مسواک ہے اور اس کا کڑوا پن منہ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔

مسواک کا کوئی ریشہ اتفاق سے سانس کے ساتھ اندر چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ: رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی مگر غسل نہیں کیا' دن کو نہایا تب بھی روزہ ہوگیا بلکہ اگر دن بھر نہ نہائے تب بھی روزہ نہیں جاتا البتہ اس کا گناہ الگ ہوگا۔

مسئلہ: کسی بھی قسم کا ٹیکہ خواہ وہ عضلاتی ہو یا وریدی ہو لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہاں تک کہ اگر کسی طبی ضرورت سے گلوکوز کی بوتل بھی چڑھائی جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ محض روزہ کی مشقت کم کرنے کے لیے Drip یعنی گلوکوز کی بوتل لگوانا مکروہ ہے پھر بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح خون چڑھانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: فصد کھلوانے (Venesection) اور کسی مریض کے لیے خون دینے (Blood Donation) سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: اگر آنسو یا پسینے کا ایک آدھ قطرہ منہ میں خود بخود چلا گیا اور نمکینی محسوس ہوئی تو روزہ نہیں ٹوٹا لیکن اگر اتنی زیادہ مقدار میں آنسو یا پسینہ منہ میں گیا کہ پورے منہ میں نمکینی محسوس ہوئی اور پھر اس کو نگل لیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: دن کو سرمہ لگانا' تیل لگانا' خوشبو سونگھنا درست ہے۔ اس سے روزہ میں کچھ نقصان نہیں آتا چاہے جس وقت ہو بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تھوک یا رینٹھ میں سرمہ کا رنگ دکھائی دے تو بھی روزہ نہیں گیا' نہ مکروہ ہوا۔

مسئلہ: آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ دوا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔

مسئلہ: آپ ہی آپ قے ہوگئی خواہ تھوڑی ہوئی ہو یا زیادہ یعنی منہ بھر کر ہوئی ہو پھر خواہ وہ منہ سے باہر نکل آئی ہو یا آپ ہی آپ حلق میں چلی گئی ہو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: اگر اپنے اختیار سے قے کی ہو اور منہ بھر سے کم ہو پھر خواہ منہ سے باہر نکل آئی ہو یا خود بخود حلق کے اندر چلی گئی ہو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: اگر کئی مجالس میں تھوڑی تھوڑی قے اپنے اختیار سے کی ہو یا ایک دفعہ صبح

کو پھر دوپہر کو پھر شام کو قے کی ہو کہ اگر اس کو جمع کیا جائے تو منہ بھر ہونے کی مقدار کو پہنچ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ: سانس کے ذریعے آکسیجن لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: سونے کی حالت میں منی خارج ہونے سے جس کو احتلام کہتے ہیں روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی عورت کے دیکھنے یا اس کا خاص حصہ دیکھنے سے یا صرف کسی بات کا خیال دل میں کرنے سے منی خارج ہو جائے جب بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

مسئلہ: عورت کا بوسہ لینا اور اس سے بغل گیر ہونا مکروہ ہے جب کہ انزال کا خوف ہو یا اپنے نفس کے بے اختیار ہو جانے کا اور اس حالت میں جماع کر لینے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر یہ خوف و اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں۔ اگر انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: کسی عورت وغیرہ کے ہونٹ کا منہ میں لینا اور مباشرت فاحشہ یعنی خاص بدن کا برہنہ ملانا بغیر دخول کے ہر حال میں مکروہ ہے خواہ انزال اور جماع کا خوف ہو یا نہ ہو۔ اور انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: نہاتے ہوئے اگر پانی کان میں خود بخود چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ اپنے اختیار سے باہر ہے۔

مسئلہ: سر کے زخم میں دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہاں سے دوا کسی جوف میں داخل نہیں ہوتی۔

مسئلہ: پیٹ کا زخم اگر معدہ یا آنت میں نہ کھل رہا ہو تو اس میں دوا لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: اگر تل کے یا اس کے برابر کی کوئی چیز اٹھا کر منہ میں ڈال لی اور اس کو منہ میں خوب چباتا رہا یہاں تک کہ اس کا کچھ پتہ نہیں رہا اور حلق میں مزہ محسوس نہ ہوا تو روزہ نہ ٹوٹے گا۔

وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹتا ہے اور قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں

وہ شخص جس میں روزے کے واجب ہونے کے تمام شرائط پائے جاتے ہوں رمضان کے اس ادا روزہ میں جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو عمداً بدن کے کسی جوف میں اس کے قدرتی یا مصنوعی منفذ (Opening) سے کوئی ایسی چیز پہنچائے جو انسان کی دوا یا غذا میں مستعمل ہوتی ہو گو وہ بہت ہی قلیل ہو حتیٰ کہ ایک تل کے برابر ہی ہو یا جماع کرے یا کرائے۔ لواطت بھی اسی حکم میں ہے۔ جماع میں خاص حصے کے سر کا داخل ہو جانا کافی ہے۔ منی کا خارج ہونا بھی شرط نہیں۔ مگر یہ بات شرط ہے کہ جماع ایسی عورت سے کیا جائے جو قابل جماع ہو بہت کم سن لڑکی نہ ہو جس میں جماع کی قابلیت پائی نہیں جاتی۔ ان سب صورتوں میں قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

مسئلہ: روزے کے توڑنے سے کفارہ جب ہی لازم آتا ہے جب کہ رمضان میں روزہ توڑ ڈالے۔ رمضان کے سوا کسی اور روزہ کے توڑنے سے کفارہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ وہ رمضان کی قضا ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ: اگر کسی روزہ دار عورت نے جان بوجھ کر کچھ کھا پی لیا اور روزہ توڑ دیا۔ اس کے بعد اسی دن اس کو حیض آ گیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر روزہ دار نے روزہ توڑ دیا پھر اسی دن بیمار ہو گیا تب بھی کفارہ نہ ہوگا۔

مسئلہ: جو لوگ حقہ، سگریٹ پینے کے عادی ہوں یا کسی نفع کی غرض سے پئیں روزہ کی حالت میں پینے سے ان پر کفارہ اور قضا دونوں واجب ہوں گے۔

مسئلہ: لوبان وغیرہ کوئی دھونی سلگائی پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سونگھا تو روزہ جاتا رہا اور قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

مسئلہ: کسی دوا کی بھاپ لینے یا تنگی نفس میں Inhaler استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں البتہ اگر Inhales یعنی پمپ کا استعمال جان جانے کے خوف سے کیا ہو تو صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت کسی نابالغ بچے یا کسی مجنون سے جماع کرائے تب بھی اس کو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

مسئلہ: جماع میں عورت اور مرد دونوں کا عاقل ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ اگر ایک مجنون ہو اور دوسرا عاقل تو عاقل پر کفارہ لازم ہوگا۔

مسئلہ: اگر سرمہ لگایا یا فصید لی یا تیل ڈالا پھر سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اور پھر قصداً کھالیا تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔

مسئلہ: پیٹ کا زخم اگر معدہ یا آنت میں کھلا ہو پھر زخم میں دوا ڈالی گئی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور انتہائی مجبوری نہ ہو تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی مقیم روزے کی نیت کے بعد مسافر بن جائے اور تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز کے لینے کو اپنے مکان پر واپس آئے اور وہاں پہنچ کر روزہ کو فاسد کر دے تو اس کا کفارہ دینا ہوگا اس لیے کہ اس پر اس وقت مسافر کا اطلاق نہ تھا گو وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہ گیا تھا اور نہ وہاں ٹھہرا۔

کفارے کا بیان

رمضان کا فرض اور ادا روزہ توڑ ڈالنے کا کفارہ بالترتیب یہ ہے:

- ۱ کوئی غلام آزاد کرے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر مرد ہو یا عورت اور بالغ ہو یا نابالغ۔
- ۲ اگر غلام آزاد کرنے کی طاقت نہ ہو یا غلام میسر نہ ہو تو دو مہینے تک برابر لگاتار روزے رکھے۔ تھوڑے تھوڑے کر کے رکھنا درست نہیں۔ اگر کسی وجہ سے بیچ میں دو ایک روزہ نہیں رکھے تو اب پھر سے دو مہینے کے روزے رکھے۔ ہاں جتنے روزے عورت کے حیض کی وجہ سے جاتے رہے ہوں وہ معاف ہیں۔ ان کے چھوٹ جانے سے کفارہ میں کچھ نقصان نہیں آیا۔ لیکن پاک ہونے کے بعد فوراً پھر روزے رکھنا شروع کرے اور ساٹھ روزے پورے کرے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کے نفاس کی وجہ سے بیچ میں روزے چھوٹ گئے۔ پورے روزے لگاتار نہیں رکھ سکی تو بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا۔ سب روزے پھر سے رکھے۔

مسئلہ: اگر دکھ بیماری کی وجہ سے بیچ میں کفارے کے کچھ روزے چھوٹ گئے تب بھی تندرست ہونے کے بعد پھر سے روزے رکھنا شروع کرے۔

مسئلہ: اگر بیچ میں رمضان کا مہینہ آ گیا یا بقرعید اور ایام تشریق آ گئے تب بھی کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر کفارے کے روزے چاند دیکھ کر قمری مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع کر دیئے تو چاند کے حساب سے پورے دو مہینے کے روزے رکھے خواہ وہ تیس دن کے مہینے ہوں یا انتیس دن کے ہوں اور اگر آگے پیچھے شروع کیے ہوں تو ساٹھ روزے پورے کرے۔

◆ ۳ اگر وہ شخص کفارے کے روزے رکھنے پر قادر نہ ہو یعنی ایسا بیمار ہے جس کے اچھا ہونے کی امید نہیں رہی یا بہت بوڑھا ہے اس لیے وہ دو مہینے کے روزے لگاتار رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ ساٹھ مسکینوں کو صبح و شام پیٹ بھر کر کھانا کھلائے۔

مسئلہ: لیکن اگر بعد میں صحت وتندرستی حاصل ہو جائے تو روزے رکھنے پڑیں گے۔

مسئلہ: ان مسکینوں میں اگر بعضے بالکل چھوٹے بچے ہوں تو جائز نہیں۔ ان بچوں کے بدلے اور مسکینوں کو پھر کھلائے البتہ بڑی عمر کے بچے ہوں یعنی جو بلوغت کے قریب ہوں تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر گیہوں کی روٹی ہو تو روکھی روٹی بھی کھلانا درست ہے اور اگر جو' باجرہ' جوار وغیرہ کی روٹی ہو تو اس کے ساتھ کچھ دال وغیرہ دینا چاہیے جس کے ساتھ روٹی کھائیں۔

مسئلہ: اگر کھانا نہ کھلائے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کچا اناج دے دے تو بھی جائز ہے

ہر ایک مسکین کو صدقہ فطر کے بقدر دے۔

مسئلہ: اگر اتنے اناج کی قیمت دے دے تو بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی اور سے کہہ دیا کہ تم میری طرف سے کفارہ ادا کر دو اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو اور اس نے اس کی طرف سے کھانا کھلایا یا کچھ اناج دے دیا تب بھی کفارہ ادا ہو گیا اور اگر بے اس کے کہے کسی نے اس کی طرف سے دے دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن تک صبح و شام کھانا کھلا دیا یا ساٹھ دن تک کچا اناج یا قیمت دیتا رہا تب بھی کفارہ صحیح ہو گیا۔

مسئلہ: اگر ساٹھ دن تک لگاتار کھانا نہیں کھلایا بلکہ بیچ میں کچھ دن ناغہ ہو گئے تو کچھ حرج نہیں یہ درست ہے۔

مسئلہ: اگر ساٹھ دن کا اناج حساب کر کے ایک فقیر کو ایک ہی دن دے دیا تو درست نہیں۔ اسی طرح ایک ہی فقیر کو ایک ہی دن اگر ساٹھ دفعہ کر کے دے دیا تب بھی ایک ہی دن کا ادا ہوا۔ ایک کم ساٹھ مسکینوں کو پھر دینا چاہیے۔ اسی طرح قیمت دینے کا بھی حکم ہے یعنی ایک دن میں ایک مسکین کو ایک روزے کے بدلے سے زیادہ دینا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی فقیر کو صدقہ فطر کی مقدار سے کم دے دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

مسئلہ: سوائے جماع کے کسی اور سبب سے اگر کفارہ واجب ہوا ہو اور ایک کفارہ ادا نہ کرنے پایا ہو کہ دوسرا واجب ہو جائے تو ان دونوں کے لیے ایک ہی کفارہ کافی ہے۔ اگرچہ دونوں کفارے دو رمضانوں کے ہوں۔ ہاں جماع کے سبب سے جتنے روزے فاسد ہوئے ہوں تو اگر وہ ایک ہی رمضان کے روزے ہیں تو ایک ہی کفارہ کافی ہے اور دو رمضانوں کے ہیں، تو ہر ایک رمضان کا کفارہ آئندہ دینا ہوگا۔ اگرچہ پہلا کفارہ ادا نہ کیا ہو۔

مسئلہ: اگر ایک دفعہ روزہ توڑنے کا کفارہ دینے کے بعد پھر روزہ توڑا تو نئے سرے سے کفارہ دینا پڑے گا۔

وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے۔

کفارہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب روزہ توڑنے کا جرم کامل درجے میں پایا جائے اور اگر روزہ توڑنا کامل درجے کا نہ ہو تو کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ کامل درجہ نہ ہونے کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً

۱ جب کوئی چیز کھائی ہو یا پی ہو

◆ ۱ قصداً نہ کھائی ہو بلکہ غلطی سے منہ میں چلی گئی ہو۔

مسئلہ: کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ جاتا رہا اور قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی کو جمائی آئی اس نے اپنا سر اٹھایا اور اس کے حلق میں مثلاً بارش کا قطرہ ٹپک گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ منہ بند کر کے اس سے بچ سکتا تھا۔

مسئلہ: کسی نے یہ خیال کر کے کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی کچھ کھا پی لیا جب کہ وہ روزے کی نیت کر چکا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس وقت صبح صادق ہو چکی تھی تو اس پر صرف قضا ہوگی کفارہ نہیں ہوگا کیونکہ اس کا روزہ توڑنے کا ارادہ نہیں تھا۔ اسی طرح کسی نے یہ گمان کر کے کہ سورج غروب ہوگیا ہے روزہ افطار کر لیا پھر پتہ چلا کہ اس وقت سورج غروب نہیں ہوا تھا تو صرف قضا آئے گی۔

◆ ۲ زبردستی حلق ڈال میں دی گئی ہو

مسئلہ: روزہ دار کے حلق میں زبردستی پانی یا کوئی اور چیز ڈال دی گئی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ صرف قضا واجب ہوگی۔

◆ ۳ قصداً کھائی ہو لیکن

(الف) اضطرار اور لاچاری کی حالت میں کھائی ہو۔

مسئلہ: جن اسباب سے روزہ توڑ دینا جائز ہے (ان کا بیان آگے آرہا ہے) اگر ان میں سے کسی سبب سے روزہ توڑا تو صرف قضا واجب ہوگی۔

(ب) ایسی چیز ہو جس کو غذا یا دوا یا عادت کے طور پر نہ کھاتے ہوں۔

مسئلہ: کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا کھا لیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی نے روئی یا گھاس یا کاغذ نگل لیا ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا لازم ہوگی۔

مسئلہ: اگر درخت کے پتے ایسے کھائے جو عام طور سے کھائے نہیں جاتے تو ان سے بھی قضا لازم ہوگی۔

مسئلہ: اگر کوئی سونا یا چاندی یا جواہرات میں سے کسی کو نگل گیا تو قضا لازم ہوگی۔

(ج) ایسی چیز ہو جس سے طبیعت نفرت کرتی ہو۔

مسئلہ: اگر چبائے ہو۔ ئے لقمہ کو منہ سے نکال کر دوبارہ منہ میں ڈالا اور کھا گیا۔

مسئلہ: بلا ارادہ خود بخود منہ بھر کر قے آئی پھر روزہ یاد ہوتے ہوئے قصداً اس کو منہ کے اندر سے ہی واپس نگل لیا خواہ تمام کو نگلے یا کچھ کو نگلے جب کہ نگلی ہوئی تعداد چنے کے برابر یا اس سے زائد ہو۔

مسئلہ: سحری کھانے میں جو گوشت یا کوئی اور چیز دانتوں کے درمیان رہ گئی تھی روزے میں اس کو دانتوں کے درمیان سے نکال کر منہ کے اندر سے نگل لیا جب کہ وہ چنے کی مقدار کے برابر یا اس سے زائد ہو۔

مسئلہ: منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ: نکسیر کا خون حلق سے پیٹ میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: اگر آنکھ سے آنسو نکلیں اور روزہ دار کے منہ میں داخل ہو جائیں اگر ایک

دو قطرے ہوں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اتنے سے بچنا ممکن نہیں اور اگر زیادہ ہوں کہ ان کی نمکینی اپنے سارے منہ میں پاتا ہو اور پھر ان کو نگل جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ یہی حکم پسینہ کا ہے۔

۲ عام مروجہ طریقے کے خلاف اس کو استعمال کیا ہو

مسئلہ: کچا چاول یا گوندھا ہوا آٹا خشک آٹا کھایا تو صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: خشک بادام کو چھلکے سمیت نگل لیا تو صرف قضا واجب ہوگی۔

۳ منہ کے علاوہ کسی اور راستہ سے کسی شے کو پیٹ میں لے جائے

مسئلہ: جو چیز ... ک کے راستہ پیٹ میں پہنچے اس سے صرف قضا واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ: کسی شخص نے حقنہ (Enema) کرایا یعنی اس کے ذریعے کوئی دوا یا پانی یا تیل وغیرہ مقعد میں چڑھایا اور وہ مقام حقنہ تک جو مقعد سے چار انگل اوپر ہے پہنچ گئی تو روزہ ٹوٹ گیا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی روزہ دار کی کانچ (پاخانے کی آنت) باہر نکل آئی اور اس نے اس کو دھویا۔ اگر وہ اس کو خشک کرنے سے پہلے کھڑا ہوگیا تو روزہ ٹوٹ گیا ورنہ نہیں کیونکہ جو پانی اس کے باہر نکلے ہوئے حصے کو لگ گیا ہے وہ آنت کے اندر جانے سے پہلے خشک کرنے سے زائل ہوگیا ہے۔ لہٰذا جب کسی روزہ دار کی کانچ باہر نکل آئے تو جب تک وہ اس کو کپڑے سے نہ پونچھ لے کھڑا نہ ہو۔

مسئلہ: مقعد کے سوراخ سے کوئی چیز داخل ہو تو روزہ اس وقت ٹوٹتا ہے جب وہ حقنہ کے مقام تک پہنچ جائے جو تقریباً چار انگل کی مقدار پر ہوتی ہے۔ بواسیری مسے اگر باہر آجائیں اور ان کو دھونے کے بعد اندر کرلیا یا وہ خود بخود اندر چلے گئے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ وہ مقام حقنہ سے نیچے ہوتے ہیں۔

۴ جوف معدہ کے علاوہ کسی اور جوف میں شے داخل ہو

مسئلہ: عورت کو روزہ میں شرمگاہ کی جگہ کوئی دوا رکھنا یا تیل وغیرہ کوئی چیز ڈالنا

درست نہیں۔ اگر کسی نے دوا رکھ لی تو روزہ جاتا رہا۔ قضا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی ضرورت سے لیڈی ڈاکٹر یا دائی نے روزہ دار عورت کی شرمگاہ میں انگلی ڈالی یا خود عورت نے اپنی انگلی ڈالی پھر ساری انگلی یا تھوڑی سی انگلی نکالنے کے بعد اندر کر دی تو چونکہ پہلی دفعہ اندر کرنے سے انگلی پر کچھ اندرونی رطوبت لگ گئی تھی اور جب دوبارہ انگلی اندر کی تو وہ رطوبت جو باہر آ چکی تھی اس کو دوبارہ اندر کیا لہٰذا روزہ جاتا رہا لیکن کفارہ واجب نہیں اور اگر نکالنے کے بعد انگلی پھر اندر نہیں کی تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ ہاں اگر انگلی پر پہلے ہی سے پانی یا ویزلین لگی ہو تو پہلی مرتبہ اندر کرنے سے روزہ ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: رحم کی صفائی کے وقت رحم کشادہ کرنے کے لیے جو آلات (Dilators) استعمال کیے جاتے ہیں ان کو ویزلین لگا کر داخل کیا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر ان کو خشک داخل کیا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن اگر خشک داخل کر کے باہر نکالا اور اچھی طرح پونچھے بغیر دوبارہ داخل کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: اندرونی معائنہ کے مختلف آلات مثلاً برانکوسکوپ اور گیسٹروسکوپ اور پیشاب کی نالی اور معدہ صاف کرنے کی نالی (Ryles Tube) وغیرہ پر چونکہ کچھ تیل اور چکناہٹ لگا کر استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا ان کے داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: رحم پورا یا اس کا کچھ حصہ باہر نکل آئے۔ پھر اس کو کچھ دوا یا پانی وغیرہ لگا کر اندر کیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر کان میں خود پانی ٹپکایا تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ کان بھی جسم کا ایک جوف ہے۔

مسئلہ: مرد نے اپنی پیشاب کی نالی کے سوراخ میں کوئی تیل ٹپکایا یا دوا ڈالی تو اس سے روزہ ٹوٹ گیا۔

۵ زبردستی جماع کیا گیا ہو یا دواعی جماع سے انزال ہو گیا ہو

مسئلہ: کوئی روزہ دار عورت غافل سو رہی تھی یا بے ہوش پڑی تھی اس سے اس کے

شوہر نے صحبت کرلی یا روزہ دار عورت بیدار اور ہوش میں تھی مگر اس کے شوہر نے اس سے زبردستی صحبت کرلی تو روزہ ٹوٹ گیا صرف قضا واجب ہوگی۔ کفارہ واجب نہیں اور مرد اگر روزہ دار تھا تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

مسئلہ: کسی نے مردہ عورت سے یا کسی ایسی کم سن نابالغہ لڑکی سے جماع کیا جس کے ساتھ جماع کی رغبت نہیں ہوتی یا کسی جانور سے جماع کیا یا کسی کو پاس لٹایا یا بوسہ لیا یا مشت زنی کا مرتکب ہوا اور ان سب صورتوں میں منی کا خروج ہوگیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور کفارہ واجب نہ ہوگا۔ مادہ منویہ کے تجزیہ کے لیے مشت زنی کا بھی یہی حکم ہے۔

٦ خود منہ بھر کر قے کرنا

مسئلہ: روزہ یاد ہوتے ہوئے خود اپنے ارادے سے منہ بھر کر قے کی (خواہ کسی غرض سے کسی طبیب نے مریض کو قے کرائی ہو) تو اس کا روزہ اس سے ٹوٹ جاتا ہے۔

ان دونوں صورتوں میں صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ منہ بھر کر قے ہونے کی حد یہ ہے کہ اس کو تکلیف و مشقت کے بغیر منہ میں روکنا ممکن نہ ہو۔

مسئلہ: ایک ہی مجلس میں کئی بار قصداً قے کی اور وہ سب مل کر منہ بھر ہونے کی مقدار تھی تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

٧ روزہ توڑنے سے پہلے یا بعد میں ایسا عذر لاحق ہونا جس میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے

مسئلہ: کسی روزہ دار نے جان بوجھ کر اپنا روزہ توڑ دیا پھر اسی دن اس کو قدرتی طور سے مرض لاحق ہوا یا عورت تھی تو اس کو حیض یا نفاس جاری ہوا تو اس سے کفارہ ساقط ہو جائے گا اور صرف قضا لازم ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اسی دن قدرتی عذر لاحق ہوگیا تو معلوم ہوا کہ اس کا روزہ تو ٹوٹنا ہی تھا اور اس نے ایسا روزہ توڑا جو ٹوٹنے ہی والا تھا اور ظاہر ہوا کہ روزہ توڑنے کا جرم کامل نہیں تھا۔

مسئلہ: روزہ توڑ کر کوئی سفر پر نکل جائے تو اس سے کفارہ ساقط نہیں ہوتا کیونکہ سفر قدرتی عذر نہیں ہے بلکہ اپنے اختیار کی چیز ہے۔

مسئلہ: مقیم نے رمضان کا روزہ رکھا پھر دن میں سفر پر روانہ ہوگیا تو اس کو اس دن کا روزہ توڑنا جائز نہیں لیکن اگر وہ روزہ توڑ دے تو چونکہ سفر میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت ہے اس لیے اگر روزہ توڑے گا تو جرم کامل نہیں ہوگا اور صرف قضا لازم ہوگی۔

جہاں روزہ ٹوٹنے کا شبہ ہو اگرچہ حقیقت میں روزہ نہ ٹوٹا ہو تو عمداً کھانے پینے سے صرف قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا کیونکہ اس نے یہ خیال کر کے عمداً کھایا پیا ہے کہ اس کا روزہ ٹوٹ چکا ہے اور اس طرح سے جرم کامل نہیں ہوا۔

مسئلہ: کسی نے بھولے سے کچھ کھا لیا اور یوں سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس وجہ سے پھر قصداً کچھ کھا لیا تو اب روزہ جاتا رہا۔ فقط قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں اور اگر مسئلہ جانتا ہو اور پھر بھول کر ایسا کرنے کے بعد عمداً افطار کر دے اور کچھ کھا پی لے تو اس وقت بھی صرف قضا ہی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو بے اختیار قے ہوئی یا احتلام ہوگیا یا کسی عورت کی طرف دیکھنے سے انزال ہوگیا اور سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس گمان پر پھر قصداً کھا لیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضا واجب ہے، کفارہ واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی نے پچھنے لگوائے یا کسی کو خون دیا اور اس خیال سے کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے عمداً کچھ کھا پی لیا تو اس میں یہ تفصیل ہے:

1. اگر اس نے کسی فقیہ سے پوچھا تھا اور فقیہ نے اس کو بتایا تھا کہ پچھنے لگوانے وغیرہ سے اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے تو اس پر صرف قضا ہوگی۔
2. اگر اس نے کسی فقیہ سے نہیں پوچھا لیکن اس کو یہ حدیث معلوم تھی کہ افطر الحاجم والمحجوم (پچھنے لگا والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا) اور اس نے حدیث کا ظاہری مطلب ہی اصل سمجھا اس وجہ سے عمداً کھا پی لیا تو صرف قضا واجب ہوگی۔

۳ اگر اس کو حدیث کا حقیقی مطلب معلوم تھا یعنی یہ کہ ان کا روزہ ٹوٹتا نہیں ہے بلکہ خدشہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں ان کا روزہ ٹوٹ جائے۔ اس کے باوجود اس نے عمداً کچھ کھا پی لیا تو قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

۴ اگر اس نے نہ تو کسی فقیہ سے معلوم کیا اور نہ ہی حدیث کا اس کو علم تھا تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

۸ جب کسی نے رات سے نیت نہیں کی بلکہ صبح صادق کے بعد رمضان کے روزے کی نیت کی پھر عمداً کچھ کھا پی لیا تو صرف قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ روزہ ہی درست نہیں ہوتا۔ تو چونکہ یہ روزہ اتفاقی نہیں ہے اس لیے جرم کے کامل ہونے میں شبہ ہوا۔

متفرق مسائل

مسئلہ: رمضان کے مہینے میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں۔ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

مسئلہ: کسی نے رمضان میں روزے کی نیت ہی نہیں کی اس لیے کھاتا پیتا رہا اس پر کفارہ واجب نہیں۔ کفارہ جب ہے کہ نیت کر کے توڑ دے۔

مسئلہ: اگر کسی نے شامت اعمال سے روزہ نہ رکھا تو اور لوگوں کے سامنے کچھ کھائے نہ پیئے نہ یہ ظاہر کرے کہ میرا آج روزہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اگر ظاہر کردے گا تو دوہرا گناہ ہوگا۔ ایک تو روزہ نہ رکھنے کا دوسرا گناہ ظاہر کرنے کا۔

مسئلہ: جب لڑکا یا لڑکی روزہ رکھنے کے لائق ہو جائیں تو ان کو بھی روزہ رکھنے کا حکم کرے اور جب دس برس کے ہو جائیں تو مار کر روزہ رکھائے اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھائے۔

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکا لڑکی روزہ رکھ کے توڑ ڈالے تو اس کی قضا نہ رکھائے البتہ

اگر نماز کی نیت کر کے توڑ دے تو اس کو دوہرائے۔

روزہ توڑ دینے کا بیان

مسئلہ: اچانک ایسا بیمار پڑ گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان پر بن جائے گی یا بیماری بہت بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے جیسے دفعتاً پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بے تاب ہو گیا یا سانپ نے کاٹ لیا تو دوائی پی لینا اور روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔ لیکن اگر انجکشن کے ذریعے علاج ممکن ہو تو حتی الوسع روزہ نہ توڑے بلکہ انجکشن لگوائے۔

مسئلہ: حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی جس سے اپنی جان کا یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ: کھانا پکانے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے بے حد پیاس لگ گئی اور اتنی بے تابی ہوئی کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے لیکن اگر خود اس نے قصداً ایسا کام کیا جس سے ایسی حالت ہو گئی تو گناہ ہو گا۔

مسئلہ: اگر کسی پیشہ ور کو اپنا خرچہ کمانے کے لیے روزہ کے ساتھ اپنے کام میں مشغول ہونے سے ایسی بیماری وضرر کا خوف ہو جس سے روزہ توڑ دینا جائز ہو جائے تو اس کو بیمار ہونے سے پہلے روزہ توڑنا حرام ہے۔

جن وجہوں سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے ان کا بیان

مسئلہ: اگر ایسا بیمار ہے کہ روزہ نقصان کرتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر میں اچھا ہو گا یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے جب اچھا ہو جائے تو اس کی قضا رکھ لے لیکن فقط اپنے دل میں ایسا خیال کر لینے سے روزہ چھوڑ دینا درست نہیں ہے بلکہ جب کوئی مسلمان دین دار حکیم یا طبیب کہہ دے کہ روزہ تم کو نقصان کرے گا تب چھوڑنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر حکیم یا ڈاکٹر کافر ہے یا شرع کا پابند نہیں ہے تو اس کی بات کا اعتبار نہیں

ہے فقط اس کے کہنے سے روزہ نہ چھوڑے۔

مسئلہ: آدمی بظاہر تندرست ہے لیکن حکیم نے کہا یا خود اپنا تجربہ ہے یا کچھ ایسی نشانیاں معلوم ہوئیں جن کی وجہ سے دل گواہی دیتا ہے کہ روزہ نقصان کرے گا تب بھی روزہ نہ رکھے اور اگر خود بھی تجربہ کار نہ ہو اور اس بیماری کا کچھ حال معلوم نہ ہو تو فقط خیال کا اعتبار نہیں۔ اگر وہ طبیب جو دین کا پابند ہو یا کم از کم نماز روزے میں دین کا پابند ہو اس کے بتائے بغیر یا اپنے تجربے کے بغیر محض اپنے خیال ہی سے رمضان کا روزہ توڑے گا تو کفارہ دینا پڑے گا اور اگر روزہ نہ رکھے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: اگر بیماری سے اچھا ہو گیا لیکن ابھی ضعف باقی ہے اور غالب گمان ہے کہ اگر روزہ رکھا تو پھر بیمار پڑ جائے گا تب بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی مسافرت میں ہو تو اس کو بھی درست ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر کبھی اس کی قضا رکھ لے۔

مسئلہ: حاملہ عورت اور دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنی جان یا بچہ کی جان کے ڈر کا غلبہ ہو تو روزہ نہ رکھے پھر کبھی قضا رکھ لے لیکن اگر اپنا شوہر مال دار ہے کہ کوئی آیا رکھ کر دودھ پلوا سکتا ہے تو دودھ پلانے کی وجہ سے ماں کو روزہ چھوڑ دینا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ ایسا بچہ ہے کہ سوائے اپنی ماں کے کسی اور کا دودھ نہیں پیتا ہے تو ایسے وقت ماں کا روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ: کسی آیا نے دودھ پلانے کی نوکری کی پھر رمضان آ گیا اور روزہ سے بچہ کی جان کا ڈر ہے تو آیا کو بھی روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو روزہ رکھ کر روزی کمانے کے کام میں مشغول ہونے سے ایسی کمزوری ہو جائے جس سے اس کو روزہ توڑنا مباح ہو جائے تو اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس پر ان روزوں کی قضا ان دنوں میں لازم ہے جن میں اس کو روزہ رکھنا ممکن ہو۔ اگر یہ شخص مال دار ہو اور رمضان میں کام چھوڑ سکتا ہو تو کام کو چھوڑ کر روزہ رکھے۔

مسئلہ: مسافرت میں اگر روزے سے کوئی تکلیف نہ ہو جیسے ریل پر سوار ہے اور یہ خیال ہے کہ شام تک گھر پہنچ جاؤں گا یا اپنے ساتھ سب راحت و آرام کا سامان موجود ہے تو ایسے وقت سفر میں بھی روزہ رکھ لینا بہتر ہے اور اگر روزہ نہ رکھے بلکہ قضا رکھ لے تب بھی کوئی گناہ نہیں۔ ہاں رمضان کے روزے کی جو فضیلت ہے اس سے محروم رہے گا اور اگر راستہ میں روزہ کی وجہ سے تکلیف اور پریشانی ہو تو ایسے وقت میں روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر راستے میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گیا تو اب روزہ چھوڑنا درست نہیں کیونکہ شرع سے اب وہ مسافر نہیں رہا البتہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

مسئلہ: مسافرت میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا لیکن دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی گھر پہنچ گیا یا ایسے وقت میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے کہیں رہ پڑا اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو اب روزہ کی نیت کرلے۔

مسئلہ: جو شخص صبح صادق کے وقت سفر میں نہ ہو اپنے گھر میں ہو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز نہیں اگرچہ دن میں سفر کا پختہ ارادہ ہو۔

مسئلہ: اگر کوئی دن کو مسلمان ہو یا دن کو جوان ہو، تو اب دن بھر کچھ کھانا پینا درست نہیں ہے اور اگر کچھ کھالیا تو اس روزہ کی قضا رکھنی بھی نئے مسلمان اور نئے جوان کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو حیض آ گیا یا بچہ پیدا ہوا اور نفاس ہوگیا تو حیض و نفاس رہنے تک روزہ رکھنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت رات کو پاک ہوگئی تو اب صبح روزہ نہ چھوڑے۔ اگر رات کو تہائی ہو تب بھی روزہ رکھ لے اور صبح کو نہالے اور اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد روزہ کی نیت کرنا درست نہیں لیکن کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں

ہے اب دن بھر روزہ داروں کی طرح رہنا چاہیے۔

مسئلہ: اگر بیماری سے اچھا نہیں ہوا اسی میں مر گیا یا ابھی گھر نہیں پہنچا مسافرت ہی میں مر گیا تو جتنے روزے بیماری کی وجہ سے یا سفر کی وجہ سے چھوٹے ہیں آخرت میں ان کا مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ قضا رکھنے کی مہلت اس کو ابھی نہیں ملی تھی۔

مسئلہ: اگر بیماری میں دس روزے گئے تھے پھر پانچ دن اچھا رہا۔ لیکن قضا روزے نہیں رکھے تو پانچ روزے تو معاف ہیں فقط پانچ روزوں کی قضا نہ رکھنے پر پکڑا جائے گا اور اگر پورے دس دن اچھا رہا تو پورے دس دنوں کی پکڑ ہوگی۔ اس لیے ضروری ہے کہ جتنے روزوں کا مواخذہ اس پر ہونے والا ہے اتنے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کر جائے جب کہ اس کے پاس مال ہو۔

فدیہ کا بیان

مسئلہ: جس کو اتنا بڑھاپا ہو گیا کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رہی یا ایسا بیمار ہے کہ اب اچھا ہونے کی امید نہیں نہ روزہ رکھنے کی طاقت ہے تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو صدقہ فطر کے برابر غلہ دے دے یا صبح وشام پیٹ بھر کے اس کو کھانا دے۔ شرع میں اس کو فدیہ کہتے ہیں اور یہ دینا واجب ہے۔ اور غلہ کے بدلے میں اسی قدر غلہ کی قیمت دے دے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ: وہ گیہوں اگر تھوڑے تھوڑے کر کے کئی مسکینوں کو بانٹ دے تب بھی صحیح ہے۔

مسئلہ: پھر اگر کبھی طاقت آ گئی یا بیماری سے اچھا ہو گیا تو سب روزے قضا رکھنے پڑیں گے اور جو فدیہ دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔

مسئلہ: ایسا بوڑھا اور ایسا بیمار شخص چاہے تو رمضان کے شروع میں پورے مہینے کا فدیہ دے دے اور چاہے مہینے کے آخر میں دے دے۔

مسئلہ: کسی کے ذمہ کئی روزے قضا تھے اور مرتے وقت وصیت کر گیا کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دے دینا تو اس کے مال میں سے اس کا ولی یہ فدیہ دے دے

اور کفن دفن اور قرض ادا کر کے جتنا مال بچے اس کی تہائی میں سے اگر سب فدیہ نکل آئے تو دینا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر اس نے وصیت نہیں کی مگر ولی نے اپنے مال میں سے فدیہ دے دیا تب بھی خدا سے امید رکھے کہ شاید قبول کر لے اور اب روزوں کا مواخذہ نہ کرے گا اور بغیر وصیت کے خود مردے کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تہائی مال سے زیادہ ہو جائے تو باوجود وصیت کے بھی زیادہ دینا سب وارثوں کی رضا مندی کے بغیر جائز نہیں۔ ہاں اگر سب وارث خوشی سے راضی ہو جائیں تو دونوں صورتوں میں فدیہ دینا درست ہے لیکن نابالغ وارث کی اجازت کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں ہے۔ بالغ وارث اپنا حصہ جدا کر کے اس میں سے دے دیں تو درست ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کی نمازیں قضا ہوگئی ہوں اور وصیت کر کے مر گیا کہ میری نمازوں کے بدلے یہ فدیہ دے دینا تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: ہر وقت کی نماز کا اتنا ہی فدیہ ہے جتنا ایک روزہ کا فدیہ ہے۔ اس حساب سے دن رات کی پانچ فرض اور ایک وتر چھ نمازوں کا ایک چھٹانک کم پونے گیارہ سیر گیہوں دے مگر احتیاطاً پورے بارہ سیر دے۔

مسئلہ: اگر ولی مردے کی طرف سے قضا روزے رکھ لے یا اس کی طرف سے قضا نمازیں پڑھ لے تو یہ درست نہیں اور میت کے ذمہ سے نہ اتریں گی۔

باب: ۳۰

اعتکاف کے مسائل

اعتکاف کی اقسام

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، مسنون اور نفل۔

① اعتکاف واجب:

واجب وہ ہے جس کی نذر کی جائے۔ نذر خواہ غیر مشروط ہو۔ جیسے کوئی شخص بغیر کسی شرط کے اعتکاف کی نذر کرے یا مشروط جیسے کوئی شخص یہ شرط کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اعتکاف کروں گا۔

② مسنون اعتکاف

یہ سنت مؤکدہ ہے۔ رمضان کے اخیر عشرہ میں نبی کریم ﷺ سے بالالتزام اعتکاف کرنا احادیث صحیحہ میں منقول ہے۔ مگر یہ سنت مؤکدہ بعض کے کر لینے سے سب کے ذمہ سے اتر جائے گی۔

③ نفل یا مستحب:

مستحب یہ ہے کہ ماہ رمضان کے اخیر عشرہ کے سوا اور کسی زمانہ میں خواہ رمضان کا پہلا دوسرا عشرہ ہو یا اور کوئی مہینہ ہو اعتکاف کیا جائے۔

مطلق اعتکاف کی شرائط

① اعتکاف خواہ واجب ہو یا سنت ہو یا نفل ہو اس میں اعتکاف کی نیت شرط ہے۔ اعتکاف کے قصد و ارادہ کے بغیر مسجد میں ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے۔ لہٰذا اگر نیت کے بغیر اعتکاف کرے گا تو بالاتفاق جائز نہیں۔

چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لیے نیت کرنے والے کا مسلمان ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے اس لیے عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آ گیا۔

(۲) جنابت سے اور حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

(۳) مسجد میں ٹھہرنا خواہ اس مسجد میں پنجوقتہ نمازیں جماعت سے ہوتی ہوں یا نہیں البتہ افضل اس مسجد میں ہے جس میں جماعت ہوتی ہو۔

مسئلہ: افضل ترین اعتکاف مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں ہے۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں پھر مسجد اقصیٰ میں اس کے بعد کسی بھی جامع مسجد میں یعنی جہاں جمعہ پڑھایا جاتا ہو۔ اس کے بعد محلہ کی اس مسجد میں جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔

(۴) روزہ کی شرط

مسئلہ: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں پانچوں وقت نماز نہیں ہوتی تو جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے دوسری مسجد میں جا سکتا ہے۔

مسئلہ: اعتکاف واجب کے لیے روزہ شرط ہے جب کوئی شخص اعتکاف کرے تو اس کو روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا۔ بلکہ اگر یہ بھی نیت کرے کہ میں روزہ نہیں رکھوں گا تب بھی اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی جائے گی کیونکہ رات روزے کا وقت نہیں۔ ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دنوں کی تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی اور رات کو بھی اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔ روزہ کا خاص اعتکاف کے لیے رکھنا بھی کافی ہے۔ مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اس اعتکاف کے لیے بھی کافی ہے۔ ہاں اس روزے کا واجب ہونا ضروری ہے۔ نفل روزہ اس کے لیے کافی نہیں۔ مثلاً کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور اس کے بعد اسی دن اعتکاف کی نذر کرے تو صحیح نہیں۔ اگر کوئی شخص پورے رمضان کے اعتکاف کی نذر کرے اور اتفاق سے رمضان میں نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اس کے بدلے کر لینے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی مگر مسلسل روزے رکھنا اور ان میں اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

اعتکاف مسنون میں اگرچہ عام حالت میں تو روزہ ہوتا ہی ہے لیکن پھر بھی اس اعتکاف کے صحیح ہونے کے لیے روزہ ہونا شرط ہے۔

نفلی اعتکاف میں معتمد علیہ قول یہ ہے کہ اس کے لیے روزہ شرط نہیں۔

۵ مقدار اعتکاف

مسئلہ: اعتکاف واجب کم سے کم ایک دن ہوسکتا ہے اور زیادہ جس قدر نیت کرے اور اعتکاف مسنون ایک عشرہ کا۔ اس لیے کہ اعتکاف مسنون رمضان کے اخیر عشرہ میں ہوتا ہے اور اعتکاف مستحب کے لیے کوئی مقدار مقرر نہیں ہے ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: اعتکاف میں بلوغت شرط نہیں ہے لہٰذا سمجھدار بچہ بھی اعتکاف کرے تو درست ہے۔

مسجد سے کن ضرورتوں کے لیے نکل سکتا ہے

تنبیہ ۱: جس ضرورت کے لیے نکلنا جائز ہے اس کے لیے جب نکلے تو اس سے فارغ ہونے کے بعد وہاں نہ ٹھہرے اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ اپنی ضرورت رفع کرے جو اس مسجد سے قریب ترین ہو مثلاً اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور وہاں قضائے حاجت کرنا ممکن ہے تو اس میں قضائے حاجت کرنا چاہیے کہیں اور جانا درست نہیں۔

تنبیہ ۲: چونکہ اعتکاف کے لیے ضروری ہے کہ معتکف مسجد میں ٹھہرے اور بلا ضرورت باہر نہ نکلے تو ضروری ہے کہ مسجد کا مطلب معلوم ہو۔

عام بول چال میں تو مسجد کے پورے احاطے کو مسجد ہی کہتے ہیں لیکن شرعی اعتبار سے مسجد (یعنی سجدے اور عبادت کی جگہ) صرف وہ حصہ ہوتا ہے جو نماز پڑھنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو۔ باقی وضو خانہ، غسل خانے، استنجاء کی جگہ، امام کا کمرہ، سامان رکھنے کا کمرہ وغیرہ یہ مسجد کی ضروریات اور ملحقات ہیں خود مسجد نہیں ہیں۔

بعض مساجد میں اصل مسجد کے بالکل ساتھ بچوں کو پڑھانے کے لیے جگہ بنائی جاتی ہے۔ اس جگہ کو بھی جب تک بانی مسجد نے مسجد قرار نہ دیا ہو۔ وہ شرعی مسجد میں داخل نہیں بلکہ اس کے ملحقات میں ہے۔

معتکف کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز کے لیے مقرر کیے ہوئے حصہ سے بلا شرعی عذر کے باہر نہ نکلے اور ملحقات میں بھی نہ جائے کہ اس سے اعتکاف نوٹ جاتا ہے۔

وہ ضرورتیں جن کے لیے مسجد سے نکلنا معتکف کے لیے جائز ہے دو قسم کی ہیں

① طبعی ضرورتیں:

جیسے پیشاب' پاخانہ اور ان دونوں کے متعلقات یعنی استنجاء' وضو اور اگر احتلام ہو جائے تو غسل کرنا۔

② شرعی ضرورتیں:

جیسے اذان دینے کے لیے نکلنا اور جمعہ کی نماز کے لیے نکلنا۔

قضائے حاجت

مسئلہ: پیشاب کے لیے مسجد کے قریب ترین جس جگہ پیشاب کرنا ممکن ہو وہاں جانا چاہیے۔

مسئلہ: پاخانے جانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے ساتھ کوئی بیت الخلاء بنا ہوا ہے اور وہاں قضائے حاجت کرنا ممکن ہے تو اسی میں قضائے حاجت کرنا چاہیے کہیں اور جانا درست نہیں۔ لیکن اگر کسی شخص کے لیے اپنے گھر کے سوا کسی اور جگہ قضائے حاجت طبعاً ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو پھر اپنے گھر جا سکتا ہے خواہ وہ کتنی ہی دور ہو۔

اپنے گھر کے مقابلے میں اگر کسی دوست یا عزیز کا گھر مسجد کے قریب تر ہو تو قضائے حاجت کے لیے اس کے گھر جانا ضروری نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کے دو گھر ہوں تو وہ قریب والے گھر میں قضائے حاجت کے لیے جائے۔

مسئلہ: اگر بیت الخلاء مشغول ہو تو خالی ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے۔

مسئلہ: جو شخص قضائے حاجت کے لیے اپنے گھر گیا ہو وہ قضائے حاجت کے بعد وضو کر سکتا ہے۔

مسئلہ: قضائے حاجت میں استنجاء بھی داخل ہے۔ لہٰذا جن لوگوں کو قطرے کا مرض ہو وہ صرف استنجاء کرنے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتے ہیں۔

غسل

صرف احتلام ہو جانے کی صورت میں غسل جنابت کے لیے معتکف مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ اس میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر مسجد کے اندر رہتے ہوئے کسی ٹب میں بیٹھ کر اس طرح غسل کرنا ممکن ہو کہ پانی مسجد میں نہ گرے تو مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو یا سخت دشوار ہو تو باہر نکل سکتا ہے۔

غسل جنابت کے علاوہ کسی اور غسل کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں خواہ وہ جمعہ کا غسل ہو یا گرمی سے ٹھنڈک کا غسل ہو۔ اگر ہو سکے تو اس کے لیے مسجد کے اندر ہی بڑا ٹب رکھ کر اس طرح نہائے کہ پانی مسجد کے فرش پر نہ گرے۔

وضو

اگر مسجد میں وضو کرنے کی ایسی جگہ موجود ہے کہ معتکف خود تو مسجد میں رہے لیکن وضو کا پانی مسجد سے باہر گرے تو وضو کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔

لیکن اگر کسی مسجد میں ایسی کوئی جگہ اور انتظام نہ ہو تو مسجد سے باہر نکل سکتا ہے خواہ وضو فرض نماز کے لیے ہو یا نفل نماز کے لیے۔ البتہ وضو ہوتے ہوئے دوبارہ وضو کرنے کے لیے نکلنا جائز نہیں۔

ہوا خارج کرنا

معتکف کے لیے اس کی خاطر مسجد سے نکلنا جائز ہے۔

کھانے کی ضرورت

اگر کسی شخص کو کوئی ایسا آدمی میسر ہے جو اس کے لیے مسجد میں کھانا لا سکے تو وہ لا کر دے لیکن اگر کوئی دوسرا لا کر دینے والا نہ ہو تو معتکف کھانا لانے کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے لیکن کھانا مسجد میں ہی لا کر کھائے۔

نیز یہ شخص ایسے وقت مسجد سے نکلے جب اسے کھانا تیار مل جائے لیکن اگر کبھی کچھ دیر کھانے کے انتظار میں ٹھہرنا پڑے تو جائز ہے۔

اذان

مسئلہ: اگر کوئی موذن اعتکاف کرے اور اسے اذان دینے کے لیے (لاؤڈ سپیکر نہ ہونے کی صورت میں) مسجد سے باہر جانا پڑے تو نکلنا جائز ہے مگر اذان کے بعد نہ ٹھہرے۔

اگر کوئی معتکف باقاعدہ موذن تو نہیں لیکن کسی وقت کی اذان دینا چاہتا ہے تو اس کو بھی نکلنا جائز ہے۔

مسئلہ: مسجد کے مینار کا دروازہ اگر مسجد کے اندر ہو تو کسی بھی معتکف کے لیے مینار پر چڑھنا مطلقاً جائز ہے کیونکہ وہ مسجد ہی کا حصہ ہے۔ البتہ اگر دروازہ باہر ہو تو اذان کی ضرورت کے علاوہ اس پر چڑھنا جائز نہیں۔

نماز جمعہ

مسئلہ: جمعہ کی نماز کے لیے ایسے وقت جائے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے اور نماز کے بعد بھی سنت پڑھنے کے لیے ٹھہرنا جائز ہے۔ اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے اگر اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جمعہ کی نماز کے لیے کسی مسجد میں جائے اور نماز کے بعد وہیں ٹھہر جائے اور وہیں اعتکاف کو پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔

مسجد سے منتقل ہونا

معتکف کے لیے ضروری ہے کہ اس نے جس مسجد میں اعتکاف شروع کیا ہے اسی میں پورا کرے اگر کوئی ایسی شدید مجبوری پیش آجائے کہ وہاں اعتکاف پورا کرنا ممکن نہ رہے مثلاً وہ مسجد منہدم ہو جائے یا کوئی شخص زبردستی اس کو وہاں سے نکال دے یا وہاں رہنے میں جان و مال کا کوئی قوی خطرہ ہو تو دوسری مسجد میں منتقل ہو کر اعتکاف پورا کرنا

جائز ہے اور اس غرض کے لیے باہر نکلنے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ وہاں سے نکلنے کے بعد راستے میں کہیں نہ ٹھہرے بلکہ سیدھا دوسری مسجد میں چلا جائے۔

کن چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے

مسئلہ: حالت اعتکاف میں دو قسم کے افعال حرام ہیں یعنی ان کے ارتکاب سے اگر اعتکاف واجب یا مسنون ہے تو فاسد ہو جائے گا اور اس کی قضا کرنا پڑے گی اور اگر اعتکاف مستحب ہے تو ختم ہو جائے گا۔

پہلی قسم کے افعال

اعتکاف کی جگہ یعنی مسجد سے مذکورہ ضرورتوں کے بغیر باہر نکلنا خواہ قصداً ہو یا بھولے سے ہو اور خواہ ایک لمحہ کے لیے ہو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: کوئی معتکف کسی طبعی یا شرعی ضرورت سے باہر نکلے اور ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد ایک لمحہ کے لیے بھی باہر ٹھہر جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: کسی مریض کی عیادت کے لیے یا کسی ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لیے یا آگ بجھانے کے لیے مسجد سے نکلا تو اعتکاف ٹوٹ گیا گو ان صورتوں میں اعتکاف توڑنے کا گناہ نہیں ہوتا بلکہ جان بچانے کی غرض سے ضروری ہے مگر اعتکاف باقی نہ رہے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص زبردستی مسجد سے باہر نکال دیا جائے اور باہر ہی روک لیا جائے تب بھی اس کا اعتکاف نہ رہے گا۔ مثلاً کسی جرم میں حاکم وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہوا اور سپاہی اس کو گرفتار کر کے لے جائیں یا کسی کا قرض اس کے ذمہ ہو اور وہ اس کو باہر نکالے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلے اور راستہ میں کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے اور پھر مسجد تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تب بھی اعتکاف قائم نہ رہے گا۔

مسئلہ: اگر مثلاً طبعی حاجت پیشاب پاخانہ کے لیے مسجد سے نکلا پھر اسی ضمن میں مریض کی عیادت کی یا نماز جنازہ کے لیے چلا گیا تو جائز ہے جب کہ مسجد سے نکلنا خاص اس غرض سے نہ ہو اور راستہ سے نہ پھرے اور نماز جنازہ کی مقدار سے زیادہ نہ ٹھہرے اور مریض کی عیادت چلتے چلتے کرے وہاں ٹھہرے نہیں۔

دوسری قسم کے افعال

① واجب اور مسنون اعتکاف کے لیے چونکہ روزہ شرط ہے اس لیے روزہ توڑ دینے سے بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے خواہ روزہ کسی عذر سے توڑا ہو یا بلا عذر' جان بوجھ کر توڑا ہو یا غلطی سے ٹوٹا ہو۔

غلطی سے روزہ ٹوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ روزہ تو یاد تھا لیکن بے اختیار کوئی عمل ایسا ہو گیا جو روزے کے منافی تھا مثلاً کلی کرتے ہوئے غلطی سے پانی حلق میں چلا گیا یا غروب آفتاب سے پہلے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ افطار کا وقت ہو چکا ہے۔

لیکن اگر روزہ ہی یاد نہیں رہا اور بھول کر کچھ کھا پی لیا تو اس سے روزہ بھی نہیں ٹوٹا اور اعتکاف بھی نہیں ٹوٹا۔

② جماع کرنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے خواہ جماع جان بوجھ کر کرے یا سہواً' دن میں کرے یا رات میں' مسجد میں کرے یا مسجد سے باہر اور اس سے انزال ہو یا نہ ہو۔

وہ افعال جو جماع کے تابع ہیں جیسے بوسہ لینا یا معانقہ کرنا وہ بھی حالت اعتکاف میں ناجائز ہیں مگر ان سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا خواہ عمداً کیے ہوں یا بھول سے کیے ہوں جب تک منی خارج نہ ہو۔ البتہ اگر صرف خیال اور فکر سے منی خارج ہو تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے

❶ اعتکاف کے دوران میں کوئی ایسی بیماری پیدا ہو گئی جس کا علاج مسجد سے باہر نکلے بغیر ممکن نہیں تو اعتکاف توڑنا جائز ہے۔

۲ کسی ڈوبتے یا جلتے ہوئے آدمی کو بچانے یا آگ بجھانے کے لیے۔

۳ ماں باپ یا بیوی بچوں میں سے کسی کو سخت بیماری ہو جائے اور اس کی تیمار داری کی ضرورت ہو۔ کوئی اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو۔

۴ کوئی جنازہ آجائے اور نماز پڑھنے والا کوئی اور نہ ہو۔

مسنون اعتکاف ٹوٹنے کا حکم

اعتکاف غلطی سے ٹوٹ گیا ہو یا مجبوری سے توڑا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ جس دن میں اعتکاف ٹوٹا ہے صرف اس دن کی قضا واجب ہوگی پورے دس دن کی قضا واجب نہیں۔

اگر اعتکاف دن میں ٹوٹا ہو تو صرف دن دن کی قضا واجب ہوگی یعنی قضا کے لیے صبح صادق سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ روزہ رکھے اور اسی دن شام کو غروب آفتاب کے بعد نکل آئے اور اگر اعتکاف رات کو ٹوٹا ہے تو رات ور دن دونوں کی قضا کرے یعنی شام کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو۔ رات بھر وہاں رہے روزے رکھے اور اگلے دن غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔

مسئلہ: اسی رمضان میں کسی دن قضا کر سکتا ہے۔

مسئلہ: اعتکاف مسنون ٹوٹ جانے کے بعد مسجد سے باہر نکلنا ضروری نہیں بلکہ باقی ایام میں نفل کی نیت سے اعتکاف جاری رکھ سکتا ہے۔

مباحات اعتکاف

۱ کھانا پینا

۲ سونا

۳ بال کٹوانا لیکن بال مسجد میں نہ گریں۔

۴ ضروری خرید و فروخت کرنا بشرطیکہ اس وقت سودا مسجد میں نہ لایا جائے اور ضروریات زندگی کے لیے ہو مثلاً گھر میں کھانے کو نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا شخص قابل اطمینان خریدنے والا نہ ہو۔

۵ کام کی بات چیت کرنا۔

⑥ کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا، سر میں تیل لگانا۔
⑦ مسجد میں کسی مریض کا معائنہ کرنا اور نسخہ تجویز کرنا۔
⑧ قرآن کریم یا دینی علوم کی تعلیم دینا۔
⑨ برتن کپڑے دھونا جب کہ خود مسجد میں رہے اور پانی باہر گرے۔
⑩ نکاح پڑھنا یا پڑھوانا۔
⑪ ضرورت کے وقت مسجد میں ریح خارج کرنا۔

مکروہات اعتکاف

1 خاموشی کو عبادت سمجھ کر حالت اعتکاف میں بالکل چپ بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے۔
2 فضول اور بلا ضرورت باتیں کرنا۔
3 سودا مسجد میں لا کر بیچنا مکروہ تحریمی ہے۔
4 اعتکاف کے لیے مسجد کی اتنی جگہ گھیرنا جس سے دوسرے اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کو تکلیف ہو۔
5 اجرت پر کتابت کرنا یا کپڑے سینا یا تعلیم دینا وغیرہ۔
6 تجارت کی غرض سے خرید و فروخت کرنا اگرچہ سودا مسجد میں نہ لائے ہوں مکروہ ہے لیکن اگر اپنے لیے یا گھر والوں کے لیے ضرورت و مجبوری ہو تو مسجد میں رہتے ہوئے کوئی سودا خرید سکتا ہے اور فروخت کر سکتا ہے۔

اعتکاف کے آداب

1 اعتکاف کے مکروہات سے بچے۔
2 اپنے اوقات کو تلاوت قرآن، ذکر اور دیگر عبادتوں اور دین کے سیکھنے سکھانے میں لگائے۔
3 صحیح اور معتبر دینی کتابیں پڑھنا بھی موجب ثواب ہے۔

مسنون اعتکاف کے دیگر مسائل

مسئلہ: رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ایک

بستی یا محلے میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کر لے تو تمام اہل محلّہ کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی لیکن اگر پورے محلے میں سے کسی ایک نے بھی اعتکاف نہ کیا تو پورے محلے والوں پر ترک سنت کا گناہ ہوگا۔

مسئلہ : کسی شخص کو اجرت دے کر اعتکاف میں بٹھانا جائز نہیں۔

مسئلہ : اگر محلے والوں میں سے کوئی شخص بھی کسی مجبوری کی وجہ سے اعتکاف کرنے کے لیے تیار نہ ہو اور کسی دوسرے محلے کا آدمی اس مسجد میں اعتکاف میں بیٹھے تو یہ بھی صحیح ہے اور اس سے محلّہ والوں کی سنت ادا ہو جائے گی۔

واجب یعنی نذر کے اعتکاف کے دیگر مسائل

مسئلہ : جب آدمی یوں کہے "میں نے فلاں دن کا اعتکاف اپنے ذمہ لازم کر لیا" یا میں فلاں دن اعتکاف کرنے کی نیت مانتا ہوں یا اگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کو تندرستی دی تو میں اتنے دن اعتکاف کروں گا۔ ان تمام صورتوں میں نذر صحیح ہو جائے گی اور اعتکاف واجب ہو جائے گا۔

مسئلہ : اگر ایک دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو اگر دن سے اس کی نیت صرف روشنی کے وقت ہے تو صرف دن دن کا اعتکاف واجب ہوگا یعنی طلوع فجر سے غروب آفتاب تک اور اگر دن سے چوبیس گھنٹے کی نیت تھی تو ایک دن رات کا اعتکاف واجب ہوگا یعنی ایک دن غروب آفتاب کے پہلے سے دوسرے دن غروب آفتاب تک روزہ دونوں صورتوں میں شرط ہے۔

مسئلہ : اگر صرف ایک رات اعتکاف کرنے کی نذر مانی تو یہ نذر صحیح نہیں ہوئی کیونکہ رات کے وقت روزہ نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص نذر کرتے وقت زبان سے یہ بھی کہہ دے کہ میں نماز جنازہ یا کسی درس یا دینی مجلس میں شرکت کے لیے باہر آیا کروں گا تو اس کام کے لیے باہر آنا جائز ہوگا اور اس سے اعتکاف پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ لیکن سنت اعتکاف میں ایسا استثناء

جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی کو نذر پوری کرنے کا وقت نہیں ملا مثلاً اس نے بیماری میں نذر مانی تھی اور تندرست ہونے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر کچھ واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے اعتکاف کی نذر مانی اور اسے نذر پوری کرنے کا وقت بھی ملا لیکن وہ نذر ادا نہ کر سکا یہاں تک کہ موت کا وقت آ گیا تو اس پر واجب ہے کہ وارثوں کو اس کے بدلے فدیہ کی ادائیگی کی وصیت کرے۔ ایک دن کے اعتکاف کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔

نفلی اعتکاف کے دیگر مسائل

مسئلہ: اس اعتکاف کے لیے نہ وقت کی شرط ہے نہ روزے کی نہ دن کی اور نہ رات کی بلکہ انسان جب چاہے جتنے وقت کے لیے چاہے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو جائے۔

مسئلہ: رمضان کے آخری عشرہ میں دس دن سے کم کی نیت سے اعتکاف بھی نفلی ہوگا۔

مسئلہ: کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے مسجد جائے اور داخل ہوتے وقت نیت کر لے کہ جتنی دیر مسجد میں رہوں گا اعتکاف میں رہوں گا۔

مسئلہ: مسجد سے باہر نکلنے سے یہ اعتکاف خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

عورتوں کا اعتکاف

عورتوں کی جگہ کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ وہ اس جگہ میں ہو جس میں نماز کی زیادہ فضیلت ہو۔ مردوں کے لیے مسجد میں نماز کی زیادہ فضیلت ہے لہٰذا ان کے لیے اعتکاف کی جگہ مسجد ہے جب کہ عورتوں کے لیے گھر کی مسجد یعنی گھر میں نماز کے لیے مقرر کی ہوئی جگہ میں نماز زیادہ افضل ہے تو ان کے لیے گھر کی مسجد اعتکاف کی جگہ ہے۔ جن حدیثوں میں مسجد میں اعتکاف کا ذکر ہے ان ہی سے یہ ضابطہ حاصل ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کے دور میں عورتیں عام طور پر مسجد میں جا کر جماعت سے نماز ادا کرتی

تھیں لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور میں عورتوں کا اس طرح سے مسجد میں جانا موقوف ہو گیا تھا۔ اعتکاف میں اصل کام تو نمازوں کا اہتمام ہے۔ اس کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع و اتفاق کو چھوڑ کر اور توڑ کر عورت مسجد میں جا کر نمازیں پڑھے اور اعتکاف کرے یہ بات جائز نہیں۔ اس لیے عورت کو مسجد میں اعتکاف نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کا اعتکاف گھر میں ہوگا اور وہ اس طرح کہ گھر میں جو جگہ نماز پڑھنے اور عبادت کے لیے بنائی ہوئی ہو اس جگہ اعتکاف کرے اور اگر گھر میں ایسی کوئی جگہ مخصوص نہ ہو تو اعتکاف سے پہلے ایسی کوئی جگہ بنالے اور اس میں اعتکاف کرے۔ اگر نماز کی مستقل جگہ بنانا ممکن نہ ہو تو گھر کے کسی بھی حصہ کو عارضی طور پر مخصوص کر کے وہاں عورت اعتکاف کر سکتی ہے۔

مسئلہ: اگر عورت شادی شدہ ہو تو اعتکاف کے لیے شوہر سے اجازت لینا ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر عورت نے شوہر کی اجازت سے اعتکاف شروع کر دیا بعد میں شوہر منع کرنا چاہے تو اب منع نہیں کر سکتا اور اگر منع کرے گا تو بیوی کے ذمہ اس کی تعمیل واجب نہیں۔

مسئلہ: عورت کے اعتکاف کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حیض اور نفاس سے پاک ہو۔ اگر کسی عورت نے اعتکاف شروع کر دیا پھر اعتکاف کے دوران ماہواری شروع ہوگئی تو وہ فوراً اعتکاف چھوڑ دے۔ اس صورت میں جس دن اعتکاف چھوڑا ہے صرف اس دن کی قضا اس کے ذمے ہوگی جس کا طریقہ یہ ہے کہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد کسی دن روزہ رکھ کر اعتکاف کرے۔ اگر رمضان کے دن باقی ہوں تو رمضان میں قضا کر سکتی ہے۔

مسئلہ: عورت نے گھر کی جس جگہ اعتکاف کیا ہو وہ اس کے لیے اعتکاف کے دوران مسجد کے حکم میں ہے۔ وہاں سے اوپر ذکر کی گئی ضرورتوں کے بغیر نکلنا جائز نہیں۔ وہاں سے اٹھ کر گھر کے کسی اور حصے میں جائے گی تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

مسئلہ: عورت اگر مسجد میں اعتکاف کرے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اس سے عورت کو بلاتردد منع کیا جائے گا جیسا کہ مسجد میں فرض نمازوں کے لیے جانے سے روکا گیا ہے۔

ایک اہم مسئلہ

بعض جگہوں میں دیکھنے میں آیا ہے کہ ہر رمضان کے مہینے میں پیر صاحب پورے مہینے کا اعتکاف کرتے ہیں اور ان کے متعلقین ان کے ساتھ مختلف وقتوں کے لیے مختلف وقتوں میں اعتکاف کرتے ہیں۔کوئی پورا مہینہ' کوئی پہلا عشرہ' کوئی دوسرا عشرہ کوئی تیسرا عشرہ اور کوئی کم و بیش۔اس طریقہ میں یہ خرابیاں ہیں۔

۱ سنت اعتکاف صرف آخری عشرہ میں ہے۔ چونکہ بہت سے لوگ پہلے یا دوسرے عشرے میں اعتکاف کرتے ہیں اور اس کی ان کو صراحۃً یا دلالتاً ترغیب دی جاتی ہے تو اس طرح ان کو سنت اعتکاف سے ہٹا کر نفلی اعتکاف میں لگا دیا جاتا ہے حالانکہ جب وہ اپنا وقت فارغ کر ہی رہے ہیں تو وہ آخری عشرہ فارغ کر سکتے تھے۔تا کہ سنت اعتکاف بھی ہوتا اور شب قدر بھی حاصل ہوتی۔

۲ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک رمضان میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا۔ پھر آپ نے اپنے قبے سے سر نکالا اور فرمایا میں نے شب قدر کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر میرے پاس فرشتہ آیا اور مجھے بتایا گیا کہ شب قدر آخری عشرہ میں ہے۔تو جس جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے۔ (مشکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک مرتبہ شب قدر کی تلاش میں ایک ایک عشرہ کر کے پورے مہینے کا اعتکاف کیا۔شروع سے پورے مہینے کے اعتکاف کی نیت نہیں کی اور رمضان میں اعتکاف کی غرض شب قدر کو حاصل کرنا تھا۔اب جب ہمیں آپ ﷺ کے بتانے سے معلوم ہوگیا کہ وہ آخری عشرہ میں ہوتی ہے تو اب مسنون اعتکاف کی نیت کر کے پورے مہینے کا اعتکاف کرنا مناسب نہیں۔اور اگر پہلے بیس دن نفلی اعتکاف کی نیت کریں اور آخری دس دن سنت اعتکاف کی نیت کریں تو محض نفلی اعتکاف کی خاطر تداعی اور اجتماع ہوگا جو اصول کے خلاف ہے اور بدعت ہے۔

باب:۳۱

حج کے احکام

حج کے واجب ہونے کی شرائط

یہ وہ شرطیں ہیں جن کے پائے جانے سے حج فرض ہو جاتا ہے اور ان میں سے کوئی ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو حج بالکل فرض نہیں ہوتا اور کسی دوسرے سے حج کرانا اور وصیت کرنا بھی واجب نہیں ہوتا۔ یہ سات شرطیں ہیں۔

١. اسلام
٢. حج کی فرضیت کا علم ہونا۔ لیکن جو شخص دارالاسلام یعنی مسلمانوں کے ملک میں رہتا ہے اس کے لیے یہ شرط نہیں بلکہ دارالاسلام میں رہنا کافی ہے چاہے اس کی فرضیت کا علم ہو یا نہ ہو۔ ہاں جو مسلمان دارالحرب یعنی کفار کے ملک میں رہتا ہے اس کے لیے علم ہونا ضروری ہے۔
٣. عاقل ہونا۔ اس لیے پاگل پر حج فرض نہیں۔
٤. بالغ ہونا اس لیے نابالغ پر حج فرض نہیں۔
٥. آزاد ہونا اس لیے غلام اور باندی پر حج فرض نہیں۔
٦. استطاعت وقدرت ہونا۔

مسئلہ: جو لوگ مکہ مکرمہ میں یا مکہ مکرمہ کے پاس نہیں رہتے ان پر حج فرض ہونے کے لیے استطاعت یعنی سواری اور اتنا سرمایہ ہونا شرط ہے کہ وہ اپنے وطن سے مکہ مکرمہ تک جاسکیں اور واپس آسکیں۔ یہ سرمایہ ان ضروریات کے علاوہ ہونا چاہیے جیسے رہنے کا مکان، پہننے کے کپڑے، اسباب خانہ داری، نوکر چاکر (اگر ہوں) اور اپنے اہل وعیال کا خرچ واپسی تک، قرض، سواری، اپنے پیشے کے آلات۔

مسئلہ: دکان دار کے لیے اتنا سامان تجارت جس سے گزر اوقات کر سکے۔ اور کاشتکار کے لیے ہل بیل اور عالم کے لیے ضروری کتابیں ضروریات میں سے ہیں۔ ان

چیزوں کے علاوہ جو سرمایہ ہوگا وہ حج کے فرض ہونے کے لیے معتبر ہوگا اور ہر پیسہ والے کا یہی حکم ہے کہ اس کے پیشے کے اوزار اور ضروری سامان اس کی ضروریات میں شمار ہوں گے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص حج کرنے کے لیے کسی کو مال ہبہ کرتا ہے تو اس کا قبول کرنا واجب نہیں خواہ ہبہ کرنے والا اجنبی شخص ہو یا اپنا رشتہ دار ماں باپ بیٹا وغیرہ۔ لیکن اگر اتنا مال کسی نے ہبہ کیا اور اس کو قبول کر لیا تو حج فرض ہو جائے گا۔

مسئلہ: کسی کے پاس ایسا مکان ہے کہ ضرورت سے زائد ہے یا ضرورت سے زائد سامان ہے یا کسی عالم کے پاس ضرورت سے زائد کتابیں ہیں یا زمین اور باغ وغیرہ ہے کہ اس کی آمدنی کا محتاج نہیں ہے اور ان کی اتنی مالیت ہے کہ ان کو بیچ کر حج کر سکتا ہے تو ان کو حج کے لیے بیچنا واجب ہے۔

مسئلہ: کسی کے پاس اتنا بڑا مکان ہے کہ اس کا تھوڑا سا حصہ رہنے کے لیے کافی ہے اور باقی کو بیچ کر حج کر سکتا ہے تو اس کو بیچنا واجب نہیں ہے لیکن اگر ایسا کرے تو افضل ہے۔

مسئلہ: ایک شخص کے پاس اتنا بڑا مکان ہے کہ اس کو بیچ کر حج بھی کر سکتا ہے اور چھوٹا سا مکان بھی خرید کر سکتا ہے تو اس کا بیچنا ضروری نہیں۔ اگر بیچ کر حج کرے تو افضل ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے پاس اتنی مزروعہ زمین ہے کہ اگر اس میں سے تھوڑی سی فروخت کر دے تو اس کے حج کا خرچ اور اہل وعیال کا واپسی تک کا خرچ نکل آئے اور باقی زمین اتنی بچ رہے گی کہ واپس آ کر اس سے گزر کر سکتا ہے تو اس پر حج فرض ہے اور اگر فروخت کرنے کے بعد گزر کے لائق نہیں بچتی تو حج فرض نہیں۔

مسئلہ: ایک شخص کے پاس حج کے لائق مال موجود ہے لیکن اس کو مکان کی ضرورت ہے تو اگر حج کے جانے کا (یا حج کے لیے خرچ جمع کرانے کا) وقت یہی ہے تو

اس کو حج کرنا فرض ہے۔ مکان میں صرف کرنا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ وقت ابھی نہیں آیا تو مکان میں صرف کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: حرام مال سے حج کرنا حرام ہے۔ اگر اس نے کیا تو فرض تو ساقط ہو جائے گا مگر حج مقبول نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کے پاس حج کے لائق روپیہ موجود ہے اور وہ نکاح بھی کرنا چاہتا ہے تو اگر حاجیوں کے جانے کا یا حج کا خرچ جمع کرانے کا وقت ہے تو اس کو حج کرنا واجب ہے اور اگر ابھی وہ وقت نہیں آیا تو نکاح کر سکتا ہے لیکن اگر یہ یقین ہے کہ اگر نکاح نہ کیا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا تو پہلے نکاح کرے حج نہ کرے۔

◆ ۷ حج کا وقت ہونا یعنی حج کے مہینے ہوں جو کہ یہ ہیں شوال' ذیقعدہ اور ذوالحجہ کے دس روز یا ایسا وقت ہو کہ اس جگہ کے لوگ عام طور سے اس وقت حج کو جاتے ہیں۔

حج کی ادائیگی کے وجوب کی شرائط

یہ وہ شرائط ہیں کہ حج کا وجوب تو ان کے پائے جانے پر موقوف نہیں لیکن ادا کرنا ان شرائط کے پائے جانے کے وقت واجب ہوتا ہے۔ اگر وجوب اور وجوب ادا دونوں کی شرائط موجود ہوں تو پھر انسان کو خود حج کرنا فرض ہے اور اگر وجوب کی تمام شرائط موجود ہوں لیکن وجوب ادا کی شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو تو پھر خود حج کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ ایسی صورت میں اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص سے فی الحال حج کرانا یا بعد میں حج کرانے کی وصیت کرنا واجب ہوتا ہے۔ اس قسم کی پانچ شرطیں ہیں۔

① تندرست ہونا

مسئلہ: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جو شخص تندرست نہ ہو مریض ہو یا اندھا ہو یا مفلوج ہو یا لنگڑا وغیرہ ہو اور خود سفر نہ کر سکتا ہو اور حج کی تمام شرائط موجود ہوں تو اس پر حج فرض ہوتا ہے یا نہیں۔ بہت سے علماء نے اس قول کو اختیار کیا ہے کہ اس پر حج واجب ہے اور ان کے قول کے موافق ایسا شخص اگر حج نہ کر سکے تو اس پر حج بدل کرانا یا اس کی وصیت کرنا واجب ہے اور اگر خود حج کر لے گا تو حج ہو جائے گا۔ یہ اس صورت

میں ہے کہ اس کو معذور ہونے کی حالت میں حج کی استطاعت حاصل ہوئی ہو۔ اگر صحت کی حالت میں حج فرض ہو چکا تھا پھر بیمار اور معذور ہوگیا تو بالاتفاق اس پر حج واجب ہے اور اس کو حج کرانا اور وصیت کرنی واجب ہے۔

۲ قید کا نہ ہونا یا حاکم کی طرف سے ممانعت کا نہ ہونا

۳ راستہ پرامن ہونا

مسئلہ: اگر کچھ رشوت دے کر راستہ میں امن مل جاتا ہے تو راستہ پرامن سمجھا جائے گا اور ظلم کو دفع کرنے کے لیے رشوت دینی جائز ہے۔ دینے والا گنہگار نہ ہوگا۔ لینے والا گنہگار ہوگا۔

۴ عورت کے لیے محرم ہونا

عورت اگر محرم یا شوہر کو ساتھ لیے بغیر حج کو جائے تو حج تو ہو جائے گا لیکن گنہگار ہوگی۔

مسئلہ: عورت کو دوسری عورتوں کے ساتھ بھی بلا محرم جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر محرم یا شوہر اپنے خرچ سے جانے پر تیار نہ ہو یا اس کے پاس خرچہ ہی نہ ہو تو اس کا خرچہ بھی عورت کے ذمہ ہوگا اور ایسی صورت میں محرم اور شوہر کے خرچے پر قادر ہونا بھی عورت پر وجوب حج کے لیے شرط ہوگا۔

مسئلہ: محرم عاقل اور بالغ یا بلوغت کے قریب ہو اور اس پر امن ہو۔

۵ عورت کا عدت میں نہ ہونا

مسئلہ: عورت عدت کی حالت میں اگر حج کرے گی تو حج تو ہو جائے گا لیکن گناہگار ہوگی۔

چند متفرق مسائل

مسئلہ: کسی کے پاس حج کا خرچ جمع کرانے کے وقت سے لے کر آخری جہاز جانے تک کسی بھی وقت میں حج کے لائق سرمایہ حاصل ہو جائے تو اس پر حج فرض ہو جاتا

ہے اگرچہ حکومتی پابندیوں کی وجہ سے اس سال وہ حج نہ کر سکے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص حج کے مہینوں میں عمرہ کے لیے چلا گیا۔ پھر اس کو اپنے ملک واپس آنا پڑا اور اس کے پاس حج کا خرچہ نہیں ہے تو اس پر حج فرض ہو چکا کیونکہ حج کے مہینوں میں وہ مکہ مکرمہ میں تھا اور اس وقت چونکہ آنے جانے کے کرایہ کی ضرورت نہ تھی اس لیے اس پر حج فرض ہو گیا تھا بشرطیکہ اس کے پاس باقی اخراجات کے لیے رقم ہو۔

مسئلہ: کچھ لوگ رمضان میں عمرہ کے لیے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حج کر کے واپس آئیں جب کہ وہاں کی حکومت عمرہ کے بعد ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتی البتہ ایک عرصہ کے بعد چھپے ہوئے لوگوں کو حج کی عام اجازت دے دیتی ہے۔

جو لوگ اتنی استطاعت نہیں رکھتے کہ واپس جا کر پھر دوبارہ حج کے لیے آسکیں ان کے لیے گنجائش ہے کہ وہ حج تک ٹھہر جائیں اور جو استطاعت رکھتے ہیں ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ واپس چلے آئیں۔

مسئلہ: ایک پاکستانی شخص مثلاً ایسے وقت میں حج کے لیے گیا کہ ذوالحجہ سے پہلے مدینہ منورہ جائے بغیر یا وہاں سے واپسی کے بعد مکہ مکرمہ میں پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرے گا پھر حج کے لیے منیٰ جائے گا تو یہ شخص مقیم ہے اور منیٰ و عرفات میں یہ شخص پوری نماز پڑھے گا اور قربانی کے دنوں میں (دم تمتع کے علاوہ) قربانی بھی اس پر واجب ہوگی اور اگر کسی کا حج کے لیے منیٰ جانے سے پہلے مکہ مکرمہ میں پندرہ دن سے کم قیام ہو تو وہ مقیم نہیں اور یہ قصر بھی کرے گا اور اس پر قربانی بھی واجب نہیں ہوگی۔

حج کی تفصیل

حج کے فرائض

حج کے اصل فرض تین ہیں۔

① احرام یعنی حج کی دل سے نیت کرنا اور تلبیہ یعنی لبیک کے کلمات کہنا۔

② وقوف عرفات یعنی ۹ ذی الحجہ کو زوال آفتاب کے وقت سے ۱۰ ذی الحجہ کی صبح

صادق تک عرفات میں کسی وقت ٹھہرنا اگر چہ ایک لحظہ ہی کیوں نہ ہو۔

۳ طواف زیارت جو دسویں ذی الحجہ کی صبح سے لے کر بارہویں ذی الحجہ تک سر کے بال منڈوانے یا کتروانے کے بعد کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: ان تینوں فرضوں میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے تو حج صحیح نہیں ہوتا اور اس کی تلافی دم یعنی قربانی وغیرہ سے بھی نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ: ان تین فرائض کا ترتیب وار ادا کرنا اور ہر فرض کو اس کے مخصوص مکان اور وقت میں کرنا فرض ہے۔

مسئلہ: وقوف عرفات سے پہلے جماع کا ترک کرنا بھی واجب ہے بلکہ فرائض کے ساتھ ملحق ہے۔

تنبیہ: اگر وقوف عرفہ سے پہلے جماع کر لیا تو حج فاسد ہو گیا۔ اگر مرد اور عورت دونوں محرم تھے تو دونوں پر ایک ایک دم واجب ہوگا اور حج کے باقی افعال صحیح حج کی مثل کرنے ہوں گے اور ممنوعات احرام سے بچنا ضروری ہوگا۔ اگر کسی ممنوع کا ارتکاب کیا تو اس کا کفارہ واجب ہوگا اور آئندہ سال حج کی قضا لازم ہوگی۔

حج کے ارکان

حج کے دو رکن ہیں: طواف زیارت اور وقوف عرفہ

حج کے واجبات

حج کے واجبات چھ ہیں۔

۱ مزدلفہ میں وقوف کے وقت یعنی صبح صادق کے بعد ٹھہرنا اگر چہ ایک گھڑی ہو۔ اگر راستہ چلتے ہوئے بھی اس وقت میں مزدلفہ میں سے گزر جائے تو وقوف ہو جائے گا۔

۲ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۳ رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا

۴ قران اور تمتع کرنے والے کو تمتع اور قران کے شکرانہ کا دم دینا۔

۵ حلق یعنی سر کے بال منڈوانا یا تقصیر یعنی ایک پورے کے بقدر بال کتروانا۔

۶ آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کو طواف وداع کرنا۔

مسئلہ: واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے گا تو حج تو ہو جائے گا خواہ قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر لیکن اس کی جزا لازم ہوگی۔ البتہ اگر کوئی فعل کسی معتبر عذر کی وجہ سے چھوٹ گیا تو جزا لازم نہیں آئے گی۔

حج کی سنتیں

۱ وہ آفاقی جو حج افراد یا حج قران کرے اس کو طواف قدوم کرنا۔

۲ طواف قدوم میں رمل کرنا۔ جب کہ اس کے بعد صفا و مروہ کی سعی کا بھی ارادہ ہو۔ اگر اس میں نہ کیا ہو تو پھر طواف زیارت یا طواف وداع میں رمل کرے اور اس کے بعد سعی کرے۔

۳ امام کا تین مقام پر خطبہ پڑھنا۔ ساتویں ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں اور نویں ذی الحجہ کو عرفات میں اور گیارہویں کو منیٰ میں۔

۴ نویں ذی الحجہ کی رات کو منیٰ میں رہنا۔

۵ طلوع آفتاب کے بعد نویں ذی الحجہ کو منیٰ سے عرفات کو جانا۔

۶ مزدلفہ میں عرفات سے واپس ہوتے ہوئے رات کو ٹھہرنا۔

۷ عرفات میں غسل کرنا۔

۸ ایام منیٰ میں رات کو منیٰ میں رہنا۔

۹ منیٰ سے واپسی میں محصب میں ٹھہرنا اگرچہ ایک لحظہ ہی ہو۔

مسئلہ: سنت کا حکم یہ ہے کہ ان کو قصداً ترک کرنا برا ہے اور کرنے سے ثواب ملتا ہے اور ان کے ترک کرنے سے جزا لازم نہیں ہوتی۔

میقات کا بیان

میقات اصل میں وقت معین اور مکان معین کو کہتے ہیں۔ میقات حج کی دو قسمیں

ہیں۔ میقات زمانی اور میقات مکانی۔

میقات زمانی

حج کے لیے میقات زمانی حج کے مہینے یعنی شوال' ذی قعدہ اور دس روز شروع ذی الحجہ کے ہیں۔

مسئلہ: حج کے مہینوں میں ہی افعال حج صحیح ہوتے ہیں چاہے وہ افعال واجب ہوں یا سنت ہوں یا مستحب ہوں۔ اگر ان مہینوں سے پہلے احرام کے علاوہ حج کا کوئی اور فعل کیا تو صحیح نہ ہوگا مثلاً قارن یا متمتع اگر حج کے مہینوں سے پہلے عمرہ کا طواف کرے یا طواف قدوم اور سعی حج کے مہینوں سے پہلے کر لے تو یہ قران' تمتع اور سعی معتبر نہ ہوگی۔

مسئلہ: حج کا احرام حج کے مہینوں سے پہلے باندھنا مکروہ تحریمی ہے۔

میقات مکانی

یعنی وہ مقامات جہاں سے احرام باندھنا واجب ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اہل آفاق یعنی میقات سے باہر رہنے والے لوگوں کی میقات۔

(۲) اہل حل یعنی میقات کے اندر اور حرم سے باہر رہنے والوں کی میقات۔

(۳) اہل حرم یعنی جو مکہ مکرمہ اور حدود حرم کے رہنے والے ہیں ان کی میقات۔

آفاقیوں کی میقات یہ ہیں

① مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ یعنی بیرِ علی۔

② عراق کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذات عرق۔

③ نجد کے راستے آنے والوں کے لیے قرن۔

④ یمن' پاکستان اور ہندوستان سے آنے والوں کے واسطے یلملم۔

مسئلہ: آفاقیوں کے لیے جو میقات بیان کی گئی ہیں یہ خاص ان علاقے والوں کے لیے بھی ہیں اور جو لوگ دوسرے ممالک کے رہنے والے مکہ مکرمہ کو جاتے ہوئے ان میقاتوں پر سے گزریں ان کے لیے بھی یہ میقات ہیں۔

مسئلہ: جو شخص میقات سے باہر رہنے والا ہے اگر وہ مکہ مکرمہ یا حرم کے ارادہ سے سفر کرے تو اس کو میقات پر پہنچ کر حج یا عمرہ کا احرام باندھنا واجب ہے۔

مسئلہ: مکہ مکرمہ یا حرم میں حج یا عمرہ کے ارادہ سے جائے یا تجارت و سیر وغیرہ کے لیے، بہر صورت میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا واجب ہے۔

مسئلہ: میقات سے پہلے بلکہ اپنے گھر سے بھی احرام باندھنا جائز ہے بلکہ افضل ہے بشرطیکہ جنایات احرام میں مبتلا ہونے کا خوف نہ ہو ورنہ مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص خشکی میں یا سمندر میں سفر کر کے ایسے راستے مکہ مکرمہ جا رہا ہے کہ اس میں مذکورہ مواقیت میں سے کوئی میقات نہیں آتی تو اس کو مذکورہ مواقیت میں سے کسی میقات کی محاذات (برابری) سے احرام باندھنا واجب ہے۔

مسئلہ: پاکستان و ہندوستان سے بذریعہ ہوائی جہاز حج وعمرہ کے لیے جانے والوں کو جدہ پہنچنے تک احرام کو موخر کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کیا تو دم واجب ہوگا۔

اہل حل اور اہل میقات کے واسطے

حل کی پوری زمین میقات ہے۔ ان کو حج وعمرہ کا احرام حل سے باندھنا ضروری ہے۔ گھر سے باندھنا افضل ہے۔

اہل مکہ مکرمہ کے لیے

حج کا احرام باندھنے کے لیے حرم کی کل زمین میقات ہے اور عمرہ کا احرام باندھنے کے لیے حل کی پوری زمین میقات ہے۔ لیکن عمرہ کا احرام حل کے مقام تنعیم (مسجد عائشہ) سے باندھنا افضل ہے۔

مسئلہ: اگر آفاقی شخص مکہ مکرمہ میں پہنچ گیا اور عمرہ کر کے حلال ہوگیا تو اس کی میقات اب وہی ہوگی جو مکہ مکرمہ والوں کی ہے یعنی حج کے لیے حرم اور عمرہ کے لیے حل۔

مسئلہ: اگر مکی شخص میقات سے باہر نکل جائے تو واپسی میں اس کو بھی آفاقی کی طرح میقات سے احرام باندھنا واجب ہوگا۔

مسئلہ: جو لوگ میقات کے رہنے والے ہیں یا حل (یعنی میقات اور حرم کے درمیان) میں رہتے ہیں اگر وہ حج یا عمرہ کے ارادہ سے نہ جائیں تو ان کے لیے احرام باندھ کر جانا ضروری نہیں ہے۔ وہ احرام کے بغیر مکہ مکرمہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی وہ آفاقی جو حج وعمرہ کے بعد وہاں ٹھہر گیا ہو وہ بھی ان کے حکم میں ہے۔

میقات سے احرام باندھے بغیر گزرنا

مسئلہ: اگر کوئی شخص مسلمان عاقل بالغ جو میقات سے باہر کا رہنے والا ہے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے خواہ حج وعمرہ کی نیت سے ہو یا اور کسی غرض سے' میقات پر سے بلا احرام باندھے آگے گزر جائے گا تو گناہگار ہوگا اور میقات کی طرف لوٹنا واجب ہوگا۔ اگر لوٹ کر میقات پر نہیں آیا اور میقات کے آگے سے ہی احرام باندھ لیا تو ایک دم دینا واجب ہوگا اور اگر کسی بھی میقات پر واپس آ کر احرام باندھا تو دم ساقط ہو جائے گا۔

مسئلہ: آفاقی (یعنی میقات سے باہر رہنے والا) میقات سے آگے کسی ایسی جگہ جو حرم سے خارج ہے اور حل میں ہے کسی صورت سے جانا چاہتا ہے مکہ مکرمہ جانے کی نیت نہیں ہے تو اس پر میقات سے احرام باندھنا واجب نہیں ہے۔ اس کے بعد اگر اس کا مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ بن جائے لیکن حج وعمرہ کی نیت نہ ہو تو یہ شخص اس جگہ سے مکہ مکرمہ احرام کے بغیر جا سکتا ہے اور اس پر کوئی دم وغیرہ نہیں ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر یہ شخص بھی اس جگہ کے لوگوں کے حکم میں ہوگیا۔ البتہ اگر وہاں سے حج یا عمرہ کا ارادہ کرے تو اس کو حل ہی سے احرام باندھنا ہوگا۔

احرام کا بیان

احرام کا معنی ہے حرام کرنا۔ حاجی جس وقت حج کی نیت پختہ کر کے تلبیہ پڑھ لیتا ہے تو اس پر چند حلال اور مباح چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ اس وجہ سے اس کو احرام کہتے ہیں اور مجازاً ان دو چادروں کو بھی احرام کہتے ہیں جن کو حاجی حالت احرام میں استعمال

کرتا ہے۔

احرام کی اقسام

احرام (یعنی نیت پختہ کر کے تلبیہ پڑھنا) چار طرح کا ہوتا ہے۔

① صرف حج کا احرام۔ اس کو افراد کہتے ہیں۔

② عمرہ کا احرام جب کہ وہ حج کے مہینوں میں ہو اور اس سال حج بھی کرے۔ اس کو تمتع کہتے ہیں۔

③ حج اور عمرہ کا ایک ساتھ احرام۔ اس کو قران کہتے ہیں۔

④ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سب سے افضل قران ہے۔ اس کے بعد تمتع ہے اس کے بعد افراد ہے۔

مسئلہ: آفاقی شخص کو اختیار ہے کہ حج کی تینوں قسموں (قران، تمتع اور افراد) میں سے جس کا چاہے احرام باندھے لیکن مکہ مکرمہ کے رہنے والوں کو قران اور تمتع کرنا منع ہے۔

احرام کے مسائل

مسئلہ: احرام کی نیت کا دل سے ہونا ضروری ہے۔ زبان سے کہنا صرف مستحسن ہے۔ جس چیز کا احرام باندھنا ہے اس کی دل میں نیت کرنی چاہیے کہ افراد کا احرام باندھتا ہوں یا قران کا یا تمتع کا۔ اگر دل سے نیت کر لی اور زبان سے کچھ نہیں کہا تو نیت ہو جائے گی۔

مسئلہ: نیت کا تلبیہ کے ساتھ ہونا شرط ہے۔ صرف حج کی نیت دل میں کر لینے سے احرام درست نہیں ہوتا بلکہ تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی اور ذکر کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح نیت کے بغیر محض تلبیہ پڑھ لے تب بھی احرام نہ ہوگا۔

تلبیہ کے مسائل

مسئلہ: تلبیہ یعنی لبیک کا زبان سے کہنا شرط ہے۔ اگر دل سے کہہ لیا تو کافی نہ ہوگا۔ گونگے کو زبان ہلانی چاہیے گو الفاظ نہ کہہ سکے۔

مسئلہ: ہر ایسا ذکر جس سے حق تعالیٰ کی تعظیم مقصود ہو تلبیہ کے قائم مقام ہو سکتا ہے جیسے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ' اَللّٰہُ اَکْبَرُ وغیرہ۔

مسئلہ: خاص تلبیہ کے الفظ کہنا سنت ہے شرط نہیں اگر کوئی اور دوسرا ذکر احرام کے وقت کر لے گا تو احرام صحیح ہو جائے گا لیکن تلبیہ چھوڑنا مکروہ تنزیہی ہے۔ تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں۔ لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكُ لَا شَرِیْكَ لَكَ۔

مسئلہ: تغیر حالات کے وقت مثلاً صبح و شام اٹھتے بیٹھتے باہر جاتے وقت' اندر آتے وقت' لوگوں سے ملاقات کے وقت' رخصت کے وقت' سوکر اٹھتے وقت' سوار ہونے کے وقت' سواری سے اترتے ہوئے' بلندی پر چڑھتے وقت' نشیب میں اترتے ہوئے تلبیہ پڑھنا مستحب مؤکد ہے یعنی اور مستحبات کے مقابلہ میں اس کی زیادہ تاکید ہے۔

مسئلہ: فرض اور نفل نماز کے بعد بھی تلبیہ پڑھنا چاہیے۔ اور ایام تشریق میں پہلے تکبیر کہنی چاہیے اس کے بعد تلبیہ۔ اگر پہلے تلبیہ پڑھ لیا تو تکبیر ساقط ہوگئی مگر تلبیہ دسویں تاریخ کی رمی کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے باقی ایام میں صرف تکبیر کہی جائے۔

مسئلہ: تلبیہ میں آواز بلند کرنا مسنون ہے لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ جس سے اپنے آپ کو یا نمازیوں اور سونے والوں کو تکلیف ہو۔

مسئلہ: عورت کو تلبیہ زور سے پڑھنا منع ہے۔ صرف اس قدر آواز سے پڑھے کہ خود سن لے۔

مسئلہ: تلبیہ حج میں رمی کرنے کے وقت تک پڑھا جاتا ہے۔ جب جمرہ عقبیٰ کی رمی شروع کرے تو تلبیہ کو موقوف کر دے اس کے بعد نہ پڑھے۔ اور عمرہ میں تلبیہ طواف شروع کرنے تک پڑھا جاتا ہے۔

حالت احرام میں لباس کے مسائل

مسئلہ: احرام کی چادر اتنی لمبی ہو کہ داہنے کندھے سے نکال کر بائیں کندھے پر

سہولت سے آجائے اور تہ بند اتنا ہو کہ ستر اچھی طرح چھپ جائے۔

مسئلہ: احرام میں کرتہ، شلوار، بنیان، واسکٹ وغیرہ پہننا منع ہے یعنی جو کپڑا بدن کی ہیئت پر سلا ہوا ہو اس کا پہننا احرام میں جائز نہیں۔

مسئلہ: چادر یا لنگی اگر بیچ میں سے سلی ہوئی ہو تو جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ احرام کا کپڑا بالکل سلا ہوا نہ ہو۔ البتہ اگر دو چھوٹے ٹکڑوں کو جوڑ کر سی لیا ہو اور ایک چادر بنالی ہو تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: احرام کی حالت میں کمبل، لحاف، رزائی وغیرہ اوڑھنا جائز ہے۔

عورت کا احرام

مسئلہ: عورت کا احرام مرد کے احرام کی مانند ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ عورت کو سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہے۔

مسئلہ: عورت کو احرام میں سر ڈھانپنے کا حکم وجوب ستر کی وجہ سے ہے نہ کہ احرام کی وجہ سے۔

مسئلہ: عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ ہونا منع ہے اس لیے کوئی چیز پیشانی کے اوپر اس طرح لگا کر کپڑا ڈال لے کہ کپڑا چہرے کو نہ لگے۔

مسئلہ: عورت کو احرام میں زیور، موزے اور دستانے پہننا جائز ہے مگر نہ پہننا اولیٰ ہے۔

احرام میں ممنوع کام

1. جماع (یعنی ہم بستری) کا ذکر عورتوں کے ساتھ کرنا یا جماع کے اسباب جیسے بوسہ لینا اور شہوت سے چھونا۔
2. ساتھیوں کے ساتھ یا دوسرے لوگوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کرنا۔
3. خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا یا کسی شکاری کو جانور کی طرف رہنمائی کرنا اور اشارہ کرنا۔

۴ شکاری کی مدد کرنا مثلاً بندوق، تیر، چھری، چاقو پکڑنا۔
۵ خشکی کے شکار کو بھگانا، اس کا انڈا توڑنا، اس کا دودھ نکالنا وغیرہ۔
۶ اپنے بدن یا اپنے کپڑے پر جوں مارنا یا اپنے کپڑے کو جوں مارنے کے لیے دھونا یا دھوپ میں ڈالنا۔
۷ خوشبو لگانا، ناخن اور بال کا کاٹنا یا کٹوانا۔
۸ سر یا منہ کو ڈھانکنا خواہ پورا یا تھوڑا۔
۹ سلے ہوئے کپڑے پہننا جیسے کرتا، شلوار، واسکٹ، دستانے موزے وغیرہ۔
۱۰ ایسا جوتا پہننا جس میں پیر کی پشت پر اٹھی ہوئی بیچ کی ہڈی چھپ جائے۔

احرام میں مکروہ کام

۱ بدن سے میل دور کرنا۔ سر یا داڑھی اور بدن کو صابن وغیرہ سے دھونا
۲ سر یا داڑھی میں کنگھی کرنا
۳ سر یا داڑھی کو اس طرح کھجلانا کہ بال یا جوں گرنے کا خوف ہو۔ ہاں ایسے آہستہ کھجلانا کہ بال اور جوں نہ گرے جائز ہے۔
۴ داڑھی میں خلال کرنا بھی مکروہ ہے۔ اگر کرے تو اس طرح کرے کہ بال نہ گریں۔
۵ تہبند کے دونوں پلوں کو آگے سے سینا۔ اگر کسی نے ستر عورت کی حفاظت کی وجہ سے سی لیا تو دم واجب نہ ہوگا۔
۶ چادر اور تہبند میں گرہ لگانا یا سوئی اور پن وغیرہ لگانا۔
۷ لنگی میں نیفہ جوڑ کر کمر بند ڈالنا
۸ ناک اور ٹھوڑی کو کپڑے سے چھپانا۔ البتہ ہاتھ سے چھپانا جائز ہے۔
۹ خوشبو سونگھنا۔ خوشبو والے کی دکان پر خوشبو سونگھنے کے لیے بیٹھنا۔ اگر بلا ارادہ خوشبو آجائے تو کچھ حرج نہیں۔

وہ کام جن کو احرام کی حالت میں کرنا جائز ہے

۱ ضرورت کے لیے یا ٹھنڈک حاصل کرنے اور غبار دور کرنے کے لیے خالص

پانی سے ٹھنڈا ہو یا گرم غسل کرنا جائز ہے لیکن میل دور نہ کرے۔

۲ انگوٹھی پہننا۔

۳ دشمن سے شریعت کے موافق جنگ کرنا۔

۴ لنگی کے اوپر یا نیچے پیٹی باندھنا۔

۵ کسی سایہ دار چیز کے نیچے بیٹھنا۔

۶ بلاخوشبو سرمہ لگانا' پڑوال نکالنا' دانت اکھاڑنا' آبلہ کو توڑنا۔

۷ سر اور منہ کے علاوہ سب بدن کو ڈھانپنا' کان' گردن اور پیروں کو چادر رومال وغیرہ سے ڈھانپنا۔

۸ دیگ' طباق' چارپائی وغیرہ کو سر پر اٹھانا۔

۹ موذی جانوروں کو مارنا جیسے سانپ' بچھو' پسو' چھپکلی' گرگٹ' بھڑ' کھٹمل' مکھی' چیل' مردار خور کوا وغیرہ۔

۱۰ الائچی' لونگ اور خوشبو کے بغیر پان کھانا۔

۱۱ ایسا کھانا کھانا جس کو خوشبو ڈال کر پکایا گیا ہو۔

۱۲ اپنا یا کسی دوسرے کا نکاح کرنا جائز ہے لیکن صحبت کرنا جائز نہیں۔

طواف کا بیان

اس سے مراد بیت اللہ کے چاروں طرف سات مرتبہ گھومنا ہے۔

طواف کا مختصر طریقہ

بیت اللہ کے سامنے جس طرف حجر اسود ہے اس کی طرف منہ کرکے اس طرح کھڑا ہو کہ داہنا مونڈھا حجر اسود کے مغربی کنارے کے مقابل ہو اور سارا حجر اسود داہنی طرف رہے۔ اس کے بعد طواف کی نیت کرکے دائیں طرف کو اتنا چلے کہ حجر اسود بالکل مقابل ہو جائے اور حجر اسود کی طرف منہ کرکے حجر اسود کے سامنے کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے جس طرح نماز میں اٹھائے جاتے ہیں یعنی کانوں کے برابر اور ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ))

اس کے بعد موقع ہو تو جا کر حجر اسود کو بوسہ دے۔ اس کے بعد داہنی طرف یعنی بیت اللہ کے دروازے کی طرف کو چلے اور بیت اللہ بائیں طرف رہے اور طواف میں حطیم کو بھی شامل کرے۔ جب طواف کرتا ہوا بیت اللہ کے چوتھے کنارے یعنی رکن یمانی پر پہنچے تو اس کا استلام کرے یعنی دونوں ہاتھ یا صرف داہنا ہاتھ اس کو لگائے بوسہ نہ دے۔ پھر جب حجر اسود پر آئے تو حجر اسود کا پہلے کی طرح استلام کرے۔ یہ ایک چکر ہوا۔ اس طرح سات چکر پورے کرے۔

اس کے بعد دو رکعت طواف مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھے۔ پھر مستحب ہے کہ چاہ زمزم پر جا کر آب زمزم پیئے اور دعا کرے۔

تنبیہات

1. طواف کے بعد اگر سعی بھی کرنی ہو تو طواف شروع کرنے سے پیشتر اضطباع بھی کرے۔ (یعنی چادر کو داہنی بغل میں سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لے۔ اور داہنا کندھا کھلا رہنے دے) اور اضطباع تمام طواف میں باقی رکھے اور اول کے تین چکروں میں رمل کرے یعنی اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے کچھ تیزی کے ساتھ قریب قریب قدم رکھ کر چلے عورت رمل نہ کرے۔
2. جب دوگانہ پڑھے تو مونڈھے ڈھانک کر پڑھے۔ اضطباع کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔ اضطباع صرف طواف میں ہوتا ہے۔
3. طواف بیت اللہ کے باہر اور مسجد کے اندر ہوتا ہے۔ اگر کوئی مسجد حرام سے باہر نکل کر طواف کرے گا تو طواف نہ ہوگا۔

طواف کے واجبات

1. طہارت یعنی حدث اصغر اور اکبر دونوں سے پاک ہونا۔

۲. ستر عورت۔
۳. جو شخص پیدل چلنے پر قادر ہو اس کو پیادہ طواف کرنا۔
۴. طواف اس طرح کرنا کہ حجر اسود کے بعد بیت اللہ کا دروازہ آئے پھر حطیم آئے پھر رکن یمانی آئے۔
۵. حطیم کو شامل کر کے طواف کرنا

مسئلہ: واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی واجب کو ترک کرے گا تو طواف کا اعادہ واجب ہوگا۔ اگر اعادہ نہ کیا تو اس کی جزا واجب ہوگی۔

طواف کی سنتیں

۱. حجر اسود کا استلام۔
۲. اضطباع
۳. اول کے تین چکروں میں رمل کرنا اور باقی میں رمل نہ کرنا
۴. حجر اسود سے ابتداء کرنا
۵. ابتدائے طواف میں حجر اسود کی طرف منہ کرنا۔
۶. تمام چکر پے در پے کرنا۔
۷. بدن اور کپڑوں کا نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا۔

طواف کے مباحات

طواف میں یہ چیزیں مباح ہیں۔
۱. سلام کرنا، چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا، شرعی مسائل دریافت کرنا اور بتانا، کسی سے کچھ بات کرنا۔
۲. کچھ پینا۔
۳. کسی عذر کی وجہ سے سوار ہو کر طواف کرنا۔
۴. دل دل میں قرآن پڑھنا۔

طواف کے دیگر مسائل

مسئلہ: ہجوم کی وجہ سے اگر حجر اسود کو بوسہ دینا یا ہاتھ سے چھونا ممکن نہ ہو تو لکڑی وغیرہ حجر اسود کو چھوئے اور اس لکڑی کو بوسہ دے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر دونوں ہتھیلیوں کو حجر اسود کی طرف اس طرح کرے کہ ہتھیلیوں کی پشت اپنے چہرے کی طرف رہے اور یہ نیت کرے کہ حجر اسود پر رکھی ہیں اور تکبیر و تہلیل کہے اور ہتھیلیوں کو بوسہ دے لے۔

مسئلہ: طواف کے بعد کی دو رکعتیں پڑھنا واجب ہے لیکن مکروہ وقت میں نہ پڑھے۔ اس کے گزرنے کے بعد پڑھے۔ یہ نماز مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا مستحب ہے یا اس کے قریب۔ یہ نہ ہو سکے تو مسجد حرام میں کسی جگہ پڑھ لے۔

مسئلہ: اگر قصداً کسی نے آٹھواں چکر بھی کر لیا تو پھر چھ چکر اور ملا کر پورا طواف کرنا واجب ہے گویا اب دو طواف ہو جائیں گے۔

مسئلہ: ساتویں چکر کے بعد وہم یا وسوسہ سے آٹھواں چکر کر لیا تب بھی اس کو دوسرا طواف پورا کرنا لازم ہے۔

مسئلہ: آٹھواں چکر کیا اور گمان یہ تھا کہ یہ ساتواں ہے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ آٹھواں ہے تو پھر دوسرا طواف لازم نہیں۔

مسئلہ: طواف میں بالکل خاموش رہنا اور کچھ نہ پڑھنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: باہر کے رہنے والوں کے لیے نفلی طواف نفلی نماز سے افضل ہے اور مکہ مکرمہ والوں کے لیے حج کے زمانہ میں نفل طواف سے نفل نماز افضل ہے۔

صفا اور مروہ کے درمیان سعی

صفا اور مروہ کے درمیان مخصوص طریقے پر سات چکر لگانے کا نام سعی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس طواف کے بعد سعی ہو تو طواف سے فارغ ہو کر حجر اسود کا استلام

کرے جیسا کہ طواف میں کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد باب الصفا سے مسجد سے باہر نکلے اور صفا پر جائے۔

صفا کے قریب پہنچ کر یہ پڑھے:

((اَبۡدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰہُ بِہٖ اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَۃَ مِنۡ شَعَائِرِ اللّٰہِ))

اور صفا پر چڑھے۔ پھر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور بیت اللہ پر نظر رہے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرے۔ پھر عام رفتار سے ذکر کرتے ہوئے اور دعا مانگتے ہوئے مروہ کی طرف چلے۔ جب سبز میل چھ ہاتھ کے فاصلہ پر رہ جائے تو دوڑ کر چلے مگر درمیانی رفتار سے دوڑے۔ جب دونوں میلوں سے نکل جائے تو پھر اپنی چال سے چلنے لگے یہاں تک کہ مروہ پر پہنچے اور کشادہ جگہ پر رک جائے۔ ذرا داہنی طرف کو مائل ہو کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور دعا کرے۔ یہ صفا سے مروہ تک ایک چکر ہو گیا۔ اس کے بعد مروہ سے اتر کر پھر صفا کی طرف چلے اور دونوں میلوں کے درمیان دوڑ کر چلے اور صفا پر چڑھ کر پھر اسی طرح دعا اور ذکر کرے۔ یہ مروہ سے صفا تک دو چکر ہو گئے۔ اسی طرح سات چکر پورے کرے۔ اس کے بعد دو رکعت نفل نماز مسجد حرام میں پڑھے۔

مسئلہ: ہمارے نزدیک سعی واجب ہے۔ طواف کے متصل بعد کرنا سنت ہے فوراً کرنا واجب نہیں۔ اگر کسی عذر یا تھکان کی وجہ سے فوراً طواف کے بعد نہ کر سکے تو مضائقہ نہیں۔ بلا عذر تاخیر مکروہ ہے۔

مسئلہ: سعی کو صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر سعی کرتے ہوئے جماعت کھڑی ہو جائے یا نماز جنازہ ہونے لگے تو سعی کو چھوڑ کر نماز میں شریک ہو جائے اور باقی پھیرے اس کے بعد پورے کر لے۔

مسئلہ: سعی کے لیے جنابت اور حیض سے پاک ہونا شرط اور واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے خواہ حج کی سعی ہو یا عمرہ کی ہو۔

عمرہ

عمرہ کے معنی اصطلاح میں میقات یا حل سے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرنے کے ہیں۔

مسئلہ: عمرہ تمام عمر میں ایک مرتبہ بشرط استطاعت وقدرت سنت مؤکدہ ہے۔

مسئلہ: عمرہ میں طواف شروع کرنے کے وقت تلبیہ موقوف کیا جاتا ہے۔

مسئلہ: عمرہ میں دو فرض ہیں ایک احرام دوسرا طواف

مسئلہ: عمرہ میں دو واجب ہیں ایک صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا دوسرے سر کے بال منڈانا یا کم از کم انگلی کے ایک پورے کے برابر بالوں کو کٹانا۔

مسئلہ: عمرہ تمام سال میں کرنا جائز ہے صرف پانچ روز یعنی ۹ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک عمرہ کا احرام باندھنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: رمضان میں عمرہ کرنا مستحب اور افضل ہے۔

مسئلہ: کثرت سے عمرہ کرنا مکروہ نہیں بلکہ مستحب ہے۔

مسئلہ: عمرہ زیادہ کرنے کے مقابلے میں طواف زیادہ کرنا افضل ہے۔

حج کا طریقہ

یہاں ہم صرف حج تمتع کے بارے میں ذکر کریں گے کیونکہ ہمارے علاقے کے لوگوں کو عموماً اسی کا موقع ملتا ہے۔

تمتع کرنے کا طریقہ

یہ ہے کہ اول عمرہ کا احرام باندھ کر حج کے مہینوں میں عمرہ کیا جائے۔ عمرہ سے فارغ ہو کر سر منڈا کر حلال ہو جائے (اگر تمتع کی قربانی ساتھ نہ ہو۔) عمرہ سے حلال ہو

کر مکہ مکرمہ میں قیام کرے یا اور کسی جگہ (مثلاً مدینہ منورہ) جائے مگر اپنے وطن نہ جائے۔ جب حج کا وقت آئے تو حج کا احرام باندھ کر حج کرے۔ آٹھویں ذی الحجہ کو منیٰ جائے اور ظہر' عصر' مغرب' عشاء اور نویں کی فجر منیٰ میں پڑھے۔ رات کو وہیں رہے نویں کو سورج نکلنے کے بعد عرفات جائے اور وہاں زوال سے غروب آفتاب تک وقوف کرے۔ دسویں کی شب مزدلفہ میں رہے اور وہاں سے ستر کنکریاں چن لے۔ دسویں کی صبح کو نماز اول وقت پڑھ کر دعا کرتا رہے۔ اور جب سورج نکلنے میں دو رکعت کے بقدر وقت رہ جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کو چل دے۔ اور وادی محسر سے دوڑ کر نکل جائے۔ منیٰ میں پہنچ کر جمرہ اخریٰ کی رمی کرے۔ پھر تمتع کی قربانی کرے۔ اس کے بعد سر منڈائے یا کم از کم ایک پورے کے برابر بال کتروائے۔ پھر طواف زیارت کرے اور اول کے تین چکروں میں رمل کرے۔ اضطباع نہ کرے۔ طواف کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے۔ پھر منیٰ سے واپسی میں اگر ہو سکے تو محصب میں ظہر' عصر' مغرب' عشاء پڑھے۔ پھر ذرا لیٹ کر مکہ مکرمہ آئے۔ اگر اتنا نہ ہو سکے تو تھوڑی دیر ہی ٹھہر جائے۔ پھر مکہ مکرمہ سے وطن واپس آتے وقت طواف وداع کرے۔

مسائل تمتع

مسئلہ: تمتع کرنے والے پر تمتع کا دم واجب ہے۔ (جو عام قربانی سے علیحدہ ہے) آخری جمرہ کی رمی کے بعد ذبح کرے۔ اگر دم پر قدرت نہ ہو تو دس روزے رکھے۔ ان میں سے تین روزے تو دسویں ذی الحجہ سے پہلے رکھے۔ ان کو متفرق طور پر رکھنا جائز ہے۔ لیکن پے در پے رکھنا افضل ہے اور باقی سات روزے ایام تشریق گزرنے کے بعد جہاں چاہے رکھے خواہ مکہ میں یا کسی اور جگہ لیکن گھر آ کر رکھنا افضل ہے۔ ان کو بھی متفرق رکھ سکتا ہے لیکن لگاتار رکھنا افضل ہے۔

مسئلہ: تمتع کرنے والا عمرہ کرنے کے بعد حج سے پہلے عمرہ کر سکتا ہے۔

مسئلہ: تمتع کرنے والا اگر آٹھویں تاریخ کو احرام باندھ کر حج کی سعی پہلے ہی کرنا چاہے تو ایک نفل طواف رمل اور اضطباع سے کرنے کے بعد سعی کرے ورنہ طواف

زیارت کے بعد سعی کرے اور یہی افضل ہے۔

مکہ مکرمہ سے منیٰ جانا

مسئلہ: تمتع کرنے والے کو حج کا احرام آٹھویں تاریخ کو مسجد حرام میں باندھنا مستحب ہے اگرچہ حدود حرم کے اندر اندر کسی دوسری جگہ سے بھی باندھنا جائز ہے۔

مسئلہ: آٹھویں ذی الحجہ کو سورج نکلنے کے بعد مکہ مکرمہ سے منیٰ کو چلے اور رات کو منیٰ میں قیام کرے۔ اگر آٹھویں کو مکہ مکرمہ سے زوال کے بعد چلا اور ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھ لی تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: منیٰ میں آٹھویں تاریخ کو جا کر ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر پانچ نمازیں پڑھنی مستحب ہیں اور رات کو منیٰ ہی میں ٹھہرنا چاہیے۔ مکہ مکرمہ میں یا اور کسی جگہ ٹھہرنا خلاف سنت ہے۔

منیٰ سے عرفات جانا

مسئلہ: نویں ذی الحجہ کی صبح کو فجر کی نماز اسفار یعنی خوب اجالے میں پڑھے اور جب سورج نکل آئے اور دھوپ جبل ثبیر پر پھیل جائے تو عرفات کو چلے۔ سورج نکلنے سے پہلے عرفات کو جانا خلاف سنت ہے۔

مسئلہ: تلبیہ پڑھتے ہوئے عرفات میں داخل ہو۔

عرفات کے احکام

مسئلہ: عرفات کا سارا میدان موقف (ٹھہرنے کی جگہ) ہے۔ اس میں جس جگہ بھی چاہے ٹھہرے لیکن بطن عرنہ کی وادی میں نہ ٹھہرے۔

مسئلہ: امام حج کے ساتھ اگر باجماعت نماز پڑھے تو ظہر اور عصر دونوں کو ظہر کے وقت میں اکٹھا پڑھے۔

مسئلہ: جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو موذن تکبیر کہے اور امام ظہر کی نماز پڑھائے۔

اس کے بعد پھر دوسری تکبیر یعنی اقامت کے بعد عصر کی نماز پڑھائے۔

مسئلہ: ظہر کے فرضوں کے بعد تکبیر تشریق تو کہہ لے لیکن ظہر کی سنت مؤکدہ یا نفل نہ پڑھے اور عصر کی نماز کے بعد بھی ظہر کے نفل یا سنت نہ پڑھے۔

مسئلہ: عرفات میں جمعہ جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر امام حج کے ساتھ با جماعت نماز نہ پڑھے بلکہ تنہا نماز پڑھے یا کچھ لوگ اپنی اپنی جماعت کرلیں تو ظہر اور عصر کی نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھیں۔ جمع کرنا جائز نہیں۔

وقوف عرفہ

مسئلہ: جبل رحمت کے قریب وقوف کرنا افضل ہے لیکن جبل رحمت کے اوپر نہ چڑھے کیونکہ بدعت ہے اس وجہ سے کہ لوگوں نے اس میں فضیلت سمجھنی شروع کر دی ہے۔

مسئلہ: عرفات میں وقوف کے وقت کھڑے رہ کر دعا کرنا مستحب ہے شرط اور واجب نہیں ہے۔ بیٹھ کر لیٹ کر جس طرح ہو سکے جائز ہے۔

مسئلہ: وقوف کے لیے حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط نہیں ہے۔

مسئلہ: نویں ذی الحجہ کو زوال سے لے کر سورج غروب ہونے تک عرفات میں رہنا واجب ہے۔ اگر سورج غروب ہونے سے پہلے عرفات کی حد سے نکل آئے گا تو دم واجب ہوگا۔

مسئلہ: جب سورج غروب ہو جائے تو مزدلفہ کو چل دے۔

مزدلفہ میں

مسئلہ: جب عشاء کا وقت ہو جائے تو ایک اذان اور ایک اقامت سے مغرب اور عشاء کی نماز پڑھے۔ پہلے مغرب کی نماز پڑھے اس کے بعد عشاء کی۔ دونوں نمازوں کے درمیان سنت اور نفل نہ پڑھے بلکہ مغرب اور عشاء کی سنتیں اور وتر عشاء کی نماز کے بعد پڑھے۔

مسئلہ: مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو اکٹھا پڑھنے کے لیے جماعت شرط نہیں خواہ جماعت سے پڑھے یا تنہا' دونوں کو اکٹھا پڑھے۔

مسئلہ: اگر مغرب یا عشاء عرفات میں یا راستہ میں پڑھ لی تو مزدلفہ میں آ کر دوبارہ پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ: مغرب و عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر مزدلفہ میں ٹھہرے اور وہاں صبح صادق تک ٹھہرنا سنت مؤکدہ ہے۔

مسئلہ: اس شب میں جاگنا اور تلاوت ونوافل و دعا وغیرہ کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: جب صبح صادق ہو جائے تو اول وقت اندھیرے میں فجر کی نماز پڑھے پھر وقوف کرے اور اس میں ذکر اور دعا کرے۔

مسئلہ: اگر مزدلفہ میں اس وقت وقوف نہ کیا اور صبح صادق سے پہلے رات ہی کو وہاں سے چلا گیا تو دم واجب ہوگا۔ البتہ اگر عذر کی وجہ سے نہیں ٹھہرا مثلاً مریض ہے یا کمزور ہے تو دم واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر عورت ہجوم کی وجہ سے مزدلفہ میں نہ ٹھہرے تو اس پر دم واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ: مزدلفہ سے ستر کنکریاں کھجور کی گٹھلی یا چنے اور لوبیے کے دانے کے برابر اٹھانا مستحب ہے۔ کسی اور جگہ سے یا راستہ سے بھی اٹھانا جائز ہے۔

دسویں کی رمی

مسئلہ: صرف آخری جمرہ کی رمی کرنا واجب ہے۔ رمی کے چھوڑنے سے دم واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: دسویں کو رمی کا وقت صبح صادق سے گیارہویں کی صبح تک ہے۔ سورج نکلنے سے زوال تک کا وقت مسنون ہے۔ زوال سے غروب تک کا وقت مباح ہے۔ غروب کے بعد مکروہ ہے اور دسویں کو صبح صادق کے بعد سورج نکلنے سے پہلے بھی مکروہ ہے۔ البتہ عورت اور مریض اور کمزور لوگ ہجوم کے خوف سے ان وقتوں میں کریں تو مکروہ نہیں۔

مسئلہ: دسویں کو جمرہ اخریٰ پر پہلی کنکری مارنے کے ساتھ تلبیہ موقوف کر دے۔

بال منڈانا یا کتروانا

مسئلہ: چوتھائی سر کے بال منڈانا کتروانا واجب ہے۔ اس کے بغیر احرام نہیں کھل سکتا۔ تمام سر کے بال منڈانا یا کٹانا مستحب ہے اور منڈانا کٹانے سے افضل ہے اگر بال کٹائے تو ایک پورے سے کچھ زیادہ کٹائے اس سے کم نہ کٹائے۔ پورے سے کم کترانے کی صورت میں کترانے کا حکم پورا نہ ہوگا۔

مسئلہ: عورت کو سر منڈانا حرام ہے۔ وہ ایک پورے کے برابر بال کتروائے۔ اگر کوئی گنجا ہے یا اس کے سر پر ایک پورے سے چھوٹے بال ہیں تو سر پر صرف استرہ پھیرنا واجب ہے۔

مسئلہ: بال منڈانے یا کتروانے کے بعد جو چیزیں احرام کی وجہ سے منع ہیں۔ وہ سب جائز ہو جاتی ہیں مثلاً خوشبو لگانا اور سلا ہوا کپڑا پہننا وغیرہ البتہ عورت سے صحبت اور بوسہ وغیرہ جائز نہیں ہوتا بلکہ یہ طواف زیارت کے بعد جائز ہوتا ہے۔

مسئلہ: جب سب ارکان ادا کر چکا ہو اور صرف سر منڈانا رہ گیا ہو تو یہ محرم خود اپنے یا کسی دوسرے محرم کے سر کے بال مونڈ یا کتر سکتا ہے۔ اس سے جزا واجب نہیں ہوتی۔

تنبیہ: جمرہ اخریٰ کی رمی کر کے اس کے بعد قربانی کرے اور اس کے بعد بال منڈائے یا کٹائے۔ یہ ترتیب واجب ہے۔ اس کے خلاف کرنے سے دم واجب ہوتا ہے۔

طواف زیارت

مسئلہ: طواف زیارت کا اول وقت دسویں کی صبح صادق ہے۔ یہ دسویں کو کرنا افضل ہے اور بارہویں کے آفتاب غروب ہونے تک اس کا جائز وقت ہے۔ اس سے اور مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے اور دم واجب ہوتا ہے۔

مسئلہ: یہ طواف لازمی ہے اس کا بدل کچھ نہیں ہے۔

مسئلہ: طواف زیارت کو دسویں کی رمی اور حجامت کے بعد کرنا سنت ہے، واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: طواف زیارت کے بعد عورت سے صحبت وغیرہ حلال ہو جاتی ہے۔ اگر کسی نے یہ طواف نہ کیا تو اس کے لیے عورت سے صحبت وغیرہ حلال نہ ہوگی اگرچہ سالہا سال گزر جائیں۔ طواف کرنے کے بعد حلال ہوگی۔ اسی طرح اگر عورت کا طواف زیارت رہ گیا ہو تو وہ بھی شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی جب تک وہ طواف زیارت نہ کر لے۔

مسئلہ: اگر عورت حیض کی وجہ سے طواف زیارت اس کے وقت میں نہ کر سکے تو دم واجب نہ ہوگا پاک ہونے کے بعد طواف کرے۔

مسئلہ: جو عورتیں ان دنوں میں حیض سے ہوں اور واپسی کا سفر درپیش ہو تو ان کو چاہیے کہ وہ اپنا سفر ملتوی کر دیں اور جب تک پاک ہو کر طواف نہ کر لیں مکہ مکرمہ سے واپس نہ جائیں۔

مسئلہ: اگر حکومتی پابندیوں کے باعث مجبوری ہو یا خاوند یا اہل قافلہ کی روانگی کی تاریخ تبدیل نہ ہو سکتی ہو یعنی اگر مزید ٹھہرنا واقعی ممکن نہ ہو اور عورت حالت حیض ہی میں جا کر طواف زیارت کر لے تو اس کا طواف زیارت ادا ہو جائے گا لیکن ایک تو اس کو توبہ واستغفار کرنا ہوگا دوسرے ایک سالہ اونٹ یا گائے حرم میں ذبح کرنا ہوگی۔

گیارہویں، بارہویں، تیرہویں کی رمی

مسئلہ: گیارہویں، بارہویں کو رمی کا وقت زوال کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے جائز نہیں اور زوال سے غروب آفتاب تک وقت مسنون ہے اور غروب سے صبح صادق تک وقت مکروہ ہے۔ تیرہویں کی رمی کا وقت صبح صادق سے غروب تک ہے لیکن زوال سے پہلے وقت مکروہ تنزیہی ہے اور بعد میں وقت مسنون ہے۔ عورتوں اور کمزوروں کے لیے مکروہ وقت میں کراہت نہیں۔

مسئلہ: ان دنوں میں تینوں جمرات کی رمی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: بارہویں تاریخ کو زوال کے بعد رمی کر کے منیٰ سے مکہ مکرمہ چلے آنا بلا کراہت جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ تیرہویں کو رمی کے بعد آئے۔

مسئلہ: اگر بارہویں کو مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ہو تو غروب سے پہلے منیٰ سے نکل جائے۔ غروب کے بعد تیرہویں کو بلا رمی کیے جانا مکروہ ہے گو تیرہویں کی رمی واجب نہ ہوگی۔ لیکن اگر تیرہویں کی صبح صادق منیٰ میں ہوگئی تو تیرہویں کی رمی واجب ہو جائے گی۔

مسئلہ: جو شخص معذور ہو اس کی طرف سے کوئی دوسرا رمی کر سکتا ہے۔ لیکن رمی کے بارے میں وہ شخص مریض اور معذور سمجھا جائے گا جو کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اور جمرات تک پیدل یا سوار ہو کر آنے میں سخت تکلیف کا اندیشہ ہو۔ اگر سوار ہو کر جمرات تک آ سکتا ہے اور مرض کی زیادتی اور تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے تو اس کو خود رمی کرنا ضروری ہے۔ دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں۔ ہاں اگر سواری یا کوئی شخص اٹھانے والا نہ ہو تو معذور ہے دوسرے سے رمی کرا سکتا ہے۔

طواف وداع

حج سے فارغ ہو کر جب مکہ مکرمہ سے واپسی کا ارادہ ہو تو طواف وداع کرے۔ اس میں رمل کرے اور نہ اس کے بعد سعی کرے۔

مسئلہ: طواف وداع باہر کے رہنے والے حاجی پر واجب ہے اس نے خواہ کسی بھی قسم کا حج کیا ہو۔

مسئلہ: اہل حل، اہل میقات اور حیض و نفاس والی عورت اور مجنون اور نابالغ پر واجب نہیں ہے۔ البتہ اہل حل اور اہل میقات کے لیے مستحب ہے۔

مسئلہ: طواف وداع کے بعد اگر کچھ قیام ہو گیا تو پھر چلنے کے وقت دوبارہ طواف وداع مستحب ہے۔

مسئلہ: خاص طواف وداع کی نیت شرط نہیں ہے۔ طواف زیارت کے بعد اگر کوئی نفلی طواف کیا تو وہی طواف وداع کے قائم ہو جائے گا۔

جنایات اور ان کی جزا

یہ جنایت کی جمع ہے اور جنایت لغت میں تقصیر اور خطا کو کہتے ہیں۔ حج کے بیان

میں ہر اس فعل کا ارتکاب جنایت ہے جس کا کرنا احرام یا حرم کی وجہ سے ممنوع ہو۔

احرام کی جنایات آٹھ ہیں

❶ خوشبو استعمال کرنا ❷ سلا ہوا کپڑا پہننا ❸ سر اور چہرہ ڈھانپنا، کم از کم چوتھائی بال ❹ بال دور کرنا ❺ ناخن کاٹنا ❻ جماع کرنا ❼ حج کے کسی واجب کو ترک کرنا ❽ خشکی کے جانور کا شکار کرنا۔

حرم کی جنایات دو ہیں

① حرم کے جانور کو چھیڑنا یعنی شکار کرنا اور تکلیف پہنچانا۔

② حرم کا درخت اور گھاس کاٹنا۔

مسئلہ: مذکورہ جنایات پر جزا واجب ہونے کے لیے عقل اور بلوغ شرط ہے۔ لہٰذا نابالغ اور مجنون اگر کوئی جنایت کرے تو اس پر جزا واجب نہیں ہوتی۔

مسئلہ: جنایات قصداً کرے یا بھول کر یا خطا سے۔ مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔ اپنی خوشی سے کرے یا کسی کی زبردستی سے۔ سوتے کرے یا جاگتے کرے۔ مال دار ہو یا تنگدست۔ خود کرے یا کسی کے کہنے سے۔ معذور ہو یا غیر معذور سب صورتوں میں جزا واجب ہوگی۔

مسئلہ: قصداً جنایت کرنا سخت گناہ ہے اور اس کی جزا دینے سے گناہ معاف نہیں ہوتا۔ گناہ کے معاف ہونے کے لیے توبہ کرنی ضروری ہے۔

مسئلہ: ممنوعات احرام اگرچہ عذر کی حالت میں کیے جائیں تب بھی جزا واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ: واجبات حج اگر بلا عذر چھوٹ جائیں تو جزا واجب ہوتی ہے اور اگر عذر کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو جزا واجب نہیں ہوتی۔

مسئلہ: صرف دو جنایتیں ایسی ہیں جن میں سالم اونٹ یا گائے کو ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔ اس کو بدنہ کہتے ہیں۔

① جنابت یا حیض یا نفاس کی حالت میں طواف زیارت کرنا۔ لیکن اگر قربانی کے دنوں میں طہارت کے ساتھ طواف زیارت کا اعادہ کرلیا ہوتو بدنہ ساقط ہو جاتا ہے۔

② وقوف عرفہ کے بعد سر منڈانے سے پہلے عورت سے ہم بستر ہونا۔

احصار

حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد کسی دشمن یا درندے یا مرض یا حکومتی پابندی کی وجہ سے عرفات اور طواف (یعنی حج میں ان دونوں سے) یا رکن عمرہ (یعنی صرف طواف) سے رک جانے کو احصار کہتے ہیں۔ جس شخص کو روکا جائے اس کو محصر کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب کوئی شخص محصر ہو جائے تو احصار کے سبب کے زائل ہو جانے کا انتظار کرے اور اس کے دور ہونے کے بعد حج کرے ورنہ عمرہ کر کے حلال ہو جائے۔

اور اگر انتظار میں وقت ہو اور جلد حلال ہونا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ اگر اس نے صرف حج یا صرف عمرہ کا احرام باندھا ہے تو حرم کی طرف جانے والے کسی شخص کو دم کی قیمت دے دے یا حرم میں موجود کسی شخص کو فون کے ذریعے سے کہہ دے کہ وہ اس کی طرف سے حرم میں دم ذبح کی تاریخ اور وقت طے کر لے۔ محصر کو اختیار ہے کہ چاہے جس جگہ روکا گیا ہے وہاں ہی ٹھہرا رہے یا اپنے مکان میں واپس آجائے یا اور کہیں چلا جائے۔

مسئلہ: جس تاریخ میں ذبح کا وقت مقرر کیا گیا ہے اس روز کے وقت مقررہ پر صرف ذبح سے محصر حلال ہو جائے گا۔

مسئلہ: اگر محصر وقت مقررہ سے پہلے حلال ہو گیا یعنی کوئی فعل موجب جنایت کر لیا تو جنایت کا کفارہ واجب ہوگا۔ اگر جنایت مکرر ہوگی تو کفارہ بھی مکرر ہوگا۔

مسئلہ: جب محصر حرم میں ذبح کرانے کے بعد حلال ہو گیا تو جس چیز کے احرام سے حلال ہوا ہے احصار دور ہونے کے بعد اس کی قضا واجب ہوگی۔ اگر احرام حج سے حلال ہوا تھا تو قضا میں ایک حج اور ایک عمرہ کرنا واجب ہوگا جب کہ اسی سال حج پر قادر

نہ ہوا ہو اور اگر عمرہ کے احرام سے حلال ہوا تھا تو صرف ایک عمرہ ہی کرنا ہوگا اور جس وقت چاہے عمرہ کر سکتا ہے۔

حج بدل یعنی دوسرے شخص سے حج کرانا

مسئلہ: جس شخص پر حج فرض ہوگیا اور ادا کرنے کا وقت ملا لیکن ادا نہیں کیا اور بعد میں ادا کرنے پر قدرت نہیں رہی عاجز ہوگیا تو اس پر کسی دوسرے سے حج کرانا فرض ہے خواہ اپنی زندگی میں کرائے یا مرنے کے بعد حج کرانے کی وصیت کر جائے۔ اس پر وصیت کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: عاجز ہونے کے اسباب یہ ہیں: موت' قید' ایسا مرض کہ جس کے دور ہونے کی امید نہ ہو جیسے فالج' اندھا ہونا' لنگڑا ہونا' اتنا بوڑھا ہونا کہ سواری پر بیٹھنے کی قدرت نہ رہے۔ عورت کے لیے محرم نہ ہونا۔ راستہ مامون نہ ہونا۔ ان میں سے وہ اعذار جن کے زائل ہونے کی امید ہو ان کا موت تک باقی رہنا عجز کے ثابت ہونے کے لیے شرط ہے۔

حج بدل کی شرائط

نفل حج دوسرے شخص سے کروانے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ حج کرنے والا مسلمان ہو' عقل والا اور سمجھ بوجھ والا ہو۔ البتہ فرض حج کسی دوسرے سے کرانے کے لیے یہ شرطیں ہیں:

1. جو شخص اپنا حج کرائے اس پر حج فرض ہونا۔
2. حج فرض ہونے کے بعد خود حج کرنے سے عاجز ہونا۔
3. موت کے وقت تک عاجز رہنا یا ایسا عذر ہونا جو عام طور سے ختم نہیں ہوتا۔
4. دوسرے شخص کو اپنی طرف سے حج کرنے کا حکم کرنا اگر خود موجود ہو اور اگر مر گیا ہو اور حج کرانے کی وصیت کر گیا ہو تو وصی یا وارث کو حکم کرنا شرط ہے۔
5. مصارف سفر میں حج کرانے والے کا روپیہ خرچ ہونا۔
6. احرام کے وقت حکم کرنے والے یعنی آمر کی طرف سے حج کی نیت کرنا۔ زبان

سے یہ کہنا کہ فلاں کی طرف سے احرام باندھتا ہوں' افضل ہے ضروری نہیں۔
دل سے نیت کرنا کافی ہے۔

۷ آمر کے وطن سے حج کرنا اگر تہائی مال میں گنجائش ہو۔ ورنہ جس جگہ سے میقات سے پہلے ہو سکے وہاں سے کرادیا جائے۔ اگر اتنا بھی نہ ہو تو وصیت باطل ہے۔

۸ آمر کی مخالفت نہ کرنا۔ اگر آمر نے حج افراد کا حکم کیا تھا اور مامور نے تمتع کیا تو مخالف ہوگا اور تاوان واجب ہوگا اور یہ حج مامور کا ہوگا۔

تنبیہ: اجرت پر حج کرنا کرانا جائز نہیں۔ اس لیے ایسے الفاظ سے حج کا حکم نہ کرے کہ جس سے اجارہ سمجھا جائے لیکن اگر کسی نے اجرت پر حج کیا تو حج آمر کا ہی ہوگا۔ مامور اجرت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ صرف خرچے کا مستحق ہوگا۔

مسئلہ: ایسے شخص سے حج کرانا افضل ہے جو عالم باعمل اور مسائل سے خوب واقف ہو اور اپنا فرض حج پہلے کر چکا ہو لیکن اپنے حج سے فارغ ہونا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: جس سال آمر نے حج کا حکم کیا اس سال نہیں کیا بلکہ دوسرے سال کیا تو آمر کا حج ہو جائے گا اور مامور پر تاوان واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ: مامور آمر کی اجازت سے تمتع بھی کر سکتا ہے۔ بعض علماء نے اس کو ناجائز کہا ہے لیکن آج کل افراد کرنے میں بہت دشواری ہوگی کیونکہ لوگوں میں مشقت کا تحمل بالکل نہیں ہے اور سفر کی تاریخ بھی اپنی مرضی سے طے نہیں کر سکتے۔ اس لیے جواز کے قول کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

مسئلہ: تمتع کی صورت میں دم شکر خود مامور پر واجب ہوگا۔ اگر آمر بخوشی دم شکر کی قیمت ادا کر دے تو جائز ہے۔ اس زمانہ میں عرفاً آمر کی طرف سے تمتع اور دم شکر کی اجازت ثابت ہے اس لیے صریح اجازت ضروری نہیں۔ پھر بھی صریح اجازت حاصل کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ: وارث اپنے مورث کی طرف سے یا اولاد اپنے والدین کی طرف سے ان

کے مرنے کے بعد بلا اجازت و وصیت حج کرے تو جائز ہے۔

زیارت سید المرسلین ﷺ

مسئلہ: جس شخص پر حج فرض ہو اس کو حج سے پہلے زیارت کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ حج فوت ہونے کا خوف نہ ہو۔

مسئلہ: جب مدینہ منورہ کا سفر شروع کرے تو زیارت کی نیت کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں جانے کی نیت بھی کرے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ پہلی مرتبہ تو صرف زیارت نبوی ﷺ کی نیت کرے۔

مسئلہ: شہر میں داخل ہو کر سب سے پہلے مسجد نبوی میں داخل ہونے کی کوشش کرے۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو اس سے فارغ ہو کر فوراً مسجد میں آئے اور زیارت کرے۔

ویسے تو جس دروازے سے چاہے داخل ہو مگر باب جبرئیل سے داخل ہونا بہتر ہے۔ اگر ممکن ہو تو منبر اور قبر شریف کے درمیان روضہ میں کھڑے ہو کر ورنہ جہاں جگہ ملے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو۔ اگر فرض نماز کی جماعت ہو رہی ہو یا نماز کے قضا ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پہلے فرض نماز پڑھے۔ تحیۃ المسجد بھی اس میں ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: نماز تحیۃ المسجد سے فارغ ہو کر نہایت ادب کے ساتھ مرقد اطہر ﷺ پر آؤ اور سرہانے کی دیوار کے کونے میں جو ستون ہے اس سے چار ہاتھ فاصلہ پر کھڑے ہو جاؤ اور قبلہ کی طرف پشت کر کے ذرا بائیں طرف مائل ہو جاؤ تا کہ روئے انور ﷺ کا مقابلہ ہو جائے۔ ادھر ادھر مت دیکھو۔ نظر نیچے رکھو اور کوئی حرکت خلاف ادب نہ کرو۔ زیادہ قریب بھی کھڑے نہ ہو اور جالی کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ' بوسہ دو اور نہ سجدہ کرو۔ اور یہ خیال کرو کہ رسول اللہ ﷺ قبر شریف میں قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے آرام فرما ہیں اور سلام و کلام کو سنتے ہیں اور عظمت و جلال کا لحاظ کرتے ہوئے متوسط آواز سے سلام پڑھو۔ زیادہ زور سے مت چیخو اور بالکل آہستہ بھی مت پڑھو۔

مسئلہ: سلام کی کم سے کم مقدار السلام علیک یا رسول اللہ ہے۔

باب: ۳۲

قربانی کا بیان

قربانی کس پر واجب ہے

◆ ۱ جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر بقر عید کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے اور اگر اتنا مال نہ ہو کہ جس پر صدقہ فطر واجب ہوتا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے لیکن پھر بھی اگر کر دے تو ثواب ہے۔

مسئلہ: قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ اولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ اگر نابالغ اولاد مال دار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں ہے نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے کیونکہ اس پر واجب ہی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر باپ اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے دے تو مستحب ہے۔ بیوی اور بالغ اولاد مال دار ہو تو ان کو اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: بیوی اور بالغ اولاد مال دار ہو اور شوہر بیوی کے لیے اور بالغ اولاد کے لیے اپنے پاس سے قربانی کے جانور لا دے تاکہ وہ قربانی کر سکیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: جو بیٹا باپ کے ساتھ باپ کے کاروبار میں لگا ہو اور کاروبار میں اس کا اپنا حصہ اور ملکیت کچھ نہ ہو تو اگر اس کے علاوہ بیٹے کے پاس قربانی کا نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اگر نہیں ہے تو واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ: عورت کے پاس کچھ مال نہ ہو لیکن اس نے نصاب کے بقدر مہر شوہر سے ابھی لینا ہو تو اگر مہر معجّل ہو اور شوہر مال دار ہو تو عورت پر قربانی واجب ہے اور اگر مہر معجّل ہو لیکن شوہر فقیر ہے یا مہر ہی موجل ہو خواہ شوہر مال دار ہو یا فقیر ہو تو عورت پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر پہلے اتنا مال دار نہ تھا اس لیے قربانی واجب نہ تھی۔ پھر بارہویں تاریخ

کے سورج ڈوبنے سے پہلے کہیں سے مال مل گیا تو قربانی کرنا واجب ہے۔

◆ قربانی مقیم پر واجب ہوتی ہے مسافر پر نہیں۔

مسئلہ: قربانی کے تینوں دن اقامت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ دسویں گیارہویں تاریخ کو سفر میں تھا۔ پھر بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر پہنچ گیا یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

مسئلہ: دسویں کو گھر میں تھا پھر گیارہویں کو سفر میں چلا گیا اور بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے گھر آ گیا تو قربانی واجب ہوگی۔

مسئلہ: اگر مال دار قربانی کے دن گزرنے سے پہلے سفر پر چلا گیا اور باقی وقت سفر میں گزرا تو اس سے قربانی ساقط ہے۔

مسئلہ: جو شخص حج پر گیا اور حساب سے شرعی مسافر بنتا ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں مثلاً ایک شخص ۲۵ ذی قعدہ کو مکہ مکرمہ پہنچا۔ اب چونکہ منیٰ عرفات جانے میں پندرہ دن سے کم ہیں اس لیے یہ شخص مکہ مکرمہ میں اقامت کی نیت بھی کر لے تب بھی مقیم نہیں مسافر ہی رہے گا۔ اس لیے خواہ یہ شخص حج سے پہلے مدینہ منورہ جائے یا نہ جائے بارہ ذی الحجہ تک یہ مسافر رہے گا اور اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

قربانی کا وقت

مسئلہ: ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے تک قربانی کا وقت ہے چاہے جس دن قربانی کرے لیکن قربانی کا سب سے بہتر دن دسویں کا ہے پھر گیارہویں تاریخ پھر بارہویں تاریخ۔

مسئلہ: دسویں تاریخ کو شہر والوں کے لیے قربانی کا مستحب وقت عید کی نماز اور خطبہ کے بعد ہے جب کہ گاؤں والوں کے لیے کہ جس میں عید کی نماز نہیں ہوتی سورج طلوع ہونے کے بعد ہے۔

مسئلہ: گاؤں والوں کے لیے دسویں تاریخ کو فجر کی نماز کے بعد بھی قربانی

کرنا جائز ہے۔

مسئلہ : امام عید کی نماز پڑھا چکا لیکن ابھی خطبہ نہیں پڑھا کہ کسی نے قربانی کر دی تو قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : امام کے نماز پڑھانے کے دوران میں قربانی کی تو قربانی نہیں ہوگی۔

مسئلہ : امام نے نماز پڑھائی پھر لوگوں نے قربانی کی اس کے بعد پتہ چلا کہ امام کا وضو نہ تھا اور امام نے بلا وضو عید کی نماز غلطی سے پڑھا دی تھی تو قربانی ہوگئی اعادہ کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ : اگر کسی عذر سے یا بلا عذر پہلے دن یعنی دسویں کو عید کی نماز نہیں ہوئی تو سورج کے زوال سے پہلے قربانی جائز نہ ہوگی البتہ زوال کے بعد جائز ہوگی اور دوسرے دن جب عید کی نماز پڑھی جائے تو نماز سے پہلے بھی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ : اگر عید کی نماز ہوئی اور پھر لوگوں نے قربانی کی۔ بعد میں بات ظاہر ہوئی کہ وہ دن دسویں کا نہیں نویں ذی الحجہ کا ہے اور چاند دیکھنے میں غلطی ہوگئی تھی تو اگر باقاعدہ گواہی سے چاند کے ہونے کا اعلان کیا گیا تھا تو نماز اور قربانی دونوں جائز ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : دسویں سے بارہویں تک جب جی چاہے قربانی کرے چاہے دن میں چاہے رات میں لیکن رات کو ذبح کرنا مکروہ تنزیہی ہے شاید کوئی رگ نہ کٹے اور اندھیرے میں پتہ نہ چلے اور قربانی درست نہ ہو۔

مسئلہ : اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو وہاں اس کی قربانی عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے اگرچہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو۔ ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوا لے اور گوشت کھائے۔

قربانی کے جانور

مسئلہ : بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی ان جانوروں

کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: بکری سال بھر سے کم کی درست نہیں۔ جب پورے سال بھر کی ہو تب قربانی درست ہے۔ اور گائے' بھینس دو برس سے کم کی درست نہیں۔ پورے دو برس کی ہو چکے تب قربانی درست ہے۔ اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہیں ہے۔

تنبیہ: بکری جب پورے ایک سال کی ہو جاتی ہے اور گائے جب پورے دو سال کی ہو جاتی ہے اور اونٹنی جب پورے پانچ سال کی ہو جاتی ہے تو اس کے نچلے جبڑے کے دودھ کے دانتوں میں سے سامنے کے دو دانت گر کر دو بڑے دانت نکل آتے ہیں۔ نر اور مادہ دونوں کا یہی ضابطہ ہے۔ تو وہ دو بڑے دانتوں کی موجودگی جانور کے قربانی کے لائق ہونے کی اہم علامت ہے لیکن اصل یہی ہے کہ جانور اتنی عمر کا ہو اس لیے اگر کسی نے خود بکری پالی ہو اور وہ چاند کے اعتبار سے ایک سال کی ہوگئی ہو لیکن اس کے دو دانت ابھی نہ نکلے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے۔ لیکن محض عام بیچنے والوں کے قول پر کہ یہ جانور پوری عمر کا ہے اعتماد نہیں کر لینا چاہیے اور دانتوں کی مذکورہ علامت کو ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

مسئلہ: دنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کے جانوروں میں رکھیں تو سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو سال بھر سے کم لیکن چھ ماہ سے زائد عمر کے دنبہ اور بھیڑ کی قربانی بھی درست ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سال بھر کا ہونا چاہیے۔

مسئلہ: جو جانور اندھا یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی روشنی سے زیادہ جاتی رہی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: جس جانور کا ایک کان تہائی سے زیادہ کٹ گیا ہو یا دم تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا یا چوتھا پاؤں رکھتا ہے لیکن اس سے چل نہیں سکتا اس کی بھی قربانی درست نہیں

اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: اتنا دبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر اتنا دبلا نہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ ضرر نہیں۔ اس کی قربانی درست ہے لیکن موٹے تازے جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔

مسئلہ: جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے باقی ہیں ان سے اگر وہ چارہ کھا سکتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

مسئلہ: جس جانور کی پیدائش ہی سے سینگ نہیں ہیں یا سینگ تو تھے لیکن ٹوٹ گئے یا اوپر سے خول اتر گیا تو اس کی قربانی درست ہے۔ البتہ اگر سینگ جڑ سے یعنی دماغ کی ہڈی کے سرے سے ٹوٹ گئے ہوں یا اکھڑ گئے ہوں اور چوٹ کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: رسولی والے جانور کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: بکری کا اگر ایک تھن یا اس کا سرا کسی آفت سے جاتا رہا ہو یا پیدائش سے ہی نہ ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔ اونٹنی اور گائے کے اگر دو تھن یا ان کے سرے نہ ہوں تو قربانی نہ ہوگی اور اگر صرف ایک نہ ہو تو قربانی ہو جائے گی۔

مسئلہ: بکری کے ایک تھن اور گائے یا اونٹنی کے دو تھنوں سے دودھ اترنا بند ہو گیا ہو یعنی وہ سوکھ گئے ہوں اور باقی سے دودھ آتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: جلالہ یعنی وہ جانور جو نجاست کھاتا ہو اور اس کی وجہ سے اس کا گوشت بدبودار ہو گیا ہو تو اس حالت میں اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: بکری کی زبان نہ ہو مثلاً کٹ گئی ہو تو اس کی قربانی درست ہے اور اگر گائے کی زبان تہائی یا زائد کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی درست نہیں کیونکہ گائے اپنی

زبان سے چارہ لیتی ہے جب کہ بکری اپنے دانتوں سے لیتی ہے۔

مسئلہ: جس دنبے کی پیدائش چکتی نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر چکتی ہو لیکن اگر تہائی یا زائد کٹی ہوئی ہو تو قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: بانجھ جانور کی قربانی درست ہے خواہ وہ ابتداء ہی سے بانجھ ہو یا بعد میں ہو گیا ہو۔

مسئلہ: حاملہ کی جانور کی قربانی ہو جاتی ہے لیکن جس کی ولادت قریب ہو اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ بچہ جو پیٹ میں سے نکلے وہ اگر زندہ ہو تو اس کو بھی ذبح کر لیا جائے اور اس کا بھی کھانا حلال ہوگا اور اگر وہ مردہ نکلے تو اس کو کھانا جائز نہیں۔

مسئلہ: جانور خنثیٰ ہو اس کی قربانی درست نہیں۔

مسئلہ: خصی جانور کی قربانی درست ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے دو سینگ دار اور چتکبرے خصی مینڈھوں کی قربانی کی۔

مسئلہ: اگر جانور قربانی کے لیے خرید لیا تب کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی درست نہیں تو اس کے بدلے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ ہاں اگر غریب آدمی ہو جس پر قربانی کرنا واجب نہیں تو اس کے واسطے درست ہے کہ اسی جانور کی قربانی کر دے۔

مسئلہ: اگر خریدنے کے وقت جانور عیب دار تھا تو غریب کے لیے اس کی قربانی درست ہے اور اگر عیب دور ہو جائے تو مال دار کے لیے بھی اس کی قربانی درست ہے۔

مسئلہ: اگر ذبح کرتے وقت کوئی عیب لگ جائے تو وہ معاف ہے اور قربانی درست ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: گائے، بھینس، اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی درست ہے لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب کی نیت قربانی

کرنے کی یا عقیقہ کی ہو صرف گوشت کی نیت نہ ہو۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔ مثلاً آٹھ آدمیوں نے مل کر ایک گائے خریدی اور اس کی قربانی کی تو درست نہ ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔ اسی طرح ایک بیوہ اور اس کے لڑکے کو ترکہ میں گائے ملی اس مشترکہ گائے کی قربانی کی تو درست نہیں ہوئی کیونکہ اس میں بیوہ کا حصہ ساتویں سے کم ہے۔

مسئلہ: گائے اونٹ میں بجائے سات حصوں کے صرف دو حصے ہوں یعنی دو آدمی مل کر ایک گائے یا اونٹ ذبح کریں اور اس طرح دونوں میں سے ہر ایک کے حصہ میں ساڑھے تین حصے ہوتے ہوں تو یہ جائز ہے۔ کیونکہ دونوں میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مل کر ایک گائے کی قربانی کریں تو جائز ہے۔

مسئلہ: چار آدمیوں نے مل کر چار بکریاں یکساں قیمت کی خریدیں اور ہر بکری پر ان میں سے ایک کا نام لگائے بغیر ان چاروں کو ذبح کر دیا گیا تو چاروں کی قربانی ہوگئی۔ اگر چہ بہتر یہ ہے کہ ہر جانور پر ایک خاص شخص کا نام لگا دیا جائے کہ یہ فلاں کی ہے اور وہ فلاں کی ہے۔

مسئلہ: کسی نے قربانی کے لیے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی اور مل گیا تو اس کو بھی اس گائے میں شریک کر لیں گے اور قربانی کریں گے۔ اس کے بعد کچھ اور لوگ گائے میں شریک ہوگئے تو یہ درست ہے۔

مسئلہ: ایک مال دار آدمی کی گائے خریدتے وقت شریک کرنے کی نیت نہ تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ تھا اب اس میں کسی اور کو شریک کرنا بہتر نہیں لیکن اگر شریک کر لیا اور قربانی کی تو قربانی درست ہوگئی۔

مسئلہ: اگر مال دار کے بجائے غریب آدمی نے پوری گائے اپنی طرف سے کرنے کی نیت سے خریدی تو اس کے لیے شریک کرنا جائز نہیں۔ لیکن اگر کسی کو شریک کر لیا تو

جس کو شریک کیا ہے اس کی قربانی ادا ہو جائے گی لیکن اس غریب پر واجب ہے کہ جتنے حصے اس نے دوسروں کو دیے ان کا تاوان اس طرح ادا کرے کہ اگر ابھی قربانی کے دن باقی ہیں تو اتنے حصے اور قربانی کر دے اور اگر قربانی کے دن گزر گئے تو ان حصوں کی قیمت مساکین کو دے دے۔

مسئلہ: ایک شخص نے اپنی قربانی میں پوری گائے یا اونٹ ذبح کیا تو کل کا کل واجب قربانی میں شمار ہوگا اور اگر ایک شخص نے اپنی قربانی میں دو بکریاں ذبح کیں تو ان میں سے ایک واجب اور ایک نفلی ہوگی۔

مسئلہ: سات آدمیوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی پھر قربانی سے پہلے ان میں سے ایک مر گیا تو اگر اس کے وارثوں نے جو سب بالغ ہوں میت کی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دے دی تو سب کی قربانی درست ہو جائے گی اور اگر اجازت لینے سے پہلے باقی شرکاء نے قربانی کر دی تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی۔

مال دار کے جانور خریدنے سے متعلق مسائل

مسئلہ: مال دار نے قربانی کے دنوں کے پہلے دن جانور خریدا لیکن ابھی قربانی نہیں کی تھی کہ قربانی کے دن گزرنے سے پہلے وہ فقیر ہو گیا یا اس نے سب کچھ خرچ کر دیا یہاں تک کہ قربانی کے نصاب سے کم رہ گیا تو اس سے قربانی ساقط ہو جائے گی اور اگر قربانی کے ایام گزرنے کے بعد فقیر ہوا تو قربانی ساقط نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر جانور خریدا لیکن قربانی نہیں کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گزر گئے تو زندہ جانور صدقہ کر دے اور اگر اس نے جانور ذبح کر کے اس کا گوشت صدقہ کر دیا تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن اگر ذبح شدہ کے مقابلے میں زندہ جانور کی قیمت زیادہ ہو تو زائد رقم اس کو صدقہ کرنا ہوگی اور اگر جانور ہی نہ خریدا تھا تو جیسی قربانی کی استطاعت تھی اس کی قیمت صدقہ کرے۔

مسئلہ: اگر جانور خریدا لیکن قربانی نہیں کی پھر جانور کو آئندہ سال تک کھلاتا رہا

اور آئندہ عید پر پچھلے سال کی قربانی کا ارادہ کیا تو یہ درست نہیں کیونکہ قربانی میں قضا نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر قربانی کی نیت سے جانور خریدا خواہ قربانی کے دنوں میں خریدا ہو یا ان دنوں سے پہلے خریدا ہو پھر خواہ قربانی کی نیت سے خریدا ہو یا بغیر نیت کے خریدا ہو بعد میں قربانی کی نیت کر لی ہو ہر صورت میں جانور قربانی کے لیے متعین نہیں ہوگا اور آدمی کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو یہ جانور فروخت کر کے اس کی جگہ دوسرے جانور کی قربانی دے دے۔

مسئلہ: جانور بغیر نیت کے خریدا پھر زبان سے قربانی کی نذر یوں کہتے ہوئے کی کہ اللہ کے لیے مجھ پر یا کہا میرے ذمہ اس سال اس جانور کی قربانی ہے۔ اس صورت میں جانور قربانی کے لیے متعین ہو گیا اور اس کی فروخت جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر پہلے جانور کو فروخت کرنے کے بعد دوسرا جانور خرید لیا تو اگر اتنی ہی قیمت پر خریدا تو جائز ہے اور اس کے ذمہ میں مزید کچھ نہ ہوگا اور اگر کم تر قیمت پر خریدا تو زائد قیمت کو صدقہ کرنا ہوگا۔

مسئلہ: قربانی کی نیت سے بکری خریدی جو گم ہوگئی پھر دوسری بکری خریدی لیکن دوسری کو ذبح کرنے سے پیشتر پہلی بکری مل گئی تو مالک کو اختیار ہوگا چاہے پہلی بکری کی قربانی کرے اور چاہے دوسری کی کرے اور دوسری ذبح کرنے کے بعد قربانی کے دنوں میں پہلی مل گئی تو پہلی کی قربانی واجب نہیں۔

فقیر کے جانور خریدنے سے متعلق مسائل

مسئلہ: قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے جانور خریدا تو وہ قربانی کے لیے متعین ہو گیا اور قربانی واجب ہوگئی اب اس جانور کو فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر قربانی نہ کی تو جانور صدقہ کرنا ہوگا۔

مسئلہ: قربانی کے دنوں میں بغیر نیت کے خریدا یا اس کے پاس جانور پہلے سے

موجود تھا اب اس میں قربانی کی نیت کر لی تو قربانی واجب نہیں ہوئی۔

مسئلہ: اگر قربانی کے دنوں سے پہلے قربانی کی نیت سے خریدا تو قربانی واجب نہیں ہوئی لیکن احتیاط اس میں ہے کہ وہ اس جانور کی قربانی کر دے۔

مسئلہ: قربانی کے دنوں میں فقیر آدمی نے قربانی کی نیت سے ایک جانور خریدا جو گم ہو گیا تو فقیر کے ذمہ کچھ نہیں رہا۔ اگر قربانی کے دنوں میں وہ مل جائے تو قربانی کرنی واجب ہے اور اگر قربانی کے دن گزرنے کے بعد ملے تو وہ جانور صدقہ کر دے اور اگر ابھی وہ جانور نہیں ملا تھا کہ فقیر نے قربانی کے دن میں کسی طرح سے دوسرا جانور قربانی کی نیت سے خرید لیا تو اس دوسرے جانور کی قربانی واجب ہوگی پھر اگر قربانی کے دنوں میں پہلا جانور مل گیا تو اس کی بھی قربانی کرے اور اگر قربانی کے دن گزرنے کے بعد ملے تو اس کو صدقہ کر دے۔

دوسرے کی طرف سے قربانی کے مسائل

مسئلہ: میت نے اپنے ترکہ میں سے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو اگر ترکہ کے ایک تہائی میں سے قربانی کی جا سکتی ہو تو قربانی کی جائے گی اور اس کا سارا گوشت فقراء پر صدقہ کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص یہاں موجود نہیں اور دوسرے شخص نے اس کی طرف سے اس کے کہے بغیر واجب قربانی کر دی تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی اور اگر گائے میں کسی غائب کا حصہ اس کے کہے بغیر تجویز کر دیا تو اور حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوئی۔

مسئلہ: کوئی شخص اپنے مال میں سے بطور ایصال ثواب میت کی طرف سے قربانی کرے تو اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے اس کا ثواب میت کو پہنچا دے۔ دوسرے یہ کہ اس میت کا نام قربانی کے حصہ پر قرار دے کر قربانی کرے۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں اور دونوں صورتوں میں قربانی کرنے والے کو اختیار ہے جتنا چاہے خود کھائے اور جتنا چاہے فقراء کو دے۔

مسئلہ: جو قربانی دوسرے کی طرف سے بطور ایصال ثواب کی جائے چونکہ وہ قربانی کرنے والے کی ملکیت ہوتی ہے اور دوسرے کو صرف ثواب پہنچتا ہے اس لیے قربانی کا ایک حصہ ایک سے زائد لوگوں کی طرف سے کیا جا سکتا ہے۔

قربانی کا گوشت اور کھال

مسئلہ: یہ افضل ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ اپنے لیے رکھے ایک حصہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے لیے اور ایک حصہ فقراء پر صدقہ کرے۔ اگر کوئی زیادہ حصہ فقراء پر صدقہ کر دے تو یہ بھی درست ہے اور اگر اپنی عیال داری زیادہ ہے اس وجہ سے سارا گوشت اپنے گھر میں رکھ لیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: قربانی کا گوشت فروخت کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے فروخت کر دیا ہو تو اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: قربانی کی کھال یا تو یونہی خیرات کر دے یا اس کو فروخت کرکے اس کی قیمت صدقہ کر دے۔

مسئلہ: گوشت یا کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی اور نیک اور رفاہی کام میں لگانا جائز نہیں۔ صدقہ ہی کرنا چاہیے۔

مسئلہ: جس طرح قربانی کا گوشت غنی کو دینا جائز ہے اسی طرح کھال بھی غنی کو دینا جائز ہے جب کہ اس کو بلا عوض دی جائے اس کی کسی خدمت و عمل کے عوض میں نہ دی جائے۔ غنی کی ملک میں دینے کے بعد وہ اگر اس کو فروخت کرکے اپنے استعمال میں لانا چاہے تو جائز ہے۔

مسئلہ: گوشت یا چربی اور اس کی کھال کافر کو بھی دینا جائز ہے بشرطیکہ اجرت میں نہ دی جائے۔

مسئلہ: گوشت یا چربی یا کھال قصائی کو مزدوری میں نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

مسئلہ: سات آدمی گائے میں شریک ہوئے اور آپس میں گوشت تقسیم کریں تو تقسیم میں اٹکل سے کام نہ لیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں کیونکہ کسی حصہ کے کم یا زیادہ ہونے میں سود ہو جائے گا خواہ شریک اس پر راضی بھی ہوں۔ اور جس طرف گوشت زیادہ گیا ہے اس کا کھانا بھی جائز نہیں۔ البتہ اگر گوشت کے ساتھ سری پائے اور کھال کو بھی شریک کر لیا تو جس طرف سری پائے یا کھال ہو اس طرف اگر گوشت کم ہو تو درست ہے چاہے جتنا کم ہو۔ جس طرف گوشت زیادہ ہو اس طرف سری پائے بڑھائے گئے تو اب بھی سود رہا۔

مسئلہ: اگر ایک جانور میں کئی آدمی شریک ہیں اور وہ سب آپس میں تقسیم نہیں کرتے بلکہ ایک ہی جگہ کچا یا پکا کر فقراء و احباب میں تقسیم کریں تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: تین بھائی یا زیادہ یعنی سات بھائی تک ایک گائے میں شریک ہوں اور کہیں کہ اپنی اپنی ضرورت کا گوشت لے اور باقی فقراء پر تقسیم کر دو تو یہ جائز نہیں بلکہ یا تو پہلے کچھ فقراء کو دے کر پھر باقی کو برابر برابر تقسیم کر لیں یا پہلے برابر برابر تقسیم کریں پھر ہر ایک اپنے حصہ میں سے فقراء کو دے۔

متفرق مسائل

مسئلہ: اونٹ میں نحر افضل ہے اور ذبح بھی جائز ہے جب کہ گائے بکری میں ذبح مستحب ہے۔

مسئلہ: تنہا ایک شخص پوری گائے ذبح کرے تو پوری گائے ایک قربانی ہو کر کل کی کل واجب ہوئی۔

مسئلہ: اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر کوئی خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو یا اس کی ہمت نہ ہوتی ہو تو کسی اور سے ذبح کرا لے اور ذبح کے وقت جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔

مسئلہ: قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کہنا اور دعا پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دل

میں خیال کر لیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ نہیں پڑھا فقط زبان سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا تو بھی قربانی درست ہوگئی۔ لیکن اگر یاد ہو تو دعا پڑھ لینا بہتر ہے۔ ذبح سے پہلے کی یہ دعا ہے۔

((اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ))

ذبح کے بعد کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ))

مسئلہ: قربانی کی رسی وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے۔

مسئلہ: جس پر قربانی واجب تھی لیکن اس نے برسوں قربانی نہیں کی تو گناہ کی معافی بھی مانگے اور جتنے سالوں کی قربانی رہ گئی اس قدر قیمت کا صدقہ کر دے۔

مسئلہ: قربانی سے پہلے قربانی کے جانور کا دودھ دوہا ہو یا اس کی اون اتاری ہو تو اس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔

عقیقہ کے مسائل

مسئلہ: جس کے یہاں کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو مستحب ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے۔ عقیقہ کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ بچے سے بلائیں دور ہو جاتی ہیں اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے۔

مسئلہ: عقیقہ میں اگر لڑکا ہو تو دو بکری یا دو بھیڑ اور لڑکی ہو تو ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے یا گائے کی قربانی میں لڑکے کے لیے دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ لے لے۔ کسی کو زیادہ طاقت نہ ہو اور اس نے لڑکے کی طرف سے ایک بکری کا عقیقہ کیا تو یہ

بھی جائز ہے اور اگر عقیقہ بالکل ہی نہ کرے تب بھی کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کرے تو جب کرے ساتویں دن ہونے کا خیال کرنا بہتر ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کرے۔ یعنی اگر جمعہ کو پیدا ہوا ہو تو جمعرات کو عقیقہ کر دے اور اگر جمعرات کو پیدا ہوا ہے تو بدھ کو کرے۔

مسئلہ: قربانی کے لیے جانور میں جو باتیں شرط ہیں وہی عقیقہ میں بھی شرط ہیں۔ اس لیے جس جانور کی قربانی جائز نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں اور جس کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: عقیقہ کے گوشت میں بھی وہ تقسیم افضل ہے جو قربانی میں بیان ہوئی۔

مسئلہ: عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کرے چاہے پکا کر بانٹے چاہے دعوت کر کے کھلا دے سب درست ہے۔

مسئلہ: عقیقہ کے گوشت اور کھال کے وہی احکام ہیں جو قربانی کے ہیں۔

مسئلہ: ذبح کے بعد عقیقہ کے جانور کی ہڈی توڑنا جائز ہے۔

مسئلہ: کوئی عقیقہ میں گائے یا پورا اونٹ کر دے تو یہ پورا ہی عقیقہ بن جائے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی بالغ ہو کر اپنا عقیقہ خود کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: عقیقہ کیے جانے سے پہلے بچہ وفات پا جائے تو بعد میں اس کا عقیقہ مستحب نہیں۔ البتہ اگر بچے کی شفاعت کی امید سے کر دیا جائے تو گنجائش ہے۔

بخدمت جناب فضل ربی ندوی صاحب

مجلس نشریات اسلام۔ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ مزاج گرامی

گزارش ہے کہ آپ آئندہ جب بھی کتاب مسائل بہشتی زیور کو چھاپیں

تو نکاح اور طلاق کے ابواب پہلی جلد سے نکال کر دوسری جلد کے شروع میں لگائیے ۔

اس سے دو فائدے ہوں گے

۱۔ پہلی جلد صرف عبادات پر اور دوسری جلد مکمل معاملات پر ہو جائے گی ۔

۲۔ دونوں جلدیں ضخامت میں بھی تقریباً برابر ہو جائیں گی ۔

والسلام علیکم

عبدالواحد غفرلہ

یکم شعبان ۱۴۲۸ھ

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب کی تحریر کا عکس جس میں یہ ہدایت کی گئی ہے

کہ مسائل بہشتی زیور حصہ اوّل میں سے کتاب النکاح

کو حصہ دوم میں شامل کر دیا جائے۔

مسائل بہشتی زیور

حصہ دوم

معاملات

ترتیب نو مع اضافات مفیدہ

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

رئیس دارالافتاء والتحقیق جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور



حکیم الامت

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

مجلس نشریات اسلام

1۔ کے۔ 3 ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد 1
کراچی۔ پوسٹ کوڈ نمبر 74600

"فہم دین کورس"

مسائل بہشتی زیور

(حصہ دوم)

معاملات

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ترتیب نو مع اضافات مفیدہ...... دوسرا ایڈیشن

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد

مفتی جامعہ مدنیہ لاہور

مجلس نشریات اسلام

۱۔ کے۔۳، ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر۱، کراچی۔ ۷۴۶۰۰

یہ کتاب
محترم جناب ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب (ایم بی بی ایس)
مفتی جامعہ مدنیہ لاہور کی
اجازت سے شائع کی جارہی ہے

نام کتاب: .... مسائل بہشتی زیور (حصہ دوم)
تصنیف: .... ڈاکٹر مفتی عبدالواحد (ایم بی بی ایس)

فہرست مضامین

تعارف	۲۷
مقدمہ	۲۹
باب:۱ نکاح	۳۲
● نکاح کرنے کا حکم	۳۲
● فرض:	۳۲
● واجب:	۳۲
● سنت موکدہ:	۳۲
● مکروہ تحریمی:	۳۲
● حرام:	۳۲
● تنبیہ	۳۳
● عقد نکاح	۳۳
● نکاح ہونے کی ایک شرط	۳۴
● ٹیلی فون پر نکاح	۳۵
● عورت کی پہچان ضروری ہے	۳۵
● نکاح کرنے میں کسی کو وکیل بنانا	۳۶
● نکاح کے دونوں جانبوں کا ایک شخص ذمہ دار بن جائے	۳۶
● کفو یعنی میل اور جوڑ ہونے کا بیان	۳۷
● کفو اور برابری کی اقسام	۳۹
● نسب میں برابری	۳۹
● مسلمان ہونے میں برابری	۴۰
● دین داری میں برابری	۴۰

- مال میں برابری ۴۰
- پیشے میں برابری ۴۱
- متفرق مسائل ۴۱
- ولی کا بیان ۴۲
- بالغ عورت میں ولی کے مسائل ۴۲
- تنبیہ ۴۵
- تنبیہ ۴۵
- لڑکا یا لڑکی نابالغ ہوتو ولی کے مسائل ۴۵
- تنبیہ ۴۷
- حق ولایت کے چند مسائل ۴۸
- جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے ۴۸
- قرابت ۴۸
- مصاہرت ۴۹
- دومحرموں کونکاح میں جمع کرنا ۵۰
- ضابطہ ۵۱
- رضاعت ۵۱
- کسی کے نکاح میں ہونا ۵۲
- کسی کی عدت میں ہونا ۵۲
- مرد کے نکاح یا عدت میں چارعورتوں کا ہونا ۵۲
- دین کا اختلاف ۵۲
- تنبیہ ۵۳
- تنبیہ ۵۳
- حرمت مصاہرت کا بیان ۵۳
- تنبیہ ۵۴

- حرمت مصاہرت سے کیا مراد ہے؟ ۵۵
- حرمت مصاہرت کے چند اور مواقع ۵۵
- تنبیہ ۵۸

باب:۲ کافروں کے نکاح کا بیان ۶۰

- کافر زوجین جب دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے ۶۰
- زوجین میں سے ایک کے اسلام قبول کرنے کی صورت میں عدت کا حکم ۶۱

باب:۳ نکاح باطل اور نکاح فاسد ۶۲

- نکاح فاسد کی مثالیں ۶۲
- نکاح فاسد کا حکم ۶۲
- نکاح باطل کی مثالیں ۶۳
- نکاح باطل کا حکم ۶۳
- نکاح موقت یا متعہ ۶۳

باب:۴ مہر کا بیان ۶۵

- مہر کا حکم ۶۵
- مہر کی کم سے کم مقدار ۶۵
- مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار ۶۵
- تنبیہ ۶۵
- رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے ۶۵
- پورا مہر کب مؤکد ہوتا ہے ۶۶
- مہر معجّل اور مہر مؤجل ۶۷
- مہر مثل کا بیان ۶۹
- نکاح فاسد سے یا شبہ سے کسی عورت سے صحبت کرنے پر مہر مثل کا حکم ۷۱
- مہر کے چند دیگر مسائل ۷۱

باب:۵ بیویوں میں برابری کرنے کا بیان ۷۳

باب:۶ بیوی کا مجامعت میں حق	۷۵
● نامردی کی بنا پر فسخ نکاح کی تفصیل	۷۶
● پہلی شرط	۷۶
● دوسری شرط	۷۶
● تیسری شرط	۷۶
● چوتھی شرط	۷۷
● علیحدگی حاصل کرنے کا طریقہ کار	۷۷
باب:۷ روٹی کپڑے اور رہائش کا بیان	۷۹
● رہائش ملنے کا بیان	۸۱
● علاج معالجہ کا خرچہ	۸۲
● متعنت کی زوجہ کا حکم	۸۲
● عدت کے دوران میں خرچہ اور رہائش کا حکم	۸۳
باب:۸ ضبط ولادت	۸۴
● حکم	۸۴
● تنبیہ	۸۴
● اسقاط	۸۵
● مصنوعی بانجھ پن	۸۵
● اسقاط کی وجہ سے جنین کی موت ہو جانے کے احکام	۸۵
● تنبیہ	۸۶
باب:۹ تولید کے جدید طریقے	۸۷
● مصنوعی تخم ریزی (Artificial Insemination)	۸۷
● ٹیسٹ ٹیوب بے بی (Test Tube Fertilisation)	۸۷
● انسانی کلوننگ (Human Cloning)	۸۸
● تنبیہ	۸۹

باب:۱۰ نومولود کو دودھ پلانے کا بیان	**۹۰**
● دودھ پینے پلانے کی عمر	۹۰
● رشتہ رضاعت کب ثابت ہوتا ہے	۹۰
● کن صورتوں میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی	۹۲
● حرمت رضاعت کے چند مسائل	۹۳
● رضاعت کا ثبوت	۹۴
● نکاح کے بعد	۹۴
● عورتوں کے دودھ کا بینک	۹۵
باب:۱۱ طلاق کا بیان	**۹۷**
● طلاق کا حکم	۹۷
● طلاق دینے کا اہل	۹۷
● کن حالتوں میں طلاق ہوتی ہے اور کن میں نہیں	۹۸
● غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق	۱۰۰
● زبردستی کر کے اور دھمکی دے کر طلاق کہلوانا	۱۰۱
● طلاق کی قسمیں	۱۰۲
● طلاق دینے کا بیان	۱۰۲
● تحریری طلاق	۱۰۴
● طلاق دینے کا طریقہ	۱۰۵
● الفاظ کے اعتبار سے طلاق دینے کی قسمیں	۱۰۶
● طلاق صریح	۱۰۶
● طلاق کنایہ	۱۰۸
● ضابطہ	۱۰۹
● کنایہ الفاظ سے متعلق ایک قاعدہ	۱۱۰
● طلاق صریح اور بائن سے متعلق ایک ضابطہ	۱۱۱

- رخصتی سے قبل طلاق کا بیان ۱۱۲
- تین طلاق دینے کا بیان ۱۱۲
- ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں ہونے کے دلائل ۱۱۴
- ضروری وضاحت ۱۱۶
- کسی شرط پر طلاق دینے کا بیان ۱۱۷
- مرض موت کے بیمار کے طلاق دینے کا بیان ۱۲۰
- طلاق رجعی میں رجعت کر لینے کا بیان ۱۲۱
- عورت کو تفویض طلاق ۱۲۴

باب:۱۲ خلع کا بیان ۱۲۷

- خلع اور مال کے عوض طلاق کے درمیان فرق ۱۲۸
- مال کے عوض طلاق کے چند مسائل ۱۲۹
- عدالتی یا جبری خلع ۱۲۹

باب:۱۳ ایلاء یعنی بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا ۱۳۱

باب:۱۴ ظہار ۱۳۴

- ظہار کا حکم ۱۳۴
- چند دیگر مسائل ۱۳۵

باب:۱۵ لعان کا بیان ۱۳۸

باب:۱۶ مفقود اور غائب کا حکم ۱۴۰

- مفقود یعنی لاپتہ شخص کی زوجہ کا حکم ۱۴۰
- تنبیہات ۱۴۰
- غائب غیر مفقود کی زوجہ کا حکم ۱۴۱

باب:۱۷ اولاد کے حلالی ہونے کا بیان ۱۴۳

باب:۱۸ اولاد کی پرورش کا بیان ۱۴۶

- پرورش کا حق کس کو ہے ۱۴۶

- پرورش کا حق کن باتوں سے نہیں رہتا ۱۴۷
- پرورش کا حق کب تک ہے ۱۴۸
- پرورش کے چند دیگر مسائل ۱۴۸
- ماں باپ کو بچے سے ملنے کا حق ۱۴۸

باب:۱۹ عدت کا بیان ۱۵۰

- طلاق کی عدت ۱۵۰
- موت کی عدت ۱۵۲
- سوگ کرنے کا بیان ۱۵۴
- موت وطلاق کی عدت کے چند مشترکہ مسائل ۱۵۶

باب:۲۰ قسم کھانے کا بیان ۱۶۰

- قسم کس طرح ہوتی ہے ۱۶۱
- کن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی ۱۶۲
- قسم تین طرح پر ہوتی ہے ۱۶۳
- غموس قسم: ۱۶۳
- حکم: ۱۶۳
- لغو قسم: ۱۶۴
- حکم: ۱۶۴
- منعقد قسم ۱۶۴
- حکم: ۱۶۴
- قسم کے تعدد کا ضابطہ ۱۶۵
- قسم کے کفارے کا بیان ۱۶۶
- مختلف کاموں کے بارے میں قسموں کے ضابطے ۱۶۷
- گھر میں جانے کی قسم کھانے کا بیان ۱۶۸
- کھانے پینے کی قسم کھانے کا بیان ۱۷۰

- نہ بولنے کی قسم کھانے کا بیان ۱۷۱
- بیچنے اور خریدنے کی قسم کھانے کا بیان ۱۷۲
- روزے نماز کی قسم کھانے کا بیان ۱۷۳
- تنبیہ ۱۷۳
- کپڑے وغیرہ کی قسم کھانے کا بیان ۱۷۴
- متفرق مسائل ۱۷۴
- قسم میں عام کی تخصیص کی نیت کرنا ۱۷۵

باب:۲۱ نذر اور منت کا بیان ۱۷۷

- نذر کی تعریف ۱۷۷
- عبادت مقصودہ کی مثالیں ۱۷۷
- عبادت غیر مقصودہ کی مثالیں ۱۷۷
- نذر کی دو قسمیں ہیں ۱۷۷
- نذر کے صحیح ہونے کی شرائط ۱۷۸
- نذر کے بارے میں ایک اور ضابطہ ۱۷۹
- نذر کے چند مسائل ۱۸۱
- نذر یا قسم ۱۸۳
- غیر اللہ سے نذر ۱۸۳

باب:۲۲ وقف کا بیان ۱۸۴

- وقف کن چیزوں میں ہوتا ہے ۱۸۴
- وقف کن الفاظ سے ہوتا ہے ۱۸۴
- وقف کی شرائط ۱۸۴
- وقف کیسے لازم اور مکمل ہوتا ہے ۱۸۷
- وقف کا حکم ۱۸۷
- متولی وقف کی معزولی ۱۸۷

- اراضی وقف کو اجارہ طویلہ پر دینا ۱۸۸
- تنبیہ ۱۸۸
- حق قرار سے کیا مراد ہے ۱۸۹
- وقف کو غصب کرنا ۱۸۹
- وقف کو تبدیل کرنا ۱۹۰
- سونے چاندی یا روپے پیسے کا وقف ۱۹۰
- وقف کے منافع وقف نہیں ہوتے ۱۹۰
- واقف کا تاحیات جائیداد کی آمدنی اپنے لیے مقرر کرنا ۱۹۱
- کسی جائیداد یا اس کی آمدنی کو اپنی اولاد پر وقف کرنا ۱۹۱
- وقف مسجد کے دیگر احکام ۱۹۱
- تنبیہ ۱۹۲
- مسجد کی ہیئت اور شکل وصورت ۱۹۵
- مسجد کے آداب واحکام ۱۹۵
- مسجد میں نقش ونگار بنانا ۱۹۶
- مسجد میں خوشبو اور بدبو سے متعلق احکام ۱۹۶
- مسجد کی صفائی سے متعلق احکام ۱۹۷
- مسجد میں دنیا کے مباح کام ۱۹۷
- قبرستان کے احکام ۲۰۰
- عیدگاہ اور جنازہ گاہ ۲۰۰

باب: ۲۳ متفرق مسائل ۲۰۳

- حرام وحلال کا ضابطہ ۲۰۳
- حیوانات ۲۰۴
- خضاب کا استعمال ۲۰۵
- دین سے پھر جانا ۲۰۵

باب:۲۴ بیچنے اور خریدنے کا بیان	۲۰۷
باب:۲۵ سودا معلوم ہونے کا بیان	۲۱۱
● قیمت کے معلوم ہونے کا بیان	۲۱۲
باب:۲۶ ادھار لینے کا بیان	۲۱۵
باب:۲۷ بیع وشراء میں چند خیار	۲۱۸
● خیار شرط یعنی پھیر دینے کی شرط کر لینے کا بیان	۲۱۸
● خیار رویت یعنی بے دیکھی ہوئی چیز کے خریدنے کا بیان	۲۲۰
● خیار عیب یعنی سودے میں عیب نکل آنے کا بیان	۲۲۱
باب:۲۸ بیع باطل، فاسد اور مکروہ کا بیان	۲۲۵
● بیع کی تعریف	۲۲۵
● مال متقوم اور مال غیر متقوم	۲۲۵
● بیع باطل	۲۲۵
● بیع فاسد	۲۲۷
● بیع فاسد کی مندرجہ ذیل وجہیں	۲۲۸
● بیع مکروہ	۲۳۳
باب:۲۹ متفرقات	۲۳۵
● باغ کے پھل کی بیع کی مختلف صورتیں	۲۳۵
● خودرو گھاس کی بیع	۲۳۵
● تالاب میں مچھلی کی ملکیت	۲۳۵
● تالاب میں مچھلی کی بیع کا جواز وعدم جواز	۲۳۶
● قسطوں پر خرید وفروخت	۲۳۶
● دین کی ادائیگی میں ایک معاملہ	۲۳۷
● شیئرز (Shares) کی حقیقت	۲۳۸
● شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم	۲۳۹

- مزید دو مفاسد ۲۴۰
- حاصل حکم ۲۴۰
- جس کے پاس حرام مال ہو یا حرام طریقے سے کمایا ہو ۲۴۰
- بیع بالوفا ۲۴۲
- بیع عینہ ۲۴۳
- سٹہ ۲۴۴

باب:۳۰ حقوق کی اقسام اور ان کے احکام ۲۴۶

- تجارتی نام (Trade Name) اور (Trade Mark) کی بیع ۲۴۸
- رائلٹی (Royalty) کی شرعی حیثیت ۲۴۹
- تجارتی لائسنس ۲۵۰
- مکانوں اور دکانوں کی پگڑی ۲۵۱
- ذخیرہ اندوزی ۲۵۲

باب:۳۱ اصل دام پر نفع لے کر یا دام کے دام پر بیچنے کا بیان ۲۵۳

باب:۳۲ سودی لین دین سے بچنے کا بیان ۲۵۶

- سونے چاندی اور ان کی چیزوں کا بیان ۲۵۶
- سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیع کے عدم جواز کی عقلی دلیل ۲۵۷
- سونے چاندی کے زیورات کے کاروبار سے متعلق چند مسائل ۲۵۸
- پرانے زیور سے نئے زیور کا تبادلہ ۲۶۳
- پرانے زیور کی نئے زیور سے تبادلہ کی جائز صورت ۲۶۳
- پرانے زیورات کی خریداری ۲۶۵
- سونے چاندی اور ان کے زیورات کی روپوں میں نقد اور ادھار خرید وفروخت ۲۶۶
- جب روپیہ اور ریزگاری چاندی ہو اور پیسہ تانبے کا ہو تو اس صورت میں سونے چاندی کی خرید وفروخت کے مسائل ۲۶۷

- جو چیزیں تل کر بکتی ہیں ان کا بیان ۲۶۹
- غیر سودی بینکاری ۲۷۳
- بینکنگ کا غیر سودی اور شرعی طریق کار ۲۷۴
- غیر سودی بینک کی سرمایہ کاری کے طریقے ۲۷۴
- مرابحہ مؤجلہ ۲۷۴
- مضاربت ۲۷۵
- مشارکت (Partnership) ۲۷۵
- اجارہ یعنی لیز (Lease) پر زمین یا مشین دینا ۲۷۵
- خود ہی کوئی مال خرید کر نفع سے فروخت کرنا ۲۷۵
- بینک کی آمدنی کے دیگر ذرائع ۲۷۶
- مختتانہ ۲۷۶
- بٹہ لگانے کا متبادل ۲۷۶
- درآمد کنندہ کے ساتھ شراکت ۲۷۷
- بینک اور کھاتہ داروں کے درمیان معاملہ ۲۷۸
- بینک میں اکاؤنٹ کھولنا ۲۷۹
- انعامی بانڈ ۲۸۰
- حکومت کی جاری کردہ بچت سکیموں میں شرکت ناجائز ہے ۲۸۰
- مروجہ بیمہ کی تمام شکلیں حرام اور ناجائز ہیں ۲۸۰
- مختلف کرنسیوں کا تبادلہ ۲۸۱
- دارالحرب میں سودی معاملہ ۲۸۱
- پراویڈنٹ فنڈ ۲۸۲

باب:۳۳ بیع سلم (Future Sale) کا بیان ۲۸۴

- آرڈر پر سامان بنوانا ۲۸۷

باب:۳۴ قرضہ لینے کا بیان ۲۸۹

باب:۳۵ کفالت یعنی کسی کی ذمہ داری لینے کا بیان	**۲۹۱**
باب:۳۶ حوالہ یعنی اپنا قرضہ دوسرے پر اتارنے کا بیان	**۲۹۴**
باب:۳۷ مضاربت کا بیان یعنی ایک کا روپیہ ایک کا کام	**۲۹۶**
باب:۳۸ شرکت کا بیان	**۳۰۱**
● شرکت املاک کے احکام	۳۰۱
● شرکت عقود کی اقسام اور احکام	۳۰۳
● پہلی قسم: شرکت عنان	۳۰۳
● دوسری قسم: شرکت صنائع	۳۰۴
● تیسری قسم: شرکت وجوہ	۳۰۶
● مشترکہ چیز تقسیم کرنے کا بیان	۳۰۶
باب:۳۹ ودیعت یعنی امانت رکھنے اور رکھانے کا بیان	**۳۰۸**
باب:۴۰ عاریت یعنی مانگے کی چیز کا بیان	**۳۱۲**
باب:۴۱ کسی کو وکیل بنانے کا بیان	**۳۱۵**
● پہلی شرط	۳۱۶
● دوسری شرط	۳۱۶
● تیسری شرط	۳۱۶
● وکالت پر اجرت	۳۲۱
● وکیل کو برطرف کرنے کا بیان	۳۲۲
باب:۴۲ اجارہ یعنی اجرت پر لینے دینے اور کام کرنے کا بیان	۳۲۳
● کرایہ پر لینا یا دینا	۳۲۳
● خیار شرط، خیار رویت اخیار عیب	۳۲۶
● اجارہ باطل کا بیان	۳۲۷
● جس منفعت کے لیے اجارہ ہوا ہے وہ حرام ہو	۳۲۷
● جو شے کرائے پر دی جا رہی ہے وہ دینے والے کی ملکیت نہ ہو	۳۲۷

- جس کام پر اجارہ ہوا ہے وہ اجارہ کے قابل ہی نہ ہو ۳۲۸
- وہ کام اگرچہ واجب نہ ہو لیکن محض ثواب کے لیے ہو ۳۲۸
- وہ منفعت کرایہ پر دینے کے قابل نہ ہو ۳۲۸
- اجارہ فاسد کا بیان ۳۲۹
- اجرت یا منفعت میں جہالت یا تردد ہو ۳۲۹
- اجرت کی مقدار میں وقت کے اعتبار سے تردد ہو ۳۳۰
- منفعت کی مقدار مجہول ہو ۳۳۰
- اجرت مال مباح نہ ہو ۳۳۱
- عقد اجارہ میں کسی حرام بات کو شرط کیا ۳۳۱
- عقد اجارہ میں سود کا شبہ ہو ۳۳۱
- کرایہ پر دینے والا شے کو سپرد کرنے پر قادر نہ ہو ۳۳۱
- اجرت وہ چیز ہو جو اجیر کے عمل سے حاصل ہو ۳۳۱
- عقد اجارہ میں شرط فاسد طے کی ہو ۳۳۲
- شے ختم ہوئے بغیر اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ ہو ۳۳۲
- اجیر کی دو قسمیں اور تاوان لینے کا بیان ۳۳۳
- اجارہ کے توڑ دینے کا بیان ۳۳۴
- دلالی ۳۳۵
- دلال (Broker) کی اجرت ۳۳۵
- دلال (کمیشن ایجنٹ، آڑھتی) کے احکام ۳۳۵
- چند متفرق مسائل ۳۳۶

باب: ۴۳ رہن یعنی گروی رکھنے کا بیان ۳۳۹

باب: ۴۴ ہبہ یعنی کسی کو ہدیہ دینے کا بیان ۳۴۲

- بچوں کو دینے کا بیان ۳۴۵
- دے کر پھیر لینے کا بیان ۳۴۷

باب:۴۵ مزارعت یعنی کھیتی کی بٹائی اور مساقات یعنی پھل کی بٹائی کا بیان	۳۵۰
باب:۴۶ شفعہ کا بیان	۳۵۵
● شفعہ کے حقدار ترتیب سے یہ ہیں	۳۵۵
● حق شفعہ استعمال کرنے کا طریقہ	۳۵۶
● کن صورتوں میں حق شفعہ باطل ہوجاتا ہے	۳۵۷
باب:۴۷ غصب یعنی بلا اجازت کسی کی چیز لے لینے کا بیان	۳۵۹
باب:۴۸ اکراہ یعنی کسی پر زبردستی کرنے کا بیان	۳۶۲
● اکراہ ثابت ہونے کے لیے چار چیزیں شرط ہیں	۳۶۲
● اکراہ اور مالی معاملات	۳۶۳
● حرام کھانا پینا	۳۶۳
● اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور نبی ﷺ پر سب وشتم کرنا	۳۶۳
● فرائض ترک کرنا	۳۶۴
● کسی دوسرے کا مال تلف کرنا	۳۶۴
● کسی دوسرے کو قتل کرنا یا اس کا عضو کاٹنا	۳۶۴
● زنا کرنا	۳۶۴
● طلاق	۳۶۵
● تنبیہ	۳۶۵
باب:۴۹ صلح کا بیان	۳۶۶
باب:۵۰ حجر یعنی پابندی کا بیان	۳۶۹
باب:۵۱ قضا	۳۷۱
● عہدہ قضا کے لائق شخص میں شرائط	۳۷۱
● قضا کے ضابطے	۳۷۲
● طریق قضاء کی تفصیل	۳۷۴
● شہادت	۳۷۷

- گواہی دینے کا حکم ۳۷۷
- شہادت کا نصاب ۳۷۸
- کن لوگوں کی گواہی مقبول نہیں ۳۷۸
- گواہ کے لیے عادل ہونے کی شرط ۳۷۹
- بغیر دعویٰ کے حسبۃً للہ گواہی دے سکتا ہے ۳۷۹
- گواہوں کا تزکیہ ۳۷۹
- گواہوں کی قسم ۳۸۰

باب:۵۲ حدود ۳۸۱

- حد زنا ۳۸۱
- حاکم کے پاس یا عدالت میں زنا دو طرح سے ثابت ہوتا ہے ۳۸۱
- حد جاری کرنے کی کیفیت ۳۸۳
- کسی بھی حد میں کوڑوں کی سزا کا ضابطہ ۳۸۴
- چند صورتیں جن میں شبہ کی وجہ سے حد نہیں لگتی ۳۸۴
- حد سرقہ ۳۸۴
- جن چیزوں کے چرانے پر ہاتھ نہیں کٹتا ۳۸۵
- چوری کے ثبوت کے طریقے ۳۸۶
- رہزنی کی حد ۳۸۷
- حد کی کیفیت ۳۸۷
- حد شرب خمر ۳۸۹
- حد قذف ۳۹۰
- حد ارتداد ۳۹۰
- ارتداد کے صحیح ہونے کی شرطیں ۳۹۱
- ارتداد کا حکم ۳۹۱

باب: ۵۳ قصاص و دیت کے احکام ۳۹۳

- قسم اول: قتل عمد ۳۹۳
- قسم ثانی: قتل شبہ عمد ۳۹۳
- قسم ثالث: قتل خطا ۳۹۴
- قسم رابع: قتل مثل خطا ۳۹۴
- قسم خامس: قتل بسبب ۳۹۴
- وجوب قصاص اور عدم قصاص کی صورتیں ۳۹۵
- اعضاء و جوارح میں وجوب قصاص ۳۹۸
- قواعد وضوابط ۳۹۸
- ہاتھ بازو اور ٹانگ ۳۹۸
- ناک کا نرم حصہ ۳۹۹
- کان ۳۹۹
- آنکھ ۳۹۹
- کسی کی آنکھ پھوڑ دی ۴۰۰
- دانت ۴۰۰
- زبان ۴۰۲
- عضو تناسل ۴۰۲
- ہونٹ ۴۰۲
- شجاج اور ان کا حکم ۴۰۳
- مزید مسائل ۴۰۴
- دیت ۴۰۵
- دیت یا ارش واجب ہونے کی صورتیں ۴۰۷
- بالوں میں ۴۰۷
- آنکھوں میں ۴۰۸
- ناک میں ۴۰۹

- دانتوں میں ۴۰۹
- زبان کی دیت ۴۱۰
- جبڑوں کی دیت ۴۱۰
- قاعدہ ۴۱۰
- ہاتھ پیروں کی دیت ۴۱۰
- پستان کی دیت ۴۱۲
- آلات تناسل کی دیت ۴۱۲
- پیٹ کی دیت ۴۱۳

باب: ۵۴ جہاد کے احکام ۴۱۵

- دارالاسلام کب دارالحرب بنتا ہے؟ ۴۱۷
- دارالحرب کب دارالاسلام میں تبدیل ہوتا ہے؟ ۴۱۸
- جہاد کے دوران میں پکڑے جانے والے قیدیوں کا معاملہ ۴۱۸
- غلام و باندی بنانے کی ضرورت ۴۱۹
- جزیہ کے احکام ۴۲۱

باب: ۵۵ احکام اراضی ۴۲۲

- غیر مملوک اراضی ۴۲۲
- پہلی قسم ۴۲۲
- دوسری قسم ۴۲۳
- تیسری قسم ۴۲۳
- اراضی بیت المال میں چند اور اقسام کی اراضی بھی داخل ہیں ۴۲۳
- اراضی بیت المال کے مصارف ۴۲۴
- اراضی بیت المال میں مسلمان حاکم کے اختیارات ۴۲۴
- عطائے جاگیر کی مختلف صورتیں ۴۲۴
- مملوکہ اراضی ۴۲۵

باب:۵۶ عشر وخراج ۴۲۷
- زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کے بارے میں ضابطہ ۴۲۸
- خراج یا عشری پانی کی تفصیل ۴۲۹

باب:۵۷ بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنانا ۴۳۰
- مفاد عامہ کی چیزیں ۴۳۰

باب:۵۸ ذبح کا بیان ۴۳۱
- ذبح اختیاری ۴۳۱
- ذبح کی شرائط ۴۳۱
- ذبح کے وقت مکروہات ۴۳۳
- جانور مریض ہو ۴۳۳
- ذبح اضطراری ۴۳۴

باب:۵۹ شکار کرنے کا بیان ۴۳۵
- شکار کے جائز ذرائع ۴۳۵
- شکاری جانور کس وقت سدھایا ہوا یعنی تعلیم یافتہ ہوگا؟ ۴۳۵
- شکار کیا ہوا جانور کب حلال ہوتا ہے؟ ۴۳۶
- کن صورتوں میں شکار کیا ہوا جانور حرام ہوگا؟ ۴۳۶
- مچھلی کا شکار ۴۳۷

باب:۶۰ نشہ کی چیزوں کا حکم ۴۳۹

باب:۶۱ کسب وکمائی چند طرح کی ہوتی ہے ۴۴۱

باب:۶۲ تصویر ومجسمہ کے احکام ۴۴۲
- تصویر کشی (یعنی تصویر بنانا) ۴۴۲
- تصویر کشی میں ذی روح اور غیر ذی روح کا فرق ۴۴۳
- غیر ذی روح کی تصویر کشی ۴۴۳
- تصویر کشی میں قصداً اور تبعاً کا فرق ۴۴۳

- جانور کی شکل کے کھلونے اور گڑیاں بنانا ۴۴۴
- ناقص تصویر بنانا ۴۴۴
- صرف چہرہ یا نصف اعلیٰ کی تصویر کشی ۴۴۴
- پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے تصویر بنوانا ۴۴۴
- تصاویر کا استعمال ۴۴۴
- سرکٹی ہوئی ناقص تصویریں ۴۴۵
- وہ تصویریں جو کسی چیز میں پوشیدہ ہوں ۴۴۵
- تصویر سازی اور فوٹو گرافی وغیرہ کی اجرت ۴۴۶
- تصاویر کی تجارت ۴۴۶
- تصاویر کے دیکھنے کا حکم ۴۴۶
- جس مکان میں تصاویر ہوں اس میں داخل ہونا ۴۴۷
- تصویر والے کپڑے یا مکان میں نماز پڑھنا ۴۴۷

باب: ۶۳ کافروں اور فاسقوں سے مشابہت کرنے کا بیان ۴۴۹

- اضطراری امور اور ان میں مشابہت کا حکم ۴۴۹
- اختیاری امور ۴۴۹
- داڑھی ۴۵۱
- انگریزی بال ۴۵۲

باب: ۶۴ کھانے پینے کے احکام ۴۵۳

- کھانا کھانے کے پانچ درجے ہیں ۴۵۳

باب: ۶۵ لباس کے احکام ۴۵۹

- مردوں کے لیے اصلی ریشم کے استعمال میں تفصیل ۴۵۹

باب: ۶۶ زیورات اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کے احکام ۴۶۱

- عورتوں کے زیور پہننے کے چند مسائل ۴۶۱
- مردوں کا سونے چاندی کا زیور پہننا ۴۶۱

- سونے چاندی کے برتنوں اور اشیاء کا استعمال ۴۶۲
- سونے چاندی کے اعضاء کی پیوند کاری ۴۶۳

باب: ٦٧ بالوں کے متعلق احکام ۴۶۵

باب: ٦٨ حجاب کے مسائل ۴۶۸

باب: ٦٩ علاج معالجہ کرنے، کرانے کا بیان ۴۵۷

- علاج معالجہ کے مسائل ۴۷۳
- ختنہ کے احکام ۴۷۵
- عملیات اور تعویذ کا بیان ۴۷٦

باب: ۷۰ مکروہات وبدعات کا بیان ۴۷۹

- ایصال ثواب میں کسی دن کی تعیین بدعت ہے ۴۷۹
- بارہ ربیع الاول کی محفل میلاد کن وجوہات سے منع ہے ۴۷۹
- عشرہ محرم میں مجلس شہادت کے عدم جواز کی وجوہات ۴۸۰
- گیارہویں کی محفل کی ممانعت کی وجوہات ۴۸۰
- عرس کی ممانعت کی وجوہات ۴۸۰
- مذکورہ بالا دنوں میں اللہ تعالیٰ کے نام پر کھانا پکا کر تقسیم کرنا اور اس کا ثواب رسول اللہ یا شہدائے کربلا یا بزرگوں کو پہنچانا ۴۸۰
- عمل میں کفار کے ساتھ مشابہت بدعت ہے ۴۸۱
- کسی مشروع کام کو غیر مشروع طریقے پر ادا کرنا ۴۸۱
- مباح یا مستحب کو واجب یا سنت موکدہ اعتقاد کرنا یا ان پر عمل کو ضروری سمجھنا بدعت ہے ۴۸۲
- توسل اور دعا ۴۸۳
- سماع ۴۸۴
- فال نکالنا ۴۸۴
- قبروں پر پھول چڑھانا ۴۸۴

- ۲۲ رجب کے کونڈے ۴۸۵
- آخری چہار شنبہ ۴۸۵

باب: ۷۱ رشوت کے لینے دینے کا بیان ۴۸۶
- جو لینے والے اور دینے والے دونوں کے حق میں رشوت ہو ۴۸۶
- جو لینے والے کے حق میں رشوت ہو، دینے والے کے حق میں رشوت نہ ہو ۴۸۷
- رشوت کے مال کا حکم ۴۸۸

باب: ۷۲ قمار اور جوئے کا بیان ۴۸۹
- قمار اور جوئے کی چند صورتیں یہ ہیں ۴۸۹
- گھڑ دوڑ کی جائز صورتیں ۴۹۱
- پہلی صورت ۴۹۱
- دوسری صورت ۴۹۱
- تیسری صورت ۴۹۱
- گھڑ دوڑ کی ناجائز صورتیں ۴۹۲

باب: ۷۳ سلام کرنے اور اس کا جواب دینے کا بیان ۴۹۳
- مصافحہ، معانقہ یعنی گلے ملنے اور بوسہ دینے کا بیان ۴۹۵

باب: ۷۴ کھیل اور تفریح ۴۹۷

باب: ۷۵ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت وتبلیغ کا بیان ۴۹۹
- دعوت وتبلیغ ۵۰۲
- دعوت الی الخیر میں عوام کا کردار ۵۰۳
- دعوت وتبلیغ کے لیے مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں ۵۰۴
- مسلمانوں کی حکومت کے خلاف مسلح اقدام ۵۰۵
- موجودہ حالات میں دعوت وتبلیغ کا کام ۵۰۵
- عورتوں کا امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت کا کام کرنا ۵۰۶
- دعوت وتبلیغ کے کام میں نکلنے کے لیے والدین کی اجازت ۵۰۷

باب:۷۶ وصیت کا بیان ۵۰۸

باب:۷۷ علم فرائض (میراث) ۵۱۳

- میراث اور وراثت سے متعلق اہم تنبیہ ۵۱۴
- مال وجائیداد میں انبیاءؑ کے وارث نہیں ہوتے ۵۱۵
- کون سا مال ترکہ ومیراث بنتا ہے اورکون سا نہیں بنتا ۵۱۶
- بعض وہ حقوق جن میں وراثت جاری ہوتی ہے ۵۱۹
- بعض وہ حقوق جن میں میراث جاری نہیں ہوتی ۵۱۹
- میراث پر مقدم حقوق ۵۲۰
- تجہیز وتکفین ۵۲۰
- قرض ۵۲۱
- وصیت ۴۲۲
- وصیت سے پھر جانا ۵۲۳
- میراث سے محروم کرنے والی چیزیں ۵۲۳
- قتل مورث ۵۲۴
- اختلاف دین ۵۲۴
- اختلاف سلطنت ۵۲۵
- وہ امور جو میراث سے محروم نہیں کرتے ۵۲۵
- صغر سنی ۵۲۵
- نکاح ثانی ۵۲۶
- نافرمانی یا بدکاری ۵۲۶
- وارثوں کا بیان اور ان کی قسمیں ۵۲۶
- ذوی الفروض کا بیان ۵۲۷
- میت کے باپ کے حصے ۵۲۷
- میت کے دادا کے حصے ۵۲۷

- میت کے ماں شریک بھائی کے حصے ۵۲۸
- میت کے شوہر کے حصے ۵۲۸
- میت کی زوجہ کے حصے ۵۲۸
- میت کی والدہ کے حصے ۵۲۹
- میت کی بیٹی کے حصے ۵۳۰
- میت کی پوتی کے حصے ۵۳۰
- میت کی سگی بہن کے حصے ۵۳۱
- میت کی باپ شریک بہن کے حصے ۵۳۱
- میت کی ماں شریک بہن کے حصے ۵۳۱
- میت کی دادیوں کے حصے ۵۳۲
- میت کی نانیوں کے حصے ۵۳۲
- چند ضروری اور مفید حل ۵۳۳
- عصبات نسبی ۵۳۵
- ذوی الارحام ۵۳۶
- ذوی الارحام سے متعلق چند ضروری قواعد ۵۳۷
- حمل کی میراث ۵۳۸
- میراث کے مسائل حل کرنے کا طریقہ ۵۳۹
- عول کا مسئلہ ۵۴۱
- رد کا بیان ۵۴۲

تعارف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ امابعد

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے دنیوی تعلیم سے آراستہ مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لیے ایک نصاب و کورس ترتیب دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ کورس تین مضامین پر مشتمل ہے۔

- اسلامی عقائد
- اسلامی اصول
- اسلامی احکام و مسائل

یہ نصاب کسی اچھے عالم دین سے پڑھا جائے جو اس کی خوب اچھی طرح تیاری کر کے پڑھائیں اور تعلیم کی ترتیب یہ ہو کہ روزانہ ایک گھنٹہ تعلیم ہو جس میں دو سبق پڑھائے جائیں۔ ہفتہ وار ناغہ کی رعایت کرتے ہوئے یہ نصاب چھ مہینے میں پورا کرایا جاسکتا ہے۔ احکام و مسائل کا سبق پورے چھ مہینے چلے جبکہ عقائد اور اصول کی کتابیں تین تین مہینے میں مکمل کی جائیں۔ پہلی سہ ماہی میں عقائد کی کتاب پڑھائی جائے اور دوسری سہ ماہی میں اصول کی کتاب کی تعلیم ہو۔ دوران تعلیم اس بات کا اہتمام کیا جائے کہ سبق کے وقت میں سبق سے خارج اور غیر متعلق بحثوں میں نہ لگیں۔

عقائد اور اصول پر اپنے دور کی ضروریات اور اپنے زمانے کے ذوق کے مطابق کوئی جامع کتاب نظر نہ آئی اس لیے ان موضوعات پر معتبر کتابوں سے متفرق مواد کو لے کر ایک جگہ ترتیب دیا گیا اور اس طرح سے ''اسلامی عقائد'' اور ''اصول دین'' کے نام سے دو کتابیں وجود میں آئیں۔

احکام و مسائل میں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب ''مسائل بہشتی زیور'' کو اختیار کیا گیا ہے۔ البتہ اس کی نئے سرے سے ایڈیٹنگ (Editing) کی گئی ہے اور بہت سے نئے مسائل اور ابواب کا اضافہ کیا گیا ہے جن کو مشہور و معتبر کتابوں سے لیا گیا ہے۔

یہ کتابیں انشاء اللہ پڑھنے والوں کی دینی ضروریات کو بھی پورا کریں گی بہت سے ذہنی خلجان کو بھی دور کریں گی اور بہت سی گمراہیوں کے مقابلہ میں موثر ہتھیار ثابت ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور نافع خلائق بنائیں۔

زندگی کے تمام ہی شعبوں سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لیے یہ نصاب انشاء اللہ بہت ہی مفید ہے جس کی تحصیل بہت ہی مختصر وقت میں کی جاسکتی ہے۔

اس کورس کا اگلا حصہ پہلے 16 پاروں کی تفسیر فہم قرآن کی 3 جلدوں اور فہم حدیث کی 3 جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح سے یہ اسلامیات کا مکمل کورس بن گیا ہے۔ وہ تمام حضرات جنہوں نے ان کتابوں کی تالیف اور نشر و اشاعت میں تعاون کیا ہے خصوصاً دارالافتاء جامعہ مدنیہ کے معاون مولوی مختار احمد سلمہ اور مولوی حفیظ الرحمن سلمہٗ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر بھرپور اجر عطا فرمائیں۔

ہم مجلس نشریات اسلام کے جناب فضل ربی صاحب ندوی کے بھی شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کی نشر واشاعت میں بھرپور تعاون کیا۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

عبدالواحد

دارالافتاء۔ جامعہ مدنیہ لاہور

شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق کی غایت کھلے کھلے انداز میں یہ بیان فرمائی کہ وہ میری عبادت کریں۔ فرمایا:

{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ}

''اور میں نے نہیں پیدا کیا جنوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں''۔

اسی وجہ سے قرآن پاک میں جا بجا عبادت کا حکم دیا گیا۔ فرمایا:

{يٰاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ}

''اے لوگو! عبادت کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ''۔

{وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ}

''اور ان (یعنی اہل کتاب) کو حکم یہی ہوا کہ عبادت کریں اللہ کی خالص کر کے اس کے واسطے دین کو''۔

جو ذات انتہائی درجے کی عظمت والی ہو اس کے سامنے دلی محبت کے ساتھ انتہائی درجے کی تواضع اور ذلت اختیار کرنے کو عبادت کہتے ہیں۔ اس کی صورتیں یہ ہیں کہ آدمی اس کی خوشی اور اس کی تعظیم کی خاطر ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنے آپ کو

خوب جھکا دے یہاں تک کہ اس کے سامنے اپنا ماتھا زمین پر ٹیک دے۔ اس کے لیے کھانا پینا چھوڑ دے۔ اس کے نام پر اپنا عزیز مال خرچ کرے اس کے لیے مخصوص ہیئت اختیار کرکے اور نفس کے تقاضوں کو ترک کرکے سفر کرے اور اس کے گھر کے گرد دیوانہ وار چکر لگائے اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے اپنی جان تک قربان کردے اور اپنا خون زمین پر بہا دے۔ دوسرے لفظوں میں نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور جہاد عبادت کے وہ کام ہیں جن کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

عبادت کی احسن اور علیٰ وجہ الاتم ادائیگی چونکہ اس وقت ہوسکتی ہے جب دل محبت اور تعظیم کے جذبہ سے بھرا ہوا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ آدمی کو ذہنی و قلبی فراغت اور یکسوئی حاصل ہو۔ یہ یکسوئی اس وقت ممکن ہے جب آدمی کی ایک تو بنیادی ضرورت پوری ہو رہی ہو اور دوسرے وہ آپس کے جھگڑوں اور رنجشوں سے امن میں ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں بنیادی ضرورتیں پوری ہونے کے لیے مسلمانوں کے افراد اور مسلمانوں کی اجتماعیت و حکومت کو احکام دیئے وہیں آپس کے جھگڑوں اور رنجشوں سے بچنے کے لیے آپس کے معاملات کے بارے میں احکام اور ہدایات عطا فرمائیں۔ ان احکام کا بنیادی نکتہ ہی یہی ہے کہ آپس کے جھگڑے کا کوئی اندیشہ نہ رہے۔

ہماری اس گذارش سے یہ بات حاصل ہوئی کہ مسلمان کی زندگی میں عبادت کو اصل کا مقام حاصل ہے اور معاملات کے احکام اس غرض سے ہیں کہ وہ عبادت جو کہ تخلیق کی غرض و غایت ہے اس کی ادائیگی میں یہ مدد و معاون ہیں۔ بعض حضرات نے عبادت کو غلامی کے معنی میں لیا ہے۔ یہ ان کی بڑی غلطی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان حضرات نے معاملات کو اصل عبادت سمجھ لیا اور نماز روزے وغیرہ کو تربیتی کورس کی حیثیت دے دی جس سے دین کا تصور ہی مسخ ہو کر رہ گیا۔

غلامی کا تصور تو بہت ہی ناقص تصور ہے۔ غلامی میں اطاعت تو ہوتی ہے یعنی غلام اپنے مالک کے حکم پورا کرتا ہے لیکن محبت اور تعظیم کے دلی جذبوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس غلام کی اطاعت کے مارے باندھے ہونے اور جبر کے

ساتھ ہونے کا تصور ذہن میں آتا ہے۔ عبادت کے صحیح تصور میں اور غلامی کے تصور میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ پھر معاملات عام طور سے مباح کام ہوتے ہیں جو کرو تو ثواب نہیں اور نہ کرو تو عقاب نہیں جبکہ عبادت کے کام فی نفسہٖ ثواب کا باعث ہوتے ہیں۔ البتہ معاملات کے ساتھ جب اچھی نیت شامل ہوجائے مثلاً کسی نے اپنی ضرورت سے زائد آمدنی اس نیت سے کی کہ زائد کمائی سے غریبوں مسکینوں کے ساتھ ہمدردی کرے گا یا دین کی اشاعت میں اس کو خرچ کرے گا تو اس نیت کی وجہ سے وہ مباح کام بھی ثواب والا ہوگیا اس لیے مجازاً اس کو بھی عبادت کہہ دیتے ہیں۔

غرض معاملات کی تصحیح واصلاح کی اس اعتبار سے تو اہمیت واضح ہے کہ انسانی معاشرہ کا امن اس میں پنہاں ہے لیکن اس اعتبار سے اس کی اور بھی زیادہ اہمیت ہے کہ عام طور سے اسی پر غرض تخلیق کی احسن ادائیگی موقوف ہے۔ اس بات کو سمجھ لیں تو پیش نظر کتاب اور اس موضوع پر دیگر کتابوں کی قدر و قیمت محتاج بیان نہ رہے گی۔

باب:۱

نکاح

نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے۔ دین اور دنیا دونوں کے کام اس سے درست ہو جاتے ہیں۔ آدمی گناہ سے بچتا ہے۔ دل ٹھکانے ہو جاتا ہے۔ نیت خراب اور ڈانواں ڈول نہیں ہونے پاتی اور بڑی بات یہ ہے کہ فائدہ کا فائدہ اور ثواب کا ثواب کیونکہ میاں بیوی کا اللہ کا حکم سمجھ کر پاس بیٹھ کر محبت پیار کی باتیں کرنا ہنسی دل لگی میں دل بہلانا نفلی نمازوں سے بھی بہتر ہے۔

نکاح کرنے کا حکم

♦ فرض:

جب طلب نکاح اتنی شدید ہو کہ یقین ہو جائے کہ اگر نکاح نہ کیا تو زنا میں ضرور مبتلا ہو جائے گا۔

♦ واجب:

جب طلب اتنی بڑھ جائے کہ یا تو زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا حرام نظر سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے گا یا مشت زنی اور جلق سے اپنے آپ کو نہ روک سکے گا۔

♦ سنت موکدہ:

جب حالت اعتدال ہو اور جماع اور مہر اور نفقہ پر قدرت ہو۔

♦ مکروہ تحریمی:

جب یہ خوف ہو کہ وہ بیوی پر زیادتی اور اس کی حق تلفی سے نہ بچ سکے گا۔

♦ حرام:

جب یقین ہو کہ وہ بیوی پر ضرور ظلم و زیادتی کرے گا۔

تنبیہ: کسی جوان میں خواہش کی شدت ہو لیکن اس کے پاس مہر و نفقہ کا بندوبست نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ بندوست ہونے تک کثرت سے روزے رکھے۔ اس سے خواہش کا زور ٹوٹے گا۔

عقد نکاح

نکاح فقط دو لفظ سے بندھ جاتا ہے۔ ان میں سے پہلے کو ایجاب کہتے ہیں اور دوسرے کو قبول کہتے ہیں۔ مثلاً کسی نے زید سے گواہوں کے سامنے کہا میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمہارے ساتھ کیا تو یہ ایجاب ہوا۔ زید نے اسی مجلس میں کہا میں نے قبول کیا تو یہ قبول ہوا۔ بس ان دو لفظوں سے نکاح بندھ گیا اور دونوں میاں بیوی ہو گئے۔

مسئلہ: ایجاب اور قبول کے الفاظ یا تو دونوں ماضی کے ہوں جیسا کہ مثال میں ذکر ہے یا ان میں سے ایک امر ہو یا حال ہو اور دوسرا ماضی کا ہو۔ ایک امر ہو اور دوسرا ماضی اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے کہا اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔ اس نے کہا میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا تو نکاح ہو گیا چاہے پھر وہ یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا نہ کہے بہر حال نکاح ہو گیا۔ ایک حال ہو اور دوسرا ماضی ہو اس کی مثال یہ ہے کسی نے کہا میں اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کرتا ہوں اس نے کہا میں نے قبول کیا۔

مسئلہ: کسی نے گواہوں کے سامنے کہا میں نے اپنی لڑکی قدسیہ کا نکاح تمہارے ساتھ پانچ ہزار روپے مہر کے عوض کیا۔ اس نے پانچ ہزار روپے اسی وقت دے دیئے لیکن زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں نے قبول کیا تو اس سے نکاح نہیں ہوا۔

مسئلہ: مرد نے عورت کو پیغام نکاح کی تحریر بھیجی جس میں لکھا ہو کہ میں نے تم سے نکاح کیا یا میں تم سے نکاح کرتا ہوں۔ تحریر ملنے پر عورت نے کچھ لوگوں کو گواہ بنا کر ان کے سامنے تحریر پڑھی اور کہا میں نے اس مرد کے ساتھ اپنا نکاح کیا یا عورت نے گواہوں سے کہا فلاں نے مجھے پیغام نکاح کی تحریر بھیجی ہے تو تم گواہ رہو کہ میں نے اس کے ساتھ اپنا نکاح کر لیا۔ اس سے نکاح ہو گیا۔

مسئلہ: مرد نے عورت کو لکھ کر بھیجا کہ میں نے تمہارے ساتھ نکاح کیا۔ عورت نے جواب میں تحریر لکھ کر بھیجی کہ میں نے قبول کیا تو اس سے نکاح نہیں ہوا۔ یہی حکم اس وقت ہے جب مرد وعورت دونوں ایک مجلس میں موجود ہوں اور وہ اس طرح محض لکھ کر ایجاب وقبول کریں کیونکہ دونوں طرف سے محض کتابت کافی نہیں۔

اسی طرح مرد کی تحریر کے جواب میں عورت اگر زبان سے ہی کہہ دے کہ میں نے قبول کیا تب بھی نکاح نہیں ہوگا۔ تحریر سے نکاح ہونے کا طریقہ وہ ہے جو اوپر والے مسئلے میں بیان ہوا۔

مسئلہ: نکاح اور شادی کے علاوہ ایسے الفاظ سے ایجاب کیا جائے جن میں کسی شے کو فی الحال دوسرے کی ملکیت میں دینے کا معنی پایا جاتا ہے مثلاً ہبہ، ہدیہ، عطیہ، صدقہ، قرض اور خرید وفروخت وغیرہ تو اگر قرینہ موجود ہو مثلاً مہر کا ذکر ہو اور یوں کہا ہو میں نے تمہیں اپنی لڑکی ایک ہزار روپے مہر کے عوض ہبہ کی یا فروخت کی یا گواہوں کو اپنی مراد سمجھا دی کہ ہبہ سے میری مراد نکاح ہے تو نکاح ہو جائے گا۔ رہے وہ الفاظ جن میں فی الحال تملیک کا معنی نہیں ہوتا جیسے اجارہ پر دینا یا رہن رکھنا تو ایسے الفاظ سے نکاح نہیں ہوتا۔

مسئلہ: گونگے کا اگر ایجاب یا قبول کے لیے کوئی خاص اشارہ ہو تو وہ اشارہ کرنا کافی ہے اور اس سے نکاح ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر مرد بھی بالغ ہے اور عورت بھی بالغ ہے تو وہ دونوں اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں۔ دو گواہوں کے سامنے ایک کہہ دے کہ میں نے اپنا نکاح تمہارے ساتھ کیا دوسرا کہے میں نے قبول کیا بس نکاح ہو گیا۔

نکاح ہونے کی ایک شرط

نکاح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ کم از کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے جو سب مسلمان ہوں اور بالغ ہوں اور وہ لوگ اپنے کانوں سے نکاح ہوتے اور ایجاب وقبول کے دونوں لفظ کہتے سنیں تب نکاح ہوگا۔ اگر تنہائی میں ایک نے کہا میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کیا دوسرے نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح

نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر فقط ایک آدمی کے سامنے نکاح کیا تب بھی نہیں ہوا۔

اگر مرد کوئی نہ ہو صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں تب بھی نکاح درست نہیں ہے چاہے دس بارہ کیوں نہ ہوں۔ دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد ضرور ہونا چاہیے۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ بڑے مجمع میں نکاح کیا جائے جیسے نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں یا اور کہیں تاکہ نکاح کی خوب شہرت ہو جائے اور چھپ چھپا کے نکاح نہ کرے۔ لیکن اگر کوئی ایسی ضرورت ہوگئی کہ بہت سے آدمی جمع نہ ہوسکیں تو خیر کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ضرور موجود ہوں جو اپنے کانوں سے نکاح ہوتے سنیں۔

ٹیلی فون پر نکاح

عام سادے ٹیلی فون پر جس میں ایک وقت میں صرف ایک آدمی آواز سن سکتا ہے نکاح صحیح نہیں کیونکہ نکاح کے لیے دو گواہوں کی موجودگی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں گواہ عقد کرنے والوں کے الفاظ کو بیک وقت سنیں۔ چونکہ گواہی کی یہ شرط ایسے ٹیلی فون پر پوری نہیں ہوتی اس لیے نکاح صحیح نہیں۔

اگر ٹیلی فون لاؤڈ سپیکر والا ہو اور دونوں گواہ بیک وقت ایجاب وقبول کو سن رہے ہوں تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب: فقہ اسلامی۔ عائلی مسائل مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی)

اس کا متبادل اور آسان طریقہ ہے کہ بیرون ملک میں موجود شخص یہاں کسی کو اپنا وکیل بنادے خواہ خط کے ذریعے سے یا ٹیلی فون کے ذریعے سے (کیونکہ وکالت کے لیے گواہی شرط نہیں ہے) اور وکیل نکاح کے وقت یوں کہے کہ میں نے فلاں کی طرف سے قبول کیا۔

عورت کی پہچان ضروری ہے

اگر خود عورت مجلس نکاح میں موجود ہو اور اس کا ولی اس کی طرف اشارہ کرکے یوں کہہ دے کہ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کیا اور مرد کہے میں نے قبول کیا

تب بھی نکاح ہو گیا نام لینے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر عورت خود موجود نہ ہو تو اس کا ولی اس کا نام بھی اور اس کے باپ کا بھی اتنی آواز سے لے کہ گواہ سن لیں اور اگر باپ کو بھی لوگ نہ جانتے ہوں اور فقط باپ کا نام لینے سے معلوم نہ ہو کہ کس کا نکاح کیا جاتا ہے تو دادا کا نام لینا بھی ضروری ہے۔ غرض یہ کہ ایسی بات ذکر ہونی چاہیے کہ سننے والے سمجھ لیں کہ فلاں عورت کا نکاح ہو رہا ہے۔

نکاح کرنے میں کسی کو وکیل بنانا

مسئلہ: اگر کسی نے اپنا نکاح خود نہیں کیا بلکہ کسی سے کہہ دیا کہ تم میرا نکاح کسی سے کر دو یا یوں کہا کہ میرا نکاح فلاں سے کر دو اور اس نے گواہوں کے سامنے کر دیا تب بھی نکاح ہو گیا۔ اب اگر حکم دینے والا انکار کرے تب بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: اگر مرد دور ہونے کی وجہ سے مجلس نکاح میں خود حاضر نہیں ہو سکتا تو وہ کسی کو اپنا وکیل مقرر کر سکتا ہے جو قبول کے وقت اس طرح کہے میں نے اپنے موکل کی طرف سے قبول کیا یا میں نے اپنے موکل کے لیے قبول کیا۔

نکاح کے دونوں جانبوں کا ایک شخص ذمہ دار بن جائے

☐ ۱ ایک شخص دونوں کا ولی ہو مثلاً ایک شخص اپنے ایک بیٹے کے بیٹے کا نکاح اپنے دوسرے بیٹے کی بیٹی کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں یوں کہہ کر کر سکتا ہے کہ میں نے اپنے فلاں پوتے کا نکاح اپنی فلاں پوتی سے کیا۔

☐ ۲ دونوں کا وکیل ہو مثلاً ایک مرد اور ایک عورت دونوں نے زید کو اپنے نکاح کرنے کا وکیل بنا دیا اور زید نے گواہوں کی موجودگی میں یوں کہا کہ میں نے اپنی فلاں موکلہ کا نکاح اپنے فلاں موکل سے کیا تو نکاح ہو گیا۔

☐ ۳ ایک جانب سے خود اصل ہو اور دوسرے کا وکیل ہو مثلاً زید ایک عورت خدیجہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ خدیجہ نے اپنا نکاح کرانے کے لیے زید کو وکیل بنا دیا۔ زید اگر گواہوں کی موجودگی میں یوں کہے کہ میں نے اپنی موکلہ کے ساتھ

نکاح کیا تو نکاح ہو گیا۔

۴ ☐ ایک جانب سے خود اصل ہو اور دوسرے کا ولی ہو مثلاً زید اپنی نابالغ چچا زاد بہن کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید اس کا سب سے قریب ولی بھی ہو تو اس کے گواہوں کے سامنے یہ کہنے سے کہ میں نے اپنی چچا زاد بہن کے ساتھ نکاح کیا تو نکاح ہو گیا۔

۵ ☐ ایک جانب کا ولی اور دوسری جانب کا وکیل ہو مثلاً زید کی اپنی بیٹی ہو اور جس سے وہ اپنی بیٹی کا نکاح کرنا چاہتا ہے اس نے زید کو نکاح کا وکیل بنا دیا تو گواہوں کی موجودگی میں زید کے یوں کہنے سے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے فلاں موکل سے کیا نکاح ہو جاتا ہے۔

کفو یعنی میل اور جوڑ ہونے کا بیان

شرع میں اس بات کا بڑا خیال کیا گیا ہے کہ غیر کفو اور بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے یعنی لڑکی کا نکاح کسی ایسے مرد سے نہ کیا جائے جو اس کے برابر درجہ کا اور اس کے جوڑ کا نہ ہو۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی معاشرہ میں ایک قدرتی اور غیر اختیاری تقسیم قائم ہے۔ کوئی اچھے اخلاق کا ہے تو کوئی برے اخلاق کا حامل ہے۔ کوئی تہذیب اور شرافت و مروت کو کمال سمجھتا ہے تو کوئی اس کو خاطر میں نہیں لاتا۔ کوئی دین داری کو خوبی سمجھتا ہے تو کوئی اس کا کچھ خیال نہیں کرتا۔ کسی کا رہن سہن اور عادات و اطوار ایک طرح کے ہیں تو کسی نے دوسرے اختیار کیے ہوئے ہیں۔ کوئی بعض پیشوں کو کم تر خیال کر کے ان کو چھوڑتا ہے اور محنت شاقہ اختیار کر کے اعلیٰ قسم کے پیشوں کو اختیار کرتا ہے تو کوئی کمتر پیشوں پر ہی قناعت کر لیتا ہے۔ اب ایک خیال اور طرز والے چاہے دوسرے کو حقیر نہ سمجھیں لیکن ان کے لیے اپنے سے متضاد مزاج اور طرز رکھنے والے ہر شخص کو اپنے میں ضم کرنا بہت ہی دشوار ہو گا اور چونکہ لڑکی کی حیثیت شوہر کے محکوم کی ہوتی ہے اس لیے

اصل مسئلہ لڑکی اور اس کے خاندان کا ہوتا ہے کیونکہ نکاح کے بعد چھٹکارا حاصل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے لڑکی اور اس کے اولیاء کا حق ہے کہ لڑکی کا نکاح کفو میں اور جوڑ میں ہو۔

حضرت عائشہؓ نقل کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((تَخَيَّرُوْ الِنُطَفِكُمْ وَانْكَحُوا الْاَكْفَاءَ وَانْكَحُوْا اِلَيْهِمْ))

''اپنے نطفوں کے لیے اچھے رشتے تلاش کرو اور خود بھی جوڑ میں نکاح کرو اور دوسروں کا نکاح بھی جوڑ میں کرو۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرُ اَلصَّلٰوةُ اِذَا اَنَتْ وَالْجَنَازَةُ اِذَا حَضَرَتْ وَالْاَيِّمُ اِذَا وَجَدْتَ لَهَا كُفُوًا)) (اعلاء السنن ص ۸۶ ج ۱۱)

''تین چیزوں میں تاخیر مت کرو۔ نماز میں جب اس کا وقت ہو جائے۔ جنازہ میں جب وہ آجائے اور بے نکاحی عورت کے نکاح کرنے میں جب تم اس کا جوڑ پالو۔''

لیکن جب لڑکی اور اس کے ولی دونوں راضی ہوں تو یہ حکم واجب نہیں ہے اس لیے اگر بعض اوصاف کی بنا پر لڑکی اور اس کے اولیاء کسی بے جوڑ میں نکاح پر راضی ہوں تو نکاح صحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ایک انصاری خاندان کی طرف بھیجا تا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ان سے اپنے لیے رشتہ مانگیں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو حبشی غلام ہیں (یعنی غلام رہے ہیں) حضرت بلال نے ان سے کہا اگر نبی ﷺ نے مجھ کو تمہارے پاس آنے کا نہ کہا ہوتا میں تمہارے پاس کبھی نہ آتا۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ کو نبی ﷺ نے رشتہ مانگنے کو کہا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں۔ وہ کہنے لگے کہ پھر تو آپ اس رشتہ کے مالک بن گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو آکر واقعہ کی خبر دی۔ نبی ﷺ کے پاس سونے کی ایک ڈلی آئی تو آپ نے وہ حضرت بلال کو دی اور کہا کہ یہ

اپنی بیوی کے لیے لے جاؤ۔ (اعلاء السنن ص ۸۷ ج ۱۱)

مسئلہ: اگر کسی کی شرافت کو دیکھ کر یا اور اوصاف کو دیکھ کر سید خاندان کی لڑکی اور اس کے ولی غیر سید لڑکے سے نکاح پر راضی ہو جائیں تو جائز ہے۔

کفو اور برابری کی اقسام

یہ پانچ قسمیں ہیں۔ نسب میں، مسلمان ہونے میں، دین داری میں، مال میں اور پیشہ میں برابری۔

نسب میں برابری

مسئلہ: قریش آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ قریشی وہ شخص ہے جس کے اجداد میں نضر بن کنانہ داخل ہوں۔ یہ نبی ﷺ کے اجداد میں بارہویں نمبر پر تھے۔ آپ ﷺ کا نسب یہ ہے حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔ چاروں خلفائے راشدین چونکہ قریشی تھے اس لیے صدیقی، فاروقی، عثمانی اور علوی سب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

مسئلہ: سید یعنی جو حضرت فاطمہؓ کی اولاد یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سلسلہ نسب میں ہیں اگر چہ نسب کے اعتبار سے ان کا رتبہ اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن اگر سید کی لڑکی کسی عثمانی یا فاروقی کے گھر میں بیاہ دی گئی تو یہ نہ کہیں گے کہ اپنے جوڑ میں نکاح نہیں کیا بلکہ یہ بھی جوڑ ہی ہے۔

مسئلہ: عجمی عالم قریشی اور سید لڑکی کا کفو ہے۔

مسئلہ: قریش کو چھوڑ کر باقی عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں۔

مسئلہ: عجم کے سب لوگ ایک قوم ہیں اور برابر ہیں خواہ وہ مغل ہوں یا پٹھان یا کوئی اور۔ یہ لوگ قریش اور سیدوں کے جوڑ کے نہیں۔

مسئلہ: نسب میں اعتبار باپ کا ہے ماں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر باپ سید ہے تو اولاد بھی

سید ہے اور اگر باپ عثمانی ہے تو اولاد بھی عثمانی ہے ماں چاہے جیسی ہو۔ اگر کسی سید نے کسی غیر سید عورت سے نکاح کر لیا تو ہونے والے بچے سب سید ہوئے۔

مسلمان ہونے میں برابری

مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار فقط عجمیوں میں ہے۔ عربوں اور قریش جیسے سیدوں، علویوں اور انصاریوں میں اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ تو جو شخص خود مسلمان ہو گیا اور اس کا باپ کافر تھا وہ شخص اس عورت کے برابر کا نہیں جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان تھا۔ اور جو خود بھی مسلمان ہے اور اس کا باپ بھی مسلمان ہے لیکن اس کا دادا مسلمان نہیں وہ اس عورت کے برابر کا نہیں جس کا دادا بھی مسلمان ہے۔

دین داری میں برابری

اس کا مطلب ہے کہ ایسا شخص جو دین کا پابند نہیں اور بدکار اور بدمعاش ہے وہ نیک بخت، پارسا، دیندار عورت کا کفو نہیں ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو بدعتی ہو وہ اہلسنّت عورت کا جوڑ نہیں ہے۔

مسئلہ: فاسق شخص کی فاسق بیٹی اور نیک شخص کی فاسق بیٹی کا جوڑ فاسق آدمی ہے جب کہ نیک شخص کی نیک بیٹی اور فاسق شخص کی دین دار بیٹی کا جوڑ دین دار آدمی ہے۔

مسئلہ: اگر فاسق شخص کی دین دار بیٹی کسی فاسق آدمی سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو یہ نکاح منعقد ہو جائے گا اور لڑکی کے باپ کو اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ لڑکی خود اس نکاح پر راضی ہوئی اور اس کا باپ خود فاسق ہے۔

مسئلہ: اگر نیک شخص کی فاسق لڑکی کسی فاسق لڑکے سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو نکاح ہو جائے گا اور ولی کو اعتراض کا حق نہ ہوگا۔

مال میں برابری

اس کے یہ معنی ہیں کہ بالکل مفلس محتاج، مال دار عورت کے برابر کا نہیں ہے اور اگر وہ بالکل مفلس نہیں بلکہ جتنا مہر پہلی رات کو دینے کا دستور ہے اتنا مہر دے سکتا ہے

اور روز مرہ کا خرچہ کما لیتا ہے تو بس یہ کافی ہے یہ ضروری نہیں کہ جتنے مال دار لڑکی والے ہیں لڑکا بھی اتنا ہی مال دار ہو یا اس کے قریب قریب ہو۔

پیشے میں برابری

رواج میں کچھ پیشے ہیں جو کمتر سمجھتے جاتے ہیں مثلاً تجارت کے مقابلے میں نائی' نانبائی' موچی وغیرہ کے پیشے ہلکے سمجھتے جاتے ہیں۔ اسی طرح ملازمتوں میں بھی فرق ہے۔ چپڑاسی اور خاکروب وغیرہ کے مقابلے میں کلرک کی ملازمت بہتر سمجھی جاتی ہے لہٰذا جو لڑکا نائی ہو یا نانبائی ہو وہ تاجر کی بیٹی کے جوڑ کا نہیں اور جو لڑکا چپڑاسی ہو وہ کلرک کی بیٹی کے جوڑ کا نہیں۔

متفرق مسائل

مسئلہ: بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت سے کسی ایسے شخص سے ہوا جس کے کفو ہونے کا حال معلوم نہ تھا لیکن نکاح کے وقت کفو ہونے کی شرط کر لی تھی یا صراحت کے ساتھ تو شرط نہ کی مگر شوہر کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا اور اس پر اعتماد کر کے نکاح کر دیا ہو پھر ظاہر ہوا اور ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے۔ اس صورت کا حکم یہ ہے کہ عورت کو بھی نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا اور اس کے ولی کو بھی حاصل ہوگا۔ لیکن اگر یہ عورت ابھی تک باکرہ (کنواری) ہے تو اس کا اختیار سکوت سے باطل ہو جائے گا یعنی اگر اطلاع حال کے بعد فوراً کہہ دیا کہ مجھے اس سے نکاح رکھنا منظور نہیں تب تو اختیار باقی رہے گا اور مسلمان جج کے ذریعہ فسخ کرا سکے گی ورنہ اگر نا منظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو فسخ کرانے کا اختیار باقی نہ رہے گا۔ اور اگر عورت ثیبہ ہو یعنی اس سے صحبت ہو چکی ہو تو اس کے سکوت سے اختیار باطل نہیں ہوتا جب تک صراحت یا دلالت کے طور پر رضامندی نہ پائی جائے۔ دلالت کے طور پر رضا یہ ہے کہ عورت شوہر کو صحبت پر قدرت دے دے یا وہ مہر دے تو مہر لے لے۔ ولی کا اختیار بھی محض سکوت سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحت یا دلالت کے طور پر رضا کی ضرورت ہوتی ہے۔

مسئلہ: نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کے والد یا دادا نے ایسے شخص سے کیا جس کو اس کے بیان کی بناء پر کفو سمجھا گیا یا کفو ہونے کی شرط کر لی گئی تھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے تو اس صورت میں تفصیل یہ ہے کہ بالغ ہونے سے پیشتر تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے۔ اگر اس نے فسخ کرا دیا تو فسخ ہو جائے گا اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہو جائے گا۔ اور بالغ ہونے پر ان کے ساتھ ساتھ لڑکے یا لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہو جائے گا۔

ولی کا بیان

ولی کون ہوتا ہے

لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرنے کا جس کو اختیار ہوتا ہے اس کو ولی کہتے ہیں۔

مسئلہ: لڑکی اور لڑکے کا ولی سب سے پہلے اس کا باپ ہے۔ اگر باپ نہ ہو تو دادا‘ وہ نہ ہو تو پردادا‘ اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو سگا بھائی‘ سگا بھائی نہ ہو تو سوتیلا یعنی باپ شریک بھائی‘ پھر بھتیجا‘ پھر بھتیجے کا لڑکا‘ پھر بھتیجے کا پوتا‘ یہ بھی نہ ہو تو سگا چچا پھر سوتیلا چچا یعنی باپ کا سوتیلا بھائی پھر سگے چچا کا لڑکا پھر اس کا پوتا‘ پھر سوتیلے چچا کا لڑکا اور پوتا یہ کوئی نہ ہوں تو باپ کا چچا ولی ہے پھر اس کی اولاد اگر باپ کا چچا اور اس کے لڑکے پوتے پڑپوتے کوئی نہ ہوں تو دادا کا چچا پھر اس کے لڑکے پوتے پھر پڑپوتے وغیرہ یہ کوئی نہ ہوں تب ماں ولی ہے۔ پھر دادی پھر نانی پھر پرنانی پھر حقیقی بہن پھر سوتیلی بہن جو باپ شریک ہو۔ پھر جو بھائی بہن ماں شریک ہوں پھر پھوپھی پھر ماموں پھر خالہ وغیرہ۔

مسئلہ: بالغ عورت کا اگر کوئی جوان بیٹا ہو تو ولی ہونے میں اس کا بیٹا اس کے باپ پر مقدم ہے۔

مسئلہ: نابالغ شخص کسی کا ولی نہیں ہو سکتا اور کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں ہو سکتا اور مجنون پاگل بھی کسی کا ولی نہیں ہو سکتا۔

بالغ عورت میں ولی کے مسائل

مسئلہ: بالغ یعنی جوان عورت خود مختار ہے چاہے نکاح کرے یا نہ کرے اور جس کے ساتھ جی چاہے کرے جس کے ساتھ جی چاہے نہ کرے۔ ولی نہ تو نکاح کرنے سے روک سکتا ہے اور نہ عورت کے بلا چاہے زبردستی اس کا نکاح کرسکتا ہے اور نہ ہی عورت کی مرضی کے خلاف زبردستی اپنی من مانی جگہ پر نکاح کرسکتا ہے۔

مسئلہ: لڑکی جوان اور بالغ ہوتو نکاح سے پہلے ولی کا اس کو یہ کہنا کہ فلاں جگہ سے تمہارا پیغام آیا ہے اور ہمارا ارادہ ہے کہ وہاں تمہارا نکاح کر دیں سنت ہے۔ ولی خود نہ پوچھے بلکہ عورتوں سے مثلاً لڑکی کی ماں کے ذریعہ پوچھوا لے تو اس سے بھی سنت ادا ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: کسی ولی نے جوان لڑکی کا نکاح اس سے پوچھے بغیر اور اس کی اجازت کے بغیر کر دیا تو وہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے۔ اگر وہ لڑکی اجازت دے تو نکاح ہو گیا اور اگر وہ راضی نہ ہو اور اجازت نہ دے تو نہیں ہوا۔

مسئلہ: جوان کنواری لڑکی سے ولی نے آ کر کہا کہ میں تمہارا نکاح فلاں کے ساتھ کیے دیتا ہوں یا کر دیا ہے اس پر وہ چپ ہو رہی یا مسکرا دی یا چپکے چپکے رونے لگی تو بس یہی اجازت ہے اب وہ ولی نکاح کر دے تو صحیح ہو جائے گا یا کر چکا تھا تو صحیح ہوگیا۔ یہ بات نہیں ہے کہ جب زبان سے کہے تب ہی اجازت سمجھی جائے۔ جو لوگ زبردستی کر کے زبان سے قبول کراتے ہیں برا کرتے ہیں۔ اگر اجازت لینے پر لڑکی نے زور زور سے رونا شروع کر دیا تو یہ اجازت نہ سمجھی جائے گی بلکہ لڑکی کی عدم رضا مندی سمجھی جائے گی۔

مسئلہ: اگر وہ لڑکی کنواری نہیں ہے بلکہ ایک نکاح پہلے ہو چکا ہے یہ دوسرا نکاح ہے اس سے اس کے ولی نے اجازت لی اور پوچھا تو فقط چپ رہنے سے اجازت نہ ہوگی بلکہ زبان سے کہنا چاہئے۔ اگر اس نے زبان سے نہیں کہا فقط چپ رہنے کی وجہ سے نکاح کر دیا تو نکاح موقوف رہا۔ بعد میں اگر وہ زبان سے منظور کر لے تو نکاح ہوگیا اور اگر منظور نہ کرے تو نہیں ہوا۔

مسئلہ: باپ کے ہوتے ہوئے چچا' بھائی وغیرہ کسی اور ولی نے کنواری لڑکی سے اجازت

مانگی تو اب فقط چپ رہنے سے اجازت نہ ہوگی بلکہ زبان سے اجازت دے تب اجازت ہوگی۔ ہاں اگر باپ ہی نے ان کو اجازت لینے کے واسطے بھیجا تھا تو فقط چپ رہنے سے اجازت ہو جائے گی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو ولی سب سے مقدم ہو اور شرع سے اسی کو پوچھنے کا حق ہو تو جب وہ خود یا اسکا بھیجا ہوا آدمی اجازت لے اس وقت چپ رہنے سے اجازت ہوگی اور اگر حق تھا دادا کا اور پوچھا بھائی نے یا حق تو تھا بھائی کا اور پوچھا چچا نے تو ایسے وقت چپ رہنے سے اجازت نہ ہوگی۔

مسئلہ: ولی نے کنواری بالغہ سے بے پوچھے اور بغیر اجازت لیے نکاح کر دیا۔ پھر نکاح کے بعد خود ولی نے یا اس کے بھیجے ہوئے کسی آدمی نے آ کر خبر دی کہ تمہارا نکاح فلاں کے ساتھ کر دیا گیا تو اس صورت میں بھی چپ رہنے سے اجازت ہو جائے گی اور نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر کسی اور نے خبر دی تو اگر خبر دینے والا نیک معتبر آدمی ہے یا دو شخص ہیں تب بھی چپ رہنے سے نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اور اگر خبر دینے والا ایک شخص اور غیر معتبر ہے تو چپ رہنے سے نکاح صحیح نہ ہوگا بلکہ موقوف رہے گا۔ جب زبان سے اجازت دے دے یا کوئی اور بات ایسی پائی جائے جس سے اجازت سمجھی جاتی ہو تب نکاح صحیح ہوگا مثلاً زبان سے عورت نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن جب شوہر (یعنی جس کے ساتھ اس کا نکاح کیا گیا) اس کے پاس آیا تو صحبت سے انکار نہیں کیا بلکہ صحبت پر قدرت دے دی یا شوہر نے اس کو مہر دیا تو اس نے مہر لے لیا تب بھی نکاح درست ہو گیا۔

مسئلہ: ولی نے اجازت لیتے وقت شوہر کا نام نہیں لیا نہ اس کو پہلے سے معلوم ہے تو ایسے وقت چپ رہنے سے رضا مندی ثابت نہ ہوگی اور اجازت نہ سمجھیں گے بلکہ نام ونشان بتلانا ضروری ہے جس سے لڑکی اتنا سمجھ جائے کہ یہ فلاں شخص ہے۔ اسی طرح اگر مہر نہیں بتایا اور مہر مثل سے بہت کم پر نکاح پڑھ دیا اور عورت اتنے پر راضی نہ ہوئی تو نکاح نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر کوئی بالغہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر خود ہی کسی سے نکاح کر لے اس میں یہ تفصیل ہے۔

☼ ۱ اگر شوہر لڑکی کا کفو ہے اور مہر بھی مثل سے کم نہیں تو نکاح جائز ہے۔

تنبیہ: بالغ لڑکی کا اپنے ولی کے بغیر خود نکاح کر لینا اگرچہ کفو ہی میں ہو بڑی بے حیائی کی بات ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

☼ ۲ شوہر لڑکی کا کفو ہے لیکن مہر لڑکی کے مہر مثل سے کم مقرر ہوا ہو۔ اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے لیکن ولی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ عدالت سے مطالبہ کرے کہ لڑکی کا مہر مثل پورا کرایا جائے اور اگر شوہر پورا نہ کرے تو نکاح فسخ کر دیا جائے۔

☼ ۳ شوہر لڑکی کا کفو نہیں ہے۔ اس صورت میں نکاح نہیں ہوتا اور باطل ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر نکاح کے بعد ولی جائز بھی رکھے۔ تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں نکاح سے قبل ولی کی اجازت کا ہونا شرط ہے۔ اجازت ہو جائے تو دوبارہ نکاح کرے۔

تنبیہ: اگر لڑکی کو شوہر کے غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو اور کفو ہونے کی شرط کر کے یا بلا شرط کیے نکاح کیا ہو اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص کفو نہیں تو لڑکی پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اس سے الگ ہو جائے کیونکہ غیر کفو سے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست ہی نہیں ہوتا۔

☼ ۴ اگر بالغہ کا سرے سے کوئی ولی نہ ہو اور وہ غیر کفو میں نکاح کر لے تو وہ نکاح جائز ہوگا۔

مسئلہ: اگر لڑکا جوان ہو تو اس پر بھی زبردستی نہیں کر سکتے اور ولی اس کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کر سکتا۔ اگر بغیر پوچھے نکاح کر دے گا تو اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر لڑکے نے اجازت دے دی تو ہو گیا' نہیں تو نہیں ہوا۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ لڑکے کے فقط چپ رہنے سے اجازت نہیں ہوتی زبان سے کہنا ضروری ہے۔

لڑکا یا لڑکی نابالغ ہو تو ولی کے مسائل

مسئلہ: اگر لڑکی یا لڑکا نابالغ ہو تو وہ خود مختار نہیں ہے۔ ولی کے بغیر اس کا نکاح نہیں ہوتا۔ اگر اس نے بغیر ولی کے اپنا نکاح کر لیا یا کسی اور نے کر دیا تو ولی کی اجازت پر موقوف

ہے اگر ولی اجازت دے گا تو نکاح ہوگا ورنہ نہیں ہوگا اور ولی کو اس کے نکاح کرنے نہ کرنے کا پورا اختیار ہے جس سے چاہے کر دے۔ نابالغ لڑکے اور لڑکیاں اس نکاح کو اس وقت رد نہیں کر سکتے چاہے وہ نابالغ لڑکی کنواری ہو یا پہلے کوئی اور نکاح ہو چکا ہو اور رخصتی بھی ہو چکی ہو دونوں کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ: نابالغہ کا نکاح باپ دادا نے کیا ہو تو:

- اگر کفو میں اور مہر مثل کے ساتھ کیا ہو تو لازم ہوتا ہے اور نابالغہ کو بالغ ہونے پر اس کو تڑوانے کا حق نہیں ہوتا۔
- اگر غیر کفو میں کیا یا مہر مثل سے بہت کم مہر پر کیا۔ تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

(الف) عقد نکاح کرتے ہوئے باپ اگر نشہ میں ہو تو یہ نکاح نہیں ہوا۔

(ب) باپ کی بے تدبیری اور ناعاقبت اندیشی مشہور و معروف ہو۔ یعنی نکاح کرنے سے قبل اس سے کوئی بھی ایسا واقعہ ہوا ہو جس کی بناء پر عموماً خیال ہو جائے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مد نظر نہیں رکھتا۔ اس صورت میں بھی نکاح نہیں ہوتا۔

(ج) باپ فاسق بے غیرت اور بے باک ہو تو اس کا کیا ہوا نکاح بھی نہیں ہوتا۔

(د) باپ میں اوپر مذکورہ باتوں میں سے تو کوئی نہ ہو لیکن مثلاً کسی دشمنی کی وجہ سے اس پر نکاح کرنے کے لیے جانی یا مالی دھمکی کا واضح دباؤ موجود ہو۔

اس صورت میں بھی باپ کی طرف سے کیا ہوا نابالغہ کا نکاح نہیں ہوا۔

اوپر مذکورہ باتوں میں سے کوئی بھی بات نہ ہو لیکن باپ نے پہلی مرتبہ لاپرواہی سے کام لیتے ہوئے نکاح کر دیا اور صاف واضح ہے کہ اس نے لڑکی کی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا۔ مثلاً

- کسی اہل سنت نے نابالغہ کا نکاح کسی بدعتی سے کر دیا ہو۔
- باپ عام مسلمان ہو اور حلال کماتا ہو لیکن وہ اپنی نابالغہ کا نکاح ایسے شخص سے کر دے جو حرام میں ملوث ہو مثلاً سودی بینک کی ملازمت کرتا ہو یا تصویر

سازی کا پیشہ کرتا ہو۔

- باپ نے بلا وجہ اور بلا مصلحت نابالغہ کا مہر بہت کم مقرر کیا مثلاً اس کا مہر مثل پانچ ہزار ہو اور باپ نے نکاح صرف پانچ سو پر کر دیا ہو۔

اس صورت میں نکاح تو ہو جائے گا لیکن لڑکی کو خیار بلوغت حاصل ہوگا یعنی بالغ ہوتے ہی وہ اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے۔

(ز) نکاح تو کفو میں کیا اور مہر بھی پورا ہے لیکن زوجین کی عمروں میں بہت زیادہ فرق ہے ایسا کہ جو عام طور سے روا نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً پچیس تیس سال یا اس سے زیادہ فرق ہو تو ایسے نکاح میں بھی نابالغہ کو خیار بلوغت حاصل ہوگا۔

مسئلہ: نابالغ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو تو:

جس کے ساتھ نکاح کیا ہے وہ لڑکا کفو بھی ہے اور مہر بھی مہر مثل مقرر کیا ہے۔ اس صورت میں اس وقت تو نکاح صحیح ہو جائے گا لیکن اس کو خیار بلوغت حاصل ہوگا یعنی بالغ ہوتے ہی وہ عدالت سے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے اور اگر اس کے ولی نے لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کیا یا مہر مثل سے بہت کم پر نکاح کیا تو نکاح نہیں ہوا۔

مسئلہ: باپ دادا کے سوا کسی ولی نے نابالغ لڑکے کا نکاح جس سے کیا اس کا مہر اس کے مہر مثل سے بہت زیادہ مقرر کر دیا تو نکاح نہیں ہوا۔

تنبیہ: جب لڑکی کو خیار بلوغت حاصل ہو اور اس کو اپنے نکاح کی خبر ہو پھر بالغ ہو گئی اور ابھی تک اس کے شوہر نے اس سے صحبت نہیں کی تو جس وقت بالغ ہوئی ہے یعنی جس وقت اس کی پہلی ماہواری شروع ہوئی فوراً اسی وقت اپنی عدم رضامندی ظاہر کر دے کہ میں راضی نہیں ہوں یا یوں کہے کہ میں اس نکاح کو باقی رکھنا نہیں چاہتی چاہے اس جگہ کوئی اور ہو چاہے نہ ہو بلکہ بالکل تنہا بیٹھی ہو ہر حال میں کہنا چاہیے۔ لیکن فقط اس سے نکاح نہ ٹوٹے گا۔ عدالت میں جائے اور قاضی یا جج وہ نکاح توڑ دے تب نکاح ٹوٹے گا۔ بالغ ہونے کے بعد اگر ایک لحظہ بھی چپ رہے گی تو اب نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہ رہے گا۔ اور اگر اس کا شوہر اس سے صحبت کر چکا تب بالغ ہوئی تو بالغ ہوتے ہی فوراً

انکار کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ جب تک اس کی رضامندی کا حال معلوم نہ ہوگا تب تک قبول نہ کرنے کا اختیار باقی ہے چاہے جتنا زمانہ گزر جائے۔ ہاں جب وہ زبان سے صاف کہہ دے کہ میں منظور کرتی ہوں یا کوئی اور ایسی بات پائی گئی جس سے رضامندی ثابت ہوتی ہے جیسے اپنے شوہر کے ساتھ تنہائی میں میاں بیوی کی طرح رہی تو اب اختیار جاتا رہا اور نکاح لازم ہوگیا۔

حق ولایت کے چند مسائل

مسئلہ: قاعدے سے جس ولی کو نابالغہ کے نکاح کرنے کا حق ہے وہ پردیس میں ہے اور اتنی دور ہے کہ اگر اس کا انتظار کریں اور اس سے مشورہ لیں تو یہ رشتہ ہاتھ سے جاتا رہے گا اور پیغام دینے والا اتنا انتظار نہ کرے گا اور پھر ایسا رشتہ مشکل سے ملے گا تو ایسی صورت میں اس کے بعد والا ولی بھی نکاح کرسکتا ہے۔ اگر قریب کے ولی سے پوچھے بغیر بعد والے ولی نے نکاح کر دیا تو نکاح ہوگیا اور اگر اتنی دور نہ ہو یا دور تو ہو لیکن اس سے رابطہ ممکن ہو تو اس کی رائے لیے بغیر دوسرے ولی کو نکاح نہ کرنا چاہیے۔ اگر کرے گا تو قریب کے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا جب وہ اجازت دے گا تب صحیح ہوگا۔

مسئلہ: اسی طرح اگر حق دار ولی کے ہوتے ہوئے دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح کر دیا مثلاً حق تو تھا باپ کا لیکن نکاح کر دیا دادا نے اور باپ سے بالکل رائے نہیں لی تو وہ نکاح باپ کی اجازت پر موقوف رہے گا یا حق تو تھا بھائی کا اور نکاح کر دیا چچا نے تو بھائی کی اجازت پر موقوف ہے۔

جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے

کسی سے نکاح کرنا حرام ہو اس کے یہ اسباب ہیں:

- قرابت
- مصاہرت
- دو محرموں کو نکاح میں جمع کرنا
- رضاعت
- کسی کے نکاح میں ہونا
- کسی کی عدت میں ہونا
- مرد کے نکاح یا عدت میں چار عورتوں کا ہونا
- دین کا اختلاف۔

قرابت

مندرجہ ذیل قرابت داروں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں۔

- اپنی فروع کے ساتھ یعنی اپنی بیٹی کے ساتھ اور پوتی پڑپوتی سگڑ پوتی اور اسی طرح نواسی وغیرہ کے ساتھ نکاح درست نہیں۔
- اپنے اصول کے ساتھ یعنی اپنی ماں نانی پڑنانی اور دادی پڑدادی وغیرہ کے ساتھ نکاح درست نہیں۔
- اپنے والدین کے فروع کے ساتھ یعنی اپنی بہنوں کے ساتھ اور اپنی بھتیجی بھانجی کے ساتھ اور ان کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح درست نہیں۔
- اپنے اجداد کی ایک پشت تک فروع یعنی پھوپھی خالہ کے ساتھ نکاح درست نہیں۔ البتہ ان کی بیٹیوں یعنی پھوپھی زاد اور خالہ زاد بہن کے ساتھ نکاح درست ہے۔

مسئلہ: مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی ان رشتہ داروں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: شرع میں بہن یا بھائی وہ ہے جو ایک ماں باپ سے ہوں یا ان دونوں کا باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں یا دونوں کی ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں۔

مسئلہ: لے پالک کا شرع میں کچھ اعتبار نہیں۔ لڑکا یا لڑکی بنانے سے وہ اپنی حقیقی اولاد نہیں بن جاتی۔ اس لیے لے پالک سے نکاح درست ہے۔

مسئلہ: منہ بولے بہن بھائی یعنی وہ جن کا باپ بھی اور ہو اور ماں بھی اور ہو وہ حقیقی بہن بھائی نہیں ان سے نکاح درست ہے۔

مسئلہ: سگا ماموں نہیں ہے بلکہ کسی رشتہ سے ماموں لگتا ہے تو عورت کا اس سے نکاح درست ہے۔ اسی طرح اگر کسی دور کے رشتہ سے چچا یا بھانجا یا بھتیجا ہو تو عورت کا اس سے بھی نکاح درست ہے۔

! مصاہرت

مسئلہ: ساس اور ساس کی ماں دادی نانی وغیرہ سے نکاح درست نہیں چاہے اپنی بیوی کی رخصتی کرا لایا ہو اور دونوں میاں بیوی ایک ساتھ رہے ہوں یا ابھی رخصتی نہ کرائی ہو

ہر طرح حرام ہے۔

مسئلہ: بیوی کے ساتھ تنہائی ہو چکی ہو تو دوسرے شوہر سے اس کی جو بیٹی (یعنی اپنی سوتیلی بیٹی) یا اس کی اولاد ہو اس سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا خواہ اپنی بیوی مر گئی ہو یا اس کو طلاق دے دی ہو۔ ہاں اگر تنہائی ہونے سے پہلے وہ مر گئی ہو یا اس کو طلاق دے دی ہو تب سوتیلی بیٹی یا اس کی اولاد سے نکاح درست ہے۔

مسئلہ: عورت کے لیے بھی سوتیلی اولاد سے نکاح درست نہیں۔ یعنی ایک مرد کی دو تین بیویاں ہوں تو سوکن کی اولاد سے کسی طرح نکاح درست نہیں چاہے اپنے میاں کے پاس رہ چکی ہو یا نہ رہ چکی ہو ہر طرح نکاح حرام ہے۔ بالفاظ دیگر کسی کے لیے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا درست نہیں۔

مسئلہ: بیٹے اور پوتے وغیرہ کی بیوی سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: لے پالک کی بیوی سے نکاح جائز ہے۔

مسئلہ: کسی مرد نے کسی عورت سے زنا کیا تو اب اس شخص کا اس عورت کی ماں سے اور اس عورت کی اولاد سے نکاح کرنا درست نہیں۔ یہی حکم اس وقت ہے جب مرد نے زنا تو نہیں کیا لیکن شہوت سے عورت کے جسم پر ہاتھ پھیرا ہو خواہ بلا حائل ہو یا ایسا باریک کپڑا بیچ میں حائل ہو جو جسم کی حرارت محسوس ہونے سے نہ روکتا ہو۔ اگر بوسہ لے اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر شہوت سے عورت کی اندرونی شرمگاہ پر نظر ڈالی تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اسی طرح اگر کسی عورت نے جوانی کی خواہش کے ساتھ بد نیتی سے کسی مرد کو ہاتھ لگایا تو اب اس عورت کی ماں اور لڑکیوں کو اس مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: مزنیہ کے اصول وفروع زانی کے اصول وفروع کے لیے حلال ہوتے ہیں۔

مسئلہ: ایک باپ بیٹے ہوں اور کوئی اور ماں بیٹی ہوں تو یہ جائز ہے کہ باپ عورت سے نکاح کر لے اور بیٹا اس کی بیٹی سے نکاح کر لے۔

دو محرموں کو نکاح میں جمع کرنا

ضابطہ

جن دو عورتوں میں ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان دونوں عورتوں میں سے کوئی مرد ہوتی تو آپس میں دونوں کا نکاح نہ ہو سکتا۔ ایسی دو عورتیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔ جب ایک مر جائے یا طلاق مل جائے اور عدت گزر جائے تب وہ مرد دوسری عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

مسئلہ: جب تک ایک بہن اپنے نکاح میں ہے اس وقت تک اس کی دوسری بہن سے نکاح درست نہیں۔ ہاں اگر پہلی مرگئی یا اس کو طلاق دے دی اور عدت گزر گئی تو اب دوسری بہن سے نکاح درست ہے۔ طلاق کی عدت پوری ہونے سے پہلے بھی نکاح درست نہیں۔

مسئلہ: ایک مرد کا نکاح ایک عورت سے ہوا تو اب جب تک وہ عورت اس کے نکاح میں رہے گی اس کی پھوپھی خالہ اور بھتیجی بھانجی سے اس مرد کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

مسئلہ: ایک عورت ہے اور اس کی سوتیلی لڑکی ہے۔ یہ دونوں ایک ساتھ اگر کسی مرد سے نکاح کر لیں تو درست ہے۔

مسئلہ: اسی طرح دو بہنیں اگر سگی نہ ہوں۔ ماموں زاد یا چچا زاد یا پھوپھی زاد یا خالہ زاد بہنیں ہوں تو وہ دونوں ایک ساتھ ہی ایک مرد سے نکاح کر سکتی ہیں ایسی بہن کے رہتے ہوئے بھی بہنوئی سے نکاح درست ہے۔ یہی حال پھوپھی اور خالہ وغیرہ کا ہے۔ اگر کوئی دور کا رشتہ نکلتا ہے تو پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کا ایک ساتھ ایک ہی مرد سے نکاح درست ہے۔)

رضاعت

مسئلہ: جتنے رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ پینے کے اعتبار سے بھی حرام ہیں۔ لڑکی کا دودھ پلانے والی ماں کے شوہر سے نکاح درست نہیں کیونکہ وہ اس کا باپ ہوا اور دودھ شریک بھائی سے بھی نکاح درست نہیں، جس لڑکے کو عورت نے دودھ

پلایا ہے اس سے اور اس کی اولاد سے نکاح درست نہیں کیونکہ وہ اس کی اولاد ہوئی۔ دودھ کے حساب سے ماموں' بھانجا' چچا' بھتیجا' سب سے نکاح حرام ہے۔

مسئلہ: دودھ شریک دو بہنیں ہوں تو وہ دونوں بہنیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔غرض کہ جو حکم اوپر بیان ہو چکا ہے دودھ کے رشتوں میں بھی وہی حکم ہے۔

کسی کے نکاح میں ہونا

مسئلہ: جس عورت کا نکاح کسی مرد سے ہو چکا ہو تو اب بے طلاق لیے اور عدت پوری کیے کسی دوسرے سے نکاح کرنا درست نہیں۔

کسی کی عدت میں ہونا

مسئلہ: کسی عورت کے میاں نے طلاق دے دی یا مر گیا تو جب تک طلاق کی عدت یا مرنے کی عدت پوری نہ ہو چکے تب تک دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں۔

مرد کے نکاح یا عدت میں چار عورتوں کا ہونا

مسئلہ: جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں ہوں اب اس کا پانچویں عورت سے نکاح درست نہیں اور ان چار میں سے اگر ایک کو طلاق دے دی تو جب تک طلاق کی عدت پوری نہ ہو چکے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

دین کا اختلاف

مسئلہ: کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے جائز نہیں خواہ وہ اہل کتاب میں سے ہو یا نہ ہو۔

مسئلہ: کسی مسلمان مرد کا نکاح کسی ایسی کافر عورت سے جائز نہیں جو اہل کتاب میں سے نہ ہو۔

مسئلہ: مسلمان مرد کا کسی اہل کتاب عورت یعنی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح ہو تو جاتا ہے لیکن بہت سی خرابیوں کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ دو خرابیاں یہ ہیں:

- مردوں میں عام طور سے دین داری مغلوب ہے یا سرے سے ہے ہی نہیں۔ اس صورت میں پیدا ہونے والے بچوں پر ماں کا غلبہ ہو جاتا ہے اور بچے ماں کا دین اختیار کر لیتے ہیں۔ مسلمان باپ کی وجہ سے بچے مسلمان ہوئے لیکن بعد میں انہوں نے ماں کا دین اختیار کر لیا تو مرتد ہوئے۔
- خود مرد بھی عورت کے افکار و نظریات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان عورتوں سے نکاح کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسئلہ: اگرچہ بعض حضرات کے نزدیک اثنا عشری شیعہ اور منکرین حدیث اہل کتاب کے حکم میں ہیں لیکن ایسی عورتوں سے نکاح کرنے میں اور بھی زیادہ خطرے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور لاعلمی کی وجہ سے عام لوگ بھی ان کو مسلمان سمجھ لیتے ہیں۔

تنبیہ: بعض مسلمان بیرون ملک مثلاً تھائی لینڈ وغیرہ کسب معاش کے سلسلہ میں جاتے ہیں اور وہاں کسی مثلاً بدھ مذہب عورت کو مسلمان کر کے اس سے شادی کر لیتے ہیں۔ پھر کچھ عرصے کے بعد اس کو وہیں چھوڑ کر خود اپنے ملک میں مستقل واپس آ جاتے ہیں۔ پیچھے وہ عورت دوبارہ کفر اختیار کر لیتی ہے اور بچے ہوئے تو وہ بھی کافر بن جاتے ہیں۔ یہ بہت سخت گناہ کی بات ہے اور اس کا بڑا وبال ہے کیونکہ ان عورتوں اور بچوں کے مرتد ہونے کا سبب یہ مرد بنے۔

تنبیہ

جب عورت کا شوہر نہ ہو اور اس کو بدکاری سے حمل ہو تو زانی سے یا غیر زانی سے اس کا نکاح درست ہے لیکن بچہ پیدا ہونے سے پہلے خاوند کو صحبت کرنا درست نہیں البتہ جس نے زنا کیا تھا اگر اسی سے نکاح ہوا ہو تو صحبت بھی درست ہے۔

حرمت مصاہرت (سسرالی حرمت) کا بیان

اسی کتاب کے پچھلے ایڈیشن میں حرمت مصاہرت سے متعلق یہ احکام مذکور تھے۔

مسئلہ: رات کو اپنی بیوی کو جگانے کے لیے اٹھا مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا یا ساس

پر ہاتھ پڑ گیا اور بیوی سمجھ کر جوانی کی خواہش کے ساتھ اس پر ہاتھ پھیرا تو اب وہ مرد اپنی بیوی پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گیا اب کوئی صورت جائز ہونے کی نہیں ہے اور لازم ہے کہ یہ مرد اب اپنی عورت کو طلاق دے دے۔

مسئلہ: کسی لڑکے نے اپنی سوتیلی ماں پر بدنیتی سے ہاتھ ڈال دیا تو اب وہ عورت اپنے شوہر پر بالکل حرام ہو گئی۔ اب کسی صورت سے حلال نہیں ہو سکتی اور اگر سوتیلی ماں نے سوتیلے لڑکے کے ساتھ ایسا کیا تب بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: اپنی ساس یا بیٹی کے ہونٹوں یا رخسار کا بوسہ لیا تو اس کو شہوت ہی سے سمجھا جائے گا اور بیوی حرام ہو جائے گی۔ سر اور ٹھوڑی وغیرہ پر بوسہ لیا ہو تو جب تک شہوت اور خواہش نفسانی سے نہ ہو بیوی حرام نہ ہو گی۔

مسئلہ: جو شخص نشہ میں ہو اس نے اگر اپنی بیٹی کے ہونٹوں کا بوسہ لیا تو اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔

تنبیہ: حرمت مصاہرت کے ثابت ہونے کے لیے مندرجہ ذیل تین شرطیں اہم ہیں۔

- عورت مشتہاہ ہو یعنی اس کی کم از کم عمر نو برس کی ہو۔ اس سے کم عمر کی ہو تو حرمت ثابت نہ ہو گی۔
- خواہش نفسانی سے ہاتھ لگانے اور پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلے سے آلہ تناسل میں حرکت نہ تھی تو اس وقت پیدا ہو گئی اور اگر پہلے سے تھی تو اس میں اضافہ ہو گیا۔ اگر کسی کو انتشار نہ ہوتا ہو تو اس میں دل کی دھڑکن و ہیجان پیدا ہو جائے یا پہلے سے ہو تو اس میں اضافہ ہو جائے۔
- انزال نہ ہوا ہو۔

ہم کہتے ہیں

اب حالات وہ نہیں رہے جو پہلے فقہاء کے دور میں تھے۔ فقہاء نے اپنے دور کے حالات کے اعتبار سے احتیاط کو ملحوظ رکھا جب کہ موجودہ حالات میں اس احتیاط کو برقرار رکھنے میں تنگی ہونے لگی ہے۔ اس لیے ہم نے فقہائے حنفیہ کے اصول و تعلیل کی

پیروی کرتے ہوئے حرمت مصاہرت کے احکام مختلف اختیار کئے ہیں جن کو ہم آگے ذکر کرتے ہیں:

حرمت مصاہرت (یعنی سسرالی حرمت)

حرمتِ مصاہرت سے کیا مراد ہے؟

جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کرتا ہے تو اس کے نتیجہ میں قرآن وحدیث کی رُو سے مندرجہ ذیل رشتوں سے نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے:

i- اپنی ساس سے اور ساس کی دادی اور نانی وغیرہ سے۔

ii- بیوی کے ساتھ تنہائی بھی ہو چکی ہو تو سوتیلی بیٹی سے۔

iii- عورت کے لئے سوتیلے بیٹے سے۔

iv- مرد کے لیے اپنے بیٹے اور پوتے کی بیوی سے اور عورت کے لئے اپنی بیٹی اور پوتی کے شوہر سے۔

نکاح کی اس حرمت کو حرمتِ مصاہرت یا آسان لفظوں میں سسرالی حرمت کہتے ہیں۔

حرمتِ مصاہرت کے چند اور مواقع:

کسی مرد نے کسی اجنبی عورت سے زنا کیا تو اَب اُس مرد کا اُس عورت کی ماں سے اور اُس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا درست نہیں رہتا اور یہی حکم اُس وقت ہے جب مرد نے زنا تو نہیں کیا لیکن شہوت سے عورت کے جسم پر ہاتھ پھیرا ہو خواہ بلا حائل ہو یا ایسا باریک کپڑا بیچ میں حائل ہو جو جسم کی حرارت محسوس ہونے سے مانع نہ ہو۔ اگر عورت کا بوسہ لے یا عورت کی اندرونی شرمگاہ پر شہوت سے نظر ڈالے تو اُس کا بھی یہی حکم ہے۔

اِسی طرح اگر کسی عورت نے شہوت سے کسی مرد کو ہاتھ لگایا یا اُس کا بوسہ لیا تو اب اُس عورت کی ماں اور بیٹی سے اِس مرد کا نکاح کرنا حرام ہو جاتا ہے۔

چند اور احکام جو بدلے ہوئے حالات میں فقہ حنفی ہی کی رو سے معلوم ہوتے ہیں:

1- مرد اگر اپنی ساس سے دواعی جماع کر بیٹھے تو اپنی کسی سالی سے کبھی نکاح نہیں کر

سکتا۔ اور اگر اس سے زنا کر بیٹھے تو اس حکم کے ساتھ ساتھ سزا کے طور پر اس کی بیوی بھی اس پر حرام ہو جاتی ہے۔

2- مرد اگر اپنی بہو سے جماع یا دواعی جماع کر لے تو وہ بہو کی ماں سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔ البتہ بہو بیٹے کا نکاح باقی رہے گا۔

3- مرد اگر اپنی بیوی کی بیٹی سے خواہ وہ اس مرد کی اپنی ہو یا سوتیلی ہو زنا کر بیٹھے تو سزا کے طور پر اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی۔

4- بیٹا اپنی ماں سے کوئی غلط حرکت کر بیٹھے تو اس کے ماں باپ کا نکاح فاسد نہیں ہوگا۔

5- عورت اگر سوتیلے بیٹے سے ملوث ہو جائے تو اس عورت کا اپنا نکاح فاسد نہیں ہوگا۔

6- مرد اگر اپنی ساس یا بیٹی سے صرف دواعی جماع کا ارتکاب کر بیٹھے تو اس سے اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی۔

اجنبی عورت سے جماع یا دواعی جماع یعنی شہوت سے ہاتھ پھیرنا یا بوسہ لینا یا شہوت سے اندرونی شرمگاہ پر نظر ڈالنا ان سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت حدیث و آثار میں ہے:

i- عَنْ اَبِیْ هَانِئِی الْخَوْلَانِی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ نَظَرَ اِلٰی فَرْجِ امْرَأَةٍ لَمْ يَحِلَّ لَهُ اُمُّهَا وَ لَا بِنْتُهَا۔ (اعلاء السنن ص 32 ج 11)

ابو ہانی خولانی کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی عورت کی (اندرونی) شرمگاہ کی طرف دیکھا تو اُس کے لئے اُس عورت کی ماں اور بیٹی حلال نہ رہی۔

ii- عَنْ مُّجَاهِدٍ اِذَا قَبَّلَهَا اَوْ لَامَسَهَا اَوْ نَظَرَ اِلٰی فَرْجِهَا مِنْ شَهْوَةٍ حَرُمَتْ عَلَيْهِ اُمُّهَا وَ بِنْتُهَا۔ (اعلاء السنن ص 34 ج 11)

بڑے تابعی مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جب مرد کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے یا اُس کو شہوت سے چھوئے یا شہوت سے اُس کی شرمگاہ کو دیکھے تو اُس عورت

کی ماں اور بیٹی اُس مرد پر حرام ہو جاتی ہیں۔

iii- عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ وَ الْحَسَنِ قَالَا اِذَا زَنَی الرَّجُلُ بِامْرَأَةٍ فَلَیْسَ لَهٗ اَنْ یَّتَزَوَّجَ ابْنَتَهَا وَ لَا اُمَّهَا۔ (اعلاء السنن ص 33 ج 11)

سعید بن مسیبؒ اور حسن بصریؒ کہتے ہیں جب آدمی کسی عورت سے زنا کر لے تو وہ اُس عورت کی بیٹی اور ماں سے نکاح نہیں کر سکتا۔

iv- عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَیْرِ فِیْمَنْ زَنٰی بِامْرَأَةٍ لَا یَصْلُحُ لَهٗ اَنْ یَّتَزَوَّجَ ابْنَتَهَا اَبَدًا۔ (اعلاء السنن ص 33 ج 11)

ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور عروہ بن زبیر رحمہما اللہ کہتے ہیں جو شخص کسی عورت سے زنا کرے تو وہ اُس عورت کی بیٹی سے کبھی نکاح نہیں کر سکتا۔

نکاح کی حرمت کے اِس مسئلہ کو حنفی فقہاء نے عقلی زاویہ سے اِس طرح سے بیان کیا کہ اِس حرمت کا اصل سبب جماع ہے اور وہ بھی اِس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ وہ زنا ہے بلکہ اِس اعتبار سے کہ وہ بچے کا سبب بنتا ہے جس سے مرد اور عورت کے درمیان جزئیت قائم ہوتی ہے۔

اس جزئیت کو اس طرح سے سمجھئے کہ جب کوئی عورت کسی غیر کے بچے کو دودھ پینے کی عمر میں دودھ پلاتی ہے تو اُس کا جزو یعنی دودھ بچے کے پیٹ میں جاتا ہے اور اس طرح سے وہ بچے کا جزو بن کر اُس کی نشوونما کا باعث بنتا ہے۔ جب عورت کا جزو بچے کے بدن کا جزو بنتا ہے تو شریعت اس جزو بدن بننے والی اور بدن کی تشکیل کرنے والی جزئیت کا اعتبار کرتے ہوئے بچے کو دُودھ پلانے والی کا جزو قرار دیتی ہے اور بچے پر خود اُس عورت کے اُصول وفروع کو حرام قرار دیتی ہے جیسا کہ وہ خود اُس عورت پر حرام تھے۔

اسی طرح جب کوئی مرد کسی بھی عورت سے جماع کرے خواہ وہ اُس کی منکوحہ ہو یا اجنبی ہو اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو جنین عورت کا جزو ہوتا ہے اور دیگر اجزاء کی طرح جنین کو بھی عورت کے ذریعہ سے غذا ملتی ہے۔ لیکن جنین کی تشکیل میں اصل

دارومدار مرد کے نطفہ کے کِرم (Sperm) پر ہوتا ہے کہ دراصل اِسی کی نشوونما سے جنین وجود میں آتا ہے۔ چونکہ نطفہ جنین کا جزو ہے اور جنین عورت کا جزو ہے اور قاعدہ ہے کہ اصل کے جزو کا جزو خود اصل کا جزو قرار پاتا ہے لہٰذا مرد کا نطفہ عورت کا جزو بدن شمار ہوگا اور اُوپر ذکر کیے گئے رضاعت کے قاعدے کے مطابق جیسے بچہ عورت کا جزو قرار پایا تھا اِسی طرح عورت مرد کا جزو قرار پائے گی اور عورت پر وہ مرد اور اُس کے اُصول وفروع حرام ٹھہریں گے جیسا کہ مرد پر اُس کے اپنے اُصول وفروع حرام ہوتے ہیں۔ لیکن اگر میاں بیوی پہلے بچے کی وجہ سے آپس میں حرام ٹھہریں تو خاندانی نظام اور توالد وتناسل کا سلسلہ مختل ہو کر رہ جائے۔ اس لیے میاں بیوی کے تعلق کو خلافِ قیاس حرمت سے مستثنٰی رکھا گیا ہے۔

غرض فقہاء کی عقلی توجیہ کے مطابق حرمت مصاہرت میں جو اصل معنی معتبر ہے وہ جزئیت ہے لیکن جزئیت کو ہر حال میں معلوم کرنا دُشوار ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہو لیکن ابتدائی دنوں ہی میں عورت کو کچھ بھی معلوم ہوئے بغیر علقہ ساقط ہو گیا ہو، جیسے سفر میں قصر کرنے میں جو اصل معنی معتبر ہے وہ مشقت ہے لیکن چونکہ مشقت کو ضبط میں لانا بہت مشکل ہے اس لیے سفر کو جو کہ مشقت کا مظنہ یعنی مشقت کا موقع ہے مشقت کے قائم مقام کر کے سفر کو ہی قصر کا سبب قرار دے دیا گیا۔ اِسی طرح چونکہ جزئیت کے وقوع کو ہر حال میں ضبط کرنا مشکل ہے اس لیے جماع کو جو کہ جزئیت کے قائم ہونے کا موقع ہے جزئیت کے قائم مقام کر دیا گیا اور اس کو حرمتِ مصاہرت کا سبب قرار دے دیا گیا۔

پھر حدیث میں چونکہ اجنبی عورت میں دواعی جماع پر بھی حرمت نکاح کا حکم آیا ہے اس لیے فقہاء نے عقلی توجیہ کو اور آگے اس طرح بڑھایا کہ دواعی جماع چونکہ جماع تک پہنچاتے ہیں اور مقام احتیاط کا ہے اس لیے دواعی جماع کو جماع کے قائم مقام بنا کر اِن پر بھی وہی حکم لاگو کیا گیا جو جماع کا تھا۔

تنبیہ: حرمت مصاہرت کی جن صورتوں میں بیوی حرام ہو جاتی ہے تو محض اس

سے نکاح ختم نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے اور نکاح فاسد کو ختم کرنے کے لیے یا تو قاضی و جج دونوں کے درمیان تفریق کر دے یا شوہر اپنی زبان سے کہے کہ میں نے اس کو چھوڑا یا میں نے اس کو طلاق دی۔

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جائے تو عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے خاوند کے پاس ہرگز نہ رہے اور مرد کے ذمہ بھی واجب ہے کہ فوراً اس عورت کو (یعنی اپنی بیوی کو) الگ کر دے اور زبان سے بھی کہہ دے کہ میں نے تجھ کو چھوڑا یا میں نے تجھ کو طلاق دی اور اس کہنے کے بعد عدت گزرنے پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے۔

لیکن اگر خاوند بد دینی اختیار کرے اور عورت کو الگ نہ کرے تو جس طرح ممکن ہو عورت کو اس کے پاس سے چلے جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا۔ مگر جب تک شوہر زبان سے نہ کہہ دے کہ میں نے الگ کر دیا ہے یا چھوڑ دیا ہے یا طلاق دے دی ہے یا قاضی تفریق نہ کر دے اس وقت تک دوسری جگہ اس عورت کا نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا عورت یا تو کسی مسلمان جج کی عدالت سے تفریق کا حکم حاصل کرے اور اگر عدالت ایسا حکم جاری نہ کرتی ہو تو تین ذمہ دار آدمیوں کی پنچایت سے کہ جس میں کم از کم ایک با صلاحیت اور پختہ عالم ہو تفریق کا حکم حاصل کر لے۔

باب: ۲

کافروں کے نکاح کا بیان

کافر لوگ اپنے اپنے مذہب کے اعتبار سے جس طریقہ سے نکاح کرتے ہوں شریعت اس کو بھی معتبر رکھتی ہے اور اگر وہ دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو جائیں تو اب نکاح دوہرانے کی کچھ ضرورت نہیں، وہی نکاح اب بھی باقی ہے۔

کافر زوجین جب دونوں یا ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے

مسئلہ: اگر دونوں ایک ساتھ مسلمان ہو جائیں تو نکاح پر کچھ اثر نہیں پڑتا اور بعینہٖ قائم رہتا ہے۔

مسئلہ: اگر ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو اس کے دو جزو ہیں۔

پہلا جزو یہ ہے کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے اگر عورت کتابیہ ہے تو نکاح پر کچھ اثر نہ پڑے گا۔ اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسی ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

(الف) یہ واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اس کی بیوی پر اسلام پیش کرے۔ وہ بھی اسلام قبول کر لے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کرے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے۔

(ب) اور اگر یہ واقعہ کسی کافر ملک یعنی دارالحرب کا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گزر جانا یا حیض نہ آتے ہوں تو تین ماہ گزر جانا یا حاملہ ہو تو وضع حمل ہونا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر عورت اسلام قبول نہ کرے اور تین حیض اسی حالت پر گزر جائیں یا حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ گزر جائیں یا حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے تو نکاح ختم ہو جائے گا۔

(ج) اگر ایک دارالاسلام میں ہو اور دوسرا دارالحرب میں ہو تو تین حیض گزرنے پر

نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا۔

دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی رہے خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی اس کا حکم یہ ہے کہ

(الف) اگر واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے جو ایک طلاق شمار ہوگی۔

(ب) اور اگر یہ واقعہ دارالحرب کا ہے تو عورت کے تین حیض گزر جانا ہی انکار اسلام کے مترادف ہوگا اور تین حیض گزر جانے کے بعد عورت کا نکاح ختم ہو جائے گا۔

(ج) اگر ایک دارالاسلام میں ہو اور دوسرا دارالحرب میں ہو تو تین حیض گزرنے پر نکاح خود بخود ختم ہو جائے گا۔

زوجین میں سے ایک کے اسلام قبول کرنے کی صورت میں عدت کا حکم

اگر زوجہ و شوہر دونوں دارالاسلام میں ہوں اور اسلام کی پیشکش کے بعد تفریق کی گئی ہو تو بالاتفاق عدت واجب ہے۔ اور اگر دارالحرب میں عورت مسلمان ہوئی ہو تو شوہر کے انکارِ اسلام کے قائم مقام تین حیض گزرنے کے بعد عورت کو عدت کے تین حیض مزید گزارنے ہوں گے۔

باب: ۳

نکاح باطل اور نکاح فاسد

وہ نکاح جس کے جواز کی شرائط پوری نہ ہوں لیکن جواز کا شبہ موجود ہوتو وہ نکاح فاسد کہلاتا ہے اور جس نکاح کے جواز کی شرائط بھی پوری نہ ہوں اور جواز کا شبہ بھی موجود نہ ہوتو وہ نکاح باطل کہلاتا ہے۔

نکاح فاسد کی مثالیں

- گواہوں کے بغیر کیا جانے والا نکاح۔
- دو بہنوں سے یا پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی سے اکٹھے نکاح کرنا۔
- ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری بہن سے نکاح کرنا یا خالہ یا پھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھانجی یا بھتیجی سے نکاح کرنا۔
- ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کرنا یا پھوپھی کی عدت میں اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا یا خالہ کی عدت میں اس کی بھانجی سے نکاح کرنا۔
- جو عورت ایک شخص کی عدت میں ہو دوسرے شخص کا اس سے نکاح کرنا جب کہ وہ اس کے عدت میں ہونے سے لاعلم ہو۔
- چوتھی بیوی کی عدت میں پانچویں عورت سے نکاح کرنا۔
- جس عورت کو خود ایک مجلس میں تین طلاقیں دے چکا ہو غیر مقلدین کے فتوے پر اس سے بغیر حلالہ کے نکاح کرنا۔
- جو عورت کسی کے نکاح میں ہو لیکن وہ دوسرے مرد کو لاعلم رکھ کر اس سے نکاح کر لے۔

نکاح فاسد کا حکم

نکاح فاسد سے مندرجہ ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں۔

- صحبت سے مہر واجب ہوتا ہے۔
- اولاد ہوتو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوتا ہے۔
- تفریق پر عدت واجب ہوتی ہے۔
- تفریق سے پیشتر جو جماع اور صحبت ہو اس پر زنا کی حد نہیں لگتی۔
- مرد و عورت کے درمیان تفریق لازم ہے یہاں تک کہ حاکم یا عدالت پر واجب ہے کہ وہ ان کے درمیان تفریق کو نافذ کرے۔
- جانتے بوجھتے ایسا نکاح کرنے پر تعزیر کی جائے گی۔

نکاح باطل کی مثالیں

۱ کوئی مسلمان عورت کسی کافر سے نکاح کرلے۔

۲ اپنی محرم سے نکاح کرنا۔ یہ قول امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا ہے جب کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہے باطل نہیں۔

۳ یہ جانتے ہوئے کہ عورت دوسرے کی منکوحہ ہے یا دوسرے کی عدت میں ہے اس سے نکاح کرنا۔

نکاح باطل کا حکم

اس نکاح کا اعتبار نہیں لہٰذا اس سے

- اولاد ہوتو اس کا نسب ثابت نہیں ہوتا۔
- تفریق پر عدت واجب نہیں ہوتی۔
- جانتے بوجھتے یہ نکاح کرنے اور صحبت کرنے پر زنا کی حد لگے گی۔

نکاح موقت یا نکاح متعہ

اگر یوں کہا جائے کہ میں نے تجھ سے اتنے دن یا اتنی مدت کے لیے نکاح کیا تو یہ نکاح موقت کہلاتا ہے اور اگر بجائے نکاح کے متعہ یا اس سے مشتق کوئی لفظ بولا مثلاً تمتع یا استمتاع کا لفظ استعمال کیا تو یہ متعہ کہلاتا ہے۔ لیکن حقیقت دونوں کی ایک ہے۔

جاہلی عربوں میں اس کا رواج تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے پہلے جنگ خیبر کے موقع پر اس سے منع کیا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر صرف تین دن کے لیے اس کی اجازت دی گئی اور اس کے بعد قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔ اب پوری امت کا متعہ کی حرمت پر اتفاق و اجماع ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیۡ قَدۡ كُنۡتُ اَذِنۡتُ لَكُمۡ فِی الۡاِسۡتِمۡتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَ اَنَّ اللّٰهَ قَدۡ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰی يَوۡمِ الۡقِيَامَةِ (مسلم)

''یعنی اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے متعہ کرنے کی رخصت دی تھی اور اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے۔''

❀ ❀ ❀

باب: ۴

مہر کا بیان

مہر وہ مال ہے جو نکاح میں اس علامت کے طور پر مقرر کیا گیا ہے کہ مرد کی نظر میں وہ عورت جس نے اپنے آپ کو اس مرد کے سپرد کر دیا ہے قابل قدر اور صاحب وقعت ہے۔

مہر کا حکم

نکاح میں چاہے مہر کا ذکر کرے چاہے نہ کرے ہر حال میں نکاح ہو جاتا ہے لیکن مہر دینا پڑے گا بلکہ اگر کوئی یہ شرط کرے کہ ہم مہر نہ دیں گے بغیر مہر کے نکاح کرتے ہیں تب بھی مہر دینا پڑے گا۔

مہر کی کم سے کم مقدار

یہ دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی یا اس کی قیمت ہے۔ سو اگر کسی نے ایک تولہ (11.64) چاندی یا ڈیڑھ تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر مقرر کر کے نکاح کیا تب بھی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی (32 گرام) یا اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ شریعت میں اس سے کم مہر نہیں ہو سکتا۔

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار

اس کی کوئی حد نہیں چاہے جتنا مقرر کرے لیکن مہر کا زیادہ بڑھانا اچھا نہیں ہے۔

تنبیہ: حضرت فاطمہؓ اور رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کا (سوائے حضرت ام حبیبہؓ کے) مہر ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ (1 کلو 527 گرام 75 ملی گرام) چاندی تھی۔

رخصتی سے پہلے طلاق ہو جائے

اس صورت میں طے شدہ مہر کا نصف عورت کو دلایا جائے گا۔

مسئلہ: ایک ہزار روپے یا دس ہزار روپے اپنی حیثیت کے موافق مہر مقرر کیا پھر شوہر نے اپنی خوشی سے کچھ مہر اور بڑھا دیا اور کہا ہم ہزار کی جگہ ڈیڑھ ہزار دیں گے تو جتنے روپے زیادہ دینے کو کہے وہ بھی واجب ہو گئے۔ نہ دے گا تو گناہگار ہوگا اور اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق مل گئی تو جس قدر اصل مہر تھا اسی کا آدھا دیا جائے گا جتنا بعد میں بڑھایا تھا اس کو شمار نہ کریں گے۔ اسی طرح عورت نے اپنی خوشی و رضا مندی سے اگر کچھ معاف کر دیا تو جتنا معاف کیا اتنا معاف ہوگیا اب اس کے پانے کی مستحق نہیں اور اگر خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق ہو جائے تو باقی مہر کا نصف ملے گا۔

مسئلہ: اگر شوہر مہر پہلے دے چکا تھا پھر رخصتی سے پیشتر طلاق دی تو عورت کو نصف مہر واپس کرنا ہوگا۔

پورا مہر کب مؤکد ہوتا ہے

پورا مہر محض عقد نکاح سے ہی واجب ہو جاتا ہے لیکن اس میں احتمال ہوتا ہے کہ اگر کہیں رخصتی سے قبل طلاق ہو جائے تو مہر نصف ملے گا اس لیے پورا مہر مندرجہ ذیل اسباب سے مؤکد ہوتا ہے۔

☼ ١ میاں بیوی کا صحبت کرنا۔

☼ ٢ شوہر کا بیوی کے ساتھ خلوت صحیحہ میں رہنا۔

خلوت صحیحہ وہ خلوت وتنہائی ہوتی ہے جس میں جماع کرنے سے کوئی حسی، طبعی یا شرعی رکاوٹ نہ ہو۔ حسی رکاوٹ کی مثال یہ ہے کہ شوہر یا بیوی کو ایسا مرض لاحق ہو کہ اس کے ہوتے ہوئے جماع پر قدرت نہ ہو یا جماع سے ضرر ہوتا ہو اور شرعی رکاوٹ کی مثال یہ ہے کہ ان میں سے کوئی حالت احرام میں ہو۔

☼ ٣ رخصتی سے پیشتر شوہر یا بیوی کی وفات ہونا۔

☼ ٤ رخصتی کے بعد بیوی کو ایک طلاق بائن دی پھر عدت کے دوران میں دوبارہ نکاح کرلیا تو دوسرا مہر فوراً ہی موکد ہوگیا۔

مسئلہ: کسی نے ہزار یا دس بیس ہزار اپنی حیثیت کے موافق کچھ مہر مقرر کیا اور بیوی کو رخصت کرا لایا اور اس سے صحبت تو نہیں کی لیکن تنہائی میں میاں بیوی کسی ایسی جگہ رہے جہاں صحبت کرنے سے روکنے والی اور منع کرنے والی کوئی بات نہ تھی تو پورا مہر جتنا مقرر کیا ادا کرنا واجب ہے اور اگر ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور مرد نے طلاق دے دی تو آدھا مہر دینا واجب ہے اور اگر ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی کہ میاں بیوی میں سے ایک کا انتقال ہو گیا تب بھی پورا مہر دینا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں میں سے کوئی بیمار تھا یا رمضان کا روزہ رکھے ہوئے تھا یا حج کا احرام باندھے ہوا تھا یا عورت کو حیض تھا یا وہاں کوئی جھانکتا تھا ایسی حالت میں دونوں کی یکجائی اور تنہائی ہوئی تو ایسی تنہائی کا اعتبار نہیں۔ اس سے پورا مہر واجب نہیں ہوا۔ اگر طلاق مل جائے تو آدھا مہر پانے کی مستحق ہوگی۔ البتہ اگر رمضان کا روزہ نہ تھا بلکہ قضا یا نفل یا نذر کا روزہ دونوں میں سے کوئی رکھے ہوئے تھا ایسی حالت میں تنہائی میں رہی تو پورا مہر پانے کی مستحق ہے شوہر پر پورا مہر واجب ہو گیا۔

مسئلہ: شوہر نامرد ہے لیکن دونوں میاں بیوی میں ویسی تنہائی ہو چکی تب بھی پورا مہر پائے گی۔

مسئلہ: میاں بیوی تنہائی میں رہے لیکن لڑکی اتنی چھوٹی ہے کہ صحبت کے قابل نہیں یا لڑکا بہت چھوٹا ہے کہ صحبت نہیں کر سکتا تو اس تنہائی سے بھی پورا مہر واجب نہیں ہوا۔

مہر معجّل اور مہر مؤجل

جس مہر کے بارے میں طے ہو کہ نکاح ہوتے ہی یا پہلی ملاقات میں دینا ہے وہ مہر معجّل کہلاتا ہے اور جس کے بارے میں طے ہو کہ وہ اتنے عرصہ بعد دینا ہوگا یا لڑکی کے مانگنے پر دینا ہوگا وہ مہر مؤجل کہلاتا ہے۔

مسئلہ: جس مہر کے معجّل یا مؤجل ہونے کا کچھ ذکر نہ کیا جائے اس میں عرف و رواج کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

مسئلہ: جہاں کہیں پہلی ہی رات کو سب مہر دے دینے کا دستور ہو وہاں اول ہی رات سارا مہر لینے کا عورت کو اختیار ہے اگر اول دن نہ مانگا تو جب مانگے تب مرد کو دینا واجب ہے دیر نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: جہاں یہ دستور ہے کہ مہر کا لین دین طلاق کے بعد یا مر جانے کے بعد ہوتا ہے کہ جب طلاق مل جاتی ہے تب عورت مہر کا دعویٰ کرتی ہے یا مرد مر گیا اور کچھ مال چھوڑ گیا تو اس مال میں سے لے لیتی ہے اور اگر عورت مر گئی تو اس کے وارث مہر کے دعوے دار ہوتے ہیں اور جب تک میاں بیوی ساتھ رہتے ہیں تب تک نہ کوئی دیتا ہے نہ وہ مانگتی ہے تو ایسی جگہ اس دستور کی وجہ سے طلاق ملنے سے پہلے مہر کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ البتہ پہلی رات کو جتنے مہر کے پیشگی دینے کا دستور ہے اتنا مہر پہلے دینا واجب ہے۔ ہاں اگر کسی قوم میں یہ دستور نہ ہو تو اس کا یہ حکم نہ ہوگا۔

مسئلہ: جتنا مہر پیشگی دینے کا دستور ہے اگر اتنا مہر پیشگی نہ دیا یا نکاح میں کل یا بعض مہر پیشگی دینا طے ہوا لیکن شوہر نے پیشگی نہ دیا تو عورت کو اختیار ہے کہ جب تک اتنا نہ پائے تب تک مرد کو ہم بستر نہ ہونے دے اور اگر ایک دفعہ صحبت کر چکا ہے تب بھی اختیار ہے کہ اب دوسری دفعہ یا تیسری دفعہ قابو نہ پانے دے اور اگر وہ اپنے ساتھ پردیس لے جانا چاہے تو اتنا مہر لیے بغیر پردیس نہ جائے۔

اسی طرح اگر عورت اس حالت میں اپنے کسی محرم عزیز کے ساتھ پردیس چلی جائے یا مرد کے گھر سے اپنے میکے چلی جائے تو مرد اس کو روک نہیں سکتا۔ اور جب اتنا مہر دے دیا تو اب شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کی مرضی کے بغیر کہیں آنا جانا جائز نہیں اور شوہر کا جہاں جی چاہے اسے لے جائے۔ جانے سے انکار درست نہیں۔

اگر نکاح کے وقت مہر کا بالکل ذکر نہ ہو یا مجہول یا حرام شے کا بطور مہر ذکر ہو

مسئلہ: اگر نکاح کے وقت مہر کا بالکل ذکر نہیں کیا گیا کہ کتنا ہے یا اس شرط پر نکاح کیا کہ بغیر مہر کے نکاح کرتا ہوں کچھ مہر نہ دوں گا یا کسی حرام چیز مثلاً شراب کو مہر بنایا یا

مجہول قسم کی چیز ذکر کی مثلاً کہا جانور دوں گا یا کپڑا دوں گا کہ اس کی نوع کو ذکر نہیں کیا پھر دونوں میں سے کوئی مر گیا یا ان میں خلوت صحیحہ پائی گئی تب بھی مہر دلایا جائے گا اور اس صورت میں مہر مثل دینا ہوگا اور اگر اس صورت میں خلوت صحیحہ سے پہلے مرد نے طلاق دے دی تو مہر پانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ فقط ایک جوڑا کپڑا پائے گی اور یہ جوڑا دینا مرد پر واجب ہے نہ دے گا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: ہمارے علاقوں میں جوڑے میں فقط چار کپڑے مرد پر واجب ہیں ایک کرتہ ایک سربند یعنی دوپٹہ ایک پائجامہ یا ساڑھی، جس چیز کا دستور ہو ایک بڑی چادر جس میں سر سے پیر تک لپٹ سکے۔ اس کے سوا اور کوئی کپڑا واجب نہیں۔

مسئلہ: کپڑے دینے میں مرد و عورت دونوں کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر دونوں مال دار ہوں تو اعلیٰ کوالٹی کے کپڑے دے اگر دونوں غریب ہوں تو گھٹیا کوالٹی کے اور اگر دونوں درمیانے درجے کے ہوں یا ایک مال دار ہو اور ایک غریب ہو تو درمیانے کپڑے دے لیکن ہر حال میں یہ خیال رہے کہ اس جوڑے کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے نہ بڑھے اور ایک تولہ پونے چار ماشہ چاندی کی قیمت سے کم کا بھی نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بہت قیمتی کپڑے جن کی قیمت مہر مثل کے آدھے سے بڑھ جائے مرد پر واجب نہیں۔ ویسے اپنی خوشی سے اگر وہ بہت قیمتی اور اس سے زیادہ بڑھیا کپڑے دے دے تو اور بات ہے۔

مسئلہ: نکاح کے وقت تو کچھ مہر مقرر نہیں کیا گیا لیکن نکاح کے بعد میاں بیوی دونوں نے اپنی خوشی سے کچھ مقرر کر لیا تو اب مہر مثل نہ دلایا جائے گا بلکہ دونوں نے اپنی خوشی سے جتنا مقرر کر لیا ہے وہی دلایا جائے گا۔ البتہ اگر ویسی تنہائی و یکجائی ہونے سے پہلے ہی طلاق مل گئی تو اس صورت میں مہر پانے کی مستحق نہیں ہے بلکہ صرف وہی ایک جوڑا کپڑا ملے گا۔

مہر مثل کا بیان

خاندانی مہر یعنی مہر مثل کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کے باپ کے گھرانے میں

کوئی دوسری عورت دیکھو جو اس کے مثل ہو یعنی اگر یہ کم عمر ہے تو وہ بھی نکاح کے وقت کم عمر ہو۔ اگر یہ خوبصورت ہے تو وہ بھی خوبصورت ہو۔ اس کا نکاح کنوارے پن میں ہوا ہے تو اس کا نکاح بھی کنوارے پن میں ہوا ہو۔ نکاح کے وقت جتنے درجے کی مال دار یہ ہے اتنی ہی وہ بھی ہو جس شہر و دیس کی یہ رہنے والی ہے اس دیس کی وہ بھی ہو۔ اگر یہ دین دار ہوشیار' سلیقہ دار پڑھی لکھی ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہو۔ غرض کہ جس وقت اس کا نکاح ہوا ہے اس وقت ان باتوں میں وہ بھی اس کے مثل تھی جس کا اب نکاح ہوا تو جو مہر اس کا مقرر ہوا تھا وہی اس کا مہر مثل ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وصف کی مقدار میں دونوں یکساں ہوں بلکہ مراد یہ ہے کہ اصل وصف میں دونوں شریک ہوں۔ اسی طرح شوہر کی حالت کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ وہ اگر بڑی عمر کا ہے تو جوان کے مقابلے میں عام طور سے اس سے زیادہ مہر لیا جاتا ہے۔

مسئلہ: باپ کے گھرانے کی عورتوں سے مراد اس کی بہنیں' پھوپھی' چچا زاد وغیرہ یعنی اس کی ددھیالی لڑکیاں ہیں۔ مہر مثل دیکھنے میں ماں کا مہر نہ دیکھیں گے۔ ہاں اگر ماں بھی باپ ہی کے گھرانے میں سے ہو جیسے باپ نے اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کر لیا تھا تو اس کا مہر بھی مہر مثل کہا جائے گا۔

مسئلہ: مہر مثل کی جو تعریف اوپر لکھی گئی ہے اس کی تحقیق کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں زوجین کی صفات کے اختلاف سے مہر بدلتا ہے اور جہاں مہر خاندانی ہر حال میں ایک ہو کہ خاندان کی ہر لڑکی کا مہر اس سے کم نہ ہوگا اور اکثر حالات میں زیادہ بھی نہیں ہوتا تو وہاں مہر خاندان ہی مہر مثل ہوگا۔ ہندوستان و پاکستان کے اکثر مقامات میں ہر قوم کا مہر معین ہوتا ہے اس سے کم و بیش نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسی کو مہر خاندانی کہا جائے گا اور اگر کسی قوم میں مہر کی مختلف مقداریں ہوں تو ہر لڑکی کی پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں کا مہر اس کے حق میں مہر مثل ہوگا۔

تنبیہ: اوپر جس مہر مثل کا ذکر ہے وہ اس وقت آتا ہے جب نکاح تو صحیح ہو لیکن یا تو مہر مذکور نہ ہو یا مہر میں مجہول شے کا ذکر ہو یا حرام شے کا ذکر ہو۔

اس کے بجائے اگر نکاح فاسد ہوا ہو پھر خواہ اس میں مہر کا ذکر ہوا ہو یا نہ ہوا ہو پھر صحبت بھی ہوئی یا کسی شبہ سے کسی اجنبی عورت سے جماع ہوگیا ہو تو اس میں بھی مہر مثل واجب ہوتا ہے لیکن یہاں مہر مثل سے مراد وہ مہر ہے جو اور صفات سے قطع نظر کر کے محض عورت کی خوبصورتی کی بنا پر مقرر کیا جائے۔

نکاح فاسد سے یا شبہ سے کسی عورت سے صحبت کرنے پر مہر مثل کا حکم

مسئلہ: کسی نے بے قاعدہ یعنی فاسد نکاح کر لیا تھا اس لیے میاں بیوی میں جدائی کرا دی گئی جیسے کسی نے چھپا کے اپنا نکاح کر لیا دو گواہوں کے سامنے نہیں کیا یا دو گواہ تو تھے لیکن بہرے تھے۔ انہوں نے وہ لفظ نہیں سنے جن سے نکاح بندھتا ہے۔ یا کسی کے شوہر نے طلاق دے دی تھی یا مر گیا تھا اور ابھی عدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ اس نے دوسرے مرد کو لاعلم رکھ کر اس سے نکاح کر لیا یا کوئی اور ایسی ہی بے قاعدہ بات ہوئی اس لیے دونوں میں جدائی کرا دی گئی لیکن ابھی مرد نے صحبت نہیں کی ہے تو کچھ مہر نہیں ملے گا بلکہ اگر معتبر تنہائی میں ایک جگہ رہے ہوں تب بھی مہر نہ ملے گا۔ البتہ اگر صحبت کر چکا ہو تو مہر مثل دلایا جائے گا۔ لیکن اگر نکاح کے وقت کچھ مہر طے ہوا تھا اور مہر مثل اس سے زیادہ ہے تو وہی طے شدہ مہر ملے گا مہر مثل نہ ملے گا۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی سمجھ کر غلطی سے کسی غیر عورت سے صحبت کر لی تو اس کو بھی مہر مثل دینا پڑے گا اور اس صحبت کو زنا نہیں کہیں گے نہ کچھ گناہ ہوگا بلکہ اگر حمل ٹھہر گیا تو اس بچے کا نسب بھی ٹھیک ہے اور وہ غلطی سے صحبت کرنے والے کی طرف منسوب ہوگا اس کے نسب میں کچھ دھبہ نہیں ہے اور اس کو حرامی کہنا درست نہیں اور جب معلوم ہوگیا کہ میری بیوی نہ تھی تو اب اس عورت سے الگ رہے۔ اب صحبت کرنا درست نہیں اور اس عورت کو بھی عدت بیٹھنا واجب ہے اب بغیر عدت پوری کیے اس کا اپنے میاں کے ساتھ بیٹھنا اور بوس و کنار کرنا اور میاں کا صحبت کرنا درست نہیں۔

مہر کے چند دیگر مسائل

مسئلہ: مہر میں روپیہ، پیسہ، سونا چاندی کچھ مقرر نہیں کیا بلکہ کوئی جائداد یا کوئی باغ یا کچھ

زمین مقرر کی تو یہ بھی درست ہے اور جو مقرر کیا ہے وہی دینا پڑے گا۔

مسئلہ: اگر حج کرانے کو مہر مقرر کیا تو خاوند کے ذمہ حج کا خرچہ ہوگا۔

مسئلہ: عورت اگر اپنا مہر خوش دلی سے معاف کر دے تو جائز ہے اور مہر معاف ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر شوہر نے کچھ دباؤ ڈال کر، دھمکا کر اور تنگ کر کے مہر معاف کرا لیا تو اس معاف کرنے سے معاف نہیں ہوا۔ اب بھی اس کے ذمہ ادا کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: لڑکی کا جہیز بنانے کے لیے لڑکی کا والد یا سرپرست مہر وصول کر سکتا ہے۔

مسئلہ: کسی مرد یا کسی عورت نے کسی کنواری کو خواہ وہ بالغہ ہو یا نابالغہ ہو دھکا دیا جس کی وجہ سے اس کا پردہ بکارت (Hymen) پھٹ گیا تو مجرم کے ذمے مجروح لڑکی کا مہر مثل واجب ہوگا۔ یہی حکم اس وقت ہے جب کسی پتھر یا کسی آلہ کے ذریعہ ایسا کیا گیا ہو۔

باب:۵

بیویوں میں برابری کرنے کا بیان

مسئلہ: جس کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو مرد پر واجب ہے کہ سب کو برابر رکھے جتنا ایک عورت کو دیا ہے دوسری بھی اتنے ہی کی دعوے دار ہو سکتی ہے۔ اگر ایک کے پاس ایک رات رہا تو دوسری کے پاس بھی ایک رات رہے۔ اس کے پاس دو یا تین راتیں رہا تو اس کے پاس بھی دو یا تین راتیں رہے۔ جتنا مال، زیور، کپڑے ایک کو دیئے اتنے ہی دوسری کو بھی دے۔ البتہ اگر ایک مال دار گھرانے کی ہو اور دوسری غریب گھرانے کی ہو تو پھر ہر ایک کے حسب حال خرچہ دے سکتا ہے۔

مسئلہ: جس کا نیا نکاح ہوا اور جو پرانی ہو چکی دونوں کا حق برابر ہے کچھ فرق نہیں۔

مسئلہ: برابری فقط رات کے رہنے میں ہے دن کے رہنے میں برابری ہونا ضروری نہیں۔ اگر دن میں ایک کے پاس زیادہ رہا اور دوسری کے پاس کم رہا تو کچھ حرج نہیں اور رات میں برابری واجب ہے۔ اگر ایک کے پاس مغرب کے بعد ہی آ گیا اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد آیا تو گناہ ہوا۔ البتہ جو شخص رات کو نوکری میں لگا رہتا ہو اور دن کو گھر میں رہتا ہو جیسے چوکیدار، پہرے دار اس کے لیے دن کو برابری کا حکم ہے۔

مسئلہ: صحبت کرنے میں برابری کرنا واجب نہیں ہے۔ یعنی اگر ایک کی باری میں صحبت کی ہے تو دوسری کی باری میں بھی صحبت کرے یہ ضروری نہیں۔ البتہ مستحب ہے۔

مسئلہ: ایک بیوی کی باری میں رات کے وقت یعنی مغرب کے بعد سے دوسری بیوی کے ہاں نہ جائے۔ ہاں اگر وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لیے جا سکتا ہے۔ اور اگر وہ زیادہ بیمار ہو جائے اور اس کی خبر گیری کرنے والا کوئی اور نہ ہو تو شوہر اس کی صحت یا موت تک اس کے پاس رہ سکتا ہے۔

مسئلہ: جب شوہر ایسا بیمار ہو جائے کہ ایک بیوی کے کمرے یا گھر سے دوسری بیوی

کے کمرے یا گھر تک نہیں جا سکتا تو اس میں دو صورتیں ہیں۔

- اگر شوہر خاص اپنے کمرے میں ہو تو ہر بیوی کو اس کی باری میں اپنے کمرے میں بلا لے۔
- صحت تک ایک بیوی کے کمرے یا گھر میں رہے اور جتنے دن یہاں رہا اتنے ہی دوسری کے ہاں رہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب شوہر سب کے ہاں اتنی مدت رہنے کی نیت کرے۔ ورنہ صحت کے بعد نئے سرے سے باری کرے۔

مسئلہ: ایک بیوی اپنی باری سوکن کو دے سکتی ہے۔ لیکن بعد میں اگر کسی وقت وہ دوبارہ اپنی باری جاری کرنے کا مطالبہ کرے تو جائز ہے اور اس کو باری ملے گی۔

مسئلہ: اگر کوئی اپنی بیویوں میں برابری نہ کرتا رہا اور اب سمجھ آئی تو آئندہ سے برابری کرے اور سابقہ غلطی پر توبہ کرے۔

مسئلہ: ایک کی باری میں دوسری سے صحبت نہ کرے اگرچہ دن میں ہی ہو۔

مسئلہ: ایک عورت سے زیادہ محبت ہے اور دوسری سے کم تو اس میں کچھ گناہ نہیں کیونکہ دل اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔

مسئلہ: سفر میں جاتے وقت برابری واجب نہیں جس کو جی چاہے ساتھ لے جائے اور بہتر یہ ہے کہ قرعہ ڈال لے جس کا نام نکلے اس کو لے جائے تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ سفر میں ساتھ لے جانے کا برابری میں حساب نہ ہوگا۔

۞۞۞

باب:٦

بیوی کا مجامعت میں حق

مسئلہ: نکاح کے بعد ایک مرتبہ مجامعت بیوی کا ایسا حق ہے جس کے لیے وہ قانونی چارہ جوئی بھی کرسکتی ہے۔ اگر نامردی (Impotency) کی بنا پر شوہر ایسا نہ کر سکے تو بیوی نکاح فسخ بھی کرا سکتی ہے۔

مسئلہ: ایک مرتبہ سے زائد میں یہ صورت ہے کہ ہر چار مہینے میں ایک مرتبہ یہ بھی بیوی کا حق ہے جو شوہر کے ذمہ واجب ہے اور عورت کی رضامندی اور خوشی کے بغیر مجامعت ترک کیے پورے چار مہینے گزار دینا جائز نہیں ہے۔ پھر اس وجوب میں اختلاف ہے۔ عام قول یہ ہے کہ یہ وجوب از روئے دیانت ہے یعنی مرد کو یہ حق ادا نہ کرنے پر گناہ ہوتا ہے اگرچہ بیوی اس کے لیے قانونی چارہ جوئی نہیں کرسکتی لیکن بعض دوسرے فقہاء کا کہنا ہے کہ اس کے لیے بھی عورت عدالت کے ذریعے سے شوہر کو اس کی ادائیگی پر مجبور کر سکتی ہے۔ البتہ بیماری یا عارضی نامردی پیش آجائے تو یہ اس حق کی ادائیگی میں عذر بن سکتا ہے۔

مسئلہ: بیوی کی رضامندی سے شوہر چار مہینے سے زائد مجامعت کو چھوڑ سکتا ہے لیکن پھر جب بیوی کا مطالبہ ہو تو شوہر کو اس کا مطالبہ پورا کرنا ہوگا۔

مسئلہ: بیوی سے ایک دن میں اس کی طاقت سے زائد مقدار میں مجامعت کرنا یعنی جس سے اس کو ضرر و تکلیف ہو جائز نہیں۔ اگر معاملہ عدالت میں چلا جائے تو عورت اپنے تحمل کے بارے میں بیان دے اور اس پر قسم بھی کھائے جس پر قاضی و جج شوہر پر اس مقدار سے زائد پر پابندی لگا دے۔

مسئلہ: لڑکی اگر ابھی نابالغ ہو اور اس کا شوہر بالغ ہو چکا ہو تو اگر لڑکی کا جسم اتنا اچھا ہے کہ وہ مرد کا تحمل کر سکتی ہے تو شوہر اس کی رخصتی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر لڑکی کا باپ

شوہر سے متفق نہ ہوتو قاضی وجج اس لڑکی کا لیڈی ڈاکٹر وغیرہ سے معائنہ کرا کر فیصلہ دے گا۔

مسئلہ: بالغہ لڑکی بھی اگر ایسے ہلکے اور کمزور جسم والی ہو کہ مرد کا تحمل نہ کرسکتی ہوتو اس کے باپ کو یہ حکم نہیں دیا جا سکتا کہ وہ لڑکی کو شوہر کے سپرد کردے۔

نامردی کی بناء پر فسخ نکاح کی تفصیل

نامردی اس کو کہتے ہیں کہ آلہ تناسل ہونے کے باوجود مرد جماع کرنے پر قادر نہ ہو خواہ یہ حالت کسی مرض کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا ضعف کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے یا اس وجہ سے ہو کہ کسی نے اس پر جادو کردیا ہو۔ اگر ایسا شخص ہو کہ ایک بیوی سے جماع کرنے پر قادر ہے اور دوسری پر نہیں تو جس سے جماع پر قدرت نہیں اس کے حق میں یہ شخص نامرد سمجھا جائے گا۔

نامرد کی زوجہ کو ان شرائط کے ساتھ اپنے خاوند سے تفریق اور علیحدگی اختیار کرنے کا شرعاً حق ہے۔

پہلی شرط

یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اس کے نامرد ہونے کا علم نہ ہو۔ اگر نکاح سے پہلے اس کا علم تھا اور اس کے باوجود نکاح کیا تو اب اس کو تفریق کا حق نہیں ہوگا۔

دوسری شرط

یہ ہے کہ شوہر نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی بیوی سے جماع نہ کرسکا ہو۔ اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد نامرد ہوا تو عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہوگا۔

تیسری شرط

یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے نامرد ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے عورت نے شوہر کے ساتھ رہنے پر رضامندی کی تصریح نہ کی ہو۔ سکوت کو بھی رضامندی نہ سمجھا جائے گا۔

چوتھی شرط

یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی و جج عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں علیحدگی کو اختیار کر لے۔ کسی اور بات میں لگ گئی یا وہاں سے اٹھ گئی تو پھر اختیار نہ رہے گا۔

علیحدگی حاصل کرنے کا طریقہ

عورت اپنا معاملہ کسی مسلمان جج کی عدالت میں پیش کرے۔ جج واقعہ کی تحقیق کرے یعنی پہلے شوہر سے دریافت کرے۔

۱۔ اگر وہ خود اقرار کرے کہ وہ جماع پر قادر نہیں ہوا تو جج اس کو علاج کی خاطر ایک شمسی سال کی مہلت دے دے۔ اس سال بھر کے عرصہ میں اگر شوہر علاج کر کے تندرست اور جماع پر قادر ہو گیا اور ایک مرتبہ بھی جماع کر لیا تو عورت کو علیحدگی کا حق نہیں رہا۔ اور اگر اس عرصہ میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ کر سکا تو عورت کے دوبارہ درخواست دینے پر جج تحقیق کرے۔ اگر شوہر اقرار کر لے کہ وہ قادر نہیں ہوا تو جج عورت کو اختیار دے دے کہ اگر علیحدگی درکار ہو تو طلب کرو۔ عورت اگر اسی وقت علیحدگی طلب کر لے تو جج دونوں میں تفریق کر دے مثلاً یوں کہہ دے کہ میں نے تجھ کو اس کے نکاح سے الگ کر دیا۔ یہ تفریق ایک طلاق بائنہ شمار ہوتی ہے۔

۲۔ اگر خاوند جماع کا دعوی کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے:

(ا) اگر عورت باکرہ ہونے کا دعویٰ نہ کرتی ہو تو مرد سے اس کے قول پر قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم کھا لے تو عورت کا دعویٰ خارج کر دیا جائے گا اور اگر وہ قسم نہ کھائے تو علاج کے لیے اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

(ب) اور اگر عورت باکرہ ہونے کا دعوی کرتی ہو تو اس کا معائنہ کرایا جائے گا:

(i) معائنہ ہونے پر اس کا باکرہ ہونا ثابت نہ ہو تو شوہر سے اس کے قول پر قسم لی

جائے گی۔ اگر وہ قسم کھالے تو عورت کا دعوی خارج کر دیا جائے گا اور اگر وہ قسم نہ کھائے تو علاج کے لیے اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

(ii) معائنہ پر وہ باکرہ ثابت ہو تو شوہر کو ایک سال کی مہلت علاج کے لیے دی جائے گی۔

سال کی مہلت ختم ہونے پر اگر عورت پھر درخواست دے کہ اس کا شوہر ابھی تک اس سے جماع نہیں کر سکا لیکن شوہر جماع کا دعویٰ کرے تو۔

(الف) مہلت دیتے وقت اگر عورت باکرہ تھی تو اب دوبارہ معائنہ کرایا جائے گا۔ اگر اب بھی باکرہ ہونا ثابت ہو تو عورت کو تفریق طلب کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔

(ب) مہلت دیتے وقت اگر عورت باکرہ نہ تھی یا اس وقت تو باکرہ تھی لیکن اب باکرہ نہ ہو تو شوہر سے اس کے قول پر حلف لیا جائے گا۔ اگر وہ حلف اٹھالے تو عورت کا مقدمہ خارج کر دیا جائے گا اور اگر وہ حلف اٹھانے سے انکار کر دے تو عورت کو تفریق طلب کرنے کا اختیار دیا جائے گا۔

3: وہ خصی جس کو انتشار نہیں ہوتا اس کا بھی یہی حکم ہے جو نامرد کا ہے۔

مسئلہ: جس کا عضو تناسل کٹا ہوا ہو یا خلقتاً اتنا چھوٹا ہو کہ نہ ہونے کے برابر ہو اس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں بلکہ پہلی ہی درخواست پر تحقیق کر کے عورت کو اختیار دے دیا جائے گا۔

★...★...★

باب: ۷

روٹی کپڑے اور رہائش کا بیان

مسئلہ: بیوی کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے۔ عورت چاہے کتنی مال دار ہو مگر خرچ مرد ہی کے ذمہ ہے اور رہنے کے لیے گھر دینا بھی مرد کے ذمہ ہے۔

مسئلہ: نکاح ہو گیا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تب بھی روٹی کپڑے کی دعوے دار ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر مرد نے رخصت کرانا چاہا پھر بھی رخصتی نہیں ہوئی تو روٹی کپڑا پانے کی مستحق نہیں۔

مسئلہ: بیوی بہت چھوٹی ہے کہ صحبت کے قابل نہیں تو اگر مرد نے کام کاج کے لیے یا اپنا دل بہلانے کے لیے اس کو اپنے گھر رکھ لیا تو اس کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے اور اگر نہ رکھا میکے بھیج دیا تو واجب نہیں۔

مسئلہ: اگر شوہر چھوٹا نابالغ ہو لیکن عورت بڑی ہو تو اس کو روٹی کپڑا ملے گا۔

مسئلہ: روٹی کپڑے میں دونوں کی رعایت کی جائے گی۔ اگر دونوں مال دار ہوں تو امیروں کی طرح کا کھانا کپڑا ملے گا اور اگر دونوں غریب ہوں تو غریبوں کی طرح کا اور اگر ایک امیر اور دوسرا غریب ہو تو درمیانہ روٹی کپڑا ملے گا یعنی جو امیری سے کم اور غریبی سے زیادہ ہو۔

مسئلہ: عورت سال میں کپڑے کے دو جوڑے لینے کی حق دار ہے ایک گرمی کا ایک سردی کا۔

مسئلہ: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زوجین آپس میں باہمی سمجھوتہ سے کوئی خرچہ مقرر کر لیں یا اختلاف کی صورت میں عدالت یا یونین کونسل سے مقرر کرا لیں۔

مسئلہ: عورت اگر بیمار ہے کہ گھر کا کام کاج نہیں کر سکتی یا ایسے بڑے گھر کی ہے کہ اپنے ہاتھ سے پیسنے، کوٹنے، کھانا پکانے کا کام نہیں کر سکتی بلکہ عیب سمجھتی ہے اور وہاں

کے رواج میں لوگ اس کو گھٹیا بات سمجھتے ہیں تو عورت کو پکا پکایا کھانا دیا جائے گا اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہ ہو تو گھر کا سب کام کاج اپنے ہاتھ سے کرنا واجب ہے۔ یہ سب کام خود کرے' مرد کے ذمہ فقط اتنا ہے کہ چولہا' چکی' کچا اناج' لکڑی کھانے پینے کے برتن وغیرہ لادے وہ اپنے ہاتھ سے پکائے اور کھائے۔

مسئلہ: تیل' کنگھی' صابن' وضو اور نہانے کا پانی مرد کے ذمہ ہے اور سرمہ مسی پان تمبا کو مرد کے ذمہ نہیں۔

مسئلہ: عورت کے اپنے کپڑوں کی دھلائی کے لیے دھوبی کی تنخواہ و اجرت مرد کے ذمہ نہیں۔ اپنے ہاتھ سے دھوئے اور پہنے اور اگر مرد دے دے تو اس کا احسان ہے۔

مسئلہ: دائی جنائی کی مزدوری اس پر ہے جس نے بلوایا۔ مرد نے بلایا ہو تو مرد پر اور عورت نے بلوایا ہو تو اس پر اور جو بغیر بلائے آ گئی تو مرد پر ہے۔ بالفاظ دیگر اگر مرد خود عورت کو لیڈی ڈاکٹر کے پاس ہسپتال لے گیا یا عورت سے کہا کہ وہ خود چلی جائے خرچہ وہ دے گا تو خرچہ مرد کے ذمہ ہے اور اگر عورت از خود چلی گئی تو خرچہ عورت کے ذمہ ہوگا۔

مسئلہ: جتنے زمانے تک شوہر کی اجازت سے اپنے ماں باپ کے گھر رہے اتنے زمانے کا روٹی کپڑا بھی مرد سے لے سکتی ہے۔

مسئلہ: عورت حج کرنے گئی تو اتنے زمانے کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ نہیں۔ البتہ اگر شوہر بھی ساتھ ہو تو اس زمانہ کا خرچ بھی ملے گا لیکن روٹی کپڑے کا جتنا خرچ گھر میں ملتا تھا اتنا ہی پانے کی مستحق ہے جو کچھ زیادہ لگے اپنے پاس سے لگائے اور ریل اور جہاز وغیرہ کا کرایہ بھی مرد کے ذمہ نہیں ہے۔

مسئلہ: عورت بیمار پڑ گئی تو بیماری کے زمانے کا روٹی کپڑا پانے کی مستحق ہے چاہے مرد کے گھر بیمار پڑے یا اپنے میکے میں' لیکن اگر بیماری کی حالت میں مرد نے بلایا پھر قدرت کے باوجود بھی نہیں آئی تو اب اس کے پانے کی مستحق نہیں رہی اور بیماری کی حالت میں فقط روٹی کپڑے کا خرچ ملے گا۔

مسئلہ: اگر باپ بہت بیمار ہے اور اس کا کوئی خبر لینے والا نہیں تو ضرورت کے موافق وہاں روز جایا کرے۔ اگر باپ بے دین کافر ہو تب بھی یہی حکم ہے بلکہ اگر شوہر منع بھی کرے تب بھی جانا چاہیے لیکن شوہر کے منع کرنے پر جانے سے روٹی کپڑے کا حق نہ رہے گا۔

مسئلہ: جتنا مہر پہلے دینے کا دستور ہے یا پہلے دینا طے ہوا ہے وہ مرد نے نہیں دیا اس لیے عورت مرد کے گھر نہیں جاتی تو اس کو روٹی کپڑا دلایا جائے گا اور اگر یوں ہی بے وجہ مرد کے گھر نہ جاتی ہو تو روٹی کپڑا پانے کی مستحق نہیں ہے۔ جب جائے گی اس وقت سے دلایا جائے گا۔

مسئلہ: روٹی کپڑے کا خرچ ایک سال کا یا اس سے کم کا پیشگی دے دیا پھر شوہر کی وفات ہوگئی تو اب اس میں سے کچھ واپس نہیں لیا جا سکتا۔

مسئلہ: اگر شوہر نے کچھ عرصہ روٹی کپڑے کا خرچہ نہیں دیا اور عورت نے بھی نہیں مانگا تو اگر آپس کی رضامندی سے خرچہ مقرر کیا ہوا تھا یا عدالت وغیرہ کے ذریعے سے مقرر کرایا ہوا تھا تو عورت کو اس گزری ہوئی مدت کا خرچہ ملے گا اور اگر ان دونوں میں سے کوئی بات نہ تھی تو نہیں ملے گا۔

رہائش ملنے کا بیان

مسئلہ: مرد کے ذمہ یہ بھی واجب ہے کہ بیوی کے رہنے کے لیے کوئی ایسی جگہ دے جس میں شوہر کا کوئی رشتہ دار نہ رہتا ہو بالکل خالی ہو تاکہ میاں بیوی بالکل بے تکلفی سے رہ سکیں البتہ اگر عورت خود سب کے ساتھ رہنا گوارا کر لے تو ساجھے کے گھر میں رکھنا درست ہے۔

مسئلہ: گھر میں ایک جگہ عورت کو الگ کر دے جہاں وہ اپنا مال واسباب حفاظت سے رکھے اور خود اس میں رہے سہے اور اس کی کنجی قفل اپنے پاس رکھے کسی اور کو اس میں دخل نہ ہو فقط عورت ہی کے قبضہ میں رہے تو بس حق ادا ہوگیا۔ اگر مال دار ہو تو اس حصہ میں بیت الخلاء اور کھانا پکانے کی جگہ بھی ہو۔

مسئلہ: جس طرح عورت کو اختیار ہے کہ اپنے لیے کوئی الگ گھر مانگے جس میں مرد کا کوئی رشتہ دار نہ رہنے پائے فقط عورت کے قبضہ میں رہے اسی طرح مرد کو اختیار ہے کہ جس گھر میں عورت رہتی ہے وہاں اس کے رشتہ داروں کو نہ رہنے دے۔ نہ ماں کو نہ باپ کو نہ بھائی کو نہ کسی اور رشتہ دار کو۔

علاج معالجہ کا خرچہ

مسئلہ: علاج معالجہ کا خرچ شوہر کے ذمہ نہیں کیونکہ علاج کرانا خود واجب نہیں۔ تو ایک غیر واجب چیز کا خرچہ کسی دوسرے کے ذمے کیسے لازم اور واجب کیا جا سکتا ہے۔ جب یہ خرچہ مرد کے ذمہ نہیں تو اگر وہ پھر بھی عورت کو علاج کا خرچہ دے دے تو اس کا احسان ہے اور اگر وہ خرچہ نہ دے تو عورت اپنے پاس سے خرچ کرے اور اگر اس کے پاس اپنا مال نہ ہو اور وہ علاج کرانا چاہے تو وہ زکوٰۃ اور صدقہ لے کر علاج کرا سکتی ہے۔

متعنت کی زوجہ کا حکم

اصطلاح میں متعنت اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کو خرچہ وغیرہ نہ دے۔

ایسی عورت کو اول تو لازم ہے کہ کسی طرح خاوند سے خلع وغیرہ کر لے لیکن اگر بھرپور کوشش کے باوجود شوہر نہ مانے تو دو صورتوں میں عورت کو تفریق کا حق ملتا ہے۔

ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ تو کوئی شخص عورت کے خرچ کا بندوبست کرتا ہو اور نہ خود عورت حفظ و آبرو کے ساتھ کسب معاش پر قدرت رکھتی ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگرچہ سہولت یا دقت کے ساتھ خرچ کا انتظام تو ہو سکتا ہے لیکن شوہر علیحدہ رہتا ہو اور اس وجہ سے عورت کے معصیت میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔

تفریق کا طریقہ یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے جو

شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے معاملہ کی پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو خاوند سے کہا جائے کہ اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو طلاق دے دو ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر شوہر کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی بغیر کسی مہلت کے طلاق واقع کر دے۔ یہ طلاق رجعی شمار ہوگی۔

عدت کے دوران میں خرچہ اور رہائش کا حکم

مسئلہ: جس عورت کو طلاق مل گئی ہو خواہ رجعی ہو یا بائنہ یا مغلظہ وہ بھی عدت تک روٹی کپڑے اور رہنے کا گھر پانے کی مستحق ہے۔

مسئلہ: جس عورت کا خاوند مر گیا ہو تو چونکہ اس کو شوہر کے مال میں سے وراثت کا حصہ ملتا ہے اور باقی دوسرے وارثوں کا حق ہے اس لیے وہ مشترکہ ترکہ میں سے اپنا خرچہ لینے کی حق دار نہ ہوگی بلکہ ترکہ میں سے اس کو جو اپنا حصہ ملے گا اس میں سے خرچہ کرے۔ اگر شوہر اپنے ذاتی مکان میں رہتا تھا تو اس میں سے بیوی کو جو حصہ ملے اس میں عدت گزارے لیکن اگر وہ رہائش کے لیے ناکافی ہو تو دوسرے وارثوں پر واجب نہیں کہ وہ اپنے حصہ میں بیوی کو عدت کے ایام میں ٹھہرائیں بلکہ اگر خوشی سے اجازت دیں تو بہتر ہے ورنہ بیوہ دوسرے کسی قریب تر مکان میں عدت گزارے۔

اگر شوہر کرایہ کے مکان میں رہتا تھا اور عورت کو اس مکان کے کرایہ کی استطاعت نہ ہو تو وہ یہ مکان چھوڑ کر کسی دوسرے قریب تر مکان میں جا کر عدت گزارے۔

باب:۸

ضبط ولادت

اس کے مختلف طریقے اوران کے احکام یہ ہیں۔

- منع حمل (Contraception) یعنی کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ حمل نہ ٹھہرے خواہ اس کے لیے عورت گولیاں کھائے یا انجکشن لگوائے یا رحم میں چھلا رکھوائے یا مرد اپنے عضو پر غبارہ (Condom) چڑھالے۔

حکم

خاص خاص ضرورتوں کے تحت شخصی وانفرادی طور پر ایسا کرنا جائز ہے مثلاً

۱ عورت اتنی کمزور ہے کہ حمل کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتی۔

۲ عورت کسی دور دراز کے سفر میں ہے یا دور کے پر مشقت سفر مثلاً حج کا قصد ہے۔

۳ زوجین کے باہمی تعلقات ہموار نہیں اور علیحدگی کا قصد ہے۔

ان سب اعذار کا خلاصہ یہ ہے کہ شخصی اور انفرادی طور پر کسی شخص کو عذر پیش آجائے تو عذر کی حد تک اس طرح کا عمل بلا کراہت جائز ہوگا۔ بغیر عذر کے یہ عمل مکروہ ہے اور اس طرح عذر دور ہو جانے کے بعد بھی اس پر مداومت مکروہ ہے۔ اگر کوئی ایسی غرض یا ایسا خود ساختہ عذر ہو جو اسلامی اصولوں کے خلاف ہو تو یہ عمل ناجائز ہوگا۔ مثلاً

۱ اگر لڑکی ہوگئی تو بدنامی ہوگی۔

۲ مفلسی کا ڈر ہو۔

تنبیہ: ملکی بلکہ بین الاقوامی سطح پر ضبط ولادت کی جو تحریک چلائی جاتی ہے وہ چونکہ اس بنیاد پر قائم ہے کہ اگر آبادی زیادہ ہوگئی تو کہاں سے کھائے گی اور اس کے لیے وسائل

کہاں سے مہیا ہوں گے اس لیے یہ تحریک بھی حرام ہے اور اس فکر کے تحت ضبط ولادت کرنا بھی ناجائز ہے۔

اسقاط

جب حمل کو ایک سو بیس دن گزر جائیں تو جنین میں روح پھونک دی جاتی ہے لہٰذا اس مدت کے بعد اسقاط حمل بالکل حرام ہے اور اس کا مرتکب قتل کا مرتکب شمار ہوگا۔

اس مدت سے پیشتر یہ فعل بغیر کسی شدید قابل اعتبار عذر کے مکروہ ہے اگرچہ وہ قتل نفس نہ ہوگا۔ شرعاً قابل اعتبار عذر کی چند مثالیں یہ ہیں۔

- حمل ٹھہر گیا ہو لیکن بعض امراض کی بناء پر حمل کے بار کا تحمل نہ ہو۔
- حمل کے ظہور سے عورت کا دودھ ختم ہونے لگے اور پہلے سے موجود شیر خوار بچے کی اس وجہ سے کہ وہ کوئی اور دودھ قبول نہیں کرتا ہلاکت کا اندیشہ ہو۔

مصنوعی بانجھ پن

ضبط ولادت کی وجہ سے مرد کوئی آپریشن کرائے یا عورت کوئی آپریشن کرائے سب ناجائز اور حرام ہے۔

اسقاط کی وجہ سے جنین کی موت ہو جانے کے احکام

- جب حاملہ نے خود اسقاط کا کوئی طریقہ اختیار کیا ہو۔

❑ ۱ حاملہ نے شوہر کی رضامندی و اجازت کے بغیر عمداً اسقاط کیا خواہ کسی بھی قدیم و جدید طریقے سے۔ اگر بچہ مردہ پیدا ہو تو عورت کی عاقلہ (یعنی اس کی برادری) پر ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ایک سال میں واجب الادا ہوگی۔

❑ ۲ اگر شوہر کی اجازت سے کیا تھا پھر مر گیا تو عورت کی عاقلہ پر تاوان نہ آئے گا۔

❑ ۳ اگر بچہ زندہ پیدا ہوا لیکن پھر مر گیا تو عورت کے ذمہ میں پوری دیت اور کفارہ دونوں آئیں گے اگرچہ شوہر نے اجازت ہی کیوں نہ دی ہو کیونکہ اس صورت میں جرم ایسی جان پر ثابت ہوا جو فی الواقع زندہ پیدا ہوئی اور اس میں کسی کی

اجازت کا اعتبار نہیں جب کہ اوپر کے مسئلہ میں جرم ایسی ذات پر ہوا جو فی الواقع زندہ پیدا نہیں ہوئی اور اس کا زندہ پیدا ہونا مشکوک تھا کیونکہ حمل اور وضع حمل کے حالات پر خطر ہوتے ہیں۔

تنبیہ: مذکورہ بالا صورتوں میں عورت جنین اور بچے کے مال میں وراثت سے محروم رہے گی۔

- جب کسی دوسرے نے حاملہ کے پیٹ یا پشت وغیرہ پر ضرب لگائی ہو۔
- ♦ جنین مردہ پیدا ہوا تو ضارب کی عاقلہ پر ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی کا تاوان آئے گا جو ایک سال میں واجب الادا ہوگا۔
- ♦ بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو ضارب کی عاقلہ پر مکمل دیت آئے گی۔
- ♦ بچہ مردہ پیدا ہوا پھر ماں مر گئی تو ماں میں دیت اور بچہ میں تاوان آئے گا۔

مسئلہ: شوہر نے بیوی کے پیٹ پر ضرب لگائی جس کی وجہ سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو شوہر کی عاقلہ کے ذمہ تاوان آئے گا اور خود شوہر اس میں سے کچھ حاصل نہ کر سکے گا۔

باب:۹

تولید کے جدید طریقے

◆ مصنوعی تخم ریزی (Artificial Insemination)

مسئلہ: اگر منی اپنے زندہ شوہر کی ہو اور کسی مجبوری کی وجہ سے اس عمل کو اختیار کیا جائے تو علاج کے طور پر جائز ہے البتہ پردے اور ستر کی پابندی ضروری ہے۔ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ جائز اور ثابت النسب ہوگا۔

مسئلہ: بجائے شوہر کی منی کے جان بوجھ کر کسی دوسرے کی منی اس کی رضامندی سے اپنے فرج میں داخل کی تو بچہ منی والے کا نہ ہوگا بلکہ شوہر کا کہلائے گا۔ ہاں اگر شوہر اس کے اپنے سے ہونے کی نفی کر دے اور گواہوں سے ثابت کر دے کہ بیوی نے کسی غیر سے مصنوعی تخم ریزی کرائی ہے یا عورت خود اس کا اقرار کر لے تو پھر بچہ شوہر کا نہ ہوگا بلکہ صرف ماں کا ہوگا اور اس کا کوئی باپ نہ سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: شوہر وفات پا چکا ہو اور اس کا مادہ منویہ محفوظ کیا ہوا ہو تو بیوہ کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں اور موت کی وجہ سے نکاح ختم ہو جانے کے باعث اب وہ مادہ غیر شوہر کا ہو چکا ہے۔

◆ ٹیسٹ ٹیوب بے بی (Test Tube Fertilisation)

اس طریقہ تولید میں انجکشن کے ذریعہ مادہ منویہ حاصل کیا جاتا ہے اور آپریشن کر کے بیوی کا بیضہ انثیٰ (Ovum) نکالتے ہیں۔ پھر ایک شیشے کی نلکی (Test Tube) میں بیضہ انثیٰ کو مردانہ نطفہ سے بارآور کیا جاتا ہے۔ جب بارآور نطفہ علقہ کے مرحلہ تک نشو ونما پا لیتا ہے تو اس کو بیوی کے رحم میں مزید پرورش کے لیے منتقل کر دیتے ہیں۔ مدت پوری ہونے پر بچہ پیدا ہوتا ہے۔

مسئلہ: اس سارے عمل میں ستر اور پردے کا لحاظ رکھنا خاصا مشکل ہے لیکن اگر کسی نے یہ عمل کرا لیا ہو تو بچہ جائز ہوگا۔ یہ اس وقت ہے جب نطفے میاں بیوی کے ہوں۔

مسئلہ: اگر شوہر کے علاوہ کسی غیر کا نطفہ استعمال کیا گیا ہو پھر خواہ جنین نے بیوی کے رحم میں ہی پرورش پائی ہو بچہ شوہر کا نہ ہوگا بلکہ جب غیر کی رضا مندی سے اس کا نطفہ استعمال ہوا ہو تو حرام کا ہوگا۔ شوہر کے نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قطعی طور سے معلوم ہے کہ جنین غیر شوہر کے نطفہ سے بنا ہے جب کہ مصنوعی تخم ریزی میں قطعیت سے یہ بات کہنا ممکن نہیں کہ حمل غیر کے نطفہ سے بنا ہے۔

مسئلہ: اگر نطفے تو میاں بیوی کے ہوں لیکن علقہ کو بیوی کے علاوہ کسی اور عورت کے رحم میں منتقل کیا گیا ہو اور وہاں جنین نے پرورش پائی تو ہونے والا بچہ اگرچہ حلال ہوگا اور میاں بیوی ہی اس کے ماں باپ ہوں گے جب کہ جس کے رحم میں پرورش پائی وہ رضاعی ماں کی طرح ہوگی لیکن ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ انسانی اعضاء کا عاریت یا اجارہ کے طور پر استعمال بالکل جائز نہیں۔

◆ انسانی کلوننگ (Human Cloning)

کلوننگ (Cloning) کا لغوی معنی ہے ایک ہی طرح کی چیزیں بنانا، یا پیدا کرنا۔ بالفاظ دیگر ایک شے کی ہو بہو مثل بنانا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے حیاتیاتی عمل سے کسی جاندار شے کی ہو بہو مثل بنانا۔

ہو بہو مثل کا تولید کے جنسی طریقے سے حاصل ہونا ممکن نہیں صرف غیر جنسی طریقے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ انسانی جسم میں دو طرح کے خلیے (Cells) ہوتے ہیں۔ جنسی خلیے اور جسمانی یعنی غیر جنسی خلیے۔ جنسی طریقہ تولید میں زنانہ و مردانہ جنسی خلیوں کے ملاپ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ غیر جنسی طریقہ تولید میں جس شخص کا کلون یعنی ہو بہو مثل حاصل کرنا ہو اس کا جسمانی یعنی غیر جنسی خلیہ لیتے ہیں اور مخصوص حالات بہم پہنچا کر اس کے مرکزہ میں تمام خوابیدہ کروموسومز کو فعال کر دیا جاتا ہے۔ پھر ایک عورت کا بیضہ انثیٰ حاصل کر کے اس میں سے اس کا مرکزہ نکال دیتے ہیں اور اس کی جگہ اس خلیے کے مرکزہ کو داخل کر دیتے ہیں جس کے خوابیدہ کروموسومز کو فعال کیا گیا ہے۔ جس شخص کے کروموسومز ہوں ان میں اس شخص کی تمام خصوصیات محفوظ

ہوتی ہیں۔ اب اس بیضہ انثیٰ کو کسی عورت کے رحم میں منتقل کر دیں۔ اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ہو بہو ان تمام خصوصیات کا حامل ہوگا جو اس شخص میں پائی جاتی تھیں جس کے کروموسومز استعمال ہوئے۔

مسئلہ: شریعت میں تولید کا حلال جنسی طریقہ متعین ہے۔ پھر جب تولید جنسی میں جائز محل یعنی بیوی سے تجاوز کر کے ناجائز اور حرام محل کو اختیار کرنا حرام ہے تو سرے سے جنسی طریقے کو چھوڑ کر غیر جنسی طریقہ تولید اختیار کرنا بطریق اولیٰ حرام ہے۔

مسئلہ: کلوننگ کے عمل میں اگر کسی اجنبی عورت کے رحم کو عاریت یا اجرت پر استعمال کیا جائے تو یہ بھی حرام ہے۔

مسئلہ: انسانوں میں کلوننگ کا تجربہ ابھی تک کامیاب نہیں ہوا ہے اور قرآن پاک کی آیات کے مطالعہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی انسان کی تولید شاید کلوننگ کے طریقے سے نہ ہو سکے مثلاً قرآن پاک میں قیامت تک آنے والے انسانوں کو کہا گیا۔

{وَاللّٰہُ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ}

''اور اللہ نے تم کو مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک آنے والے ہر انسان کی پیدائش نطفہ سے ہوگی اور اس کی تولید جنسی ہوگی (خواہ حلال رہی ہو یا حرام)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ: کلوننگ کے عمل سے یہ خیال نہ ہو کہ اب تو انسان خود صورتیں دینے لگا اور مصور بن گیا کیونکہ اس میں صورت تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے انسان تو اس کی نقل اور مثل یعنی Photo Copy بناتا ہے۔

تنبیہ: کلوننگ میں مرد کا جنسی خلیہ تو استعمال ہوتا ہی نہیں عورت کے جنسی خلیہ سے بھی مرکزہ نکال لیا جاتا ہے جس میں اس کے تمام کروموسومز ہوتے ہیں اس کے بعد باقی خلیہ تو محض خوراک کا ذخیرہ ہوتا ہے اس لیے کلوننگ میں نہ تو مردانہ جنسی خلیہ کام میں آتا ہے اور نہ ہی زنانہ جنسی خلیہ۔

باب ۱۰

نومولود کو دودھ پلانے کا بیان

مسئلہ: جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی غذا دودھ ہوتی ہے جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ زندہ رہ سکے اور نشوونما پا سکے اس کی وجہ سے ماں پر دودھ پلانا واجب ہے۔ البتہ اگر باپ مالدار ہو اور کوئی انا یعنی دودھ پلانے والی رکھ سکتا ہو تو ماں کے دودھ نہ پلانے میں کچھ گناہ نہیں۔

مسئلہ: اگر ماں کے دودھ نہ اترے یا بچے کی ضرورت سے کم ہو وغیرہ اور دودھ پلانے والی کی دستیابی بھی دشوار ہو تو بچے کو پاؤڈر کا دودھ یا تازہ اس کے تحمل کے مطابق بنا کر دیا جا سکتا ہے لیکن اگر ماں کو کوئی ایسی مجبوری نہ ہو اور بلا عذر بچے کو پاؤڈر کا دودھ یا اوپری دودھ پلانا خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ: کسی اور کے بچے کو اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر دودھ پلانا درست نہیں۔ البتہ اگر کوئی بچہ بھوک سے تڑپتا ہو اور اس کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ ہو تو ایسے وقت میں بغیر اجازت دودھ پلا دے۔

مسئلہ: عورتوں پر لازم ہے کہ وہ بلا ضرورت کسی کے بچے کو دودھ نہ پلائیں۔

دودھ پینے پلانے کی عمر

مسئلہ: زیادہ سے زیادہ دودھ پلانے کی مدت دو برس ہے۔ دو برس کے بعد دودھ پینا پلانا حرام ہے۔ بالکل درست نہیں۔

مسئلہ: اگر بچہ کھانے پینے لگا اور اس وجہ سے دو برس سے پہلے دودھ چھڑا دیا تب بھی کچھ حرج نہیں۔

رشتہ رضاعت کب ثابت ہوتا ہے

مسئلہ: جب بچہ نے کسی اور عورت کا دودھ پیا تو وہ عورت اس کی ماں بن گئی اور اس انا

کا شوہر اس بچے کا باپ ہوگیا اور اس کی تمام اولاد اس کے دودھ شریک بھائی بہن ہوگئے اور نکاح حرام ہوگیا اور جو جو رشتے نسب کے اعتبار سے حرام ہیں وہ رشتے دودھ کے اعتبار سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔

عام طور سے مجتہدین کے فتوے میں یہ حکم جب ہی ہے کہ بچے نے دو برس کے اندر ہی اندر دودھ پیا ہو۔ اگر بچہ دو برس کا ہوچکا ہے اور اس کے بعد کسی عورت کا دودھ پیا تو اس پینے کا کچھ اعتبار نہیں نہ وہ پلانے والی ماں بنی اور نہ اس کی اولاد اس بچے کے بھائی بہن ہوئی اس لیے اگر آپس میں نکاح کر دیں تو درست ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ڈھائی برس کے اندر اندر بھی دودھ پیا ہو تب بھی نکاح درست نہیں۔ اس لیے اگر ابھی نکاح نہ ہوا ہو اور امام صاحب کے قول کی رعایت کی جائے تو اچھا ہے۔

مسئلہ: جب بچے کے حلق میں دودھ چلا گیا تو رشتے حرام ہوگئے چاہے تھوڑا گیا ہو یا بہت۔

مسئلہ: اگر بچہ نے چھاتی سے دودھ نہیں پیا بلکہ عورت نے اپنا دودھ نکال کر اس کے حلق میں ڈال دیا تو اس سے بھی رشتے حرام ہوگئے اسی طرح اگر بچہ کی ناک میں دودھ ڈال دیا تب بھی سب رشتے حرام ہوگئے۔

مسئلہ: بچہ اور چیزیں کھانے پینے لگا ہو اور ماں کا دودھ پینا چھوڑ دیا ہو لیکن پھر دو سال کی عمر کے اندر کسی عورت نے اس کو اپنا دودھ پلا دیا ہو تو رضاعت ثابت ہوگی۔

مسئلہ: اگر عورت کا دودھ پانی میں یا کسی دوا میں خواہ وہ مائع ہو یا جامد ہو وغیرہ میں ملا کر بچہ کو پلایا تو دیکھو کس چیز کا غلبہ ہے۔ دودھ کا یا دوسری شے کا۔ ان میں سے جس چیز کا رنگ، بو اور مزہ غالب ہو اسی چیز کا غلبہ سمجھا جائے گا۔ بلکہ جس چیز کا صرف ایک وصف غالب ہو اسی چیز کا غلبہ سمجھا جائے گا۔ اگر دودھ کا غلبہ ہو تو رضاعت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔

مسئلہ: عورت کا دودھ بکری یا گائے کے دودھ میں مل گیا اور بچے نے پی لیا تو دیکھو زیادہ کون سا ہے۔ اگر عورت کا دودھ زیادہ ہو یا دونوں برابر ہوں تو سب رشتے حرام

ہو گئے اور جس عورت کا دودھ ہے یہ بچہ اس کی رضاعی اولاد بن گیا اور اگر بکری یا گائے کا دودھ زیادہ ہے تو عورت کے دودھ کا کچھ اعتبار نہیں ہو گا ایسا سمجھیں گے کہ گویا اس نے پیا ہی نہیں۔

مسئلہ: اگر دو عورتوں کا دودھ باہم مل گیا تو رضاعت دونوں عورتوں سے ثابت ہو گی خواہ دونوں دودھ برابر کی مقدار کے ہوں یا کم وبیش ہوں۔

مسئلہ: مردہ عورت کا دودھ نکال کر کسی بچے کو پلا دیا تو اس سے بھی رشتے حرام ہو گئے۔

مسئلہ: نو سال اور اس سے زائد عمر کی کنواری لڑکی کے دودھ اتر آیا اور اس کو کسی بچے نے پی لیا تو رضاعت ثابت ہو گی۔

مسئلہ: آیسہ کے پستانوں میں سفید یا زرد رنگ کا پانی آئے اور اسے بچہ پی لے تو رضاعت ثابت ہوتی ہے۔

کن صورتوں میں رضاعت ثابت نہیں ہوتی

مسئلہ: کسی مرد کے دودھ اتر آیا تو اس کے پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: نو سال سے کم عمر لڑکی کے پستان میں دودھ اتر آیا تو اس کے پینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

کنواری لڑکی کے پستان سے زرد پانی نکلا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہو گی۔

مسئلہ: کسی بیماری یا تکلیف کی وجہ سے جو پانی نکلے پھر وہ زرد رنگ کا ہو یا بے رنگ ہو اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر بچے کی آنکھ میں یا اس کے کان میں یا اس کی پیشاب کی نالی یا پاخانے کی جگہ میں عورت کے دودھ کے قطرے یا سر اور پیٹ کے زخم میں دودھ کے قطرے ٹپکائے تو رضاعت ثابت نہ ہو گی۔

مسئلہ: دو بچوں نے ایک بکری یا ایک گائے کا دودھ پیا تو اس سے کچھ نہیں ہوتا اور وہ آپس میں بہن بھائی نہیں بنے۔

مسئلہ: عورت نے کسی اور کے بچے کے منہ میں پستان دیا لیکن اس کو یہ معلوم نہیں کہ

دودھ اترا یا نہیں تو حرمت ثابت نہیں ہوئی کیونکہ حرمت رضاعت اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک قطعی طور سے دودھ کے حلق میں پہنچنے کا یقین نہ ہوجائے۔

مسئلہ: مرد کو اپنی بیوی کا دودھ پینا حرام ہے لیکن اگر پی لیا تو بیوی حرام نہیں ہوئی کیونکہ دو برس کی عمر کے بعد رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: اگر عورت کے دودھ کا پنیر بنا دیا اور وہ بچے نے کھایا تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

حرمت رضاعت کے چند مسائل

۱ رضاعی بہن بھائی کا آپس میں نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے دونوں نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہے تو ان میں نکاح نہیں ہوسکتا۔ خواہ ایک ہی زمانہ میں پیا ہو یا ایک نے پہلے اور دوسرے نے کئی برس کے بعد دونوں کا ایک حکم ہے۔

۲ رضاعی باپ دادا سے اور ان کی دوسری بیوی کی اولاد سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: ایک لڑکی نے باقر کی بیوی کا دودھ پیا تو اس لڑکی کا نکاح نہ باقر سے ہوسکتا ہے اور نہ اس کے باپ دادا کے ساتھ نہ باقر کی اولاد کے ساتھ بلکہ باقر کی جو اولاد دوسری بیوی سے ہے اس سے بھی درست نہیں۔

۳ رضاعی باپ کی دوسری طلاق یافتہ بیوی یا رضاعی بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: عباس نے خدیجہ کا دودھ پیا اور خدیجہ کے شوہر قادر کی ایک دوسری بیوی زینب تھی جس کو طلاق مل چکی ہے تو اب زینب بھی عباس سے نکاح نہیں کرسکتی کیونکہ عباس زینب کے شوہر کی اولاد ہے اور شوہر کی اولاد سے نکاح درست نہیں۔ اسی طرح اگر عباس اپنی بیوی کو چھوڑ دے تو وہ عورت قادر کے ساتھ نکاح نہیں کرسکتی کیونکہ وہ اس کا سسر ہوا۔

۴ رضاعی پھوپھی سے نکاح جائز نہیں۔

مسئلہ: قادر کی بہن سے عباس کا نکاح نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ دونوں پھوپھی بھتیجے ہوئے چاہے وہ قادر کی سگی بہن ہو یا دودھ شریک بہن ہو۔ دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ عباس

کی بہن سے قادر نکاح کرسکتا ہے۔

○ ۵ عباس کی ایک بہن ساجدہ ہے۔ ساجدہ نے ایک عورت کا دودھ پیا لیکن عباس نے نہیں پیا تو اس دودھ پلانے والی کا نکاح عباس سے ہوسکتا ہے۔

○ ٦ عباس کے لڑکے نے زاہدہ کا دودھ پیا تو زاہدہ کا نکاح عباس سے ہوسکتا ہے۔

○ ۷ قادر اور ذاکر دو بھائی ہیں اور ذاکر کی ایک دودھ شریک بہن ہے تو قادر کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے البتہ ذاکر کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

○ ۸ ایک بچی کو آبادی کی ایک عورت نے دودھ پلایا لیکن اب یہ علم نہیں کہ کس نے پلایا تو اس آبادی کا کوئی بھی مرد اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے لیکن نہ کرنا افضل ہے۔

رضاعت کا ثبوت

رضاعت دو باتوں میں سے ایک سے ثابت ہوتی ہے۔ یا تو اقرار سے یا گواہوں سے۔

نکاح سے پہلے کسی مرد کا کسی عورت سے رشتہ طے ہوا۔ پھر ایک عورت آئی اور اس نے کہا میں نے تو ان دونوں کو دودھ پلایا ہے اور سوائے اس عورت کے کوئی اور اس دودھ پینے کو بیان نہیں کرتا تو فقط اس عورت کے کہنے سے دودھ کا رشتہ ثابت نہیں ہوگا۔ ان دونوں کا نکاح درست ہے۔ بلکہ جب دو معتبر اور دیندار مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں دودھ پینے کی گواہی دیں تب اس رشتہ کا ثبوت ہوگا اور نکاح حرام ہوگا۔ ایسی گواہی کے بغیر ثبوت نہ ہوگا۔

لیکن اگر فقط ایک مرد یا ایک عورت کے کہنے سے یا دو تین عورتوں کے کہنے سے دل گواہی دینے لگے کہ یہ بات سچی ہوگی اور ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا تو ایسے وقت نکاح نہ کرنا چاہیے کہ خواہ مخواہ شک میں ہونے سے کیا فائدہ اور اگر اس کے باوجود کسی نے نکاح کرلیا تب بھی نکاح ہوگیا۔

نکاح کے بعد

ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ پھر ایک عورت نے آ کر کہا کہ میں نے تم

دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ اگر شوہر اس کے دعوے کی تصدیق کردے خواہ اس کی بیوی تصدیق کرے یا نہ کرے تو نکاح فاسد ہوجائے گا اور اگر شوہر اس کے دعوے کی تصدیق نہ کرے تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور میاں بیوی کا اکٹھے رہنا صحیح ہوگا البتہ اگر بتانے والی عورت دیندار ہو اور سچی معلوم ہوتی ہو تو نکاح ختم کرنا بہتر ہوگا۔

متفرق مسائل

مسئلہ: عورت کا دودھ کسی دوا میں ڈالنا جائز نہیں اور اگر ڈال دیا تو اب اس دوا کا کھانا اور لگانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ اسی طرح دوا کے طور پر آنکھ میں یا کان میں دودھ ڈالنا بھی جائز نہیں جب کہ متبادل جائز دوا موجود ہو۔

عورتوں کے دودھ کا بینک

اس بارے میں چند اصولی باتیں پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

- بلا ضرورت ایک عورت کا دودھ کسی دوسرے بچے کو پلانا صحیح نہیں۔
- کوئی عورت اگر کسی دوسری عورت کے بچے کو دودھ پلائے تو اس بات کو خوب یادرکھے یا لکھ لے بلکہ اس کو چاہیے کہ اور لوگوں کو بھی اس سے آگاہ کردے۔ اس لیے جو دودھ جمع کیا جائے اس پر خوب احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ دودھ والی عورت کا نام و پتہ چسپاں ہوتا کہ بچے کے لواحقین اس سے آگاہی حاصل کرلیں۔
- انسانی دودھ کی بیع وشراء جائز نہیں۔
- اس کا متبادل آسان طریقہ یہ ہے کہ جس بچے کو ضرورت ہو اس کے لیے ایک انا اجرت پر رکھ لی جائے۔ اس سے ایک عورت کا روزگار بھی لگ جائے گا اور دودھ حاصل کرنے میں بیع وشرا کا جو عنصر لامحالہ داخل ہوگا اس کا سد باب بھی ہوسکے گا۔

مسئلہ: فاسق وفاجر یا کافر عورت کا دودھ کسی مسلمان بچے کو پلانا جائز ہے لیکن پسندیدہ نہیں کیونکہ اس طرح عام طور سے بچے کے اخلاق متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسی

عورت کے دودھ سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہیے۔

باب ۱۱

طلاق کا بیان

طلاق یا طالقن یا مطلقہ وغیرہ الفاظ کے ساتھ نکاح کے بندھن کے فی الحال توڑنے یا انجام کار توڑنے کو طلاق دینا کہتے ہیں۔

طلاق کا حکم

- مباح ہے جبکہ کوئی ضرورت ہو۔
- مستحب ہے جب عورت دین کے فرائض مثلاً نماز روزہ ترک کرتی ہو یا اپنے قول وفعل سے ایذاء دیتی ہو۔

مسئلہ: فرائض کی تارک کو طلاق دینا واجب نہیں ہے۔

- واجب ہے جب شوہر کا بیوی کے ساتھ بھلے طریقے سے رہنا ممکن نہ ہو مثلاً جب شوہر نامرد ہو وغیرہ۔

تنبیہ: والد کہے کہ طلاق دے دو تو اگر والد کے ایسا حکم دینے میں کوئی دینی یا دنیوی مصلحت ہو تو طلاق دینا بہتر ہے۔ اور اگر والد نے ایسا محض خاندانوں کی باہمی رنجش کی بناء پر کہا ہے کسی مصلحت کو پیش نظر نہیں رکھا یا اندیشہ ہے کہ طلاق دینے کی صورت میں زوجین میں سے کوئی ایک یا دونوں صبر نہ کرسکیں گے تو طلاق نہ دے۔

طلاق دینے کا اہل

وہ شوہر جو صاحب عقل ہو بالغ ہو اور بیدار ہو طلاق دینے کا اہل ہے۔

مسئلہ: شوہر کے سوا کسی اور کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے البتہ اگر شوہر نے کہہ دیا ہو کہ تم اس کو طلاق دے دو تو وہ بھی دے سکتا ہے۔

مسئلہ: جو شوہر جوان ہو چکا ہو اور دیوانہ پاگل نہ ہو اس کے طلاق دینے سے طلاق پڑ جائے گی اور جو لڑکا ابھی جوان نہیں ہوا اور دیوانہ پاگل جس کی عقل ٹھیک نہیں ان دونوں

کے طلاق دینے سے طلاق نہیں پڑتی۔

مسئلہ: سوتے ہوئے آدمی کے منہ سے نکلا کہ تجھ کو طلاق ہے یا یوں کہہ دیا کہ میری بیوی کو طلاق تو اس بڑبڑانے سے طلاق نہ پڑے گی۔

کن حالتوں میں طلاق ہوتی ہے اور کن میں نہیں

- طلاق دینے کا ارادہ ہو یا نہ ہو جب شوہر طلاق کے الفاظ منہ سے نکال دے تو طلاق واقع ہوجاتی ہے مثلاً شوہر کی طلاق دینے کی نیت نہ تھی لیکن بیوی کو ڈرانے کے لیے یا اس سے مذاق کی خاطر اس کو کہہ دیا کہ تجھے طلاق ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔عدالت کے نزدیک (یعنی عدالتی قضا میں) بھی اور دیانت میں (یعنی حقیقت میں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک) بھی۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا **ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ** یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ مراد ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ واقع ہوجاتی ہیں ان میں سے ایک طلاق ہے۔تو طلاق ایسی چیز ہے جو جب دی جائے خواہ طلاق کا واقعی ارادہ ہو یا نہ ہو حقیقت اور نفس الامر میں واقع ہوجاتی ہے۔ اس کو اس طرح سے تعبیر کرتے ہیں کہ دیانت میں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق واقع ہوئی اور عدالت بھی رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی اس شرعی حقیقت سے اعراض نہیں کرسکتی لہٰذا قضا میں بھی طلاق واقع ہوئی۔

- اگر شوہر کے منہ سے خطا سے طلاق کے الفاظ نکل جائیں مثلاً شوہر کہنا چاہتا تھا کہ وہ پگلی ہے اور خطا سے ''وہ طالق'' ہے کے الفاظ نکل گئے تو چونکہ شوہر طلاق کے الفاظ کہنا نہیں چاہتا تھا اور وہ اپنی بات میں سچا ہو تو نفس الامر میں اور دیانت میں طلاق نہ ہوگی۔ لہٰذا اگر اس سے تنہائی میں یہ الفاظ نکل گئے ہوں اور خطا کو سمجھتے ہوئے اس بات کو اپنے تک محدود رکھے اور بیوی کو اس کا علم نہ ہونے دے تو درست ہے اور طلاق شمار نہ ہوگی لیکن اگر اس سے یہ الفاظ بیوی کے سامنے نکلے ہوں یا اس تک پہنچ گئے ہوں یا عدالت تک پہنچا دیئے گئے

ہوں تو چونکہ قصداً کہنا یا خطا سے کہنا ایک مخفی امر ہے جس تک براہ راست رسائی انسانوں کے بس کی بات نہیں کیونکہ اس کا تعلق نیت وارادہ سے ہے اور نیت کو جاننے کا سوائے اس کے کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ کہنے والا خود بتائے لیکن یہاں یہ تہمت موجود ہے کہ آدمی نے قصداً وعمداً الفاظ کہے ہوں اور اب اپنا نقصان محسوس کر کے بات بنا دی ہو کہ الفاظ اس کے منہ سے خطا سے نکل گئے ہیں ظاہر الفاظ کے ہوتے ہوئے عدالت اس تہمت کو نظر انداز نہیں کرسکتی اس لیے وہ مجبور ہوگی کہ ظاہر الفاظ کا اعتبار کر کے طلاق کے واقع ہونے کا حکم لگائے اس طرح سے قضا میں یہ طلاق واقع ہوتی ہے۔ عورت کا معاملہ بھی عدالت کا سا ہے اس لیے وہ بھی اس کو طلاق شمار کرنے پر مجبور ہوگی۔

- شوہر کو طلاق کے الفاظ کا مطلب معلوم نہ ہو لیکن وہ یہ الفاظ کہہ بیٹھے مثلاً کوئی عورت اپنے شوہر سے کہے کہ تم میرے سامنے یوں کہو "تجھے طلاق ہے" اور شوہر ایسا ہو کہ اسے ان الفاظ کا مطلب معلوم نہ ہو۔ شوہر لاعلمی میں یہ الفاظ کہہ دے تو دیانت میں طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ وہ اپنی جانب میں بیوی کو نکاح سے جدا کرنے کے الفاظ کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن عدالت تک اگر یہ معاملہ جائے تو وہ اس کو طلاق شمار کرنے پر مجبور ہوگی کیونکہ معنی ومطلب جاننا یا نہ جاننا مخفی امر ہے جس تک بندوں کی براہ راست رسائی ممکن نہیں اور عورت بھی معاملے کو عدالت کی طرح لے۔
- کسی نے کوئی نشہ آور شے اپنے اختیار سے محض مزے کے لیے استعمال کی جس سے اس کو نشہ آیا اور نشہ میں اس نے طلاق دی تو طلاق واقع ہوجائیگی۔ یہ نشہ آور شے خواہ شراب ہو یا افیون ہو یا ہیروئن ہو یا بھنگ ہو سب کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو کوئی نشہ آور شے زبردستی یا دھوکے سے کھلا دی گئی ہو اور اس نے نشہ میں طلاق دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے کوئی نشہ آور دوا مثلاً اجوائن خراسانی بلا ضرورت استعمال کی اور

اس کا اثر دماغ پر ہوا اور نشہ آ گیا اور اس نشہ میں بیوی کو طلاق دی تو:
(الف) اگر استعمال کے وقت معلوم تھا کہ وہ کیا چیز ہے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔
(ب) اور اگر استعمال کے وقت علم نہ تھا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔
مسئلہ: البتہ اگر نشہ آور اشیاء کا استعمال دوا کے طور پر کیا لذت کے لیے نہیں کیا اور اس سے نشہ طاری ہوگیا اور اس حالت میں طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی۔
مسئلہ: اسی طرح اگر کسی مباح چیز مثلاً ورق رُمان (انار کے پتوں) کے استعمال سے نشہ آ گیا اور طلاق دی تو یہ واقع نہ ہوگی۔
مسئلہ: اگر خواب آور یا سکون کی دوا کھائی جس سے دماغ سویا سویا ہوگیا اور ہوش نہیں رہا کہ کیا کہہ رہا ہے ایسی حالت میں طلاق دی جبکہ خود دینے کا ارادہ نہ ہو تو وہ واقع نہ ہوگی۔
مسئلہ: ایک شخص نے شراب پی جس سے اس کے سر میں درد ہوا اور درد کی شدت سے اس کی عقل قائم نہ رہی اور اس حالت میں اس نے طلاق دی تو وہ واقع نہ ہوگی کیونکہ یہ زوال عقل سر کے درد کی وجہ سے ہوا ہے نہ کہ براہ راست شراب پینے کی وجہ سے۔

غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق

غصہ کی تین حالتیں ہوسکتی ہیں۔

- غصہ کے ابتدائی آثار ہوں۔ ہوش وحواس پورے طور پر قائم ہوں اور جو کچھ وہ کہتا ہو اس کو وہ جانتا بھی ہو اور اپنے قصد و ارادہ سے کہتا ہو۔ اس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع ہوتی ہے۔
- غصہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہو اور اس کی وجہ سے آدمی بالکل دیوانہ بن گیا ہو۔ ہوش وحواس قائم نہ رہے ہوں اور اس کو کچھ پتا نہ ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور نہ ہی کہنے میں اس کا قصد وارادہ ہو۔ اس حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔
- ان دو درجوں کے درمیان کی ایسی حالت ہو کہ ہوش وحواس اور عقل میں خلل واقع ہوجائے اور وہ شخص اتنا مغلوب ہوجائے کہ اکثر باتیں اور افعال خلاف

عادت اس سے صادر ہونے لگیں اگر چہ اتنا ہوش ہو کہ اس کو پتا چل رہا ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس حالت میں بھی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ جو شخص دہشت زدہ ہو اور اس کی بھی ایسی ہی کیفیت ہو تو اس کی دی ہوئی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ آخری دو حالتوں میں معاملہ جب عدالت میں پہنچا دیا جائے تو شوہر کو اپنی حالت ثابت کرنے کے لیے گواہ پیش کرنے ہوں گے۔ اگر بیوی کے سامنے طلاق دی تھی تو بیوی اس کو طلاق ہی شمار کرے یہاں تک کہ شوہر عدالت میں اپنی حالت کو گواہوں کے ذریعے ثابت کردے اور عدالت طلاق کے واقع نہ ہونے کا حکم لگا دے۔

زبردستی کر کے اور دھمکی دے کر طلاق کہلوانا

اس سے بھی طلاق پڑ جاتی ہے اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص سویا ہوا تھا۔ اس کی بیوی چھری لے کر اس کے سینے پر چڑھ گئی اور کہا کہ تم مجھے تین طلاقیں دے دو ورنہ میں تمہیں ذبح کردوں گی اس شخص نے مجبور ہو کر اس کو طلاق دے دی بعد میں اس شخص نے رسول اللہ ﷺ سے جا کر قصہ ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا طلاق واپس نہیں ہوسکتی۔ (اعلاء السنن ص ۱۸۳ ج ۱۱)

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے کہ **اَنَّهٗ اَجَازَ طَلَاقَ الْمُكْرَهِ** انہوں نے مکرہ یعنی جس پر زبردستی کی گئی ہو اس کی طلاق کو صحیح قرار دیا۔

(اعلاء السنن ص ۱۸۴ ج ۱۱)

تنبیہ ۱: اگر ڈرا دھمکا کر اور زبردستی کر کے شوہر سے طلاق لکھوائی جائے یا طلاق نامہ لکھ کر اس پر دستخط کرائے جائیں تو اس سے طلاق نہیں پڑتی جبکہ شوہر نے زبان سے طلاق کے الفاظ نہ کہے ہوں۔ کیونکہ تحریر کو ضرورت کی وجہ سے قول کے قائم مقام بنایا جاتا ہے جب کہ یہاں ضرورت نہیں ہے کیونکہ شوہر کی طلاق دینے کی مرضی نہیں ہے۔

تنبیہ ۲: اگر ڈرا دھمکا کر شوہر سے طلاق دینے کی وکالت اور نمائندگی حاصل کرلی تو یہ وکالت درست ہے اور وکیل طلاق دے دے تو طلاق نافذ ہوگی۔

معتوہ

یعنی وہ شخص جو کم فہم ہو ملی جلی باتیں یعنی کچھ صحیح اور کچھ بہکی باتیں کرتا ہو اور کام صحیح تدبیر اور طریقے سے نہ کرتا ہو۔ ایسے کی دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

طلاق کی قسمیں

طلاق تین قسم کی ہوتی ہے۔

۱ ایسی طلاق جس میں نکاح بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور دوبارہ نکاح کیے بغیر اس شوہر کے ساتھ عورت کا رہنا جائز نہیں۔ اگر مرد اور عورت دونوں اکٹھے رہنے پر راضی ہوں تو پھر دوبارہ سے نکاح کرنا پڑے گا۔ ایسی طلاق کو طلاق بائن کہتے ہیں۔

۲ وہ طلاق جس میں نکاح ایسا ٹوٹتا ہے کہ مرد و عورت دوبارہ آپس میں نکاح بھی کرنا چاہیں تو عدت کے بعد پہلے عورت کو کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا پڑے گا اور اس سے کم از کم ایک مرتبہ صحبت بھی ہو جس میں انزال شرط نہیں ہے۔ پھر جب دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے یا اس کی موت ہو جائے تب عدت کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہو سکے گا۔ ایسی طلاق کو مغلظ کہتے ہیں۔

۳ وہ طلاق جس میں نکاح فوراً نہیں ٹوٹتا۔ صاف اور صریح لفظوں میں ایک یا دو طلاق دینے کے بعد اگر مرد کو پشیمانی ہو تو پھر سے نکاح کرنا ضروری نہیں۔ عدت کے اندر دوبارہ نکاح کئے بغیر شوہر عورت کو رکھ سکتا ہے اور پھر میاں بیوی کی طرح رہنے لگیں تو درست ہے۔ اس کو رجوع کرنا کہتے ہیں اور اس طلاق کو رجعی کہتے ہیں۔ البتہ اگر شوہر طلاق دے کر اس پر قائم رہا اور اس نے طلاق سے رجوع نہیں کیا تو جب طلاق کی عدت گزر جائے گی تب نکاح ٹوٹ جائے گا اور عورت جدا ہو جائے گی اور رجعی طلاق خود بخود بائن بن جائے گی۔

طلاق دینے کا بیان

مسئلہ: طلاق دینے کا اختیار فقط مرد کو ہے۔ جب مرد نے طلاق دے دی تو پڑ گئی۔ عورت کا اس میں کچھ بس نہیں چاہے منظور کرے چاہے نہ کرے ہر طرح طلاق ہوگئی اور عورت اپنے مرد کو طلاق نہیں دے سکتی۔

مسئلہ: مرد کو فقط تین طلاق دینے کا اختیار ہے اس سے زیادہ کا اختیار نہیں اگر چار پانچ طلاقیں دے دیں تب بھی تین ہی طلاقیں ہوئیں۔

مسئلہ: جب مرد نے زبان سے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور اتنے زور سے کہا کہ خود ان الفاظ کو سن لیا بس اتنا کہتے ہی طلاق پڑ گئی چاہے کسی کے سامنے کہے چاہے تنہائی میں اور چاہے بیوی سنے یا نہ سنے اور چاہے عورت کے ماہواری کے دن ہوں یا حمل کے ہی دن ہوں ہر حال میں طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ: کسی نے ایک طلاق دی تو جب تک عورت عدت میں رہے تب تک دوسری اور تیسری طلاق دینے کا اختیار بنتا ہے۔ اگر دے گا تو پڑ جائے گی۔

مسئلہ: کسی نے طلاق دے کر اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ تعالیٰ بھی کہہ دیا تو طلاق نہیں پڑی۔ اسی طرح اگر یوں کہا ''اگر خدا چاہے تو تجھ کو طلاق'' اس سے بھی کسی قسم کی طلاق نہیں پڑتی۔ البتہ اگر طلاق دے کر ذرا ٹھہر گیا پھر انشاء اللہ کہا تو طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ: شوہر نے مثلاً کہا ایک طلاق دی یا میری طرف سے ایک طلاق تو اگرچہ اس میں طلاق کی صریح اضافت اور نسبت بیوی کی طرف نہیں ہے یعنی بیوی کا نام لے کر نہیں کہا کہ اس کو طلاق دی تب بھی اگر خطاب بیوی سے تھا یا اس کی طرف اشارہ تھا جو زوجہ کی طرف اضافت کے قرائن ہیں تو یہ اضافت معنویہ کافی ہے صریح اضافت ضروری نہیں اور طلاق واقع ہوجائے گی لیکن اگر زوجہ کے مراد ہونے پر قرائن نہ ہوں اور شوہر بھی زوجہ کے مراد ہونے کا انکار کرتا ہو تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: گونگا اگر لکھنا نہ جانتا ہو اور ایسا اشارہ کرے جس سے صاف طور پر طلاق ہی سمجھی جائے اس سے طلاق پڑ جاتی ہے۔

مسئلہ: کوئی شخص یوں کہے کہ اس شہر کی یا اس بستی کی تمام عورتوں کو طلاق اور اس کی بیوی

بھی اس میں ہو تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی لیکن اگر شوہر نے بیوی کو کہا کہ تیری قوم کو یا تیرے خاندان کو طلاق تو چونکہ وہ عورت اس خاندان اور قوم میں داخل ہے اس لیے اس عورت پر طلاق پڑ جائے گی۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ محلہ کی عورتوں کو یا اس گھر کی عورتوں کو یا اس کمرے کی عورتوں کو طلاق اور بیوی ان میں شامل ہو تو طلاق ہو جائے گی۔

مسئلہ: فی الواقع طلاق نہ دی ہو لیکن لوگوں کے سامنے جھوٹ موٹ اقرار کرلیا کہ میں نے طلاق دی ہے تو اس سے عدالت کے نزدیک طلاق واقع ہوگی اور عورت کو علم ہو تو وہ بھی اس کو طلاق شمار کرے گی الا یہ کہ شوہر نے اس بات پر گواہ بنا لیے ہوں کہ وہ طلاق کا جھوٹا اقرار کرے گا۔

مسئلہ: ایک شخص نے دباؤ اور جبر کی وجہ سے گزشتہ زمانہ میں طلاق دینے کا جھوٹا اقرار کیا کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی تو اس سے طلاق واقع نہ ہوگی۔

مسئلہ: طلاق کی نیت سے اگر بیوی کو تین ڈھیلے دیئے یا لکڑی سے تین خط کھینچ دیئے لیکن زبان سے طلاق کا صریح یا کنایہ لفظ نہیں کہا تو اس سے طلاق نہیں ہوئی۔

تنبیہ: بعض لوگ لاعلمی سے یہ سمجھتے ہیں کہ حمل کے دوران یا گواہوں کے بغیر طلاق دینے سے یا تحریری طلاق وصول نہ کرنے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہ خیال بالکل غلط ہے بلکہ طلاق جب دی جائے تو ہر حالت میں واقع ہو جاتی ہے خواہ ماہواری کے ایام میں دی ہو یا حمل کے دوران میں دی ہو اسی طرح گواہ ہوں یا نہ ہوں اور بیوی نے سنا ہو یا نہ سنا ہو شوہر تنہائی میں بھی طلاق دے دے تو واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح شوہر جب طلاق کی تحریر لکھ دے یا لکھوا لے تو فقط اسی سے طلاق ہو جاتی ہے خواہ اس کے بعد وہ عورت کو تحریر بھیجے یا نہ بھیجے اور بھیجے تو عورت وصول کرے یا نہ کرے۔

تحریری طلاق

مسئلہ: طلاق لکھنے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی اور نے طلاق نامہ لکھ دیا ہو اور شوہر نے بلا جبر اس پر دستخط کر دیئے ہوں تو اس سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ یہ طلاق لکھتے یا لکھواتے ہی واقع ہو جاتی ہے۔ بیوی تک طلاق نامہ پہنچنا یا بیوی کا اس کو

وصول کرنا طلاق واقع ہونے کے لیے شرط نہیں ہے۔ البتہ اگر یوں لکھا ہو کہ جب تجھے یہ تحریر پہنچے تجھے طلاق تو تحریر پہنچنے پر طلاق واقع ہوگی خواہ بیوی اس کو پڑھے یا نہ پڑھے اور خواہ وہ وصول کرے یا نہ کرے۔

مسئلہ: اگر محض ہوا میں یا پانی میں اپنی انگلی سے بطور اشارہ کے لکھ دیا کہ میری بیوی کو طلاق اور زبان سے کچھ نہیں کہا تو طلاق نہ ہوگی۔

مسئلہ: شوہر اگر کاتب کو کہے کہ میری بیوی کی طلاق لکھ دو تو یہ طلاق کا اقرار ہے اور عدالت کی نظر میں یہ طلاق متصور ہوگی اگرچہ کاتب نے طلاق لکھی نہ ہو کیونکہ بیوی کی طلاق وہ ہوتی ہے جو دی جا چکی ہو۔ البتہ اگر شوہر کاتب کو کہے کہ میری بیوی کو طلاق لکھ دو تو یہ طلاق کا اقرار شمار نہ ہوگا اور کاتب جب تک لکھے گا نہیں طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ: اگر طلاق تحریر کی اور ساتھ ہی زبان سے انشاء اللہ کہا یا زبان سے طلاق کہی اور ساتھ ہی انشاء اللہ لکھ دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

طلاق دینے کا طریقہ

جس بیوی سے صحبت یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو اس کو طلاق دینے کے تین طریقے ہیں۔ ایک بہت اچھا یعنی احسن، دوسرا اچھا یعنی حسن اور تیسرا بدعت اور حرام۔

- ۱ بہت اچھا یعنی احسن طریقہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کو پاکی کے زمانے میں (یعنی ایسے وقت جس میں عورت حیض وغیرہ سے پاک ہو) ایک طلاق دے مگر یہ بھی شرط ہے کہ اس تمام پاکی کے زمانے میں صحبت نہ کی ہو اور عدت گزرنے تک پھر کوئی اور طلاق نہ دے۔ عدت گزرنے سے خود ہی نکاح ختم ہو جائے گا لہٰذا ایک سے زیادہ طلاق دینے کی حاجت نہیں۔
- ۲ اچھا یعنی حسن طریقہ یہ ہے کہ بیوی کو تین پاکی کے زمانوں میں تین طلاق دے۔ ہر پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے اور ان پاکی کے زمانوں میں بھی صحبت نہ کرے۔
- ۳ بدعت اور حرام طریقہ وہ ہے جو مذکورہ بالا دونوں صورتوں کے خلاف ہو مثلاً تین

طلاق یکبارگی دے دے یا حیض کی حالت میں طلاق دے یا جس پاکی میں صحبت کی تھی اس میں طلاق دے۔ اس آخری قسم کی سب صورتوں میں طلاق تو واقع ہوگی ہی، ساتھ ہی گناہ بھی ہوگا۔

جس عورت سے نکاح کرلیا مگر خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ایسی عورت کو خواہ حیض کے زمانہ میں طلاق دے یا پاکی کے زمانہ میں ہر طرح درست ہے مگر ایک طلاق دے۔

الفاظ کے اعتبار سے طلاق دینے کی قسمیں

یہ دو ہیں: اول صریح دوم کنایہ۔

طلاق صریح

یہ ہے کہ شوہر ایسے لفظوں سے طلاق دے جن سے عام طور سے صرف طلاق کا معنی ہی سمجھا جاتا ہو کوئی اور معنی نہ نکلتا ہو مثلاً یوں کہے میں نے تجھے طلاق دی یا کہے میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ غرض اس میں شوہر کی نیت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر صریح دو قسم کی ہوتی ہے اگر رجعی طلاق پڑتی ہو تو صریح رجعی اور اگر بائن طلاق پڑتی ہو تو صریح بائن۔

مسئلہ: اگر صاف صاف لفظوں میں طلاق دی تو زبان سے نکلتے ہی طلاق پڑ گئی چاہے طلاق دینے کی نیت ہو چاہے نہ ہو بلکہ ہنسی اور دل لگی میں کہا ہو، ہر طرح ہوگئی اور صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاق دینے سے رجعی طلاق پڑتی ہے یعنی عدت کے ختم ہونے تک اس کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے اور ایک مرتبہ کہنے سے ایک ہی طلاق پڑے گی نہ دو پڑیں گی نہ تین۔ البتہ اگر تین دفعہ کہے کہ تجھے طلاق ہے۔ یا یوں کہے تجھ کو تین طلاق دیں تو تین طلاقیں پڑیں گی جو طلاق مغلظ ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا کہ تجھ کو طلاق دے دوں گا تو اس سے طلاق نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر کسی بات پر یوں کہا کہ اگر فلانا کام کرے گی تو طلاق دے دوں گا تب بھی طلاق نہیں ہوتی چاہے وہ کام کرے چاہے نہ کرے۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی کو طلاقن کہہ کر پکارا تب بھی طلاق پڑ گئی اگرچہ ہنسی مذاق

میں کہا ہو۔ یہ اس صورت میں ہے جب اس عورت کا یہ پہلا نکاح ہو یا دوسرا نکاح ہو اور اس کے پہلے شوہر نے طلاق نہ دی ہو اور اگر اس عورت کو اس کے پہلے شوہر نے طلاق دی ہو اور اسی نیت سے اب اس شوہر نے اس کو طلاقن کہہ کر پکارا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے طلاق دینے کی نیت سے طلاقن نہیں کہا بلکہ پہلے شوہر کے طلاق دینے کی وجہ سے اس کو طلاقن کہا ہے تو اس کے قول کا اعتبار ہوگا۔

مسئلہ: کسی نے بجائے طلاق کے تلاک یا طلاک یا تلاغ یا طلاغ تلفظ کیا تو اس سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: کسی سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے اور وہ جواب میں کہے کہ ہاں یا کہے کیوں نہیں تو طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ: شوہر اگر یوں کہے کہ مجھ پر طلاق ہے تو اس سے بھی طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: اگر یوں کہے تجھے لمبی چوڑی طلاق ہے یا تجھے غلیظ یا شدید طلاق ہے وغیرہ تو اس سے طلاق بائن واقع ہوتی ہے۔ البتہ اگر اس طرح کہا تجھے یہاں سے مکہ تک طلاق تو طلاق رجعی واقع ہوئی۔

مسئلہ: اگر کہا تجھے مکہ میں طلاق یا فلاں گھر میں طلاق تو فوری طلاق واقع ہوگی۔

مسئلہ: اگر کہا تجھے کل طلاق ہے تو دوسرے دن طلوع فجر ہوتے ہی طلاق ہوجائے گی اور اگر کہا تجھے رمضان میں طلاق ہے اور کسی خاص دن کی نیت نہ ہو تو رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔

مسئلہ: شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ''میں نے تجھ کو چھوڑ دیا'' اردو میں طلاق کے لیے صریح ہے اور ایک دفعہ کہنے سے ایک طلاق رجعی پڑ جاتی ہے۔

مسئلہ: کسی غلطی پر اردو میں اس طرح بھی کہتے ہیں ''اس دفعہ تو تمہیں چھوڑ دیا آئندہ ایسا کیا تو نہیں چھوڑیں گے'' یا صرف اتنا کہنا کہ ''اس دفعہ تو تمہیں چھوڑ دیا'' ان سے طلاق نہیں ہوتی کیونکہ یہ الفاظ نہ تو طلاق میں صریح ہیں اور نہ ہی کنایہ ہیں۔

مسئلہ: شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ''میں نے تجھے آزاد کر دیا'' اردو میں طلاق صریح ہے

کیونکہ ہمارے علاقوں کے لوگ عورت کے لیے ان الفاظ کا استعمال صرف طلاق میں کرتے ہیں۔

مسئلہ: شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ''تو حرام ہے'' یا ''میں نے تجھ کو حرام کیا'' یہ طلاق صریح بائن ہے اس سے ایک طلاق بائن بلا نیت واقع ہوجاتی ہے۔

طلاق کنایہ

یعنی ایسے الفاظ سے طلاق دینا جن میں طلاق کا مطلب بھی بن سکتا ہے اور طلاق کے علاوہ دوسرا معنی بھی نکل سکتا ہے۔ جیسے کوئی اپنی بیوی کو کہے میں نے تجھ کو دور کر دیا تو اس کا مطلب ایک تو یہ ہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے کر دور کر دیا اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ طلاق تو نہیں دی لیکن اب تجھ کو اپنے پاس نہ رکھوں گا ہمیشہ اپنے میکے میں پڑی رہ تیری خبر نہ لوں گا۔ غرض تجھے دور کر دیا یا اس قسم کے اور الفاظ کہ خود ان کے اپنے معنی تو صاف ہیں لیکن دور کرنا کس اعتبار سے مراد ہے یہ مخفی ہے اس لیے اس کو کنایہ کہتے ہیں۔

چونکہ ان الفاظ میں دو مطلب نکل سکتے ہیں اس لیے جب شوہر طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہے تو طلاق کا معنی متعین ہوجاتا ہے اور فی الواقع اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر اس نے نیت نہ کی ہو تو فی الواقع طلاق نہ ہوگی۔ لیکن چونکہ دوسرے انسانوں کی نیت تک براہ راست رسائی نہیں ہوسکتی اور اس تہمت کا احتمال ہے کہ کوئی شخص اپنا نقصان محسوس کر کے طلاق کی نیت کا انکار کر دے اس لیے عدالت کے نزدیک طلاق پر دلالت کرنے والے اور قرائن ہوں گے تو ان کا اعتبار ہوگا۔ عدالت کے نزدیک اس کے تین قرائن ہیں۔

- شوہر کا نیت طلاق کی خبر دینا۔
- وہ الفاظ کہنے کے وقت شوہر کا غصہ میں ہونا۔
- وہ الفاظ کہے جانے سے پیشتر یا تو شوہر سے بیوی نے یا کسی اجنبی نے طلاق کا مطالبہ کیا ہو یا شوہر نے اس مجلس میں پہلے طلاق دی ہو۔ اس کو مذاکرہ طلاق کی

حالت سے تعبیر کرتے ہیں۔

ان قرائن سے معلوم ہوا کہ جب شوہر اس قسم کے الفاظ کہے تو تین حالتیں ہوسکتی ہیں۔

- ۱ اعتدال کی حالت ہو۔
- ۲ غصہ وغضب کی حالت ہو۔
- ۳ مذاکرہ طلاق کی حالت ہو۔

غصہ وغضب کی حالت میں جہاں یہ احتمال ہے کہ شوہر کا طلاق دینے کا ارادہ ہو وہاں یہ بھی احتمال ہے کہ غصہ میں محض گالم گلوچ مراد ہو طلاق کی نیت نہ ہو۔ اسی طرح مذاکرہ طلاق میں یعنی طلاق کے مطالبہ پر کبھی تو شوہر طلاق دے دیتا ہے اور کبھی مسترد کر دیتا ہے۔ اسی طرح سے کنایہ کے الفاظ کی بھی تین قسمیں بنتی ہیں۔

پہلی قسم: وہ الفاظ جن میں طلاق کے معنی کا بھی احتمال ہے اور طلاق کے مطالبہ کو مسترد کرنے کے معنی کا بھی احتمال ہے مثلاً کہا تو نکل جا یعنی تو نکل جا کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے اور تو نکل جا اور مجھ سے طلاق کا مطالبہ نہ کر۔ اسی طرح کے الفاظ یہ بھی ہیں تو اٹھ کھڑی ہو، تو دور ہو جا، تو چلی جا۔

دوسری قسم: وہ الفاظ جن میں طلاق کا معنی بھی نکلتا ہے اور گالم گلوچ کا معنی بھی نکلتا ہے مثلاً تو میرے کام کی نہیں یعنی تو بیکار ہے یا اس وجہ سے کہ میں تجھے طلاق دے چکا ہوں اس قسم کی کچھ اور مثالیں یہ ہیں۔ میں تیرا میاں نہ تو میری بیوی، نہ تو میری کچھ لگتی ہے نہ میں تیرا کچھ، میرا تیرا کوئی واسطہ نہیں، میں تجھ سے بیزار ہوں، میں تیرا روا دار نہیں، تو میرے کام کی نہیں رہی۔

تیسری قسم: وہ الفاظ جن میں مطالبہ مسترد کرنے یا گالم گلوچ کا معنی نہ نکلتا ہو مثلاً میں نے تجھ سے جدائی اختیار کرلی یا تیرا معاملہ تیرے حوالے ہے۔ تم اپنا دوسرا نکاح کرلو۔ تجھے میری طرف سے جواب ہے۔ میں اس کو ہرگز اپنے پاس نہ رکھوں گا میں اسے نہیں بساؤں گا۔ تو فارغ ہے۔

ضابطہ

- جب شوہر سکون اور اعتدال کی حالت میں ہو اور اس سے طلاق کا مطالبہ بھی نہ کیا جارہا ہو پھر وہ تینوں قسموں میں سے کسی بھی قسم کے الفاظ بولے تو اس کی نیت معلوم کی جائے گی۔ اگر طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں۔
- جب شوہر غصہ وغضب کی حالت میں ہو تو پہلی دو قسموں کے الفاظ میں اس کی نیت پوچھی جائے گی اور تیسری قسم کے الفاظ میں اس کی نیت نہ پوچھی جائے گی اور غصہ کے قرینہ کی وجہ سے طلاق کے واقع ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔
- جب مذاکرہ طلاق کی حالت ہو تو صرف پہلی قسم کے الفاظ میں شوہر کی نیت پوچھی جائے گی اور دوسری اور تیسری قسم کے الفاظ میں بلا نیت طلاق واقع ہوجائے گی۔ دوسری قسم میں اس لیے کہ غصہ نہ ہونے کی وجہ سے گالم گلوچ کا احتمال نہیں رہا۔

تنبیہ: **1** اسی ضابطہ کو اس طرح بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ پہلی قسم کے الفاظ سے ہر حال میں طلاق کی نیت ہوگی تو طلاق واقع ہوگی ورنہ نہیں۔ دوسری قسم کے الفاظ سے مذاکرہ طلاق کی صورت میں بغیر نیت کے طلاق ہوجائے گی اور باقی دو حالتوں میں نیت سے طلاق ہوگی اور تیسری قسم کے الفاظ سے حالت غضب اور مذاکرہ طلاق میں بلا نیت طلاق ہوجائے گی اور اعتدال کی حالت میں نیت سے طلاق ہوگی۔

تنبیہ: **2** جہاں شوہر یہ کہے کہ اس کی طلاق کی نیت نہیں تھی وہاں اس کو اپنی اس بات پر قسم بھی کھانی ہوگی خواہ عورت نے طلاق کا دعویٰ کیا ہو یا نہیں۔

کنایہ الفاظ سے متعلق ایک قاعدہ

مثلاً شوہر کا بیوی کو یہ کہنا ''تو آزاد ہے'' کنایہ ہے کیونکہ اس میں نکاح کے بندھن کو ختم کرنے کا معنی بھی نکلتا ہے اور دوسرا معنی بھی نکلتا ہے یعنی تو گھر میں ہر طرح سے تصرف کرنے کے لیے آزاد ہے۔ لیکن اگر ارادہ طلاق کا قرینہ لفظوں میں صراحۃً موجود ہو تو پھر یہ طلاق کے لیے صریح لفظ بن جاتا ہے مثلاً یوں کہے تو میرے نکاح سے آزاد ہے تو اب یہ کنایہ نہیں بلکہ صریح طلاق ہے اور اگر عدم ارادۂ طلاق کا قرینہ موجود ہو تو پھر یہ نہ صریح طلاق ہے اور نہ کنایہ ہے مثلاً یوں کہا تو آزاد ہے جو چاہے کھا پی یا

جب جی چاہے آ جا، کیونکہ باقی الفاظ سے معلوم ہو کہ شوہر کا مقصد اس کے لیے افعال کی اباحت اور ان میں اس کے اختیار کو ثابت کرنا ہے۔

مسئلہ: شوہر یہ الفاظ کہے ''تجھے رکھوں تو اپنی ماں بہن کو رکھوں'' یا یہ کہے ''مجھے تیری ضرورت نہیں'' تو ان سے طلاق نہیں ہوگی۔

مسئلہ: کنایہ الفاظ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔

طلاق صریح اور بائن سے متعلق ایک ضابطہ

- طلاق صریح رجعی کے الفاظ کہنے کے بعد پھر طلاق صریح خواہ رجعی ہو یا بائن ہو کے الفاظ کہے ہوں تو دوسری طلاق واقع ہوجاتی ہے مثلاً پہلے کہا تجھے طلاق ہے پھر دوبارہ کہا تجھے طلاق ہے یا کہا اتنے مال کے عوض تجھے طلاق دی تو دوسری طلاق بھی پڑ گئی۔
- طلاق صریح رجعی کے بعد طلاق بائن کنایہ الفاظ سے دی جائے تو دوسری طلاق پڑ جاتی ہے۔
- طلاق بائن خواہ خلع کے ذریعہ سے ہو یا کنایہ سے ہو اس کے بعد طلاق صریح رجعی دی جائے تو وہ واقع ہوجاتی ہے۔
- طلاق بائن خواہ لفظ کنایہ سے ہو یا خلع سے ہو یا لفظ صریح سے ہو مثلاً مال کے عوض طلاق سے ہو اس کے بعد اگر کنایہ لفظ سے طلاق بائن دی جائے تو وہ نہیں پڑتی جبکہ دوسری کو پہلی کی خبر بنانا ممکن ہو۔ ہاں اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو مثلاً شوہر نے کہا تو فارغ ہے اور پھر کچھ دیر بعد کہا تو دوسری مرتبہ فارغ ہے تو چونکہ دوسری طلاق کو پہلی کی خبر بنانا ممکن نہیں ہے لہٰذا دوسری طلاق واقع ہوجائے گی۔
- طلاق بائن خواہ لفظ کنایہ سے ہو یا خلع سے دی ہو پھر عدت ہی میں بائن صریح مثلاً مال کے عوض طلاق دی تو دوسری طلاق بھی واقع ہوجائے گی البتہ اس صورت میں عورت کے ذمہ مال نہیں آئے گا کیونکہ مال اس وجہ سے آتا ہے

کہ عورت کو فوری خلاصی مل جائے جو کہ اس کو طلاق بائن سے پہلے ہی حاصل ہوچکی ہے۔

رخصتی سے قبل طلاق کا بیان

مسئلہ: ابھی رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ شوہر نے طلاق دے دی یا رخصتی تو ہوگئی لیکن خلوت صحیحہ سے پہلے ہی شوہر نے طلاق دے دی تو طلاق بائن پڑی چاہے صریح لفظوں میں طلاق دی ہو یا کنایہ لفظوں میں۔ ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی کچھ نہیں ہے۔ طلاق ملنے کے فوراً بعد دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔

مسئلہ: شوہر نے ایسی عورت کو کہا تجھ کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق کے پہلے لفظ سے عورت پر طلاق بائن پڑ جاتی ہے اور چونکہ ایسی عورت کے لیے طلاق کی عدت بھی نہیں ہوتی اس لیے طلاق کے باقی دو لفظ لغو ہوئے۔

مسئلہ: البتہ اگر شوہر پہلی ہی دفعہ یوں کہہ دے کہ تجھ کو دو طلاق یا تجھ کو تین طلاق تو جتنی دی ہیں سب پڑ گئیں۔

مسئلہ: اگر شوہر نے خلوت صحیحہ کے بعد لیکن صحبت سے پیشتر طلاق دی تو وہ طلاق بائن ہوئی۔ خلوت صحیحہ کی وجہ سے عدت آئے گی۔ اس عدت میں مزید طلاق دی تو وہ بھی واقع ہوجائے گی۔

تین طلاق دینے کا بیان

اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اب وہ عورت اس مرد کے لیے حرام ہوگئی۔ اب اگر دوبارہ سے اسی مرد سے نکاح کرلے تو یہ نکاح نہیں ہوا۔ اور عورت کو اس مرد کے پاس رہنا حرام ہے۔

مسئلہ: تین طلاقیں ایک دم سے دے دیں جیسے یوں کہہ دیا تجھ کو تین طلاق، یا یوں کہا کہ تجھ کو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے یا الگ کر کے تین طلاقیں دیں جیسے ایک آج دی ایک کل ایک پرسوں یا ایک اس مہینے ایک دوسرے مہینے ایک تیسرے مہینے یعنی عدت

کے اندر اندر تینوں طلاقیں دے دیں۔سب کا ایک حکم ہے۔

مسئلہ: صاف لفظوں میں طلاق دے کر پھر روک رکھنے کا اختیار اس وقت ہوتا ہے جب تین طلاقیں نہ دے فقط ایک یا دو دے جب تین طلاقیں دے دیں تو اب کچھ نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ: کسی نے اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی دی پھر میاں راضی ہوگیا اور رجوع کرلیا پھر دو چار برس میں کسی بات پر غصہ آیا تو ایک طلاق رجعی اور دے دی جس میں روک رکھنے کا اختیار ہوتا ہے پھر جب غصہ اترا تو رجوع کرلیا اور نہیں چھوڑا۔ یہ دو طلاقیں ہوچکیں، اب اس کے بعد اگر کبھی ایک طلاق اور دے دے گا تو تین پوری ہوجائیں گی اور اس کا وہی حکم ہوگا کہ دوسرا خاوند کیے بغیر اس مرد سے نکاح نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح اگر کسی نے طلاق بائن دی جس میں روک رکھنے کا اختیار نہیں ہوتا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر پشیمان ہوا اور میاں بیوی نے راضی ہوکر پھر سے نکاح پڑھوالیا۔ کچھ زمانے کے بعد پھر غصہ آیا اور ایک طلاق بائن دے دی اور غصہ اترنے کے بعد پھر نکاح پڑھوالیا۔ یہ دو طلاقیں ہوئیں اب تیسری دفعہ اگر طلاق دے گا تو پھر وہی حکم ہے کہ دوسرا خاوند کیے بغیر اس سے نکاح نہیں کرسکتی۔

اگر مرد تین طلاقیں دے کر مکر جائے

مسئلہ: عورت نے شوہر کو خود تین طلاقیں دیتے سنا۔ بعد میں شوہر مکر جائے اور عورت کے پاس گواہ بھی نہ ہوں تو عورت اگر سچی ہو تو وہ شوہر کے ساتھ نہ رہے بلکہ اگر ہوسکے تو شوہر کو کچھ مال دے کر اس سے خلاصی حاصل کرلے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو یا شوہر نہ مانے تو وہاں سے بھاگ جائے۔ اگر شوہر اپنے ساتھ رہنے اور صحبت وغیرہ پر مجبور کرے تو شوہر کو مار سکتی ہے لیکن زہر کھلا کر تا کہ قصاص نہ آئے۔

مسئلہ: تین طلاق کے بعد اگر پھر اسی مرد کے ساتھ رہنا چاہے اور نکاح کرنا چاہے تو اس کی فقط ایک صورت ہے وہ یہ کہ پہلے کسی اور مرد سے نکاح کر کے ہم بستر ہو۔ پھر جب وہ دوسرا مرد مر جائے یا طلاق دے دے تو عدت پوری کر کے پہلے خاوند سے نکاح

کرسکتی ہے۔ اس کو حلالہ یعنی عورت کا اپنے پہلے خاوند کے لیے حلال ہونا کہتے ہیں۔ دوسرا خاوند کیے بغیر پہلے خاوند سے نکاح نہیں کرسکتی۔ اگر دوسرا خاوند تو کیا لیکن ابھی وہ صحبت بھی نہ کرنے پایا تھا کہ مرگیا یا صحبت کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ پہلے مرد سے جب ہی نکاح ہوسکتا ہے کہ دوسرے مرد نے صحبت بھی کی ہو اگرچہ اس میں انزال شرط نہیں ہے۔ اس کے بغیر پہلے مرد سے نکاح درست نہیں۔

مسئلہ: اگر دوسرے مرد سے نکاح کے ایجاب وقبول کے درمیان یہ شرط ٹھہرائی کہ وہ صحبت کرکے عورت کو چھوڑ دے گا تو اس اقرار لینے کا اعتبار نہیں۔ اس کو اختیار ہے چاہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب جی چاہے چھوڑے اور نکاح کے وقت یہ شرط کرکے نکاح کرنا بہت گناہ ہے۔ اس طرح ایسے نکاح پر دوسرے مرد کا اجرت لینا بھی حرام ہے۔ لیکن نکاح ہوجاتا ہے۔ تو اگر اس نکاح کے بعد دوسرے خاوند نے صحبت کرکے طلاق دے دی یا مرگیا تو عورت پہلے خاوند کے لیے حلال ہوجائے گی۔

مسئلہ: اگر دوسرا مرد نہ تو ایجاب وقبول میں چھوڑنے کی شرط کرے اور نہ ہی اجرت طلب کرے اور محض بچوں کی مجبوری کی وجہ سے یا اور کسی مجبوری کی وجہ سے کہ جس کا تدارک بڑا دشوار ہو عورت سے نکاح کرکے اور صحبت کرنے کے بعد پھر طلاق دے دے تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن بلا مجبوری کے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے۔

مسئلہ: پاکستان کے عائلی قوانین کے تحت طلاق کا نوٹس بھیجنے کے بعد نوے دن کے اندر زوجین کے درمیان مصالحت ہوجانے پر طلاق اگرچہ تین ہی دی ہوں کالعدم قرار پاتی ہیں شریعت کے نزدیک یہ بات باطل ہے۔ دی ہوئی طلاق کالعدم نہیں ہوتی۔

مسئلہ: تین طلاقوں کا کوئی کفارہ نہیں ہوتا۔

مسئلہ: طلاق نامہ میں اکٹھی تین طلاقیں لکھنے والے وکیل اور اشٹام فروش اس سے گناہ گار ہوتے ہیں اور لاعلم شوہر کے ساتھ ظلم وزیادتی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں واقع ہونے کے دلائل

- ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر کہا کہ میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب اس کی کیا صورت ہوسکتی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تیرے چچا نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (کہ ایک ہی مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دے دیں اور طلاق دینے کے بہتر طریقوں کو چھوڑ دیا کہ یا تو صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دیتا یا ہر ماہ میں ایک طلاق دیتا) اور اب اس کی کوئی صورت نہیں بن سکتی۔
- ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ سوال کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس پر سکوت اختیار کیا۔ (ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ) ہم نے خیال کیا کہ شاید وہ اس عورت کو واپس اسے دلانا چاہتے ہیں۔ مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم خود حماقت کا ارتکاب کرتے ہو اور پھر کہتے ہو اے ابن عباس اے ابن عباس! بات یہ ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ سے نہ ڈرے تو اس کے لیے کوئی راہ نہیں نکل سکتی۔ جب تم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے (کہ طلاق دینے کے پسندیدہ طریقے کو چھوڑ کر طلاق دینے کا غیر پسندیدہ طریقہ اختیار کیا) تو اب تمہارے لیے کوئی گنجائش ہی نہیں۔ تمہاری بیوی اب تم سے بالکل جدا ہوگئی۔
- حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا ہی فیصلہ منقول ہے۔
- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر تم نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاقیں دی ہیں تو بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس صورت میں) مجھے رجوع کرنے کا حکم دیا تھا اور اگر تم نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں تو یقیناً وہ تم پر حرام ہوگئی جب تک وہ تمہارے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے۔ اور اسی طرح تم نے اپنی بیوی کو طلاق دینے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی بھی کی

ہے۔

غرض اس بات پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع و اتفاق ہے کہ اگر شوہر ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دے یا یوں کہہ دے کہ تجھے تین طلاق تو تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔

ضروری وضاحت

☼ ۱ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی ہوتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں نے اپنے معاملہ میں جلد بازی سے کام لیا حالانکہ ان کو سوچنے اور سمجھنے کا وقت حاصل تھا۔ ہم کیوں نہ ان تین کو ان پر نافذ کر دیں۔تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان پر تین ہی نافذ کر دیں۔

اس روایت سے یہ خیال کرنا کہ ایک مجلس میں دی گئی طلاقوں کے شرعی حکم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدل ڈالا بڑی غلطی ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عہد میں عموماً ایک وقت میں بجائے تین طلاقوں کے صرف ایک طلاق دی جاتی تھی۔ اسی مجلس میں اگر کوئی دوسری یا تیسری بار کہتا تو وہ محض تاکید کی غرض سے کہتا تھا۔ بعد میں اسلام پھیلا اور بہت سے لوگ مسلمان ہوئے لیکن وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح محتاط نہیں تھے اور ان میں بیک وقت تین طلاق دینے کا رواج بکثرت ہوگیا اور ان کی حالت کے پیش نظر ان کے تاکید کے دعوے کو بلا شک وشبہ تسلیم کرنا مشکل تھا۔تو پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے محتاط لوگوں سے کبھی ایسا ہوجاتا تھا تو ان کے دعوے کو تسلیم کرلیا جاتا تھا کیونکہ وہ سچے پکے لوگ تھے لیکن اب حالات کے تغیر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شریعت کے عدالتی ضابطہ کو سامنے رکھ کر حکم دیا کہ ہم کو لوگوں کی نیت تک رسائی ممکن نہیں لہٰذا ہم نیت کا اعتبار نہیں کریں گے اور اگر کوئی تین دفعہ طلاق کا لفظ کہے گا تو ہم تین ہی شمار کریں گے۔

☼ ۲ اسلام سے پہلے دستور تھا کہ دس بیس جتنی بار چاہتے بیوی کو طلاق دیتے اور رجوع کر لیتے اور اس طرح سے بعض لوگ عورتوں کو بہت ستاتے۔ اس پر یہ

آیت اتری

{اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ۔۔۔ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰی تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ} (سورہ بقرہ ۲۲۹)

''یعنی طلاق رجعی دو بار تک ہے۔ اس کے بعد عورت کو روک رکھنا ہے دستور کے موافق یا چھوڑ دینا ہے بھلے طریقے سے...... پھر اگر اس عورت کو طلاق دی (یعنی تیسری بار) تو اب شوہر کے لیے حلال نہیں وہ عورت جب تک وہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرے۔''

اس آیت سے استدلال کرنا ایک مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں تو واقع نہیں ہوتیں صحیح نہیں کیونکہ اس آیت میں اس مضمون سے سرے سے بحث ہی نہیں ہے۔

کسی شرط پر طلاق دینے کا بیان

اس کو طلاق کا حلف یا طلاق کی قسم بھی کہتے ہیں۔

مسئلہ: نکاح کرنے سے پہلے کسی عورت کو کہا اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے تو جب اس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کرتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی۔ بائن اس لیے کہ یہ طلاق رخصتی سے پہلے واقع ہورہی ہے۔ اب بے نکاح کیے اس کو نہیں رکھ سکتا۔ اگر یوں کہا ہو کہ اگر تجھ سے نکاح کروں تو تجھ پر دو طلاق تو دو طلاق بائن پڑ گئیں اور اگر تین طلاق کا کہا تو تینوں پڑ گئیں اور اب طلاق مغلظ ہوگئی۔

مسئلہ: نکاح ہوتے ہی جب عورت پر طلاق پڑ گئی اور شوہر نے اسی عورت سے پھر نکاح کرلیا تو اب دوسرا نکاح کرنے سے طلاق نہ پڑے گی ہاں اگر یوں کہا ہو کہ جتنی دفعہ تجھ سے نکاح کروں ہر مرتبہ تجھ کو طلاق ہے تو جب نکاح کرے گا ہر دفعہ طلاق پڑ جایا کرے گی۔ اب اس عورت کو رکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرا خاوند کر کے اگر اس مرد سے نکاح کرے گی تب بھی طلاق پڑ جائے گی۔

مسئلہ: کسی نے کہا جس عورت سے نکاح کروں اس کو طلاق تو جس عورت سے نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ البتہ طلاق پڑنے کے بعد اگر پھر اسی عورت سے

نکاح کرلیا تو طلاق نہیں پڑے گی۔

مسئلہ: کسی نے کہا جب بھی میں کسی عورت سے نکاح کروں تو اس کو تین طلاق تو جس عورت سے نکاح کرے گا اس کو تین طلاق پڑ جائیں گی۔ ایسے شخص کے لیے کوئی عورت اپنے نکاح میں لانے کی یہ صورت ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا شخص اس کا نکاح کردے۔ پھر جب اس کو نکاح کی خبر پہنچے تو زبان سے اجازت نہ دے ورنہ تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی بلکہ خبر سن کر بالکل خاموش رہے۔ البتہ تحریری اجازت دے دے یا کل مہر یا اس کا کچھ حصہ بیوی کی طرف بھیج دے۔ تحریری اجازت یا مہر بھیجنے سے قبل اگر کوئی اس کو نکاح کی مبارکباد دے تو اس کو یوں کہے کہ میں ابھی اس پر غور کررہا ہوں خاموش بھی نہ رہے کیونکہ ایسے موقع پر خاموشی اجازت کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر اپنی بیوی سے کہا اگر تو فلانا کام کرے تو تجھ کو طلاق، اگر تو میرے پاس سے جائے تو تجھ کو طلاق ۔ اگر تو اس گھر میں جائے تو تجھ کو طلاق یا کسی اور بات کے ہونے پر طلاق دی تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق پڑ جائے گی اگر نہ کرے گی تو نہ پڑے گی اور طلاق رجعی پڑے گی جس میں بے نکاح بھی روک رکھنے کا اختیار ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی کنایہ لفظ کہا ہو جیسے یوں کہے اگر فلانا کام کرے تو مجھ کو تجھ سے کچھ واسطہ نہیں تو جب وہ کام کرے گی تب طلاق بائن پڑے گی بشرطیکہ مرد نے اس لفظ کے کہتے وقت طلاق کی نیت کی ہو۔

مسئلہ: یوں کہا اگر فلانا کام کرے تو تجھ کو دو طلاق یا تین طلاق تو جتنی طلاقیں کہیں وہ کام کرنے پر اتنی پڑیں گی۔

مثلاً شوہر نے بیوی کو یوں کہا کہ اگر تو فلاں سے (مثلاً اپنے باپ سے) ملی تو تجھے تین طلاقیں ہیں۔ بعد میں شوہر پشیمان ہے اور بیوی کے لیے اپنے باپ سے ملے بغیر بھی چارہ نہیں تو اس سے خلاصی کی صورت یہ ہے کہ شوہر بیوی کو ایک طلاق جو کہ بہتر ہے کہ بائنہ ہو دے دے (مثلاً یوں کہہ دے کہ تجھے ایک طلاق بائن ہے)۔ اس کے بعد عورت طلاق کی عدت گزارے۔ جب عدت مکمل ہوجائے اس وقت اپنے باپ سے

مل لے۔ اس وقت قسم پوری ہو گی لیکن منکوحہ نہ رہنے کی وجہ سے قسم ضائع ہو جائے گی۔

اس کے بعد دونوں باہمی رضامندی سے نکاح کرلیں۔ نکاح کے بعد عورت اپنے باپ سے ملے گی تو مزید طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ: اپنی بیوی سے کہا اگر تو اس گھر میں جائے گی تو تجھ کو طلاق اور وہ چلی گئی اور طلاق پڑ گئی۔ پھر عدت کے اندر اندر شوہر نے روک رکھا یا عدت گزر گئی تھی دوبارہ نکاح کرلیا تو اب پھر گھر جانے سے طلاق نہ پڑے گی۔

البتہ اگر یوں کہا جتنی مرتبہ اس گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھ کو طلاق یا یوں کہا ہو جب کبھی تو گھر میں جائے ہر مرتبہ تجھ کو طلاق تو اس صورت میں عدت کے اندر روک لینے یا عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر لینے کے بعد دوسری مرتبہ گھر میں جانے سے دوسری طلاق ہوگئی۔ پھر عدت کے اندر یا تیسرے نکاح کے بعد اگر تیسری دفعہ گھر میں جائے گی تو تیسری طلاق پڑ جائے گی۔ اب تین طلاق کے بعد اس سے نکاح درست نہیں ۔ البتہ اگر دوسرا خاوند کر کے پھر اسی مرد سے نکاح کرے تو اب گھر میں جانے سے طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو فلاں کام کرے تو تجھ کو طلاق۔ ابھی اس نے وہ کام نہیں کیا تھا کہ شوہر نے اپنی طرف سے ایک اور طلاق دیدی اور چھوڑ دیا اور عدت کے بعد پھر اسی عورت سے نکاح کرلیا اور اس نکاح کے بعد اب اس عورت نے وہی کام کیا تو پھر طلاق پڑ گئی۔ البتہ اگر طلاق پانے اور عدت گزر جانے کے بعد اس نکاح سے پہلے اس نے وہی کام کرلیا ہو تو چونکہ اس وقت عورت منکوحہ نہیں ہے تو قسم ضائع ہو گی۔ اب اس نکاح کے بعد اس کام کے کرنے سے طلاق نہ پڑے گی اور اگر طلاق پانے کے بعد عدت کے اندر اس نے وہی کام کیا تب بھی دوسری طلاق پڑ گئی۔

مسئلہ: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو روزہ رکھے تو تجھ کو طلاق تو روزہ رکھتے ہی فوراً طلاق پڑ گئی۔ البتہ اگر یوں کہا اگر تو ایک روزہ رکھے یا دن بھر کا روزہ رکھے تو تجھے

طلاق تو روزے کے ختم پر طلاق پڑے گی اگر روزہ توڑ ڈالے تو طلاق نہ پڑے گی۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا جس دن تجھ سے نکاح کروں تجھ کو طلاق پھر رات کے وقت نکاح کیا تب بھی طلاق پڑ گئی کیونکہ بول چال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ جس وقت تجھ سے نکاح کروں تجھ کو طلاق۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی کو کہا اگر تجھ کو حیض آئے تو تجھ کو طلاق۔ اس کے بعد عورت نے خون دیکھا تو ابھی سے طلاق کا حکم نہ لگائیں گے بلکہ جب پورے تین دن رات خون آتا رہے تو تین دن تین رات کے بعد یہ حکم لگائیں گے کہ جس وقت سے خون آنا شروع ہوا تھا اسی وقت سے طلاق پڑ گئی تھی۔ اور اگر یوں کہا ہو جب تجھ کو ایک حیض آئے تو تجھ کو طلاق تو حیض کے ختم ہونے پر طلاق پڑے گی۔

مسئلہ: عورت نے گھر سے باہر جانے کا ارادہ کیا مرد نے کہا ابھی مت جاؤ۔ عورت نہ مانی اس پر مرد نے کہا اگر تو باہر جائے تو تجھ کو طلاق تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ابھی باہر جائے گی تو طلاق پڑے گی اور اگر ابھی نہ گئی کسی اور دن گئی تو طلاق نہ پڑے گی کیونکہ شوہر کا مطلب یہی تھا کہ ابھی نہ جاؤ پھر جانا۔ یہ مطلب نہیں کہ عمر بھر نہ جانا۔

مرض موت کے بیمار کے طلاق دینے کا بیان

یہاں بیمار سے وہ شخص مراد ہے جو ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے عام طور پر موت واقع ہو جاتی ہے۔

مسئلہ: بیماری کی حالت میں کسی نے اپنی عورت کو طلاق دے دی پھر عورت کی عدت ختم نہ ہوئی تھی کہ اسی بیماری میں مر گیا تو شوہر کے مال میں سے جتنا بیوی کا حصہ ہوتا ہے اتنا اس عورت کو ملے گا چاہے ایک طلاق دی ہو یا دو تین اور چاہے طلاق رجعی دی ہو یا بائن سب کا ایک حکم ہے۔ اگر عدت ختم ہو چکی تھی تب وہ مرا تو عورت حصہ نہ پائے گی۔ اسی طرح اگر مرد اسی بیماری میں نہیں مرا بلکہ اس سے اچھا ہو گیا تھا پھر بیمار ہو گیا اور مر گیا تب بھی حصہ نہ پائے گی چاہے عدت ختم ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

مسئلہ: عورت نے طلاق بائن مانگی تھی اس لیے مرد نے طلاق بائن دے دی تو عورت میراث میں حصہ پانے کی مستحق نہیں چاہے شوہر عدت کے اندر مرے یا عدت کے بعد دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ اگر طلاق رجعی دی ہو خواہ عورت نے طلاق رجعی مانگی ہو یا طلاق بائن مانگی ہو اور عدت کے اندر شوہر مرجائے تو عورت میراث میں حصہ پائے گی۔

مسئلہ: بیماری کی حالت میں عورت سے کہا کہ تو گھر سے باہر جائے تو تجھ کو بائن طلاق ہے۔ پھر عورت باہر گئی اور طلاق بائن پڑ گئی تو اس صورت میں حصہ نہ پائے گی کہ اس نے خود ایسا کام کیا جس سے طلاق پڑی اور اگر یوں کہا کہ اگر تو کھانا کھائے تو تجھ کو طلاق بائن ہے یا یوں کہا اگر تو نماز پڑھے تو تجھ کو طلاق بائن ہے۔ ایسی صورت میں اگر شوہر عدت کے اندر مرجائے تو عورت کو حصہ ملے گا کیونکہ عورت کے اختیار سے طلاق نہیں پڑی کھانا کھانا اور نماز پڑھنا تو ضروری ہے۔

مسئلہ: صحت مند آدمی نے کہا کہ جب تو گھر سے باہر نکلے تو تجھ کو طلاق بائن ہے۔ پھر جس وقت وہ گھر سے باہر نکلی اس وقت وہ بیمار تھا اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر گیا تب بھی حصہ نہ پائے گی۔

مسئلہ: تندرستی کے زمانہ میں کہا جب تیرا باپ پردیس سے آئے تو تجھ کو طلاق بائن ہے۔ جب وہ پردیس سے آیا اس وقت شوہر بیمار تھا اور اسی بیماری میں مر گیا تو حصہ نہ پائے گی اور اگر بیماری کی حالت میں یہ کہا ہو اور اسی بیماری میں عدت کے اندر مر گیا تو حصہ پائے گی۔

طلاق رجعی میں رجعت کر لینے کا بیان

مسئلہ: جب کسی نے رجعی ایک طلاق یا دو طلاقیں دیں تو عدت ختم ہونے سے پہلے پہلے مرد کو اختیار ہے کہ اس کو روک رکھے پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور عورت چاہے راضی ہو یا نہ ہو اس کو کچھ اختیار نہیں ہے اور اگر تین طلاقیں دے دیں تو اس کا حکم اوپر بیان ہو چکا اس میں یہ اختیار نہیں۔

مسئلہ: رجعت کرنے یا روک رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو صاف صاف زبان سے

کہہ دے کہ میں تجھ کو پھر رکھے لیتا ہوں تجھ کو نہ چھوڑوں گا یا یوں کہہ دے کہ میں اپنے نکاح میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں یا عورت سے نہیں کہا کسی اور سے کہہ دیا کہ میں نے اپنی بیوی کو پھر رکھ لیا اور طلاق سے باز آیا۔ بس اتنا کہنے سے وہ پھر اس کی بیوی ہوگئی۔

مسئلہ: جب عورت کو روک رکھنا منظور ہو تو بہتر ہے کہ کم از کم دو مردوں کو یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنالے کہ شاید کبھی کچھ جھگڑا پڑے تو کوئی مکر نہ سکے۔ اگر کسی کو گواہ نہ بنایا اور تنہائی میں ایسا کرلیا تب بھی صحیح ہے مطلب تو حاصل ہو ہی گیا۔

مسئلہ: اگر عورت کے سامنے رجعت نہ کی بلکہ اس سے علیحدہ ہو کر کی تو عورت کو رجعت کی خبر دینا مندوب ہے تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عدت کی مدت ختم ہونے پر وہ لاعلمی میں کسی اور سے نکاح کر لے۔

مسئلہ: رجعت کی نیت نہ تھی لیکن زبان سے ویسے ہی کہہ دیا کہ میں نے بیوی کو اپنے نکاح میں باقی رکھا تو اس سے بھی رجعت ہوگئی۔

مسئلہ: اگر عورت کی عدت گزر چکی تب ایسا کرنا چاہا تو کچھ نہیں ہوسکتا۔ اب اگر عورت منظور کرے اور راضی ہو تو پھر سے نکاح کرنا پڑے گا۔ نکاح کے بغیر نہیں رکھ سکتا اگر وہ رکھے بھی تو عورت کو اس کے پاس رہنا درست نہیں۔

مسئلہ: جس عورت کو ایک یا دو طلاق رجعی ملی ہوں جس میں مرد کو طلاق سے باز آنے کا اختیار ہوتا ہے ایسی عورت کو چاہیے کہ خوب بناؤ سنگھار کر کے رہا کرے کہ شاید مرد کا جی اس کی طرف جھک پڑے اور رجعت کر لے اور اگر مرد کا قصد رجعت کرنے کا نہ ہو (بلکہ ہو تب بھی) اس کو مناسب ہے کہ جب گھر میں آئے تو کھانس کھنکار کرتے ہوئے آیا آئے تا کہ عورت اپنا بدن اگر کچھ کھلا ہو تو ڈھک لے اور شوہر کی کسی بے موقع جگہ نگاہ نہ پڑے کیونکہ شرمگاہ کے اندرونی حصہ پر شہوت سے نظر کرنے سے رجعت ہو جاتی ہے اور چونکہ اس کا ارادہ رجعت کا نہیں ہے اس لیے اس کی احتیاط رکھی جائے کہ نگاہ بھی نہ پڑے۔ اور جب عدت پوری ہو چکے تو عورت کسی اور جگہ جا کے رہے۔

مسئلہ: عورت کو معلوم ہے کہ مرد اس سے شدید بغض رکھتا ہے اور رجعت کی کچھ امید نہیں تو پھر بناؤ سنگھار نہ کرے۔

مسئلہ: اگر ابھی رجعت نہ کی ہو تو اس عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے جانا جائز نہیں اور اس عورت کو اس کے ساتھ جانا بھی درست نہیں۔

مسئلہ: جس عورت کو ایک طلاق یا دو طلاق بائن دے دیں جس میں روک رکھنے کا اختیار نہیں ہوتا اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کرے عدت کے اندر نکاح درست نہیں۔ اور خود اسی طلاق دینے والے سے نکاح منظور ہو تو عدت کے اندر بھی ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: رجعت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ زبان سے تو کچھ نہیں کہا لیکن عورت سے صحبت کر لی یا اس کا بوسہ لیا' پیار کیا یا جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو ان سب صورتوں میں وہ پھر اس کی بیوی ہو گئی' پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس طرح کے فعل کے ساتھ رجعت میں کراہت تنزیہی ہے۔

مسئلہ: جس عورت کو حیض آتا ہو اس کے لیے طلاق کی عدت تین حیض ہیں جب تین حیض پورے ہو چکیں تو عدت گزر چکی۔ جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب سمجھو کہ اگر تیسرا حیض پورے دس دن آیا ہے تب تو جس وقت دس دن پورے ہونے پر خون بند ہوا اسی وقت عدت ختم ہو گئی اور روک رکھنے کا جو اختیار مرد کو تھا جاتا رہا چاہے عورت نہا چکی ہو یا ابھی نہ نہائی ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور اگر تیسرا حیض دس دن سے کم آیا اور خون بند ہو گیا لیکن ابھی عورت نے غسل نہیں کیا اور نہ کوئی نماز اس کے اوپر واجب ہوئی تو اب بھی مرد کا اختیار باقی ہے۔ اب بھی اپنے قصد سے باز آئے گا تو پھر اس کی بیوی بن جائے گی۔ البتہ اگر خون بند ہونے پر اس نے غسل کر لیا یا غسل تو نہیں کیا لیکن ایک نماز کا وقت گزر گیا یعنی ایک نماز کی قضا اس کے ذمہ واجب ہو گئی۔ ان دونوں صورتوں میں مرد کا اختیار جاتا رہا۔ اب نکاح کیے بغیر نہیں رکھ سکتا۔

مسئلہ: جس عورت سے ابھی صحبت نہ کی ہو خواہ تنہائی ہو چکی ہو اس کو ایک طلاق دینے

سے روک رکھنے کا اختیار نہیں رہتا بلکہ اس کو جو طلاق دی جائے بائن پڑتی ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں ایک جگہ تنہائی میں تو رہے لیکن مرد کہتا ہے کہ میں نے صحبت نہیں کی پھر اس اقرار کے بعد طلاق دے دی تو اب طلاق سے رجوع کرنے کا اختیار اس کو نہیں۔

عورت کو تفویض طلاق

مسئلہ: شوہر کا اپنی بیوی سے کہنا کہ وہ اپنے اوپر طلاق ڈال لے یا طلاق کی نیت سے یہ کہنا کہ وہ اپنے آپ کو اختیار کر لے یا یہ کہنا کہ اس کا معاملہ اس کے ہاتھ میں اس کو تفویض طلاق کہتے ہیں۔

مسئلہ: آخری دو الفاظ اگر شوہر نے غصہ کی حالت میں کہے ہوں یا طلاق کے مطالبہ پر کہے ہوں تو عدالت اس کو تفویض طلاق شمار کرے گی۔

مسئلہ: جس مجلس و نشست میں شوہر نے طلاق تفویض کی ہو جب تک عورت کی وہ نشست قائم ہے وہ اپنا حق استعمال کر سکتی ہے اگرچہ وہ نشست کتنی ہی طویل ہو جائے۔ ((3

مسئلہ: پانی پینے سے یا چائے پینے سے یا کوئی چھوٹی موٹی چیز منہ میں ڈالنے سے نشست نہیں بدلتی۔ نشست اسی صورت میں ختم ہوتی ہے اور بدلتی ہے جب عورت اٹھ جائے یا کسی اور کام میں لگ جائے۔

مسئلہ: تفویض طلاق کے بعد شوہر کو اختیار نہیں رہتا کہ وہ اپنی بات سے پھر جائے یا عورت کو اس سے منع کر دے یا اپنی بات کو فسخ کر دے۔

مسئلہ: شوہر نے کہا اپنے اوپر ایک طلاق ڈال لو لیکن عورت نے اکٹھی تین طلاقیں ڈال لیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک بھی طلاق نہ ہو گی جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ایک طلاق ہو جائے گی۔

مسئلہ: شوہر نے کہا تو اپنے آپ پر جب چاہے طلاق ڈال لے تو عورت اسی نشست میں بھی اور اس کے بعد بھی طلاق ڈال سکتی ہے لیکن صرف ایک مرتبہ۔

مسئلہ: شوہر نے کہا جب جب تو چاہے اپنے اوپر طلاق ڈال لے تو عورت کو تین طلاقیں ڈالنے تک اختیار رہے گا۔

مسئلہ: شوہر نے کہا جیسی چاہے اپنے اوپر طلاق ڈال لے تو عورت اپنے اوپر تین طلاقیں بھی ڈال سکتی ہے اور ایک یا دو بھی ڈال سکتی ہے خواہ رجعی ہوں یا بائن ہوں۔

مسئلہ: اگر تفویض ایک مدت کے لئے ہو مثلاً کہا آج کے دن تجھے اپنے بارے میں اختیار ہے تو باقی دن تک اختیار ہوگا اور اگر کہا کہ اس مہینے میں اختیار ہے تو رواں مہینہ ختم ہونے تک اختیار ہوگا۔ اور اگر کہا کہ ایک مہینہ تک اختیار ہے تو کہنے کے وقت سے تیس دن تک اختیار ہوگا۔

مسئلہ: شوہر تفویض طلاق اپنی بیوی کے بجائے اس کے باپ کو یا کسی اجنبی شخص کو کر دے تو یہ بھی درست ہے۔

مسئلہ: تفویض طلاق کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو سکتی ہے۔ پھر اگر وہ شرط مدت سے خالی ہو مثلاً یوں کہا جب زید آئے تو تجھے اختیار ہوگا۔ زید آیا تو عورت کو اسی وقت خیار ہوگا جب اس کو اپنی اسی مجلس میں علم ہو جائے جس میں زید آیا۔

مسئلہ: کوئی عورت نکاح کے وقت اپنے لئے تفویض طلاق رکھنا چاہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ نکاح نامہ میں اس کو لکھنے کے علاوہ ایجاب و قبول میں اس کو زبانی ذکر کیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایجاب عورت کی جانب سے ہو یعنی پہلے خود عورت کا ولی یا وکیل عقد نکاح کے وقت یوں کہے کہ میں نے مسماۃ فلاں بنت فلاں تمہارے نکاح میں اس شرط پر دی کہ اگر تم نے یہ کام کیا یا وہ کام کیا تو مسماۃ مذکور کو اسی وقت یا پھر کسی وقت اپنے اوپر ایک طلاق بائن ڈالنے کا اختیار ہوگا۔ اس کے جواب میں مرد یوں کہے کہ میں نے قبول کیا یا کہے کہ میں نے شرائط سمیت قبول کیا۔ اس پر عورت کو اختیار حاصل ہو جائے گا۔

تنبیہ: عورت جب اپنا حق استعمال کرے تو یوں کہے کہ میں اپنے حق کو

استعمال کرتے ہوئے اپنے اوپر طلاق ڈالتی ہوں۔ یوں نہ کہے کہ میں شوہر کو طلاق دیتی ہوں کیونکہ اس سے طلاق نہیں ہوتی۔

۞۞۞

باب ۱۲

خلع کا بیان

اگر میاں بیوی میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر یا اپنا مہر دے کر اپنے شوہر سے کہے کہ اتنا روپیہ لے کر میری جان چھوڑ دو یا یوں کہے جو میرا مہر تمہارے ذمہ ہے اس کے عوض میں میری جان چھوڑ دو۔ اس کے جواب میں شوہر کہے میں نے چھوڑ دی تو اس عورت پر ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ البتہ اگر شوہر نے اسی مجلس میں جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کھڑا ہوا یا شوہر تو نہیں اٹھا عورت اٹھ کھڑی ہوئی تب شوہر نے کہا اچھا میں نے چھوڑ دی تو اس سے کچھ نہیں ہوا۔ جواب و سوال دونوں ایک ہی جگہ ہونے چاہئیں۔ اس طرح جان چھڑانے کو شریعت میں خلع کہتے ہیں۔

مسئلہ: مرد نے کہا میں نے تجھ سے خلع کیا عورت نے کہا میں نے قبول کیا تو خلع ہو گیا۔ البتہ عورت نے اگر اسی جگہ جواب نہ دیا ہو وہاں سے کھڑی ہو گئی ہو یا عورت نے قبول ہی نہیں کیا تو کچھ نہیں ہوا۔ لیکن عورت اگر اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور عورت نے اس کے اٹھنے کے بعد قبول کیا تب بھی خلع ہو گیا۔

مسئلہ: اگر خلع کی پیشکش مرد کی جانب سے ہو تو وہ اس سے پھر نہیں سکتا اور اگر خلع کی پیشکش عورت کی جانب سے ہو تو وہ مرد کے قبول کرنے سے پیشتر اپنی پیشکش واپس لے سکتی ہے۔

مسئلہ: مرد نے فقط اتنا کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا اور عورت نے قبول کر لیا مہر یا روپے پیسے کا ذکر نہ مرد نے کیا نہ عورت نے تب بھی نکاح سے متعلق جو حق مرد کا عورت پر ہے اور نکاح سے متعلق جو حق عورت کا مرد پر ہے سب معاف ہوا۔ اگر مرد کے ذمہ مہر باقی ہے تو وہ بھی معاف ہو گیا اور اگر عورت پا چکی ہے تو خیر اس کا لوٹانا واجب نہیں۔ البتہ عدت ختم ہونے تک روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر دینا پڑے گا۔ ہاں اگر عورت نے

کہہ دیا ہو کہ عدت کا روٹی کپڑا اور رہنے کا گھر بھی تم سے نہ لوں گی تو وہ بھی معاف ہو گیا۔

مسئلہ: اور اگر اس کے ساتھ کچھ مال کا بھی ذکر کر دیا جیسے یوں کہا دو ہزار روپے کے عوض میں نے تجھ سے خلع کیا پھر عورت نے قبول کر لیا تو خلع ہو گیا۔ اب عورت کے ذمہ دو ہزار روپے دینے واجب ہو گئے۔ اپنا مہر پا چکی ہو تب بھی دو ہزار روپے دینے پڑیں گے اور اگر مہر ابھی نہ پایا ہو تب بھی دینے پڑیں گے اور مہر بھی نہ ملے گا کیونکہ وہ خلع کی وجہ سے معاف ہو گیا۔

مسئلہ: اگر خلع مہر پر کیا یعنی مرد نے یوں کہا میں نے تجھ سے مہر پر خلع کیا اور عورت نے قبول کر لیا تو اگر مہر ابھی وصول نہیں کیا تھا تو ساقط ہو جائے گا اور اگر وصول کر چکی تھی تو واپس لوٹانا پڑے گا۔

مسئلہ: خلع میں اگر قصور مرد کا ہو تو مرد کو روپیہ اور مال لینا یا جو مہر مرد کے ذمہ ہے اس کے عوض میں خلع کرنا بڑا گناہ ہے۔ اگر کچھ مال لے لیا تو اس کو اپنے خرچ میں لانا بھی حرام ہے۔ اگر عورت ہی کا قصور ہو تو جتنا مہر دیا ہے اس سے زیادہ نہ لینا چاہیے بس صرف مہر ہی کے عوض میں خلع کرے۔ اگر مہر سے زیادہ لے لیا تو بھی خیر بے جا تو ہوا لیکن کچھ گناہ نہیں۔

مسئلہ: عورت خلع کرنے پر راضی نہ تھی مرد نے اس سے زبردستی کی اور خلع کرنے پر مجبور کیا یعنی مار پیٹ کر، دھمکا کر خلع کیا تو طلاق پڑ گئی لیکن مال عورت پر واجب نہیں۔ اگر مرد کے ذمہ مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔

خلع اور مال کے عوض طلاق کے درمیان فرق

یہ سب باتیں اس وقت ہیں جب خلع کا لفظ کہا ہو یا یوں کہا ہو کہ ہزار روپے پر یا پانچ ہزار روپے کے عوض میں میری جان چھوڑ دے یا یوں کہا میرے مہر کے عوض میں مجھ کو چھوڑ دے اور اگر اس طرح نہیں کہا بلکہ طلاق کا لفظ کہا جیسے یوں کہے دو ہزار

روپے کے عوض میں مجھے طلاق دے دو تو اس کو خلع نہ کہیں گے۔ اگر مرد نے اس مال کے عوض میں طلاق دے دی تو ایک طلاق بائن پڑ گئی اور اس میں کوئی حق معاف نہیں ہوا نہ وہ جو مرد کے اوپر ہیں اور نہ وہ جو عورت پر ہیں۔ مرد نے اگر مہر نہ دیا تو وہ بھی معاف نہیں ہوا۔ عورت اس کا دعویٰ کر سکتی ہے اور مرد یہ دو ہزار روپے عورت سے لے گا۔

مال کے عوض طلاق کے چند مسائل

مسئلہ: مرد نے کہا میں نے تین ہزار روپے کے عوض میں طلاق دی تو عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہے۔ اگر قبول نہ کرے تو نہ پڑے گی اور اگر قبول کر لے تو ایک طلاق بائن پڑ گئی۔ لیکن اگر جگہ بدل جانے کے بعد قبول کیا تو طلاق نہیں پڑی۔

مسئلہ: عورت نے کہا تین ہزار روپے کے عوض میں مجھ کو تین طلاق دے دے۔ اس پر شوہر نے ایک ہی طلاق دی تو فقط ایک ہزار روپیہ مرد کو ملے گا اور اگر دو طلاقیں دی ہوں تو دو ہزار۔ اگر تینوں دے دے تو پورے تین ہزار روپے عورت سے دلائے جائیں گے اور سب صورتوں میں طلاق بائن پڑے گی کیونکہ مال کا بدلہ ہے۔

عدالتی یا جبری خلع

پاکستان کے عائلی قوانین کے تحت جب کوئی عورت اپنی کسی پریشانی میں عدالت سے رجوع کرتی ہے اور خلع کی بنیاد پر تفریق حاصل کرنا چاہتی ہے اور عدالت اس کے حق میں فیصلہ کرنا چاہتی ہے تو یہ حکم جاری کرتی ہے کہ خلع کی بنیاد پر نکاح فسخ کیا جاتا ہے جبکہ شوہر سے خلع پر رضا مندی بھی حاصل نہیں کی جاتی۔ خلع زوجین کے مابین ایک باہمی معاہدہ ہوتا ہے اور عدالت یکطرفہ طور پر جبراً خلع نہیں کرا سکتی۔ اس سے نکاح ختم نہیں ہوتا اور عورت کا آگے کسی اور سے نکاح کرنا صحیح نہیں ہوتا۔ اس لیے عدالت کے ذریعے خلع حاصل کرنے سے پہلے ہی کسی معتبر دارالافتاء سے مشورہ کر لیں۔ (مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''فقہ اسلامی'' عائلی مسائل کے صفحات 151 اور 152

دیکھئے)۔

۞۞۞

باب ۱۳

ایلاء یعنی بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا

مسئلہ: جس نے قسم کھالی اور یوں کہہ دیا کہ خدا کی قسم اب صحبت نہ کروں گا۔ خدا کی قسم تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا۔ قسم کھاتا ہوں کہ تجھ سے صحبت نہ کروں گا یا کسی اور طرح کہا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے صحبت نہ کی تو چار مہینے گزرنے پر عورت پر ایک طلاق بائن ہو جائے گی۔ اب نکاح کیے بغیر میاں بیوی کی طرح نہیں رہ سکتے اور اگر چار مہینے کے اندر ہی اندر اس نے اپنی قسم توڑ ڈالی اور صحبت کر لی تو طلاق نہ پڑے گی البتہ قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا ایسی قسم کھانے کو شرع میں ایلاء کہتے ہیں۔

مسئلہ: ہمیشہ کے لیے صحبت نہ کرنے کی قسم نہیں کھائی بلکہ فقط چار مہینے کے لیے قسم کھائی اور یوں کہا خدا کی قسم چار مہینے تک تجھ سے صحبت نہ کروں گا تو اس سے ایلاء ہو گیا اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے تو طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر چار مہینے سے پہلے صحبت کر لے تو قسم کا کفارہ دے۔

مسئلہ: اگر چار مہینے سے کم کے لیے قسم کھائی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس سے ایلاء نہ ہوگا۔ چار مہینے سے ایک دن بھی کم کر کے قسم کھائے تب بھی ایلاء نہ ہوگا البتہ جتنے دنوں کی قسم کھائی ہے اتنے دنوں سے پہلے پہلے صحبت کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو عورت کو طلاق نہ پڑے گی اور قسم بھی پوری رہے گی۔

مسئلہ: کسی نے فقط چار مہینے کے لیے قسم کھائی پھر اپنی قسم نہیں توڑی اس لیے چار مہینے کے بعد طلاق پڑ گئی اور طلاق کے بعد پھر اسی مرد سے نکاح ہو گیا تو اب اس نکاح کے بعد اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے تو کچھ حرج نہیں اب کچھ نہ ہوگا۔ اور اگر ہمیشہ کے لیے قسم کھائی جیسے یوں کہہ دیا میں قسم کھاتا ہوں کہ اب تجھ سے صحبت نہ کروں گا یا یوں کہا خدا کی قسم تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا پھر اپنی قسم نہیں توڑی اور چار مہینے بعد طلاق پڑ گئی۔ اس کے بعد پھر اس سے نکاح کر لیا اور نکاح کے بعد پھر چار مہینے تک

صحبت نہیں کی تو اب پھر دوسری طلاق پڑ گئی۔ اگر تیسری دفعہ پھر اسی سے نکاح کر لیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اس نکاح کے بعد اگر چار مہینے تک صحبت نہ کرے گا تو تیسری طلاق پڑ جائے گی اور دوسرا خاوند کیے بغیر اس سے نکاح بھی نہ ہو سکے گا۔ البتہ اگر دوسرے یا تیسرے نکاح کے بعد صحبت کر لیتا تو قسم ٹوٹ جاتی اور پھر طلاق نہ پڑتی ہاں قسم توڑنے کا کفارہ دینا ہوتا۔

تین طلاقیں پوری ہونے کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے اور پھر اس کے طلاق دینے کے بعد دوبارہ پہلے شوہر سے نکاح کرے گی تو اب ایلاء نہ رہے گا۔

مسئلہ: ہمیشہ کی قسم کھانے کے بعد چار مہینے گزر گئے اور عورت کو ایک طلاق بائنہ ہو گئی۔ عدت کے بعد عورت نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر لیا۔ پھر اس سے طلاق ملنے کے بعد اور عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کر لیا تو ایلاء باقی ہے۔

مسئلہ: اگر عورت کو طلاق بائن دے دی پھر اس سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی تو ایلاء نہیں ہوا۔ اب پھر سے نکاح کرنے کے بعد اگر صحبت نہ کرے تو طلاق نہ پڑے گی لیکن جب صحبت کرے گا تو قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔ اگر طلاق رجعی دے دینے کے بعد عدت کے اندر ایسی قسم کھائی تو ایلاء ہو گیا۔ اب اگر رجعت کر لے اور صحبت نہ کرے تو چار مہینے کے بعد طلاق پڑ جائے گی اور اگر صحبت کرے تو قسم کا کفارہ دے۔

مسئلہ: خدا کی قسم نہیں کھائی بلکہ یوں کہا کہ اگر تجھ سے صحبت کروں تو تجھ کو طلاق ہے تب بھی ایلاء ہو گیا۔ صحبت کرے گا تو ابھی طلاق پڑ جائے گی اور قسم کا کفارہ اس صورت میں نہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو چار مہینے کے بعد طلاق بائن پڑ جائے گی۔

مسئلہ: اور اگر یوں کہا اگر تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ ایک حج ہے یا ایک عمرہ ہے یا ایک روزہ ہے یا ہزار روپے خیرات ہے یا ایک قربانی ہے یا سو رکعت نماز ہے یعنی ایسی بات جو مشقت والی بھی ہو اور نذر سے لازم بھی ہو جاتی ہو۔ ان صورتوں میں بھی

ایلاء ہو گیا۔ اگر صحبت کرے گا تو جو بات کہی ہے وہ کرنا ہو گی اور کفارہ نہ دینا پڑے گا اور اگر صحبت نہ کی تو چار مہینے گزرنے پر طلاق بائن پڑ جائے گی۔ اور اگر کوئی ایسی بات کہی جو مشقت والی نہ ہو اگر چہ لازم ہو جاتی ہو مثلاً یوں کہا اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ دو رکعت نماز ہے یا ایک روپیہ خیرات ہے تو ایلاء نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی ایسی بات کہی جو مشقت والی تو ہو لیکن لازم نہ ہو مثلاً یوں کہا اگر میں تجھ سے صحبت کروں تو میرے ذمہ ایک ہزار مرتبہ وضو ہے تو اس سے بھی ایلاء نہ ہو گا۔

مسئلہ: اگر شوہر بیوی سے صحبت کرنے سے حقیقتاً عاجز ہو مثلاً دونوں میں سے کوئی ایک مریض ہو یا ایک نابالغ ہو یا شوہر نامرد ہو یا مقطوع الذکر ہو یا عورت کی شرمگاہ میں دخول سے مانع کوئی رسولی ہو یا شوہر بیوی کا مدت ایلاء میں ملاپ ممکن نہ ہو مثلاً شوہر ناحق قید میں ہو اور قید خانے میں ایسا کوئی موقع نہ ہو کہ بیوی اس کے پاس چلی جائے اور شوہر اس سے صحبت کر سکے یا شوہر دور کے سفر میں ہو اور مدت ایلاء میں اس کا واپس پہنچنا ممکن نہ ہو تو اس وقت ایلاء سے رجوع کی صورت یہ ہے کہ شوہر زبان سے کہے کہ میں نے بیوی سے رجوع کر لیا یا میں نے اپنے کہے سے رجوع کیا یا میں نے ایلاء کو باطل کیا۔ اس طرح کہنے سے مدت ایلاء ختم ہونے پر طلاق نہ پڑے گی البتہ پھر صحبت کرے گا تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ پھر اگر ایلاء کی مدت میں کسی طرح سے صحبت کرنے پر قدرت ہو گئی تو زبانی رجوع کالعدم ہو جائے گا اور اب رجوع بالفعل صحبت کرنا ہو گی۔

باب ۱۴

ظہار

بیوی کو اپنی نسبی یا رضاعی یا سسرالی محرم عورت کہ جس سے کبھی نکاح نہیں ہوسکتا کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا اس کے لیے حرام ہے مثلاً یوں کہا تو مجھ پر میری ماں کی پشت یا میری بہن کے پیٹ کی طرح ہے۔ شرع میں اس کو ظہار کہتے ہیں۔

مسئلہ: نابالغ لڑکے اور پاگل آدمی کے ظہار کا اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی غیر عورت سے ظہار کرے جس سے ابھی نکاح نہیں کیا تو بھی کچھ نہیں ہوا اب اس سے نکاح کرنا درست ہے۔

ظہار کا حکم

یہ ہے کہ عورت رہے گی تو اسی کے نکاح میں لیکن مرد جب تک اس کا کفارہ نہ ادا کرے تب تک صحبت کرنا، شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا، منہ چومنا، پیار کرنا حرام ہے۔ جب تک کفارہ نہ دے گا تب تک وہ عورت حرام رہے گی چاہے جتنے برس گزر جائیں۔ جب مرد کفارہ دے دے تو دونوں میاں بیوی کی طرح رہیں پھر سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اور اس کا کفارہ اسی طرح دیا جاتا ہے جس طرح روزہ توڑنے کا کفارہ دیا جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر کفارہ دینے سے پہلے ہی صحبت کر لی تو بڑا گناہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرے اور اب سے پکا ارادہ کرے کہ اب بغیر کفارہ دیے پھر کبھی صحبت نہ کروں گا اور عورت کو چاہیے کہ جب تک مرد کفارہ نہ دے تب تک اس کو اپنے پاس نہ آنے دے۔

مسئلہ: جب تک کفارہ نہ دے تب تک دیکھنا، بات چیت کرنا حرام نہیں البتہ شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کئی بیویوں سے ایسا کہا تو جتنوں سے کہا ہے اتنے کفارے دے۔

مسئلہ: کفارے میں روزے رکھنے کی طاقت تھی اور روزے رکھنے شروع کر دیے تو

اب جب تک روزے ختم نہ ہو جائیں تب تک اس عورت سے صحبت نہ کرے۔ اگر روزے ختم ہونے سے پہلے اسی عورت سے صحبت کر لی تو اب سب روزے پھر سے رکھے چاہے دن میں اس عورت سے صحبت کی ہو یا رات میں اور چاہے قصداً ایسا کیا ہو یا بھول سے سب کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر روزوں کی طاقت نہ تھی اور ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانے لگا۔ اگر سب فقیروں کو ابھی نہیں کھلا چکا تھا کہ بیچ میں صحبت کر لی تو گناہ ہوا مگر اس صورت میں کفارہ دوہرانا نہ پڑے گا۔

مسئلہ: کسی کے ذمہ ظہار کے دو کفارے تھے اس نے ساٹھ مسکینوں کو چار چار سیر گیہوں دے دیے اور یہ سمجھا کہ ہر کفارے سے دو دو سیر دیتا ہوں اس لیے دونوں کفارے ادا ہو گئے تب بھی ایک ہی کفارہ ادا ہوا۔ دوسرا کفارہ پھر دے اور اگر ایک کفارہ روزہ توڑنے کا تھا دوسرا ظہار کا اس میں ایسا کیا تو دونوں ادا ہو گئے۔

مسئلہ: اگر ظہار میں چار مہینے یا اس سے زیادہ مدت تک صحبت نہ کی اور کفارہ نہ دیا تو طلاق نہیں پڑی۔ اس سے ایلاء نہیں ہوتا۔

مسئلہ: اگر ہمیشہ کے لیے ظہار نہیں کیا بلکہ کچھ مدت مقرر کر دی جیسے یوں کہا سال بھر کے لیے یا چار مہینے کے لیے تو میرے لیے ماں کی پشت کے برابر ہے تو جتنی مدت مقرر کی ہے اتنی مدت تک ظہار رہے گا اور اگر اس مدت کے اندر صحبت کرنا چاہے تو کفارہ دے اور اگر مدت کے بعد صحبت کرے تو کچھ نہ دینا پڑے گا۔ عورت حلال ہو جائے گی۔

مسئلہ: ظہار کا لفظ اگر کئی دفعہ کہے جیسے دو دفعہ یا تین دفعہ یہی کہا کہ تو میرے لیے میری ماں کی پشت کے برابر ہے تو جتنی دفعہ کہا ہے اتنے کفارے دینے پڑیں گے۔ البتہ اگر دوسری اور تیسری مرتبہ کہنے سے خوب مضبوط اور پکے ہو جانے کی نیت کی ہو نئے سرے سے ظہار کرنا مقصود نہ ہو تو ایک ہی کفارہ دے۔

چند دیگر مسائل

مسئلہ: اگر یوں کہا کہ تو میرے لیے ماں کی طرح حرام ہے تو اگر طلاق دینے کی نیت کی ہو تو طلاق پڑے گی اور اگر ظہار کی نیت کی ہو یا کچھ نیت نہ کی ہو تو ظہار ہو جائے گا۔ کفارہ دے کر صحبت کرنا درست ہے۔ اور اگر ایلاء کی نیت کی ہے تو ایلاء ہو جائے گا۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی سے کہا تو میری ماں کے برابر ہے یا یوں کہا تو میرے لیے ماں کے برابر ہے یا تو میرے نزدیک ماں کے برابر ہے یا تو میرے نزدیک ماں کے مثل ہے، ماں کی طرح ہے تو دیکھو اس کا مطلب کیا ہے۔ اگر یہ مطلب لیا کہ تعظیم میں اور بزرگی میں ماں کے برابر ہے یا یہ مطلب لیا کہ تو بالکل بڑھیا ہے عمر میں میری ماں کے برابر ہے تب تو اس کے کہنے سے کچھ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر اس نے کہتے وقت کچھ نیت نہیں کی اور کچھ مطلب نہیں لیا یوں ہی کہہ دیا تب بھی کچھ نہیں ہوا اور اگر اس کہنے سے طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت کی ہے تو اس کو ایک طلاق بائن پڑ گئی اور اگر طلاق دینے کی نیت نہیں تھی اور عورت کو چھوڑنا بھی مقصود نہیں تھا بلکہ مطلب فقط اتنا تھا کہ اگرچہ تو میری بیوی ہے اور اپنے نکاح سے تجھے الگ نہیں کرتا لیکن اب تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا تجھ سے صحبت کرنے کو اپنے اوپر حرام کر لیا بس روٹی کپڑا لے اور پڑی رہ تو یہ ظہار ہو گیا۔

مسئلہ: اگر برابر کا لفظ نہیں کہا نہ مثل اور طرح کا لفظ کہا بلکہ یوں کہا کہ تو میری ماں ہے یا یوں کہا کہ تو میری بہن ہے تو اس سے کچھ نہیں ہوا۔ عورت حرام نہیں ہوئی۔ لیکن ایسا کہنا گناہ کی بات ہے۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا کہ تجھ کو رکھوں تو ماں کو رکھوں یا یوں کہا کہ اگر تجھ سے صحبت کروں تو گویا ماں سے کروں تو اس سے بھی کچھ نہیں ہوا۔

مسئلہ: کسی نے کہا تو میرے لیے سور کے برابر ہے تو اگر طلاق دینے اور چھوڑنے کی نیت تھی تب تو طلاق پڑ گئی اور اگر ظہار کی نیت کی تو کچھ نہیں ہوا۔ اسی طرح اگر کچھ نیت نہیں کی تب بھی کچھ نہیں ہوا۔

مسئلہ: اگر شوہر ظہار کرنے کے بعد کفارہ نہ دیتا ہو اور اس طرح بیوی سے صحبت نہ کرتا

ہوتو چونکہ چار مہینے میں ایک دفعہ صحبت ہونا عورت کا بعض حضرات کے نزدیک ازروئے قضا بھی حق ہے اور ازروئے دیانت تو سب کے نزدیک ہے اس لیے عورت شوہر سے مطالبہ کرسکتی ہے کہ وہ کفارہ ادا کرکے اس کا حق ادا کرے۔

❀❀❀

باب ۱۵

لعان کا بیان

جب کوئی شخص دارالاسلام میں اپنی زندہ بیوی پر زنا کی تہمت لگائے جس سے اس کا نکاح صحیح تھا فاسد نہیں تھا اور جس نے عمداً یا شبہ سے حرام صحبت بھی نہ کی ہو اور میاں بیوی دونوں گواہی دینے کے لائق ہوں یا جو بچہ پیدا ہوا اس کے بارے میں کہے کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے نہ معلوم کس کا ہے اور عورت چاہے کہ شوہر پر اس الزام کی وجہ سے قذف کی حد لگے تو اس کا حکم یہ ہے کہ عورت مسلمان جج کی عدالت میں جائے اور فریاد کرے۔ عدالت میں اگر شوہر اپنے الزام کے جھوٹا ہونے کا اقرار کر لے تو اس کو حد قذف لگے گی اور اگر وہ اپنے الزام پر قائم رہے تو عدالت دونوں سے قسم لے۔ پہلے شوہر سے اس طرح کہلائے میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ جو تہمت میں نے اس کو لگائی ہے اس میں میں سچا ہوں۔ چار دفعہ شوہر اسی طرح کہے پھر پانچویں دفعہ کہے اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ جب مرد پانچویں دفعہ کہہ چکے تو عورت چار دفعہ اس طرح کہے میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ اس نے جو تہمت مجھے لگائی ہے اس تہمت میں یہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے اگر اس تہمت لگانے میں یہ سچا ہے تو مجھ پر خدا کا غضب ٹوٹے۔ جب دونوں قسم کھالیں تو حاکم دونوں میں جدائی کرا دے گا جس سے ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور اب یہ لڑکا باپ کا نہ کہا جائے گا۔ ماں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اسی قسما قسمی کو شرع میں لعان کہتے ہیں۔

مسئلہ: اگر شوہر نے کہا تیرا حمل مجھ سے نہیں ہے تو لعان نہ ہوگا۔ ہاں بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی نفی کرے گا تو لعان ہوگا۔

مسئلہ: جب تک بچہ ہونے کی مبارکباد دی جاتی ہے مثلاً سات دن تک تو اگر اس مدت کے اندر شوہر نے بچے کی اپنے سے ہونے کی نفی کی تو یہ نفی مسموع ہو گی اس کے بعد

مسموع نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر شوہر نے کہا تو نے زنا کیا ہے اور یہ حمل زنا سے ہے تو چونکہ زنا کی صریح تہمت پائی گئی لہٰذا لعان ہوگا البتہ عدالت ابھی حمل کی شوہر سے نفی کا حکم نہیں لگائے گی۔

مسئلہ: اگر شوہر لعان کی قسمیں کھانے سے انکار کرے تو اس کو قید کیا جائے یہاں تک کہ وہ یا تو قسمیں کھا لے یا تہمت لگانے میں اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف کر لے۔ اپنے جھوٹا ہونے کے اعتراف کی صورت میں شوہر پر حد قذف لگے گی۔

مسئلہ: اگر شوہر لعان کی قسمیں کھا لے لیکن عورت قسمیں کھانے پر تیار نہ ہو تو اس کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ یا تو قسمیں کھا لے یا مرد کے الزام کی تصدیق کر دے۔ محض الزام کی تصدیق پر عورت پر زنا کی حد نہیں لگے گی کیونکہ یہ اقرار نہیں ہے۔

مسئلہ: لعان کے واجب ہونے کے بعد اگر نکاح ٹوٹ جائے مثلاً زوجین کے درمیان کسی اور وجہ سے نکاح فسخ کر دیا جائے یا شوہر طلاق بائن دے دے یا شوہر مر جائے تو لعان ساقط ہو جائے گا اور طلاق بائن دینے کے بعد اگر شوہر اس عورت سے دوبارہ نکاح کر لے تو لعان واپس نہ لوٹے گا۔

مسئلہ: لعان کی قسمیں پوری ہونے کے بعد لیکن زوجین میں تفریق کا حکم کیے جانے سے پہلے شوہر کے لیے بیوی سے صحبت کرنا اور اس کے دواعی کا ارتکاب کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: لعان اور جدائی کا حکم لگنے کے بعد شوہر اسی عورت سے صرف اس وقت دوبارہ نکاح کر سکتا ہے جب وہ تہمت لگانے میں اپنے جھوٹا ہونے کا اعتراف کر لے۔

باب ۱۶

مفقود اور غائب کا حکم

مفقود یعنی لاپتہ شخص کی زوجہ کا حکم

جس عورت کا شوہر ایسا لاپتہ ہو گیا کہ اس کا کچھ اتہ پتہ نہ ہو اور عورت کے لیے خرچہ کا انتظام نہ ہو سکے یا معصیت کے خوف کی وجہ سے اس کا بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جائے تو اس وقت عورت قاضی کی عدالت میں مرافعہ کرے اور بذریعہ شہادت شرعیہ یہ ثابت کرے کہ میرا فلاں شخص سے نکاح ہوا تھا۔ اگر نکاح کے عینی گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہرت کی بناء پر بھی شہادت کافی ہے۔ اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود و لاپتہ ہونا ثابت کرے۔ بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تفتیش و تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے۔ پھر اگر ان چار سالوں میں بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو اس مدت کے ختم ہونے پر مفقود کو مردہ تصور کیا جائے گا۔ اس کے بعد عدت وفات یعنی چار ماہ دس دن کی عدت گزار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہو گا۔

تنبیہات

- بہتر ہے کہ چار سال گزرنے پر قاضی کی عدالت سے حکم بالموت بھی حاصل کر لیا جائے۔
- قاضی جو چار سال کی مدت مقرر کرے گا اس کی ابتداء اس وقت سے لی جائے گی جب خود وہ تفتیش کر کے پتہ چلنے سے مایوس ہو جائے۔ قاضی کی عدالت میں پہنچنے سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گزری ہو اس کا کچھ اعتبار نہ ہو گا۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جب عورت کے لیے نفقہ اور گزارہ کا بھی کچھ انتظام ہو اور عصمت و عفت کے ساتھ یہ مدت گزارنے پر قدرت بھی ہو۔

- اگر اس کے نفقہ اور گزارہ کا انتظام نہ ہو، نہ تو شوہر نے چھوڑا ہو اور نہ ہی کسی عزیز وقریب نے یا حکومت نے کفالت کی ہو اور خود بھی محنت ومزدوری پردہ و عفت کے ساتھ کرکے اپنا گزارہ نہیں کرسکتی تو کم از کم ایک ماہ صبر و انتظار کرکے کسی مسلمان جج کی عدالت میں فسخ نکاح کا مطالبہ کرے اور وہ جج تحقیق وتفتیش مکمل ہو جانے پر نکاح فسخ کردے۔
- اگر نفقہ وگزارہ کا تو انتظام ہے مگر شوہر کے بغیر زنا و بدکاری میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے تو ایک سال انتظار کے بعد مسلمان جج کی عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ کرے۔ وہ جج تحقیق وتفتیش مکمل ہونے پر نکاح کو فوری فسخ کردے۔
- اگر دوسرے شوہر سے نکاح کے بعد پہلا شوہر واپس آجائے تو دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا اور عورت پہلے شوہر کو واپس ملے گی۔ البتہ اگر خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عورت کو دوسرے شوہر سے پورا مہر بھی ملے گا اور اس کی عدت بھی گزارنی ہو گی۔

غائب غیر مفقود کی زوجہ کا حکم

جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اس کا معلوم ہو لیکن وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اس کے خرچے وغیرہ کا انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔

اس شخص کی زوجہ کے لیے جو صورت بالاتفاق صحیح ہے وہ یہ ہے کہ اس کے خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے۔ اگر وہ اس پر راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کرکے اپنا زمانہ عفت میں گزار سکے تو بہتر ورنہ جب گزارہ اور نان ونفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ گنجائش ہے کہ وہ پہلے قاضی کے پاس مقدمہ پیش کرکے گواہوں سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے۔ پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو خرچہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے میرے لیے خرچہ بھیجا نہ یہاں کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے خرچہ معاف کیا اور خرچہ سے متعلق باتوں پر حلف بھی اٹھائے۔

اس کے بعد اگر کوئی عزیز یا اجنبی اس کے خرچہ کی کفالت کرے تو خیر ورنہ قاضی اس کے پاس دو ثقہ آدمیوں کے ذریعہ سے یا کسی جدید باوثوق ذریعہ سے حکم بھیجے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو اپنے پاس بلا لو یا وہیں سے کوئی انتظام کر دو ورنہ اس کو طلاق دے دو۔ اگر تم نے اِن باتوں میں سے کوئی بھی نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ اس پر اگر خاوند کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینے کے مزید انتظار کا حکم دے۔ اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت رفع نہ ہو تو قاضی اس عورت کو اس غائب شخص کی زوجیت سے الگ کر دے۔ یہ تفریق طلاق رجعی شمار ہو گی۔

تنبیہ: اگر غائب تفریق کیے جانے کے بعد واپس آ جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آ جائے اور باقاعدہ خرچ وغیرہ دینے پر آمادہ ہو تو اس صورت میں اس کو رجوع کرنے کا حق ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے کے بعد آیا ہو۔ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچہ دے دیا تھا تو اس کو ہر حال میں بیوی مل جائے گی اور اگر خاوند نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اس کو نہ ملے گی کیونکہ عدت کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔

باب ۱۷

اولاد کے حلالی ہونے کا بیان

مسئلہ: جب کسی شوہر والی عورت کے اولاد ہو گی تو وہ اسی شوہر کی اولاد کہلائے گی۔ کسی پر یہ شبہ رکھنا کہ یہ بچہ اس کے شوہر کا نہیں ہے بلکہ فلانے کا ہے درست نہیں اور اس بچہ کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر اسلام کی حکومت ہو تو ایسا کہنے والے کو کوڑے مارے جائیں گے۔

مسئلہ: حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے ہے اور زیادہ سے زیادہ دو برس یعنی کم سے کم چھ مہینے بچہ پیٹ میں رہتا ہے پھر پیدا ہوتا ہے۔ چھ مہینے سے پہلے صحیح وسالم بچہ پیدا نہیں ہوتا اور زیادہ سے زیادہ دو برس پیٹ میں رہ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہ سکتا۔

مسئلہ: شریعت کا قاعدہ ہے کہ جب تک ہو سکے تب تک بچہ کو حرامی نہ کہیں گے جب بالکل مجبوری ہو جائے تب حرامی ہونے کا حکم لگائیں گے اور عورت کو گنہگار ٹھہرائیں گے۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دے دی پھر دو سال سے کم میں عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو بچہ اسی شوہر کا ہے اس کو حرامی کہنا درست نہیں۔ اگر دو سال سے ایک دن بھی کم ہو تب بھی یہی حکم ہے۔ ایسا سمجھیں گے کہ طلاق سے پہلے کا حمل ہے اور دو برس تک بچہ پیٹ میں رہا اور اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کی عدت ختم ہوئی اور نکاح سے الگ ہوئی۔ ہاں اگر وہ عورت اس جننے سے پہلے خود ہی اقرار کر چکی ہو کہ میری عدت ختم ہو گئی تو مجبوری ہے اب یہ بچہ حرامی ہے الا یہ کہ اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہوا ہو کیونکہ اس وقت معلوم ہوا کہ اس کا اقرار غلط تھا۔ بلکہ جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کے ہاں اگر دو برس کے بعد بچہ ہوا اور ابھی تک عورت نے اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار نہیں کیا تب بھی وہ بچہ اسی شوہر ہی کا ہے چاہے جتنے سال بعد ہوا ہو اور

ایسا سمجھیں گے کہ طلاق دے دینے کے بعد عدت میں صحبت کی تھی یعنی رجوع کرلیا تھا۔ اس لیے وہ عورت اب بچہ پیدا ہونے کے بعد اسی کی بیوی ہے اور دونوں کا نکاح نہیں ٹوٹا۔ ہاں اگر اس مرد کا بچہ نہ ہو تو وہ کہہ دے کہ میرا نہیں ہے اور جب انکار کرے گا تو لعان کا حکم ہوگا۔

مسئلہ: اگر طلاق بائن دے دی تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر دو برس کے اندر اندر پیدا ہوا تب تو اسی شوہر کا ہوگا بشرطیکہ عورت نے عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر دو برس کے بعد ہو تو وہ حرامی ہے۔ ہاں اگر دو برس کے بعد پیدا ہونے پر بھی مرد دعویٰ کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو حرامی نہ ہوگا اور ایسا سمجھیں گے کہ عدت کے اندر غلط فہمی سے صحبت کرلی ہوگی اس سے حمل ٹھہر گیا ہوگا۔

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکی کو طلاق بائن مل گئی ہو جو ابھی بالغ تو نہیں ہوئی لیکن بلوغت کے قریب قریب ہوگئی ہے۔ پھر طلاق کے بعد پورے نو مہینے میں بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی ہے اور اگر نو مہینے سے کم میں پیدا ہوا تو شوہر کا ہے۔ البتہ وہ لڑکی عدت کے اندر ہی یعنی تین مہینے سے پہلے اقرار کرلے کہ مجھے حمل ہے تو وہ بچہ حرامی نہ ہوگا اور اس صورت میں دو برس کے اندر اندر پیدا ہونے سے باپ کا کہلائے گا اور اگر طلاق رجعی ملی ہو تو ستائیس مہینے سے کم میں پیدا ہونے سے بھی باپ ہی کا کہلائے گا۔

مسئلہ: کسی جوان عورت کا شوہر مر گیا تو مرنے کے وقت سے اگر دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی نہیں بلکہ شوہر کا بچہ ہے۔ ہاں اگر وہ عورت اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار کرچکی ہو تو مجبوری ہے اب حرامی کہا جائے گا۔ البتہ اگر اقرار سے چھ مہینے کے اندر بچہ پیدا ہو تو حرامی نہ ہوگا اور اقرار جھوٹا قرار پائے گا اور اگر دو برس کے بعد پیدا ہو تب بھی حرامی ہے۔

مسئلہ: نکاح کے بعد چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو وہ حرامی ہے اور پورے چھ مہینے یا اس سے زیادہ مدت میں ہوا تو وہ شوہر کا ہے۔ اس پر بھی شبہ کرنا گناہ ہے۔ البتہ اگر شوہر انکار کرے اور کہے میرا نہیں ہے تو لعان کا حکم ہوگا۔

مسئلہ: نکاح ہوگیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہوگیا تو وہ لڑکا شوہر ہی سے ہے حرامی نہیں ہے اور اس کا حرامی کہنا درست نہیں۔ اور یہ سمجھیں گے کہ کسی طرح سے میاں بیوی کا ملاپ ہوگیا ہوگا۔ ہاں اگر شوہر کا نہ ہوتو انکار کرے اور انکار کرنے پر لعان کا حکم ہوگا۔

مسئلہ: میاں پردیس میں ہے اور کئی سال گزر گئے کہ گھر نہیں آیا اور یہاں بچہ پیدا ہوگیا اور شوہر اس کو اپنا ہی بتاتا ہے تب بھی وہ قانون شریعت کے مطابق حرامی نہیں۔ اسی شوہر کا ہے اور یہ سمجھیں گے کہ کسی کرامت سے دونوں ایک جگہ جمع ہوگئے ہونگے۔ البتہ اگر شوہر کا نہیں ہےتو وہ خبر پاکر انکار کرسکتا ہے۔ اس پر لعان ہوگا۔

مسئلہ: شوہر نے تین طلاقیں دیں پھر حلالہ کے بغیر اس سے دوبارہ نکاح کرلیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو وہ ثابت النسب ہوگا حرامی نہ ہوگا۔

مسئلہ: ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا اور اس سے حمل ٹھہر گیا پھر اس شخص نے اسی عورت سے نکاح کرلیا۔ اگر بچہ نکاح سے چھ ماہ یا زائد پر پیدا ہوا تو شوہر کا کہلائے گا اور اگر چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا تو اس کا نسب ثابت نہ ہوگا الا یہ کہ شوہر اس کا اپنا ہونے کا دعویٰ کرے اور یہ نہ کہے کہ یہ زنا سے ہے تو پھر اس کا نسب ثابت مانا جائے گا۔

باب:۱۸

اولاد کی پرورش کا بیان

پرورش کا حق کس کو ہے

مسئلہ: میاں بیوی میں جدائی ہوگئی اور طلاق مل گئی اور گود میں بچہ ہے تو اس کی پرورش کا حق سب سے پہلے ماں کو ہے۔ ماں لینے پر تیار نہ ہو اور دوسرے لینے پر تیار ہوں تو پھر پرورش کا حق نانی کو پھر پڑنانی کو اس کے بعد دادی کو ہے۔ یہ نہ ہوں تو سگی بہنوں کو حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کی پرورش کریں۔ اس کی بہنیں نہ ہوں تو سوتیلی بہنوں مگر جو ماں شریک بہنیں ہیں وہ پہلے ہیں پھر باپ شریک بہنیں ہیں۔ پھر خالہ اور پھر پھوپھی۔ اگر ان عورتوں میں سے کوئی نہ ہوتو پھر باپ زیادہ مستحق ہے پھر دادا پھر سگا بھائی پھر باپ شریک بھائی پھر سگے بھائی کے لڑکے پھر باپ شریک بھائی کے لڑکے وغیرہ پھر چچا تایا پھر چچا زاد بھائی وغیرہ۔ اگر یہ مرد رشتہ دار جن کا ذکر ہوا اور جو عصبہ ہیں یعنی جن کے ساتھ رشتہ میں عورت کا واسطہ نہیں آتا اگر نہ ہوں تو پھر ذوی الارحام یعنی وہ رشتہ دار جن کے ساتھ رشتے میں عورت کا واسطہ آتا ہے ان کا حق ہے۔ ان میں مقدم ماں شریک بھائی ہے۔ پھر اس کا بیٹا ہے پھر ماں شریک چچا پھر سگا ماموں ہے۔ پھر ماں شریک ماموں ہے وغیرہ۔

مسئلہ: اگر ایک درجے میں ایک سے زیادہ افراد ہوں مثلاً ایک سے زیادہ سگی بہنیں ہیں یا ایک سے زیادہ سگے بھائی ہیں تو ان میں حقدار وہ ہوگا جو سب سے زیادہ نیک ہو پھر جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو پھر جو عمر میں سب سے بڑا ہو۔

مسئلہ: چچا زاد بھائی لڑکے کی پرورش کا حق تو رکھتا ہے لڑکی کی پرورش کا حق نہیں رکھتا کیونکہ ان میں آپس میں محرمیت نہیں ہے۔

کسی کا پرورش کا حق مندرجہ ذیل باتوں سے نہیں رہتا

۱ اس سے بچے کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً پرورش کرنے والی عورت اپنی ملازمت وغیرہ میں زیادہ وقت گھر سے باہر رہتی ہو اور اس سے بچہ ضائع ہوتا ہو تو اس کا حق نہیں ہوگا۔

۲ پرورش کرنے کی قدرت نہ ہو۔

۳ فاسق و فاجر ہو کہ اس کے فسق و فجور کی وجہ سے بچہ ضائع ہوتا ہو۔

مسئلہ: اگر عورت فاسق ہو لیکن ایسا فسق ہو کہ بچہ ضائع نہ ہوتا ہو مثلاً عورت بے نمازی ہے یا ٹیلی ویژن پر بے حیائی کے مناظر دیکھتی ہے تو بچے کی سمجھداری کی عمر تک اس کو پرورش کا حق رہے گا۔

مسئلہ: اگر ایسا فسق ہو کہ جس سے بچہ ضائع ہوتا ہو مثلاً زنا و بدکاری میں مبتلا ہو یا چوری ڈاکہ کرتی ہو تو اس کو حق نہ ہوگا۔

۴ باپ تنگ دست ہو اور ماں مفت پرورش کرنے پر تیار نہ ہو جب کہ خالہ یا پھوپھی مفت پرورش کرنے پر تیار ہو۔

۵ پرورش کرنے کا حقدار بچے کو ایسے گھر میں رکھے جس میں بچے سے بغض رکھنے والے لوگ ہوں۔

۶ پرورش کرنے والی عورت اجنبی شوہر کے نکاح میں ہو۔

مسئلہ: اگر ماں نے کسی ایسے مرد سے نکاح کر لیا جو بچے کا محرم رشتہ دار نہیں تو اب اس بچے کی پرورش کا حق ماں کو نہیں رہا۔ البتہ اگر اس بچے کے کسی محرم رشتہ دار سے نکاح کر لیا تو ماں کا حق باقی ہے۔ ماں کے سوا کوئی اور عورت جیسے بہن، خالہ وغیرہ مرد سے نکاح کر لے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اب اس بچہ کی پرورش کا حق نہیں رہا۔

مسئلہ: ماں کے غیر مرد سے نکاح کر لینے کی وجہ سے حق جاتا رہا تھا لیکن پھر اس مرد نے طلاق دے دی یا مر گیا تو اب پھر ماں کا حق لوٹ آئے گا اور بچہ اس کے حوالے کر

دیا جائے گا۔

پرورش کا حق کب تک

لڑکا جب تک سات برس کا نہ ہو تب تک ماں کو اس کی پرورش کا حق رہتا ہے۔ جب سات برس کا ہوگیا تو اب باپ اس کو زبردستی لے سکتا ہے تاکہ وہ لڑکے کی تعلیم و تربیت کرے۔ اور لڑکی کی پرورش کا حق نو برس کی عمر تک رہتا ہے۔ جب نو برس کی ہوگئی تو باپ لے سکتا ہے تاکہ وہ لڑکی کی حفاظت کرے۔ اب عورت کو روکنے کا حق نہیں۔

پرورش کے چند دیگر مسائل

مسئلہ: پرورش بچے کا حق ہے لہٰذا ماں کو اس کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ البتہ اگر اگلے درجے کا کوئی شخص بچے کی پرورش کرنے پر راضی ہو تو پھر ماں کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ: عورت اگر بچے کے باپ کے نکاح میں نہ ہو یا اس کی عدت میں نہ ہو تو اس کو پرورش کرنے کی اجرت لینے کا حق حاصل ہے جو اگر بچے کے پاس مال ہے تو اس میں سے ملے گی ورنہ بچے کا باپ دے گا۔

مسئلہ: بچے کی پرورش کا خرچہ یعنی جو بچے پر خرچ ہو وہ سارا باپ کے ذمہ ہے۔

مسئلہ: لڑکا جب سات سال کا ہو جائے اور لڑکی جب نو سال کی ہو جائے تو باپ ان کو لے لے گا بچے کو اختیار نہیں ہوگا کہ وہ جس کے ساتھ چاہے رہے۔

مسئلہ: لڑکا جب بالغ ہو جائے اور سمجھ بوجھ والا ہو جائے اور اس پر امن ہو تو باپ اس کو زبردستی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا۔ وہ چاہے اکیلا رہے چاہے والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ رہے۔

ماں باپ کو بچے سے ملنے کا حق

مسئلہ: بچہ والدین میں سے ایک کے پاس ہو تو دوسرے کو بچے سے روزانہ ایک مرتبہ

ملنے کا اور خبر گیری کرنے کا حق ہے۔

مسئلہ: بچہ والدین کے علاوہ کسی اور کے پاس ہو تو ماں باپ دونوں کو ایک مرتبہ روزانہ ملنے کا حق ہے۔

مسئلہ: بچہ والدین میں سے کسی ایک کی پرورش میں ہو تو اس پر واجب نہیں ہے کہ وہ بچے کو دوسرے سے ملانے کے لیے بھیجے بلکہ دوسرا خود آ کر مل جائے اور پرورش کرنے والا ملنے سے روک نہیں سکتا۔

مسئلہ: بچہ جب ماں کی پرورش میں ہو اور ماں اس کو کسی دوسرے شہر لے جانا چاہے تو باپ کی اجازت کے بغیر نہیں لے جا سکتی سوائے اس صورت کے کہ ماں کا آبائی شہر کوئی دوسرا ہو اور شوہر نے اس سے اس شہر میں نکاح کیا ہو تو اب بچے کو اپنے آبائی شہر لے جا سکتی ہے۔ اسی طرح بچہ جب باپ کی پرورش میں ہو تو اس کی ماں کی اجازت کے بغیر دوسرے شہر نہیں لے جا سکتا۔

باب:۱۹

عدت کا بیان

مسئلہ: جب کسی کا شوہر طلاق دے دے یا خلع وایلاء وغیرہ کسی اور طرح سے نکاح ٹوٹ جائے یا شوہر مر جائے تو ان سب صورتوں میں تھوڑی مدت تک عورت کو کچھ پابندیاں برداشت کرنا ہوتی ہیں اور اس دوران وہ کسی اور مرد سے اپنا نکاح بھی نہیں کر سکتی ہے۔ جب وہ مدت پوری ہو جائے تو جو جی چاہے کرے۔ اس مدت گزارنے کو عدت گزارنا کہتے ہیں۔

طلاق کی عدت

مسئلہ: جس عورت کی رخصتی ہو چکی ہو اور وہ شوہر کے ساتھ تنہائی میں رہ چکی ہو خواہ صحبت ہوئی ہو یا نہیں اور وہ خلوت وتنہائی صحیح ہو یا نہیں اگر اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی خواہ ایک یا دو یا تین اور خواہ رجعی ہو یا بائن ہو اس کی عدت پورے تین حیض ہیں۔

مسئلہ: جس کو طلاق ملی ہے وہ چھوٹی لڑکی ہے جس کو ابھی حیض شروع نہیں ہوئے یا اتنی بڑھیا ہے کہ اب حیض آنا بند ہو گیا ہے ان دونوں کی عدت تین مہینے ہے۔

مسئلہ: کسی نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی۔ اس نے مہینوں کے حساب سے عدت شروع کی پھر عدت کے اندر ہی ایک یا دو مہینے کے بعد حیض آ گیا تو اب پورے تین حیض آنے تک بیٹھی رہے۔ جب تک تین حیض پورے نہ ہوں عدت ختم نہ ہو گی۔

مسئلہ: اگر کسی کو حمل ہے اور اسی زمانہ میں طلاق مل گئی تو بچہ پیدا ہونے تک بیٹھی رہے یہی اس کی عدت ہے۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو عدت ختم ہو گئی۔ طلاق ملنے کے بعد تھوڑی دیر میں بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔

مسئلہ: اگر کسی نے حیض کے زمانہ میں طلاق دے دی تو جس حیض میں طلاق دی ہے اس حیض کا کچھ اعتبار نہیں۔ اس کو چھوڑ کر تین حیض اور پورے کرے۔

مسئلہ: جس عورت کی رخصتی نہ ہوئی ہو اور اس کی شوہر کے ساتھ کسی قسم کی تنہائی وخلوت نہ ہونے پائی ہو اس کو طلاق مل گئی تو اس پر عدت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: طلاق کی عدت کے اندر کھانا کپڑا شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

مسئلہ: کسی نے اپنی عورت کو طلاق بائن یا تین طلاقیں دیں پھر عدت کے اندر غلط فہمی میں اس سے صحبت کر لی تو اب اس غلط فہمی کی صحبت کی وجہ سے نئے سرے سے عدت واجب ہو گئی۔ اب نئے سرے سے تین حیض اور پورے کرے۔ اور اگر تین طلاقوں کے بعد یہ جانتے ہوئے کہ عورت اس کے لیے حلال نہیں اس سے صحبت کرے گا تو یہ زنا ہو گا اور اس سے عدت نئے سرے سے شروع کرنا واجب نہیں ہو گا بلکہ سابقہ عدت کو حسب معمول پورا کر لے۔

مسئلہ: غیر عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر اس سے غلط فہمی میں صحبت کر لی پھر معلوم ہوا کہ یہ بیوی نہ تھی تو اس عورت کو بھی عدت بیٹھنا ہو گا۔ (اگر شادی شدہ تھی تو اپنے شوہر کے گھر میں بیٹھے لیکن جب تک عدت ختم نہ ہو چکے تب تک اپنے شوہر کو بھی صحبت نہ کرنے دے نہیں تو دونوں پر گناہ ہو گا۔ اس کی عدت بھی تین حیض ہے۔ اگر اسی دن حمل ٹھہر گیا تو بچہ ہونے تک انتظار کرے اور عدت بیٹھے۔ یہ بچہ حرامی نہیں اس کا نسب ٹھیک ہے جس نے غلط فہمی سے صحبت کی ہے اس کا بچہ ہے۔

مسئلہ: کسی نے نکاح فاسد کر لیا جیسے کسی عورت سے نکاح کیا تھا پھر معلوم ہوا کہ اس کا شوہر ابھی زندہ ہے اور اس نے طلاق نہیں دی یا معلوم ہوا کہ اس مرد وعورت نے بچپن میں ایک عورت کا دودھ پیا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مرد نے اس سے صحبت کر لی پھر حال معلوم ہونے کے بعد جدائی ہو گئی تو بھی عدت بیٹھنا ہو گا۔ جس وقت سے مرد نے توبہ کر کے جدائی اختیار کی اور عورت کو کہا کہ میں نے تجھ کو چھوڑا یا طلاق دی اس وقت سے عدت شروع ہو گئی اور اگر ابھی صحبت نہ ہونے پائی ہو تو عدت واجب نہیں بلکہ ایسی عورت سے صحیح خلوت بھی ہو چکی ہو تب بھی عدت واجب نہیں۔ عدت جب ہی ہے کہ صحبت ہو چکی ہو۔

مسئلہ: طلاق یافتہ عورت کی عدت حیض کے حساب سے شروع ہوئی مگر تین حیض مکمل ہونے سے پہلے مثلاً دو حیض آچکنے کے بعد حیض آنا بند ہو گئے تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

1: اگر عورت سن ایاس (یعنی پچپن سال) کے لگ بھگ کو پہنچ چکی ہے تو نئے سرے سے مہینوں کے حساب سے عدت پوری کرے۔ مگر چونکہ ایاس کا حکم انقطاع حیض کے چھ ماہ کے بعد ہوتا ہے لہٰذا چھ ماہ کے بعد مزید تین ماہ عدت کے ہونگے۔

2: اگر سن ایاس کے لگ بھگ کو نہیں پہنچی تو تیسرے حیض کا انتظار کرے۔ اگر کوئی بیماری ہو تو اس کا علاج کرائے۔ اگر علاج کرانے سے بھی حیض جاری نہ ہوں تو بوقت ضرورت اگر کوئی مالکی قاضی علاقے میں ہو تو اس سے ایک سال کی عدت کا فیصلہ حاصل کیا جائے اور اگر وہ میسر نہ ہو اور شدید ضرورت ہو تو عدالت کے فیصلے کے بغیر بھی ایک سال کی عدت کا فتوی دیا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: معتدہ طلاق کے پیٹ میں اگر بچہ سوکھ گیا ہو تو دوا یا آپریشن کے ذریعے رحم کی صفائی کرائی جائے۔ اگر بچہ کا کوئی عضو بن چکا ہو مثلاً ہاتھ پاؤں یا انگلی وغیرہ تو اس صفائی یا اسقاط سے عدت ختم ہو گئی۔ معتدہ موت کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کوئی عضو نہ بنا ہو تو معتدہ طلاق تین حیض شمار کرے۔ اگر اسقاط اور صفائی کے بعد کم از کم تین روز خون آئے تو وہ بھی حیض شمار ہوگا۔ معتدہ وفات چار ماہ دس دن پورے کرے۔

موت کی عدت

مسئلہ: کسی کا شوہر مر گیا تو وہ چار مہینے اور دس دن تک عدت بیٹھے چاہے شوہر سے صحبت ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو اور چاہے کسی قسم کی خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو چاہے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو سب کا ایک حکم ہے۔ البتہ اگر وہ عورت حمل سے تھی اس حالت میں شوہر مرا تو بچہ پیدا ہونے تک عدت بیٹھے۔ اب مہینوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اگر مرنے سے دو چار گھڑی بعد بچہ پیدا ہو گیا تب بھی عدت ختم ہو گئی۔

مسئلہ: اگر کسی کا شوہر چاند کی پہلی تاریخ میں مرا اور عورت کو حمل نہیں تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرے اور اگر پہلی تاریخ کو نہیں مرا تو ہر مہینہ تیس تیس دن

لگا کر چار مہینے دس دن یعنی 130 دن پورے کرنا چاہئیں اور طلاق کی عدت کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر حیض نہیں آتا نہ حمل ہے اور چاند کی پہلی تاریخ کو طلاق مل گئ تو چاند کے حساب سے تین مہینے پورے کرے چاہے انتیس کا چاند ہو یا تیس کا اور اگر پہلی تاریخ کو طلاق نہیں ملی ہے تو ہر مہینہ تیس دن کا لگا کر تین مہینے یعنی نوے دن پورے کرے۔

مسئلہ: کسی نے نکاح فاسد کیا تھا جیسے گواہوں کے بغیر نکاح کر لیا یا بہنوئی سے نکاح ہو گیا اور اس کی بہن بھی ابھی تک اس کے نکاح میں ہے پھر وہ شوہر مر گیا تو وہ عورت جس کا نکاح فاسد ہوا مرد کے مرنے سے چار مہینے دس دن عدت نہ بیٹھے بلکہ تین حیض تک عدت بیٹھے۔حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے اور حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک بیٹھے۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیماری میں طلاق بائن دے دی اور طلاق کی عدت ابھی پوری نہ ہونے پائی تھی کہ وہ مر گیا تو دیکھو طلاق کی عدت بیٹھنے میں زیادہ دن لگیں گے یا موت کی عدت پوری کرنے میں۔جس عدت میں زیادہ دن لگیں گے وہ عدت پوری کرے۔ اور اگر بیماری میں طلاق رجعی دی ہے اور ابھی طلاق کی عدت نہ گزری تھی کہ شوہر مر گیا تو اس عورت پر وفات کی عدت لازم ہے۔

عورت کو شوہر کے طلاق دینے یا اس کے مرنے کی خبر نہیں ملی تو عدت کا کیا کرے

مسئلہ: کسی کا شوہر مر گیا مگر اس کو خبر نہیں ملی۔ چار مہینے دس دن گزر چکنے کے بعد خبر آئی تو اس کی عدت پوری ہو چکی جب سے خبر ملی ہے تب سے عدت بیٹھنا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر شوہر نے طلاق دے دی مگر عورت کو معلوم نہ ہوا بہت دنوں کے بعد خبر ملی جتنی عدت اس کے ذمہ تھی وہ خبر ملنے سے پہلے ہی گزر چکی تو اس کی بھی عدت پوری ہو گئی اب عدت بیٹھنا واجب نہیں۔

عدت والی عورت کا اپنا حمل ساقط کرانا

حمل پر چار ماہ گزرنے کے بعد اس کا اسقاط بالکل جائز نہیں کیونکہ چار ماہ پورے

ہونے پر بچے میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اس وقت اسقاط کرانا بچے کو قتل کرنا ہے۔ چار ماہ سے پہلے بھی چونکہ عدت پوری کرنے میں کوئی مجبوری نہیں ہے لہٰذا اسقاط جائز نہیں ہے۔

سوگ کرنے کا بیان

جس کو تین طلاقیں مل گئیں یا ایک طلاق بائن ملی یا اور کسی طرح سے نکاح ٹوٹ گیا یا مرد مر گیا ان سب صورتوں کا حکم یہ ہے کہ عورت جب تک عدت میں رہے تب تک نہ تو گھر سے باہر نکلے نہ اپنا دوسرا نکاح کرے نہ کچھ بناؤ سنگھار کرے۔ یہ سب باتیں اس پر حرام ہیں۔ اس سنگھار نہ کرنے اور سادہ رہنے کو سوگ کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب تک عدت ختم نہ ہو تب تک خوشبو لگانا زیور پہننا' پھول پہننا' سرمہ لگانا' پان کھا کر منہ لال کرنا' مسی ملنا' سر میں تیل ڈالنا' کنگھی کرنا' مہندی لگانا' اچھے کپڑے پہننا' ریشمی اور رنگے ہوئے بھڑکیلے کپڑے پہننا یہ سب باتیں حرام ہیں۔

مسئلہ: سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو جس میں خوشبو نہ ہو وہ تیل ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ: دوا کے لیے سرمہ لگانا بھی ضرورت کے وقت درست ہے لیکن رات کو لگائے اور دن کو صاف کر ڈالے۔

مسئلہ: سر ملنا اور نہانا بھی درست ہے۔

مسئلہ: ضرورت کے وقت کنگھی کرنا بھی درست ہے جیسے کسی نے سر ملا یا اور جوں پڑ گئی تو کنگھی کر سکتی ہے۔ اور جب موٹی کنگھی سے ضرورت پوری ہو سکتی ہے تو باریک کنگھی نہ کرے کیونکہ باریک کنگھی سے خوبصورتی پیدا ہوتی ہے اور اگر باریک کنگھی کی ضرورت ہو تو زینت کے مقصود نہ ہونے کے سبب جائز ہوگی۔

مسئلہ: سوگ کرنا اس عورت پر واجب ہے جو بالغ ہو۔ نابالغ لڑکی پر واجب نہیں۔ البتہ گھر سے باہر نکلنا اور دوسرا نکاح کرنا اس کو بھی درست نہیں۔

مسئلہ: جس کا نکاح فاسد ہوا تھا وہ توڑ دیا گیا یا مرد مر گیا تو ایسی عورت پر بھی سوگ کرنا

واجب نہیں۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کی عدت تو فقط یہی ہے کہ اتنی مدت تک گھر سے باہر نہ نکلے نہ کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ اس کو بناؤ سنگھار وغیرہ درست ہے۔

مسئلہ: شوہر کے علاوہ کسی اور کے مرنے پر سوگ کرنا درست نہیں۔ البتہ اگر شوہر منع نہ کرے تو اپنے عزیز اور رشتہ دار کے مرنے پر بھی تین دن تک بناؤ سنگھار چھوڑ دینا درست ہے اس سے زیادہ بالکل حرام ہے اور اگر منع کرے تو تین دن بھی نہ چھوڑے۔

عدت کے دوران رہائش اور خرچہ کا حکم

مسئلہ: طلاق کی عدت کے اندر کھانا کپڑا اور رہائش شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

مسئلہ: وفات کی عدت میں عورت کو روٹی کپڑا نہ دلایا جائے گا۔ ہاں اگر شوہر نے ترکہ چھوڑا ہے تو اس میں سے اپنا حصہ لے کر اپنا خرچہ چلائے۔

مسئلہ: اگر نکاح عورت ہی کی وجہ سے ٹوٹا ہے جیسے سوتیلے لڑکے سے یا کسی اور مرد سے تعلق بنا لیا اس لیے مرد نے طلاق دیدی یا عورت لا دین کافر ہوگئی اسلام سے پھر گئی اس لیے نکاح توڑ دیا گیا تو ان سب صورتوں میں عدت کے اندر اس کو روٹی کپڑا نہ ملے گا البتہ رہنے کا گھر ملے گا۔ ہاں اگر وہ خود ہی چلی جائے تو اور بات ہے پھر نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ: مرد نے ایک طلاق بائن دیدی یا تین طلاقیں دے دیں اور جس گھر میں عدت بیٹھی ہے اسی میں وہ بھی رہتا ہے تو خوب اچھی طرح پردہ کر کے رہے۔

میاں بیوی سفر میں ہوں اور شوہر کا انتقال ہو جائے

مسئلہ: شوہر بیوی کے ساتھ سفر میں گیا پھر راستے میں کسی شہر میں یا جس شہر میں کسی غرض سے جانا مقصود تھا اس شہر میں شوہر کی وفات ہوگئی تو

1: اگر شوہر کا گھر مکان وفات سے مسافت سفر سے کم ہو تو بیوی شوہر کے گھر میں آ کر عدت گزارے۔

2: اور اگر شوہر کا گھر مسافت سفر یا اس سے زیادہ پر ہو تو اگر اس شہر میں جہاں شوہر

کی وفات ہوئی ہے عورت کے لیے عدت گزارنے کی کوئی صورت ممکن ہوتو وہیں عدت گزارے اور اگر اس کی کوئی صورت ممکن نہ ہوتو شوہر کے گھر میں واپس آ کر عدت پوری کرے۔

عدت والی کا گھر سے باہر نکلنا

مسئلہ: طلاق کی عدت ہو یا وفات کی عورت پر لازم ہے کہ طلاق یا وفات کے وقت جس جگہ اس کی رہائش تھی اسی میں عدت گزارے۔

مسئلہ: عورت کسی کام کے لئے گھر سے باہر کہیں گئی تھی یا اپنی پڑوسن کے گھر گئی تھی یا کسی رشتہ دار سے ملنے گئی تھی کہ معلوم ہوا کہ شوہر نے طلاق دے دی ہے یا شوہر کی وفات ہو گئی ہے تو اب فوراً وہاں سے واپس اپنے گھر آ جائے۔

معتدہ طلاق اور معتدہ وفات کے مشترکہ مسائل

مسئلہ: معتدہ اپنے گھر کے صحن میں اور جس حصہ میں چاہے جا سکتی ہے۔ البتہ ایک بلڈنگ میں اپنی رہائش کی جگہ سے دوسرے کی رہائش میں نہیں جا سکتی۔

مسئلہ: معتدہ کسی بیمار کی عیادت کے لئے اور کسی کی مرگ پر تعزیت کے لئے نہیں جا سکتی۔

مسئلہ: معتدہ حج و عمرہ کے لئے نہیں جا سکتی۔

مسئلہ: معتدہ اگر نکلنے پر لاچار ہو جائے تو اس وقت گھر سے نکلنے کی اجازت ہے مثلاً:

i- معتدہ اتنی بیمار ہو جائے کہ ڈاکٹر کو دکھانا ضروری ہو محض حال کہہ کر دوا نہ مل سکتی ہو اور ڈاکٹر کو گھر پر بلانے کی استطاعت نہ ہو یا ایسی تکلیف ہو جائے کہ عورت کو ہسپتال لے جانا ضروری ہو۔

ii- مکان گرنے کا خطرہ ہو تو دوسری جگہ منتقل ہو سکتی ہے۔

iii- معتدہ وفات کے والدین میں سے یا اولاد میں سے کسی کا یا بھائی بہن کا انتقال ہو جائے یا ان میں سے کوئی بہت بیمار ہو اور کوئی اور دیکھ بھال کرنے والا نہ ہو اور وہاں جائے بغیر بہت رنج و غم ہوتا ہو تو معتدہ وفات ان وجوہات سے دن دن میں نکل سکتی

ہے۔ اور معتدہ طلاق کو ان وجوہات سے بھی حنفیہ کے نزدیک نکلنے کی اجازت نہیں لیکن اگر کسی کو اس طرف جائے بغیر بہت وحشت و غم ہو اور چین نہ آتا ہو تو مالکیہ اور حنابلہ کے قول پر نکلنے کی گنجائش ہے۔

(و معتدة الموت تخرج يوما و بعض الليل) لتكتسب لا جل قيام المعيشة لانه لا نفقة لها حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلا يحل لها ان تخرج لزيارة و لا لغيرها ليلا و لا نهارا و الحاصل ان مدار الحل كون خروجها بسبب قيام شغل المعيشة فيتقدر بقدره فمتى انقضت حاجتها لا يحل لها بعد ذلك صرف الزمان خارج بيتها كذا فى فتح القدير و اقول لو صح هذا عمم اصحابنا الحكم فقالوا لا تخرج المعتدة عن طلاق او موت الا لضرورة لان المطلقة تخرج للضرورى بحسبها ليلا كان او نهارا والمعتدة عن موت كذلك فاين الفرق فالظاهر من كلامهم جواز خروج المعتدة عن وفاة نهارا ولو كانت قادرة على النفقة ولهذا استدل اصحابنا بحديث فريعة بنت ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه ان زوجها لما قتل أتت النبى ﷺ فاستاذنته بالانتقال الى بنى خدرة فقال لها امكثى فى بيتك حتى يبلغ الكتاب اجله فدل على حكمين اباحة الخروج بالنهار و حرمة الانتقال حيث لم ينكر خروجها و منعها من الانتقال (البحر الرائق ص ۱۵۳ ج ۴)

ضرورت نفقہ کے علاوہ نکلنے میں اختلاف ہے (صاحب بحر جواز کے قائل ہیں)۔ اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ صورت مذکورہ میں مکان سے باہر نہ جائے لیکن جب دوا وغیرہ کا انتظام کوئی اور نہ کرے اور دوا نہ کرنے سے مرض بڑھنے کا اندیشہ ہو یا خود اس عورت کو بدون علاج کے پریشانی ہو تو دوسرے (یعنی صاحب بحر کے) قول پر عمل کی گنجائش ہے۔ سخت ضرورت کی مقدار چلی جایا کرے۔ امداد الاحکام ص ۸۲۸ ج

۲)

اگر طبیب حاذق مسلم یہ تجویز کرے کہ اس بیوہ کو (جس کو شوہر کی وفات کا بہت صدمہ ہے) تخفیف غم کے لئے اس گھر سے نکلنا اور دوسرے گھر میں جا کر دل بہلانا ضروری ہے ورنہ یہ بیمار ہو جائے گی یا ہلاکت کا اندیشہ ہے تو خروج من البیت جائز ہے۔ پھر اگر دن میں نکلنا کافی ہو تو رات کو مکان زوج پر آنا واجب ہوگا ورنہ جب تک ضرورت ہو اس وقت تک رات اور دن بھی دوسرے مکان میں رہ سکتی ہے کیونکہ ضرورت شدیدہ اور حاجت کے وقت خروج جائز ہے۔ (امداد الاحکام ص ۸۲۷ ج ۲)

و اجاز المالکیۃ و الحنابلۃ... ایضا للمعتدۃ مطلقاً الخروج فی حوائجھا نھارا سواء أکانت مطلقۃ ام متوفی عنھا قال طلقت خالتی ثلاثا فخرجت تجز نخلھا فلقیھا رجل فنھاھا فذکرت ذلک للنبی ﷺ فقال اخرجی فجذی نخلک لعلک ان تتصدقی منہ او تفعلی خیرا۔ (نسائی و ابو داؤد و الفقہ الاسلامی و ادلتہ ص ۷۲۰۰)

v- جو عدت وفات میں ہو اس کے پاس خرچہ نہ ہو اور وہ روزی کمانے کے لئے نکلنے پر مجبور ہو تو دن دن میں کام کے لئے نکل سکتی ہے اور رات اپنے گھر میں گزارے۔

iv- جو عدت وفات میں ہو اور کرائے کے گھر میں ہو اور اس کے پاس کرایہ دینے کو پیسے نہ ہوں یا سسرال میں ہو اور سسرال والے اس کو گھر میں رکھنے پر راضی نہ ہوں تو وہ دوسری جگہ جا سکتی ہے۔

vi- اگر بیوہ تنہا ہو اور کوئی اس کے ساتھ رہنے کے لئے موجود نہ ہو یا اتنے عرصہ کوئی رہنے پر تیار نہ ہو اور کسی کو دن رات کا ملازم بھی نہ رکھ سکتی ہو تو بیوہ اپنی عدت دوسری جگہ گزار سکتی ہے۔

vii- اگر مرنے والے نے کھیتی کاشت کی ہوئی ہے اور اس کے بچے چھوٹے ہیں اور ترکہ بھی تھوڑا ہے اور بیوہ کو خود بھی اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ کسی کو مزدوری پر رکھ سکے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ کھیتی کی دیکھ بھال کے لیے دن دن میں نکل سکے۔

باب:۲۰

قسم کھانے کا بیان

قسم صحیح ہونے کی شرائط

☐ ۱ قسم کھانے والا عاقل بالغ مسلمان ہو لہٰذا دیوانے کی اور بچے کی اگرچہ سمجھدار ہو اور کافر کی قسم صحیح نہیں ہوتی۔

☐ ۲ قسم کھا کر اس کے ساتھ ہی استثناء نہ کیا ہو مثلاً قسم کھا کر اس کے ساتھ ہی انشاء اللہ کا لفظ نہ کہا ہو۔ اگر یہ لفظ کہا جیسے کوئی اس طرح کہے خدا کی قسم فلاں کام انشاء اللہ نہ کروں گا تو قسم نہ ہوئی۔

انشاء اللہ کی جگہ اگر مثلاً ان الفاظ میں سے کوئی لفظ کہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے: ماشاء اللہ' اگر اللہ چاہے' جو اللہ چاہے' اگر اللہ نے میری مدد کی' الا یہ کہ میرا ارادہ بدل جائے' الا یہ کہ میں دوسرے کام کو زیادہ پسند کروں وغیرہ۔

مسئلہ: استثناء کا لفظ قسم کھانے کے کچھ وقفہ اور فصل کے بعد کہا ہو تو قسم ہو جائے گی اور استثناء باطل ہو جائے گا۔

☐ ۳ قسم کے انعقاد اور بقا کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ قسم کا زمانہ مستقبل میں پورا ہونا عقلاً ممکن بھی ہو خواہ عادتاً ممکن ہو یا نہ ہو۔ اگر اس کام کا پورا ہونا نہ عقلاً ممکن ہو اور نہ عادتاً ممکن ہو تو قسم منعقد اور صحیح نہیں ہوتی۔ مثلاً کہا خدا کی قسم میں آج اس گلاس کا پانی ضرور پیوں گا جبکہ اس گلاس میں پانی ہی نہ تھا یا پانی تو تھا لیکن وہ دن ہی دن میں خود بخود گر گیا یا جان بوجھ کر کسی نے گرا دیا بلکہ خود قسم کھانے والے ہی نے گرا دیا ہو تو دن گزرنے پر قسم نہیں ٹوٹے گی۔ کیونکہ پانی نہ ہونے یا پانی گر جانے کے بعد گلاس کا پانی پینا عقلاً اور عادتاً دونوں طرح محال

ہے اور ممکن نہیں ہے اور اگر وہ کام عقلاً ممکن ہو عادتاً ممکن نہ ہو تو قسم صحیح ہے مثلاً کہا خدا کی قسم میں آسمان پر چڑھ جاؤں گا میں اس پتھر کو سونے کا بنادوں گا کیونکہ یہ عقلاً ممکن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور حضرت محمد ﷺ معراج کے موقع پر آسمانوں پر چڑھے تھے البتہ چونکہ عادتاً اس کام کو کرنا ممکن نہیں اس لیے قسم فی الفور ٹوٹ جائے گی اور کفارہ دینا ہوگا۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ میں آج تمہارا قرض ضرور ادا کردوں گا حالانکہ نہ اپنے پاس رقم ہے اور نہ کوئی قرض دینے والا ملتا ہے۔تو چونکہ ایسی حالت میں بھی ادائیگی عقلاً ممکن ہے اور عادتاً بھی محال نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی سے صدقہ زکوٰۃ ہی مل جائے یا خلاف توقع کوئی قرض دینے پر آمادہ ہوجائے تو قسم صحیح بھی ہوگئی اور فوراً نہیں ٹوٹے گی بلکہ دن گزرنے کے بعد ٹوٹے گی۔

قسم کس طرح ہوتی ہے

☼ ۱ اللہ تعالیٰ کے ذاتی اور صفاتی ناموں کے ساتھ مثلاً یوں کہا اللہ کی قسم، خدا کی قسم رحمان کی قسم، رحیم کی قسم وغیرہ۔

☼ ۲ اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ جب کہ ان کا عرف و رواج ہو مثلاً خدا کی عزت و جلال کی قسم، خدا کی بزرگی اور بڑائی کی قسم۔

مسئلہ: اگر یوں کہا خدا گواہ ہے، یا خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں یا خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں تو قسم ہوگئی۔

مسئلہ: اگر خدا کا نام نہیں لیا فقط اتنا کہہ دیا میں قسم کھاتا ہوں کہ فلاں کام نہ کروں گا تو قسم ہوگئی۔

مسئلہ: قرآن کی قسم، کلام اللہ کی قسم، کلام مجید کی قسم کھا کر کوئی بات کہی تو قسم ہوگئی اور اگر کلام مجید کو ہاتھ میں لے کر اس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہی لیکن قسم نہیں کھائی تو قسم نہیں ہوئی۔

مسئلہ: کہا مجھ پر اللہ کی قسم ہے تو قسم ہوگئی۔

مسئلہ: کہا لا الہ الا اللہ میں فلاں کام ضرور کروں گا اگر قسم کی نیت سے کہا ہو تو قسم ہوگئی۔

☼ ۳ ہر وہ شے جس کی حرمت ابدی ہے اور کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی جیسے کفر تو اس کے حلال کرنے کو کسی شرط پر معلق کرنے سے قسم ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: اگر فلاں کام کروں تو بے ایمان ہو کر مروں' مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو' بے ایمان ہوجاؤں یا اس طرح کہا اگر فلاں کام کروں تو میں مسلمان نہیں تو قسم ہوگئی۔ اس کے خلاف کرنے سے کفارہ دینا پڑے گا اور ایمان نہ جائے گا لیکن ایسی قسم ہرگز نہ کھانی چاہیے۔

مسئلہ: یوں کہا اگر میں فلاں کام کروں تو میں یہودی ہوں گا یا نصرانی ہوں گا یا اسلام سے دور ہوں گا تو قسم ہوگئی۔

مسئلہ: کہا اگر فلاں کام کروں تو میں قرآن سے یا نماز سے یا روزے سے یا قبلہ سے یا کتب سماویہ سے بری ہوں گا تو قسم ہوگئی کیونکہ ان چیزوں سے براءت کفر ہوتی ہے۔

☼ ۴ کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا بھی قسم ہے۔

مسئلہ: کسی نے کہا تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے۔ یا یوں کہا فلاں چیز میں نے اپنے اوپر حرام کر لی تو اس کہنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوئی لیکن یہ قسم ہوگئی۔ اب اگر کھائے گا تو کفارہ دینا ہوگا۔

☼ ۵ کسی حرام چیز کو اپنے اوپر حرام کرنا بھی قسم ہے۔ مثلاً کہا آئندہ مجھ پر فلم دیکھنا حرام ہے تو قسم ہوگئی۔ اگر آئندہ کبھی شامت اعمال سے دیکھ لی تو کفارہ دینا ہوگا۔

مسئلہ: کہا یہ شراب مجھ پر حرام ہے یا فلاں کا مال مجھ پر حرام ہے اگر قسم کی غرض سے کہا ہے تو قسم ہوگئی۔

کن الفاظ سے قسم نہیں ہوتی

- ہر وہ شے جس کی حرمت مجبوری و لاچاری کے وقت ساقط ہوجاتی ہے۔ مثلاً شراب اور مردار اس کے حلال کرنے کو کسی شرط پر معلق کرنے سے قسم نہیں ہوتی۔ مثلاً یوں کہا اگر میں فلاں کام کروں تو میں چور یا شرابی یا زانی یا سودخور ہوں تو قسم نہیں ہوتی۔
- اللہ کی سزا اور عذاب کو کسی شرط پر معلق کرنے سے قسم نہیں ہوتی۔

مسئلہ: یوں کہا اگر فلاں کام کروں تو ہاتھ ٹوٹیں، دیدے پھوٹیں، کوڑھی ہو جائے، بدن پھوٹ نکلے، خدا کا غضب ٹوٹے، آسمان پھٹ پڑے، دانے دانے کا محتاج ہو جائے، خدا کی مار پڑے، خدا کی پھٹکار پڑے، مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو، قیامت کے دن خدا اور رسول کے سامنے زرد رو ہو۔ ان باتوں سے قسم نہیں ہوتی۔ اس کے خلاف کرنے سے کفارہ نہ دینا پڑے گا۔

- خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی جیسے رسول اللہ ﷺ کی قسم، کعبہ کی قسم، آنکھوں کی قسم، اپنی جوانی کی قسم، اپنے باپ کی قسم، اپنے بچے کی قسم، اپنے پیاروں کی قسم، تمہارے سر کی قسم، تمہاری جان کی قسم، تمہاری قسم، اپنی قسم، اس طرح قسم کھا کے پھر اس کے خلاف کرے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا بڑا گناہ ہے اور شرک کی بات ہے۔

قسم تین طرح پر ہوتی ہے

غموس (یعنی جھوٹی بات پر) قسم:

زمانہ ماضی یا زمانہ حال میں کسی کام کے اثبات یا کسی کام کی نفی پر جانتے بوجھتے جھوٹی قسم کھانا مثلاً کسی نے نماز نہیں پڑھی اور جب کسی نے پوچھا تو کہہ دیا خدا کی قسم میں نماز پڑھ چکا یا کسی سے گلاس ٹوٹ گیا اور جب پوچھا گیا تو کہہ دیا خدا کی قسم میں نے نہیں توڑا۔

حکم:

اس کا گناہ بہت زیادہ ہے اور اس کا کفارہ کچھ نہیں۔ بس خوب توبہ و استغفار کر کے اپنا گناہ معاف کرائے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

لغو (یعنی غلط فہمی سے غلط بات پر) قسم:

زمانہ ماضی یا زمانہ حال کے کسی کام کے اثبات یا نفی پر قسم کھانا یہ خیال کرتے ہوئے کہ جیسے وہ کہہ رہا ہے کام اسی طرح ہوا تھا حالانکہ فی الواقع کام اس طرح نہیں ہوا تھا گویا غلط فہمی میں جھوٹی قسم کھالی جیسے کسی نے کہا خدا کی قسم ابھی فلاں آدمی نہیں آیا اور اپنے دل میں یقین کے ساتھ یہی سمجھتا ہے کہ سچی قسم کھا رہا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ اس وقت آچکا تھا یا جیسے دور سے ایک آدمی کو دیکھا اور سمجھا کہ وہ زید ہے اور کسی کے سامنے کہا خدا کی قسم میں نے زید کو دیکھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ زید نہیں خالد تھا۔

حکم:

اس قسم میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ ہے۔

منعقد (یعنی آئندہ کے کسی کام پر) قسم

زمانہ مستقبل میں کسی کام کو کرنے نہ کرنے یا اس کے ہونے نہ ہونے پر قسم کھائی جیسے کوئی کہے خدا کی قسم آج میں تمہاری رقم ادا کردوں گا یا کہا خدا کی قسم آج بارش ہوگی پھر اگر رقم ادا نہ کی یا بارش نہ برسی تو قسم ٹوٹ گئی۔

حکم:

جس کام پر قسم کھائی گئی ہے حکم اس کی حیثیت کے مطابق ہوگا۔

- وہ کام کرنا واجب ہو یا وہ کام چھوڑنا واجب ہو مثلاً قسم کھائی کہ آج ظہر کی نماز پڑھوں گا یا آج شراب نہ پیوں گا تو قسم کو پورا کرنا واجب ہے۔
- وہ کام کرنا گناہ ہو یا وہ کام چھوڑنا گناہ ہو مثلاً قسم کھائی کہ فلاں شخص کو (ناحق) قتل کروں گا یا کبھی والدین سے بات نہ کروں گا' تو قسم کو توڑنا واجب ہے۔

- وہ کام کرنا یا وہ کام چھوڑنا اولیٰ ہو مثلاً قسم کھائی کہ میں آج چاشت کی نماز پڑھوں گا یا آج کچا لہسن نہیں کھاؤں گا تو قسم کو پورا کرنا واجب ہے۔
- وہ کام ایسا ہے کہ اس کا مقابل کام اولیٰ ہے مثلاً قسم کھائی کہ ایک یا دو ماہ تک بیوی سے بات نہ کروں گا تو قسم کو توڑنا اولیٰ ہے۔
- وہ کام کرنا نہ کرنا یکساں ہے مثلاً قسم کھائی کہ یہ روٹی نہ کھاؤں گا تو قسم کو پورا کرنا واجب ہے۔

وہ تمام صورتیں جن میں قسم توڑنا واجب ہے یا اولیٰ ہے قسم توڑنے پر بہرحال کفارہ دینا ہوگا۔

قسم کے تعدد کا ضابطہ

● قسم کھانے والے نے اگر اللہ تعالیٰ کے دو نام ذکر کیے اور دوسرا نام پہلے کی صفت بن سکتا ہے۔

○ ۱ درمیان میں عطف نہ ہو مثلاً کہا اللہ رحمن کی قسم یا اللہ رحیم کی قسم تو ایک قسم ہوئی۔

○ ۲ اگر درمیان میں عطف ہو مثلاً اللہ اور رحمان کی قسم تو یہ دو قسمیں ہوئیں۔

● دوسرا نام پہلے کی صفت نہ بن سکتا ہو۔

☼ ۱ درمیان میں عطف نہ ہو مثلاً اللہ اللہ کی قسم تو ایک قسم ہوئی۔ ہاں اگر دو کی نیت کی ہو تو دو ہوئیں۔

☼ ۲ درمیان میں عطف ہو مثلاً اللہ اور اللہ کی قسم تو دو قسمیں ہوئیں۔

مسئلہ: کسی نے کئی دفعہ قسم کھائی جیسے ایک دفعہ کہا خدا کی قسم فلاں کام نہ کروں گا۔ اس کے بعد اسی مجلس میں یا کسی اور موقعے پر پھر کہا خدا کی قسم فلاں کام نہ کروں گا تو دو قسمیں ہوئیں۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا، خدا کی قسم، اللہ کی قسم، کلام اللہ کی قسم فلاں کام ضرور کروں گا

تو یہ تین قسمیں ہوئیں۔

مسئلہ: دو تین کاموں کے نام لے کر ان کے نہ کرنے کی قسم کھائی تو اگر صرف نفی کو مکرر ذکر کیا اس طرح سے کہ نہ میں فلاں کام کروں گا نہ فلاں کام تو یہ دو قسمیں ہوں گی اور اگر حرف نفی کو مکرر ذکر نہیں کیا اور اس طرح سے کہا کہ میں فلاں فلاں کام نہ کروں گا تو ایک قسم ہوگی۔ پھر اگر ان میں سے ایک کام بھی کر لیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور دوسرا کام کرنے سے دوبارہ نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس صورت میں دو کاموں کے مجموعہ کو بے کیے چھوڑنے کی قسم کھائی اور ان میں سے ایک کام کیا تو مجموعہ بے کیے نہ چھوٹا لہٰذا قسم ٹوٹ گئی اور کفارہ واجب ہوا اور آگے مزید قسم باقی نہ رہی۔

قسم کے کفارے کا بیان

مسئلہ: اگر کسی نے قسم توڑ ڈالی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو دو وقت کھانا کھلا دے یا کچا اناج دیدے۔ اور ہر فقیر کو پونے دو کلو گندم دینا چاہیے اور اگر جو دے تو اس کے دوگنے دے۔ فقیر کو کھانا کھلانے کے باقی مسائل وہی ہیں جو روزے کے کفارے میں بیان ہو چکے۔ یا دس فقیروں کو کپڑا پہنا دے۔ ہر فقیر کو اتنا بڑا کپڑا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جائے جیسے چادر یا بڑا لمبا کرتہ دے دیا تو کفارہ ادا ہو گیا۔ لیکن وہ کپڑا بہت پرانا نہ ہونا چاہئے درمیانے درجے کا ہو اور تین مہینے سے زیادہ پہنے جانے کے قابل ہو۔ لہٰذا وہ کپڑا جو اتنا پرانا یا اتنا باریک ہو کہ تین مہینے سے زائد پہنا نہ جا سکے وہ جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ہر فقیر کو فقط ایک ایک لنگی یا فقط ایک ایک شلوار دے دی تو کفارہ ادا نہیں ہوا البتہ اگر اس کے ساتھ کرتہ بھی ہو تو کفارہ ادا ہو گیا۔ ان دونوں باتوں میں اختیار ہے چاہے کپڑا پہنائے اور چاہے کھانا کھلائے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جب مرد کو کپڑا پہنائے اور اگر کسی غریب عورت کو کپڑا پہنائے تو اتنا بڑا ہونا چاہیے کہ سارا بدن ڈھک جائے مثلاً پیروں تک لمبا کرتہ اور ایک سر کی اوڑھنی ہو جو سر اور کانوں کو ڈھانپ لے۔ اگر اتنی بڑی اوڑھنی دیدے جو گردن کو بھی ڈھانپ لے تا کہ اس سے نما

نہ بھی پڑھی جا سکے تو یہ اور اچھا ہے۔
مسئلہ: اگر کوئی ایسا غریب ہو کہ نہ تو کھانا کھلا سکتا ہے اور نہ کپڑا پہنا سکتا ہے تو لگا تار تین روزے رکھے۔ اگر الگ الگ کر کے تین روزے پورے کیے تو کفارہ ادا نہیں ہوا تینوں لگا تار رکھے۔ اگر دو روزے رکھنے کے بعد بیچ میں کسی عذر سے خواہ وہ حیض ہی ہو ایک روزہ چھوڑا تو اب پھر سے تینوں روزے رکھے۔
مسئلہ: قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دیا اور اس کے بعد قسم توڑی تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔ اب قسم توڑنے کے بعد پھر سے کفارہ دینا چاہیے۔ اور جو کچھ فقیروں کو دے چکا ہے اس کو واپس لینا درست نہیں۔
مسئلہ: کسی کے ذمہ قسموں کے بہت سے کفارے جمع ہو گئے تو ہر ایک کا جدا کفارہ دینا چاہیے۔ زندگی میں نہ دے تو مرتے وقت وصیت کر جانا واجب ہے۔
3: کفارے میں انہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مختلف کاموں کے بارے میں قسموں کے ضابطے

- قسموں کا دارومدار عرف و رواج پر ہے۔ یعنی جب ہم کوئی لفظ بولتے ہیں تو رواج میں اس کا جو معنی معروف ہو اس کا اعتبار ہوتا ہے اگرچہ لغت میں یا شریعت کی اصطلاح میں اس کا اپنا معنی مقابلتاً عام تر ہو مثلاً جب کسی نے قسم کھائی کہ میں سری نہ کھاؤں گا تو لغت میں سری کا لفظ عام ہے جو گائے بکری اونٹ چڑیا اور مرغی سب کی سری کو شامل ہے۔ لیکن چونکہ رواج میں کھانے میں بکری یا گائے کی سری معروف ہے اس لیے قسم میں صرف گائے یا بکری کی سری مراد ہوگی۔ چڑیا اور مرغی کی سری مراد نہیں ہوگی لہٰذا اگر بکری کی سری کھائے گا تو قسم ٹوٹے گی اور اگر چڑیا یا مرغی کی سری کھائے گا تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔
- البتہ بولے گئے لفظ عام کے کسی ایک خاص فرد کی نیت کی ہو تو قسم میں پھر وہی

فرد مراد ہوگا۔ مثلاً سری بول کر مرغی کی سری کی نیت کی ہو تو قسم میں مرغی کی سری مراد ہوگی اور مرغی کی سری کھانے سے قسم ٹوٹے گی بکری کی سری کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی۔

- قسم کے جملہ سے جو غرض رواج میں معروف ہو قسم میں اس کا اعتبار صرف اسی وقت ہوتا ہے جب وہ لفظ کے معروف معنی کے موافق ہو اور اگر وہ غرض معروف معنی سے مختلف ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی نے قسم کھائی کہ دروازے سے باہر نہ نکلوں گا تو رواج میں اس سے جو غرض معروف ہے وہ یہ ہے کہ گھر میں رہوں گا اور کسی بھی طریقے سے باہر نہ نکلوں گا لیکن اگر یہ شخص چھت پر سے پھلانگ جائے تو قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ دروازے کا جو اپنا معروف معنی ہے چھت کا مفہوم اس میں شامل نہیں ہے بلکہ اس سے مختلف ہے۔
- جب رواج میں کسی لفظ یا جملہ کا معنی مجازی معروف ہو اور معنی حقیقی رائج نہ ہو تو قسم میں معنی مجازی مراد ہوتا ہے۔ حقیقی معنی نہیں مثلاً قسم کھائی کہ تیرے گھر میں قدم نہ رکھوں گا۔ رواج میں قدم نہ رکھنے کا معنی مجازی یعنی داخل نہ ہونا معروف ہے لہٰذا قسم میں وہی مراد ہوگا اور گھر کے باہر کھڑے ہو کر محض ایک قدم اندر رکھنے سے قسم نہیں ٹوٹے گی بلکہ کسی بھی طریقے سے اندر داخل ہونے سے قسم ٹوٹے گی۔

گھر میں جانے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: کسی نے قسم کھائی کہ کبھی تیرے گھر نہ جاؤں گا۔ پھر اس کے دروازے کی دہلیز پر کھڑا ہو گیا یا دروازے کے چھجے کے نیچے کھڑا ہو گیا اندر نہیں گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اور اگر دروازے کے اندر چلا گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: کسی نے قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر جب وہ گھر گر کر بالکل کھنڈر ہو گیا تب اس میں گیا تو بھی قسم ٹوٹ گئی اور اگر بالکل میدان ہو گیا زمین برابر ہو گئی اور

گھر کا نشان بالکل مٹ گیا یا اس کا کھیت بن گیا یا مسجد بنائی گئی یا باغ بنا لیا گیا تب اس میں گیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ جاؤں گا پھر جب وہ گر گیا اور پھر سے بنوا لیا گیا تب اس میں گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: کسی نے قسم کھائی کہ تیرے گھر نہ جاؤں گا پھر کوٹھا پھاند کر آیا اور چھت پر کھڑا ہو گیا تو اگر چھت بغیر پردے اور دیوار کے ہو تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر پردہ اور دیوار ہو گی تو قسم ٹوٹ گئی اگرچہ نیچے نہ اترے۔

مسئلہ: کسی نے گھر میں بیٹھے ہوئے قسم کھائی کہ اب یہاں کبھی نہ آؤں گا اس کے بعد تھوڑی دیر بیٹھا رہا تو قسم نہیں ٹوٹی بلکہ چاہے جتنے دن وہیں بیٹھا رہے۔ جب باہر جا کر پھر آئے گا تب قسم ٹوٹے گی۔ اور اگر قسم کھائی کہ یہ کپڑا نہ پہنوں گا یہ کہہ کر فوراً اتار ڈالا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر فوراً نہیں اتارا کچھ دیر پہنے رہا تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ اس گھر میں نہ رہوں گا اس کے بعد فوراً اس گھر سے سامان اٹھا لے جانے کا بندوبست کرنا شروع کر دیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر فوراً نہیں شروع کیا کچھ دیر ٹھہر گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اور اگر قسم کھانے کے بعد خود تو نکل گیا اور اپنی ضرورت کا سامان نہیں نکالا تب بھی قسم نہیں ٹوٹی۔ یہ حکم اس وقت ہے جب اپنے گھر والوں سے قسم کھائی ہو۔ اور اگر مکان کرایہ پر ہو اور مالک مکان سے کہا ہو یا مشترکہ مکان ہو اور دیگر رہنے والوں سے قسم کھا کر کہا ہو تو اگر خود نکل جائے گا اور اپنے گھر والوں کو اور اپنے سامان کو وہیں چھوڑ دے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ اب تیرے گھر میں قدم نہ رکھوں گا تو مطلب یہ ہے کہ نہ آؤں گا تو عورت اگر ڈولی میں سوار ہو کر آئی اور گھر میں اس ڈولی پر بیٹھی رہی قدم زمین پر نہیں رکھے تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: کسی نے قسم کھا کر کہا تیرے گھر کبھی نہ کبھی ضرور آؤں گا پھر آنے کا اتفاق نہیں ہوا تو جب تک زندہ ہے قسم نہیں ٹوٹی مرتے وقت قسم ٹوٹ جائے گی اس کو چاہیے کہ اس

وقت وصیت کر جائے کہ میرے مال میں سے قسم کا کفارہ دے دینا۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ فلانے کے گھر نہ جاؤں گا تو جس گھر میں وہ رہتا ہو وہاں نہ جانا چاہیے چاہے خود اس کا گھر ہو یا کرایہ پر رہتا ہو یا مانگے کا ہو اور بے کرایہ دیے رہتا ہو۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ تیرے یہاں کبھی نہ آؤں گا پھر کسی سے کہا کہ تو مجھے اپنی کمر پر لاد کر وہاں پہنچا دے۔ اس لیے اس نے کمر پر لاد کر پہنچا دیا تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔ البتہ اگر قسم کھانے والے نے نہیں کہا اس کے کہے بغیر کسی نے اس کو کمر پر لاد کے وہاں پہنچا دیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور قسم ختم بھی نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر قسم کھائی کہ اس گھر سے کبھی نہ نکلوں گا پھر کسی سے کہا کہ تو مجھ کو لاد کر نکال لے چل اور وہ لے گیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر کہے بغیر لاد لے گیا تو نہیں ٹوٹی۔

کھانے پینے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: قسم کھائی کہ یہ دودھ نہ پیوں گا پھر وہی دودھ جما کر دہی بنا لیا تو اس کے کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی۔

مسئلہ: بکری کا بچہ پلا ہوا تھا اس پر قسم کھائی اور کہا کہ اس بچے کا گوشت نہ کھاؤں گا پھر وہ بڑھ کر پوری بکری ہوگئی تب اس کا گوشت کھایا تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤں گا پھر مچھلی کھائی یا کلیجی یا اوجھڑی کھائی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ لیکن اگر کسی جگہ ان چیزوں کو بھی گوشت کہتے ہوں تو ان کے کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ روٹی نہ کھاؤں گا تو اس دیس میں جن چیزوں کی روٹی کھائی جاتی ہے نہ کھانا چاہیے نہیں تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ سری نہ کھاؤں گا تو چڑیا، بٹیر، مرغ وغیرہ پرندوں کی سری کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی اگر بکری یا گائے کی سری کھائی تو قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں قسم کھائی جو خود بعینہٖ کھائی جاتی ہے تو قسم بعینہٖ اسی چیز کے کھانے سے متعلق ہوئی اور اگر ایسی چیز کے بارے میں ہو جو عام طور پر بعینہٖ خود نہیں کھائی جاتی تو پھر قسم کا تعلق اس شے سے ہوگا جو اس چیز سے پیدا ہوتی ہے یا حاصل ہوتی ہے مثلاً قسم کھائی کہ میں اس بکری سے کچھ نہیں کھاؤں گا پھر اس کا دودھ یا اس کے دودھ سے حاصل کیا ہوا گھی بھی استعمال کیا تو قسم نہیں ٹوٹی کیونکہ بکری بعینہٖ کھائی جاتی ہے۔ لہٰذا بعینہٖ بکری مراد ہوئی اس سے حاصل ہونے والی شے مراد نہ ہوگی اور اگر قسم کھائی کہ میں یہ درخت نہ کھاؤں گا تو بعینہٖ درخت کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ جب درخت بعینہٖ کھائی جانے والی چیز نہیں ہے تو قسم میں اس سے مراد درخت سے حاصل ہونے والا پھل ہوگا اور اگر اس درخت کا پھل نہ ہوتا ہو تو پھر اس درخت کی قیمت مراد ہوگی اور اس کی قیمت سے کوئی کھانے پینے کی چیز لے کر استعمال کی تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: اگر یہ قسم کھائی کہ یہ آٹا نہ کھاؤں گا تو چونکہ کچا آٹا بعینہٖ نہیں کھایا جاتا لہٰذا قسم کا تعلق کچے آٹے سے نہیں ہوگا بلکہ اس شے سے ہوگا جو آٹے سے بنائی گئی ہو تو ویسے ہی کچا آٹا پھانکنے سے قسم نہیں ٹوٹے گی البتہ اگر اس کی روٹی پکا کر کھائی یا اس کا حلوا یا کچھ اور پکا کر کھایا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ یہ گیہوں نہ کھاؤں گا تو چونکہ گیہوں بھنوا کر کھا لیے جاتے ہیں اس لیے اگر وہ گیہوں ابال کر کھا لیے یا بھنوا کر چبا لیے تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر ان کو پسوا کر روٹی کھائی یا ان کے ستو کھائے تو قسم نہیں ٹوٹی۔ ہاں اگر یہ مطلب لیا ہو کہ ان کے آٹے کی کوئی چیز بھی نہ کھاؤں گا تو ہر چیز کھانے سے قسم ٹوٹ جائے گی۔

نہ بولنے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: قسم کھائی کہ فلاں آدمی سے نہ بولوں گا۔ پھر جب وہ سو رہا تھا اس وقت سوتے میں اس سے کچھ کہا اور اس کی آواز سے وہ جاگ پڑا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اگر جاگتے میں

اس سے بات کی لیکن دور ہونے کی وجہ سے اس تک آواز نہیں پہنچی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اگر کچھ لوگ اکٹھے ہوں اور فلاں بھی ان میں ہو پھر ان کو سلام کیا تو اگر سب کو سلام کیا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر سلام میں اس کی نیت نہیں کی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ باپ کی اجازت کے بغیر فلاں سے نہ بولوں گا۔ پھر باپ نے اجازت دے دی لیکن اجازت کی خبر ابھی اس کو نہیں ملی تھی کہ اس سے بول دیا اور بولنے کے بعد معلوم ہوا کہ باپ نے اجازت دیدی تھی تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ اس لڑکے یا اس جوان سے بات نہیں کروں گا۔ پھر جب وہ بوڑھا ہو گیا تب بولا تو بھی قسم ٹوٹ گئی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ کبھی تیرا منہ نہ دیکھوں گا تیری صورت نہ دیکھوں گا تو مطلب یہ ہے کہ تجھ سے ملاقات نہ کروں گا میل جول نہ رکھوں گا۔ اگر کہیں دور سے صورت دیکھ لی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

بیچنے اور خریدنے کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: قسم کھائی کہ میں فلانی چیز نہ خریدوں گا پھر کسی سے کہہ دیا کہ تم مجھے خرید دو۔ اس نے خرید کر دے دی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح اگر یہ قسم کھائی کہ اپنی فلانی چیز نہ بیچوں گا پھر خود نہیں بیچی دوسرے سے کہا کہ تم بیچ دو۔ اس نے بیچ دی تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح کرایہ پر لینے کا حکم ہے۔ اگر قسم کھالی کہ میں یہ مکان کرایہ پر نہ لوں گا پھر کسی دوسرے کے ذریعہ سے کرایہ پر لے لیا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ البتہ اگر قسم کھانے کا یہی مطلب تھا کہ نہ تو خود یہ کام کروں گا نہ کسی دوسرے سے کراؤں گا تو دوسرے آدمی کے کر دینے سے بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ غرض جو مطلب ہوگا اسی کے موافق سب حکم لگائے جائیں گے یا یہ کہ قسم کھانے والا بڑا افسر ہو کہ خود اپنے ہاتھ سے نہیں بیچتا اور نہیں خریدتا تو اس صورت میں اگر کام دوسرے سے کہہ کر کرالیے تب بھی قسم ٹوٹ جائے گی۔ یہی حکم اس وقت ہے جب قسم کھانے والی عورت پردہ نشین یا امیر زادی ہو جو

اپنے ہاتھ سے خرید وفروخت نہیں کرتی۔

روزے نماز کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: کسی نے بے وقوفی سے قسم کھائی کہ میں روزہ نہ رکھوں گا پھر روزہ کی نیت کرلی تو ایک لمحہ گزرنے سے بھی قسم ٹوٹ گئی پورے دن گزرنے کا انتظار نہ کریں گے۔ اگر تھوڑی دیر بعد روزہ توڑے گا تب بھی قسم ٹوٹنے کا کفارہ دینا پڑے گا اور اگر یوں کہا کہ ایک روزہ بھی نہ رکھوں گا تو روزہ ختم ہونے کے وقت قسم ٹوٹے گی۔ جب تک پورا دن نہ گزرے اور روزہ کھولنے کا وقت نہ آئے تب تک قسم نہ ٹوٹے گی۔ اگر وقت آنے سے پہلے ہی روزہ توڑ ڈالا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ میں نماز نہ پڑھوں گا پھر پشیمان ہوا اور نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو جب پہلی رکعت کا سجدہ کیا اس وقت قسم ٹوٹ گئی اور سجدہ کرنے سے پہلے قسم نہیں ٹوٹی۔ اگر ایک رکعت پڑھ کر نماز توڑ دے تب بھی قسم ٹوٹ گئی۔

تنبیہ

ایسی قسمیں کھانا بہت گناہ ہے اگر ایسی بے وقوفی ہوگئی تو اس کو فوراً توڑ ڈالے اور کفارہ دے۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ میں ایک نماز نہیں پڑھوں گا یا فجر کی نماز نہیں پڑھوں گا تو جب دوسری رکعت پر تشہد کے بقدر بیٹھے گا اس وقت قسم ٹوٹے گی اس سے پہلے نہیں ٹوٹے گی اور اگر قسم کھائی کہ ظہر کی نماز نہ پڑھوں گا تو چار رکعت کے بعد بقدر تشہد بیٹھنے سے قسم ٹوٹے گی اس سے پہلے نہیں۔

مسئلہ: اگر قسم کھائی کہ نماز قضا نہ کروں گا پھر سو گیا اور اس سے نماز قضا ہوگئی تو اگر وقت شروع ہونے سے پہلے سویا تھا اور وقت گزرنے کے بعد آنکھ کھلی تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر وقت شروع ہونے کے بعد سویا تھا تو قسم ٹوٹ گئی۔

کپڑے وغیرہ کی قسم کھانے کا بیان

مسئلہ: قسم کھائی کہ اس قالین پر نہ لیٹوں گا پھر قالین بچھا کر اس کے اوپر چادر بچھائی اور لیٹا تو قسم ٹوٹ گئی اور اگر اس قالین کے اوپر ایک اور قالین یا کوئی دری بچھائی اس کے اوپر لیٹا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ زمین پر نہ بیٹھوں گا پھر زمین پر بوریا یا کپڑا یا چٹائی' ٹاٹ وغیرہ بچھا کر بیٹھ گیا تو قسم نہیں ٹوٹی اور اگر قسم کھانے والی عورت ہو اور وہ اپنا دوپٹہ جو اوڑھے ہوئے ہے اسی کا کونہ بچھا کر بیٹھ گئی تو قسم ٹوٹ گئی البتہ اگر دوپٹہ اتار کر بچھا لیا تب بیٹھی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: قسم کھائی کہ اس چارپائی یا اس تخت پر نہ بیٹھوں گا پھر اس پر دری یا قالین وغیرہ کچھ بچھا کر بیٹھ گیا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اگر اس چارپائی کے اوپر ایک اور چارپائی بچھائی اور تخت کے اوپر ایک اور تخت بچھا لیا پھر اوپر والی چارپائی اور تخت پر بیٹھا تو قسم نہیں ٹوٹی۔

متفرق مسائل

مسئلہ: اگر کسی نے کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا خدا کی قسم انار ضرور کھاؤں گا تو عمر بھر میں ایک دفعہ کھالینا کافی ہے۔ اور اگر کسی کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے یوں کہا خدا کی قسم انار نہ کھاؤں گا تو انار ہمیشہ کے لیے چھوڑنا پڑے گا۔ جب کبھی کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ ہاں اگر ایسا ہوا کہ گھر میں انار' انگور وغیرہ آئے اور خاص ان اناروں کے لیے کہا کہ نہ کھاؤں گا تو اور بات ہے وہ نہ کھائے اس کے سوا اور منگا کر کھائے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ: شوہر نے قسم کھائی کہ تجھ کو کبھی نہ ماروں گا پھر غصہ میں چوٹی پکڑ کے گھسیٹا یا گلا گھونٹ دیا یا زور سے کاٹ کھایا تو قسم ٹوٹ گئی اور جو دل لگی اور پیار میں کاٹا ہو تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: وہ افعال جن میں زندہ اور مردہ دونوں شریک ہوں مثلاً غسل دینا اور اٹھانا اور چھونا اور کپڑا پہنانا تو ان کی قسم حالت حیات کے ساتھ خاص نہیں ہوگی لہٰذا اگر قسم کھائی

کہ فلاں کو نہ نہلاؤں گا پھر اس کے مرجانے کے بعد نہلا یا تو قسم ٹوٹ گئی۔ اور وہ افعال جو حالت حیات کے ساتھ خاص ہیں مثلاً وہ افعال جو لذت یا الم یا سرور یا غم کا باعث ہوں مثلاً گالم گلوچ کرنا اور مار پیٹ کرنا وغیرہ تو ان کی قسم صرف حالت حیات کے ساتھ خاص ہوگی۔ لہٰذا اگر قسم کھائی کہ میں تجھے نہیں ماروں گا یا تجھے گالی نہیں دوں گا پھر اس کے مرنے کے بعد اس کو مارا یا گالی دی تو قسم نہیں ٹوٹی۔

مسئلہ: جس قسم کو اس کا وقت آنے سے پہلے پورا کرنا ممکن نہ رہے تو وہ قسم ختم ہوجاتی ہے مثلاً قسم کھائی کہ اپنا قرض کل ادا کردوں گا پھر آج ہی قرض ادا کر دیا یا قسم کھائی کہ میں کل اس کو قتل کردوں گا لیکن جس کو قتل کرنا تھا اس کی آج ہی موت ہوگئی تو قسم نہیں ٹوٹے گی۔

مسئلہ: زید نے کھانا کھاتے ہوئے بکر کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ بکر نے کسی رنجش کی بنا پر قسم کھائی کہ میں کھانا نہیں کھاؤں گا تو اس قسم کا تعلق صرف اس کھانے کے ساتھ ہوگا۔ بعد میں اگر کسی اور وقت بکر نے کھانا کھایا تو قسم نہیں ٹوٹی۔ اسی طرح بیوی ایک وقت اپنی ماں کے ہاں جانے پر بضد تھی۔ شوہر کہتا تھا اس وقت مت جاؤ۔ بیوی کے نہ ماننے پر شوہر نے کہا اگر تو گئی تو تجھے طلاق تو اگر بیوی اس وقت نہ گئی بعد میں پھر کسی وقت گئی تو طلاق نہ پڑے گی۔ کیونکہ قسم کھانے والے کا مقصد صرف اسی وقت سے تھا۔ اس قسم کو یمین فور کہتے ہیں۔

مسئلہ: کسی نے دوسرے کو کہا تمہیں خدا کی قسم ہے فلاں کام کردو یا فلاں کام مت کرو تو اس سے متکلم یا مخاطب دونوں میں سے کسی پر قسم واقع نہیں ہوتی۔ مخاطب پر اس کے مطابق عمل کرنا واجب نہیں اور نہ ہی اس کے خلاف کرنے سے کسی پر کفارہ واجب ہوتا ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ اگر کوئی جائز کام ہو تو اللہ تعالیٰ کے نام کی تعظیم کی خاطر مخاطب کے لیے اگر ممکن ہو تو اس کی تعمیل کرے۔

قسم میں عام کی تخصیص کی نیت کرنا

قسم میں لفظ عام کا استعمال کیا لیکن اس کے کسی ایسے خاص فرد کی نیت کی جو دعوے سے مختلف ہے تو اگر قسم کھانے والا مظلوم ہو تو اس کی نیت معتبر ہوگی اور اگر ظالم ہو تو معتبر نہیں ہوگی۔ مثلاً زید کے پاس ایک کتاب ہے جو اس نے خالد سے خریدی ہے۔ بکر زید کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اس کتاب کو اس کے ہاتھ فروخت کر دے اور بکر زور آور بھی ہے جب کہ زید نایاب یا کمیاب ہونے کی وجہ سے فروخت نہیں کرنا چاہتا۔ زید بکر کے جبر اور زور سے بچنے کے لیے قسم کھاتا ہے کہ یہ کتاب تو خالد نے میرے پاس رکھی ہے اور یہ نیت کی کہ میرے خریدنے پر اس نے میری ملکیت پر میرے پاس رکھی جب کہ بکر کو یہ تاثر دیا کہ یہ خالد کی کتاب ہے جو اس نے میرے پاس امانت رکھی ہے تو اس طرح قسم کھانا اور نیت کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہاں زید مظلوم ہے اور اس کی قسم سچ سمجھی جائے گی۔ اور اگر زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ اس نے اپنا قلم زید کے ہاتھ فروخت کیا تھا لہٰذا وہ اس کے سپرد کرے۔ بکر نے اگرچہ فی الواقع فروخت کیا تھا لیکن اب وہ مکر گیا اور قسم اٹھوانے پر اس نے یوں قسم کھائی کہ خدا کی قسم میرے ذمہ اس قلم کو سپرد کرنا نہیں ہے اور یہ نیت کرلی کہ ہدیہ کے طور پر سپرد کرنا میرے ذمہ نہیں ہے تو چونکہ بکر ظالم ہے اس لیے اس کی نیت کا اعتبار نہیں ہوگا اور اس کی قسم جھوٹی سمجھی جائے گی۔

باب:۲۱

نذر اور منت کا بیان

نذر کی تعریف

اپنے اوپر کسی ایسی عبادت کو لازم کر لینا جو خود مقصود ہو اور جس کی جنس میں سے کسی وقت فرض یا واجب بھی ہوتا ہے اس کو نذر کہتے ہیں۔

مسئلہ: عبادت مقصودہ وہ ہوتی ہے جو خود اپنی ذات کے اعتبار سے مطلوب و مقصود ہو کسی دوسری عبادت کے ذریعہ کے طور پر نہ ہو جب کہ عبادت غیر مقصودہ وہ ہوتی ہے جو کسی دوسری عبادت کے لیے ذریعہ اور واسطہ ہو۔

عبادت مقصودہ کی مثالیں

نماز، روزہ، صدقہ، حج، عمرہ، اعتکاف اور مسجد کے لیے جگہ وقف کرنا۔

عبادت غیر مقصودہ کی مثالیں

مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، وضو، غسل، مسجد میں داخل ہونا، مصحف کو چھونا، اذان کہنا، رباط بنانا، مسجد تعمیر کرنا، میت کو کفن دینا۔

مسئلہ: نذر کے الفاظ کہنے سے نذر ہر صورت میں لازم ہوجاتی ہے خواہ نذر کی نیت ہو یا نہ ہو مثلاً کہنا کچھ چاہتا تھا لیکن زبان سے غلطی سے نذر کے الفاظ نکل گئے یا ویسے ہی ہنسی مذاق میں نذر کے الفاظ کہہ دیے تو نذر لازم ہوگئی۔ اسی طرح کہنا چاہتا تھا کہ فلاں کام ہوگیا تو ایک ہفتہ کے روزے رکھوں گا لیکن زبان سے نکل گیا کہ ایک ماہ کے روزے رکھوں گا تو ایک ماہ کے روزے لازم ہوگئے۔

نذر کی دو قسمیں ہیں

❑ ۱ مطلق یعنی جو مشروط نہ ہو مثلاً یوں کہا اللہ کے لیے مجھ پر ایک ماہ کے روزے

ہیں یا میں ایک ماہ کے روزے رکھوں گا۔ اس طرح کے الفاظ کہنے سے نذر کو پورا کرنا لازم ہوجاتا ہے۔ اگرچہ الفاظ بغیر ارادہ کے نکل گئے ہوں۔

❑ ۲ مشروط نذر یعنی کسی کام کے ہونے پر کسی عبادت کی نذر مانی مثلاً کہا اگر میں امتحان میں کامیاب ہوگیا تو تین روزے رکھوں گا۔ شرط پوری ہوجائے تو نذر کو پورا کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

نذر کے صحیح ہونے کی شرائط

- نذر عبادت مقصودہ کی ہو عبادت غیر مقصودہ کی نہ ہو۔
- اس پر نذر سے پہلے اس عبادت کا کرنا واجب نہ ہو۔ لہٰذا اگر فرض حج کی نذر کی تو نذر نہ ہوگی۔
- وہ امر محال نہ ہو مثلاً گزشتہ دن کے روزے یا اعتکاف کی نذر کی تو نذر صحیح نہ ہوگی۔
- جتنے مال کے صدقہ کا التزام کیا ہو وہ ملکیت سے زائد نہ ہو۔

مسئلہ: یوں منت مانی کہ دس روپے خیرات کروں گا یا بیس روپے خیرات کروں گا تو جتنا کہا ہے اتنا خیرات کرے۔ اگر یوں کہا پچاس روپے خیرات کروں گا اور اس کے پاس اس وقت فقط دس ہی روپے کی پونجی ہے تو دس ہی روپے دینا پڑیں گے۔ البتہ اگر دس روپے کے سوا کچھ مال واسباب بھی ہے تو اس کی قیمت بھی لگالیں گے اس کی مثال یہ سمجھو کہ دس روپے نقد ہیں اور سب مال اسباب پندرہ روپے کا ہے یہ سب پچیس روپے ہوئے تو فقط پچیس روپے خیرات کرنا واجب ہے اس سے زیادہ واجب نہیں۔

- وہ کام بذات خود معصیت نہ ہو۔

مسئلہ: قربانی کے دن کے روزے کی نذر صحیح ہے کیونکہ یہ اپنی ذات میں معصیت نہیں بلکہ اور معنی سے معصیت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض ہے۔

مسئلہ: یہ منت مانی کہ اگر فلاں کام ہوجائے تو فلانے مزار پر چادر چڑھاؤں گا تو یہ

نذر نہیں ہوئی۔

مسئلہ: مولیٰ مشکل کشا کا روزہ اور آس بی بی کا کونڈا یہ شرک کی باتیں ہیں اور ان کی نذر ماننا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: بڑے پیر کی گیارہویں کی منت مانی تو یہ منت اور نذر نہیں ہوئی۔ اگر شرکیہ عقیدے کے ساتھ ہو کہ وہ ہمارے کام بنوا دیں گے تو یہ خود معصیت ہے اور اگر محض ایصال ثواب ہو تو ایصال ثواب کی جنس سے کوئی واجب اور فرض نہیں ہوتا۔

- نذر کے الفاظ کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا ہو کیونکہ انشاء اللہ کہنے سے نذر باطل ہو جاتی ہے مثلاً یوں کہا اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں انشاء اللہ سو روپے صدقہ کروں گا یا میں سو روپے صدقہ کروں گا انشاء اللہ' تو نذر نہیں ہوئی۔

نذر کے بارے میں ایک اور ضابطہ

نذر کرنے والے نے اصل عبادت جس کا التزام کیا ہے صرف وہ لازم ہوتی ہے اس کے ہر وصف جس کا اس نے التزام کیا ہو لازم نہیں ہوتا مثلاً صدقہ میں روپے کی یا فقیر کی یا جگہ کی تعیین اور اسی طرح نماز میں جگہ کی تعیین اور روزے میں دن اور مہینے کی تعیین لازم نہیں ہوتی۔

مسئلہ: کسی نے کہا یا اللہ اگر میرا فلانا کام ہو جائے تو پانچ روزے رکھوں گا تو جب کام ہو جائے گا پانچ روزے رکھنے پڑیں گے اور اگر کام نہیں ہوا تو نہ رکھنا پڑیں گے۔ اگر فقط اتنا ہی کہا ہے کہ پانچ روزے رکھوں گا تو اختیار ہے چاہے پانچوں روزے ایک دم سے لگاتار رکھے اور چاہے ایک ایک دو دو کر کے پورے پانچ کر لے دونوں باتیں درست ہیں اور اگر نذر کرتے وقت یہ کہہ دیا کہ پانچوں روزے لگاتار رکھوں گا یا دل میں یہ نیت تھی تو سب ایک دم سے رکھنے پڑیں گے اگر بیچ میں ایک آدھ چھوٹ جائے تو پھر سے رکھے۔ کیونکہ شریعت نے لگاتار روزوں کا اعتبار کیا ہے جیسے کفارے کے روزے اور رمضان کے روزے۔

مسئلہ: اگر یوں کہا کہ جمعہ کا روزہ رکھوں گا یا محرم کی پہلی تاریخ سے دسویں تاریخ تک روزے رکھوں گا تو خاص جمعہ کو روزہ رکھنا واجب نہیں اور محرم کی خاص انہی تاریخوں میں روزہ رکھنا واجب نہیں جب چاہے دس روزے رکھ لے لیکن دسوں لگاتار رکھنا پڑیں گے چاہے محرم میں رکھے چاہے کسی اور مہینے میں سب جائز ہے اسی طرح اگر یہ کہا کہ اگر آج میرا یہ کام ہوجائے تو کل ہی روزہ رکھوں گا جب بھی اختیار ہے جب چاہے رکھے۔

مسئلہ: کسی نے نذر کرتے وقت یوں کہا محرم کے مہینے کے روزے رکھوں گا تو محرم کے پورے مہینے کے روزے لگاتار رکھنا پڑیں گے اگر بیچ میں حیض کی وجہ سے دس پانچ روزے چھوٹ جائیں تو اس کے بدلے اتنے روزے اور رکھ لے سارے روزے نہ دوہرائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ محرم کے مہینہ میں نہ رکھے کسی اور مہینہ میں رکھے لیکن سب لگاتار رکھے۔ کیونکہ محرم کے ایام لگاتار اور متصل ہوتے ہیں۔

مسئلہ: اگر یوں کہا ایک سو روپے کی روٹی فقیروں کو بانٹوں گا تو اختیار ہے چاہے ایک سو روپے کی روٹی دے چاہے ایک سو روپے کی کوئی اور چیز دے یا ایک سو روپیہ نقد دیدے۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا دس روپے خیرات کروں گا ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ۔ پھر پورے دس روپے ایک ہی فقیر کو دے دیے تو یہ بھی جائز ہے ہر فقیر کو ایک ایک روپیہ دینا واجب نہیں۔ اگر دس روپے بیس فقیروں کو دے دیے تو یہ بھی جائز ہے۔ اور اگر یوں کہا دس روپے دس فقیروں پر خیرات کروں گا تو بھی اختیار ہے چاہے دس کو دے چاہے کم زیادہ کو۔

مسئلہ: اگر یوں کہا کہ دس نمازیوں کو یا دس حافظوں کو کھلاؤں گا تو دس فقیروں کو کھلا دے چاہے وہ نمازی اور حافظ ہوں یا نہ ہوں۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا کہ دس روپے مکہ میں خیرات کروں گا تو مکہ میں خیرات کرنا واجب نہیں جہاں چاہے خیرات کرے۔ یا یوں کہا تھا جمعہ کے دن خیرات کروں گا فلانے فقیر کو دوں گا تو جمعہ کے دن خیرات کرنا اور اسی فقیر کو دینا ضروری نہیں۔ اسی طرح اگر روپے مقرر کر کے کہا کہ یہی روپے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوں گا تو بعینہٖ وہی روپے

دینا واجب نہیں چاہے وہ دے یا اتنے ہی دوسرے دیدے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر منت مانی کہ مسجد میں نماز پڑھوں گا یا مکہ میں نماز پڑھوں گا تو بھی اختیار ہے جہاں چاہے پڑھے۔

مسئلہ: اگر کسی نے فقط اتنا کہا کہ میرے ذمہ نذر ہے اور کچھ نیت بھی نہیں کی تو قسم کا کفارہ دے اور اگر نیت کی تھی تو اگر روزے کی نیت کی تھی تو تین روزے رکھے اور اگر صدقہ کی نیت کی تھی تو دس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

مسئلہ: اگر کہا اللہ کے لیے میرے ذمہ فقراء کو کھانا کھلانا ہے تو دس فقیروں کو دو وقت کھانا کھلائے۔

مسئلہ: اگر کہا میرا فلاں کام ہوگیا تو بچوں میں پانچ سیر مٹھائی تقسیم کروں گا تو کل مٹھائی فقیروں میں تقسیم کرے خواہ بچے ہوں یا بڑے ہوں۔ اگر اس میں سے کچھ مالداروں کو یا ان کے بچوں کو دے دی تو ان کے لیے وہ کھانی جائز ہے۔ لیکن جتنی ان کو دی ہے اتنی ہی اور خرید کر فقراء میں تقسیم کرنی ہوگی۔

نذر کے چند مسائل

مسئلہ: کسی نے منت مانی کہ میری کھوئی ہوئی چیز مل جائے تو میں آٹھ رکعت نماز پڑھوں گا تو اس کے مل جانے پر آٹھ رکعت نماز پڑھنا پڑے گی چاہے ایک دم سے آٹھوں رکعتوں کی نیت باندھے یا چار چار کی نیت باندھے یا دو دو کی، سب اختیار ہے اور اگر چار رکعت کی منت مانی تو چاروں ایک ہی سلام سے پڑھنا ہوں گی۔ الگ الگ دو دو پڑھنے سے نذر ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ: کسی نے ایک رکعت پڑھنے کی منت مانی تو پوری دو رکعتیں پڑھنی پڑیں گی اگر تین کی منت کی تو پوری چار۔ اگر پانچ کی منت کی تو پوری چھ رکعتیں پڑھے۔ اسی طرح آگے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر یوں منت مانی کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا تو اگر دل میں کچھ خیال ہے کہ

ایک وقت یا دو وقت کھلاؤں گا تب تو اس طرح کھلا دے اور اگر کچھ خیال نہیں تو دو وقت دس مسکین کو کھلا دے اور اگر کچا اناج دے تو اس میں بھی یہی بات ہے کہ اگر دل میں کچھ خیال تھا کہ اتنا اتنا ہر ایک کو دوں گا تو اسی قدر دے اور اگر کچھ خیال نہ تھا تو ہر ایک کو اتنا دے جتنا صدقہ فطر میں بیان ہوا ہے۔

مسئلہ: کسی نے کہا اگر میرا بیٹا اچھا ہوجائے تو ایک بکری ذبح کروں گا یا یوں کہا ایک بکری کا گوشت خیرات کروں گا تو منت ہوگئی اگر یوں کہا کہ قربانی کروں گا تو قربانی کے دنوں میں ذبح کرنا چاہیے اور دونوں صورتوں میں اس کا گوشت فقیروں کے سوا اور کسی کو دینا اور خود کھانا درست نہیں جتنا خود کھائے یا امیروں کو دیدے اتنا پھر خیرات کرنا پڑے گا۔

مسئلہ: ایک گائے قربانی کرنے کی منت مانی پر گائے نہیں ملی تو سات بکریاں کردے۔

مسئلہ: یوں منت مانی تھی کہ جب میرا بیٹا آئے گا تو دس روپے خیرات کروں گا پھر آنے کی خبر پاکر اس نے آنے سے پہلے ہی روپے خیرات کر دیے تو منت پوری نہیں ہوئی آنے کے بعد پھر خیرات کرے۔

مسئلہ: یہ منت مانی کہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھوں گا یا ہزار مرتبہ کلمہ پڑھوں گا یا ہزار مرتبہ اللہ اکبر پڑھوں گا تو منت ہوگئی اور پڑھنا واجب ہوگیا کیونکہ بعض صورتوں میں ان کا پڑھنا واجب ہے۔

مسئلہ: یہ نذر مانی کہ ہزار دفعہ سبحان اللہ' سبحان اللہ پڑھوں گا یا ہزار دفعہ لاحول پڑھوں گا تو منت نہیں ہوئی اور پڑھنا واجب نہیں کیونکہ ان کا پڑھنا کبھی واجب نہیں ہوتا۔

مسئلہ: منت مانی کہ دس قرآن مجید پڑھوں گا یا ایک پارہ پڑھوں گا تو منت ہوگئی۔

مسئلہ: یہ منت مانی کہ فلاں مسجد جو ٹوٹی ہوئی ہے اس کو بنوادوں گا یا فلاں پل تعمیر کروا دوں گا تو یہ منت بھی صحیح نہیں اور اس کے ذمہ کچھ واجب نہیں ہوا۔

مسئلہ: یہ منت مانی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے گا تو منت پوری کرنے کے لیے ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے خود بیٹے کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: نذر مانی کہ اگر یہ بیماری دور ہوگئی تو اتنا صدقہ کروں گا۔ بیماری بظاہر ختم ہوکر پھر لوٹ آئی تو ابھی نذر پوری کرنا واجب نہیں۔

نذر یا قسم

مسئلہ: اگر ایسے کام کے ہونے پر منت مانی جس کے ہونے کو چاہتا اور تمنا کرتا ہو کہ یہ کام ہوجائے جیسے یوں کہے اگر میں اچھا ہو جاؤں تو ایسا کروں۔ اگر میرا بھائی خیریت سے آجائے تو ایسا کروں۔ اگر میرا بیٹا مقدمہ سے بری ہوجائے یا نوکر ہو جائے تو ایسا کروں تو جب وہ کام ہوجائے منت پوری کرے۔ اور اگر ایسے کام پر منت مانی جس کو کرنا نہیں چاہتا اور اس طرح کہا کہ اگر میں تجھ سے بولوں تو دو روزے رکھوں۔ یا یہ کہا کہ اگر آج میں نماز نہ پڑھوں تو ایک سو روپیہ خیرات کروں پھر اس سے بول دیا یا نماز نہ پڑھی تو اختیار ہے۔ چاہے قسم کا کفارہ دیدے اور چاہے روزے رکھے اور ایک سو روپیہ خیرات کرے کیونکہ یہ ظاہری صورت میں تو نذر ہے جبکہ معنی کے اعتبار سے قسم ہے کیونکہ غیر مطلوب کام پر قسم بھی اسی لیے کھائی جاتی ہے کہ اس کام سے بچ سکے۔

غیر اللہ سے نذر

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے منت اور نذر ماننا مثلاً یوں کہنا اے بڑے پیر اگر میرا کام ہوجائے تو میں تمہاری یہ بات کروں گا یا قبروں اور مزاروں پر جانا اور وہاں منت ماننا شرک ہے اور ایسی منت کی چیز کھانا بھی حرام ہے۔

باب:۲۲

وقف کا بیان

اپنی جائیداد کو اللہ تعالیٰ کی ملکیت کے حکم پر روک رکھنے اور جس پر چاہے اس کی منفعت صرف کرنے کو وقف کرنا کہتے ہیں۔

وقف کن چیزوں میں ہوتا ہے

- جائیداد غیر منقولہ۔
- اشیائے منقولہ۔

۱ ہتھیار اور گھوڑے۔

۲ جائیداد غیر منقولہ کے ضمن میں اشیائے منقولہ کا وقف۔

۳ دیگر اشیائے منقولہ مگر اس شرط سے کہ ان کو وقف کرنے کا رواج اور تعامل ہو مثلاً جنازے کی چار پائی، جنازے کی چادر، مصاحف، کتابیں اور روپیہ پیسہ وغیرہ۔

وقف کن الفاظ سے ہوتا ہے

وقف اس طرح کے الفاظ سے ہوتا ہے:

میری یہ جائیداد مساکین پر ہمیشہ کے لیے وقف ہے۔ یا میری یہ جائیداد اللہ تعالیٰ کے لیے ہمیشہ کے واسطے وقف ہے۔ ہمیشہ کا لفظ نہ بھی استعمال کریں تب بھی وقف ہوجاتا ہے کیونکہ وقف تو ہوتا ہی وہ ہے جو ابدی اور دائمی ہو۔ اس طرح یوں کہے کہ میری جائیداد خیر کے کام میں وقف ہے یا فقط یوں کہے میری جائیداد وقف ہے تو اس سے بھی وقف ہوجاتا ہے۔ اور اگر وقف کا لفظ بھی استعمال نہ کرے اور یوں کہے اس مکان کا کرایہ ہمیشہ مساکین کے واسطے ہے تو اس سے بھی وقف ہوگیا۔

وقف کی شرائط

- وقف کرنے والا عاقل بالغ ہو۔

- وقف کرنے والا وقف کرنے کے وقت جائیداد کا پکا مالک ہو اگرچہ بیع فاسد سے ہو۔

مسئلہ: اگر غاصب نے غصب شدہ جائیداد وقف کی تو وقف صحیح نہ ہوگا اگرچہ بعد میں وہ مالک سے خرید ہی لے۔ اگر وقف کرنا چاہتا ہے تو خریدنے کے بعد نئے سرے سے وقف کرے۔

- مسلمان کے وقف کے لیے یہ شرط ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک وہ ثواب کا کام ہو۔

مسئلہ: ذمی اگر ایسا وقف کرے جو ہمارے اور ذمیوں دونوں کے نزدیک ثواب کا کام ہو مثلاً فقراء پر وقف ہو یا مسجد قدس (بیت المقدس) پر وقف ہو تو اس کا وقف صحیح ہے اور اگر ایسا کام ہے جو صرف ہمارے نزدیک نیکی کا ہے مثلاً حج وعمرہ کے لیے وقف کرنا یا ایسا کام ہو جو صرف ذمیوں کے نزدیک کار خیر ہے مثلاً گرجے' مندر پر وقف کرنا تو یہ صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی کافر اپنے اعتقاد میں مسجد کی تعمیر کو نیکی اور ثواب کا کام سمجھے اور اس طرح مسجد یا اس کی تعمیر کے لیے چندہ دے تو اس کا چندہ لینا درست ہے۔ لیکن اگر بعد میں اس کا مسلمانوں پر احسان رکھنے کا اندیشہ ہو تو اس سے چندہ نہ لیا جائے۔

مسئلہ: مرتد وقف کرے تو وہ صحیح نہیں۔ اگر مسلمان نے فقراء پر کچھ وقف کیا پھر العیاذ باللہ مرتد ہو گیا تو وہ وقف باطل ہو جاتا ہے۔

- وقف نقد اور غیر مشروط ہو۔

مسئلہ: وقف مشروط ہو مثلاً یوں کہا اگر میں نے فلاں سے بات کی تو میری جائیداد وقف ہے تو یہ وقف صحیح نہیں۔

مسئلہ: وقف کے ساتھ یہ شرط کی کہ اگر میں چاہوں گا تو اس کو ختم کردوں گا تو یہ وقف صحیح نہیں۔

- وقف موت کے بعد کی طرف منسوب نہ ہو۔ مثلاً اگر یوں کہا میرے مرنے پر

میرا مکان فقراء پر وقف ہوگا تو یہ فی الحال وقف نہ ہوگا بلکہ وقف کی وصیت ہوگی جس سے دیگر وصیتوں کی طرح رجوع بھی صحیح ہے۔

مسئلہ: اگر کہا میرا مکان کل کے دن وقف ہے تو یہ وقف صحیح ہوگا اور آج ہی وقف ہو جائے گا۔

✱ وقف کی جانے والی جائیداد متعین ہو اور معلوم ہو۔

مسئلہ: اگر کہا میری اس زمین کا ایک حصہ وقف ہے تو یہ وقف صحیح نہیں اگرچہ بعد میں اس حصہ کو بیان کر دے۔

مسئلہ: اگر درخت لگی زمین وقف کی لیکن درختوں کا استثناء کیا تو وقف صحیح نہیں کیونکہ جب درخت اپنے موقع سمیت مستثنیٰ ہوئے تو باقی زمین مجہول اور غیر متعین رہ گئی۔

مسئلہ: اگر کہا اس زمین میں میرا حصہ وقف ہے تو وقف صحیح ہوگیا۔ البتہ مسجد اور قبرستان میں وقف مشاع جائز نہیں۔ ان میں وقف صحیح ہونے کے لیے تقسیم ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر مشترکہ جائیداد ہو اور تمام شریک اس کو وقف کر دیں اور ایک ہی وقت میں متولی کو قبضہ دیدیں تو وقف صحیح ہوگا۔

✱ وقف ابدی اور دائمی ہو وقتی و عارضی نہ ہو۔

مسئلہ: اگر کہا میرا مکان ایک ماہ کے لیے یا ایک سال کے لیے فقراء پر وقف ہے اس کے بعد پھر میں اس کا مالک ہوں تو یہ وقف صحیح نہیں۔

مسئلہ: اگر خاص معین شخص پر وقف کیا اور یوں کہا کہ زید پر وقف ہے تو وقف صحیح نہیں کیونکہ صرف زید پر وقف عارضی ہوسکتا ہے ابدی اور دائمی نہیں اس لیے کہ زید کچھ عرصہ بعد مر جائے گا۔ البتہ اگر یوں کہا کہ زید پر وقف صدقہ ہے تو وقف صحیح ہوگا اور زید کی وفات کے بعد دیگر فقراء پر وقف ہوگا۔

مسئلہ: البتہ اگر کسی خاص مسجد پر وقف کیا کہ اس کی آمدنی مسجد پر خرچ کی جائے تو جائز ہے کیونکہ مسجد ابدی ہوتی ہے۔

✱ وقف میں خیار شرط نہ ہو۔

مسئلہ: مسجد کے علاوہ کسی اور وقف میں اپنے لیے خیار شرط رکھا یعنی یوں کہا میں یہ

جائیداد وقف کرتا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ تین دن تک مجھے اختیار ہوگا کہ چاہوں تو وقف واپس لے لوں تو یہ وقف صحیح نہیں اگرچہ تین دن کے بعد وقف کو پختہ کر دے۔ لہٰذا اگر وقف کرنا ہو تو نئے سرے سے خیار شرط کے بغیر وقف کرے۔

مسئلہ: مسجد کے وقف میں خیار شرط رکھا ہو تو مسجد کا وقف ہو جائے گا اور خیار شرط باطل ہوگا۔

وقف کیسے لازم اور مکمل ہوتا ہے

- مسجد میں وقف اس سے لازم ہوتا ہے کہ مسجد ہر اعتبار سے مالک کی ملکیت سے نکل جائے اور واقف کی اجازت کے بعد اس میں اذان و اقامت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی جائے اگرچہ ایک آدمی ہو جس نے اذان کہی اور امامت بھی اس نے کرائی کوئی اور نہ آیا تو اس کی تنہا ادائیگی جماعت کی مثل ہوگی۔

مسئلہ: مالک مسجد متولی کے سپرد کر دے اس سے بھی وقف مکمل ہو جاتا ہے اور نماز کے بغیر بھی وہ مسجد ہو جائے گی۔

مسئلہ: غیر وقف شدہ مملوک دکانیں ہوں ان کے اوپر مسجد بنائی جائے تو وہ شرعی اور وقف مسجد نہ ہوگی۔

اگر نیچے مسجد بنائے لیکن اس کے اوپر کی دکانیں وغیرہ مملوک ہوں وقف نہ ہوں تو مسجد بھی وقف نہ ہوگی۔

- مسجد کے علاوہ وقف میں صرف یہ کہنے سے کہ یہ جگہ وقف ہے وقف لازم ہو جاتا ہے۔

وقف کا حکم

وقف مکمل اور لازم ہونے کے بعد نہ تو مالک کی ملکیت باقی رہتی ہے نہ وہ کسی اور کی ملکیت میں دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی عاریت اور دَین کے طور پر کسی کو دیا جا سکتا ہے۔

متولی وقف کی معزولی

مسئلہ: متولی وقف خواہ وہ خود وقف کرنے والا ہو یا اس کے علاوہ ہو اگر امانت دار نہ

رہے یا انتظام کرنے سے عاجز ہو یا اس کا فاسق و فاجر ہونا واضح ہوجائے تو اس کو معزول کر دیا جائے گا اگر چہ وقف میں اس کو معزول نہ کرنے کی شرط لگائی گئی ہو۔

مسئلہ: متولی اگر وقف کو آباد نہ کرے یا کل وقف کو یا اس کے کچھ حصے کو فروخت کر دے یا جانتے بوجھتے اس میں کوئی ناجائز تصرف کرے تو اس کو معزول کیا جائے۔

مسئلہ: متولی کو کسی خیانت یا کوتاہی کی بنا پر معزول کیا گیا لیکن پھر اس نے توبہ کر لی اور اپنی اصلاح کر لی تو اس کو دوبارہ متولی بنایا جاسکتا ہے۔

اراضی وقف کو اجارہ طویلہ پر دینا

اراضی وقف کو آباد کرنے اور ان سے معتد بہ فائدہ اٹھانے کا کوئی ذریعہ اس کے علاوہ نہ ہو کہ کرایہ دار یا مزارع کو بطور پٹہ دوامی دے دی جائیں اور ان کو حق قرار دیا جائے تو ان زمینوں کو اس طرز پر اجارہ پر دینا اور ہمیشہ نسلاً بعد نسلٍ ان کا قبضہ تسلیم کر لینا ان شرطوں سے جائز ہے۔

☼ ا وہ اس زمین کی اجرت مثل ہمیشہ ادا کرتے رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابتدائے معاملہ میں طے شدگان کو دائمی قرار نہ دیا جائے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ اگر اراضی کی اجرت کا رائج نرخ بڑھتا رہے تو کرایہ دار و مزارع کو رائج نرخ کے مطابق اجرت و لگان دینا پڑے گا۔

تنبیہ

البتہ اجرت مثل میں زمین کی موجودہ حالت جو کاشتکار یا کرایہ دار کے عمل سے پیدا ہوئی ہے کا اعتبار نہ ہوگا۔ مثلاً زمین کو ہموار کر لیا گیا اور کنویں وغیرہ سے پانی کا انتظام کر لیا یا افتادہ زمین پر مکان یا دکان تعمیر کر لی گئی تو اس حالت کا اعتبار اجرت مثل میں نہ کیا جائے گا بلکہ زمین کی اصلی حالت جس پر کاشتکار یا کرایہ دار کے حوالہ کی گئی تھی اس کا اعتبار ہوگا مثلاً جس افتادہ زمین کا لگان معاملہ کے وقت سو روپیہ تھا اگر ویسی حالت وصنعت کی زمین کا کرایہ آج ڈیڑھ سو روپیہ ہوگیا تو کاشتکار و کرایہ دار کو اس کی پابندی لازمی ہوگی اور سو کے بجائے ڈیڑھ سو روپے دینے ہوں گے۔

☼ ۲ وہ زمین کو تین سال تک معطل نہ چھوڑیں۔
☼ ۳ اس میں وقف کا کوئی ضرر محسوس نہ کیا جائے مثلاً یہ کہ اجارہ پر لینے والا بد معاملہ شخص ہو یا مفلس شخص ہو یا اس سے وقف پر ناجائز قبضہ وغلبہ کا اندیشہ ہو۔

حق قرار سے کیا مراد ہے

اس سے مراد یہ ہے کہ کرایہ دار کو یقین دلایا گیا ہو کہ یہ جائیداد اس کے قبضہ سے نکالی نہ جائے گی۔ اس یقین دہانی پر کاشتکار اپنا روپیہ اور محنت صرف کر کے زمین کو ہموار کرتا ہے اور کنواں وغیرہ بناتا ہے یا کرایہ دار اس میں کوئی تعمیر وغیرہ قائم کرتا ہے۔ اس دائمی حق کو حق قرار کہتے ہیں۔ اگر پٹہ پر لینے والا شرائط کی پابندی کرے تو اس کا حق دائمی قرار پاتا ہے اور اس کے انتقال کے بعد اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ مگر یہ انتقال بحیثیت ملک نہیں بلکہ بحیثیت استحقاق ہے۔ اولاد میں اگر لڑکے اور لڑکیاں ہوں تو یہ استحقاق صرف لڑکوں کو ملتا ہے۔ نرینہ اولاد نہ ہو تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ حق ساقط ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک لڑکی کو ملتا ہے۔ اگر لڑکی بھی نہ ہو تو بھائی کو اور بھائی نہ ہو تو بہن کو اور بہن بھی نہ ہو تو ماں کو یہ استحقاق ملتا ہے۔

مسئلہ: متولی وقف کو اس کی پابندی اس وقت تک لازم ہے جب تک کہ کاشتکار یا کرایہ دار سے مذکورہ شرائط میں سے کسی کی خلاف ورزی نہ ہو رہی ہو اور جب کسی وقت کسی شرط کی خلاف ورزی ہونے لگے تو متولی وقف کے لیے ناجائز اور حرام ہے کہ وہ اراضی کو اس کاشتکار یا کرایہ دار کے قبضے میں چھوڑے رکھے۔

وقف کو غصب کرنا

مسئلہ: اگر کسی وقف شدہ مکان یا اراضی پر غاصبانہ قبضہ کر لیا تو اس کے واجب کرایہ کا تاوان غاصب کو دینا پڑے گا۔

مسئلہ: کسی وقف شدہ مکان پر مثلاً قبضہ تو نہیں کیا لیکن وہاں جانے کا راستہ ناجائز طور پر بند کر دیا جس کی وجہ سے اس مکان کو کسی نے کرایہ پر نہ لیا تو اتنے عرصہ کا تاوان راستہ بند کرنے والے کے ذمہ آئے گا۔

وقف کو تبدیل کرنا

وقف میں ایک زمین کو دوسری زمین سے بدلنا یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دوسری زمین خریدنا بعض صورتوں میں جائز ہے جب کہ وقف میں اس کو تبدیل کرنے کی شرط لگائی گئی ہو۔

تبدیل کرنے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

- واقف نے اپنے لیے یا کسی دوسرے کے لیے تبدیل کرنے کی شرط کی ہو۔ اس صورت میں تبدیل کرنا جائز ہے۔
- واقف نے تبدیل کرنے کی شرط تو نہ کی ہو پھر خواہ تبدیل نہ کرنے کی شرط کی ہو یا اس سے سکوت کیا ہو:

(i) مگر وقف سے نفع اٹھانا سرے سے ممکن ہی نہ ہو یا اس سے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں تو قاضی یا محکمہ کی رائے اور اجازت سے تبدیل ہوسکتا ہے۔

(ii) نفع بھی فی الجملہ ہو لیکن تبدیل کرنے میں زیادہ نفع نظر آتا ہو تو یہ جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: واقف نے تبدیل کرنے کی شرط کی ہو تو ایک دفعہ تبدیل کرنے سے شرط پوری ہوجاتی ہے اس لیے آئندہ مزید تبدیلی نہیں ہوسکتی الا یہ کہ واقف نے بتکرار تبدیل کرنے کی شرط کی ہو۔

سونے چاندی یا روپے پیسے کا وقف

ان کا وقف صحیح ہے۔ البتہ چونکہ وقف میں یہ شرط ہوتی ہے کہ اصل چیز کو باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع سے فائدہ اٹھایا جائے اس لیے اصل مال کو خرچ نہ کیا جائے بلکہ اس کو تجارت میں لگا کر اس کے نفع کو خرچ کریں یا اس سے کوئی شے خرید کر اس کے منافع کو فقیر پر خرچ کریں۔

وقف کے منافع وقف نہیں ہوتے

مسئلہ: اگر وقف کے منافع سے کوئی مکان یا دکان وقف کے مصالح کے لیے خریدی

جائے تو وہ وقف نہیں ہوجاتی۔

مسئلہ: وقف کی آمدنی اور منافع سے جو رقم مستحق کو دی گئی ہو وہ اس کی ملکیت ہوجاتی ہے اور اگر بقدر نصاب ہوجائے تو اس پر زکوۃ بھی واجب ہوتی ہے۔

واقف کا تاحیات جائیداد کی آمدنی اپنے لیے مقرر کرنا

واقف کو منافع وقف سے تاحیات خود اپنی ذات کے لیے یا اپنی اولاد کے لیے انتفاع کی شرط ٹھہرانا جائز ہے۔

مسئلہ: اس لیے یہ کہنا جائز ہے کہ میں اپنا یہ مملوکہ مکان فلاں مسجد پر وقف کرتا ہوں اس شرط سے کہ تاحین حیات میں یا میری اولاد اس مکان کا کرایہ خود استعمال کرے گی اور وفات کے بعد اس مسجد کا متولی مکان کا کرایہ وصول کرکے مسجد کے مصارف میں خرچ کرے۔

کسی جائیداد یا اس کی آمدنی کو اپنی اولاد پر وقف کرنا

یہ بھی جائز ہے اور اس میں دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ لڑکوں کو لڑکیوں سے دوگنا دے۔ دوسرے یہ کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر برابر دے۔

مسئلہ: اس طرح کا وقف اپنی نسل درنسل کے لیے بھی کرسکتا ہے۔

وقف مسجد کے دیگر احکام

مسئلہ: اگر اس زمین کو جو مسجد کی تعمیر کے واسطے خریدی تھی ابھی وقف نہیں کیا تھا تو اس کو فروخت کر کے مسجد کے لیے کوئی دوسری زمین خرید سکتے ہیں اور اگر نئی مسجد کی تعمیر کا ارادہ ختم ہوجائے تو اس قیمت کو کسی اور مسجد کی تعمیر میں صرف کرسکتے ہیں۔ البتہ اگر مسجد کی کمیٹی یا انتظامیہ نے کسی جگہ مسجد بنانے کی نیت سے چندہ کی رقم سے کوئی جگہ خرید کر قبضہ کرلی ہو تو اس کو تبدیل نہیں کرسکتے۔

مسئلہ: جو روپیہ کسی خاص مسجد کی تعمیر کے لیے ہو اور وہ مسجد تعمیر نہ ہو تو دوسری مسجد میں وہ روپیہ صرف کرسکتے ہیں۔

مسئلہ: مسجد کے چندہ سے کسی مسجد کو عمدہ بنانے کی غرض سے منہدم کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس کے گر جانے کا خطرہ نہ ہو۔ اور اگر منہدم ہو جانے کا خطرہ ہو تو اس کا گرا دینا جائز ہے۔ البتہ اگر اہل محلہ اپنے ذاتی مال سے قابل استعمال مسجد کو گرا کر زیادہ مضبوط اور عمدہ مسجد بنائیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی مسجد اس طرح بنائی کہ نیچے دکانیں یا تہہ خانہ وغیرہ بنا کر ان کی چھت پر مسجد کا صحن یا مسجد کی کوئی عمارت ہے تو یہ اس شرط پر جائز ہے کہ نیچے کی دکانیں مسجد کے لیے وقف ہوں اور ان کی آمدنی مسجد کے مصالح میں صرف ہو اور اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ مسجد کی چھت پر کوئی مکان مسجد کی مصالح کی غرض سے مثلاً امام کی رہائش کے لیے بنا دیا جائے۔ ان دونوں صورتوں میں اس مسجد کی مسجدیت میں کوئی خلل نہ آئے گا۔

اس صورت میں نیچے کی دکانیں اور اوپر کا مکان وغیرہ مسجد میں داخل نہ ہوگا اور اسی بنا پر ان کو کرایہ پر دینا، ان میں تجارت کرنا، غسل کی حاجت والے آدمی اور حیض و نفاس والی عورت کا ان میں داخل ہونا وغیرہ سب جائز ہوگا۔

تنبیہ:

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ صورت صرف اسی وقت ہوسکتی ہے کہ مسجد بنانے کے وقت بنانے والے نے پہلے ہی اوپر کے مکان یا نیچے کے تہہ خانہ یا دکان وغیرہ کو مسجد سے جدا قرار دے کر اس کو کرایہ پر دینے اور اس کو مسجد پر وقف کرنے کی نیت کر لی ہو۔ ورنہ اگر مسجد بنا دی گئی تو پھر بعد میں اس کے نیچے کوئی دکان یا اوپر کرایہ کے لیے مکان بنانا ہرگز جائز نہیں کیونکہ مسجد کے اوپر آسمان تک اور نیچے زمین کی انتہا تک سب کا سب قیامت تک کے لیے مسجد ہے۔ اس میں کسی حصہ کو اب مسجد سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

مسئلہ: مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے علیحدہ کر کے کوئی اور چیز بنانا ہرگز جائز نہیں اگرچہ مصالح مسجد کے متعلق ہوں مثلاً امام کے لیے مکان بنانا یا مسجد کے لیے وضو خانہ یا غسل

خانہ بنانا۔ وہ جگہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی۔ اگر کسی نے بنا دی تو واجب ہے کہ اس کو منہدم کر کے اس جگہ کو مسجد میں شامل کر دے۔ البتہ اگر مسجد قرار دینے سے پہلے اس کے اوپر یا نیچے امام کے لیے مکان یا کرایہ کی دکانیں بنا دی جائیں تو جائز ہے۔ لیکن جب اول تعمیر کے وقت مسجد بن گئی تو پھر اس کا نکالنا مسجد سے جائز نہیں۔ اور اگر مسجد بنانے والا یہ بھی کہے کہ میری نیت پہلے ہی سے اس جگہ کو علیحدہ کرنے کی تھی تب بھی اس کی بات مانی نہیں جائے گی۔

مسئلہ: مسجد کی دیوار پر اپنی مملوکہ دکان یا مکان کی چھت کی کڑیاں یا گاڈر رکھنا درست نہیں۔

مسئلہ: عام راستہ اور گزرگاہ ہو تو اس کا کچھ حصہ مسجد میں شامل کرنا تین شرطوں سے جائز ہے۔

- وہ راستہ حکومت کی باقاعدہ منصوبہ بندی میں شامل نہ ہو۔
- مسجد میں تنگی ہو۔
- راستہ گزرنے والوں کا نقصان اور حرج نہ ہو۔

مسئلہ: بستی میں صرف ایک مسجد ہو یا مسجدیں تو اور بھی ہیں لیکن کوئی مسجد ایسی ہے جس کی ضرورت غیر معمولی ہے مثلاً مسجد حرام یا مسجد نبوی وغیرہ ایسی مسجد کی توسیع نہایت ضروری ہو تو مسجد کے پڑوس میں جو زمین یا مکان یا دکان ہو اس کو قیمت کے عوض میں زبردستی بھی لے سکتے ہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی مسجد ویران اور منہدم ہو جائے اور وہاں کوئی محلہ بھی باقی نہ رہے جس سے اس کی آبادی کی آئندہ توقع ہو بلکہ وہ محض مسمار پڑی ہو تو ایسی صورت میں بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے کہ اس مسجد کا سامان منتقل کر کے دوسری مسجد میں لگا دیا جائے اور اس جگہ کو محفوظ اور محترم رکھا جائے اس لیے کہ وہ قیامت تک مسجد ہی ہے۔ لیکن جمہور فقہاء کے نزدیک اس وقت بھی اس کا منتقل کرنا جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس مسجد کی تعمیر کی کوشش کریں تاکہ اس طرف سے گزرنے والے مسلمان

اس میں نماز پڑھا کریں۔

مسئلہ: حرام مال مسجد کے کاموں میں لگانا جائز نہیں خواہ وہ مسجد کے بیت الخلاء ہی ہوں۔

مسئلہ: مسجد کے کسی سامان کی ضرورت نہ رہے تو اگر توقع ہو کہ آئندہ اس مسجد کے کام میں آسکے گا تو اس کو محفوظ رکھا جائے اور اگر آئندہ کام میں آنے کی توقع نہ ہو یا پڑے پڑے اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کو فروخت کر کے قیمت کو مسجد کے دوسرے مصارف میں استعمال کیا جائے۔

مسئلہ: اگر کسی مسجد میں ضرورت سے زیادہ اتنا مال جمع ہو جائے کہ آئندہ بھی اتنے مال کی کبھی ضرورت نہ پڑے گی تو زائد مال کو دوسری مساجد کی مرمت اور ضروریات میں خرچ کیا جاسکتا ہے۔ مساجد کے علاوہ دیگر ضروریات عامہ مثلاً مدارس اور رفاہ عام میں خرچ کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد کی دریاں وغیرہ رکھنے کے لیے چھوٹی سی کوٹھری بنالی جائے تو جائز ہے۔

مسئلہ: مسجد کی دری وغیرہ گھر میں یا حجرہ میں لے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: ایک مسجد کا سامان مثلاً لوٹے، صفیں، دریاں وغیرہ دوسری مسجد میں عاریتاً لے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد کے دریا برد ہونے کا خوف ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے۔

اگر غالب گمان مسجد کے گرنے کا نہ ہو تو مسجد کو خود گرانا جائز نہیں۔

اگر غالب گمان مسجد کے گرنے کا ہو اور خوف ہے کہ مسجد کے خود گرنے کے وقت مسجد کے ملبے کو منتقل کرنے کی قدرت نہ ہوگی تو اس نیت اور اعلان کے ساتھ خود گرا سکتے ہیں کہ اگر مسجد کی جگہ دریا برد ہوگئی تو اس ملبہ سے نئی آبادی میں مسجد بنالیں گے اور اگر جگہ سالم رہی تو پھر اصلی جگہ میں دوبارہ تعمیر کر دیں گے۔

مسئلہ: چندہ دہندگان کی اجازت سے مسجد کے روپیہ میں مسجد کے لیے تجارت کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: مسجد میں جو جگہ نماز پڑھنے کے لیے مقرر ہے اس میں کنواں کھودنا جائز نہیں۔

البتہ اگر پہلے کھودا ہوا ہو تو اس کو باقی رکھا جاسکتا ہے۔

مسجد کی ہیئت اور شکل وصورت

مسئلہ: ○ ۱ منبر محراب میں دائیں طرف ہونا چاہیے۔ منبر کا تین درجہ کا ہونا مستحب ہے لیکن ضروری نہیں۔ تین درجے نہ ہوں کم وبیش ہوں اور غرض حاصل ہو جائے کہ خطبہ اونچی جگہ پر ہو تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

○ ۲ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسجد کی چھت پر کچھ جگہ بلند کر دی گئی تھی جس پر کھڑے ہو کر اذان کہی جاتی تھی۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں باقاعدہ مینار پر چڑھ کر اذان دی گئی۔

○ ۳ مسجد میں محراب بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے ثابت ہے۔

ان تین باتوں کا حاصل یہ ہے کہ جہاں تک مسجد کے شرعی ہونے کا معاملہ ہے اس میں تو کسی دیوار اور چھت کی بھی ضرورت نہیں۔ کھلی زمین بھی مسجد شرعی ہو جاتی ہے۔ لیکن جب مسجد کی تعمیر کی جائے تو اس کی ہیئت وشکل میں دو باتیں ضروری ہیں:

- ♦ وہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کے مشابہ نہ ہو۔ کسی مسجد کی تعمیر مندر یا گرجے وغیرہ کی مخصوص شکل یا اس کے مشابہ صورت میں کرنا بالکل حرام ہے۔ جو مسجد ایسی بنا دی گئی ہو اس کو توڑ کر اس مشابہت کو دور کرنا واجب ہے۔
- ♦ مساجد کی معروف ہیئت وشکل پر ہو جس کو عام لوگ دور سے دیکھ کر ہی مسجد سمجھ جائیں۔ یہ اس سے ہوگا کہ مسجد میں گنبد و مینار ہوں اور محراب ہو۔

اگر کوئی مسجد دوسری عمارتوں کے مشابہ بنا دی گئی ہو تو اصل تعمیر کو توڑے بغیر جس قدر اس کو مساجد کے ہم شکل بنایا جاسکتا ہو وہ اصلاح ضروری ہے۔

مسجد کے آداب واحکام

تنبیہ: مسجد کی چھت تمام احکام میں مسجد کے برابر محترم ہے۔ اس پر پیشاب پاخانہ کرنا اور حائضہ وجنبی کا اس میں داخل ہونا جائز نہیں۔

مسجد میں نقش ونگار بنانا

مسئلہ: مسجد کی دیواروں اور چھت وفرش میں رنگ برنگ کے بیل بوٹے بنانا جونماز میں خیال کومنتشر کرتے ہوں مکروہ ہے اور بالخصوص محراب میں اور قبلہ کی دیوار میں زیادہ مکروہ ہے۔

مسئلہ: بے حد زینت اور گل کاریاں مذموم ومکروہ ہیں۔ البتہ اگر گچ اور چونے اور سیمنٹ وغیرہ کے نقش بنا لیے جائیں تو مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کا اپنا استعمال مسجد کی مضبوطی کے لیے ہوتا ہے۔لیکن اس کا بھی ترک کرنا اولیٰ ہے اوراس کے بجائے فقراء و مساکین پر یا مدارس پر یا جہاد پر مال خرچ کیا جائے۔

مسئلہ: چونے اور گچ سیمنٹ وغیرہ کے بیل بوٹے بنوانا بھی اس وقت جائز ہے جب بنوانے والا ان کو اپنے مال سے بنوا رہا ہو۔لیکن اگر وقف یا چندہ سے مسجد بنائی جائے تو جب تک وقف کرنے والا یا چندہ دینے والے اس کی اجازت نہ دیں اس وقت تک ہرگز جائز نہیں۔ اور اگر مہتمم نے چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر بنائے تو تاوان دینا ہوگا۔

مسئلہ: مسجد کی دیواروں اورمحرابوں پر قرآن پاک کی آیتوں اور سورتوں کا لکھنا بہتر نہیں ہے۔

مسجد میں خوشبو اور بدبو سے متعلق احکام

مسئلہ: مسجد میں لوبان عود وغیرہ کی دھونی دینا اور اگر بتیاں جلانا سنت ہے۔

مسئلہ: جس شخص نے کوئی بدبودار چیز کھائی ہو مثلاً کچا لہسن پیاز کھایا ہو اس کو مسجد میں داخل ہونا اس وقت تک مکروہ تحریمی ہے جب تک بدبو اپنے منہ سے دور نہ کرلے۔

مسئلہ: حقہ، سگریٹ پینے والے اور تمباکو نسوار کھانے والے کا بھی تمام چیزوں میں یہی حکم ہے۔ جب تک تمباکو اور سگریٹ کی بدبو دور نہ کرے مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔

مسئلہ: جس شخص کے کپڑوں میں پسینہ کی بدبو یا کسی اور چیز کی بدبو خوب رچ بس گئی ہو جیسے مزدوروں کے کپڑوں میں ہوتی ہے تو جب تک وہ بدبودار کپڑے علیحدہ نہ کرے

مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں مٹی کا تیل جلانا جائز نہیں۔

مسجد کی صفائی سے متعلق احکام

مسئلہ: مسجد میں نجاست کا داخل کرنا جائز نہیں اور اسی لیے ناپاک تیل کو مسجد میں جلانا جائز نہیں اگرچہ مسجد سے باہر اس کا جلانا جائز ہے۔ اسی طرح جس کے بدن پر نجاست لگی ہو اس کو مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں بچوں اور پاگلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو لے جانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر مسجد کے نجس ہونے کا گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: جوں، کھٹمل وغیرہ مار کر مسجد میں ڈال دینا مکروہ ہے۔

مسئلہ: مسجد میں پیشاب، پاخانہ کرنا حرام ہے جبکہ اس کو کسی برتن میں لیا جائے۔ اسی طرح خون کا عطیہ بھی مسجد میں لینا حرام ہے۔

مسئلہ: مسجد میں وضو کرنا اور کلی کرنا بھی ناجائز ہے اگرچہ مستعمل پانی کسی برتن اور تسلے میں جمع کرتا رہے۔ البتہ معتکف کے لیے جائز ہے کہ مسجد میں وضو کرے یا پیر دھوئے اور مستعمل پانی کسی برتن میں اس طرح سے جمع کرتا رہے کہ مستعمل پانی مسجد میں نہ گرے ورنہ اس کے لیے بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں جماع کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: اگر مسجد کی چھت یا دیوار وغیرہ میں چمگادڑ یا اور کوئی پرندہ گھونسلا بنا لے تو اس کا گرا دینا جائز ہے۔ البتہ اگر انڈے بچوں کے زمانے میں کچھ انتظار کرے تو بہتر ہے۔

مسئلہ: مسجد محلہ میں جماعت نہ ہوتی ہو اور آدمی کہنے سے بھی جمع نہ ہوتے ہوں تب بھی محلہ کی مسجد کا یہی حق ہے کہ وہاں نماز پڑھے اگرچہ تنہا پڑھے۔

مسجد میں دنیا کے مباح کام

اس بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ جو کام نہ طاعت ہو نہ معصیت ہو بلکہ مباح ہو خاص اس کے لیے مسجد میں جانا مکروہ ہے اور اگر پہلے سے مسجد میں حاضر ہے اور اتفاقاً اس مباح کی حاجت پیش آئی اور محض اس کی نیت سے مسجد میں نہیں گیا تھا بلکہ عبادت یا درس کے لیے گیا تھا اور وہاں اس مباح کو بھی کرلیا جبکہ وہ کام کثیر نہ ہو تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر دنیوی باتیں کرنے ہی کی غرض سے مسجد میں جائے اور وہاں جا کر دنیا کی باتیں کرے تو یہ بالکل جائز نہیں اگرچہ باتیں جائز اور مباح ہوں۔

مسئلہ: اگر صرف باتیں کرنے کی غرض سے مسجد میں نہ بیٹھے بلکہ عبادت مثلاً نماز اور ذکر کے لیے مسجد میں بیٹھا ہو پھر کوئی دنیا کی جائز بات کر لی جس میں کوئی معصیت اور گناہ کی بات نہ ہو تو گنجائش ہے لیکن زیادہ نہ ہونی چاہئیں صرف ضرورت کی ہوں۔

مسئلہ: مسجد میں نکاح کے علاوہ خرید وفروخت اور دیگر معاملات کرنا ناجائز ہے۔ البتہ معتکف کے لیے بقدر حاجت خرید وفروخت کرنا جائز ہے بشرطیکہ فروخت کا سامان مسجد میں داخل نہ کرے۔

مسئلہ: مسجد میں اشعار پڑھنا جائز نہیں۔ البتہ اگر اشعار نصیحت و وعظ کے ہوں یا نبی ﷺ کی مدح ونعت کے ہوں یا حقانیت اسلام کے متعلق ہوں تو ان کو مسجد میں پڑھنا اس شرط سے جائز ہے کہ نمازیوں کو اور ذکر وتلاوت کرنے والوں کو اس سے تشویش نہ ہو۔

مسئلہ: مسجد میں کھانا کھانا اور سونا جائز نہیں لیکن مسافر اور معتکف کے لیے جائز ہے۔ ان کے علاوہ کسی کو اگر ضرورت ہو تو وہ اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو اور کچھ عبادت کر کے پھر اپنے کھانے اور سونے کی ضرورت پوری کرے۔

مسئلہ: مسجد میں دستکاری کرنا بھی ناجائز ہے مثلاً کپڑا سینا' ٹوپی وغیرہ بننا' زیور کا جڑاؤ کرنا وغیرہ، غرض ہر قسم کی دستکاری مسجد میں ممنوع ہے۔ یہاں تک کہ حدیث' تفسیر اور فقہ کے مسائل بھی اجرت پر لکھنا مسجد میں ناجائز ہے۔

مسئلہ: بچوں کو قرآن شریف وغیرہ اجرت لے کر مسجد میں پڑھانا ناجائز ہے۔ جبکہ جگہ کی مجبوری نہ ہو۔

مسئلہ: البتہ اگر کوئی شخص مسجد میں بیٹھ کر دستکاری کرتا ہے تا کہ مسجد کی حفاظت بھی کرے اور مسجد کی حفاظت کی اس کے علاوہ صورت نہ ہو تو پھر مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں عقد نکاح مستحب ہے اور نکاح کے بعد چھوارے اچھالے نہ جائیں بلکہ لوگوں کے سامنے رکھ دیے جائیں۔

مسئلہ: کسی مصیبت کی وجہ سے مسجد میں بیٹھنا مکروہ ہے مثلاً اپنے کسی عزیز کے مرنے پر مسجد میں جا کر بیٹھنا تا کہ لوگ تعزیت کے لیے آئیں تو یہ مکروہ ہے۔ البتہ مسجد میں نماز کے لیے گیا اور وہاں کسی نے تعزیت کر لی تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں سوال کرنا مطلقاً منع ہے اور کسی کے سوال پر اس کو دینا بعض کے نزدیک علی الاطلاق ناجائز ہے جبکہ بعض کے نزدیک اس وقت ناجائز ہے جب سوال کرنے والا نمازیوں کی گردنیں پھلانگتا ہو اور ایذاء پہنچاتا ہو یا شور کرتا ہو۔

مسئلہ: مسجد میں ٹہلنا اور ورزش کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں گم شدہ چیز کے لیے اعلان کرنا ناجائز ہے البتہ اگر مسجد ہی میں کوئی چیز گم ہوگئی ہو تو اس کو وہاں کے لوگوں سے دریافت کر سکتا ہے۔

مسئلہ: گمشدہ بچے کا مسجد سے اعلان کرنے کی انسانی مجبوری کی وجہ سے گنجائش ہے۔ لیکن اس کے لیے بہتر ہے کہ علاقے والے چندہ کر کے ایک لاؤڈ سپیکر شرعی مسجد کی حدود سے باہر لگا لیں اور اس میں ایسا اعلان کریں۔

مسئلہ: مسجد کے صحن میں چارپائی بچھانا فی نفسہٖ جائز ہے اگر پاک ہو۔ مگر چونکہ عرف و رواج میں یہ خلاف ادب ہے اس لیے مناسب نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں آواز دار گھنٹہ رکھنا جائز ہے۔ لیکن ایسا گھنٹہ رکھنا جس میں کچھ وقت کے لیے موسیقی بجے جائز نہیں۔

مسئلہ: مسجد میں سحری و افطاری کے لیے سائرن بجانا جائز ہے۔ اسی طرح جب سائرن کی سہولت نہ ہو اور ضرورت ہو تو سحری و افطاری کے وقت کی اطلاع دینے کے لیے طبل و ڈھول بجایا جا سکتا ہے۔

مسئلہ: کسی مملوکہ مکان کی کھڑکی یا دروازہ ہوا کے لیے مسجد میں کھولنا مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے جائز ہے ورنہ نہیں۔

۱۔ جس دیوار میں کھولے وہ اپنی مملوک ہو۔

۲۔ اس کو آمدورفت کے لیے استعمال نہ کیا جائے۔

۳۔ گھر کا شور یا دھواں یا گرد و غبار مسجد میں نہ جائے جس سے مسجد اور نمازیوں کا نقصان اور حرج ہو۔

مسئلہ: مسجد کے دروازے کو قفل لگانا ناجائز ہے۔ اگر مسجد کے سامان کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو کسی آدمی کے ذریعہ سے حفاظت کی جائے لیکن اگر حفاظت کی کوئی اور صورت نہ ہو تو پھر اس طرح قفل لگانا جائز ہے کہ نمازوں کے اوقات میں کھول دیا جائے۔

مسئلہ: مسجد کو بغیر عذر کے راستہ بنا لینا مکروہ ہے اگر کسی عذر سے گزرنا پڑے تو ہر روز ایک مرتبہ نماز تحیۃ المسجد پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ: کافر اگرچہ جنبی ہو کسی بھی مسجد میں حتیٰ کہ مسجد حرام میں بھی داخل ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: واقف نے خاص مسجد یا خاص مدرسہ کے لیے قرآن یا کتاب کو وقف کیا ہے تو دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں اور اگر اس لیے دیا ہے کہ طلبہ یا دیگر لوگ اپنے گھروں میں لے کر جا کر پڑھ سکیں تو پھر اپنے گھروں کو لے جانے کی اجازت ہوگی۔

قبرستان کے احکام

مسئلہ: عام قبرستان وقف ہوتا ہے۔

مسئلہ: قبر پر پتھر لگانے سے وہ پتھر وقف نہیں ہوتا بلکہ لگانے والے کی ملک رہتا ہے۔

مسئلہ: عام وقف قبرستان میں اگر کسی نے پھل دار درخت لگائے تو

☼ ۱ اگر اس نے وقف کی نیت سے لگائے تو اس وقف کا جو مصرف ہے وہی ان درختوں کا مصرف ہے۔

☼ ۲ اگر اس نیت سے لگائے کہ وہ خود ان کا مالک رہے گا تو وہ اس کی ملک ہیں اور

دوسروں کے لیے جائز نہیں کہ وہ مالک کی اجازت کے بغیر ان کو اپنے استعمال میں لائیں۔ البتہ قبرستان کے متولی یا عام مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اس شخص کو مجبور کریں کہ وہ ان درختوں کو اکھاڑ لے اور قبرستان کی زمین خالی کر دے۔

مسئلہ: جو قبرستان وقف ہو اس کے خودرو درخت بھی وقف ہیں۔

مسئلہ: جب ظن غالب میں اموات کا مٹی ہو جانا متعین ہو جائے اور بہت پرانا ہونے کی وجہ سے مردوں کو اس میں دفن کرنا اب ممکن نہ رہے تو اگر وہ زمین مملوکہ ہو تو مالک کی اجازت سے اس میں ہر قسم کا تصرف جائز ہے اور اگر زمین وقف ہو تو اس کو کسی دوسرے وقف مثلاً مسجد یا مدرسہ میں تبدیل کرنا جائز ہے۔

تنبیہ: اگر ظن غالب میں باہم اختلاف ہو جائے تو ان لوگوں کا قول لیا جائے گا جو اس کام میں بصیرت اور تجربہ رکھتے ہوں اور گورکنی کا کام کرتے ہوں۔ ان کے نزدیک عام طور سے جتنی مدت میں میت کے اجزاء مٹی ہو جاتے ہیں اس مدت کے بعد قبور کی حیثیت اور احکام ختم ہو جائیں گے۔ اگر اتفاق سے کسی قبر میں کوئی سالم لاش یا ہڈیاں نکل آئیں تو وہ مذکور حکم کے منافی نہیں کیونکہ ایسے واقعات نادر ہوتے ہیں اور نوادر پر احکام دائر نہیں ہوتے۔

مسئلہ: اگرچہ خود قبر بھی عام طور سے محل نجاست ہوتی ہے کیونکہ میت کا خون پیپ وغیرہ اس میں ملی ہوتی ہے اور فقہاء نے قبرستان میں نماز کے مکروہ ہونے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ قبریں محل نجاست ہیں لیکن اس کے باوجود حکم ہے کہ قبرستان کو صاف ستھرا رکھا جائے۔ لہٰذا اپنے اختیار سے وہاں نجاست اور گندگی ڈالنا ناجائز ہے۔

مسئلہ: چوپایوں کو قبرستان میں چرنے کے لیے نہ چھوڑا جائے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ قبروں کو روندیں گے بھی اور وہاں پیشاب اور گوبر کی نجاست بھی پھیلائیں گے۔

عیدگاہ اور جنازہ گاہ

مسئلہ: ان میں صفیں متصل نہ بھی ہوں تب بھی مسجد کی طرح اقتداء درست رہے گی۔ اس

حکم کے علاوہ دیگر احکام میں مسجد سے مختلف ہے۔

مسئلہ: ان میں جنبی اور حائضہ وغیرہ داخل ہو سکتے ہیں لیکن احتیاط اسی میں ہے کہ یہ لوگ ان میں داخل ہونے سے پرہیز کریں۔

مسئلہ: ان میں پیشاب پاخانہ وغیرہ کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: عیدگاہ کو مسجد بنانا جائز نہیں الا یہ کہ آبادی بڑھ جانے کے بعد وہ ناکافی ہونے کے باعث عیدگاہ کے طور پر استعمال نہ ہوسکتی ہو اور ظالم لوگوں کا اس پر ناجائز قبضہ کرنے کا اندیشہ ہوتو اس کو مسجد میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: عیدگاہ یا جنازہ گاہ میں کھیلنا کودنا جائز نہیں۔

باب ۲۳

متفرق مسائل

حرام وحلال کا ضابطہ

شریعت میں کسی شے کے استعمال کے منع اور حرام ہونے کی وجہیں چار ہیں:

- نجاست جیسے پیشاب پاخانے مردار وغیرہ میں۔
- مضر ہونا جیسے سنکھیا میں۔
- استخباث (گھناؤنا پن) یعنی طبیعت سلیمہ کا اس سے گھن کرنا جیسے کیڑے مکوڑوں اور حشرات میں۔
- نشہ لانا

جمادات سب پاک اور حلال ہیں الا یہ کہ مضر ہوں یا نشہ لانے والے ہوں۔ استخباث جمادات میں نہیں ہوتا۔

اور اگر مضر چیز کا نقصان کسی طرح جاتا رہے یا نشہ آور شے میں نشہ نہ رہے تو ممانعت بھی نہ رہے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مٹی کھانے میں جہاں نقصان ہو جائز نہیں ہے اور جہاں نقصان نہ ہو جائز ہے جیسے حمل کی حالت میں تھوڑی سی صاف مٹی یا ملتانی مٹی کھا لینا کہ عورت طبعاً اس پر مجبور ہوتی ہے جائز ہے ہاں اتنی نہ کھائے جس سے نقصان ہو۔ پان میں چونا زیادہ کھانا جو دانتوں کو خراب کرے یا کوئی اور نقصان کرے جائز نہیں تھوڑی مقدار میں جائز ہے۔

نباتات سب پاک اور حلال ہیں الا یہ کہ مضر ہوں یا نشہ لانے والے ہوں۔ مضر میں ممانعت کی وجہ ضرر ہے جب ضرر نہ رہے تو اس کے استعمال میں کچھ بھی حرج نہیں ہے جیسے جمال گوٹہ کچلہ وغیرہ کہ ماہر طبیب کی رائے سے ان کا استعمال بلا تکلف جائز ہے۔

حیوانات

مسئلہ: جو جانور اور جو پرندے شکار کر کے کھاتے ہیں ان کا کھانا جائز نہیں کیونکہ حدیث میں صراحت کے ساتھ ان سے منع کیا گیا ہے۔

مسئلہ: جن پرندوں کی غذا فقط مردار اور گندگی ہے تو چونکہ ان کا گوشت خالص حرام سے بنا ہے اس لیے طبیعت عادۃً اس سے گھن کرتی ہے۔ اس استخباث کی وجہ سے ان کا کھانا حرام ہے مثلاً گدھ وغیرہ۔

مسئلہ: جن پرندوں کی غذا فقط دانہ دنکا ہے وہ سب حلال ہیں۔

مسئلہ: وہ پرندے جو دانہ دنکا بھی کھاتے ہیں اور گندگی و مردار بھی چگ لیتے ہیں مثلاً کھلی پھرنے والی مرغی اور عام شہری کوا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ حلال ہیں۔ ہاں کوئی شخص عادت نہ ہونے کی بنا پر نہ کھائے تو اور بات ہے۔

مسئلہ: بجوؔ' گوہ' کچھوا' بھڑ وغیرہ چونکہ حشرات میں سے ہیں اس لیے حرام ہیں۔

مسئلہ: جو گوشت کوئی ہندو یا عیسائی بیچتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ میں نے مسلمان سے ذبح کرایا ہے اس سے خرید کر کھانا درست نہیں۔ البتہ جس وقت سے مسلمان نے ذبح کیا ہے اگر اسی وقت سے کوئی مسلمان برابر بیٹھا دیکھ رہا ہے یا وہ جانے لگا تو دوسرا کوئی اس کی جگہ پر بیٹھ گیا تب بھی درست ہے۔

مسئلہ: دودھ کا پنیر بنانے میں ایک چیز استعمال کی جاتی ہے جس کو عربی زبان میں انفحہ کہا جاتا ہے۔ یہ جانور کے معدہ سے نکالی جاتی ہے۔ اس کو دودھ میں شامل کرنے سے دودھ جم جاتا ہے۔ اب اگر یہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن وہ جانور جو شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو اس کے انفحہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اس کو پاک قرار دیتے ہیں جب کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ اس کو ناپاک کہتے ہیں۔

یورپ اور دوسرے غیر اسلامی ملکوں سے جو پنیر آتا ہے اس میں غیر مذبوح جانور کا

انفحہ استعمال ہونے کا احتمال غالب ہے لیکن اس کے استعمال کی گنجائش ہے اگرچہ پرہیز بہتر ہے۔ البتہ جس میں خنزیر سے حاصل کردہ انفحہ کا استعمال ہو وہ قطعاً حرام اور نجس ہے۔

خضاب کا استعمال

مرد ہو یا عورت اس کے لیے سیاہ خضاب کا استعمال جائز نہیں البتہ اس کے علاوہ اور رنگ جائز ہیں خواہ وہ سیاہی مائل ہوں لیکن بالکل سیاہ نہ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتر کے پوٹے۔ وہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔

دین سے پھر جانا

مسئلہ: جب اللہ تعالیٰ کی یا اس کے کسی رسول کی کچھ تحقیر کی یا شریعت کی بات کو برا جانا یا کفر کی بات پسند کی ان سب باتوں سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ مثلاً:

☼ ۱ کسی نے کہا اٹھو نماز پڑھو جواب دیا کون اٹھک بیٹھک کرے یا کسی نے روزے رکھنے کو کہا تو جواب دیا کہ کون بھوکا مرے یا کہا روزہ تو وہ رکھے جس کے گھر کھانا نہ ہو۔

☼ ۲ کسی کو گناہ کرتے دیکھ کر کہا تو خدا سے ڈرتا نہیں۔ اس نے جواب دیا ہاں نہیں ڈرتا۔

☼ ۳ کسی کو برا کام کرتے دیکھ کر کہا کیا تو مسلمان نہیں جو ایسا کام کرتا ہے جواب دیا ہاں نہیں ہوں۔

☼ ۴ کسی کافر کی کوئی بات اچھی معلوم ہوئی اس لیے تمنا کر کے کہا کہ ہم بھی کافر (یا مثلاً عیسائی یا ہندو) ہوتے تو اچھا تھا۔

☼ ۵ کسی کا بچہ مر گیا اس نے یوں کہا یا اللہ یہ ظلم مجھ پر کیوں کیا مجھے کیوں ستایا۔

☼ ۶ کسی نے یوں کہا اگر خدا بھی مجھ سے کہے تب بھی یہ کام نہ کروں۔

اس قسم کی تمام باتوں سے کہنے والا آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: ہنسی دل لگی میں بھی کفر کی بات کہے دل سے نہ کہے تب بھی آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: امریکہ و یورپ میں رہنے والے کے لیے اپنے بارے میں قادیانی ہونے کا اقرار و اظہار کرنا یہ بھی کلمہ کفر ہے۔ دنیوی فائدے کے لیے کفر کا کلمہ زبان سے نکالنا بہت ہی خطرناک بات ہے۔ کیا پتا یہ کہتے ہی موت آ جائے توبہ بھی نہ کر سکے۔

اسی طرح سے بینکوں میں زکوٰۃ کی کٹوتی سے بچنے کے لیے اپنے آپ کو شیعہ لکھ کر دینا بھی خطرناک بات ہے۔

مسئلہ: اگر شامت اعمال سے کبھی ایسی بات ہو گئی تو فوراً توبہ و استغفار کرنا چاہیے اور اپنے ایمان کی تجدید کرتے ہوئے کلمہ پڑھنا چاہیے اور نکاح کی بھی تجدید کرنی چاہیے جس کی صورت یہ ہے کہ گھر کے دو مردوں کو سامنے بٹھا کر میاں بیوی باہم ایجاب و قبول کر لیں اور کم سے کم شرعی مہر بھی مقرر کر لیں۔ اگر کوئی نکاح کا خطبہ بھی پڑھ لے تو بہت اچھا ہے لیکن ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے چھٹکارا کے لیے یہ تدبیر سوچے کہ خود کلمہ کفر کہہ لے کہ اس سے ایمان جاتا رہے گا اور نکاح بھی ٹوٹ جائے گا۔ پھر بعد میں وہ تجدید ایمان کر لے لیکن نکاح کسی اور سے کر لے تو یہ تدبیر باطل ہے کیونکہ اگر ملک میں اسلامی قانون ہو تو حکومت اور عدالت خود پابند ہو گی کہ عورت سے تجدید ایمان کروا کر اس کے نکاح کی تجدید اس کے شوہر سے ہی کرائے۔

اور اگر اسلامی قانون نہ ہو تو وہ عورت اپنے شوہر کے نکاح سے خارج نہ ہو گی البتہ احتیاطاً اس کو اپنے شوہر کے ساتھ ہی نکاح کی تجدید کرنی ہو گی۔

۞۞۞

باب ۲۴

بیچنے اور خریدنے کا بیان

مسئلہ: جب ایک شخص نے کہا میں نے یہ چیز اتنی قیمت پر بیچ دی اور دوسرے نے کہا میں نے لے لی تو وہ چیز بک گئی اور جس نے خریدی ہے وہی اس کا مالک بن گیا۔ اب اگر بیچنے والا یہ چاہے کہ میں نہ بیچوں اپنے پاس ہی رہنے دوں یا خریدار چاہے کہ میں نہ خریدوں تو کچھ نہیں ہوسکتا ہے بیچنے والے کو دینا پڑے گا اور خریدار کو لینا پڑے گا اور اس بک جانے کو یعنی مال کا مال سے تبادلہ کرنے کو بیع کہتے ہیں۔

مسئلہ: ایک نے کہا میں نے یہ چیز دو روپے میں تمہارے ہاتھ بیچی۔ دوسرے نے کہا مجھے منظور ہے یا یوں کہا میں اتنی قیمت پر راضی ہوں یا یوں کہا اچھا میں نے لے لی تو ان سب باتوں سے وہ چیز بک گئی۔ اب نہ تو بیچنے والے کو یہ اختیار ہے کہ نہ دے اور نہ لینے والے کو یہ اختیار ہے کہ نہ خریدے۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب دونوں طرف سے یہ بات چیت ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے ہوئی ہو۔

اگر ایک نے کہا میں نے یہ چیز چار روپے میں تمہارے ہاتھ بیچی اور دوسرا چار روپے کا سن کر کچھ نہیں بولا اٹھ کھڑا ہوا یا کسی اور سے مشورہ کرنے چلا گیا یا اور کسی کام سے چلا گیا اور جگہ بدل گئی تب اس نے کہا اچھا میں نے چار روپے میں خرید لی تو ابھی وہ چیز نہیں بکی۔ ہاں اگر اس کے بعد وہ بیچنے والا یوں کہہ دے کہ میں نے دے دی یا یوں کہے اچھا لے لو تو البتہ بک جائے گی اسی طرح اگر وہ بیچنے والا اٹھ کھڑا ہوا یا کسی کام کو چلا گیا تب دوسرے نے کہا میں نے لے لی تب بھی وہ چیز نہیں بکی۔ مطلب یہ ہے کہ جب ایک ہی جگہ دونوں طرف سے بات چیت ہوگی تب وہ چیز بکے گی۔

مسئلہ: کسی نے کہا یہ چیز ایک روپے میں دیدو دوسرے نے کہا میں نے دے دی اس سے بیع نہیں ہوئی البتہ اس کے بعد اگر خریدار نے پھر کہہ دیا کہ میں نے لے لی تو

بک گئی۔

مسئلہ: کسی نے کہا یہ چیز میں نے ایک روپے میں لے لی دوسرے نے کہا لے لو تو بیع ہو گئی۔

مسئلہ: کسی نے کسی چیز کی قیمت چکا کر اتنی رقم دوسرے کے ہاتھ پر رکھی اور وہ چیز اٹھالی اور دوسرے نے خوشی سے وہ رقم لے لی۔ پھر نہ تو اس نے زبان سے کہا کہ میں نے اتنی قیمت پر یہ چیز بیچی اور نہ دوسرے نے کہا کہ میں نے خریدی تو اس لین دین ہوجانے سے بھی چیز بک جاتی ہے اور بیع درست ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: بغیر پوچھے امرود والے کی ٹوکری میں سے بڑے بڑے چار امرود نکالے اور دس روپے اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے اور اس نے خوشی سے روپے لے لیے تو بیع ہو گئی اگرچہ زبان سے کسی نے کچھ نہ کہا ہو۔ اس طرح کی بیع کو بیع تعاطی یا بیع معاطاۃ کہتے ہیں (یعنی خاموش لین دین والی بیع)۔ اس سے متعلق یہ دو مسئلے اور ہیں۔

مسئلہ: بائع اور خریدار ایک شے کے دام (یعنی قیمت) پر متفق ہوجائیں۔ پھر خریدار بائع کی رضامندی کے ساتھ بغیر دام دیے وہ شے لے کر چلا جائے یا خریدار دام ادا کردے اور اس وقت وہ شے لیے بغیر چلا جائے تو یہ سودا بھی صحیح ہے اور بیع لازم ہوگئی یہاں تک کہ اب ان میں سے کوئی بھی سودے سے نہیں پھر سکتا۔

مسئلہ: خریدار کو ایک بازار والوں کا طریقہ معلوم ہے کہ وہ جب خریدار کے دیئے ہوئے پیسوں پر راضی نہ ہوں تو وہ یا تو پیسے واپس کردیتے ہیں یا اپنی شے کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں ورنہ وہ اس دام (قیمت) پر راضی ہوتے ہیں اور محض خریدار کی دلجوئی کے لیے خریدار کے پیچھے چلاتے ہیں کہ مجھے منظور نہیں اور میں نہیں دیتا۔ ایسی صورت میں کہ خریدار کوئی شے لے اور بائع کو پیسے دے اور بائع کہے میں اتنے میں نہیں دیتا تو بیع نہ ہوگی۔

مسئلہ: کسی نے موتیوں کی ایک لڑی کے بارے میں کہا یہ لڑی دس روپے میں تمہارے ہاتھ بیچی۔ اس پر خریدنے والے نے کہا اس میں سے پانچ موتی میں نے لے لیے یا یوں

کہا آدھے موتی میں نے خرید لیے تو جب تک وہ بیچنے والا اس پر راضی نہ ہو بیع نہیں ہوگی کیونکہ بیچنے والے نے پوری لڑی کا سودا کیا ہے تو جب تک وہ راضی نہ ہو لینے والے کو یہ اختیار نہیں کہ اس میں سے کچھ لے اور کچھ نہ لے۔ اگر لے تو پوری لڑی لینا پڑے گی۔ ہاں اگر بیچنے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ ہر موتی ایک ایک روپے میں ہے، اس پر خریدار نے کہا اس میں سے پانچ موتی میں نے خریدے تو پانچ موتی بک گئے۔

مسئلہ: کسی کے پاس چار چیزیں ہیں قلم، دوات، کاپی، پنسل۔ اس نے کہا یہ سب میں نے بیس روپے میں بیچیں۔ اس کی منظوری کے بغیر خریدنے والے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ بعضی چیزیں لے لے اور بعضی چھوڑ دے کیونکہ بیچنے والا سب کو ساتھ ملا کر بیچنا چاہتا ہے ہاں البتہ اگر وہ ہر چیز کی قیمت الگ الگ بتا وے تو اس میں سے ایک آدھ چیز بھی خرید سکتا ہے۔

مسئلہ: بیچنے اور خریدنے میں یہ بھی ضروری ہے کہ جو سودا خریدے ہر طرح سے اس کو صاف کر لے کوئی بات ایسی گول مول نہ رکھے جس سے جھگڑا پڑے۔ اسی طرح قیمت بھی صاف صاف مقرر اور طے ہو جانی چاہیے۔ اگر دونوں میں سے ایک چیز بھی اچھی طرح معلوم اور طے نہ ہوگی تو بیع صحیح نہ ہوگی۔

مسئلہ: کسی نے دس روپے کی کوئی چیز خریدی اب بائع (یعنی بیچنے والا) کہتا ہے پہلے تم روپے دو تب میں چیز دوں گا اور یہ کہتا ہے کہ پہلے تم چیز دو تب میں روپے دوں گا۔تو پہلے خریدار سے دام دلوائے جائیں گے جب یہ دام دے دے تب بائع سے وہ چیز دلوائیں گے دام کے وصول پانے تک اس چیز کے نہ دینے کا بائع کو اختیار ہے۔ اور اگر دونوں طرف سونا چاندی ہے یا دونوں طرف غلہ ہے جیسے اشرفی کے بدلے چاندی لیں یا گندم کے بدلے چاول لیں اور دونوں میں یہی جھگڑا آن پڑے تو دونوں سے کہا جائے گا کہ ایک ہی وقت میں تم اس کے ہاتھ پر رکھو اور وہ تمہارے ہاتھ پر رکھے۔

مسئلہ: جس طرح زبان سے یا محض لین دین سے سودا ہو جاتا ہے اسی طرح تحریر کے ذریعے دونوں خرید و فروخت کا کوئی معاملہ طے کر لیں تو اس سے بھی سودا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح ٹیلی فون پر بھی سودا کیا جائے تو صحیح ہے۔

مسئلہ: جو شخص کوئی گھر فروخت کرے تو اس کی دیوار چھت سب بیع میں داخل ہوں گی اگرچہ ان چیزوں کا علیحدہ علیحدہ نام نہ لیا ہو۔ اسی طرح جس شخص نے کوئی زمین بیچی تو اس میں جتنے بھی درخت کھڑے ہیں خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے' پھلدار ہوں یا بے پھل کے، سب بیع میں آجائیں گے۔ اگرچہ کھل کر ان کا نام نہ لیا جائے۔ البتہ اگر فروخت کرنے والا صریح الفاظ سے کہہ دے کہ گھر کی دیواریں یا چھت یا زمین کے درختوں کو ہم فروخت نہیں کرتے اس صورت میں بیع میں داخل نہ ہوں گے، صرف زمین فروخت میں رہے گی۔

مسئلہ: ایک درخت بیچا جس میں پھل لگ رہا ہے تو اگر فروخت میں پھل کا بھی ذکر کیا ہو تب تو پھل بیع میں داخل ہو کر خریدار کا ہو جاتا ہے اور اگر اس کا ذکر نہیں کیا تو بدستور بیچنے والے کا رہے گا۔ اسی طرح زمین میں کھیتی کھڑی ہے اور وہ زمین فروخت کر دی تو اگر سودے میں کھیتی کا بھی صراحت کے ساتھ ذکر کیا تب تو وہ شامل ہو گی اور اگر اس کا کچھ ذکر نہیں کیا تو وہ بیچنے والے کی رہے گی۔ البتہ اس صورت میں بیچنے والے سے کہا جائے گا کہ وہ اپنا پھل اتار کر درخت کو اور کھیتی کاٹ کر خالی زمین کو خریدار کے سپرد کر دے۔

❁❁❁

باب ۲۵

سودا معلوم ہونے کا بیان

مسئلہ: اناج غلہ وغیرہ سب چیزوں میں اختیار ہے چاہے تول کے حساب سے لے اور یوں کہہ دے کہ سو روپے میں بیس کلو گندم میں نے خریدی اور چاہے بغیر تول کے سودا کر کے لے لے اور یوں کہہ دے کہ گندم کی یہ ڈھیری میں نے سو روپے میں خریدی پھر اس ڈھیری میں چاہے جتنی گندم نکلے سب خریدار کی ہے۔

مسئلہ: کیلے، مالٹے وغیرہ میں بھی اختیار ہے کہ گنتی کے حساب سے لے لے یا ویسے ہی ڈھیر کا سودا کر کے لے لے۔ اگر ایک ٹوکری کے سب مالٹے پچاس روپے میں خرید لیے اور ان کی گنتی کچھ معلوم نہیں کہ کتنے ہیں تو بیع درست ہے اور سب مالٹے خریدار کے ہیں چاہے کم نکلیں چاہے زیادہ۔

مسئلہ: کوئی شخص بیر وغیرہ کوئی چیز بیچنے آیا اس سے کہا کہ پانچ روپے میں اس اینٹ کے برابر تول دو اور وہ بھی اس اینٹ کے برابر تول دینے پر راضی ہو گیا اور اس اینٹ کا وزن دونوں میں سے کسی کو معلوم نہیں تو یہ بیع بھی درست ہے۔

مسئلہ: مالٹے وغیرہ کا پورا ٹوکرا ایک سو روپے میں اس شرط پر خریدا کہ اس میں چار سو مالٹے ہیں پھر جب گنے گئے تو اس میں صرف تین سو نکلے۔ لینے والے کو اختیار ہے چاہے لے لے چاہے نہ لے۔ اگر لے گا تو پورا ایک سو روپیہ دینا نہ پڑے گا بلکہ ایک سیکڑے کے دام کم کر کے صرف پچھتّر روپے دے اور اگر ساڑھے تین سو نکلیں تو ساڑھے ستاسی روپے دے۔ غرض کہ جتنے مالٹے کم ہوں اتنے دام بھی کم ہو جائیں گے اور اگر اس ٹوکرے میں چار سو سے زیادہ مالٹے ہوں تو جتنے زیادہ ہیں وہ بیچنے والے کے ہیں خریدار کو چار سو سے زیادہ لینے کا حق نہیں۔ ہاں اگر پورا ٹوکرا خرید لیا اور کچھ مقرر نہیں کیا کہ اس میں کتنے مالٹے ہیں تو جو کچھ نکلے سب خریدار کا ہے چاہے کم نکلیں

اور چاہے زیادہ۔

مسئلہ: دوپٹہ یا پلنگ پوش یا چادر وغیرہ کوئی ایسا کپڑا خریدا کہ اگر اس میں سے کچھ پھاڑ لیں تو اس کام کا نہیں رہتا اور خرید کے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ یہ دوپٹہ تین میٹر کا ہے پھر جب ناپا تو کچھ کم نکلا تو جتنا کم نکلا ہے اس کے بدلے میں دام (پیسے) کم نہ ہوں گے بلکہ جتنے دام طے ہوئے ہیں وہ پورے دینا پڑیں گے۔ ہاں کم نکلنے کی وجہ سے بس اتنی رعایت کی جائے گی کہ دونوں طرف سے پکی بیع ہوجانے کے باوجود خریدار کو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لے۔ اور اگر کچھ زیادہ نکلا تو وہ بھی خریدار کا ہے اور اس کے بدلے میں دام کچھ زیادہ دینا نہ پڑیں گے۔

مسئلہ: کسی نے رات اندھیرے میں دو ریشمی ازار بند دس روپے کے لیے۔ جب صبح کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ان میں سوتی ہے تو دونوں کی بیع جائز نہیں ہوئی نہ ریشمی کی نہ سوتی کی کیونکہ دو ریشمی ازار بند کا سودا ہوا تھا لیکن ایک کے سوتی ہونے کی وجہ سے سودے میں تفریق ہوگئی۔ اسی طرح اگر دو انگوٹھیاں شرط کرکے خریدیں کہ دونوں کا نگ فیروزہ کا ہے پھر معلوم ہوا کہ ایک میں فیروزہ نہیں کچھ اور ہے تو دونوں کی بیع ناجائز ہے اب اگر ان میں سے ایک کا یا دونوں کا لینا منظور ہو تو اس کی ترکیب یہ ہے کہ خریدار بیچنے والے سے پھر سے بات چیت کرکے خریدے۔

قیمت کے معلوم ہونے کا بیان

مسئلہ: کسی نے مٹھی بند کرکے کہا کہ جتنے روپے ہمارے ہاتھ میں ہیں ان کی فلانی چیز دے دو اور معلوم نہیں کہ ہاتھ میں ایک روپیہ ہے یا دو تو ایسی بیع درست نہیں۔

مسئلہ: کسی شہر میں دو ملکوں کے روپے چلتے ہیں تو یہ بھی بتا دے کہ فلانے روپے کے بدلہ میں یہ چیز لیتا ہوں۔ اگر کسی نے یہ نہیں بتایا فقط اتنا ہی کہا کہ میں نے یہ چیز ایک روپے میں بیچی۔ دوسرے نے کہا میں نے لے لی تو دیکھو کہ وہاں کس روپے کا زیادہ رواج ہے جس روپے کا رواج زیادہ ہو وہی روپیہ دینا پڑے گا اگر دونوں کا رواج برابر ہو تو بیع

درست نہیں رہی بلکہ فاسد اور خراب ہوگئی۔

مسئلہ: کسی کے ہاتھ میں کچھ پیسے ہیں اور اس نے مٹھی کھول کر دکھلا دیا کہ اتنے پیسوں کی یہ چیز دے دو اور اس نے وہ پیسے ہاتھ میں دیکھ لیے اور وہ چیز دے دی لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ ہاتھ میں کتنے ہیں تب بھی بیع درست ہے۔ اسی طرح پیسوں کی ڈھیری سامنے میز پر رکھی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر بیچنے والا اتنے داموں میں چیز بیچ ڈالے اور یہ نہ جانے کہ کتنے پیسے ہیں تو بیع درست ہے۔ غرض کہ جب اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ اتنے پیسے ہیں تو ایسے وقت اس کی مقدار بتانا ضروری نہیں ہے۔ اور اگر اس نے آنکھ سے نہیں دیکھا تو ایسے وقت مقدار کا بتانا ضروری ہے جیسے یوں کہے دس روپے میں ہم نے یہ چیز لی۔ اگر دام نہ دیکھنے کی صورت میں اس کی مقدار مقرر اور طے نہیں کی تو بیع فاسد ہوگئی۔

مسئلہ: کسی نے یوں کہا آپ یہ چیز لے لیں قیمت طے کرنے کی کیا ضرورت ہے جو دام ہوں گے آپ سے واجبی لے لیے جائیں گے۔ میں بھلا آپ سے زیادہ لوں گا؟ یا یہ کہا کہ آپ یہ چیز لے لیں میں بازار سے پوچھ کر جو کچھ قیمت ہوگی پھر بتا دوں گا یا یوں کہا اِسی طرح کی چیز فلاں نے لی ہے جو دام انہوں نے دیے ہیں وہی دام آپ بھی دے دیجیے گا یا اس طرح کہا کہ جو آپ کا جی چاہے دے دیجیے گا میں ہرگز انکار نہ کروں گا یا کہا جو کچھ دے دو گے لے لوں گا یا اس طرح کہا کہ بازار سے پوچھوا لو جو اس کی قیمت ہو وہ دے دینا یا یوں کہا فلاں کو دکھا لو جو قیمت وہ کہہ دیں تم دے دینا تو ان سب صورتوں میں بیع فاسد ہے۔ البتہ اگر اسی جگہ قیمت صاف معلوم ہوگئی اور جس گنجلک کی وجہ سے بیع فاسد ہوئی تھی وہ گنجلک جاتی رہی تو بیع درست ہوجائے گی۔ اور اگر جگہ بدل جانے کے بعد یا اس نشست کے بدل جانے کے بعد معاملہ صاف ہوا تو پہلی بیع فاسد رہی۔ البتہ اس صاف ہونے کے بعد پھر نئے سرے سے بیع کر سکتے ہیں۔

مسئلہ: کوئی دکاندار مقرر ہے جس چیز کی ضرورت پڑتی ہے اس کی دکان سے آجاتی ہے آج ایک کلو چھالیہ منگالی کل دو کلو گھی آ گیا۔ کسی دن پاؤ بھر تیل وغیرہ لے لیا اور قیمت

کچھ نہیں پوچھوائی اور یوں سمجھے کہ جب حساب ہوگا تو جو رقم بنے گی دے دی جائے گا یہ درست ہے۔ اسی طرح عطار کی دکان سے دوا کا نسخہ بنوا کر منگایا اور قیمت دریافت نہیں کی اور یہ خیال کیا کہ تندرست ہونے کے بعد جو کچھ دام ہوں گے دے دیے جائیں گے یہ بھی درست ہے اس کو بیع استجرار کہتے ہیں۔ اور اگرچہ اس معاملہ میں بھی سودے کے وقت قیمت معلوم نہیں لیکن لوگوں کی ہر وقت کی ضرورت کی وجہ سے شریعت نے اس کی گنجائش دی ہے۔

مسئلہ: کسی کے ہاتھ میں ایک روپیہ ہے اس نے کہا کہ اس روپیہ کی یہ چیز ہم نے لی تو اس کو اختیار ہے چاہے وہی روپیہ دے چاہے اس کے بدلے کوئی اور روپیہ دے۔

مسئلہ: کسی نے کوئی صندوق بیچا (جس میں تالا جڑا ہو) تو اس کی چابی بھی بک گئی۔ چابی کے دام الگ نہیں لے سکتا اور نہ ہی چابی اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

نیلام: اگر کوئی شخص کسی چیز کو نیلام کر کے بیچے یعنی کئی خریدار ہوں اور ان میں جو زیادہ قیمت لگائے اسے وہ سودا دے دے تو جائز ہے۔

باب ۲۶

ادھار لینے کا بیان

مسئلہ: کسی نے اگر کوئی سودا ادھار خریدا تو یہ بھی درست ہے لیکن اتنی بات ضروری ہے کہ کچھ مدت مقرر کر کے کہہ دے کہ پندرہ دن میں یا مہینہ بھر میں یا چار مہینے میں تمہارے پیسے دوں گا۔ اگر کچھ مدت مقرر نہیں کی فقط اتنا کہہ دیا کہ ابھی دام نہیں ہیں پھر دے دوں گا۔ سوا گر یوں کہا ہے کہ میں اس شرط سے خریدتا ہوں کہ دام پھر دوں گا تو بیع فاسد ہوگئی۔ اور اگر خریدنے کے اندر یہ شرط نہیں لگائی خرید کر کہہ دیا کہ دام پھر دوں گا تو کچھ حرج نہیں۔ اور اگر نہ خریدتے وقت کچھ کہا نہ خرید کر کچھ کہا تب بھی بیع درست ہوگئی۔ اور ان دونوں صورتوں میں اس چیز کے دام ابھی دینا پڑیں گے۔ ہاں اگر بیچنے والا کچھ دن کی مہلت دے دے تو اور بات ہے لیکن اگر مہلت نہ دے اور ابھی دام مانگے تو دینا پڑیں گے۔

مسئلہ: کسی نے خریدتے وقت یوں کہا کہ فلانی چیز ہم کو دے دو جب پیسے آئیں گے تب دام لے لینا یا یوں کہا جب میرا بھائی آئے گا تب دے دوں گا یا یوں کہا جب کھیتی کٹے گی تب دے دوں گا یا دکاندار نے اس طرح کہا کہ تم لے لو جب جی چاہے دام دے دینا یہ بیع فاسد ہوگئی بلکہ کچھ نہ کچھ مدت مقرر کر کے لینا چاہیے اور اگر خرید کر ایسی بات کہہ دی تو بیع ہوگئی اور سودے والے کو اختیار ہے کہ ابھی دام مانگ لے۔

مسئلہ: نقد داموں پر ایک سو روپیہ کی بیس کلو گندم بکتی ہے۔ مگر کسی کے ادھار لینے کی وجہ سے دکاندار نے اس کو سو روپیہ کی پندرہ کلو گندم دی تو یہ بیع درست ہے مگر سودے کے وقت معلوم ہو جانا چاہیے کہ ادھار خرید رہا ہے۔

مسئلہ: یہ حکم اس وقت ہے جب خریدار سے سودا کرتے وقت پوچھ لیا ہو کہ نقد لو گے یا ادھار۔ اگر اس نے نقد کہا تو بیس کلو دے دیے اور اگر ادھار کہا تو پندرہ کلو دے دیے۔

اور اگر معاملہ اس طرح کیا کہ خریدار سے یوں کہا کہ اگر نقد لو گے تو ایک سو روپیہ کے بیس کلو ہو گی اور ادھار لو گے تو پندرہ کلو ہو گی اور خریدار نے صرف اتنا کہا کہ دے دو تو یہ بیع جائز نہیں۔

نوٹ: ایک چیز ہے دکاندار کا بھاؤ اور نرخ بتانا کہ نقد کا نرخ یہ ہے اور ادھار کا یہ ہے اس پر اگر خریدار کہے اچھا دے دو اور دکاندار نکال دے یا تول وغیرہ کر کے دے دے تو یہ طریقہ صحیح نہیں کیونکہ اس سودے میں معلوم نہیں کہ قیمت کتنی طے ہوئی نقد والی ہوئی یا ادھار والی۔ قیمت کے غیر معلوم اور مجہول رہ جانے سے بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ اس لیے جب خریدار کہے اچھا دے دو تو دکاندار اس سے پوچھ لے کہ نقد لے رہے ہو یا ادھار لے رہے ہو یا خریدار خود ہی اس طرح کہے کہ مجھے نقد دے دو یا کہے کہ مجھے ادھار دے دو۔ اس وقت قیمت مجہول نہ رہے گی۔

مسئلہ: ایک مہینے کے وعدے پر کوئی چیز خریدی پھر ایک مہینہ ہو چکا، تب کہہ سن کر کچھ اور مدت بڑھوالی کہ پندرہ دن کی مہلت اور دے دو تو تمہارے دام ادا کر دوں اور وہ بیچنے والا بھی اس پر رضامند ہو گیا تو پندرہ دن کی مہلت اور مل گئی اور اگر وہ راضی نہ ہو تو ابھی مانگ سکتا ہے۔

مسئلہ: جب اپنے پاس پیسے موجود ہوں تو ناحق کسی کو ٹالنا کہ آج نہیں کل آنا۔ اس وقت نہیں اس وقت آنا ابھی کھلے پیسے نہیں ہیں، جب کھلے پیسے ہوں گے تب دام ملیں گے۔ یہ سب باتیں حرام ہیں جب وہ مانگے اسی وقت روپیہ کھلوا کر دام دے دینا چاہیے۔ ہاں البتہ اگر ادھار خریدا ہے تو جتنے دن کے وعدے پر خریدا ہے اتنے دن کے بعد دینا واجب ہو گا اب وعدہ پورا ہونے کے بعد ٹالنا اور چکر لگوانا جائز نہیں ہے لیکن اگر خریدار کے پاس واقعی پیسے نہیں ہیں، نہ کہیں سے بندوست کر سکتا ہے تو مجبوری ہے جب روپیہ آئے اس وقت نہ ٹالے۔

قرض یا دین ہو اور چاندی کے مقابلے میں روپے کی قیمت متغیر ہو جائے:

زید نے بکر سے ایک شے ایک ہزار روپے میں مثلاً چھ ماہ کے ادھار پر خریدی۔

اس وقت ایک ہزار روپے کی دس تولہ چاندی آتی تھی۔ چھ ماہ بعد جب ادائیگی کا وقت آیا تو اس وقت چاندی مہنگی ہوگئی اور ایک ہزار میں آٹھ تولہ ملنے لگی۔ تو اب بکر زید سے بجائے ایک ہزار روپے کے (جس کی اب آٹھ تولہ چاندی آتی ہے) دس تولہ چاندی لے سکتا ہے کیونکہ سونا چاندی ثمن خلقی (یعنی قدرتی کرنسی) ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی اس اہم غرض سے کیا ہے کہ یہ اشیاء کی مالیت کے لیے معیار کا کام کریں اور روپے پیسے ان کے متبادل ہیں تو روپے پیسوں کی مالیت معلوم کرنے کے لیے سونا چاندی معیار ہیں۔

البتہ اگر بکر چاہے کہ وہ زید سے بجائے ایک ہزار کے بارہ سو روپے لے لے تو ایسا نہیں کرسکتا اور روپوں میں اپنا قرض واپس لے گا تو صرف ہزار ہی لے گا۔

اسی طرح اگر چاندی سستی ہوجائے اور ایک ہزار میں بجائے دس تولہ کے بارہ تولہ ملنے لگے تو بکر کو حق ہے کہ وہ زید کو ایک ہزار روپے نہ دے بلکہ صرف دس تولہ چاندی دے۔ یہی حکم ہر قسم کے قرض میں ہے۔

باب ۲۷

بیع وشراء میں چند خیار

● خیار شرط یعنی پھیر دینے (سودا واپس کر دینے) کی شرط کر لینے کا بیان

تنبیہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خیار شرط کی مدت تین دن سے زیادہ نہیں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک زیادہ بھی ہوسکتی ہے اور انہیں کے قول کو مجلہ میں اختیار کیا گیا ہے۔

مسئلہ: خریدتے وقت یوں کہہ دیا کہ ایک دن یا دو دن یا تین دن یا اور زائد مدت تک ہم کو لینے نہ لینے کا اختیار ہے جی چاہے گا لیں گے نہیں تو پھیر دیں گے (یعنی سودا واپس کر دیں گے) تو یہ درست ہے جتنے دن کا اقرار کیا ہے اتنے دن تک اختیار ہے چاہے لے چاہے پھیر دے۔

مسئلہ: کسی نے کہا کہ تین دن تک مجھ کو لینے نہ لینے کا اختیار ہے پھر تین دن گزر گئے اور اس نے کچھ جواب نہ دیا نہ وہ چیز پھیری تو اب وہ چیز لینی پڑے گی پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔ ہاں اگر بیچنے والا لحاظ کر کے پھیر لے تو خیر پھیر دے۔ بائع کی رضامندی کے بغیر نہیں پھیر سکتا۔

مسئلہ: اسی طرح بیچنے والا کہہ سکتا ہے کہ تین دن تک یا پانچ دن تک مجھ کو اختیار ہے اگر چاہوں گا تو اتنے دن کے اندر پھیر لوں گا یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: خریدتے وقت کہہ دیا تھا کہ تین دن تک مجھے پھیر دینے کا اختیار ہے۔ پھر دوسرے دن آیا اور کہہ دیا کہ میں نے وہ چیز لے لی اب نہ پھیروں گا تو اب وہ اختیار جاتا رہا اب نہیں پھیر سکتا بلکہ اگر اپنے ہی گھر میں آ کر کہہ دیا کہ میں نے یہ چیز لے لی

اب نہ پھیروں گا تب بھی اختیار جاتا رہا۔ اور جب بیع کا توڑنا اور پھیرنا منظور ہو تو بیچنے والے کے سامنے توڑنا چاہیے اس کی پیٹھ پیچھے توڑنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: کسی نے کہا تین دن تک میرے باپ کو اختیار ہے اگر کہے گا لے لوں گا نہیں تو پھیر دوں گا تو یہ بھی درست ہے اب تین دن کے اندر وہ یا اس کا باپ پھیر سکتا ہے اور اگر خود وہ یا اس کا باپ کہہ دے کہ میں نے لے لی اب نہ پھیروں گا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ: کسی نے تین دن تک پھیر دینے کی شرط ٹھیرالی تھی پھر وہ چیز اپنے گھر میں استعمال کرنی شروع کردی جیسے پہننے کی چیز تھی اس کو پہن لیا یا بچھانے کی چیز تھی اس کو بچھانے لگا تو اب پھیر دینے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ: ہاں اگر استعمال صرف دیکھنے کے لیے ہوا ہے تو پھیر دینے کا حق ہے مثلاً سلا ہوا کرتہ یا چادر یا دری خریدی تو یہ دیکھنے کے لیے کہ یہ کرتہ ٹھیک بھی آتا ہے یا نہیں ایک مرتبہ پہن کر دیکھا اور فوراً اتار دیا یا چادر کی لمبائی چوڑائی اوڑھ کر دیکھی یا دری کی لمبائی چوڑائی بچھا کر دیکھی تو بھی پھیر دینے کا حق حاصل ہے۔

مسئلہ: ایک شخص نے دکاندار سے کہا یہ کپڑا مجھے دو اگر پسند آیا تو میں نے سو روپے میں اس کو خرید لیا۔ یہاں چونکہ اختیار خریدار نے رکھا ہے اس لیے قبضہ کیے ہوئے کپڑے میں ابھی تک بائع کی ملکیت ہے۔ اب اگر وہ کپڑا خریدار کے پاس قدرتی آفت سے ضائع ہوجائے تو خریدار کو اگر ویسا ہی کپڑا ملتا ہو تو اس کو کپڑا دینا ہوگا اور اگر ویسا نہ ملتا ہو تو اس کی بازاری قیمت دینی ہوگی اور اگر خریدار نے خود استعمال کر کے اس کو ضائع کردیا تو اس کو آپس میں طے شدہ قیمت دینی ہوگی۔ خریدار کا کپڑے پر قبضہ سودے کے طور پر ہوا ہے (یعنی مقبوض علیٰ سوم الشراء ہے)۔

مسئلہ: اگر خریدار آپس میں طے شدہ قیمت کا ذکر کئے بغیر یوں کہے، یہ کپڑا مجھے دو اگر پسند آیا تو خرید لیا دکاندار نے کہا لو یہ کپڑا تمہیں سو روپے میں دیا لیکن خریدار نے کہا نہیں پہلے میں اس کے بارے میں غور کرلوں پھر اگر خریدار کے پاس وہ کپڑا کسی قدرتی آفت سے ہلاک ہوا تو خریدار کو کچھ تاوان نہ دینا پڑے گا کیونکہ اس صورت میں قبضہ امانت کا تھا (یعنی مقبوض علیٰ وجہ النظر ہے)۔

مسئلہ: جو کپڑا ہاتھ سے بنا جاتا ہے تو عام طور سے وہ بعینہٖ ایک دوسرے کی مثل نہیں ہوتا اور ایک ہی کپڑے کے مختلف تھانوں اور چادروں میں بھی فرق ہوتا ہے کوئی اچھا کوئی درمیانہ اور کوئی ہلکا۔ ایسی حالت میں کسی خریدار نے دو یا تین چادریں لیں اور کہا کہ ان میں سے ایک لے لی ہے لیکن تین دن تک ہم کو اختیار ہے کہ اس میں سے جو پسند ہوگی اس کو طے شدہ قیمت پر رکھ لیں گے تو یہ درست ہے اور اس کو خیار تعیین کہتے ہیں۔ چونکہ ہاتھ کے کام میں عام طور سے تین ہی درجے ہوتے ہیں اس لیے تین سے زائد تھانوں یا چادروں میں اجازت نہیں۔

مسئلہ: جو کپڑا مشین پر بنا جاتا ہے اس میں ایک کوالٹی کا ہر تھان بالکل ایک جیسا اور ہر چادر بالکل ایک جیسی ہوتی ہے۔ مشین کے بنے ہوئے مختلف کوالٹی یا ڈیزائن کے چند کپڑے لیے کہ ان میں سے ایک لے لیا ہے اور ان میں سے ایک کا انتخاب تین دنوں تک کرلیں گے تو یہ درست نہیں بلکہ سب کو علیٰ وجہ النظر لے یعنی دیکھنے کے لیے بطور امانت لے یا سب کو علیٰ سوم الشراء یعنی سودے کے طور پر لے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

● خیار رویت یعنی بے دیکھی ہوئی چیز کے خریدنے کا بیان

مسئلہ: کسی نے کوئی چیز بے دیکھے ہوئے خرید لی تو یہ بیع درست ہے لیکن جب دیکھے تو اس کو اختیار ہے پسند ہو تو رکھے نہیں تو پھیر دے۔ اگرچہ اس میں کوئی عیب بھی نہ ہو۔ اور جیسی ٹھہرائی تھی ویسی ہی ہو تب بھی رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ: کسی نے بے دیکھے اپنی چیز بیچ ڈالی تو اس بیچنے والے کو دیکھنے کے بعد پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔ دیکھنے کے بعد اختیار فقط لینے والے کو ہوتا ہے۔

مسئلہ: کوئی سبزی فروش مٹر کی پھلیاں بیچنے کو لایا، اس میں اوپر تو اچھی اچھی تھیں ان کو دیکھ کر پورا ٹوکرا لے لیا لیکن نیچے خراب نکلیں تو اب بھی عیب کی وجہ سے اس کو پھیر دینے کا اختیار ہے البتہ سب پھلیاں یکساں ہوں تو تھوڑی سی پھلیاں دیکھ لینا کافی ہے چاہے سب پھلیاں دیکھے چاہے نہ دیکھے پھیرنے کا اختیار نہ رہے گا۔

مسئلہ: امرود یا انار یا مالٹا وغیرہ کوئی ایسی چیز خریدی کہ سب یکساں نہیں ہوا کرتیں تو جب

تک سب نہ دیکھے تب تک اختیار رہتا ہے تھوڑے کے دیکھ لینے سے اختیار نہیں جاتا۔
مسئلہ: اگر کوئی چیز کھانے پینے کی خریدی تو اس میں فقط دیکھ لینے سے اختیار نہیں جائے گا بلکہ چکھنا بھی چاہیے اگر چکھنے کے بعد ناپسند ٹھہرے تو پھیر دینے کا اختیار ہے۔
مسئلہ: بہت زمانہ ہوگیا کہ کوئی چیز دیکھی تھی اب آج اس کو خرید لیا لیکن ابھی دیکھا نہیں۔ پھر جب گھر لا کر دیکھا تو جیسی دیکھی تھی بالکل ویسا ہی اس کو پایا تو اب دیکھنے کے بعد پھیر دینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہاں اگر اتنے دنوں میں کچھ فرق ہوگیا ہو تو دیکھنے کے بعد اس کے لینے نہ لینے کا اختیار ہوگا۔

● خیار عیب یعنی سودے میں عیب نکل آنے کا بیان

مسئلہ: جب کوئی چیز بیچے تو واجب ہے جو کچھ اس میں عیب وخرابی ہو سب بتا دے نہ بتانا اور دھوکہ دے کر بیچنا حرام ہے۔
مسئلہ: جب خرید چکا تو دیکھا اس میں کوئی عیب ہے، جیسے تھان کو چوہوں نے کتر ڈالا ہے یا چادر میں کیڑا لگ گیا ہے یا اور کوئی عیب نکل آیا تو اب اس خریدنے والے کو اختیار ہے چاہے رکھ لے اور لے لے، چاہے پھیر دے لیکن اگر رکھ لے تو پورے دام دینا پڑیں گے، اس عیب کے عوض میں کچھ دام کم کرنا درست نہیں البتہ اگر دام کی کمی پر وہ بیچنے والا بھی راضی ہوجائے تو کم کر کے دینا درست ہے۔
مسئلہ: کسی نے کوئی تھان خرید کر رکھا تھا کہ کسی بچے نے اس کا ایک کونا پھاڑ ڈالا یا قینچی سے کتر ڈالا۔ اس کے بعد دیکھا کہ وہ اندر سے خراب ہے۔ جابجا چوہے کتر گئے ہیں تو اب اس کو نہیں پھیر سکتے کیونکہ ایک اور عیب تو اس کے ہاں ہوگیا البتہ اس عیب کے بدلے میں جو کہ بیچنے والے کے گھر کا ہے دام کم کردیئے جائیں گے۔ اس کے لیے اسے ایسے لوگوں کو دکھایا جائے جو اس کی قیمت سے واقف ہوں اور جو وہ تجویز کریں اتنا کم کردو۔ البتہ اگر بیچنے والا راضی ہو تو وہ تھان واپس بھی لے سکتا ہے۔
مسئلہ: اسی طرح اگر کپڑا قطع کر چکا تب عیب معلوم ہوا تب بھی پھیر نہیں سکتا۔ البتہ دام کم کردیئے جائیں گے لیکن اگر بیچنے والا کہے کہ میرا قطع کیا ہوا دے دو اور اپنے سب

دام لے لو میں دام کم نہیں کرتا تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے، خریدنے والا انکار نہیں کرسکتا۔ اگر قطع کر کے سی بھی لیا تھا پھر عیب معلوم ہوا تو عیب کے بدلے دام کم کر دیئے جائیں گے اور بیچنے والا اس صورت میں اپنا کپڑا نہیں لے سکتا۔

مسئلہ: اور اگر خریدار نے کپڑے میں کوئی ایسا عمل کیا جس سے کپڑے میں کوئی زائد چیز تو نہیں لگتی لیکن بائع کو واپس دینے پر قادر نہ رہے تو خریدار اپنے عمل کی وجہ سے دام کم نہیں کرا سکتا مثلاً خریدار نے وہ کپڑا بیچ ڈالا یا اپنے نابالغ بچے کو ہبہ کرنے اور پہنانے کی نیت کر کے قطع کر لیا جس کی وجہ سے وہ کپڑا خریدار کی ملکیت سے نکل گیا۔ پھر اس میں عیب نکلا تو اب دام کم نہیں کئے جائیں گے اور اگر بالغ اولاد کی نیت سے قطع کیا اور پھر عیب نکلا تو چونکہ بالغ اولاد کو قبضہ دیئے بغیر ہبہ مکمل نہیں ہوا اور کپڑے میں خریدار کی ملکیت باقی رہی لہٰذا اب دام کم کر دیئے جائیں گے۔

مسئلہ: کسی نے فی انڈا دو روپے کے حساب سے کچھ انڈے خریدے جب توڑے تو سب گندے نکلے تو سارے دام پھیر سکتا ہے اور ایسا سمجھیں گے کہ گویا اس نے بالکل خریدا ہی نہیں اور اگر بعضے گندے نکلے بعضے اچھے تو گندوں کے دام پھیر سکتا ہے اور اگر کسی نے بیس روپے درجن کے حساب سے مثلاً دو سو انڈے خرید لیے اور ان میں کچھ خراب نکلے تو دیکھو کتنے خراب نکلے اگر سو میں پانچ چھ خراب نکلے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زیادہ خراب نکلے تو خراب کے دام حساب سے پھیر لے۔ البتہ اگر بیچنے والا سو میں چار پانچ یا ایک دو بھی خراب نکلیں واپس لے لیتا ہے تو خریدار کے واپس کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ: کھیرا، ککڑی، خربوزہ، بادام، اخروٹ وغیرہ کچھ خریدا۔ جب توڑے اندر سے بالکل خراب نکلے تو دیکھو کہ کام میں آسکتے ہیں یا بالکل نکمّے اور پھینک دینے کے قابل ہیں۔ اگر بالکل خراب اور نکمّے ہوں تب تو یہ بیع بالکل صحیح نہیں ہوئی اپنے سب دام پھیر لے اور اگر کسی کام میں آسکتے ہوں تو ان خراب کے جتنے دام بازار میں لگیں اتنے دیئے جائیں پوری قیمت نہ دی جائے گی۔

مسئلہ: اگر سو بادام میں چار، پانچ ہی خراب نکلے تو کچھ اعتبار نہیں اور اگر زیادہ خراب نکلے

تو جتنے خراب ہیں ان کے دام کاٹ لینے کا اختیار ہے۔

مسئلہ: سو روپیہ کے پندرہ کلو گیہوں خریدے یا سو روپیہ کا ڈیڑھ کلو گھی لیا۔ اس میں سے کچھ تو اچھا نکلا اور کچھ خراب نکلا تو یہ درست نہیں ہے کہ اچھا اچھا لے لے اور خراب خراب پھیر دے، بلکہ اگر لے تو سب لینا پڑے گا اور پھیرے تو سب پھیرے، ہاں البتہ اگر بیچنے والا خود راضی ہو جائے کہ اچھا اچھا لے لو اور جتنا خراب ہے، وہ پھیر دو تو ایسا کرنا درست ہے، لیکن اس کی مرضی کے بغیر نہیں پھیر سکتا۔

مسئلہ: عیب نکلنے کے وقت پھیر دینے کا اختیار اسی وقت ہے جب عیب دار چیز کے لینے پر کسی طرح رضامندی ثابت نہ ہوتی ہو اور اگر خریدار اسی کے لینے پر راضی ہو جائے تو اب اس کا پھیرنا جائز نہیں۔ البتہ بیچنے والا خوشی سے پھیر لے تو پھیرنا درست ہے جیسے کسی نے ایک بکری یا گائے وغیرہ کوئی چیز خریدی، جب گھر آئی تو معلوم ہوا کہ یہ بیمار ہے یا اس کے بدن میں کہیں زخم ہے، پس اگر دیکھنے کے بعد اپنی رضامندی ظاہر کرے کہ خیر ہم نے عیب دار ہی لے لی تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا اور اگر زبان سے نہیں کہا لیکن ایسے کام کئے جس سے رضامندی معلوم ہوتی ہے جیسے اس کی دوا علاج کرنے لگا، تب بھی پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔

مسئلہ: بکری کا گوشت خریدا پھر معلوم ہوا کہ بھیڑ کا گوشت ہے تو پھیر سکتا ہے۔

مسئلہ: موتیوں کا ہار یا اور کوئی زیور خریدا اور کسی وقت اس کو پہن لیا یا جوتہ خریدا اور پہنے پہنے چلنے پھرنے لگا تو اب عیب کی وجہ سے پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔ ہاں اگر اس وجہ سے پہنا ہو کہ دیکھوں پاؤں میں آتا ہے یا نہیں اور پاؤں کو چلنے میں کچھ تکلیف تو نہیں ہوتی تو اس آزمائش کے لیے ذرا دیر کے پہننے سے کچھ حرج نہیں اب بھی پھیر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی چارپائی یا تخت خریدا اور کسی ضرورت سے اس کو بچھا کر بیٹھا یا تخت پر نماز پڑھی اور استعمال کرنے لگا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں رہا۔ اسی طرح اور سب چیزوں کا حکم ہے کہ اگر اس سے کام لینے لگے تو پھیرنے کا اختیار نہیں رہتا۔ ہاں عیب کی وجہ سے جو اس کی قیمت میں کمی ہوئی ہے اتنے دام واپس لے سکتا ہے۔

مسئلہ: بیچتے وقت بیچنے والے نے کہہ دیا کہ خوب دیکھ بھال لو، اگر اس میں کچھ عیب نکلے

یا خراب ہو تو میں ذمہ دار نہیں۔ اس کہنے پر بھی خریدار نے لے لیا تو اب چاہے جتنے عیب اس میں نکلیں پھیرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اور اس طرح بیچنا بھی درست ہے۔ اس کہہ دینے کے بعد عیب کا بتانا واجب نہیں ہے۔

باب ۲۸

بیع باطل، فاسد اور مکروہ کا بیان

بیع کی تعریف

باہمی رضا مندی سے ایک مال کا دوسرے مال سے تبادلہ کو بیع کہتے ہیں۔

مال: اس چیز کو کہتے ہیں جس کی طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہو اور ضرورت کے وقت کے لیے اس کی ذخیرہ اندوزی کی جاسکے۔ کبھی تو کوئی شے تمام انسانوں کے نزدیک مال ہوتی ہے۔ مثلاً گندم اور کبھی صرف بعض لوگوں کے نزدیک مال ہوتی ہے، جیسے شراب۔

مال متقوم اور مال غیر متقوم

مال اگر ایسی شے ہو کہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا مباح ہو تو وہ مال متقوم کہلاتا ہے اور اگر ایسی شے ہو کہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا مباح نہ ہو تو اس کو مال غیر متقوم کہتے ہیں مثلاً شراب مال ہے کیونکہ بعض دین سماوی والے مثلاً عیسائی اس کو مال سمجھتے ہیں لیکن چونکہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے، اس لیے وہ مال غیر متقوم ہے۔

بیع باطل

یہ وہ بیع ہوتی ہے جو اپنی اصل اور ذات کے اعتبار سے ہی صحیح نہ ہو اور شرع میں بالکل لغو اور غیر معتبر ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ خریدنے والا شے کا مالک نہیں ہوتا۔ وہ شے اب تک بیچنے والے کی ملک میں رہی۔ اس لیے خریدنے والے کو نہ تو اس کا کھانا یا استعمال کرنا جائز ہے، نہ کسی کو دینا جائز ہے اور نہ ہی، کسی طرح اپنے کام میں لانا درست ہے۔

بیع کے باطل ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں۔

- عدم رضامندی: مثلاً فریقین خرید وفروخت تو کریں لیکن ساتھ میں یہ کہہ دیں کہ ہم ویسے ہی جھوٹ موٹ بیع کررہے ہیں۔ اسی طرح اگر پہلے سے جھوٹ موٹ کرنے کا طے کرلیا ہو پھر لوگوں کے سامنے بیع کرلی تو حکم کے اعتبار سے یہ بیع باطل ہے کیونکہ اس میں خریدار کو ملکیت حاصل نہیں ہوتی۔
- عدم مالیت جیسے مردار کی بیع کیونکہ مردار کسی کے نزدیک بھی مال نہیں۔
- عدم وجود جیسے درختوں پر پھل پھول کچھ نہ لگا ہو اس کی بیع کرنا۔
- وجود کا غیر یقینی ہونا جیسے انڈے میں موجود چوزے کی بیع۔
- مال کا غیر متقوم ہونا مثلاً خمر یا خنزیر کی بیع جب کہ مسلمان یہ بیع کرے۔
- شے میں ملکیت کی صلاحیت نہ ہونا جیسے آزاد آدمی جب کوئی اس کی بیع کرے۔
- شے میں بائع یا عاقد کی ملکیت نہ ہونا جیسے غاصب غصب شدہ شے کو خود اپنے لیے فروخت کرے۔
- عدم عاقد: یعنی دو سودا کرنے والوں کا نہ ہونا یا ان میں عقد کرنے کی اہلیت کا نہ ہونا مثلاً ایک ہی شخص بائع اور خریدار دونوں کی نمائندگی کرے اور یوں کہے کہ فلاں کی یہ شے میں نے فلاں کے ہاتھ اتنے میں فروخت کی یا اگر خود فروخت کرنے والا ہے اور خریدار کا نمائندہ ہے تو یوں کہے کہ میں نے اپنی یہ شے فلاں کے ہاتھ اتنے میں فروخت کی یا خود اپنی طرف نسبت کرتے ہوئے یوں کہے کہ میں نے یہ شے بیچی اور میں نے یہ شے اتنے میں خریدی وغیرہ یا سودا کرنے والا دیوانہ اور مجنون ہو یا ناسمجھ بچہ ہو جس کو خرید وفروخت کی کچھ سمجھ نہ ہو۔
- بیع کا حقیقتاً نفع سے خالی ہونا جیسے چاندی کی ایک ڈلی کو ہم وزن اور وصف میں یکساں ایک ڈلی کے بدلہ میں فروخت کرنا۔ البتہ اگر وصف جدا جدا ہوں تو بیع جائز ہے۔
- مبیع (یعنی بیچی ہوئی شے) کا نہ ہونا جیسے مبیع کا ذکر کئے بغیر یوں کہے کہ میں نے

ہزار روپے میں سودا خریدا۔

مسئلہ: آدمی کے بال اور ہڈی وغیرہ کسی چیز کا بیچنا ناجائز اور باطل ہے اور ان چیزوں کو اپنے کام میں لانا بھی درست نہیں۔ انسانی بالوں پر مشتمل وگ (Wig) یا انسانی بالوں کے گنجے سر پر استعمال کے لیے یا کسی اور صورت میں ان کو خریدنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: خون کی بیع جائز نہیں خواہ انسان کا ہو یا کسی جانور کا ہو، لیکن اگر کسی مریض کی ہلاکت کا خطرہ ہو اور خون بلا قیمت نہ ملتا ہو تو ایسی حالت میں مریض کے لیے قیمت دے کر خون حاصل کرنا جائز ہے، مگر خون دینے والے کے لیے اس کی قیمت لینا درست نہیں۔

مسئلہ: کوئی مرغی یا بکری گائے وغیرہ مرگئی تو اس کی بیع حرام اور باطل ہے۔ بلکہ اس مردہ چیز کو کسی کافر کو کھانے کے لیے دینا بھی جائز نہیں۔ اس کی کھال اتروا کر اور دباغت دے لینے کے بعد کھال کو بیچنا اور اپنے کام میں لانا جائز ہے۔

مسئلہ: جانور کے تھن میں جو دودھ بھرا ہوا ہے دوہنے سے پہلے اس کا بیچنا باطل ہے۔ پہلے دوہ لے پھر بیچے۔

مسئلہ: بھیڑ دنبہ وغیرہ کے بال جب تک کاٹ نہ لے تب تک بالوں کا بیچنا ناجائز اور باطل ہے، کیونکہ کٹنے سے پہلے ان کی حیثیت جانور کے محض وصف کی ہے اس لیے وہ فی ذاتہٖ غیر متقوم ہیں۔

مسئلہ: بچوں کے کھیل کے لیے مٹی یا پلاسٹک یا کسی بھی چیز کی بنی ہوئی گڑیاں اور مورتیاں خریدے تو یہ بیع باطل ہے۔ شریعت کے نزدیک ان کھلونوں کی کچھ قیمت نہیں لہٰذا اس کے کچھ دام نہ دلائے جائیں گے اور اگر کوئی توڑ دے تو کچھ تاوان بھی دینا نہ پڑے گا۔ ایسے کھلونوں کا بنانا بھی حرام ہے۔

بیع فاسد

جب بیع اپنی ذات اور اصل کے اعتبار سے تو ہو جاتی ہے لیکن وصف کے اعتبار

سے اس میں خلل آ جائے تو وہ بیع فاسد ہوتی ہے۔

اس کا حکم یہ ہے جب تک خریدنے والے کے قبضہ میں نہ آ جائے تب تک وہ خریدی ہوئی شے اس کی ملک میں نہیں آتی اور جب قبضہ کرلیا تو ملک میں آ گئی۔ لیکن حلال طیب نہیں۔ اس لیے اس کو کھانا پینا یا کسی اور طرح سے اپنے کام میں لانا درست نہیں۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب بیع کو برقرار رکھا جائے اور اس میں گناہ بھی ہے لہٰذا اصل یہ ہے کہ ایسی بیع کرنے والے اس کو ختم کر کے صحیح اور شرعی طریقے سے ازسرنو بیع کریں۔

بیع کے فاسد ہونے کی وجہیں

● بیع میں نزاع اور جھگڑے کا احتمال ہو جو مندرجہ ذیل وجوہ سے پیدا ہوتا ہے۔

☼ ۱ مبیع کو خریدار کے سپرد کرنا بائع کی قدرت میں نہ ہو مثلاً بھاگے ہوئے جانور کی بیع، البتہ جو شخص یہ کہتا ہو کہ وہ بھاگا ہوا جانور میرے پاس ہے تو اس کے ہاتھ فروخت کرنا صحیح ہے۔

☼ ۲ اس کے سپرد کرنے میں ضرر ونقصان ہو جیسے چھت میں لگے ہوئے معین شہتیر کی بیع کیونکہ اس کو نکال کر سپرد کرنے میں چھت کو نقصان پہنچتا ہے۔

☼ ۳ مبیع کی ذات غیر معین رہے مثلاً یوں کہا کہ ان دو کپڑوں میں سے ایک کپڑا فروخت کیا۔

☼ ۴ وصف کے اعتبار سے مبیع غیر معین رہے جیسے بھیڑ کی پشت پر لگی ہوئی اون فروخت کی تو اون کو کہاں سے کاٹا جائے اور اس کی مقدار کتنی ہو اس میں جھگڑے کا احتمال ہے۔

● بعض امور لازمہ کا ترک ہونا۔

○ ۱ ثمن (یعنی طے کردہ قیمت) کا غیر متقوم ہونا جیسے گندم کو شراب کے عوض فروخت کیا۔

○ ۲ بیع میں ثمن کی ادائیگی کے لیے ایسی مدت مقرر کرنا جو متعین نہ ہو مثلاً یہ کہ جب

گندم کٹے گی اس وقت ادائیگی کریں گے۔ حالانکہ اس میں تقدیم وتاخیر ہوجاتی ہے۔

- اس میں ربا اور سود کا شبہ ہو جیسے ایک شے پانچ سو روپے میں فروخت کی اور ابھی قیمت پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ وہی شے واپس چار سو میں خرید لی۔ اب اس شخص کے پاس اپنی شے بھی واپس آئی اور سو روپے بھی زائد آئے اور چونکہ ابھی قیمت پر قبضہ نہیں کیا تھا اس لیے قرض کے معاملہ پر سو روپے زائد ملے۔
- ایجاب وقبول کا طریقہ شریعت کے مخالف ہو مثلاً دونوں میں سے ایک بغیر دیکھے بھالے اور بغیر سوچے سمجھے دوسرے کے کپڑے کو ہاتھ لگا دے اور اس کو بیع سمجھیں۔ یا دونوں میں سے ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دے حالانکہ دوسرے کے کپڑے کو دیکھا تک نہ ہو یا خریدار جو شے لینا چاہتا ہے اس پر کنکری ڈال دے۔ ایام جاہلیت میں عربوں میں خرید وفروخت کے یہ طریقے رائج تھے اور سمجھتے تھے کہ ان سے بیع لازم ہوجاتی ہے۔ پہلے طریقے کا نام ملامسہ دوسرے کا منابذہ اور تیسرے کا القاء حجر تھا۔ حدیث میں ان سے منع کیا گیا۔
- ایسی شرط لگانا جو عقد کا تقاضا نہ ہو اور اس سے مراد ایسی شرط ہے جس میں کسی ایک کا نفع ہو۔
  - خریدار کا نفع ہو مثلاً اس شرط پر کپڑا خریدا کہ بائع اس کو خریدار کے لیے سی کر بھی دے یا اس شرط پر خریدا کہ بائع اس کو قرض بھی دے۔
  - بائع کا نفع ہو مثلاً بائع اس شرط پر مکان فروخت کرے کہ وہ اس میں ایک مہینہ سکونت رکھے گا۔
  - مبیع جبکہ وہ انسان ہو اس کا نفع ہو مثلاً اس شرط پر غلام فروخت کیا کہ وہ خریدار کی خدمت نہیں کرے گا۔
  - اجنبی شخص کا فائدہ ہو مثلاً اس شرط پر ایک شے کو فروخت کیا کہ خریدار آگے وہ

شے اس اجنبی کے ہاتھ فروخت کرے گا یا اس اجنبی کو قرض دے گا۔

مسئلہ: بیع میں ایسی شرط لگانا جس کا عقد تقاضا کرتا ہو جیسے یہ شرط کرنا کہ مبیع میں ملکیت خریدار کی ہوگی یا ایسی شرط لگانا جس کا عقد تقاضا تو نہ کرتا ہو لیکن اس میں کسی کا نفع نہ ہو مثلاً یہ شرط کرنا کہ خریدار خریدی ہوئی شے کو آگے فروخت نہ کرے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: ایسی شرط جس سے بیع فاسد ہوتی ہے اگر فریقین عقد سے پیشتر وہ شرط طے کرلیں اور پھر عقد میں اس شرط کا ذکر نہ کریں تو بیع صحیح ہوگی مثلاً پہلے یہ طے کرلیا کہ اگر زید بکر سے یہ سامان خریدے گا تو بکر زید کو دس ہزار روپیہ قرض دے گا۔ پھر زید نے بکر سے سامان خریدا لیکن سودا کرتے ہوئے قرض کی شرط ذکر نہیں کی تو بیع صحیح ہوگی۔ کیونکہ عقد میں ذکر نہ ہونے کی وجہ سے قانون کی نظر میں وہ شرط مفقود ہے اور نہ تو زید قرض لینے کا قانونی حق رکھتا ہے اور نہ ہی بکر قانوناً قرض دینے کا پابند ہوتا ہے۔

مسئلہ: کسی کمپنی کے حصص خریدتے ہوئے وہ شرائط جو کمپنی کے میمورنڈم (Memorandum) میں لکھی ہوتی ہیں ان کا اطلاق عقد کے وقت ہی معتبر ہے، کیونکہ ان شرائط کو قانوناً معتبر سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس میں جو ناجائز شرائط درج ہوں گی وہ معاملہ کو فاسد کردیں گی۔

مسئلہ: یہ بات عقد میں ذکر ہو کہ اگر خریدار نے بروقت ادائیگی نہ کی تو اس کا بیعانہ ضبط ہوجائے گا تو بیع فاسد ہوجائے گی اور اگر بیع ہوجانے کے بعد اس کو ذکر کیا تو بیع صحیح ہوگی البتہ شرط لغو ہوگی۔

مسئلہ: بیعانہ کرتے وقت جو یہ شرط طے کرتے ہیں کہ اگر خریدار نے بروقت ادائیگی نہ کی تو اس کا بیعانہ ضبط ہوجائے گا اور اگر بائع اپنے سودے سے پھر گیا تو وہ خریدار کو بیعانہ کی دگنی مقدار واپس کرے گا تو یہ شرط ناجائز ہے۔ نہ بائع بیعانہ ضبط کرسکتا ہے اور نہ ہی خریدار دوگنی مقدار لے سکتا ہے۔ خریدار اگر بیع کے فسخ پر راضی ہے تو وہ صرف اپنا بیعانہ واپس لے سکتا ہے اور اگر فسخ کرنے پر راضی نہیں تو عدالت کے ذریعے سے خریدی

ہوئی شے وصول کرنے کا حقدار ہے۔

مسئلہ: جو شرط عقد کے تقاضے کے خلاف ہو لیکن اس کا عام رواج ہو جائے (بشرطیکہ ایسی شرط کی کسی حدیث میں صریح ممانعت نہ آئی ہو) تو اس کی شرط کرنا جائز ہے جیسے بازار سے موٹر سائیکل خریدی اور چونکہ رواج ہے کہ کمپنی یا اس کا ڈیلر چھ مہینے کی مفت سروس اور گارنٹی مہیا کرتے ہیں اس لیے خریدار نے خریدنے میں یہ شرط لگائی کہ اس کو بھی یہ سہولت دی جائے گی تو یہ جائز ہے اور اس سے سودا فاسد نہیں ہوگا۔

مسئلہ: کچھ اناج، گھی، تیل وغیرہ دس روپے کا کلو یا اور کچھ نرخ طے کر کے خریدا تو دیکھو کہ اس بیع ہونے کے بعد (۱) اس نے تمہارے یا تمہارے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے تول کر دیا ہے یا (۲) تمہارے اور تمہارے بھیجے ہوئے آدمی کے سامنے نہیں تولا بلکہ کہا تم جاؤ ہم تول کر گھر بھیج دیتے ہیں یا (۳) پہلے سے الگ تولا ہوا رکھا تھا۔ اس نے اسی طرح اٹھا دیا۔ پھر نہیں تولا۔ یہ تین صورتیں ہوئیں۔ پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ گھر میں لا کر اب اس کا تولنا ضروری نہیں ہے بغیر تولے بھی اس کا کھانا پینا بیچنا وغیرہ سب صحیح ہے اور دوسری اور تیسری صورت کا حکم یہ ہے کہ جب تک خود تول نہ لے تب تک اس کا کھانا پینا بیچنا وغیرہ کچھ درست نہیں۔ اگر بغیر تولے بیچ دیا تو یہ بیع فاسد ہوگئی، پھر اگر تول بھی لے تب بھی یہ بیع درست نہیں ہوئی۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غلہ کو بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس میں بائع اور خریدار کے صاع یعنی (تول و) پیمائش جاری نہ ہو جائیں۔ اور آدمی بائع وخریدار اس وقت بنتا ہے جب وہ سودا کرتا ہے۔ اس سے پہلے وہ بائع یا خریدار نہیں بنتا۔

مسئلہ: بیچنے سے پہلے بائع نے تول کر تم کو دکھایا اس کے بعد تم نے خرید لیا اور پھر دوبارہ اس نے نہیں تولا تو اس صورت میں بھی خریدنے والے کو پھر تولنا ضروری ہے بغیر تولے کھانا اور بیچنا درست نہیں اور بیچنے سے پہلے اگرچہ اس نے تول کر دکھا دیا ہے لیکن اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ: قبضہ کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ اس چیز کو خریدار سے لے کر اپنی جگہ پر

لے آئے بلکہ اتنا بھی کافی ہے کہ بائع کے گودام میں یا دکان پر چلا جائے اور بائع اس کے لیے سامان علیحدہ کر کے اس کو کہہ دے کہ یہ تمہارا سامان ہے اٹھا لو۔ یہ قبضہ ہو گیا پھر چاہے خریدار وہیں بائع کے گودام میں بطور امانت رکھی رہنے دے۔ اسی طرح اگر خریدار خود نہ جائے اپنے وکیل اور ملازم کو بھیج دے اور بائع اس کے سامنے سامان الگ کر کے رکھ دے اور اس کو کہہ دے کہ یہ تمہارا ہے اس کو اٹھا لو تو اس سے بھی خریدار کا قبضہ ثابت ہو جاتا ہے۔ اسی سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اگر خریدار کسی دوسرے شہر سے سامان منگوا رہا ہے اور وہ ٹرانسپورٹر کو اپنا وکیل بنا دے تو ٹرانسپورٹر کا قبضہ خریدار کا قبضہ قرار پائے گا لیکن اس صورت میں اگر سفر کے دوران میں سامان ہلاک وضائع ہو گیا تو خریدار اس کا ذمہ دار ہوگا۔

یہ مسئلہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے جبکہ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ اشیاء میں قبضہ سے پیشتر بھی فروخت جائز ہے۔ اول تو اسی کی کوشش کرنی چاہیے کہ قبضہ سے قبل فروخت نہ کرے لیکن جہاں عام رواج کی بنا پر اس پر عمل کرنا دشوار ہو تو ان دو اماموں کے قول کے مطابق کھانے پینے کی چیزوں کو چھوڑ کر اور چیزوں میں قبضہ سے قبل فروخت کرنے کی گنجائش ہے۔

مسئلہ: بیرون ملک سے مال منگوایا ہے یا کسی دوسرے شہر سے منگوایا ہے لیکن ابھی اپنے شہر میں نہیں پہنچا تو اس کو فروخت نہ کیا جائے کیونکہ ابھی اس کو خریدار کے سپرد کرنے کی قدرت بائع کو حاصل نہیں ہے۔ البتہ خریدنے کے خواہشمند لوگوں سے وعدہ کر لیا جائے کہ جب مال پہنچے گا تو اس نرخ پر مہیا کر دیں گے اور مال آنے پر سودا کیا جائے تو یہ درست ہے۔

مسئلہ: جس زمین پر کوئی دوسرا قوت والا شخص قابض ہو اور مالک کے پاس اس کو بے دخل کرنے کی قدرت نہیں تو اس حالت میں زمین (یا مکان) کا فروخت بھی صحیح نہیں۔ پہلے اس کو خالی کروائے پھر اس کو فروخت کرے۔

بیع مکروہ

اس میں بیع ہوتو جاتی ہے لیکن حقیقت بیع سے خارج کسی وجہ سے گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: جمعہ کی پہلی اذان کے وقت سے بیع مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس سے جمعہ کے لیے سعی میں خلل آتا ہے۔ البتہ اگر جمعہ کے لیے جاتے ہوئے چلتے چلتے دو آدمی کوئی سودا کرلیں تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اس سے کچھ خلل نہیں آتا۔

مسئلہ: جب کسی شے کی اصل قیمت لگائی جا چکی ہو پھر کوئی ایسا شخص جس کا خریدنے کا ارادہ نہ ہو وہ دام بڑھا کر لگائے تا کہ دوسرے اس کو زائد داموں میں خریدنے پر آمادہ ہو جائیں، یہ مکروہ ہے۔

مسئلہ: جب بائع اور خریدار کے درمیان ایک شے کی قیمت پر اتفاق ہوجائے اس کے بعد کوئی شخص اپنے دام لگائے تو یہ بھی مکروہ ہے۔

مسئلہ: شہر کے بیوپاری آنے والے غلہ کو شہر سے باہر جا کر راستے ہی میں خرید لیں تا کہ زائد قیمت پر شہر والوں کے ہاتھ فروخت کریں جبکہ شہر میں غلہ کی کمیابی ہو۔

مسئلہ: شہر کے بیوپاری باہر جا کر غلہ لانے والوں کو دھوکہ دیں کہ شہر کے نرخ گرے ہوئے ہیں اور اس طرح خود ان سے سستے داموں خرید لیں اور غلہ والوں کو شہر کے اصل نرخ کا علم ہی نہ ہو۔

مسئلہ: جبکہ شہر میں غلہ کی کمیابی ہو شہر کا کوئی بیوپاری زیادہ قیمت کے لالچ میں غلہ دیہات والوں یا کسی دوسرے علاقہ والوں کے ہاتھ فروخت کرے۔

مسئلہ: شہری دیہات والوں کے لیے دلال اور آڑھتی بن جائیں اور زیادہ آڑھت اور کمیشن کی خاطر مہنگے داموں غلہ فروخت کریں جبکہ اگر دیہات والے خود غلہ فروخت کرتے تو سستا فروخت کرتے۔ تو شہر والوں کا ایسا کرنا مکروہ ہے البتہ اگر آڑھتی اور ایجنٹ صحیح داموں میں فروخت کریں تو کوئی حرج اور کراہت نہیں۔

مسئلہ: کسی کو پہلے تم نے کچھ رقم بطور قرض دی یا کسی وجہ سے اس کے ذمے تمہاری کچھ رقم

آتی ہو اب تم اگر اس شخص سے تھوڑا تھوڑا سودا لے کر رقم کٹواتے رہو تو یہ جائز نہیں ہے مکروہ ہے۔ اور سودے میں جو کچھ رعایت قرض کے سبب سے کراؤ گے وہ سود ہو گی۔

البتہ اگر سودا کیا اور بائع کو پیشگی رقم دے دی مثلاً قصاب سے تین ہزار روپے کا گوشت لینا طے ہوا اور اس کو وہ رقم پیشگی ادا کر دی پھر اس سے روز ایک کلو بکری کا گوشت لینے لگے اور پیشگی ادائیگی کی وجہ سے قصاب نے گوشت کے نرخ بجائے سو روپے کے نوے روپے لگائے تو کثرت رواج کی بنا پر امام شافعیؒ کے قول کے مطابق یہ صورت جائز ہے۔

مسئلہ: لوہے تانبے اور پیتل کی انگوٹھی اور مردانہ وضع کی سونے کی انگوٹھی بنانا اور ان کی خرید وفروخت مکروہ اور ناجائز ہے کیونکہ جس چیز کا استعمال ناجائز ہے اس کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہوتی ہے۔

باب ۲۹

متفرقات

باغ کے پھل کی بیع کی مختلف صورتیں

- جب تک پھول پھل کی صورت نہ اختیار کرلے اس کی بیع بالاتفاق ناجائز ہے۔
- پھل آنے کے بعد خواہ وہ انسان یا حیوان کے لیے قابل انتفاع ہو یا نہ ہو اس کی بیع جائز ہے۔
- کچھ پھل ظاہر ہوا اور کچھ ظاہر نہیں ہوا تو اس میں اختلاف ہے۔ جواز راجح ہے۔
- پورا پھل نکلنے کے بعد بیع بالاتفاق جائز ہے۔
- بیع صحیح ہونے کے بعد بائع نے خریدار کو پھل درخت پر چھوڑنے کی صراحۃً یا دلالتاً اجازت دے دی تو پھل حلال رہے گا۔

مسئلہ: خربوزہ، تربوز وغیرہ کا حکم بھی مثل پھلوں کے ہے۔

خودرو گھاس کی بیع

کسی کی زمین میں خود بخود گھاس اگی، نہ اس نے لگائی نہ اس کو پانی دے کر سینچا تو یہ گھاس بھی کسی کی ملک نہیں جس کا جی چاہے کاٹ لے اور جو کاٹے وہی اس کا مالک بن جاتا ہے۔ بغیر کاٹے نہ اس کا بیچنا درست ہے اور نہ کسی کو کاٹنے سے منع کرنا درست ہے۔ البتہ اگر پانی دے کر سینچا اور دیکھ بھال کی ہو تو اس کی ملک ہو جائے گی۔ اب بغیر کاٹے بیچنا بھی جائز ہے۔

تالاب میں مچھلی کی ملکیت

تالاب میں مچھلی کے مملوک ہونے یا نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں:

- مچھلی پکڑ کر یا خرید کر تالاب میں چھوڑی ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ مچھلی اور اس کی نسل سب اس چھوڑنے والے کی مملوک ہیں دوسرے کو بغیر اجازت پکڑنا درست نہیں ہے۔
- خود مچھلی پکڑ کر یا خرید کر تو تالاب میں نہیں چھوڑی لیکن تالاب میں نہر سے مچھلیوں کے آنے کی کوئی خاص تدبیر کی ہے یا آ جانے کے بعد ان کے روک لینے کا کوئی خاص انتظام کیا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کی تدبیر اور انتظام کرنے سے بھی مچھلیاں اس شخص کی ملک بن جاتی ہیں۔
- مذکورہ بالا دو صورتوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں ہوئی بلکہ قدرتی طور پر مچھلیاں پیدا ہوگئیں یا نہر سے آ گئیں نہ ان کے جمع کرنے کا کوئی اہتمام کیا اور نہ ان کے روک دینے کا کوئی انتظام کیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ پکڑنے سے قبل مچھلی کسی کی ملک نہ ہوگی۔

تالاب میں مچھلی کی بیع کا جواز وعدم جواز

جن صورتوں میں مچھلی داخل ملک ہی نہیں ہوئی اس میں تو پکڑے بغیر مچھلی کی بیع کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے اور جن صورتوں میں داخل ملک ہوگئی اس میں دیکھنا چاہیے۔ اگر پکڑنے کے لیے کچھ حیلہ وتدبیر کی ضرورت ہے تب بھی بیع جائز نہیں کیونکہ پکڑے بغیر اس کے سپرد کرنے پر قدرت نہیں اور اگر بلا کسی تدبیر کے پکڑنا آسان ہو تو بیع جائز ہے مثلاً کسی چھوٹے گڑھے یا چھوٹے سے تالاب میں ہو کہ ہاتھ ڈال کر پکڑ سکتا ہے۔

قسطوں پر خرید وفروخت

مسئلہ: قسطوں پر خرید وفروخت کی فقط اتنی صورت کہ بائع اپنا سامان خریدار کو اسی وقت دے دے جبکہ خریدار اس سامان کی قیمت یکمشت نقد نہ دے بلکہ طے شدہ قسطوں میں ادا کرے تو یہ خرید وفروخت جائز ہے۔

مسئلہ: قسطوں پر فروخت کرنے والا جب بتائے کہ نقد اتنے میں اور ادھار یعنی

قسطوں میں اتنے میں تو یہ بائع کی طرف سے بھاؤ بتائے گئے۔ اب اگر خریدار وضاحت کر دے کہ میں قسطوں پر لیتا ہوں تو یہ بیع صحیح ہوگی اور اگر خریدار نے فقط اتنا کہا کہ میں نے یہ سامان خریدا تو قیمت مجہول رہی لہٰذا بیع فاسد ہوئی۔

مسئلہ: قسطوں پر سودا کرتے وقت عام طور سے یہ شرط ذکر کی جاتی ہے کہ اگر خریدار نے ایک یا دو قسطیں بروقت ادا نہ کیں تو اس کو زائد رقم یعنی جرمانہ ادا کرنا ہوگا تو یہ شرط جائز نہیں ہے کیونکہ زائد رقم سود بنتی ہے اور سودا کرتے وقت ایسی شرط لگانے سے سودا بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: اسی طرح قسطوں پر خرید وفروخت میں یہ شرط کرنا کہ اگر تمام قسطیں ادا نہ کیں تو فروخت کیا ہوا سامان بھی واپس لیا جائے گا اور ادا شدہ قسطیں بھی ضبط کر لی جائیں گی یہ شرط فاسد ہے جس سے سودا بھی فاسد ہوتا ہے۔

مسئلہ: قسطوں پر بیع میں یہ شرط کرنا جائز ہے کہ اگر خریدار مقررہ وقت پر قسط ادا نہ کر سکا تو اس کو باقی اقساط فی الفور ادا کرنی ہوں گی۔

اگر یہ معاملہ اس طرح ہوا ہو کہ بائع نے کہا ادھار لینے کی صورت میں قیمت دس ہزار ہوگی جو ماہانہ قسطوں میں وصول کی جائے گی۔ اس صورت میں خریدار اگر وقت سے پہلے ادائیگی کر دے تو قیمت میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔

اور اگر یہ معاملہ مرابحہ کے طور پر ہوا ہو مثلاً بائع نے کہا ہو کہ یہ شے میں نے آٹھ ہزار روپے میں خریدی ہے اور ایک سو روپے ماہانہ نفع کے حساب سے یہ شے دو سال کی ماہانہ اقساط پر تمہارے ہاتھ دس ہزار چار سو میں فروخت کی، خریدار اگر کسی بھی وقت باقی قسطیں فی الفور ادا کر دے تو باقی مہینوں کا نفع ساقط ہو جائے گا۔

دین کی ادائیگی میں ایک معاملہ

مسئلہ: آج کل بعض تاجر دین موجل میں (یعنی اس دین میں جس کی ادائیگی کی تاریخ ابھی نہیں آئی) یہ معاملہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے دین کے کچھ حصے کو اس شرط پر چھوڑ دیتے

ہیں کہ مدیون باقی دین فی الحال ادا کردے۔ مثلاً زید پر خالد کا ایک ہزار روپیہ دین ہو جس کی ادائیگی دو ماہ بعد کرنی ہے۔ اب خالد زید سے کہتا ہے کہ میں سو روپے دین کے چھوڑتا ہوں بشرطیکہ تم نو سو روپے فی الحال ادا کردو۔ فقہ کی اصطلاح میں اس کو ضَعْ وَ تَعَجَّلْ (کچھ چھوڑ دو اور باقی وقت سے پہلے وصول کرلو) کا نام دیا جاتا ہے۔

یہ معاملہ ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں وہ کثیر دین کو قلیل نقد کے عوض میں فروخت کررہا ہے۔

مسئلہ: دین موجل میں کمی اگر تعجیل کے ساتھ مشروط نہ ہو اور دائن بغیر شرط کے دین کا کچھ حصہ ساقط کردے اور مدیون بغیر کسی شرط کے دین جلدی ادا کردے تو جائز ہے۔ مثلاً اوپر والی مثال میں خالد زید سے کہتا ہے کہ لو میں نے سو روپے چھوڑ دیئے اب اگر تم باقی رقم فوراً ادا کردو تو تمہاری مہربانی ہے اور زید نو سو فوراً ادا کردے تو صحیح ہے۔

مسئلہ: دین کی ادائیگی کا وقت آچکا ہو تو اس وقت اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ دائن اپنا کچھ دین چھوڑ دے اور باقی وصول کرلے۔ اسی طرح قرض جس کو لوگ عام طور سے قرض حسنہ کہتے ہیں یعنی مقروض نے قرض خواہ سے رقم وصول کی ہو اس میں بھی ایسا ہوسکتا ہے۔

شیئرز (Shares) کی حقیقت

اولاً تو یہ شرکت املاک ہے اور پھر عقد اجارہ ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب ایک کمپنی قائم کی جاتی ہے تو ابتدائً چند سرمایہ دار (جو ترقی دینے والے حصہ دار کہلاتے ہیں) ایک سکیم مرتب کرکے اور قواعد وضوابط متعین کرکے متعلقہ سرکاری محکمہ سے اپنی رجسٹریشن کراتے ہیں۔ اسی طرح کسی معتبر بینک سے یہ ضمانت حاصل کی جاتی ہے کہ اگر (عوام سے) پیش کردہ حصص پر سرمایہ فراہم نہ ہو سکے تو بینک اتنے اتنے حصے خریدنے کو تیار ہے۔ رجسٹریشن کے بعد اشتہار کے ذریعے کمپنی میں شیئرز (حصص) کی صورت میں شرکت کی کھلی اور عمومی پیشکش کی جاتی ہے۔ کبھی پہلے سے موجود کمپنی بھی اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لیے عوام کو سرمایہ کاری

کی کھلی پیشکش کرتی ہے خواہشمند لوگ اپنی اپنی قوت کے مطابق کم یا زیادہ حصے خریدتے ہیں۔ اس طرح سے حصص کے خریداروں اور ابتدائی سرمایہ کاری کرنے والوں کا سرمایہ مل کر مشترکہ ہو جاتا ہے اور شرکت املاک کی صورت بن جاتی ہے۔ بظاہر تو یہ حصص کی خرید ہوتی ہے لیکن درحقیقت یہ مختلف لوگوں کا اپنے سرمایہ کو اکٹھا کرنے کی صورت ہے۔

کمپنی کے ڈائریکٹران اس سرمایہ میں کاروبار کرتے ہیں اور اس کام پر اجرت وصول کرتے ہیں جو کمپنی کے اخراجات کی مد میں شمار ہوتی ہے۔ تمام اخراجات نکال کر جو نفع ہوتا ہے وہ شیئر ہولڈرز (یعنی اصحاب حصص) پر ان کے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جاتا ہے کہ سرمایہ کو مثلاً دس دس روپے کے حصص کی صورت میں لیا جاتا ہے اور نفع کو کل حصص پر تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ کمپنی کے ڈائریکٹران کمپنی کے لیے اپنی جو خدمات فراہم کرتے ہیں اس پر تنخواہ یا اجرت وصول کرتے ہیں اور اپنے سرمایہ پر فی حصہ نفع میں دوسرے حصہ داروں کے ساتھ مساوی طور پر شریک ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ شرعاً اجارہ (یعنی اجرت پر کام کرنے) کی صورت ہے اور اگرچہ عرف عام میں اس کو شرکت کہا جاتا ہے لیکن شرعی نقطہ نگاہ سے یہ معاملہ شرکت کا نہیں بلکہ اجارہ کا ہے۔

شیئرز کی خرید وفروخت کا حکم

کمپنیوں میں عام طور سے دو خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

- ڈائریکٹران وغیرہ کی اجرتیں مجہول ہوتی ہیں، یعنی معاملہ کرتے ہوئے علم نہیں ہوتا کہ وہ کتنی اجرت وصول کریں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی بنیادی تنخواہیں متعین ہوتی ہیں۔ لیکن ان کے بھتوں اور (Allowances) (الاؤنسز) کی مقدار پہلے سے متعین نہیں ہوتی، حالانکہ یہ بھی اجرت ہی کا حصہ ہیں۔ لہٰذا ان کی مقدار کے مجہول ونامعلوم رہنے سے کل تنخواہ واجرت مجہول رہ جاتی ہے جو عقد اجارہ کے صحیح ہونے کے منافی ہے اور مشاہدہ سے معلوم ہوا کہ

یہ جہالت اتنی معمولی بھی نہیں ہوتی کہ اس کو نظر انداز کیا جا سکے۔

- کمپنی کے ڈائریکٹران اور اصحاب حصص کے درمیان جو عقد اور اجارہ طے پاتا ہے اس میں ایک شرط فاسد بھی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ کمپنی کے ڈائریکٹران کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ کمپنی کے لیے قرضہ لے سکتے ہیں اور اس پر سودا کر سکتے ہیں یہ بات چونکہ ڈائریکٹران کے اختیارات کے بیان میں اور کمپنی کے میمورنڈم آف ایسوسی ایشن (Memorandum of Association) میں مذکور ہوتی ہے لہٰذا جب کوئی شخص کمپنی کے شیئرز خریدتا ہے تو وہ اس شرط کو تسلیم کرتے ہوئے خریدتا ہے اور چونکہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے لہٰذا فاسد ہے جس سے عقد اجارہ فاسد ہوجاتا ہے۔

مزید دو مفاسد

- کمپنی جو سود کی ادائیگی کرے گی چونکہ وہ شیئر ہولڈرز کی جانب سے ہوگی لہٰذا ان پر بھی سود دینے کی معصیت لازم آئے گی۔
- اگر کوئی شیئرز ہولڈر یہ چاہے کہ ان خرابیوں سے بچنے کے لیے اپنے حصص واپس کر دے تو وہ کمپنی کو تو حصص واپس نہیں کر سکتا، یعنی دوسرے لفظوں میں وہ کمپنی سے اپنا عقد اجارہ ختم نہیں کر سکتا بلکہ اس کے پاس فقط ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ اپنے حصص کسی اور کے ہاتھ فروخت کرے اور وہ خریدار کمپنی کے ڈائریکٹران کے ساتھ فاسد اجارہ کرے۔ گویا معصیت سے نکلنے کی بس یہی صورت ہے کہ کسی دوسرے کو اس معصیت میں مبتلا کر دے۔

حاصل حکم

ان مذکورہ خرابیوں کی صورت میں شیئرز کی خرید و فروخت ناجائز ہے البتہ اگر کہیں یہ خرابیاں نہ ہوں تو پھر جائز ہے۔

جس کے پاس حرام مال ہو یا حرام طریقے سے کمایا ہو

حرام طریقے سے مال کمانا حرام ہے لہٰذا ایسے ناجائز ذرائع مثلاً بینک اور انشورنس کی ملازمت یا فلم، ٹیلی وژن، تصویر سازی، ویڈیو اور گانے بجانے کے آلات کے ذریعے مال حاصل کرنے کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اگر کسی نے مذکورہ بالا حرام ذرائع سے یا رشوت یا غصب یا سود کے ذریعے سے مال حاصل کر ہی لیا ہو تو ضروری ہے کہ وہ مال اصل مالک کو واپس کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو ثواب کی نیت کے بغیر اس کو صدقہ کر دے اور اگر بالفرض اس کو اپنی ضرورت میں خرچ کر لیا ہو تو اتنی ہی رقم صدقہ کرنا اس پر لازم رہے گا۔

مسئلہ: اگر کسی کے پاس حرام پیسے ہوں اور وہ دکاندار کے پاس آ کر کہتا ہے کہ ان پیسوں کے عوض مجھے یہ سامان دے دو تو خریدا ہوا مال بھی حرام ہوگا۔ اسی طرح اگر اس نے وہ پیسے اولاً دکاندار کو دیئے اور پھر دکاندار سے ان کے عوض کوئی سامان خریدا تو خریدا ہوا مال حرام ہوگا کیونکہ ان صورتوں میں صراحت کی وجہ سے خریدا ہوا سامان حرام مال کا بدل بنا، لہٰذا حرام ہوا۔

البتہ چونکہ آجکل حرام کی کثرت ہے اس لیے یہ گنجائش ہے کہ اگر پیسوں کی طرف اشارہ کئے بغیر دکاندار سے سامان خریدے اور پھر وہ پیسے قیمت کے طور پر دے دے تو خریدا ہوا سامان خریدار کے لیے حرام نہ ہوگا اور دکاندار کے لیے اس کی دی ہوئی قیمت حرام نہ ہوگی کیونکہ جب خریدار نے حرام مال کی صراحت نہیں کی تو سودا خریدار کے ذمے قرض کے بدلے میں ہوا ہے، البتہ گاہک کے ذمے ہوگا کہ وہ قیمت کے بقدر اور مال صدقہ کرے۔ مثلاً ایک شخص نے رشوت میں سو روپے لیے اور دکاندار سے ان روپوں کے ذکر کے بغیر یا ان کی طرف اشارہ کئے بغیر پھل خریدا۔ اور وہ سو روپیہ اس پھل کی قیمت میں دے دے۔ تو گنجائش کی وجہ سے یہ پھل اس کے لیے حرام نہ ہوگا لیکن اس کے ذمے ہوگا کہ وہ جائز طریقے سے مزید سو روپے حاصل کر کے ان سو روپوں کے بدلے میں صدقہ کرے۔

اسی طرح اگر کسی نے دوسرے کی جائز ملازمت کی جس سے دوسرے کی کسی برائی

کی اعانت نہ ہوتی ہو اور دوسرے نے حرام روپیہ سے اس کو اجرت دی تو ملازم کے لیے اجرت لینا جائز ہے لیکن مالک پر لازم ہوگا کہ اس نے جتنی اجرت دی ہے اس کے بقدر جائز آمدنی میں سے صدقہ کرے۔

بیع بالوفا

اس کی مختلف صورتیں ہیں:

۱۔ زید اپنی زمین بکر کے ہاتھ اس شرط سے فروخت کرے کہ جب وہ بکر کو قیمت واپس کرے گا تو بکر اس کو زمین واپس کر دے گا۔

۲۔ زید اپنی زمین بکر کے ہاتھ فروخت کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ میں نے یہ زمین تمہارے ہاتھ اس قرض کے عوض فروخت کی جو تمہارا میرے ذمہ میں واجب ہے اس شرط سے کہ جب میں تمہارا قرض اتار دوں تو یہ زمین میری ہوگی۔

بیع بالوفاء اصول شرعیہ کے لحاظ سے ناجائز ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشروط بیع سے منع فرمایا ہے۔ مگر چونکہ مشروط بیع کے ناجائز ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بعض صورتوں میں مشروط بیع جائز ہے۔ اس لیے فقہائے متاخرین نے ضرورت کی وجہ سے بیع بالوفاء کو جائز کہا تا کہ اس طرح سود سے بچ جائے اور اس کی بہتر صورت وہ یہ بتاتے ہیں:

۳۔ زید بکر کے ہاتھ اپنی زمین فروخت کرے اور ایجاب و قبول میں مذکور شرط نہ لگائے۔ ایجاب و قبول ہو جانے کے بعد زید بکر سے علیحدہ سے مستقل وعدہ لے لے کہ ایک مدت کے بعد جب میں تم کو قیمت واپس کروں تو تم یہ زمین مجھے واپس دے دینا یا مجھے واپس فروخت کر دینا۔

متقدمین فقہاء کے نزدیک تو یہ تیسری صورت بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے اصل مقصود یہ ہے کہ بائع کو قرض مل جائے یا قرض پہلے سے ہو تو مہلت مل جائے۔ اور چونکہ قرض یا مہلت بغیر نفع لیے کوئی نہیں دے رہا اس لیے بیع کا تو محض نام ہے صرف

اس غرض سے کہ مرہون زمین کے منافع خریدار یعنی قرض دینے والے کے لیے جائز ہو جائیں اور اگر بیع بھی کہا جائے تب بھی یہ شرط فاسد کے ساتھ مشروط ہے اور اگرچہ لفظوں میں اس معاہدہ کو بیع کے ایجاب وقبول سے جدا کر دیا گیا ہے تاہم جانبین کا مقصود تو یہی ہے کہ بیع میں یہ شرط داخل رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشتری اگر وعدہ خلافی کرے تو آپس میں جھگڑا پڑ جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ راجح اور صحیح اصول مذہب کی بناء پر حکم یہی ہے کہ یہ صورت ناجائز ہے البتہ اگر صحیح معنی میں اضطرار ہو تو بعض متاخرین کے فتوے پر عمل کی گنجائش نکل سکتی ہے کیونکہ یہ مسلم ضابطہ ہے کہ لاچاریاں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔ مگر اضطرار اور لاچاری صرف بائع یعنی مالک زمین کے حق میں متصور ہو سکتا ہے مشتری یعنی روپے والے کو کوئی لاچاری نہیں ہے کہ وہ اس قسم کا معاملہ کرے۔ (امداد الفتاوی و امداد الاحکام)

بیع عینہ

اس کی دو بڑی ممکنہ صورتیں اور چند ذیلی صورتیں ہیں:

۱۔ زید نے بکر سے ایک ہزار روپے قرض مانگے۔ بکر نے کہا میں تمہیں قرض نہیں دیتا البتہ وہ سامان جس کی نقد قیمت ایک ہزار ہے تمہارے ہاتھ بارہ سو روپے میں ادھار فروخت کرتا ہوں۔ تم اس کو ایک ہزار روپے میں فروخت کر کے اپنا کام چلاؤ۔ زید اس پر راضی ہو کر بکر سے سامان بارہ سو میں ادھار خریدتا ہے۔ اب آگے اس میں تین ذیلی صورتیں بنتی ہیں:

(الف) زید وہ مال خود بکر کے ہاتھ ایک ہزار روپے میں نقد فروخت کرتا ہے۔

(ب) باہمی تجویز سے زید وہ مال ایک تیسرے شخص خالد کے ہاتھ ایک ہزار روپے میں فروخت کرتا ہے اور پھر خالد سے بکر ایک ہزار روپے میں نقد خرید لیتا ہے۔ بکر خالد کو قیمت کے ایک ہزار روپے دیتا ہے اور خالد زید کو ادا کر دیتا ہے۔ اس طرح سے زید

کو ایک ہزار روپے مل جاتے ہیں اور بکر کے اس کے ذمہ بارہ سو روپے بن جاتے ہیں۔

یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں اور یہی وہ صورتیں ہیں جن کے بارے میں امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بیع کا میرے دل پر ایسا بوجھ ہے جیسے پہاڑوں کا، یہ ایک مذموم معاملہ ہے جو سود خوروں نے گھڑ لیا ہے۔

(ج) زید وہ مال ایک تیسرے شخص کو نقد ہزار روپے میں فروخت کر دے۔ اس تیسرے شخص سے بکر کا خریدنا طے نہ ہو۔

یہ صورت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اور غالباً امام محمدؒ کے نزدیک بھی ایسے ہی ہے کیونکہ سامان جب تک پہلے بائع کے پاس لوٹ کر نہ آئے اس کو عینہ نہیں کہا جاتا۔

۲۔ زید نے بکر سے قرض نہیں مانگا بلکہ براہ راست اس سے کوئی شے ادھار پر بارہ سو روپے میں خریدی۔ آگے اس کی دو ذیلی صورتیں بنتی ہیں:

(الف) زید نے وہی شے بکر کے ہاتھ ایک ہزار میں نقد فروخت کی۔ یہ صورت ناجائز ہے اگرچہ شے کی قیمت گر بھی گئی ہو۔

(ب) زید نے وہی شے خالد کے ہاتھ ایک ہزار روپے میں نقد فروخت کی اور بکر نے خالد سے خریدنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔ یہ صورت جائز ہے۔

سٹہ

ایک شکل یہ ہے کہ مثلاً ایک مہینے کے ادھار پر سونے کی ایک مخصوص مقدار مثلاً دس تولے کا سودا کر لیا جاتا ہے۔ خریدار سونے پر قبضہ نہیں کرتا۔ جب قیمت کی ادائیگی کی تاریخ آتی ہے تو سونے کے اس دن کے نرخ کو دیکھ لیا جاتا ہے۔ خرید کے دن اور ادائیگی کے دن کے سونے کے نرخوں میں جو فرق (Difference) ہوتا ہے اس کی ادائیگی کر دی جاتی ہے۔ مثلاً خرید کے دن سونے کا نرخ پانچ ہزار روپے تولہ تھا۔ ادائیگی کے دن پانچ ہزار ایک سو روپے تولہ ہو گیا تو خریدار بائع سے ایک سو روپے فی تولہ کے حساب سے ایک ہزار روپے وصول کر لے گا اور اگر نرخ گر کر چار ہزار نو سو رہ گیا تو

خریدار بائع کو ایک ہزار روپے دے گا۔

نہ تو مشتری سونے پر قبضہ کرتا ہے اور نہ ہی بائع قیمت پر قبضہ کرتا ہے بس نرخ میں کمی بیشی سے جو فرق (Difference) آتا ہے اس کا لین دین کر لیتے ہیں۔

کاروبار کی یہ شکل بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

اسی طرح کا سٹہ سٹاک ایکسچینج یا دوسری کمپنیوں کے ذریعے دیگر اجناس میں بھی ہوتا ہے۔ ایسے سودے کو جس میں سامان پر قبضے کے لیے کوئی آئندہ تاریخ مقرر ہو جاتی ہے، انگریزی میں (Future Sale) کہتے ہیں۔ اس میں عام طور سے جنس کا لینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ قبضے کی تاریخ سے پیشتر ہی یا اس تاریخ پر بائع سے واپس سودے کا معاملہ کر لیتے ہیں اور نفع یا نقصان برابر کر لیتے ہیں۔ مثلاً یکم دسمبر کو معاملہ طے ہوا کہ یکم جنوری کو ایک لاکھ روپے کے عوض کپاس کی سو گانٹھیں دینی ہوں گی۔ مدت پوری ہونے کے وقت اگر قیمت ایک لاکھ دس ہزار ہوگئی تو بائع خریدار کو دس ہزار روپے دے کر معاملہ صاف کرلے گا اور اگر اس وقت قیمت نوے ہزار ہوگئی تو بائع خریدار سے دس ہزار لے کر معاملہ صاف کرلے گا۔

یہ بھی بالکل ناجائز شکل ہے۔

۞۞۞

باب ۳۰

حقوق کی اقسام اور ان کے احکام

حقوق خواہ شریعت سے ثابت ہوں یا عرف ورواج سے، ان کی دو بڑی قسمیں ہیں:

- وہ حقوق جو محض دفع ضرر کے لیے ہوں مثلاً حق شفعہ اور بیوی کی باری کا حق۔ یہ اصالتاً ثابت ہونے والا حق نہیں ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ بائع اور خریدار نے باہمی رضامندی سے جب غیر منقولہ جائیداد کی بیع کی تو کسی تیسرے شخص کو ان دونوں کے درمیان مداخلت کا حق حاصل نہیں لیکن شریعت نے شریک جائیداد، شریک حقوق جائیداد اور پڑوسی کو دفع ضرر کے لیے حق شفعہ دیا ہے۔ اسی طرح شوہر کی باری میں بیوی کا حق شریعت نے اس سے دفع ضرر کے لیے مقرر کیا ہے ورنہ شوہر کو اختیار ہوتا کہ اپنی کسی بھی بیوی سے جب چاہے متمتع ہو اور اس کے ساتھ رات گزارے۔

ان حقوق کا حکم یہ ہے کہ کسی طور سے ان کا عوض لینا جائز نہیں، نہ فروختگی کے ذریعہ اور نہ صلح ودستبرداری کے ذریعہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب صاحب حق اپنا حق کسی دوسرے کو دینے پر راضی ہوگیا تو یہ ظاہر ہوگیا کہ اس کے حق نہ ہونے سے اسے کوئی ضرر لاحق نہیں ہوگا۔ اور جب ضرر ثابت نہیں تو اس کو دفع کرنے کا حق بھی نہ ہوگا کہ جس کا عوض لیا جا سکے۔

- وہ حقوق جو دفع ضرر کے لیے نہیں ہیں بلکہ اصالتاً ثابت ہیں۔ ان کی پھر مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

۱ وہ حقوق جو فی الحال ثابت نہیں بلکہ مستقبل میں متوقع ہیں مثلاً مورث کی زندگی میں حق وراثت۔ ایسے حقوق کا عوض لینا کسی صورت میں جائز نہیں۔

۲ وہ حقوق جو فی الحال ثابت ہیں۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں:

(i) وہ حقوق جو ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہونے کے لائق نہیں ہیں مثلاً حق قصاص اور شوہر کا بیوی کے ساتھ نکاح باقی رکھنے کا حق۔

ایسے حقوق کا بیع کے طریقے پر توعوض لینا جائز نہیں ہے لیکن ان پر (یعنی قصاص وغیرہ میں) مال کے بدلے میں صلح کرنا یا دستبردار ہونا اور نکاح میں مہر کے عوض خلع کرنا جائز ہے۔

(ii) وہ حقوق جو ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوسکتے ہیں یہ مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) وہ حقوق جو اشیاء کے ساتھ وابستہ ہیں اور دائمی منافع سے عبارت ہیں مثلاً راستے میں چلنے کا حق (یعنی حق مرور) اور کھیتی کے لیے پانی لینے کا حق (حق شرب) اور پانی کی نکاسی کا حق (حق تسییل)۔

ایسے حقوق کی خرید وفروخت جائز ہے۔ اسی طرح حق تعلی یعنی اوپر کی منزل کے حق کی خرید وفروخت بھی جائز ہے کیونکہ جب نچلی منزل قائم ہوتو اوپر کی منزل کا تعلق نچلی منزل کی چھت کی اوپری سطح سے ہوتا ہے۔

(ب) حق وظیفہ یعنی اوقاف میں موت تک کی ملازمت مثلاً مسجد کے امام یا موذن وغیرہ کو اس ملازمت پر باقی رہنے کا اور زندگی بھر عقد اجارہ باقی رکھنے کا حق۔

اس حق کی بیع اگرچہ جائز نہیں لیکن مال کے بدلے میں اس سے دستبرداری جائز ہے۔

(ج) وہ حقوق جو کسی مباح الاصل چیز پر کسی کا پہلے قبضہ کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً افتادہ بنجر زمین میں نشانات لگانے کے بعد اسے قابلِ کاشت بنانے اور ملکیت میں لینے کا حق۔ اس کو حق اختصاص کہتے ہیں۔

ایسے حقوق کی بیع جائز نہیں البتہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مال کے بدلے میں ان سے دستبرداری جائز ہے۔

تنبیہ: بیع اور دستبرداری میں یہ فرق ہے کہ بیع کے ذریعہ وہ حق بعینہٖ مشتری کی طرف منتقل ہوجاتا ہے جبکہ دستبرداری کی صورت میں حق منتقل نہیں ہوتا بلکہ صاحب حق کی

مزاحمت ختم ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہہ دیتا ہے کہ (میں تو دستبردار ہوتا ہوں اور) تم کوشش کر کے اس حق کو حاصل کر لو۔

● تجارتی نام (Trade Name) اور (Trade Mark) کی بیع

کوئی نام اور کوئی نشان استعمال کرنے کا حق ہر شخص کو حاصل ہوتا ہے۔ کوئی کمپنی جب کسی نام یا نشان کی اپنے حق میں رجسٹریشن کراتی ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ کوئی اور شخص یا کمپنی اس نام اور نشان کا استعمال نہ کرے تا کہ یہ موہوم نقصان سے محفوظ رہے۔ رجسٹریشن کرانے سے اس کو نام ونشان کے استعمال کا حق حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے حاصل ہے بلکہ اس کے ذریعہ سے دوسروں کو اس کے استعمال سے روک دیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ دوسروں پر پابندی لگوانے کا حق ہے جو بزعم خویش دفع ضرر کے لیے ہوتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسی بھی صورت میں عوض نہیں لے سکتے خواہ بیع ہو یا دستبرداری کی صورت ہو۔

● Copyrights (کاپی رائٹ)

کسی شخص کو کسی شے کی ایجاد یا طباعت میں پہل کرنے کی وجہ سے اس شے کی صنعت یا طباعت کا اس طرح سے حق حاصل ہونا کہ دوسرے اس کی صنعت یا طباعت سے روک دیئے جائیں۔ ایسے حق کو کاپی رائٹ کہتے ہیں۔ حکومت پہل کرنے والے کو کاپی رائٹ کا حق اس لیے دیتی ہے کہ پہل کرنے والا اپنی جانب میں یہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کی صنعت یا طباعت سے اس کی آمدنی میں کمی آئے گی جو اس کا نقصان ہے۔ اس موہوم نقصان کو دفع کرنے کے لیے وہ حکومت سے کاپی رائٹ کے لیے درخواست کرتا ہے۔

♦ عام حالات میں کاپی رائٹ کے تحت دوسروں پر پابندی لگوانی جائز نہیں۔ البتہ بعض خصوصی حالات میں مثلاً طباعت کی صورت میں اگر کوئی طابع پہلے کو محض نقصان پہنچانے اور تنگ کرنے کے لیے فقط خرچہ کی قیمت یا اپنا نقصان کر کے

خرچ سے بھی کم قیمت پر کتاب بازار میں لانے کا اعلان کرتا ہے جبکہ پہلا طابع اس کو واجبی نفع پر فروخت کر رہا ہے تو حکومت دوسرے پر پابندی لگا سکتی ہے اور پہلا طابع دوسرے پر پابندی لگوا سکتا ہے۔

- کاپی رائٹ یا حق تصنیف یا حق طباعت پر کسی طرح سے بھی اجرت یا عوض لینا جائز نہیں ہے نہ بیع کی صورت میں نہ صلح کی صورت میں اور نہ ہی دستبرداری کی صورت میں۔
- مصنف اگر خود طباعت و اشاعت نہیں کر سکتا تو دیگر طریقوں سے وہ اپنی کتاب کا فائدہ حاصل کر سکتا ہے مثلاً

(الف) مسودہ کسی ناشر کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے۔

(ب) مصنف کسی ناشر کے ساتھ شرکت عنان کا معاملہ کر سکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ مصنف اپنا مسودہ ناشر کے ہاتھ مناسب قیمت پر فروخت کر دے اور اس قیمت کو اپنی طرف سے شرکت میں اپنا راس المال بنا دے اور نفع کی باہمی تقسیم کی شرح طے کر لے۔ یہ شرکت صرف اس کتاب سے متعلق ہو سکتی ہے۔

- طابع اول نے جس ڈیزائننگ اور خاص طرز کتابت وطباعت کو اختیار کیا ہے دوسرا کوئی طابع و ناشر اس کو نقل نہ کرے بلکہ اپنے لیے جدا طرز اختیار کرے۔ اس کے لیے اول کی نقل کرنا شرعاً منع ہوگا کیونکہ اس سے طابع اول کو نقصان پہنچ سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ وہ پہلے طبع کی نقل اور فوٹو لے کر کم خرچ پر کتاب چھاپ سکتا ہے اور اگر دوسرا طابع پہلے کی فوٹو نہیں لیتا لیکن بعینہٖ اسی طرح کتاب اور ڈیزائننگ کراتا ہے تو اس طریقے سے طابع اول اور گاہک کو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔

رائلٹی (Royalty) کی شرعی حیثیت

- یا تو یہ حق طباعت کا معاوضہ ہو تو جیسے اوپر ذکر ہوا یہ جائز نہیں ہے۔
- اور یا یہ مسودہ کی قیمت ہو۔ عام طور سے جو طریقہ رائج ہے کہ ناشر جتنی مرتبہ بھی

طبع واشاعت کرے گا ہر مرتبہ اتنی فیصد کتب یا ان کی قیمت مصنف کو دے گا تو اس میں مسودہ کی قیمت مجہول رہتی ہے اور یہ جہالت ایسی نہیں جو کسی نزاع کا باعث نہ بنے کیونکہ طابع و ناشر کی مرضی پر دارومدار ہوگا کہ وہ آئندہ کتاب چھاپتا ہے یا نہیں اور اگر چھاپتا ہے تو کب اور کتنی چھاپتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مصنف کی مرضی ناشر کی مرضی کے موافق نہ ہو۔

اگر یہ کہیں کہ مصنف اگر راضی نہ ہو تو وہ ناشر کو مزید ایڈیشن نکالنے کی اجازت نہ دے تو جواب یہ ہے کہ اس صورت میں رائلٹی کو مسودہ سے نفع اٹھانے کی اجرت سمجھنا پڑے گا حالانکہ یہ ممکن نہیں کیونکہ اول تو کتاب اجارہ (کرایہ) پر دینا جائز نہیں۔ علاوہ ازیں ناشر کے لیے ایک مرتبہ کا نفع اٹھانا کافی ہے۔ اپنی کتاب ایک دفعہ چھاپنے کے بعد وہ اصل مسودہ سے مستغنی ہوجاتا ہے اور آئندہ طباعت میں اس کو اس کی ضرورت نہیں رہتی جبکہ رائلٹی ہر طباعت پر وصول کی جاتی ہے۔غرض رائلٹی کی مروجہ صورتیں کسی طرح بھی جائز نہیں ہیں۔

● تجارتی لائسنس

اس لائسنس کی حقیقت یہ ہے کہ موجودہ دور میں اکثر ممالک اس بات کی اجازت نہیں دیتے کہ حکومتی لائسنس کے بغیر سامان درآمد یا برآمد کیا جائے۔ ایک عمومی پابندی کی حالت میں کسی کو لائسنس مل جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو درآمد برآمد کرنے کا حق حاصل ہوگیا جو اس کو اصالۃً حاصل ہوا ہے۔

اگر لائسنس کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام ہو اور قانون دوسری کمپنی کی طرف اس کی منتقلی کی اجازت نہ دیتا ہو تو ایسے لائسنس کی بیع جائز نہیں۔

البتہ اگر لائسنس کھلا ہو کسی مخصوص فرد یا مخصوص کمپنی کے نام نہ ہو یا ہو تو کسی مخصوص نام پر لیکن دوسرے کو منتقل کرنے کی قانون میں اجازت ہو تو عرف و رواج ہونے کی وجہ سے اس کو فروخت کیا جاسکتا ہے۔

● مکانوں اور دکانوں کی پگڑی

پگڑی کسی مکان یا دکان میں حق قرار کا نام ہے۔ بسا اوقات مالک مکان یا مالک دکان اپنا مکان یا دکان طویل مدت کے لیے کرایہ پر دیتا ہے اور کرایہ دار سے کرایہ داری طے کرتے وقت ماہانہ یا سالانہ کرایہ کے علاوہ ایک بڑی رقم یکمشت لیتا ہے۔ کرایہ دار یکمشت رقم دے کر اس بات کا حقدار ہوجاتا ہے کہ کرایہ داری طویل مدت تک جب تک خود مالک کو دکان کی ضرورت نہ ہو قائم رکھے۔ پھر بسا اوقات کرایہ دار اپنا حق کسی دوسرے کرایہ دار کی طرف منتقل کردیتا ہے اور اس سے اس وقت کے مطابق رقم لیتا ہے۔ مالک اگر کرایہ دار سے مکان یا دکان واپس لینا چاہے تو اس کو بھی کرایہ دار کو اتنی رقم ادا کرنی ہوتی ہے جس پر دونوں راضی ہوں۔

اس یکمشت لیے جانے والی رقم کو پگڑی یا سلامی کہتے ہیں۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اس لیے کہ یہ رشوت ہے کیونکہ جب ماہانہ کرایہ پر دکان لی اور اجارہ کی کوئی مدت طے نہیں کی تو مالک دکان کو اختیار اور حق ہے کہ وہ کسی بھی مہینے کرایہ دار سے دکان خالی کرنے کا مطالبہ کرے اور اگر کسی مدت کے لیے لی ہو تو اس کے پورا ہونے پر خالی کرنے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اس میں کرایہ دار کا ضرر اور نقصان ہوتا ہے۔ اس ضرر اور نقصان سے بچنے کے لیے اور مالک دکان کے حق واختیار میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لیے پگڑی دی جاتی ہے۔ اور ایسا حق جو دفع ضرر کے لیے ہو اس پر کسی بھی صورت میں عوض لینا جائز نہیں ہے۔

پگڑی لینے کی ایک جائز صورت یہ ہے کہ دکان کا مالک دکان کی زمین اپنی ملکیت میں رکھے اور صرف عمارت کو کرایہ دار کے ہاتھ فروخت کردے۔ عمارت کی فروخت پر اکٹھی رقم مل جائے گی اور زمین کا ماہانہ کرایہ وصول ہوتا رہے گا۔ لیکن اس صورت میں دکان کا مالک مارکیٹ ریٹ کے مطابق زمین کا کرایہ لیتا رہے گا دکان کو خالی نہیں کرا سکتا اور اگر کرایہ دار دکان کی عمارت کو آگے فروخت کرے تو مالک کو اس میں سے کچھ

حصہ نہ ملے گا۔ البتہ باہمی رضا مندی سے مالک زمین بھی عمارت کو مارکیٹ ریٹ پر خرید سکتا ہے۔

ذخیرہ اندوزی

جس ذخیرہ اندوزی سے انسانوں کی غذائی اجناس اور چوپایوں کے چارے میں قلت پیدا ہوجائے یا مہنگائی ہوجائے اور اس طرح شہر والوں کو نقصان اور ضرر ہوتا ہو تو وہ ذخیرہ اندوزی بالاتفاق ناجائز ہے۔

غذائی اجناس کے علاوہ دیگر اشیاء میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ذخیرہ اندوزی جائز ہے لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کسی بھی چیز میں ذخیرہ اندوزی ناجائز ہے۔

باب ۳۱

اصل دام پر نفع لے کر (مرابحہ سے) یا دام کے دام پر (تولیہ سے) بیچنے کا بیان

۱۔ ایک چیز زید نے ایک سو روپے کی خریدی تھی تو اب اپنی چیز میں زید کو اختیار ہے چاہے ایک سو روپے ہی میں بیچے اور چاہے پانچ سو یا ہزار روپے میں بیچے اس میں کوئی گناہ نہیں۔

۲۔ اگر معاملہ اس طرح طے ہوا کہ زید نے کہا دس پیسہ روپیہ یعنی دس فیصد نفع رکھ کر ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس پر تم نے کہا کہ اچھا ہم نے دس فیصد نفع کے ساتھ بیچا تو اب تمہارے لیے اس سے زیادہ نفع لینا جائز نہیں۔ یا یوں طے ہوا کہ جتنے میں خریدا ہے اس پر چار روپے نفع لے لو۔ اب بھی ٹھیک دام بتا دینا واجب ہے اور چار روپے سے زیادہ نفع لینا درست نہیں اس طرح کے سودے کو مرابحہ کہتے ہیں۔

۳۔ اسی طرح اگر تم نے کہا کہ یہ چیز ہم تم کو خرید کے دام پر دیں گے کچھ نفع نہ لیں گے۔ تو اب کچھ نفع لینا درست نہیں۔ خرید ہی کے دام ٹھیک بتانا واجب ہے اور اس طرح کے سودے کو تولیہ کہتے ہیں۔

مسئلہ: کوئی سودا یوں کیا کہ تم نے بائع سے کہا پانچ پیسے روپیہ کے نفع پر (یعنی پانچ فیصد نفع پر) میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس نے کہا کہ اچھا میں نے اتنے ہی نفع پر بیچا۔ یا تم نے کہا کہ جتنے میں لیا ہے اتنے ہی دام پر میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے کہا اچھا تم وہی دے دو نفع کچھ نہ دینا لیکن اس نے ابھی یہ نہیں بتایا کہ یہ چیز کتنے کی خریدی ہے تو دیکھو اگر اسی جگہ اٹھنے سے پہلے وہ اپنی خرید کے دام بتا دے تب تو یہ بیع صحیح ہے۔ اور اگر اسی جگہ نہ بتائے بلکہ یوں کہے آپ لے جایئے حساب دیکھ کر بتائیں گے یا اور کچھ کہا تو وہ بیع فاسد ہے۔

مسئلہ: لینے کے بعد معلوم ہوا کہ بائع نے چالاکی سے اپنی خرید غلط بتائی ہے اور نفع وعدہ سے زیادہ لیا ہے تو خریدنے والے کو دام کم دینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ اگر خریدنا منظور ہے تو وہی دام دینا پڑیں گے جتنے میں بائع نے بیچا ہے۔ البتہ یہ اختیار ہے کہ اگر لینا منظور نہ ہو تو واپس کر دے۔ اور اگر خرید کے دام پر بیچ دینے کا کہا تھا اور یہ وعدہ تھا کہ نفع نہ لیں گے پھر اس نے اپنی خرید غلط اور زیادہ بتائی تو جتنا زیادہ بتایا ہے اس کے لینے کا حق نہیں ہے لینے والے کو اختیار ہے کہ فقط خرید کے دام دے اور جو زیادہ بتایا وہ نہ دے۔ مرابحہ اور تولیہ میں اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ تولیہ میں اگر بائع کی بتائی ہوئی زائد قیمت پر سودے کو جائز قرار دیں تو وہ تولیہ نہیں رہتا جبکہ مرابحہ میں خیانت کی صورت میں وہ بیع مرابحہ ہی رہتی ہے۔

مسئلہ: کوئی چیز تم نے ادھار خریدی تو اب جب تک تم خریدنے والے کو یہ نہ بتا دو کہ میں نے یہ چیز ادھار لی ہے اس وقت تک اس کو مرابحہ سے بیچنا یا تولیہ سے بیچنا ناجائز ہے بلکہ بتا دو کہ یہ چیز میں نے ادھار خریدی تھی پھر اگر خریدار راضی ہو تو بیچنا درست ہے (البتہ اگر اپنی خرید کے داموں کا کچھ ذکر نہ کرو یعنی مرابحہ اور تولیہ قسم کی بیع نہ ہو بلکہ عام بیع ہو تو پھر چاہے جتنے دام پر بیچ دو، درست ہے اور ادھار خریدنے کے ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں)۔

مسئلہ: ایک کپڑا دس روپے کا خریدا۔ پھر ایک روپیہ دے کر اس کو رنگوایا یا اس کو دھلوایا یا سلوایا تو اب ایسا سمجھیں گے کہ گیارہ روپے میں اس نے خریدا ہے۔ لہٰذا اب گیارہ روپے کی اس کی اصل قیمت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے مگر یوں نہ کہے کہ میں نے گیارہ روپے میں خریدا ہے بلکہ یوں کہے کہ گیارہ روپے میں یہ چیز مجھ کو پڑی ہے تاکہ جھوٹ نہ ہونے پائے۔

مسئلہ: ایک بکری چار سو روپے کی خریدی۔ پھر مہینہ بھر تک رہی اور ایک سو روپیہ اس کی خوراک میں لگ گیا تو اب پانچ سو روپے اس کی اصلی لاگت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے۔ البتہ اگر وہ دودھ دیتی ہے تو جتنا دودھ دیا ہے اتنا گھٹا دینا پڑے گا۔ مثلاً

اگر مہینہ بھر میں پچاس روپے کا دودھ دیا ہے تو اب اصلی قیمت ساڑھے چار سو روپے ظاہر کرے اور یوں کہے کہ ساڑھے چار سو میں مجھ کو پڑی۔

مسئلہ: اسی طرح اصل قیمت میں مزدوری اور باربرداری کی اجرت اور جو چونگی ٹیکس وغیرہ ادا کیا گیا ہو اس کو بھی شامل کیا جائے گا۔

مسئلہ: مرابحہ موجل ہو یعنی ایک شخص نے ایک چیز دس روپے میں خریدی اور وہی چیز دوسرے کے ہاتھ مرابحہ کے ساتھ دس ماہ کے ادھار پر بیس روپے کی فروخت کی یعنی اس طرح کہہ کر فروخت کی کہ یہ شے مجھ کو دس روپے کی پڑی ہے اور میں نے تمہارے ہاتھ ماہانہ ایک روپیہ نفع کے حساب سے مہینے کے ادھار پر بیس روپے میں اس کو فروخت کیا یا فقط یوں کہا کہ مجھے یہ شے دس روپے میں پڑی ہے اور میں نے دس مہینے کے ادھار کی بنا پر دس روپیہ نفع لگا کر تمہارے ہاتھ فروخت کی۔

اس صورت میں اگر خریدار پانچ ماہ بعد ہی اس شے کی کل قیمت ادا کر دے یا اس کا پانچ ماہ بعد انتقال ہو جائے تو بائع صرف پانچ روپے نفع لے گا اور پانچ روپے چھوڑ دے گا یہ صورت متاخرین حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

اگر خریدار دس ماہ سے اوپر دو ماہ تاخیر کے ساتھ ادائیگی کرے تو بائع اس سے مزید دو روپے نفع نہیں لے سکے گا کیونکہ دس ماہ کے بعد مزید مہلت دینے کا بائع پابند نہیں ہے اور وہ قانون کی مدد سے خریدار سے اپنی رقم وصول کر سکتا ہے اس لیے سودا بیس روپے سے زائد نہ ہو سکے گا۔

باب ۳۲

سودی لین دین سے بچنے کا بیان

سودی لین دین کا بڑا بھاری گناہ ہے۔قرآن مجید اور حدیث شریف میں اس کی بڑی برائی اور اس سے بچنے کی بڑی تاکید آئی ہے۔حضرت رسول اللہ ﷺ نے سود دینے والے اور لینے والے اور بیچ میں پڑ کے سود دلانے والے اور سودی دستاویز لکھنے والے اور سود پر گواہ وغیرہ سب پر لعنت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ سود دینے والا اور لینے والا گناہ میں دونوں برابر ہیں اس لیے اس سے بہت بچنا چاہئے اس کے مسائل بہت نازک ہیں۔ ذرا ذرا سی بات میں سود کا گناہ ہوجاتا ہے اور انجان لوگوں کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ کیا گناہ ہوا۔

سود ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے اشیاء چار قسم کی ہیں۔ایک تو خود سونا چاندی یا ان کی بنی ہوئی چیز۔دوسرے وہ چیزیں جو تول کر یا برتن میں پیمائش کر کے بکتی ہیں جیسے اناج غلہ، لوہا، تانبہ، روئی، ترکاری وغیرہ۔تیسرے وہ چیزیں جو گز سے ناپ کر بکتی ہیں جیسے کپڑا، چوتھے وہ جو گنتی کے حساب سے بکتی ہیں جیسے انڈے، بکری، گائے، گھوڑا وغیرہ۔ان سب چیزوں کا حکم الگ الگ ہے۔

پہلی فصل: سونے چاندی اور ان کی چیزوں کا بیان

چاندی سونے کے خریدنے کی کئی صورتیں ہیں۔

۱۔ چاندی کو چاندی سے اور سونے کو سونے سے خریدا۔ جیسے چاندی کے ایک روپے سے چاندی خریدنا یا اشرفی سے سونا خریدنا۔غرض دونوں طرف ایک ہی قسم کی جنس ہے تو اس وقت دو باتیں واجب ہیں۔ایک یہ کہ دونوں طرف کی چاندی یا دونوں طرف کا سونا برابر ہو۔ دوسرے یہ کہ جدا ہونے سے پہلے ہی دونوں طرف سے لین دین ہوجائے کچھ ادھار باقی نہ رہے اگر ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کے خلاف

کیا تو سود ہو گیا مثلاً چاندی کے بنے ہوئے ایک روپے کے عوض چاندی لی تو دونوں کا وزن یکساں ہونا چاہئے۔ اگر چاندی کا روپیہ تو دے دیا لیکن اس نے چاندی ابھی نہیں دی تھوڑی دیر میں تم سے الگ ہوکر دینے کا وعدہ کیا یا اس طرح ہوا کہ تم نے ابھی چاندی کا روپیہ نہیں دیا دوسرے سے چاندی ادھار خرید کر لے لی تو یہ بھی سود ہے۔

۲۔ دونوں طرف ایک قسم کی چیز نہیں بلکہ ایک طرف چاندی ہے اور دوسری طرف سونا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وزن کا برابر ہونا ضروری نہیں چاندی کے ایک روپے کا چاہے جتنا سونا ملے جائز ہے اس طرح ایک اشرفی کی چاہے جتنی چاندی ملے جائز ہے لیکن جدا ہونے سے پہلے ہی پہلے لین دین ہو جانا کچھ ادھار نہ رہنا یہاں بھی واجب ہے۔

سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض کمی بیشی کے ساتھ بیع کے عدم جواز کی عقلی دلیل

چونکہ اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کی تخلیق کرنسی کے طور پر کی ہے لہٰذا وہ کسی بھی شکل میں ہوں ان کی کرنسی (Currency) کی حیثیت ختم نہیں ہوتی بلکہ برقرار رہتی ہے۔ اور کرنسی صرف وہ شے بن سکتی ہے جو خود مقصود بالذات نہ ہو (یعنی ذات کے اعتبار سے اس کی احتیاج نہ ہو جب کہ اور اشیاء کی ان کی ذات کے اعتبار سے احتیاج ہوتی ہے۔ سونے چاندی کے زیورات کی ضرورت بھی اصلی نہیں ہے۔ بلکہ زیورات کا استعمال عارضی ہوتا ہے اور یہی سمجھا جاتا ہے کہ ان کی اصل حقیقت کرنسی کی ہے۔ اور وہ دیگر اشیاء کی تعیین میں معیار ومیزان (Standard) کا کام دے سکے۔ علاوہ ازیں حقیقی معیار وہ ہوتا ہے جو خود بدلتا نہ ہو۔ چونکہ سونے چاندی میں یہ صفات پائی جاتی ہیں لہٰذا خرید وفروخت کے معاملات میں وہ اپنی خلقت کے اعتبار سے معیار اور وسیلہ وذریعہ ہیں۔

اگر سونے کی سونے کے عوض اور چاندی کی چاندی کے عوض بیع میں کمی بیشی کو روا رکھا جائے تو دو خرابیاں لازم آتی ہیں:

- جس شے کو ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا تھا وہ مقصود بالذات بن جاتی ہے اور یہ بات کرنسی ہونے کے منافی ہے۔
- سونے چاندی کی معیاریت اور میزانیت باقی نہیں رہتی۔

اس کا بیان یہ ہے کہ اشیاء کی مالیت کی تعیین جب ہم مثلاً چاندی سے کرتے ہیں اور ایک من گندم کی مالیت کی تعیین کی تو وہ پانچ تولے چاندی ہوئی۔ اب اگر پانچ تولے چاندی کا تبادلہ چھ تولے چاندی کے ساتھ کریں تو خود پانچ تولے چاندی چھ تولے چاندی کے مقابل اور مساوی ہوئی اور اس حساب سے ایک من گندم چھ تولے چاندی کے مساوی بھی ہوئی۔ اس طرح سے چاندی کی معیاریت ختم ہوگئی کیونکہ اب حتمی طور سے طے نہیں کرسکتے کہ ایک من گندم کی مالیت پانچ تولے چاندی ہے یا چھ تولے چاندی ہے۔ غرض جو شخص سونے چاندی میں سود کا معاملہ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور تخلیق کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوتا ہے اور معاشی نظام میں خلل کا باعث بنتا ہے۔

سونے چاندی کے زیورات کے کاروبار سے متعلق چند مسائل

مسئلہ: ایک زرگر اپنے یہاں کچھ زیور تیار کرتا ہے جس میں ۲۲ کیرٹ کا سونا لگاتا ہے۔ نگینے وغیرہ بھی لگاتا ہے پھر اس زیور کو دکاندار کے پاس بیچنے کے لیے لے جاتا ہے۔ دکاندار اس زیور کو پسند آنے پر اپنے یہاں رکھ لیتا ہے۔ پھر مزدوری تو اسی وقت یا کچھ دن بعد دے دیتا ہے اور اس زیور (جس میں نگینے وغیرہ بھی جڑے ہیں اور سونا بھی ۲۲ کیرٹ کا ہے) کے وزن کے مساوی خالص سونا کچھ دن بعد یکمشت یا قسطوں میں ادا کرتا ہے۔

یہ جاننا چاہیے کہ وہ سونا جس میں کچھ کھوٹ ملا ہو لیکن وہ کھوٹ مغلوب ہو یعنی سونے کی مقدار سے کم ہو سونے کے بدلے میں اس کی خرید و فروخت میں اس کا حکم وہی ہوتا ہے جو خالص سونے کا ہوتا ہے۔

مذکورہ صورت بیع کی ہے اجارہ کی نہیں اور چونکہ دونوں جانب سونا ہے لہٰذا ادھار ناجائز ہے۔ اس صورت کا متبادل جائز طریقہ یہ ہے کہ دکاندار زرگر سے زیور کو ادھار

روپوں میں خرید لے اور وہ قیمت پھر یکمشت یا قسطوں میں ادا کرے۔

مسئلہ: بہت سے لوگ اپنی رقم لگا کر مکمل زیورات تیار کرنے کا کام کرتے ہیں۔ ان زیورات میں اصلی جواہرات یا نقلی نگینے جڑے ہوتے ہیں۔ کچھ زیورات بغیر نگینہ کے ہوتے ہیں یعنی سادہ ہوتے ہیں۔

زیورات بنانے والے لوگ عام طور سے زیورات دکانداروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ ان کے لین دین کا مروجہ طریقہ یہ ہے کہ تمام زیورات کل وزن کی بنیاد پر فروخت کئے جاتے ہیں۔ یعنی زیور کے کل وزن کے بدلے خالص سونا لیا جاتا ہے اور مزدوری بھی وزن کے حساب سے مقرر ہوتی ہے۔ پھر عام طور سے فروخت کرنے والے کو خالص سونا اور رقم حاصل ہوتی ہے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ کل وزن کے بدلے جو خالص سونا مل رہا ہے وہ زیور میں موجود ملاوٹ شدہ سونا اس کی چھیجت اور نگینوں کی قیمت کے عوض ملتا ہے اور نقد رقم مزدوری کے بدلے مل رہی ہے۔ واضح رہے کہ مزدوری کی رقم کا تعین نگینوں کی عمدہ یا ناقص اقسام اور کام کی عمدہ بناوٹ اور خوبصورتی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

اس صورت میں پہلے تو یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ زرگر اپنا زیور دکاندار کے ہاتھ فروخت کر رہا ہے دکاندار کے سونے پر دکاندار کا مطلوبہ عمل نہیں کر رہا۔ لہٰذا مزدوری کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ حقیقت میں مزدوری نہیں ہے بلکہ زیور کی قیمت ہی کا ایک حصہ ہے۔

مثلاً پانچ تولے جڑاؤ زیور کے بدلے پانچ تولے سونا اور دو ہزار مزدوری کے نام سے جو طے ہوئے ہوں تو درحقیقت پانچ تولے جڑاؤ زیور کی قیمت پانچ تولے خالص سونا اور دو ہزار روپے ہوئی۔

اب اگر زیور جڑاؤ ہے اور نگینے جڑے ہوئے ہیں اور اس میں ملاوٹ شدہ سونا مثلاً تین تولہ ہو اور نگینوں کا وزن دو تولہ ہو بشرطیکہ دونوں طرف سے لین دین نقد و نقد ہو یا کم از کم زیور کے ساتھ ساتھ اس میں موجود ملاوٹ شدہ سونے کے وزن کے مقابل خالص سونے پر بھی قبضہ جدا ہونے سے پہلے ہوجائے تو یہ سودا صحیح ہے کیونکہ زیور میں موجود ملاوٹ شدہ سونے کے مقابلے میں اتنی مقدار میں خالص سونا ہوجائے گا اور نگینوں

کے مقابلے میں دو تولے خالص سونا اور دو ہزار روپے بن جائیں گے۔

لیکن اگر زیور سادہ ہو اور اس میں کچھ نگینے نہ جڑے ہوں تو پھر یہ معاملہ ناجائز اور سود کا بن جائے گا کیونکہ اس وقت پانچ تولے سادہ زیور کے مقابلہ میں پانچ تولے خالص سونا اور دو ہزار روپے ہوں گے۔ یہ دو ہزار روپے بلا بدل ہو کر سود بن جائیں گے۔

مسئلہ: کچھ زیورات پر مینا کاری کی جاتی ہے۔ مینا ایک خاص قسم کا رنگ دار شیشہ ہوتا ہے جس کو باریک پیس کر سونے پر چپکایا جاتا ہے اور بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ ان زیورات کے لین دین میں بھی پورے وزن کے بدلے سونا دیا جاتا ہے یعنی مینا کا وزن کاٹ کر نہیں دیا جاتا۔

یہ صورت جائز ہے بشرطیکہ دونوں طرف سے لین دین نقد ہو ادھار نہ ہو۔ قیمت میں سے کم از کم اتنی مقدار کے سونے پر قبضہ ضروری ہے جتنا کہ زیور میں کھوٹ ملا سونا موجود ہے۔

مسئلہ: دو تولے سونا اور ایک تولہ چاندی کو ایک تولہ سونا اور پچاس تولے چاندی کے عوض فروخت کرنا صحیح ہے۔ اور یوں سمجھیں گے کہ دو تولے سونا پچاس تولے چاندی کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی ایک تولہ سونے کے عوض میں ہے۔ ایسا ہم اس وقت سمجھیں گے جب خرید و فروخت کرنے والوں نے اپنی زبان سے کچھ اور نہ کہا ہو اور اگر انہوں نے یوں کہا کہ دو تولہ سونا ایک تولے سونے کے عوض میں اور ایک تولہ چاندی پچاس تولے چاندی کے عوض میں تو اب ان کی تصریح کے ہوتے ہوئے ان کی تصریح کا اعتبار ہوگا اور معاملہ سود کا ہو جائے گا۔

مسئلہ: اپنی انگوٹھی کسی کی انگوٹھی سے بدل لی تو دیکھو:

(الف) اگر دونوں پر نگ لگا ہے تب تو بہرحال یہ بدل لینا جائز ہے چاہے دونوں کی چاندی (اگر وہ چاندی کی ہوں یا دونوں کا سونا اگر وہ سونے کی ہوں) برابر ہو یا کم زیادہ سب درست ہے۔ البتہ ہاتھ در ہاتھ ہونا ضروری ہے۔

(ب) اور اگر دونوں سادی یعنی بے نگ کی ہوں تو دونوں کا وزن میں برابر ہونا شرط

ہے۔ اگر ذرا بھی کمی بیشی ہوگی تو سود ہوجائے گا۔

(ج) اور اگر ایک پر نگ ہے اور دوسری سادی ہو تو سادی میں زیادہ چاندی ہو تو یہ بدلنا جائز ہے کیونکہ دونوں طرف کی چاندی برابر ہونے کے بعد ایک طرف کی زائد چاندی دوسری طرف کے نگ کے مقابل ہو جائے گی اور اگر سادی انگوٹھی میں زائد چاندی نہ ہو تو حرام اور سود ہے۔ اسی طرح اگر اسی وقت دونوں طرف سے لین دین نہ ہو ایک نے تو ابھی دے دی دوسرے نے کہا میں ابھی تھوڑی دیر میں فلاں جگہ سے آکر دے دوں گا تو یہاں بھی سود ہوگیا۔

مسئلہ: ایک (چاندی کا) کامدار دوپٹہ یا ٹوپی وغیرہ دس تولے چاندی کے عوض خریدی تو دیکھیں گے اس دوپٹہ یا ٹوپی میں کتنی چاندی لگی ہے۔ اگر اس میں مثلاً پانچ تولے چاندی کا کام ہوا ہے تو کام والی چاندی کے عوض پانچ تولے چاندی تو اسی وقت دینا ضروری ہے باقی پانچ تولے چاندی جو کپڑے کے عوض نہیں ہے بعد میں بھی دے سکتے ہیں۔

یہی حکم جڑاؤ زیور وغیرہ کی خرید کا ہے مثلاً جڑاؤ زیور جس میں دو تولے چاندی ہے پانچ تولے چاندی کے عوض خریدا تو خریدار پر لازم ہے کہ وہ دو تولے چاندی تو اسی وقت دے دے۔ قیمت کے باقی تین تولے جو نگوں کے مقابل ہیں بعد میں بھی دے سکتا ہے۔

مسئلہ: سونے کے زیور یا برتن کو سونے چاندی کے عوض فروخت کیا اور قیمت کا مثلاً نصف حصہ آپس میں جدا ہونے سے پہلے ادا کر دیا تو آدھے زیور و برتن میں بیع صحیح ہوجائے گی اور باقی آدھے میں صحیح نہ ہوگی۔ لہٰذا یہ زیور یا برتن بائع و مشتری کے درمیان مشترکہ ہوجائے گا اور مذکورہ مثال میں نصف بائع کا ہوگا اور نصف مشتری کا ہوگا۔

مسئلہ: زیور میں دو تولے سونا ہو اور تین تولے وزن کے نگینے ہوں تو اس زیور کو پانچ تولے خالص سونے کے عوض فروخت کرنا جائز ہے لیکن قیمت کے پانچ تولہ سونے میں سے دو تولہ سونا اسی وقت دینا ضروری ہے۔ قیمت کے باقی تین تولہ سونے میں جو نگینوں

کے عوض میں ہے ادھار ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: ایک شخص کے ذمہ مثلاً پچاس تولہ چاندی کا قرض ہے۔ مقروض نے قرض خواہ کے ہاتھ اس چاندی کے عوض ایک تولہ سونا فروخت کیا تو صحیح ہے۔ اور اگر قرض کی چاندی کا ذکر نہیں کیا بلکہ پچاس تولہ چاندی کو مطلق ذکر کیا یعنی فقط یوں کہا کہ ایک تولہ سونا تمہارے ہاتھ پچاس تولہ چاندی کے عوض فروخت کیا اور سونا قرضخواہ کے سپرد کر دیا۔ اس سے قرض خواہ کے ذمے بھی پچاس تولہ چاندی ثابت ہوئی پھر مقروض اور قرض خواہ نے آپس میں حساب برابر برابر کرلیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: کچھ کھوٹ ملی اور خراب چاندی دے کر اچھی چاندنی خریدنا ہے لیکن اچھی چاندی وزن میں کھوٹی کے برابر نہیں مل سکتی تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ پہلے خراب چاندی روپوں میں بیچ دی جائے اور جو رقم ملے اس پر قبضہ کرنے کے بعد اس سے اچھی چاندی خریدی جائے۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسی چیز ہے کہ چاندی کے علاوہ اس میں کچھ اور بھی لگا ہے مثلاً بازو بند کے اندر لاکھ بھری ہوئی ہے اور انگوٹھیوں پر نگ جڑے ہیں ان چیزوں کو چاندی کے عوض خریدا تو دیکھو اس چیز میں کتنے وزن کی چاندی ہے؟ قیمت کی چاندی کے برابر ہے یا اس سے کم ہے یا زیادہ ہے؟ اگر قیمت کی چاندی سے اس چیز کی چاندی یقیناً کم ہو تو یہ معاملہ جائز ہے کیونکہ دونوں طرف کی چاندی برابر ہونے کے بعد ایک طرف کی زائد چاندی دوسری طرف کی لاکھ یا نگینوں کے مقابل ہو جائے گی۔ اور اگر برابر یا زیادہ ہو تو سود ہو گیا۔ سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ قیمت کی چاندی زیور کی چاندی سے کم رکھو اور قیمت میں باقی روپے شامل کردو۔ مثلاً دونوں طرف پانچ پانچ تولے چاندی ہو تو قیمت کی چاندی کو پانچ تولے سے کچھ کم کردو مثلاً ساڑھے چار تولہ کر دو اور قیمت میں آدھ تولہ چاندی کے بجائے کچھ روپے مثلاً پچاس روپے ملا لو۔

مسئلہ: اگر سونے یا چاندی کا زیور یا برتن سونے چاندی کے عوض خریدا۔ اور اس وقت قیمت دینے کے لیے نہیں ہے یا ادھار مقصود ہے تو اس کے جائز ہونے کا طریقہ یہ ہے

کہ فروخت کنندہ سے اتنا سونا یا چاندی قرض لے لو اور اس قرض سے قیمت کی ادائیگی کردو۔ پھر قرض بعد میں اتار دو۔

پرانے زیور سے نئے زیور کا تبادلہ

اس کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ: گاہک پرانا مال لاتا ہے تو اس کی قیمت علیحدہ مقرر کی جاتی ہے اور نئے مال کی قیمت علیحدہ مقرر کی جاتی ہے پھر ان میں جو فرق ہوتا ہے صرف اس کا لین دین کرلیا جاتا ہے۔ تبادلہ میں بسا اوقات ایسی صورت بھی پیش آتی ہے کہ مثلاً پرانے مال کا کل وزن ۶ تولہ ہو اور قیمت ایک ہزار روپے مقرر ہو اور نئے مال کا وزن ۴ تولہ ہو اور قیمت ایک ہزار روپے طے ہو یعنی صرف سونے کے زیور کا تبادلہ ہوتا ہے نقد روپوں کے لین دین کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ پرانے مال کا وزن ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے۔

حکم: یہ طریقہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں ۶ تولے سونے کے زیور کا ۴ تولے سونے کے زیور سے تبادلہ ہوا ہے۔

پرانے زیور کی نئے زیور سے تبادلہ کی جائز صورت

جو آسان اور عام فہم صحیح طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ دکاندار گاہک سے روپوں میں اس کا پرانا زیور خرید لے اور گاہک کو روپے ادا کردے اس کے بعد گاہک جو نیا زیور خریدے اس کی قیمت اس سے روپوں میں وصول کرلے۔ اس کے لیے دکاندار کو صرف اتنا اہتمام کرنا پڑے گا کہ اپنے پاس نقدی کی ایک مقدار رکھنی پڑے گی لیکن یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

اگر زیور کا زیور ہی سے تبادلہ کرنا ہو تو مندرجہ ذیل چند اصول کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

(الف) اگر دونوں طرف کا زیور سادہ ہو اور دکاندار کا زیور گاہک کے زیور کے وزن کے مساوی ہو یا اس سے وزن میں کم ہو اور دکاندار گاہک سے مزید کچھ لینا

چاہتا ہوتو اپنے زیور کے ساتھ اِیمی ٹیشن (Immitation) کی مثلاً بالیاں ساتھ کردے۔ اور اگر دکاندار کا زیور گاہک کے زیور سے زیادہ وزن کا ہے۔تو وہ گاہک سے زائد روپے بھی لے سکتا ہے۔

(ب) اگر زیور جڑاؤ ہوتو ہر طرح سے زیور کا زیور کے بدلے تبادلہ جائز ہوگا۔ اس وقت ایک طرف کا زائد سونا مع روپے کے (اگر ہو) دوسرے کے نگینوں کی قیمت ہوجائے گی۔ ایسا دونوں طرف سے سمجھا جائے گا۔

(ج) اگر ایک طرف سادہ زیور ہو اور دوسری طرف جڑاؤ ہو اور دکاندار گاہک سے مزید روپے بھی لینا چاہتا ہوتو اس میں یہ تفصیل ہے۔

- اگر جڑاؤ زیور دکاندار کا ہو اور سادہ زیور گاہک کا ہوتو خواہ گاہک کے زیور کا سونا دکاندار کے زیور میں موجود سونے سے کم ہو یا زیادہ ہو یا اس کے برابر ہو ہر صورت میں زائد روپے لینا جائز ہے۔
- اگر سادہ زیور دکاندار کا ہو اور جڑاؤ گاہک کا تو اگر گاہک کے زیور میں سونا دکاندار کے سونے سے کم ہوتو دکاندار گاہک سے روپے لے سکتا ہے اور اگر گاہک کے زیور میں موجود سونا دکاندار کے سونے کے مساوی ہو یا زائد ہوتو دکاندار گاہک سے مزید روپے نہیں لے سکتا بلکہ مزید روپوں کے بغیر بھی تبادلہ جائز نہیں ہوگا۔

دوسرا طریقہ: تبادلہ کی صورت میں پہلے دکاندار پرانے زیور میں خالص سونے کی مقدار کا تعین کرتا ہے گاہک بھی اس اندازے کو قبول کرتا ہے اور پھر نیا زیور پسند کرتا ہے۔ نئے زیور میں سونے کی موجودہ مقدار میں سے پرانے زیور کے سونے کا وزن منہا کردیا جاتا ہے۔ زائد سونے کی موجودہ بھاؤ سے قیمت جوڑی جاتی ہے اور مزدوری و نگینے کی قیمت اس میں جمع کر کے لے لی جاتی ہے۔ اگر پرانے زیور میں سونے کا وزن زیادہ ہوتا ہے تو اس کی قیمت واپس کی جاتی ہے۔

حکم: تبادلہ کا یہ طریقہ جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی بعض صورتوں میں سود بنتا

ہے۔مثلاً نیا اور پرانا زیور دونوں ہی دس دس تولے کے ہوں اور سادے ہوں بغیر نگینے کے ہوں۔ پرانے زیور میں خالص سونا نو تولے ہو جبکہ نئے زیور میں خالص سونا آٹھ تولے ہو۔ چھ ہزار فی تولہ کے حساب سے پرانا زیور :/۵۴،۰۰۰ روپے کا ہوا اور نیا زیور :/۴۸،۰۰۰ روپے کا ہوا۔ نئے زیور کی مزدوری مثلاً بارہ ہزار روپے ہوتو نیا زیور کل :/٦۰،۰۰۰ روپے کا بنا۔ اب دکاندار اپنے دس تولے کا نیا زیور دے کر گاہک سے دس تولے کا پرانا زیور اور مزید:/٦۰۰۰ روپے لیتا ہے۔ چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب سونے کا سونے سے یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ کیا جائے تو مقدار میں برابری کرنا واجب ہے اگرچہ ایک طرف کا سونا چاندی خالص ہو اور دوسری طرف کے سونے چاندی میں کچھ کھوٹ ملا ہو۔ اس لیے دکاندار جو مزید:/٦،۰۰۰ روپے لے گا وہ سود بنے گا۔

پرانے زیورات کی خریداری

زیورات کی تیاری میں یہ ضروری ہے کہ خالص سونے میں ایک مقررہ شرح سے دوسری دھاتوں کو ملایا جائے۔ اس ملاوٹ میں لوگ مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ پرانے زیورات خریدتے وقت خریدار کو اس ملاوٹ کی صحیح شرح کا تعین کرنا مشکل ہوتا ہے لہٰذا خریدنے والا اپنے تجربے کی روشنی میں ایک اندازہ قائم کرتا ہے اور پرانے زیورات میں خالص سونے کا تعین کر کے وقت کے بھاؤ سے قیمت مقرر کرتا اور نقد ادا کر کے ان کو خرید لیتا ہے خریدنے کے بعد ان زیورات کو گلا کر سونے کو صاف کر کے خالص سونا حاصل کیا جاتا ہے جو اپنے اندازے سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ اس نفع ونقصان کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟

خریدار نے اپنے تجربے کی روشنی میں اندازہ کر کے بتایا کہ اس زیور میں خالص سونا پانچ تولہ ہے اور وقت کے بھاؤ سے یوں حساب بتایا کہ اس میں پانچ تولے خالص سونا ہے، چھ ہزار روپے فی تولہ کے حساب سے کل تیس ہزار روپے بنے۔ پھر جب گلا کر دیکھا تو خالص سونا ساڑھے پانچ تولہ نکلا تو اس کے ذمے واجب ہوگا کہ وہ آدھا تولہ خالص سونے کی قیمت یعنی تین ہزار روپے زیور کے مالک کو ادا کرے اور اگر اس کا کچھ

اتا پتا نہ ہوتو وہ رقم صدقہ کردے۔

چونکہ اندازے میں کمی بیشی کا احتمال رہتا ہے لہٰذا صحیح اور جائز طریقہ اختیار کرنے کے لیے خریدار کو چاہیے کہ وہ خالص سونے کا اندازہ کرکے جو قیمت بتائے وہ کل زیور کی بتائے یعنی فقط یوں کہے کہ یہ زیور میں تم سے تیس ہزار روپے میں خریدتا ہوں، یوں نہ کہے کہ میں چھ ہزار روپے کے حساب سے تیس ہزار روپے میں خریدتا ہوں۔

مسئلہ: ایک دکاندار کے پاس اپنے فروخت کئے ہوئے زیورات پرانے ہوکر آتے ہیں جن میں خالص سونے کا تعین نسبتاً آسان اور صحیح ہوتا ہے۔ ان زیورات کو بازار کے بھاؤ سے کچھ کم بھاؤ لگا کر خریدا جاتا ہے۔ اس نفع کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ جب روپوں میں اوپر مذکور طریقے کے مطابق خریداری کا معاملہ کیا ہوتو جائز ہے اور نفع حلال ہے۔

سونے چاندی اور ان کے زیورات کی روپوں میں نقد اور ادھار خرید وفروخت

مسئلہ: موجودہ رائج الوقت کاغذی نوٹوں سے سونا چاندی خریدنا جائز ہے۔

اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ پانچ روپے اور اس سے زائد کے نوٹ تو رسید ہوتے ہیں کیونکہ ان پر لکھا ہوتا ہے بینک دولت پاکستان عندالطلب اتنے روپے ادا کرے گا تو اس کا ایک آسان جواب یہ ہے کہ ان کاغذی نوٹوں کا استعمال اتنا کثیر اور عام ہوگیا ہے کہ ان کے رسید ہونے کا تصور معدوم ہو چکا ہے اور عرفاً وعملاً ان ہی کو روپیہ اور ثمن سمجھا جاتا ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی کے زیور میں ادھار خرید وفروخت کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

الف۔ سودا روپوں میں ہوا ہو۔ جب زیور پر آپس میں جدا ہونے سے پہلے گاہک نے قبضہ کرلیا ہو اور قیمت جو روپوں میں ہو اس کو بعد میں کسی مقررہ تاریخ پر دینے کا وعدہ کیا ہو تو یہ جائز ہے۔

ب۔ سودا سونے یا چاندی کے بدلے میں ہوا یعنی زیور کے بدلے میں گاہک سونا دے گا تو اس صورت میں ادھار جائز نہیں ہے شرعاً سودے کے صحیح ہونے کے لیے جدا ہونے سے پہلے دونوں طرف سے قبضہ شرط ہے۔

جب روپیہ اور ریزگاری چاندی کی ہو اور پیسہ تانبے کا ہو تو اس صورت میں سونے چاندی کی خرید وفروخت کے مسائل

تنبیہ ا۔: جب آنوں کا رواج تھا تو ایک روپیہ سولہ آنے کے برابر تھا۔

تنبیہ: ۲۔ پہلے چاندی کا روپیہ چلتا تھا جو ایک تولہ وزن کے برابر ہوتا تھا۔ آگے کے مسائل ان دو باتوں سے متعلق ہیں۔

مسئلہ: بازار میں چاندی کا بھاؤ بہت تیز ہے یعنی اٹھارہ آنے کی چاندی کے روپے کے وزن کے برابر چاندی ملتی ہے۔ روپے کے عوض میں روپے کے برابر وزن چاندی کوئی نہیں دیتا۔ چاندی کا زیور بہت عمدہ بنا ہوا ہے اور دس روپے کے برابر اس کا وزن ہے مگر بارہ سے کم میں نہیں ملتا تو سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ روپے سے نہ خریدو بلکہ تانبے کے پیسوں سے خریدو اور اگر زیادہ لینا ہو تو اشرفیوں سے خریدو۔ اٹھارہ آنے پیسوں کے عوض میں روپیہ بھر چاندی لے تو کچھ چاندی کی ریزگاری یعنی ایک روپے سے کم اور کچھ تانبے کے پیسے دے کر خرید لو تو گناہ نہ ہوگا لیکن ایک روپیہ نقد اور دو آنے کے پیسے نہیں دینے چاہئیں نہیں تو سود ہو جائے گا کیونکہ ایک طرف کی چاندی دوسری طرف کی چاندی کے برابر ہوئی اور دو آنے عوض کے بغیر ہوئے جو سود ہے۔ اسی طرح اگر آٹھ روپے بھر چاندی، نو روپے میں لینا منظور ہے تو سات روپے اور دو روپے کے پیسے دے دو تو سات روپے کے عوض میں سات روپے چاندی ہوگئی، باقی سب چاندی ان پیسوں کے عوض میں آ گئی۔ اگر دو روپے کے پیسے نہ دو تو کم سے کم اٹھارہ آنے کے پیسے ضرور دینے چاہئیں۔ یعنی سات روپے اور چودہ آنے کی ریزگاری اور اٹھارہ آنے کے پیسے دے دیئے تو چاندی کے مقابلہ میں تو اسی کے برابر چاندی آئی جو کچھ بچی وہ سب پیسوں کے عوض میں ہوگئی، اگر آٹھ روپے اور ایک روپے کے پیسے دو گے تو گناہ سے نہ بچ سکو گے، کیونکہ آٹھ روپے کے عوض میں آٹھ روپے بھر چاندی ہونی چاہیے، پھر یہ پیسے کیسے، اس لیے سود ہو گیا، غرض کہ اتنی بات ہمیشہ خیال میں رکھو کہ جتنی چاندی

لی ہے تم اس سے کم چاندی دو اور باقی پیسے دے دو، اگر پانچ روپے بھر چاندی لی ہے تو پورے پانچ روپے نہ دو۔ دس روپے بھر چاندی لی ہو تو پورے دس روپے نہ دو کم دو۔ باقی پیسے شامل کر دو تو سود نہ ہوگا اور یہ بھی یاد رکھو کہ اس طرح سودا کرنے میں ہرگز یوں نہ کہو کہ نو روپے کی اتنی چاندی دے دو بلکہ یوں کہو کہ سات روپے اور دو روپے کے پیسوں کے عوض میں یہ چاندی دے دو۔ اور اگر اس طرح نہ کہا تو پھر سود ہو گیا۔

مسئلہ: اور اگر دونوں لینے دینے والے رضا مند ہو جائیں تو ایک آسان بات یہ ہے کہ جس طرف چاندی وزن میں کم ہو اس طرف پیسے شامل ہونے چاہئیں۔

مسئلہ: اور ایک اس سے بھی آسان بات یہ ہے کہ دونوں آدمی جتنے چاہیں روپے رکھیں اور جتنی چاہیں چاندی رکھیں، مگر دونوں آدمی ایک ایک پیسہ بھی شامل کر دیں اور یوں کہہ دیں کہ ہم اس چاندی اور اس پیسہ کو اس روپے اور اس پیسہ کے بدلے لیتے ہیں۔

مسئلہ: اگر چاندی سستی ہے اور ایک روپے کی ڈیڑھ روپیہ وزن کے برابر ملتی ہے، روپے کی روپیہ بھر لینے میں اپنا نقصان ہے تو اس کے لینے اور سود سے بچنے کے لیے یہ صورت ہے کہ داموں میں کچھ نہ کچھ پیسے ضرور ملا دو۔ مثلاً دس روپے کی چاندی پندرہ روپے بھر خریدی تو نو روپے اور ایک روپے کے پیسے دے دو یا دو ہی آنے کے برابر پیسے دے دو۔ باقی چاندی کے روپے اور چاندی کی ریزگاری دے دو تو ایسا سمجھیں گے کہ چاندی کے عوض میں اس کے برابر چاندی لی باقی سب چاندی ان پیسوں کے عوض میں ہے، اس طرح گناہ نہ ہوگا اور اس بات کا یہاں بھی ضرور خیال رکھو کہ یوں نہ کہو کہ دس روپے کی چاندی دے دو بلکہ یوں کہو کہ نو روپے اور ایک روپے کے پیسوں کے عوض میں یہ چاندی دے دو۔ غرض کہ جتنے پیسے شامل کرنا منظور ہیں، معاملہ کرتے وقت ان کو صاف کہہ بھی دو ورنہ سود سے بچاؤ نہ ہوگا۔

مسئلہ: سچا گوٹہ، ٹھپہ، لچکہ چونکہ چاندی کا ہوتا ہے اس لیے اس میں بھی ان مسئلوں کا خیال رکھو کیونکہ وہ بھی چاندی ہے اور روپیہ چاندی کا اس کے عوض دیا جاتا ہے یہاں بھی آسان بات وہی ہے کہ دونوں طرف ایک ایک پیسہ ملا لیا جائے۔

مسئلہ: اگر چاندی یا سونے کی بنی ہوئی کوئی ایسی چیز خریدی جس میں فقط چاندی ہی چاندی ہے یا فقط سونا ہے کوئی اور چیز نہیں ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سونے کی چیز چاندی کے روپوں سے خریدے یا چاندی کی چیز اشرفی سے خریدے تو وزن میں چاہے جتنی ہو جائز ہے۔ فقط اتنا خیال رکھے کہ اسی وقت لین دین ہو جائے کسی کے ذمہ کچھ باقی نہ رہے اور اگر چاندی کی چیز چاندی کے روپوں سے اور سونے کی چیز اشرفیوں سے خریدے تو وزن میں برابر ہونا واجب ہے، اگر کسی طرف کچھ کمی بیشی ہو تو اسی ترکیب سے خرید و جو اوپر بیان ہوئی۔

دوسری فصل: جو چیزیں تل کر بکتی ہیں ان کا بیان

جیسے اناج، گوشت، لوہا، تانبا، سبزی، نمک وغیرہ۔

مسئلہ: اس قسم کی چیزوں میں سے اگر ایک چیز کو اسی جنس کی چیز سے جبکہ وہ وصف میں مختلف ہو بیچنا اور بدلنا چاہو مثلاً ایک گیہوں دے کر دوسرے گیہوں لیے یا ایک دھان دے کر دوسرے دھان لیے یا آٹے کے عوض آٹا یا اسی طرح کوئی اور چیز غرض کہ دونوں طرف ایک ہی قسم کی چیز ہے تو اس میں بھی ان دونوں باتوں کا خیال رکھنا واجب ہے، ایک تو یہ کہ دونوں طرف بالکل برابر ہو، ذرا بھی کسی طرف کمی بیشی نہ ہو ورنہ سود ہو جائے گا۔ دوسری یہ کہ اسی وقت ہاتھ در ہاتھ دونوں طرف سے لین دین اور قبضہ ہو جائے۔ اگر قبضہ نہ ہو تو کم سے کم اتنا ضرور ہو کہ دونوں گندم الگ کر کے رکھ دی جائیں تم اپنی گندم تول کر الگ رکھ دو کہ دیکھو یہ رکھی ہے جب تمہارا جی چاہے لے جانا، اسی طرح وہ بھی اپنی گندم تول کر الگ کر دے اور کہہ دے کہ یہ تمہاری الگ رکھی ہے جب چاہو لے جانا۔ اگر یہ بھی نہ کیا اور ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تو سود کا گناہ ہوا۔

مسئلہ: خراب گندم دے کر اچھی گندم لینی ہے یا خراب آٹا دے کر اچھا آٹا لینا ہے۔ اس لیے اس کے برابر کوئی نہیں دیتا تو سود سے بچنے کی ترکیب یہ ہے کہ اس گیہوں یا آٹے وغیرہ کو پیسوں سے بیچ دو کہ ہم نے اتنا آٹا دوسو روپے میں بیچا اور دوسو روپے پر قبضہ کر لو۔ پھر اسی دوسو روپے کے عوض اس سے وہ اچھی گندم (یا آٹا) لے لو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: اور اگر ایسی چیزوں میں جو تول کر بکتی ہیں دونوں طرف ایک طرح کی چیز نہ ہو جیسے گندم دے کر چاول لیے یا جو، چنا، جوار، نمک، گوشت، سبزی وغیرہ کوئی اور چیز لی غرض کہ ادھر اور چیز ہے اور ادھر اور چیز دونوں طرف ایک چیز نہیں تو اس صورت میں دونوں کا وزن برابر ہونا واجب نہیں۔ سیر بھر گندم دے کر چاہے دس سیر چاول وغیرہ لے لو یا چھٹانک بھر ہی لو تو سب جائز ہے۔ البتہ وہ دوسری بات یہاں بھی واجب ہے کہ سامنے رہتے رہتے دونوں طرف سے لین دین ہو جائے یا کم سے کم اتنا ہو کہ دونوں چیزیں الگ کر کے رکھ دی جائیں اگر ایسا نہ کیا تو سود کا گناہ ہو گیا۔

مسئلہ: سیر بھر چنے کے عوض میں سبزی فروش سے کوئی سبزی لی لیکن لین دین کرنے سے بیشتر کسی کام سے تھوڑی دیر کو دوسری جگہ چلا گیا تو یہ ناجائز اور حرام ہے، اب پھر سے معاملہ کرے۔

مسئلہ: اگر اس قسم کی چیز جو تول کر بکتی ہے روپے پیسے سے خریدی یا کپڑے وغیرہ کسی ایسی چیز سے بدلی ہے جو تول کر نہیں بکتی بلکہ گز سے ناپ کر بکتی ہے یا گنتی سے بکتی ہے مثلاً ایک تھان کپڑا دے کر گیہوں وغیرہ لیے یا گیہوں چنے دے کر انڈے، کیلے، گلاس ایسی چیزیں لیں جو گن کر بکتی ہیں غرض کہ ایک طرف ایسی چیز ہے جو تول کر بکتی ہے اور دوسری طرف گنتی سے یا گز سے ناپ کر بکنے والی چیز ہے تو اس صورت میں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی واجب نہیں۔ ایک سو روپے کے چاہے جتنے گیہوں، آٹا' سبزی خریدے اسی طرح کپڑا دے کر چاہے جتنا اناج لے، گیہوں چنے وغیرہ دے کر چاہے جتنے کیلے انڈے گلاس وغیرہ لے اور چاہے اسی وقت اس جگہ رہتے رہتے لین دین ہو جائے اور چاہے الگ ہونے کے بعد' ہر طرح یہ معاملہ درست ہے۔

مسئلہ: ایک طرف چھنا ہوا آٹا ہے دوسری طرف بے چھنا یا ایک طرف موٹا ہے دوسری طرف باریک تو سودا کرتے وقت ان دونوں کا برابر ہونا واجب ہے، کمی زیادتی جائز نہیں اگر ضرورت پڑے تو اس کی وہی ترکیب ہے جو بیان ہوئی اور اگر ایک طرف گیہوں کا آٹا ہے دوسری طرف چنے کا یا جوار وغیرہ کا تو اب وزن میں دونوں کا برابر ہونا

واجب نہیں، مگر وہ دوسری بات بہرحال واجب ہے کہ ہاتھ در ہاتھ لین دین ہو جائے۔

مسئلہ: پیمانہ میں پیمائش کر کے گیہوں کو آٹے سے بدلنا کسی طرح درست نہیں چاہے لٹر کا پیمانہ بھر گیہوں دے کر لٹر پیمانہ ہی بھر آٹا لو چاہے کچھ کم زیادہ لو بہرحال ناجائز ہے کیونکہ اس پیمانہ میں آٹے کو دبا کر بھرا جائے تو وہ زیادہ آئے گا۔ البتہ اگر گیہوں دے کر گیہوں کا آٹا نہیں لیا بلکہ چنے وغیرہ کسی اور چیز کا آٹا لیا تو جائز ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔ اور اگر وزن کر کے ایک کلو گندم کو ایک کلو آٹے سے بدلو تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے۔

مسئلہ: سرسوں دے کر سرسوں کا تیل لیا یا تل دے کر تلوں کا تیل لیا تو دیکھو اگر یہ تیل جو تم نے لیا ہے یقیناً اس تیل سے زیادہ ہے جو اس سرسوں اور تل میں سے نکلے گا تو یہ بدلنا ہاتھ در ہاتھ صحیح ہے کیونکہ زائد تیل پھوک کا عوض بن جائے گا۔ اور اگر اس کے برابر یا کم ہو یا شبہ اور شک ہو کہ شاید اس سے زیادہ نہ ہو تو درست نہیں بلکہ سود ہے۔

مسئلہ: گائے کا گوشت دے کر بکری کا گوشت لیا تو دونوں کا برابر ہونا واجب نہیں کمی بیشی جائز ہے، مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔

مسئلہ: اپنا تانبے کا لوٹا دے کر دوسرے کا تانبے کا لوٹا لیا یا تانبے کا لوٹا تانبے کی پتیلی وغیرہ کسی اور برتن سے بدلا تو وزن میں دونوں کا برابر ہونا اور ہاتھ در ہاتھ ہونا شرط ہے، اگر ذرا بھی کمی بیشی ہوئی تو سود ہو گیا کیونکہ دونوں چیزیں تانبے کی ہیں اس لیے وہ ایک ہی قسم کی سمجھی جائیں گی۔ اسی طرح اگر وزن میں برابر ہوں مگر ہاتھ در ہاتھ نہ ہو تب بھی سود ہو گا البتہ اگر ایک طرف تانبے کا برتن ہو اور دوسری طرف لوہے کا یا پیتل وغیرہ کا تو وزن کی کمی بیشی جائز ہے مگر ہاتھ در ہاتھ ہو۔

مسئلہ: کسی سے سیر بھر گندم قرض لی اور یوں کہا ہمارے پاس گندم تو نہیں ہے ہم اس کے عوض دو سیر چنے دے دیں گے تو جائز نہیں کیونکہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ گندم کو چنے سے بدلتے ہیں اور بدلتے وقت ایسی دونوں چیزوں کا اسی وقت لین دین ہو جانا چاہیے کچھ ادھار نہ رہنا چاہیے۔ اگر کبھی ایسی ضرورت پڑے تو یوں کرے کہ گندم ادھار

لے جائے اس وقت یہ نہ کہے کہ اس کے بدلے ہم چنے دیں گے بلکہ کسی دوسرے وقت چنے لا کر کہے، کہ اس گندم کے بدلے تم یہ چنے لے لو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: جتنے مسئلے بیان ہوئے سب میں اسی وقت لین دین ہوجانا یا کم سے کم اسی وقت سامنے دونوں چیزیں الگ کر کے رکھ دینا شرط ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو سودی معاملہ ہوا۔

مسئلہ: جو چیزیں تول کر نہیں بکتیں بلکہ گز سے ناپ کر یا گن کر بکتی ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ اگر ایک ہی قسم کی چیز دے کر اسی قسم کی چیز لو، جیسے کیلے دے کر دوسرے کیلے لیے یا گلاس دے کر گلاس یا کپڑا دے کر دوسرا ویسا کپڑا لیا، تو برابر ہونا شرط نہیں کمی بیشی جائز ہے لیکن اسی وقت لین دین ہوجانا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر ایک طرف اور چیز ہے اور دوسری طرف اور چیز اور دونوں تول کر نہیں بکتیں مثلاً گلاس دیکر انڈا لیا یا کپڑا دے کر انڈے لیے یا مخمل دے کر لٹھا لیا تو بہر حال جائز ہے نہ تو دونوں کا برابر ہونا واجب ہے اور نہ اسی وقت لین دین ہونا واجب ہے۔

مسئلہ: سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ چاندی سونے کے علاوہ میں اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہو اور وہ چیز تول کر بکتی ہو جیسے گیہوں کے عوض گیہوں، چنے کے عوض چنا وغیرہ، تب تو وزن میں برابر ہونا بھی واجب ہے اور اسی وقت سامنے رہتے رہتے لین دین ہو جانا بھی واجب ہے اور اگر دونوں طرف ایک ہی چیز ہے لیکن تول کر نہیں بکتی جیسے کیلا دے کر کیلا، انڈے دے کر انڈے، کپڑا دے ویسا ہی کپڑا لیا یا ادھر سے اور چیز ہے اس طرف سے اور چیز لیکن دونوں تول کر بکتی ہیں جیسے گیہوں کے بدلے چنا' چنے کے بدلے جوار لینا۔ ان دونوں صورتوں میں وزن میں برابر ہونا واجب نہیں۔ کمی بیشی جائز ہے البتہ اسی وقت لین دین ہونا واجب ہے۔ اور جہاں دونوں باتیں نہ ہوں یعنی دونوں طرف ایک چیز نہیں اس طرف کچھ اور ہے اس طرف کچھ اور۔ اور وہ دونوں وزن و پیمائش کے حساب سے بھی نہیں بکتیں۔ وہاں کمی بیشی بھی جائز ہے اور اسی وقت لین دین کرنا بھی واجب نہیں جیسے کیلا دے کر مالٹا لینا۔

مسئلہ: چینی کا ایک برتن دوسرے چینی کے برتن سے بدل لیا یا چینی کو تام چینی سے بدلا

تو اس میں برابری واجب نہیں ایک کے بدلے دو لے تب بھی جائز ہے۔ اسی طرح ایک سوئی دے کر دو سوئیاں یا تین یا چار لینا بھی جائز ہے لیکن اگر دونوں طرف چینی یا دونوں طرف تام چینی ہو تو اسی وقت سامنے رہتے رہتے لین دین ہو جانا چاہیے اور اگر قسم بدل جائے مثلاً چینی سے تام چینی بدلی تو یہ بھی واجب نہیں۔

مسئلہ: پڑوسن آئی کہ تم نے جو سیر بھر آٹا پکایا ہے وہ روٹی ہم کو دے دو۔ ہمارے گھر مہمان آ گئے ہیں اور سیر بھر یا سوا سیر آٹا گیہوں لے لو یا اس وقت روٹی دے دو پھر ہم سے آٹا یا گیہوں لے لینا، یہ درست ہے کیونکہ پکنے کے بعد روٹی کی جنس آٹے گیہوں سے مختلف جنس ہے۔

مسئلہ: اگر نوکر سے کوئی چیز منگاؤ تو اس کو خوب سمجھا دو کہ اس چیز کو اس طرح خرید کر لانا، کبھی ایسا نہ ہو کہ وہ بے قاعدہ خرید لائے جس میں سود ہو جائے۔

تیسری فصل: غیر سودی بینکاری

سودی بینکاری کی یہ دو بنیادیں ہیں:

1. سرمایہ کاری میں نقصان کا کچھ اندیشہ نہ ہو۔
2. وہ قطعی نفع سے خالی نہ ہو۔

جبکہ غیر سودی بینکاری کی بنیادیں اس کے بالکل برعکس ہیں۔ اس میں نقصان کا اندیشہ بھی ہوگا اور نفع کا حصول بھی یقینی نہ ہوگا اور پھر نفع ہو تو اس کی مقدار یقینی نہیں بلکہ کم و بیش ہو سکتی ہے۔

لیکن جب بینک کی تعریف میں یہ بات شامل ہے کہ وہ ایک تجارتی ادارہ ہے اور دیگر تجارتی ادارے نقصان کے اندیشہ اور نفع میں کمی بیشی کا تحمل کرتے ہیں تو کیا وجہ کہ بینک کو سودی نظام پر چلا کر اس کو تجارتی طریقے سے مستثنیٰ کیا جائے اور وہ تجارتی و معاشی میدان میں یہودی کا کردار ادا کرے۔

تنبیہ ♦ : بینکاری کی اصلاح اور اس کو غیر سودی نظام پر لانے کے لیے بنیادی فکر کو تبدیل کرنا ضروری ہے۔ محض جزوی اصلاح مفید نہ ہوگی۔

تنبیہ ♦ : معاشرہ میں ایک ادارے کو ایک خاص فکر اور نظام پر چلانے کے لیے ضروری ہے کہ اس ادارے سے وابستگی اور تعلق رکھنے والے تمام افراد اور محکمے خواہ وہ پرائیویٹ سیکٹر میں ہوں یا حکومت میں ہوں یا حکومت خود ہو یہ سب بھی تہہ دل سے اس خاص فکر اور نظام پر قائم ہوں۔ متضاد فکر اور نظام کے خواہاں لوگوں سے اصلاح کی توقع کرنا عبث ہے۔ وہ ایک طرف سے کچھ اصلاح کریں گے بھی تو دوسری طرف سے فوراً ہی بگاڑ کے اسباب بھی پیدا کرلیں گے۔ علاوہ ازیں ایک معاشرہ کا بیک وقت دو متضاد راستوں پر چلنا قطعاً ناممکن ہے۔

تنبیہ ♦ : غیر سودی نظام ایک علیحدہ مستقل نظام ہے جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سودی نظام کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا جائے اور غیر سودی نظام کے قواعد وضوابط کے تحت بینکاری کا اپنا طریقہ اختیار کیا جائے۔ غیر سودی بینکاری کو سودی بینکاری کا غلام اور اس کی خواہشوں کا تابع نہیں بنایا جاسکتا۔

بینکنگ کا غیر سودی اور شرعی طریق کار

بینکاری کا تعلق دوطرفہ ہوتا ہے۔ ایک طرف اس کا تعلق ان لوگوں سے ہوتا ہے جنہوں نے اپنی رقمیں بینک میں رکھوائیں۔ دوسری طرف ان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جن کو بینک سرمایہ فراہم کرتا ہے۔

غیر سودی بینک کی سرمایہ کاری کے طریقے

مرابحہ مؤجلہ:

مرابحہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص ایک شے مثلاً دوسو میں خریدے اور قیمت خرید یا قیمت لاگت پر پانچ یا دس فیصد وغیرہ نفع کے ساتھ فروخت کردے اور موجلہ ادھار کو کہتے ہیں یعنی پھر وہ رقم ماہانہ قسطوں میں ادا کی جائے۔

ایک شخص کو اپنے کارخانہ کے لیے مشین خریدنی ہے۔ وہ بینک کے پاس آتا ہے۔ بینک اس کو رقم بطور قرض دینے کے بجائے وہ مشین خود خرید کر مثلاً دس فیصد نفع سے اس

شخص کے ہاتھ ادھار فروخت کردے اور قیمت فروخت قسطوں میں وصول کرلے۔

اس میں اگر بینک کو یہ اشکال ہو کہ پھر خریداری کے لیے اس کو علیحدہ سے عملہ رکھنا پڑے گا اور ذمہ داریوں کا دائرہ بہت پھیل جائے گا تو اس میں یہ آسانی اختیار کی جاسکتی ہے کہ بینک مشین لینے والے شخص کو مشین کی خریداری میں اپنا وکیل مقرر کردے۔ جب وہ شخص مشین پسند کرلے تو بینک اپنا ایک معتمد علیہ نمائندہ بھیجے جو مشین کی قیمت خرید کی ادائیگی کردے اور مشین پر اپنا قبضہ ہوجانے کے بعد مشین کے طلبگار شخص کے ہاتھ فروخت کردے۔ یہ فروختگی بالفعل ہو۔ اور اس وقت بیعنامہ اور ادائیگی کی شرائط کی تکمیل کی جائے۔ محض فرضی کارروائی نہ ہو۔

مشین کو فقط مثال کے طور پر ذکر کیا ہے ورنہ کسی بھی چیز کی خریداری میں ایسا کیا جاسکتا ہے۔

مضاربت

کسی کمپنی یا کاروباری ادارے کو بینک مضاربت کی بنیاد پر سرمایہ فراہم کرے۔ یعنی سرمایہ بینک کا اور کام ادارے کا۔ نفع کی تقسیم کی شرح متعین ہو۔ اگر نقصان ہوجائے جس میں ادارے یا کمپنی کی کوتاہی اور زیادتی کو دخل نہ ہو تو نقصان بینک کا ہوگا۔

مشارکت (Partnership)

مضاربت اور مشارکت میں ایک اہم فرق یہ ہے کہ مشارکت میں اگر کمپنی اور ادارے کو نقصان ہو اور وہ نقصان راس المال پر اثر انداز ہو رہا ہو تو کمپنی اور بینک دونوں اپنے اپنے لگائے ہوئے سرمائے کے تناسب سے نقصان برداشت کریں گے جبکہ مضاربت میں راس المال پر اثر انداز ہونے والا نقصان پورے کا پورا بینک کے ذمے ہوگا۔

اجارہ یعنی لیز (Lease) پر زمین یا مشین دینا:

خود ہی کوئی مال خرید کر نفع سے فروخت کرنا

سرمایہ کاری کی یہ صورتیں ہیں جو قابل عمل ہیں۔ ان کو اختیار کرتے ہوئے ضروری ہوگا کہ ان کی تمام شرائط جو شریعت نے بتائی ہیں ان کو پورا کیا جائے۔ ضروری شرط پوری نہ کرنے کی وجہ سے سارا معاملہ شریعت کی نظر میں فاسد ہوجاتا ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

بینک کی آمدنی کے دیگر ذرائع

☼ ۱ محنتانہ

الف۔ کرنٹ اکاؤنٹ (چالو کھاتہ) کھولنے والوں سے بینک محنتانہ وصول کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔

ب۔ برآمد کنندہ سے اس کو مہیا کی جانے والی خدمات پر محنتانہ وصول کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔

ج۔ صارفین کے بل جمع کرنے پر متعلقہ محکمہ سے محنتانہ وصول کرتا ہے اور کرسکتا ہے۔

☼ ۲ بٹہ لگانے کا متبادل

ہنڈی (Bill of Exchange) ایک خاص قسم کی دستاویز ہوتی ہے۔ جب کوئی تاجر اپنا مال فروخت کرتا ہے تو خریدار کے نام بل بناتا ہے۔ بعض اوقات اس بل کی ادائیگی کسی آئندہ تاریخ میں واجب ہوتی ہے۔ اس بل کو دستاویزی شکل دینے کے لیے مدیون اس کو منظور کرکے اس پر دستخط کردیتا ہے کہ میرے ذمہ فلاں تاریخ کو اس بل کی ادائیگی واجب ہے۔ ہنڈی میں لکھا ہوا قرض و دین تو مدیون سے تاریخ ادائیگی آنے پر ہی لیا جاسکتا ہے۔ مگر ادھار فروخت کرنے والے کو اگر رقم کی فوری ضرورت پڑ جائے تو کسی تیسرے شخص کو بل دے کر لکھی ہوئی رقم لے لیتا ہے اور بل کی پشت پر دستخط کرکے اس کے حقوق اس تیسرے شخص کی طرف منتقل کردیتا ہے۔ تیسرا شخص اس پر لکھی ہوئی رقم میں کٹوتی بھی کرتا ہے۔ مثلاً ہنڈی پر ایک ہزار روپے لکھے ہوئے ہیں تو وہ نوسو

پچاس روپے دیتا ہے۔ اس عمل کو بٹہ لگانا اور (Discounting of Bill of Exchange) کہتے ہیں۔

یہ طریقہ بل میں کٹوتی کی وجہ سے ظاہر ہے کہ سود کی کھلی شکل ہے۔ غیر سودی بینکاری میں اس کو بالکل چھوڑا بھی جاسکتا ہے اور بینک ایسی سہولت مہیا کرنے سے معذرت کرسکتا ہے۔

لیکن اگر اس کی ضرورت واقعی ہو تو اس کی صورت یہ کی جاسکتی ہے کہ بل یا ہنڈی اگر پچاس ہزار روپے کی ہو اور مدت تین ماہ کی ہو تو بینک اس رقم کے عوض بل والے کے ہاتھ ڈالر یا اور کوئی غیر ملکی کرنسی تین ماہ کے ادھار پر اتنی مقدار میں فروخت کرے کہ بینک کو اپنا مطلوبہ نفع بھی حاصل ہو جائے اور بینک یہ کرنسی بل والے کو اسی نشست میں ادا کر دے کچھ تاخیر نہ کرے۔ پھر بل والا وہ بل بینک کو حوالے کے طور پر دیدے۔

☼ ۳ درآمد کنندہ کے ساتھ شراکت

جب کوئی شخص دوسرے ملک سے کوئی چیز درآمد کرنا چاہتا ہے تو دوسرے ملک کا تاجر اس بات کا اطمینان چاہتا ہے کہ جب میں مطلوبہ سامان خریدار کو بھیجوں گا تو وہ واقعتاً قیمت کی ادائیگی کردے گا۔ لہٰذا درآمد کنندہ برآمد کنندہ کو اطمینان دلانے کے لیے بینک سے ایک ضمانت نامہ حاصل کرتا ہے جس میں بینک برآمد کنندہ کو ضمانت دیتا ہے کہ ادائیگی کا ذمہ دار وہ ہو گا۔ اس ضمانت نامہ کو انگریزی میں (Letter of Credit) کہتے ہیں اور اس کے حاصل کرنے کو اردو میں ایل سی کھلوانا کہتے ہیں۔ بینک ایل سی کھول کر برآمد کنندہ کے بینک کو بھیج دیتا ہے۔ ایل سی پہنچنے کے بعد وہاں سے مال جہاز میں بک کرادیا جاتا ہے اور جہاز راں کمپنی مال بک ہونے کی رسید جاری کرتی ہے جس کو (Bill of Lading) کہتے ہیں۔ برآمد کنندہ کا بینک یہ بل آف لیڈنگ مع متعلقہ کاغذات کے ایل سی کھولنے والے بینک کو بھیج دیتا ہے جو یہ درآمد کنندہ کو دے دیتا ہے۔

قیمت کی ادائیگی کے لیے بینک اور در آمد کنندہ کے درمیان مختلف معاہدے ہوتے ہیں۔ کبھی در آمد کنندہ ایل سی کھلواتے وقت ہی پوری رقم کی ادائیگی کر دیتا ہے۔ کبھی ساری ادائیگی بینک سے کاغذات چھڑاتے وقت ہوتی ہے کبھی ایل سی کھولنے کے وقت تھوڑی ادائیگی کی جاتی ہے اور کبھی یہ معاہدہ بھی ہوتا ہے کہ کاغذات آنے پر بینک اپنے پاس سے ادائیگی کر دے گا اور در آمد کنندہ ایک معین مدت کے بعد بینک کو ادائیگی کرے گا۔ اس صورت میں بینک کا قرض در آمد کنندہ کے ذمے ہو جاتا ہے۔

قرض کی ایک صورت کبھی یہ بن جاتی ہے کہ جب ادائیگی کے بغیر یا کچھ ادائیگی پر ایل سی کھولی گئی کاغذات آتے ہی بینک ادائیگی کر دے جبکہ در آمد کنندہ کی طرف سے کسی وجہ سے چند دن تاخیر ہو جائے مثلاً اس لیے تاخیر ہوگئی کہ بینک کی طرف سے رابطہ کرنے میں کسی وجہ سے مثلاً ہڑتال یا چھٹی کی وجہ سے تاخیر ہوگئی۔ ایسی صورت میں اتنے دن کا قرضہ خود بخود ہو جاتا ہے۔

قرضے کی ان دونوں صورتوں میں سودی بینکاری میں بینک سود وصول کرتا ہے۔

اس کی متبادل صورت یہ ہے کہ بینک در آمد کنندہ کے ساتھ سامان کی خرید میں شریک ہو جائے۔ مثلاً ایک لاکھ کا سامان منگوانا ہے تو بینک مثلاً دس ہزار میں شریک ہو جائے۔ در آمدات کے کاغذوں میں اس کو لکھنے کی ضرورت نہیں البتہ اپنے کاغذوں میں اس کو لکھ سکتے ہیں۔ جب وہ سامان آ جائے تو جس قسم کے حالات ہوں بینک ان کے مطابق نفع لگا کر وہ سامان در آمد کنندہ کے ہاتھ فروخت کر دے۔ مثلاً اگر در آمد کنندہ بینک کی ادائیگی سے پہلے پوری رقم ادا کر چکا ہے تو بینک اس کے ہاتھ اپنا حصہ مثلاً ساڑھے دس ہزار میں فروخت کر دے۔ (بینک یہ نفع محض فراہم کردہ خدمات کو سامنے رکھ کر لگائے) اور اگر تاخیر سے ادا کرنے کی صورت بن رہی ہو تو مثلاً گیارہ ہزار میں فروخت کر دے۔

بینک اور کھاتہ داروں کے درمیان معاملہ

ایک تو بینک کے حاملین حصص (Share Holders) ہوتے ہیں جن کو ہم نے

بینک کہا ہے اور دوسرے کھاتہ دار ہوتے ہیں۔ یہ آپس میں نفع کی تقسیم مثلاً نصف نصف کر سکتے ہیں یا کوئی اور تناسب طے کر سکتے ہیں

کھاتہ داروں کی مدت کے اعتبار سے مختلف قسمیں بنادی جائیں مثلاً ایک ماہ والا کھاتہ، تین ماہ والا کھاتہ، چھ ماہ والا کھاتہ اور ایک سال والا کھاتہ اور زائد مدت کا کھاتہ۔ جو جس کھاتے میں رقم جمع کرانا چاہے اس میں کرادے۔ ہر کھاتہ کی سرمایہ کاری اور حساب کتاب بالکل علیحدہ ہو۔ ماہانہ کھاتہ کی ابتداء ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو ہو اور سہ ماہی کی یکم جنوری، یکم اپریل، یکم جولائی اور یکم اکتوبر کو ہو اور شش ماہی کھاتہ کی ابتداء یکم جنوری اور یکم جولائی کو ہو اور سالانہ کی یکم جنوری کو ہو۔

ہر کھاتہ کی مدت کے ختم پر حساب کتاب تیار کیا جائے اور اخراجات منہا کر کے نفع میں سے حاملین حصص کو تناسب میں سے ان کا حصہ دے کر باقی اس کھاتہ کے تمام ممبران میں ان کی رقم کے تناسب سے تقسیم کر دیا جائے۔

ایک ماہ والے کھاتہ دار اگر چاہیں تو وہ درخواست دے کر آئندہ آنے والی تاریخ میں سہ ماہی یا شش ماہی یا سالانہ کھاتہ کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں۔

دوران مہینہ اگر کوئی شخص کھاتہ کھولے تو اس کو اس مدت کا نفع نہیں ملے گا اور جس کھاتہ میں ہے اس کی مدت ختم ہونے سے پہلے وہ اپنا کھاتہ بند کرنے کا اختیار نہ رکھے گا۔

مختلف مدتوں والے کھاتوں میں نفع کا تناسب مختلف بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً ایک ماہ کے کھاتہ میں تناسب چالیس اور ساٹھ کا ہو یعنی کھاتہ داروں کے چالیس فیصد اور حاملین حصص کے ساٹھ فیصد، سہ ماہی کھاتہ میں تناسب پینتالیس اور پچپن کا ہو اور شش ماہی میں پچاس پچاس فیصد کا ہو اور سالانہ میں پچپن اور پینتالیس فیصد کا ہو۔

بینک میں اکاؤنٹ کھولنا

موجودہ نفع نقصان کا شراکتی کھاتہ (یعنی PLS اکاؤنٹ) کھولنا جائز نہیں ہے کیونکہ بینک آگے جو سرمایہ کاری کرتا ہے وہ حقیقت کے اعتبار سے سود سے خالی نہیں۔ اگر کسی نے غلطی سے کھول لیا ہو تو وہ اس میں سے اپنا اصل مال نکال لے اور نفع یا سود

بینک ہی میں چھوڑ دے۔ اگر کسی نے نفع بھی نکلوالیا ہوتو وہ ثواب کی نیت کے بغیر فقراء پر صدقہ کردے۔

اگرضرورت اور مجبوری نہ ہوتو چالو کھاتہ یعنی Current Account بھی نہ کھولےلیکن اگر مجبوری ہوتو اس کی گنجائش ہے۔

انعامی بانڈ

اس کی حقیقت یہ ہے کہ حکومت عوام سے قرض لیتی ہے اور بانڈ کے نام سے قرض کی رسید جاری کرتی ہے اور لوگوں کو قرض دینے پر آمادہ کرنے کے لیے حکومت نے انعامی سکیم ساتھ نکالی ہے۔ موہوم انعام کے لالچ میں بانڈ خریدنا یہ جوئے کی صورت ہے اور شرط طے کرکے قرض پر انعام دینا یا لینا یہ سود ہے۔ غرض انعامی بانڈ کی سکیم بالکل حرام ہے اور انعامی بانڈ کی اس سے کم وبیش قیمت پر خرید وفروخت بھی سود ہے اور حرام ہے۔ لہٰذا انعامی بانڈ خریدنا اور اپنے پاس رکھنا ناجائز ہے۔ اگر کبھی مجبوری سے کسی گاہک سے لینا پڑ جائے تو فوراً اس کو بھنوالیا جائے۔

اگر غلطی سے بانڈ خرید لیا اور اس پر انعام نکل آیا تو اس سے خلاصی کی فقط یہ صورت ہے کہ اس بانڈ کو جلا دیا جائے۔

حکومت کی جاری کردہ بچت سکیموں میں شرکت ناجائز ہے

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تمام سکیمیں سود سے خالی نہیں۔

لیزنگ اور مضاربہ کمپنیوں کی سرمایہ کاری کے مروجہ طریقے ناجائز ہیں۔

مروجہ بیمہ کی تمام شکلیں حرام اور ناجائز ہیں

بیمہ کمپنی والے بیمہ کی حمایت میں جو فتوے دکھاتے ہیں وہ ناقابل اعتبار ہیں کیونکہ یا تو ان میں کتر بیونت کی گئی ہے یا قوی شرعی دلائل ان کے خلاف ہیں۔

جہاں کہیں حکومتی مجبوری سے انشورنس کرانی پڑے تو کم سے کم مقدار جس کی اجازت ہو اس پر کرائے اور موقع ملنے پر بیمہ کی رقم نہ لے۔ نقصان برداشت کرلے کیونکہ بیمہ بھی

سود پر مشتمل ہے۔ زیادہ سے زیادہ اپنی جمع کرائی ہوئی اصل رقم واپس لے سکتا ہے۔

تکافل اور اسلامی انشورنس کے نام سے وقف کی بنیاد پر ایک نظام جاری کیا گیا ہے۔ یہ نظام اور اس کی بنیاد شرعی اعتبار سے تسلی بخش نہیں ہے سود ہی کی شکل ہے۔

مختلف کرنسیوں کا تبادلہ

حکومت کی جانب سے مقرر کی ہوئی شرح تبادلہ سے کم وبیش قیمت پر روپوں کے بدلے دوسرے ملکوں کی کرنسی خرید سکتے ہیں۔ البتہ ایک ہی ملک کی کرنسی مثلاً پاکستانی روپوں کے دوطرف تبادلہ میں برابری ضروری ہے۔

دارالحرب میں سودی معاملہ

مسئلہ: وہ مسلمان جو ویزا لے کر دارالحرب میں گیا ہو (یعنی مسلم متامن) اور وہ شخص جو دارالحرب میں مسلمان ہوا ہو (یعنی مسلم حربی) یہ لوگ کافر حربی اور مسلم حربی سے سود لے سکتے ہیں۔

مسئلہ: مسلم اصلی یعنی وہ مسلمان شخص جس کو دارالحرب میں مستقل سکونت کی اجازت مل گئی ہو یا جس دارالاسلام کا وہ پہلے باشندہ تھا وہ دارالحرب میں تبدیل ہوگیا ہو یہ بھی دارالحرب میں حربی سے سود لے سکتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ سود لینے کی بات ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دارالحرب میں حربی کا مال مباح ہوتا ہے اور جن لوگوں کا ذکر ہوا یہ حربی کا مال لے سکتے ہیں جبکہ کوئی دھوکہ اور خیانت نہ کی ہو۔ غرض بظاہر لینے میں سود ہے لیکن حقیقت میں سود نہیں ہے بلکہ مباح مال ہے جو حربی کی رضامندی سے لیا ہے۔

رہا دارالحرب میں کسی متامن یا مسلم اصلی کا سود دینا اگرچہ کسی کافر کو ہی دے یہ جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔ کیونکہ مسلمان کا مال مباح نہیں ہوتا۔

تنبیہ: یہ ہم نے اصل مسئلہ لکھا ہے۔ البتہ کسی جگہ میں مفاسد کا اندیشہ کر کے وہاں کے علماء اس سے اجتناب کا قول کریں تو ان کے قول پر عمل کیا جائے۔

پراویڈنٹ فنڈ

مسئلہ: جبری پراویڈنٹ فنڈ میں ملازم کی تنخواہ سے ایک متعین رقم ہر ماہ کاٹی جاتی ہے۔ اس پر ہر ماہ جو اضافہ محکمہ اپنی طرف سے کرتا ہے پھر مجموعہ پر جو رقم سالانہ بنام سود جمع کرتا ہے، شریعت میں اس کی حیثیت ہبہ اور ہدیہ کی ہے کیونکہ اس پر شرعی اعتبار سے ربا اور سود کی تعریف صادق نہیں آتی خواہ محکمہ نے اسے سود کا نام لے کر دیا ہو، اس لیے کہ سود ایسا معاملہ ہوتا ہے جو دوطرفہ بنیاد پر طرفین کے درمیان طے ہو کر وجود میں آتا ہے۔ پراویڈنٹ فنڈ کے لیے تنخواہ میں سے جبری کٹوتی کی جاتی ہے اور وہ حصہ ملازم کو نہیں دیا جاتا۔ اس وجہ سے اس حصہ پر نہ تو ملازم کا قبضہ ہوا اور نہ اس کی ملکیت ہے اور اس رقم کے ساتھ محکمہ جو اضافہ کرتا ہے اپنی ملکیت ہی میں کرتا ہے اور اپنی ہی ملکیت میں اضافہ کرنا سود نہیں ہوتا۔ پھر جب محکمہ یہ اضافہ ملازم کو دیتا ہے تو درحقیقت ہدیہ دیتا ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب محکمہ نے پراویڈنٹ فنڈ کی رقم اپنے پاس رکھی ہو یا کسی کمپنی وغیرہ کو دی ہو تو اپنے طور سے اپنی ذمہ داری پر دی ہو۔

مسئلہ: قاعدہ ہے کہ کسی حلال چیز کو حرام کی نیت سے استعمال کرنا حرام ہے مثلاً کوئی شربت کو یہ سمجھ کر پیئے کہ یہ شراب ہے تو اگرچہ شربت حلال ہے مگر جو نیت اس نے کی وہ حرام ہے۔ اسی طرح پراویڈنٹ فنڈ کے ساتھ ملنے والی زائد رقم کو ہدیہ سمجھ کر لے سود سمجھ کر نہ لے کیونکہ اس کو سود سمجھ کر لینا حرام ہے۔

مسئلہ: البتہ پراویڈنٹ فنڈ میں جو رقم اپنے اختیار سے کٹوائی جائے تو اس پر جو رقم محکمہ سود کے نام پر دے گا اس سے اجتناب کیا جائے کیونکہ اس میں سود کا شبہ ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی ملازم اپنے پراویڈنٹ فنڈ میں سے قرض لے تو یہ شرعاً قرض نہیں ہے اور اگر اس پر محکمہ ملازم سے سود وصول کرے تو وہ حقیقتاً سود بھی نہیں ہے کیونکہ ملازم نے اپنے حق میں سے رقم لی ہے اور جو سود کے نام پر وہ رقم جمع کراتا ہے وہ اسی کے نام پر جمع ہوتی ہے اور اس کو واپس مل جاتی ہے۔

باب ۳۳

بیع سلم (Future Sale) کا بیان

تعریف: اس طرح سے بیع کرنا کہ خریدار نے قیمت کی ادائیگی تو ابھی نقد کر دی اور بائع سامان کچھ عرصہ بعد مہیا کرے گا اس کو بیع سلم کہتے ہیں۔

مثلاً فصل کٹنے سے پہلے یا کٹنے کے بعد کسی کو دس ہزار روپے دیئے اور یوں کہا کہ دو مہینے یا تین مہینے کے بعد فلاں مہینے میں فلاں تاریخ میں ہم تم سے ان دس ہزار روپے کے گیہوں لیں گے اور نرخ اسی وقت طے کر لیا کہ سو روپے کے بیس سیر کے حساب سے لیں گے تو یہ بیع درست ہے۔ جس مہینے کا وعدہ ہوا ہے اس مہینے میں اس کو اسی بھاؤ گیہوں دینا پڑیں گے چاہے بازار میں گراں بکیں چاہے سستے' بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اس بیع کو سلم کہتے ہیں لیکن اس کے جائز ہونے کی کئی ضروری شرطیں ہیں۔

اول شرط یہ ہے کہ گیہوں وغیرہ کی کیفیت خوب صاف صاف ایسی طرح بتا دے کہ لیتے وقت دونوں میں جھگڑا نہ پڑے مثلاً کہہ دے کہ فلاں قسم کا گیہوں دینا، بہت پتلا نہ ہو نہ پالا مارا ہو' عمدہ ہو خراب نہ ہو۔ اس میں کوئی اور چیز چنے' مٹر وغیرہ نہ ملی ہو۔ خوب سوکھے ہوں گیلے نہ ہوں۔ غرض کہ جس قسم کی چیز لینا ہو ویسی بتا دینا چاہیے تا کہ لیتے وقت جھگڑا نہ ہو۔ اگر اس وقت صرف اتنا کہہ دیا کہ دس ہزار روپے کے گیہوں دے دینا تو یہ ناجائز ہوا۔ یا یوں کہا کہ ان دس ہزار روپے کے چاول دے دینا اس کی قسم کچھ نہیں بتائی یہ سب ناجائز ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ نرخ بھی اسی وقت طے کر لے کہ سو روپے کے پندرہ کلو یا بیس کلو کے حساب سے لیں گے۔ اگر یوں کہا کہ اس وقت جو بازار کا بھاؤ ہو اس حساب سے ہم کو دینا یا اس سے دو کلو زیادہ دینا تو یہ جائز نہیں۔ بازار کے بھاؤ کا کچھ اعتبار نہ

کرو۔ اسی وقت اپنے لینے کا نرخ مقرر کرلو۔ وقت آنے پر اسی مقرر کئے ہوئے بھاؤ سے لے لو۔

تیسری شرط یہ ہے کہ جتنے روپے کے لینا ہوں اسی وقت بتادو کہ ہم دس ہزار روپے یا بیس ہزار روپے کے گیہوں لیں گے۔ اگر یہ نہیں بتایا اور یوں ہی گول مول کہہ دیا کہ کچھ رقم کے ہم بھی لیں گے تو یہ صحیح نہیں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ اسی وقت اسی جگہ رہتے رہتے سب روپے دے دو۔ اگر معاملہ کرنے کے بعد الگ ہو کر پھر روپے دیئے تو وہ معاملہ باطل ہوگیا، اب نئے سرے سے کرنا چاہیے۔ اسی طرح اگر پانچ ہزار روپے اسی وقت دے دیئے اور پانچ ہزار روپے دوسرے وقت دیئے تو پانچ ہزار میں بیع سلم باقی رہی اور پانچ ہزار روپے میں باطل ہو گئی۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ اپنے لینے کی مدت کم سے کم ایک مہینہ مقرر کرے کہ ایک مہینے کے بعد فلانی تاریخ کو ہم گیہوں لیں گے، مہینے سے کم مدت مقرر کرنا صحیح نہیں اور زیادہ چاہے جتنی مقرر کرے جائز ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ مدت کی کچھ تحدید نہیں کرتے۔ غرض دن تاریخ مہینہ سب مقرر کردے تاکہ جھگڑا نہ پڑے کہ وہ کہے میں ابھی نہ دوں گا اور تم کہو نہیں آج ہی دو۔ اس لیے پہلے ہی سے سب طے کرلو۔ اگر دن تاریخ، مہینہ مقرر نہ کیا بلکہ یوں کہا کہ جب فصل کٹے گی تب دے دینا تو یہ صحیح نہیں۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ یہ بھی مقرر کردے کہ فلانی جگہ وہ گیہوں دینا یعنی اسی شہر میں یا کسی دوسرے شہر میں جہاں لینا ہو وہاں پہنچانے کے لیے کہہ دے یا یوں کہہ دے کہ ہمارے گھر پہنچا دینا۔ غرض کہ جو منظور ہو صاف بتادے۔ اگر یہ نہیں بتایا تو صحیح نہیں۔ البتہ اگر کوئی ہلکی چیز ہو جس کے لانے اور لے جانے میں کچھ مزدوری نہیں لگتی مثلاً مشک خریدا سچے موتی یا اور کچھ تو لینے کی جگہ بتانا ضروری نہیں۔ جہاں خریدار ملے اس کو دے دے۔

ساتویں شرط: سلم کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ جس وقت معاملہ کیا ہے اس وقت

سے لے کر لینے اور وصول پانے کے زمانے تک وہ چیز بازار میں ملتی رہے نایاب نہ ہو۔ اگر اس درمیان میں وہ چیز بالکل نایاب ہوجائے کہ اس ملک کے بازاروں میں نہ ملے گو دوسری جگہ سے بہت مصیبت جھیل کر منگوا سکے تو وہ بیع سلم باطل ہوگئی۔

اگر ان شرطوں کے موافق کیا تو بیع سلم درست ہے ورنہ درست نہیں۔

مسئلہ: گیہوں وغیرہ غلہ کے علاوہ اور جو چیزیں ایسی ہوں کہ ان کی کیفیت بیان کر کے مقرر کردی جائے کہ لیتے وقت کچھ جھگڑا ہونے کا ڈر نہ رہے ان کی بیع سلم بھی درست ہے جیسے انڈے، اینٹیں، کپڑا، مگر سب باتیں طے کرلے کہ اتنی بڑی اینٹ ہو، اتنی لمبی، اتنی چوڑی، کپڑا سوتی ہو اتنا باریک ہو اتنا موٹا ہو۔ دیسی ہو یا ولایتی غرض کہ سب باتیں بتا دینا چاہئیں کچھ گنجلک باقی نہ رہے۔

مسئلہ: سو روپے کی پانچ گٹھڑی یا پانچ کھانچی کے حساب سے بھوسا بطور بیع سلم کے لیا تو یہ درست نہیں کیونکہ گٹھڑی اور کھانچی کی مقدار میں بہت فرق ہوتا ہے، البتہ اگر کسی طرح سے سب کچھ مقرر اور طے کرلے یا وزن کے حساب سے بیع کرے تو درست ہے۔

مسئلہ: معاملہ کرتے وقت یہ شرط کردی کہ فصل کے کٹنے پر فلاں مہینے میں ہم نئے گیہوں لیں گے یا فلاں کھیت کے گیہوں لیں گے تو یہ معاملہ جائز نہیں ہے۔ اس لیے یہ شرط نہ کرنی چاہیے پھر وقت مقررہ پر اس کو اختیار ہے چاہے نئے دے یا پرانے۔ البتہ اگر نئے گیہوں کٹ چکے ہوں تو نئے کی شرط کرنا بھی درست ہے۔

مسئلہ: تم نے دس ہزار روپے کے گیہوں لینے کا معاملہ کیا تھا وہ مدت گزر گئی بلکہ زیادہ ہوگئی مگر اس نے اب تک گیہوں نہیں دیئے نہ دینے کی امید ہے تو اب یہ کہنا جائز نہیں کہ اچھا تم گیہوں نہ دو بلکہ اس گیہوں کے بدلے میں اتنے چنے یا اتنے دھان یا اتنی فلاں چیز دے دو۔ گیہوں کے عوض کسی اور چیز کا لینا جائز نہیں۔ یا تو اس کو کچھ مہلت دے دو اور مہلت کے بعد گیہوں لو یا اپنا روپیہ واپس لے لو۔ اسی طرح اگر بیع سلم کو تم دونوں نے توڑ دیا کہ ہم وہ معاملہ توڑتے ہیں گیہوں نہیں لیں گے تو روپیہ واپس دے دو یا تم نے نہیں توڑا بلکہ وہ معاملہ خود ہی ٹوٹ گیا جیسے وہ چیز نایاب ہوگئی کہیں نہیں ملتی تو

اس صورت میں تم کو صرف روپے لینے کا اختیار ہے اس روپے کے عوض اس سے کوئی اور چیز لینا درست نہیں۔ پہلے روپیہ لے لو اور لینے کے بعد اس سے جو چیز چاہو خریدو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ نہ لو مگر اپنی بیع سلم کا سامان (جبکہ بیع قائم ہو) یا اپنا راس المال (جبکہ بیع فسخ ہو چکی ہو)۔

آرڈر پر سامان بنوانا

عربی میں اس کو استصناع کہتے ہیں جس کا معنی ہے طلب صنعت۔

مسئلہ: یہ بھی بیع سلم ہوتی ہے اور بنوایا جانے والا سامان بیع سلم کا سودا ہوتا ہے لہٰذا اس میں بھی بیع سلم کی اوپر ذکر کی گئی تمام شرائط کا اعتبار ہوگا۔ البتہ اتنا فرق ہے کہ بیع سلم میں قیمت معاملہ طے کرتے ہی ادا کی جاتی ہے جبکہ آرڈر پر بنوانے میں قیمت مال ملنے سے پہلے ادا کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: بات چیت طے ہو جانے کے بعد کاریگر اپنے عمل پر مجبور ہوگا اور آمر (یعنی آرڈر دینے والا) بھی اپنی بات سے نہیں پھر سکتا۔

مسئلہ: کاریگر اگر کسی دوسرے کے ہاتھ کا بنایا ہوا سامان یا خود اپنا پہلے سے بنایا ہوا سامان مطلوبہ وقت پر آرڈر دینے والے کو دے اور وہ اسے لے لے تو یہ صحیح ہے۔

مسئلہ: بنائی ہوئی شے دونوں کی رضامندی کے بغیر آرڈر دینے والے کے لیے متعین نہیں ہو جاتی۔ کاریگر ایک بنائی ہوئی شے کسی اور کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے لیے دوسری بنا سکتا ہے۔ آرڈر دینے والے کو بھی اختیار ہوتا ہے کہ وہ بنائی ہوئی شے لے لے یا خیار رویت کی بنا پر نہ لے۔ اگر کوئی ایسی شے ہو جس کی عام طور سے طلب نہیں ہوتی اور خاص مطالبہ پر ہی بنائی جاتی ہے اور اندیشہ ہے کہ خیار رویت کی بنا پر نہ لی تو کاریگر کا بڑا نقصان ہوگا تو وہ یہ صورت اختیار کر سکتا ہے کہ آرڈر دینے والے کے لیے اجرت پر کام کرے۔ خام مال آرڈر دینے والے کی طرف سے خریدے اور اس خام مال سے اپنی مرضی کی اجرت پر (جو پہلے سے طے کر لی جائے) سامان بنا کر دے۔

باب ۳۴

قرضہ لینے کا بیان

مسئلہ: جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز تم واپس دے سکتے ہو اس کا قرض لینا درست ہے جیسے اناج، انڈے، گوشت وغیرہ اور جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز دینا مشکل ہے تو اس کا قرض لینا درست نہیں جیسے بکری، مرغی وغیرہ۔

مسئلہ: جس زمانے میں پچاس روپے کے دس سیر گیہوں ملتے تھے اس وقت تم نے پانچ کلو گیہوں قرض لیے پھر گیہوں سستے ہوگئے اور پچاس روپے کے بیس سیر ملنے لگے تو تم کو وہی پانچ کلو گیہوں دینا پڑیں گے۔ اسی طرح اگر گراں ہوگئے تب بھی جتنے لیے ہیں اتنے ہی دینا پڑیں گے۔

مسئلہ: جیسے گیہوں تم نے دیئے تھے اس نے اس سے اچھے گیہوں ادا کئے تو اس کا لینا جائز ہے یہ سود نہیں مگر قرض لینے کے وقت یہ کہنا درست نہیں کہ ہم اس سے اچھے لیں گے، البتہ وزن میں زیادہ نہ ہونا چاہیے۔ اگر تم نے دیئے ہوئے گیہوں سے زیادہ لیے تو یہ ناجائز ہوگیا، خوب ٹھیک تول کر لینا دینا چاہیے لیکن اگر تھوڑا جھکتا تول دیا تو کچھ ڈر نہیں۔

مسئلہ: کسی سے کچھ روپیہ یا غلہ اس وعدہ پر قرض لیا کہ ایک مہینہ یا پندرہ دن کے بعد ہم ادا کر دیں گے اور اس نے منظور کر لیا تب بھی مدت کا بیان کرنا لغو بلکہ ناجائز ہے۔ اگر اس کو اس مدت سے پہلے ضرورت پڑے اور تم سے مانگے یا بغیر ضرورت ہی مانگے تو تم کو ابھی دینا پڑے گا۔

مسئلہ: تم نے دو کلو گیہوں یا آٹا وغیرہ کچھ قرض لیا، جب اس نے مانگا تو تم نے کہا بھائی اس وقت گیہوں تو نہیں ہیں، اس کے بدلے تم دس روپے لے لو اس نے کہا اچھا، تو یہ پیسے اسی وقت سامنے رہتے رہتے دے دینا چاہئیں، اگر پیسے نکالنے اندر گئے اور اس کے پاس سے الگ ہوگئے تو وہ معاملہ باطل ہوگیا۔ اب پھر سے کہنا چاہیے کہ تم اس

ادھار گیہوں کے بدلے دس روپے لے لو کیونکہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ قرض کی بیع قرض سے کی جائے۔

مسئلہ: کسی سے ایک ہزار روپے قرض لیے۔ اس وقت چاندی سو روپے تولہ کے حساب سے ایک ہزار روپے کی دس تولہ آتی تھی۔ جب مثلاً سال بعد قرض واپس کرنے لگے تو اس وقت چاندی کے نرخ بڑھے ہوئے تھے اور ایک ہزار کی نو تولہ چاندی ملنے لگی تو قرض خواہ مقروض سے روپوں کے بجائے دس تولہ چاندی وصول کرسکتا ہے۔ اسی طرح اگر نرخ گر گئے تب مقروض کو حق حاصل ہے کہ وہ قرض خواہ کو صرف دس تولہ چاندی واپس دے۔

مسئلہ: گھروں میں دستور ہے کہ دوسرے گھر سے اس وقت دس پانچ روٹی قرض منگا لی۔ پھر جب اپنے گھر پک گئی تو گن کر بھیج دی یہ درست ہے۔

❀ ❀ ❀

باب ۳۵

کفالت یعنی کسی کی ذمہ داری لینے کا بیان

مسئلہ: نعیم کے ذمہ کسی کے کچھ روپے یا پیسے ہوتے تھے تم نے اس کی ذمہ داری لے لی کہ اگر یہ نہ دے گا تو ہم سے لے لینا یا یوں کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں یا دیندار ہیں یا ہم ضمانت دیتے ہیں یا اور کوئی ایسا لفظ کہا جس سے ذمہ داری معلوم ہوئی اور اس حقدار نے تمہاری ذمہ داری منظور بھی کرلی تو اب اس کی ادائیگی تمہارے ذمہ واجب ہوگئی، اگر نعیم نہ دے تو تم کو دینا پڑیں گے اور اس حقدار کو اختیار ہے جس سے چاہے تقاضا کرے چاہے تم سے اور چاہے نعیم سے۔ اب جب تک نعیم اپنا قرض ادا نہ کردے یا معاف نہ کرالے تب تک برابر تم ذمہ دار ہو گے۔ البتہ اگر وہ حقدار تمہاری ذمہ داری معاف کردے اور کہہ دے کہ اب تم سے کچھ مطلب نہیں ہم تم سے تقاضا نہ کریں گے تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی۔ اور اگر تمہاری ذمہ داری کے وقت ہی اس حقدار نے منظور نہیں کیا اور کہا تمہاری ذمہ داری کا ہم کو اعتبار نہیں یا اور کچھ کہا تو تم ذمہ دار اور ضامن نہیں ہوئے۔

مسئلہ: تم نے کسی کی ذمہ داری لے لی تھی یعنی ضمانت دے دی تھی اور اس کے پاس روپے ابھی نہ تھے اس لیے تم کو دینا پڑے تو اگر تم نے اس قرض دار کے کہنے سے ذمہ داری لی ہے تب تو جتنا تم نے حقدار کو دیا ہے اس قرض دار سے لے سکتے ہو۔ اور اگر تم نے اپنی خوشی سے ذمہ داری لی ہے تو دیکھو تمہاری ذمہ داری کو پہلے کس نے منظور کیا ہے، اس قرض دار نے یا حق دار نے۔ اگر پہلے قرض دار نے منظور کیا تو ایسا ہی سمجھیں گے کہ تم نے اس کے کہنے سے ذمہ داری لی۔ لہٰذا اپنا روپیہ اس سے لے سکتے ہو اور اگر پہلے حق دار نے منظور کرلیا تو جو کچھ تم نے دیا ہے قرض دار سے لینے کا حق نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ تمہاری طرف سے احسان سمجھا جائے گا کہ ویسے ہی اس کا قرض تم نے ادا

کر دیا البتہ اگر وہ خود تم کو دے دے تو اور بات ہے۔

مسئلہ: اگر حق دار نے قرض دار کو مہینہ بھر یا پندرہ دن وغیرہ کی مہلت دے دی تو اب اتنے دن اس ضامن سے بھی تقاضا نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: اور اگر تم نے اپنے پاس سے دینے کی ذمہ داری نہیں لی تھی بلکہ اس قرض دار کا روپیہ تمہارے پاس امانت رکھا تھا اس لیے تم نے کہا تھا کہ ہمارے پاس اس شخص کی امانت رکھی ہے ہم اس میں سے دے دیں گے، پھر وہ روپیہ چوری ہو گیا یا اور کسی طرح جاتا رہا تو اب تمہاری ذمہ داری نہیں رہی۔ نہ اب تم پر اس کا دینا واجب ہے اور نہ وہ حق دار تم سے تقاضا کر سکتا ہے۔

مسئلہ: کہیں جانے کے لیے تم نے کوئی کار کرایہ پر لی اور اس کار والے کی کسی نے ذمہ داری لے لی کہ اگر اس نے نہ دی تو میں اپنی کار دے دوں گا تو یہ ذمہ داری درست ہے اگر وہ نہ دے تو اس ذمہ دار کو دینا پڑے گی۔

مسئلہ: تم نے اپنی چیز کسی کو دی کہ جاؤ اس کو بیچ دو۔ وہ بیچ آیا لیکن قیمت کے پیسے نہیں لایا اور کہا کہ پیسے کہیں نہیں جا سکتے میں ان کا ذمہ دار ہوں خریدار سے نہ ملیں تو مجھ سے لے لینا تو یہ ذمہ داری صحیح نہیں۔

مسئلہ: کسی نے کہا کہ اپنی مرغی اسی میں بند رہنے دو اگر بلی لے جائے تو میرا ذمہ مجھ سے لے لینا۔ یا بکری کے بارے میں کہا اگر بھیڑیا لے جائے تو مجھ سے لے لینا تو یہ ذمہ داری صحیح نہیں۔

مسئلہ: نابالغ لڑکا یا لڑکی اگر کسی کی ذمہ داری لے لے تو وہ ذمہ داری صحیح نہیں۔

مسئلہ: کفالت یعنی ذمہ داری لینا احسان کا معاملہ ہوتا ہے۔ اس پر اجرت لینا جائز نہیں۔ لہٰذا مال درآمد کرنے کے وقت بینک درآمد کرنے والے کی طرف سے کفالت کرتا ہے اور (Letter of Credit) جاری کرتا ہے تو خاص اس پر بینک کو اجرت لینا جائز نہیں ہے البتہ اس کے لیے بینک کو جو لکھت پڑھت کرنی ہوتی ہے اور کاغذات بھیجنے اور منگوانے کا کام کرنا ہوتا ہے اس پر وہ اجرت لے سکتا ہے۔

مسئلہ: کفالت کی ایک قسم کفالت شخصی (یعنی شخصی ضمانت) ہے اور وہ یہ ہے کہ ضامن یا مدعی عدالت سے کہے کہ میں مطلوب شخص کا ضامن بنتا ہوں اور عندالطلب اگر یہ خود حاضر نہ ہو تو میں اس کو حاضر کروں گا۔

- اگر یہ ضامن مطلوب شخص کو طلب پر حاضر نہ کرے تو عدالت اس کو قید کر سکتی ہے۔
- ضامن کے ذمہ ہوگا کہ وہ مطلوب شخص کو کمرہ عدالت میں اس طرح حاضر کرے کہ وہ وہاں سے وقت سے پہلے فرار نہ ہونے پائے۔
- مطلوب شخص خود ہی حاضر ہو جائے یا ضامن اس کو حاضر کر دے یا ضامن اپنے وکیل یا قاصد کے ہاتھ اس کو حاضر کر دے ہر طرح سے وہ ذمہ داری سے بری الذمہ ہو جائے گا۔
- اگر ضامن نے مدعی کو مطلوب شخص کے حاضر کرنے کی ضمانت دی تو ضامن کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ مطلوب شخص کو مدعی کے پاس اس طرح سے سپرد کرے کہ وہ اس سے اپنی بات کرنے پر قادر ہو، یہ نہیں کہ مدعی سے ابھی دور ہی ہو تو اس کو فرار ہونے دے۔
- مطلوب شخص وفات پا جائے تو اس سے بھی ضامن بری الذمہ ہو جاتا ہے۔
- اگر مدعی مر جائے تو اس کا وصی یا اس کے وارث ضامن سے مطلوب شخص کو حاضر کرنے کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

باب ۳۶

حوالہ یعنی اپنا قرضہ دوسرے پر اتار دینے کا بیان

مسئلہ: شفیع کا تمہارے ذمہ کچھ قرض ہے اور راشد تمہارا قرض دار ہے۔ شفیع نے تم سے تقاضا کیا تم نے کہا کہ راشد ہمارا قرض دار ہے تم اپنا قرضہ اسی سے لے لو۔ ہم سے نہ مانگو۔ اگر اسی وقت شفیع یہ بات منظور کرے اور راشد بھی اس پر راضی ہوجائے تو شفیع کا قرضہ تمہارے ذمہ سے اتر گیا۔ اب شفیع تم سے بالکل تقاضا نہیں کرسکتا بلکہ اسی راشد سے مانگے چاہے جب ملے اور جتنا قرضہ تم نے شفیع کو دلایا ہے اتنا اب تم راشد سے نہیں لے سکتے۔ البتہ اگر راشد اس سے زیادہ کا قرض دار ہے تو جو کچھ زیادہ ہے وہ لے سکتے ہو۔ پھر اگر راشد نے شفیع کو دے دیا تب تو خیر اور اگر نہ دیا اور مر گیا تو جو کچھ مال واسباب چھوڑا ہے وہ بیچ کر شفیع کو دلوائیں گے اور اگر اس نے کچھ مال نہیں چھوڑا جس سے قرضہ دلوائیں یا اپنی زندگی ہی میں مکر گیا اور قسم کھالی کہ تمہارے قرضہ سے میرا کچھ واسطہ نہیں اور گواہ بھی نہیں ہیں تو اب اس صورت میں پھر شفیع تم سے تقاضا کرسکتا ہے اور اپنا قرضہ تم سے لے سکتا ہے اور اگر تمہارے کہنے پر شفیع راشد سے لینا منظور نہ کرے یا راشد اس کو دینے پر راضی نہ ہو تو قرضہ تم سے نہیں اترا۔

مسئلہ: راشد تمہارا قرض دار نہ تھا تم نے یوں ہی اپنا قرضہ اس پر اتار دیا اور راشد نے مان لیا اور شفیع نے بھی قبول ومنظور کرلیا تب بھی تمہارے ذمہ سے شفیع کا قرضہ اتر کر راشد کے ذمہ ہوگیا اس لیے اس کا بھی وہی حکم ہے جو ابھی بیان ہوا اور جتنا روپیہ راشد کو دینا پڑے گا دینے کے بعد تم سے لے لے اور دینے سے پہلے ہی لینے کا حق نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر راشد کے پاس تمہارے روپے امانت رکھے تھے اس لیے تم نے اپنا قرضہ راشد پر اتار دیا پھر وہ روپے کسی طرح ضائع ہوگئے تو اب راشد ذمہ دار نہیں رہا بلکہ

اب شفیع تم ہی سے تقاضا کرے گا اور تم ہی سے لے گا۔ اب راشد سے مانگنے اور لینے کا حق نہیں رہا۔

مسئلہ: راشد پر قرضہ اتار دینے کے بعد اگر تم ہی وہ قرضہ ادا کر دو اور شفیع کو دے دو یہ بھی صحیح ہے۔ شفیع یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تم سے نہ لوں گا بلکہ راشد ہی سے لوں گا۔

باب ۳۷

مضاربت کا بیان یعنی ایک کا روپیہ ایک کا کام

مسئلہ: تم نے تجارت کے لیے کسی کو کچھ روپے دیئے کہ اس سے تجارت کرو جو کچھ نفع ہوگا وہ ہم تم بانٹ لیں گے۔ یہ جائز ہے، اس کو مضاربت کہتے ہیں اور روپے والے کو رب المال یعنی مال کا مالک اور کام والے کو مضارب کہتے ہیں۔

مضاربت کی شرائط

مضاربت کی کئی شرطیں ہیں، اگر ان شرطوں کے موافق ہو تو صحیح ہے، نہیں تو ناجائز اور فاسد ہے۔

۱۔ جتنا روپیہ دینا ہو وہ بتا دو اور مضارب کو تجارت کے لیے دے بھی دو، اپنے پاس نہ رکھو۔ اگر روپیہ مضارب کے حوالہ نہ کیا اپنے ہی پاس رکھا تو یہ معاملہ فاسد ہے۔

۲۔ نفع بانٹنے کی صورت طے کرلو اور بتا دو کہ تم کو کتنا ملے گا اور اس کو کتنا۔ اگر یہ بات طے نہیں ہوئی بس اتنا ہی کہا کہ نفع ہم تم دونوں بانٹ لیں گے تو یہ فاسد ہے۔

۳۔ نفع تقسیم کرنے کو اس طرح نہ طے کرو کہ جس قدر نفع ہو اس میں سے ایک ہزار روپے ہمارے باقی تمہارے۔ یا ہزار روپے تمہارے باقی ہمارے۔ غرض کہ کچھ خاص رقم مقرر نہ کرو کہ اتنی ہماری یا اتنی تمہاری بلکہ یوں طے کرو کہ آدھا ہمارا، آدھا تمہارا۔ یا ایک حصہ اس کا دو حصے اس کے یا ایک حصہ ایک کا باقی تین حصے دوسرے کے غرض کہ نفع کی تقسیم حصوں کے اعتبار سے کرنا چاہیے نہیں تو معاملہ فاسد ہو جائے گا۔

اگر کچھ نفع ہوگا تب تو وہ کام کرنے والا اس میں سے اپنا حصہ پائے گا اور اگر کچھ نفع نہ ہوا تو کچھ نہ پائے گا۔ اگر یہ شرط کرلی کہ اگر نفع نہ ہوا تب بھی ہم تم کو اصل مال میں سے اتنا دیں گے تو یہ معاملہ فاسد ہے۔ اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر نقصان ہوگا تو اس کام کرنے والے کے ذمہ پڑے گا یا دونوں کے ذمہ ہوگا یہ بھی فاسد ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو کچھ نقصان ہو وہ مالک کے ذمہ ہے اسی کا روپیہ گیا۔

مسئلہ: جب تک مضارب کے پاس روپیہ موجود ہو اور اس نے سامان نہ خریدا ہو تب تک رب المال کو مضاربت ختم کردینے اور روپیہ واپس لے لینے کا اختیار ہے اور جب وہ مال خرید چکا تو اب ختم کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر رب المال نے یہ شرط کی کہ تمہارے ساتھ ہم کام کریں گے یا ہمارا فلاں آدمی تمہارے ساتھ کام کرے گا تو یہ (معاملہ) فاسد ہے۔

مضاربت کا حکم

مضاربت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ معاملہ صحیح ہوا ہے کوئی فاسد شرط نہیں لگائی ہے تو نفع میں دونوں شریک ہیں جس طرح طے کیا ہو بانٹ لیں اور اگر کچھ نفع نہ ہوا یا نقصان ہوا تو مضارب کو کچھ نہ ملے گا اور نقصان کا تاوان اس کو نہ دینا پڑے گا بلکہ رب المال اس کو برداشت کرے گا۔ اور اگر وہ معاملہ فاسد ہوا تو مضارب نفع میں شریک نہیں ہوگا بلکہ وہ بمنزلہ نوکر کے ہے۔ یہ دیکھو کہ اگر ایسا آدمی اس کام کے لیے اجرت پر رکھا جائے تو کتنی تنخواہ دینی پڑے گی، بس اتنی ہی تنخواہ اس کو ملے گی، نفع ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی بہرحال تنخواہ پائے گا اور نفع سب مالک کا ہے لیکن اگر تنخواہ زیادہ بنتی ہے اور جو نفع طے ہوا تھا اگر اس کے حساب سے دیں تو کم بنتا ہے تو اس صورت میں تنخواہ نہ دیں گے نفع بانٹ دیں گے۔

مسئلہ: مضاربت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مقید دوسری مطلق۔ مقید اس مضاربت کو کہتے ہیں جس میں روپے دینے والا کسی خاص جگہ کی یا کسی خاص مدت کی یا کسی خاص

کاروبار کی قید لگا دے یعنی وہ یہ کہہ دے کہ اس روپے سے تم صرف ملتان یا لاہور ہی میں کام کر سکتے ہو، دوسری جگہ نہیں یا یہ کہہ دے کہ صرف ایک سال کے لیے میں مضاربت پر روپے دے رہا ہوں یا یہ کہہ دے کہ یہ روپے صرف مثلاً کپڑے ہی کے کام میں لگائے جائیں۔ اور مطلق مضاربت وہ ہے جس میں ان میں سے کوئی قید نہ لگی ہو بلکہ مضارب یعنی کام کرنیوالے کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہو۔

مسئلہ: مطلق مضاربت کی صورت میں یعنی جبکہ مالک نے مضارب کو کہا ہو کہ تم اپنی صوابدید سے جو چاہو کرو مضارب اس مال کو آگے کسی اور کو مضاربت پر بھی دے سکتا ہے کسی کے ساتھ شرکت بھی کر سکتا ہے اور اپنے مال تجارت کے ساتھ بھی ملا سکتا ہے۔

مضارب کے آگے کسی کو مضاربت پر مال دینے کی دو صورتیں ہیں:

(الف) مالک نے مضارب اول سے کہا ہو کہ اس رقم پر جو نفع ہو وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا۔ مضارب اول نے آگے مضارب ثانی کو مال دیا کہ مضارب ثانی کا حصہ ایک تہائی ہوگا۔ اس صورت میں کل نفع میں سے مالک کو نصف ملے گا۔ مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور باقی چھٹا حصہ مضارب اول کا ہوگا۔

(ب) مالک نے مضارب اول کو کہا کہ تمہیں جو نفع ہو وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا۔ مضارب ثانی کے لیے تہائی طے ہوا ہو تو مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور باقی دو تہائی جو مضارب اول کو ملے گا وہ اس کے اور مالک کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔

مسئلہ: اپنے مال کے ساتھ ملانے اور مخلوط کرنے کی صورت یہ ہے کہ مضارب خود اپنا کاروبار بھی کرتا ہے مثلاً اس کے کاروبار میں اس کے دس ہزار روپے لگے ہوئے ہیں۔ اب زید نے اس کو دس ہزار دیئے اور کہا کہ اپنی صوابدید سے جو چاہے کام کرو اور ہمارا نفع نصف نصف ہوگا۔ مضارب زید کے دس ہزار اپنے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ پھر اگر نفع چار ہزار ہو تو زید کی رقم پر نفع دو ہزار ہوا جو مضارب اور زید کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔ اس طرح سے اس وقت مضارب کو تین ہزار اور زید کو ایک ہزار نفع ملے گا۔

مسئلہ: مضاربت مطلق ہوتو مضارب کو نقد یا ادھار مال خریدنے، بیچنے، کسی اور کو اپنی مدد کے لیے تنخواہ پر یا روزانہ اجرت دے کر رکھ لینے کا بھی حق ہے، اس میں مالک کوئی مداخلت نہیں کرسکتا۔

مسئلہ: مضاربت مطلق ہو تب بھی مضارب کو قرض لینے دینے کا اختیار نہیں جب تک مالک خود اس کی مستقل طور پر اجازت نہ دے دے۔

مسئلہ: مضارب اگر اپنے وطن میں کاروبار کرے تو کھانا کپڑا مضاربت کے مال سے نہیں لے سکتا البتہ سواری کا خرچ اس صورت میں لے سکتا ہے جب بڑا شہر ہو اور ایک حصے سے دوسرے حصے میں آنے جانے میں کچھ خرچ ہوتا ہو۔

البتہ اگر کسی دوسرے شہر میں جا کر کسی مال کو خریدنے یا بیچنے کی ضرورت پیش آجائے تو وہ کھانے پینے، سواری، کپڑے کی دھلائی کا خرچ لے سکتا ہے۔ لیکن اخراجات کے لینے میں اس کو اس کا لحاظ کرنا پڑے گا کہ جس حیثیت کا وہ خود ہے اس سے زیادہ خرچ نہ کرے مثلاً وہ ذاتی سفر میں جتنا خرچ کرتا ہے یا اس کے مرتبے کے تاجر عموماً جتنا خرچ کرتے ہیں اسے بھی اتنا ہی لینے کا حق ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنا ذاتی سفر تو وہ سیکنڈ کلاس میں کرے اور مضارب کی حیثیت سے سفر کرے تو فرسٹ کلاس میں کرے۔ اسی طرح اگر وہ گھر میں دال روٹی کھاتا ہے تو مضارب کی حیثیت سے سفر میں بھی اتنا ہی خرچ کرے گوشت روٹی کا خرچہ نہ لے۔

مسئلہ: مضارب اگر مضاربت کا روپیہ اپنی ضرورت میں خرچ کرلے تو یہ غصب ہے اور اس غصب شدہ رقم میں مضاربت باقی نہیں رہتی۔

مسئلہ: مقید مضاربت کی صورت میں مالک کی بتائی ہوئی قید کے خلاف کرنے سے بھی مضارب غاصب بنتا ہے اور کیا جانے والا کام مضاربت میں شمار نہیں ہوتا بلکہ جب مضارب غاصب بنا تو ہونے والا نفع سارا اس کی ملک ہوا لیکن وہ نفع اس کے لیے پاکیزہ نہیں اور اس پر اس کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ علاوہ ازیں مضارب کے ذمے ہوگا کہ وہ مالک کو اس کی پوری رقم لوٹائے خواہ اس کو اپنے کئے ہوئے کام میں نقصان ہی ہوا ہو۔

مسئلہ: غصب کی مذکورہ بالا صورتوں میں مضارب کو گناہ بھی ہوتا ہے۔

مسئلہ: مضارب کے لیے ضروری ہے کہ وہ کاروبار کا مکمل حساب کتاب رکھے اور جو واقعی نفع ہوا ہے اس کو آپس میں تقسیم کرے۔

مسئلہ: اگر مضاربت میں کچھ نقصان ہوجائے تو اول وہ نفع سے پورا کیا جائے گا اصل روپے کو باقی اور محفوظ سمجھیں گے، لیکن جب نقصان نفع سے زیادہ ہوا ہو اب اصل سرمایہ پر ڈالا جائے گا۔ مثلاً مالک نے مضارب کو دس ہزار روپے دیئے۔ مضارب نے کام کیا اور ایک ہزار روپے نفع کمائے۔ ابھی یہ نفع آپس میں تقسیم نہیں ہوا تھا کہ اگلے سودے میں مضارب کو نقصان ہوا۔ اگر نقصان ہزار روپے تک ہو تو پہلے حاصل ہونے والا نفع اس نقصان میں منہا ہو گیا اور طرفین میں سے کسی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر نقصان ڈیڑھ ہزار کا ہوا تو ہزار نفع میں سے منہا ہوئے۔ باقی پانچ سو مالک کے سرمایہ میں سے گئے۔

باب ۳۸

شرکت کا بیان

شرکت دوطرح کی ہے ایک شرکت املاک کہلاتی ہے، جیسے ایک شخص مرگیا اور اس کے ترکہ میں چند وارث شریک ہیں یا روپیہ ملا کر دو شخصوں نے ایک چیز خریدی یا ایک شخص نے دو شخصوں کو کوئی چیز ہبہ کردی۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کسی ایک شریک کو دوسرے کی اجازت کے بغیر مشترکہ مال میں کوئی تصرف کرنا جائز نہیں۔ البتہ کوئی ایسی مشترک چیز ہو جس کے استعمال سے کچھ فرق نہیں پڑتا مثلاً مشترکہ کمرے میں سکونت اختیار کی تو جائز ہے دوسری شرکت عقود ہے یعنی دو شخصوں نے باہم معاہدہ کیا کہ ہم تم شرکت میں تجارت کریں گے۔

شرکت املاک کے احکام

مسئلہ: ایک آدمی مرگیا اور اس نے کچھ مال چھوڑا تو اس کا سارا مال سب حقداروں کی شرکت میں ہے، جب تک سب سے اجازت نہ لے لے تب تک کوئی اس کو اپنے کام میں نہیں لاسکتا۔ اگر لائے گا اور نفع اٹھائے گا تو گناہ ہوگا۔

مسئلہ: دو آدمیوں نے مل کر کچھ برتن خریدے تو وہ برتن دونوں کی شرکت میں ہیں۔ دوسرے کی اجازت لیے بغیر اکیلے ایک کو وہ برتن کام میں لانا، یا بیچنا وغیرہ درست نہیں۔

مسئلہ: دو آدمیوں نے اپنے اپنے پیسے ملا کر شرکت میں امرود، نارنگی، بیر، آم، جامن، ککڑی، کھیرے، خربوزے وغیرہ کوئی چیز مول منگائی اور جب وہ چیز بازار سے آئی تو اس وقت ان دو میں سے ایک شریک ہے اور ایک کہیں گیا ہوا ہے تو موجود یہ نہ کرے کہ آدھا خود لے لے اور آدھا غائب کا حصہ نکال کے رکھ دے کہ جب وہ آئے گا تو

اپنا حصہ لے لے گا۔ جب تک دونوں موجود نہ ہوں حصہ بانٹنا درست نہیں ہے۔ اگر دوسرے کی غیر موجودگی میں ایک نے اپنا حصہ الگ کر کے کھالیا تو بہت گناہ ہوا۔ البتہ اگر گیہوں یا اور کوئی غلہ شرکت میں منگایا اور اپنا حصہ بانٹ کر رکھ لیا اور دوسرے کا اس کے آنے کے وقت اس کو دے دیا یہ درست ہے لیکن اس صورت میں اگر دوسرے کے حصہ میں اس کو دینے سے پہلے کچھ چوری وغیرہ ہوگئی تو وہ نقصان دونوں آدمیوں کا سمجھا جائے گا اور پہلے پر لازم ہوگا کہ وہ چرائی ہوئی مقدار کا نصف اپنے حصہ میں سے دوسرے کو دے۔

مسئلہ: مشترکہ ملکیت کے دو شریکوں میں سے جب ایک شریک دوسرے کی اجازت سے کچھ تعمیر کرائے اور اپنے مال سے واجبی خرچہ کرے تو وہ اپنے شریک سے اس کے حصے کے بقدر خرچ لے گا اگرچہ اس کے شریک نے یہ نہ کہا ہو کہ تم میری طرف سے خرچہ کرلو یا یہ کہ بعد میں تم مجھ سے خرچہ لے لینا۔

مسئلہ: ایسی مشترکہ ملکیت جو قابل تقسیم نہ ہو مثلاً چکی ہو یا دیوار ہو یا بہت چھوٹی کوٹھری ہو اس کی تعمیر و مرمت کی ضرورت پڑ جائے اور ایک شریک کہیں باہر گیا ہو اور دوسرا تعمیر کا ارادہ کرے تو اگر غیر حاضر شریک سے رابطہ کی کوئی صورت نہ ہو یا وہ تعمیر پر آمادہ نہ ہو تو دوسرا شریک متعلقہ سرکاری محکمہ اور حاکم سے اجازت لے لے۔ یہ اجازت غیر حاضر کی اجازت کے قائم مقام ہوگی اور دوسرا شریک غیر حاضر سے بعد میں اس کے حصے کے بقدر خرچہ لے سکے گا۔ اگر متعلقہ محکمہ سے اجازت لیے بغیر دوسرے شریک نے تعمیر کر لی تو اس کو غیر حاضر سے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر مشترکہ ملکیت قابل تقسیم ہو مثلاً بڑا کمرہ ہو اور ایک شریک خرچہ کرنے پر آمادہ نہ ہو تو دوسرا اس کی تقسیم کا مطالبہ کرسکتا ہے اور اگر پہلے کی اجازت کے بغیر دوسرے نے کل خرچہ کیا تو اس کو پہلے سے خرچہ کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ: ایک شریک دوسرے سے اس کا حصہ خرید سکتا ہے۔

مسئلہ: باپ سے ملے ہوئے مشترکہ مال میں تجارت صرف ایک بیٹے نے کی اور اس

سے بہت سی مزید جائیداد بنائی تو یہ سب مشترک ہی ہوگی۔

شرکت عقود کی اقسام اور احکام

پہلی قسم: شرکت عنان

یعنی دو شخصوں نے روپیہ بہم پہنچا کر اتفاق کیا کہ اس کا کپڑا یا غلہ یا اور کچھ خرید کر تجارت کریں۔ اس میں یہ شرط ہے کہ دونوں کا راس المال نقد ہو خواہ روپیہ یا سونا یا چاندی۔ سو اگر دونوں آدمی کچھ سامان شامل کر کے شرکت سے تجارت کرنا چاہیں یا ایک کا راس المال نقد ہو اور دوسرا بعد میں دینے کا وعدہ کرے تو یہ شرکت صحیح نہیں ہوگی۔

مسئلہ: شرکت عنان میں جائز ہے کہ ایک کا مال زیادہ ہو ایک کا کم اور نفع کی شرکت باہمی رضامندی پر ہے یعنی اگر یہ شرط ٹھہرے کہ مال تو کم و زیادہ ہے مگر نفع برابر تقسیم ہوگا یا مال برابر ہے مگر نفع دو اور ایک کی نسبت سے ہوگا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اس شرکت عنان میں ہر شریک کو مال شرکت میں تجارت سے متعلق ہر قسم کا تصرف جائز ہے بشرطیکہ خلاف معاہدہ نہ ہو۔ لیکن ایک شریک کا قرض دوسرے سے نہ مانگا جائے گا۔

مسئلہ: اس شرکت کے قرار پانے کے بعد کوئی چیز خریدی نہیں گئی اور پورا مال شرکت یا ایک شریک کا مال تلف ہو گیا تو شرکت باطل ہو جائے گی اور ایک شخص بھی اگر کچھ خرید چکا ہے اور پھر دوسرے کا مال ہلاک ہو گیا تو شرکت باطل نہ ہوگی۔ خریدا ہوا مال دونوں کا ہوگا اور جس قدر راس المال میں دوسرے شریک کا حصہ ہے اس حصے کے موافق زرِ ثمن اس دوسرے شریک سے وصول کر لیا جائے گا۔ مثلاً ایک شخص کے دس ہزار روپے تھے اور دوسرے کے پانچ ہزار۔ دس ہزار روپے والے نے مال خرید لیا تھا اور پانچ ہزار روپے والے کے روپے ضائع ہو گئے۔ سو پانچ ہزار روپے والا اس مال میں ایک تہائی کا شریک ہے اور دس ہزار روپے والا اس سے دس ہزار روپے کا ایک تہائی نقد وصول کرے گا یعنی تین ہزار تین سو تینتیس روپے تینتیس پیسے اور آئندہ یہ مال شرکت پر فروخت ہوگا۔

مسئلہ: اس شرکت میں دونوں شخصوں کو مال کا مخلوط کرنا ضروری نہیں صرف زبانی

ایجاب وقبول سے یہ شرکت منعقد ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: نفع نسبت سے مقرر ہونا چاہیے یعنی آدھا آدھا یا تین تہائی مثلاً اگر یوں ٹھہرا کہ ایک شخص کو ہزار روپے ملیں گے باقی دوسرے کا تو یہ جائز نہیں۔

مسئلہ: تجارت کے مشترکہ مال میں کچھ نقصان ہوگیا یا کچھ چوری ہوگیا تو ان کے سرمائے کے تناسب سے دونوں کا نقصان ہوا یہ نہیں ہے کہ جو نقصان ہو وہ سب ایک ہی کے سر پڑے ایک شریک نے یہ اقرار کرلیا کہ اگر نقصان ہو تو وہ سب میرے ذمہ اور جو نفع ہو وہ آدھا آدھا بانٹ لیں گے تو یہ بھی درست نہیں۔

مسئلہ: جب شرکت ناجائز ہوگئی تو اب نفع بانٹنے میں قول وقرار کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اگر دونوں کا مال برابر ہے تو نفع بھی برابر ملے گا۔ اور اگر برابر نہ ہو تو جس کا مال زیادہ ہے اس کو نفع بھی اس حساب سے ملے گا چاہے جو کچھ اقرار کیا ہو۔ اقرار کا اس وقت اعتبار ہوتا ہے جب شرکت صحیح ہو اور ناجائز نہ ہونے پائے۔

مسئلہ: اگر دو یا زیادہ آدمی کاروبار میں شریک ہوں اور سب ہی کام بھی کرتے ہوں تو وہ نفع کو آپس میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ تنخواہ نہیں لے سکتے۔ اسی طرح وہ یہ بھی نہیں کرسکتے کہ گھر کے اخراجات مثلاً بجلی پانی وغیرہ کے بل کے خرچے دکان کے اخراجات میں ڈال دیں۔ اگر وہ تنخواہ لینا ہی چاہتے ہیں تو اس کی صرف یہ صورت ہے کہ وہ اپنے سرمائے کے تناسب سے اپنی تنخواہیں طے کرلیں۔

مسئلہ: اگر کچھ شریک کام کرتے ہوں اور کچھ کام نہ کرتے ہوں ان کا فقط سرمایہ ہو تو یہ ہوسکتا ہے کہ کام کرنے والے باہمی رضامندی سے کوئی تنخواہ مقرر کریں۔ اس تنخواہ کے علاوہ کسی بھی نام سے وہ کوئی اور ایسی مراعات حاصل نہیں کرسکتے جس کی مقدار کا پہلے سے تعین نہ ہو۔ یہ اجرت پر کام کرنے کی صورت ہوگی۔ اس کے علاوہ جو نفع بچے وہ ہر ایک کے سرمائے کے تناسب سے شریکوں میں تقسیم کردیا جائے۔

دوسری قسم: شرکت صنائع

اسے شرکت تقبل بھی کہتے ہیں جیسے دو درزی یا دو رنگریز باہم معاہدہ کرلیں کہ جو

کام جس کے پاس آئے اس کو قبول کرلے اور جو مزدوری ملے وہ آپس میں آدھوں آدھ یا تین تہائی یا چوتھائی وغیرہ کے حساب سے بانٹ لیں یہ جائز ہے۔

مسئلہ: جو کام ایک نے لے لیا دونوں پر لازم ہوگیا مثلاً ایک شریک نے ایک کپڑا سینے کے لیے لیا تو صاحب فرمائش جس طرح اس سے تقاضا کرسکتا ہے دوسرے شریک سے بھی سلوا سکتا ہے۔ اسی طرح جیسے یہ کپڑا سینے والا مزدوری مانگ سکتا ہے دوسرا بھی مزدوری لے سکتا ہے اور جس طرح اصل کو مزدوری دینے سے مالک سبکدوش ہوجاتا ہے اسی طرح اگر دوسرے شریک کو دے دی تو بھی بری الذمہ ہوسکتا ہے۔

مسئلہ: ان دونوں میں سے ایک درزی نے کوئی کپڑا سینے کے لیے لے لیا تو دوسرا یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کپڑا تم نے کیوں لیا۔ تم نے لیا ہے تم ہی سیو بلکہ دونوں کے ذمہ اس کا سینا واجب ہوگیا۔ یہ نہ سی سکے تو وہ سی دے یا دونوں مل کر سیئیں غرض کہ سینے سے انکار نہیں کرسکتا۔

مسئلہ: جس کا کپڑا تھا وہ مانگنے کے لیے آیا اور جس درزی نے لیا تھا وہ اس وقت نہیں ہے بلکہ دوسرا ہے تو اس دوسرے درزی سے بھی تقاضا کرنا درست ہے وہ درزی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے مت مانگو جس کو دیا ہے اسی سے مانگنا۔

مسئلہ: ایک شخص کی دکان ہو، وہ اس میں مثلاً کسی درزی کو بٹھائے اور لوگوں سے خود کام وصول کرکے درزی کو نصف نصف آمدنی پر دے تو جائز ہے۔ اگر وہ خود کام نہ کرے تو شرکت جائز نہیں بلکہ ساری آمدنی درزی کی ہوگی اور درزی کے ذمہ دکان کا مروجہ کرایہ ہوگا۔

مسئلہ: اسی طرح ہر درزی گاہک سے اس کپڑے کی مزدوری اور سلائی مانگ سکتا ہے کپڑے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تم کو سلائی نہ دوں گا بلکہ جس کو کپڑا دیا تھا اسی کو سلائی دوں گا۔ جب دونوں شرکت میں کام کرتے ہیں تو ہر درزی سلائی کا تقاضا کرسکتا ہے۔ ان دونوں میں سے جس کو سلائی دے گا اس کے ذمہ سے ادا ہوجائے گی۔

مسئلہ: دو آمیوں نے شرکت کی کہ آؤ دونوں مل کر جنگل سے لکڑیاں چن لائیں تو شرکت

صحیح نہیں جو چیز جس کے ہاتھ میں آئے وہی اس کا مالک ہے اس میں شرکت نہیں ہوتی۔

مسئلہ: ایک نے دوسرے سے کہا ہمارے انڈے اپنی مرغی کے نیچے رکھ دو جو بچے نکلیں دونوں آدمی آدھوں آدھ بانٹ لیں یہ درست نہیں۔

تیسری قسم: شرکت وجوہ

دو آدمیوں کے پاس نہ مال ہے نہ کوئی ہنر و پیشہ ہے انہوں نے باہمی یہ طے کیا کہ دکانداروں سے ادھار لے کر بیچا کریں۔ اس شرکت میں بھی ہر شریک دوسرے کا وکیل ہوگا اور اس شرکت میں جس نسبت سے شرکت ہوگی، اسی نسبت سے نفع کا استحقاق ہوگا یعنی اگر خریدی ہوئی چیزوں کو نصف نصف مشترک قرار دیا گیا تو نفع بھی نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر مال کو تین تہائی مشترک ٹھہرایا تو نفع بھی تین تہائی تقسیم ہوگا۔

مشترکہ چیز تقسیم کرنے کا بیان

مسئلہ: دو آدمیوں نے مل کر بازار سے گیہوں منگوائے تو اب تقسیم کرتے وقت دونوں کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ دوسرا حصہ دار موجود نہ ہو تب بھی ٹھیک ٹھیک تول کر اس کا حصہ الگ کر کے اپنا حصہ الگ کر لینا درست ہے۔ جب اپنا حصہ الگ کر لیا تو کھاؤ پیو کسی کو دے دو جو چاہو سو کرو سب جائز ہے۔ اسی طرح گھی، تیل، انڈے وغیرہ کا بھی حکم ہے۔غرض کہ جو چیز ایسی ہو کہ اس میں کچھ فرق نہ ہوتا ہو جیسے کہ انڈے سب برابر سمجھے جاتے ہیں یا گیہوں کے دو حصے کئے تو جیسا یہ حصہ ویسا وہ حصہ دونوں برابر ہیں۔ ایسی سب چیزوں کا یہی حکم ہے کہ دوسرے کے نہ ہوتے وقت بھی حصہ بانٹ کر لینا درست ہے لیکن اگر دوسرے نے ابھی اپنا حصہ نہیں لیا تھا کہ کسی قدرتی آفت سے یا چوری سے جاتا رہا تو وہ نقصان دونوں کا ہوگا جیسے شرکت میں بیان ہوا۔ اور جن چیزوں میں فرق ہوا کرتا ہے جیسے امرود، نارنگی وغیرہ ان کا حکم یہ ہے کہ جب تک دونوں حصہ دار موجود نہ ہوں حصہ بانٹ کر لینا درست نہیں ہے۔

مسئلہ: دو نے مل کر چنے بھنوائے تو فقط اندازے سے تقسیم کرنا درست نہیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر آدھا آدھا کرنا چاہیے اگر کسی طرف کمی بیشی ہو جائے گی تو سود

ہوجائے گا۔

باب ۳۹

ودیعت یعنی امانت رکھنے اور رکھانے کا بیان

مسئلہ: کسی نے کوئی چیز تمہارے پاس امانت رکھائی اور تم نے پکڑ لی تو اب اس کی حفاظت کرنا تم پر واجب ہوگیا۔ اگر حفاظت میں کوتاہی کی اور وہ چیز ضائع ہوگئی تو اس کا تاوان یعنی ڈنڈ دینا پڑے گا۔ البتہ اگر حفاظت میں کوتاہی نہیں ہوئی پھر کسی وجہ سے وہ چیز جاتی رہی مثلاً چوری ہوگئی یا گھر میں آگ لگ گئی اس میں جل گئی تو مالک اس کا تاوان نہیں لے سکتا بلکہ اگر امانت رکھتے وقت تم نے یہ اقرار کرلیا کہ اگر جاتی رہے تو میں ذمہ دار ہوں، مجھ سے دام لے لینا تب بھی مالک کو تاوان لینے کا اختیار نہیں ہے۔ ہاں پھر بھی اگر تم اپنی خوشی سے دے دو وہ اور بات ہے۔

مسئلہ: کسی نے کہا میں ذرا کام سے جاتا ہوں میری چیز رکھ لو۔ تم نے کہا اچھا رکھ دو یا تم کچھ نہیں بولے وہ تمہارے پاس رکھ کر چلا گیا تو امانت ہوگئی۔ البتہ اگر تم نے صاف کہہ دیا کہ میں نہیں رکھتا کسی اور کے پاس رکھا دو یا اور کچھ کہہ کے انکار کردیا پھر بھی وہ رکھ کے چلا گیا تو اب وہ چیز تمہاری امانت میں نہیں ہے البتہ اگر اس کے چلے جانے کے بعد تم نے اٹھا کر رکھ لیا ہو تو اب امانت ہوجائے گی۔

مسئلہ: کئی لوگ بیٹھے تھے ان کے سپرد کرکے چلا گیا تو سب پر اس چیز کی حفاظت واجب ہے، اگر وہ چھوڑ کر چلے گئے اور وہ چیز جاتی رہی تو تاوان دینا پڑے گا اور اگر سب ساتھ نہیں اٹھے ایک ایک کرکے اٹھے تو جو سب سے اخیر میں رہ گیا اسی کے ذمہ حفاظت ہوگئی۔ اب وہ اگر چلا گیا اور چیز جاتی رہی تو اسی سے تاوان لیا جائے گا۔

مسئلہ: جس کے پاس کوئی امانت ہو اس کو اختیار ہے کہ چاہے خود اپنے پاس حفاظت سے رکھے یا اپنی ماں، بہن، بیوی، شوہر وغیرہ کسی ایسے رشتہ دار کے پاس رکھا دے کہ ایک ہی گھر میں اس کے ساتھ رہتے ہوں جن کے پاس اپنی چیز بھی ضرورت کے وقت

رکھا دیتے ہوں لیکن اگر کوئی دیانتدار نہ ہوتو اس کے پاس رکھانا درست نہیں۔ اگر جان بوجھ کر ایسے غیر معتبر کے پاس رکھ دیا تو ضائع ہوجانے پر تاوان دینا پڑے گا اور ایسے رشتہ دار جن کا اوپر ذکر ہوا، ان کے سوا کسی اور کے پاس بھی پرائی امانت رکھانا مالک کی اجازت کے بغیر درست نہیں چاہے وہ بالکل غیر ہو یا کوئی رشتہ دار ہو، اگر اوروں کے پاس رکھا دیا تو بھی ضائع ہوجانے پر تاوان دینا پڑے گا البتہ وہ غیر اگر ایسا شخص ہے کہ یہ اپنی چیزیں بھی اس کے پاس رکھتا ہے تو درست ہے۔

مسئلہ: کسی نے کوئی چیز تمہارے پاس رکھائی اور تم بھول گئے اسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے تو جاتے رہنے پر تاوان دینا نہ پڑے گا یا کوٹھری صندوقچہ وغیرہ کا قفل کھول کر تم چلے گئے اور وہاں ایرے غیرے سب جمع ہیں اور وہ چیز ایسی ہے کہ عرفاً بغیر قفل لگائے اس کی حفاظت نہیں ہوسکتی تب بھی ضائع ہوجانے سے تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: گھر میں آگ لگ گئی تو ایسے وقت غیر کے پاس بھی پرائی امانت کا رکھا دینا جائز ہے لیکن جب وہ عذر جاتا رہے تو فوراً لے لینا چاہیے اگر اب واپس نہ لے گا اور وہ امانت ضائع ہوگئی تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔ اسی طرح مرتے وقت اگر کوئی اپنے گھر کا آدمی موجود نہ ہوتو پڑوسی کے سپرد کر دینا درست ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے کچھ روپے پیسے امانت رکھوائے تو بعینہٖ ان ہی روپے پیسوں کا حفاظت سے رکھنا واجب ہے نہ تو اپنے روپوں میں ان کا ملانا جائز ہے اور نہ ان کا خرچ کرنا جائز ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ روپیہ روپیہ سب برابر۔ لاؤ اس کو خرچ کر ڈالیں جب مانگے گا تو اپنا روپیہ دیں گے۔ البتہ اگر اس نے اجازت دے دی تو ایسے وقت خرچ کرنا درست ہے لیکن اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہی روپیہ تم الگ رہنے دو تب تو امانت سمجھا جائے گا۔ اگر جاتا رہا تو تاوان دینا نہیں پڑے گا اور اگر تم نے اجازت لے کر اسے خرچ کر دیا تو اب وہ تمہارے ذمہ قرض ہوگیا امانت نہیں رہا۔ لہٰذا اب بہرحال تم کو دینا پڑے گا۔ اگر خرچ کرنے کے بعد تم نے اتنا ہی روپیہ اس کے نام سے الگ کر کے رکھ دیا تب بھی وہ امانت نہیں وہ تمہارا ہی روپیہ ہے اگر چوری ہوگیا تو تمہارا گیا اور تمہیں

مالک کو اپنے پاس سے دینا پڑے گا غرض کہ خرچ کرنے کے بعد جب تک اس کو ادا نہ کر دو، تب تک تمہارے ذمہ ہی رہے گا۔

مسئلہ: سو روپے کسی نے تمہارے پاس رکھائے اس میں سے پچاس تم نے اجازت لے کر خرچ کر ڈالے تو پچاس روپے تمہارے ذمہ قرض ہو گئے اور پچاس امانت۔ اب جب تمہارے پاس روپے ہوں تو اپنے پاس کے پچاس روپے اس امانت کے پچاس روپے میں نہ ملاؤ اگر اس میں ملا دو گے تو وہ بھی امانت نہ رہیں گے یہ پورے سو روپے تمہارے ذمہ ہو جائیں گے اگر جاتے رہے تو پورے سو دینا پڑیں گے کیونکہ امانت کا روپیہ اپنے روپوں میں ملا دینے سے امانت نہیں رہتا بلکہ قرض ہو جاتا ہے اور ہر حال میں دینا پڑتا ہے۔

مسئلہ: تم نے اجازت لے کر اس کے سو روپے اپنے سو روپے میں ملا دیئے تو وہ روپیہ دونوں کی شرکت میں ہو گیا۔ اگر چوری ہو گیا تو دونوں کا گیا کچھ نہ دینا پڑے گا اور اگر اس میں سے کچھ چوری ہو گیا کچھ رہ گیا تب بھی آدھا تمہارا گیا آدھا اس کا۔ اور اگر سو ایک کے ہوں دو سو تمہارے ہوں پھر اس میں سے کچھ چوری ہو گیا تو اس کے حصے کے موافق اس کا گیا، تمہارے حصے کے موافق تمہارا گیا۔ مثلاً اگر بارہ روپے جاتے رہے تو چار روپے ایک سو روپے والے کے گئے اور آٹھ روپے دو سو والے کے۔ یہ حکم اسی وقت ہے جب اجازت سے ملائے ہوں اور اگر بغیر اجازت کے اپنے روپے میں ملا دیا ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو بیان ہو چکا کہ امانت کا روپیہ بلا اجازت اپنے روپوں میں ملا لینے سے قرض ہو جاتا ہے اس لیے اب وہ روپیہ امانت نہیں رہا جو کچھ گیا تمہارا گیا اس کا روپیہ اس کو بہر حال دینا پڑے گا۔

مسئلہ: کسی نے بکری یا گائے وغیرہ امانت رکھائی تو اس کا دودھ پینا یا کسی اور طرح اس سے کام لینا درست نہیں۔ البتہ اجازت سے یہ سب جائز ہو جاتا ہے۔ بلا اجازت جتنا دودھ لیا ہے اس کے دام دینے پڑیں گے۔

مسئلہ: کسی نے ایک کپڑا یا زیور یا چارپائی وغیرہ رکھائی اس کی بلا اجازت اس کو

استعمال کرنا درست نہیں۔ اگر امانتدار نے بلا اجازت کپڑا یا زیور پہنا یا چار پائی پر لیٹا بیٹھا اور اس کے استعمال کرنے کے زمانہ میں وہ کپڑا پھٹ گیا یا چور لے گیا یا چار پائی وغیرہ ٹوٹ گئی یا زیور چوری ہو گیا تو تاوان دینا پڑے گا۔ البتہ اگر توبہ کر کے پھر اسی طرح حفاظت سے رکھ دی پھر کسی طرح ضائع ہوئی تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: صندوق میں سے امانت کا کپڑا نکالا کہ شام کو یہی پہن کر فلاں جگہ جائیں گے۔ پھر پہننے سے پہلے ہی وہ ضائع ہو گیا تب بھی تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: امانت کی گائے یا بکری وغیرہ بیمار پڑ گئی تم نے اس کی دوا کی۔ اس دوا سے وہ مرگئی تو تاوان دینا پڑے گا اور اگر دوا نہ کی اور مرگئی تو تاوان نہ دینا ہو گا۔

مسئلہ: کسی نے رکھنے کو روپیہ دیا تم نے بٹوے میں ڈال لیا یا ازار بند میں باندھ لیا لیکن ڈالتے وقت وہ روپیہ ازار بند یا بٹوے میں نہیں پڑا بلکہ نیچے گر گیا مگر تم یہی سمجھے کہ میں نے بٹوے میں رکھ لیا تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ: جب وہ اپنی امانت مانگے تو فوراً اس کو دے دینا واجب ہے بلا عذر نہ دینا اور دیر کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے اپنی امانت مانگی تم نے کہا اس وقت کام میں مصروف ہوں کل لینا۔ اس نے کہا اچھا کل ہی سہی تب تو خیر کچھ حرج نہیں اور اگر وہ کل کے لینے پر راضی نہ ہوا اور نہ دینے سے خفا ہو کر چلا گیا تو اب وہ چیز امانت نہیں رہی۔ اب اگر جاتی رہے گی تو تم کو تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: کسی نے اپنا آدمی امانت مانگنے کے لیے بھیجا۔ تم کو اختیار ہے کہ اس آدمی کو نہ دو اور کہلا بھیجو کہ خود ہی آ کر اپنی چیز لے جاؤ ہم کسی اور کو نہ دیں گے۔ اور اگر تم نے اس کو سچا سمجھ کر دے دی اور پھر مالک نے کہا کہ میں نے اس کو نہ بھیجا تھا تم نے کیوں دے دی۔ تو وہ تم سے اپنی امانت مانگ سکتا ہے اور تم اس آدمی سے وہ شے واپس لے سکتے ہو اور اگر اس کے پاس سے وہ شے جاتی رہی ہو تو تم اس آدمی سے اس کی قیمت نہیں لے سکتے البتہ مالک تم سے اس کی قیمت لے گا۔

باب ۴۰

عاریت یعنی مانگے کی چیز کا بیان

مسئلہ: کسی سے کوئی کپڑا یا زیور چار پائی، برتن وغیرہ کوئی چیز کچھ دن کے لیے مانگ لی کہ ضرورت نکل جانے کے بعد دے دیں گے تو اس کا حکم بھی امانت کی طرح ہے اب اس کو اچھی طرح حفاظت سے رکھنا واجب ہے، اگر باوجود حفاظت کے جاتی رہے تو جس کی چیز ہے اس کو تاوان لینے کا حق نہیں ہے بلکہ اگر تم نے اقرار کرلیا ہو کہ اگر ضائع ہوئی تو ہم سے دام لے لینا تب بھی تاوان لینا درست نہیں۔ البتہ اگر حفاظت نہ کی اس وجہ سے جاتی رہی تو تاوان دینا پڑے گا اور مالک کو ہر وقت اختیار ہے جب چاہے اپنی چیز لے لے تم کو انکار کرنا درست نہیں۔ اگر مانگنے پر نہ دی تو پھر ضائع ہوجانے پر تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: جس طرح سے استعمال کرنے کی اجازت مالک نے دی ہو اسی طرح استعمال کرنا جائز ہے اس کے خلاف کرنا درست نہیں اگر خلاف کیا تو خراب یا ضائع ہونے پر تاوان دینا پڑے گا جیسے کسی عورت نے اوڑھنے کو دوپٹہ دیا یہ اس کو بچھا کر لیٹی اس لیے وہ خراب ہوگیا یا چار پائی پر اتنے آدمی بیٹھ گئے کہ وہ ٹوٹ گئی یا شیشے کا برتن آگ پر رکھ دیا وہ ٹوٹ گیا یا اور کچھ ایسی خلاف بات کی تو تاوان دینا پڑے گا۔ اسی طرح اگر چیز مانگ لائے اور یہ بدنیتی کی کہ اب اس کو لوٹا کر نہ دیں گے بلکہ ہضم کر جائیں گے تب بھی تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: ایک یا دو دن کے لیے کوئی چیز منگوائی تو اب ایک دو دن کے بعد پھیر دینا (واپس کرنا) ضروری ہے جتنے دن کے وعدے پر لائے تھے اتنے دن کے بعد اگر نہ پھیرے تو ضائع ہونے پر تاوان دینا پڑے گا۔

مسئلہ: جو چیز مانگ کے لی ہے یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر مالک نے زبان سے صاف کہہ دیا کہ چاہے خود استعمال کرو چاہے دوسرے کو دو۔ مانگنے والے کو درست ہے کہ

دوسرے کو بھی استعمال کے لیے دے دے۔ اسی طرح اگر اس نے صاف تو نہیں کہا مگر اس سے تعلق ایسا ہے کہ اس کو یقین ہے کہ ہر طرح اس کی اجازت ہے تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر مالک نے صاف منع کر دیا کہ دیکھو تم خود استعمال کرنا کسی اور کو مت دینا تو اس صورت میں کسی طرح درست نہیں کہ دوسرے کو استعمال کے لیے دی جائے۔ اور اگر مانگنے والے نے یہ کہہ کر منگائی ہے کہ میں استعمال کروں گا اور مالک نے دوسرے کے استعمال سے منع نہ کیا اور نہ صاف اجازت دی تو اس چیز کو دیکھو کیسی ہے؟ اگر وہ ایسی ہے کہ سب استعمال کرنے والے اس کو ایک ہی طرح استعمال کرتے ہیں، استعمال میں فرق نہیں ہوتا تب تو خود بھی استعمال کرنا درست ہے اور دوسرے کو استعمال کے لیے دینا بھی درست ہے اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ سب استعمال کرنے والے اس کو ایک طرح استعمال نہیں کرتے بلکہ کوئی اچھی طرح استعمال ہے، کوئی بری طرح تو ایسی چیز تم دوسرے کو استعمال کے واسطے نہیں دے سکتے ہو۔ اسی طرح اگر یہ کہہ کر منگائی ہے کہ ہمارا فلاں رشتہ دار یا ملاقاتی استعمال کرے گا اور مالک نے تمہارے استعمال کرنے نہ کرنے کا ذکر نہیں کیا تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ اول قسم کی چیز کو تم بھی استعمال کر سکتے ہو اور دوسری قسم کی چیز کو تم استعمال نہیں کر سکو گے، صرف وہی استعمال کرے گا جس کے استعمال کے نام سے منگائی ہے۔ اور اگر تم نے یوں ہی منگا بھیجی نہ اپنے استعمال کا نام لیا نہ دوسرے کے استعمال کا اور مالک نے بھی کچھ نہیں کہا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اول قسم کی چیز کو تو تم بھی استعمال کر سکتے ہو اور دوسرے کو بھی استعمال کے لیے دے سکتے ہو اور دوسری قسم کی چیز میں یہ حکم ہے کہ اگر تم نے استعمال کرنا شروع کر دیا تب تو دوسرے کو استعمال کے واسطے نہیں دے سکتے اور اگر دوسرے سے استعمال کروالیا تو تم استعمال نہیں کر سکتے۔

مسئلہ: ماں باپ وغیرہ کا کسی کو چھوٹے نابالغ کی ملکیت کی چیز کا مانگنے پر دینا جائز نہیں ہے، اگر وہ چیز جاتی رہے تو تاوان دینا پڑے گا، اسی طرح خود نابالغ اپنی چیز دے اس کا لینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: کسی سے کوئی چیز مانگ کر لائی گئی پھر وہ مالک مرگیا تو اب مرنے کے بعد وہ مانگے کی چیز نہیں رہی اب اس سے کام لینا درست نہیں، اسی طرح اگر وہ مانگنے والا مرگیا تو اس کے وارثوں کو اس سے نفع اٹھانا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک خالی زمین بطور عاریت کے مکان بنانے کے واسطے دی، اگر اس میں کوئی مدت مقرر نہیں کی گئی تب تو مالک زمین کو اختیار ہے جب چاہے زمین خالی کرالے اور اس کی عمارت اکھڑوا دے اور یہ بھی جائز ہے کہ عمارت والے کو اتنے دام دے دے جو عمارت کے گرنے کی حالت میں ہوں۔

اور اگر کوئی مدت معین کر دی تھی مثلاً دس سال کے لیے عاریت دی تھی تو اگر دس برس کے اندر زمین خالی کرنا چاہے تو مالک ہونے کی وجہ سے اس کو اس کا اختیار تو حاصل ہے اور دوسرے شخص کو زمین خالی کرنا پڑے گی مگر چونکہ مالک نے اس کو دھوکہ دے کر اس کا نقصان کرایا اس لیے گنہگار بھی ہوگا اور جس قدر اس کا نقصان ہوگا اس کی قیمت اس مالک سے دلوائی جائے گی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کھڑی عمارت کی قیمت دیکھی جائے گی کہ کیا ہے مثلاً پچاس ہزار کی قرار پائی۔ پھر گر جانے کے بعد جو ملبہ کی قیمت رہے گی اس کو دیکھیں گے مثلاً بیس ہزار رہ گئے تو ان دونوں قیمتوں میں جو فرق ہے مثلاً مذکورہ مثال میں تیس ہزار کا فرق ہے یہ تیس ہزار مالک سے لے کر اس عمارت والے کو دلائے جائیں گے اور ملبہ بھی عمارت والے کا رہے گا۔ اگر مالک زمین عمارت کے گروانے اور بنیاد کو کھدوانے میں اپنی زمین کا نقصان سمجھے اور عمارت کی قیمت دے کر زمین مع عمارت کے لینا چاہے تو اس کو یہ اختیار بھی حاصل ہے۔

اگر زراعت کے لیے زمین عاریت دی ہو اور ابھی کھیتی کٹی نہیں کہ مالک نے تقاضا شروع کر دیا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک کھیتی کٹ نہ جائے خالی کرانے کا اختیار نہیں۔ البتہ جس دن سے اس نے واپسی کا تقاضا شروع کیا ہے خالی کرنے کے دن تک اس زمین کا کرایہ دستور کے موافق جتنا بنتا ہے اتنا کھیتی والے سے مالک زمین کو دلایا جائے گا تاکہ دونوں نقصان سے محفوظ رہیں۔

باب ۴۱

کسی کو وکیل بنانے کا بیان

مسئلہ: جس کام کو آدمی خود کرسکتا ہے اس میں یہ بھی اختیار ہے کہ کسی اور سے کہہ دے کہ تم ہمارا یہ کام کردو جیسے بیچنا، خریدنا، کرایہ پر لینا دینا، نکاح کرنا، مقدمہ لڑنا وغیرہ مثلاً نوکر کو بازار سودا لینے بھیجا یا نوکر کے ذریعہ سے کوئی چیز بکوائی یا تانگہ ٹیکسی کرایہ پر منگوایا۔ جس سے کام کرایا ہے شریعت میں اس کو وکیل کہتے ہیں جیسے کسی نوکر کو سودا لینے بھیجا تو وہ تمہارا وکیل کہلائے گا اور تم اس کے موکل کہلاؤ گے۔

مسئلہ: وکالت دو قسم کی ہوتی ہے ایک خاص دوسری عام۔ وکالت خاص یہ ہے کہ تم کوئی مخصوص کام کسی دوسرے کو کرنے کو کہو مثلاً یوں کہو کہ میرے لیے اتنی قیمت پر سائیکل خرید لو۔ اور وکالت عام یہ ہے کہ تم اپنے تمام معاوضہ والے معاملات کسی دوسرے کے سپرد کردو۔ ایسے وکیل کو وکیل عام یا مختار عام کہتے ہیں۔

وکالت عامہ میں وکیل کو ایسے مالی معاملات کا اختیار ہوتا ہے جن میں معاوضہ ہو مثلاً خریدنا اور فروخت کرنا۔ اسی طرح اس کو اختیار ہوگا کہ وہ موکل کے قرض کا تقاضا کرسکے اور اس کو وصول کرسکے اور موکل کے ذمہ میں جو قرض ہے اس کو ادا کرسکے۔ موکل کے حقوق کا دعویٰ کرسکے۔ موکل پر کئے گئے دعوے کا سماع کرسکے۔ موکل پر جو قرض ہوں ان کا اقرار کرسکے۔ وکیل عام اپنے موکل کا نکاح کرسکتا ہے اور اگر موکل عورت ہو اور غیر منکوحہ ہو تو وکیل خود اس سے نکاح کرسکتا ہے۔

البتہ وکالت عامہ کے حامل وکیل کو تبرعات مثلاً ہبہ کرنے، وقف کرنے، صدقہ کرنے، تمام یا بعض قرض معاف کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔ اسی طرح وکیل موکل کی بیوی پر طلاق نہیں ڈال سکتا اور موکل کے مال میں سے کسی کو قرض یا عوض کے ساتھ مشروط ہبہ بھی نہیں کرسکتا۔

مسئلہ: چونکہ وکالت بھی موکل اور وکیل کے درمیان ایک معاملہ اور معاہدہ ہوتا ہے لہٰذا مندرجہ ذیل شرطیں ضروری ہیں۔

پہلی شرط

دونوں زبانی یا تحریری طور پر ایجاب وقبول کریں مثلاً تم نے کسی کو کہا یا لکھا کہ میرا فلاں کام کردو اور اس نے کہہ دیا یا لکھ دیا کہ ہاں میں کروں گا تو ایجاب وقبول ہوگیا۔ یا اس نے زبانی تحریری جواب تو نہیں دیا مگر تمہارا کام اس نے کردیا یا کرنا شروع کردیا تو اب وہ وکیل بن گیا۔

تم نے جس کو کام کرنے کو کہا اگر وہ انکار کردے تو اس کو اس کا حق ہے۔

دوسری شرط

موکل اور وکیل دونوں عقل وتمیز رکھتے ہوں۔ بلوغت شرط نہیں ہے۔ لہٰذا ایسا نابالغ جو سمجھ دار ہو اس کو بھی وکیل بنایا جاسکتا ہے۔

تیسری شرط

وکیل وہ کام موکل کی رائے اور مرضی کے مطابق کرے۔ اگر وہ موکل کی مرضی کے خلاف اپنی رائے سے کرے گا تو اس کی ذمہ داری خود وکیل پر ہوگی۔

☼ ۱ تم نے سیر بھر گوشت منگوایا تھا وہ ڈیڑھ سیر اٹھا لایا تو پورا ڈیڑھ سیر لینا تم پر واجب نہیں اگر تم نہ لو تو آدھا سیر اس کو لینا پڑے گا۔

☼ ۲ تم نے بکری کا گوشت منگوایا وہ گائے کا لے آیا تو تم کو اختیار ہے چاہے لو یا نہ لو۔ اسی طرح تم نے اگر آلو منگوائے وہ بھنڈی یا کچھ اور لے آیا تو اس کا لینا ضروری نہیں۔ اگر تم انکار کرو تو اس کو لینا پڑے گا۔

☼ ۳ تم نے ایک روپے کی چیز منگوائی وہ زیادہ کی یعنی دو روپے کی لے آیا تو تم کو اختیار ہے کہ ایک ہی روپے کے موافق لو۔ اور وہ جو ایک روپے کی زائد لایا ہے وہ اسی کے سر ڈالو۔

مسئلہ: وکیل کی حیثیت موکل کے نمائندہ اور نائب کی ہوتی ہے اور موکل کی نیابت میں وہ جو معاملات کرتا ہے ان کی تین قسمیں ہیں۔

◆ وہ معاملات جن میں کسی شے کو ساقط کرنا اور زائل کرنا ہوتا ہے مثلاً طلاق، خلع، قرض سے بری کرنا اور قتل عمد پر صلح کرنا۔

ان کاموں کو کرتے ہوئے ضروری ہے کہ وکیل ان کی نسبت موکل کی طرف کرے کیونکہ ساقط ہونے والی شے ساقط ہوتے ہی فوراً معدوم ہوجاتی ہے مثلاً خلع کے ذریعہ سے نکاح کو ساقط کیا جاتا ہے اور نکاح ساقط ہوتے ہی معدوم ہوجاتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ خلع جو کہ سبب ہے اور سقوط نکاح جو کہ اس کا حکم ہے بیک وقت پائے جائیں۔ ایسے میں اگر وکیل خلع کی جو کہ سبب ہے نسبت اپنی طرف کرے اور یوں کہے کہ میں خلع کرتا ہوں تو ضروری ہے کہ حکم بھی اسی کے ساتھ لاحق ہو حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں وکیل کے نکاح کو ساقط کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ موکل کے نکاح کا اسقاط مقصود ہے۔ اور جب حکم یعنی نکاح کا اسقاط موکل کا ہو تو ضروری ہے کہ سبب یعنی خلع بھی اسی کی طرف منسوب ہو اور وکیل یوں کہے کہ میں اپنے موکل کی طرف سے خلع کرتا ہوں یا خلع قبول کرتا ہوں۔

◆ وہ معاملات جن میں کسی شے یا منفعت کا دوسرے کو مالک بنایا جاتا ہے یا حفاظت کا اختیار دیا جاتا ہے مثلاً ہبہ دینا لینا، عاریت دینا لینا، قرض لینا دینا، امانت رکھنا رکھانا اور شرکت اور مضاربت کرنا۔

ان کاموں میں بھی ضروری ہے کہ وکیل ان کی نسبت موکل کی طرف کرے اور یوں کہے کہ فلاں (یعنی میرے موکل) سے ہبہ یا قرض یا عاریت لے لو یا فلاں کو ہبہ و عاریت دے دو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان معاملات کا حکم قبضہ سے ثابت ہوتا ہے مثلاً جب تک شے پر قبضہ نہ ہوجائے ہبہ دینا یا لینا ثابت نہیں ہوتا اور دوسرے کی ملکیت نہیں آتی۔ اور چونکہ جس شے پر قبضہ ہوتا ہے وہ وکیل کی نہیں موکل کی ملکیت ہوتی ہے یا دینے کی صورت میں دوسرے کو مالک بنانا بھی حقیقتاً موکل کی جانب سے ہی

ہوسکتا ہے اور لینے کی صورت میں موکل ہی حقیقتاً مالک بنتا ہے اس لیے وکیل کی حیثیت محض پیغام رساں کی رہ جاتی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں قسموں میں معاملہ کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعلق موکل سے ہوتا ہے وکیل سے نہیں۔

◆ وہ معاملات جن میں دوطرفہ معاوضہ ہوتا ہے مثلاً خرید وفروخت، اجارہ اور دعویٰ تسلیم کرتے ہوئے مال پر مصالحت کرنا۔

ان میں وکیل کے لیے موکل کی طرف نسبت کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اپنی طرف بھی کرے تو صحیح ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ معاملات محض قبول کرنے سے ہی مکمل ہوجاتے ہیں، ان میں قبضہ کرنا شرط نہیں ہے اور قبول کرنا جو کہ الفاظ ہیں خود وکیل کا اپنا فعل ہے، لہٰذا یہاں وکیل کی حیثیت محض پیغام رساں کی نہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ معاوضات میں سبب سے اس کا حکم موخر ہوسکتا ہے جیسے اپنے لیے تین دن کے خیار کی شرط کرتے ہوئے کوئی شخص بیع کرے تو اگرچہ سبب پایا گیا لیکن اس کا حکم جو کہ مبیع میں خریدار کی ملکیت ہے ابھی ثابت نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ ہوسکتا ہے کہ سبب یعنی عقد بیع وکیل سے صادر ہو اور حکم یعنی ملکیت موکل کے لیے ثابت ہو۔

اپنی طرف نسبت کرنے کی صورت میں عقد کے حقوق اور ذمہ داریوں کا تعلق خود وکیل سے ہوگا، لہٰذا فروخت کی صورت میں وکیل خریدار سے قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہے اور خریدار بھی فروخت شدہ چیز کی سپردگی کا مطالبہ وکیل سے کرے گا اور عیب وغیرہ کی بنا پر واپس کرے گا تو وکیل کو کرے گا۔ اور موکل کی طرف نسبت کرنے کی صورت میں ان حقوق و ذمہ داریوں کا تعلق موکل سے ہوگا اور وکیل کی حیثیت محض قاصد اور پیغام رساں کی ہوگی۔

مسئلہ: تم نے کسی سے کہا کہ فلانی بکری جو فلانے کے یہاں ہے اس کو جا کر دو ہزار روپے میں لے آؤ تو اب وہ وکیل وہی بکری خود اپنے لیے نہیں خرید سکتا۔ غرض کہ جو چیز خاص تم مقرر کرکے بتلادو اس وقت اس کو وکیل کا اپنے لیے خریدنا درست نہیں۔ البتہ جو

دام تم نے بتائے ہیں اس سے زیادہ میں مالک فروخت کرتا ہو کم میں نہ کرتا ہو تو اگر وکیل نے زائد داموں میں اس کو خرید لیا تو اپنے لیے خریدنا درست ہے اور اگر تم نے کچھ دام نہ بتائے ہوں تو کسی طرح اپنے لیے نہیں خرید سکتا۔

مسئلہ: اگر تم نے کوئی خاص بکری نہیں بتائی بس اتنا کہا کہ ایک بکری کی ضرورت ہے ہم کو خرید دو تو وہ اپنے لیے بھی خرید سکتا ہے جو بکری چاہے اپنے لیے خریدے اور جو چاہے تمہارے لیے۔ وکیل اگر خود لینے کی نیت سے خریدے تو اس کی ہوئی۔ اور اگر تمہاری نیت سے خریدے تو تمہاری ہوئی اور اگر تمہارے دیئے ہوئے داموں سے خریدی تب بھی تمہاری ہوئی چاہے جس نیت سے خریدے۔

مسئلہ: تمہارے لیے وکیل نے بکری خریدی پھر ابھی تم کو دینے نہ پایا تھا کہ بکری مرگئی یا چوری ہوگئی تو اس بکری کے دام تم کو دینا پڑیں گے۔ البتہ اگر تم کہو کہ تو نے اپنے لیے خریدی تھی ہمارے لیے نہیں خریدی تو اگر تم پہلے اس کو دام دے چکے ہو تو تمہارے دام گئے۔ اور اگر تم نے ابھی دام نہیں دیئے اور وہ اب دام مانگتا ہے تو تم اگر قسم کھا جاؤ کہ تو نے اپنے لیے خریدی تھی تو اس کی بکری گئی اور اگر قسم نہ کھا سکو تو اس کی بات کا اعتبار کرو۔

مسئلہ: اگر نوکر کوئی چیز گراں خرید لایا تو اگر تھوڑا ہی فرق ہو تب تو تم کو لینا پڑے گا اور دام دینا پڑیں گے اور اگر بہت زیادہ گراں لایا کہ اتنے دام کوئی نہیں لگاتا تو تمہیں اس کا لینا واجب نہیں اور اگر تم نہ لو تو اس نوکر کے سر پڑے گا۔

مسئلہ: تم نے کسی کو کوئی چیز بیچنے کو دی تو اس کو یہ جائز نہیں کہ خود لے لے اور دام تم کو دے دے۔ اسی طرح اگر تم نے کچھ منگوایا کہ فلانی چیز خرید لاؤ تو وہ اپنی چیز تم کو نہیں دے سکتا۔ اگر اپنی چیز دینا یا خود لینا منظور ہو تو صاف صاف کہہ دے کہ یہ چیز میں لیتا ہوں مجھ کو دے دو یا یوں کہہ دے کہ یہ میری چیز تم لے لو اور اتنے دام دے دو۔ بغیر بتائے ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: تم نے پیسے دیے بغیر نوکر سے گوشت منگوایا وہ ادھار لے آیا تو گوشت والا تم سے دام کا تقاضا نہیں کرسکتا۔ اس نوکر سے تقاضا کرے اور وہ نوکر تم سے تقاضا کرے۔

اسی طرح اگر کوئی چیز تم نے پیسے دیے بغیر نوکر سے بکوائی تو خریدار سے تم کو تقاضا کرنے اور دام کے وصول کرنے کا حق نہیں ہے اس نے جس سے چیز لی ہے اسی کو دام بھی دے گا اور اگر وہ خود تم کو دام دے دے تب بھی جائز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تم کو نہ دے تو تم زبردستی نہیں کر سکتے۔

مسئلہ: تم نے نوکر سے کوئی چیز منگوائی وہ خرید کر لے آیا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک تم سے دام نہ لے لے تب تک وہ چیز تم کو نہ دے چاہے اس نے اپنے پاس سے دام دے دیے ہوں یا ابھی نہ دیے ہوں دونوں کا ایک حکم ہے۔ البتہ اگر وہ کچھ دن کے وعدے پر ادھار لایا ہو تو جتنے دن کا وعدہ کر آیا ہے اس سے پہلے دام نہیں مانگ سکتا۔

مسئلہ: تم نے دو شخصوں کو بھیجا کہ جاؤ فلانی چیز خرید لاؤ تو خریدتے وقت دونوں کو موجود رہنا چاہیے۔ فقط ایک آدمی کا خریدنا جائز نہیں، کیونکہ موکل دونوں کی رائے پر راضی ہوا ہے فقط ایک کی رائے پر نہیں، اگر ایک ہی آدمی خریدے تو وہ بیع موقوف ہے اگر تم منظور کر لو تو صحیح ہو جائے گی ورنہ وکیل کے سر پڑے گی۔

مسئلہ: تم نے زید سے کہا کہ ہمیں ایک گائے یا بکری یا اور کچھ کہا کہ فلانی چیز خرید کر لادو۔ زید نے خود نہیں خریدی بلکہ اس نے بکر سے کہہ دیا اس نے خریدی تو اس کا لینا تمہارے ذمہ واجب نہیں۔ چاہے لو چاہے نہ لو۔ دونوں اختیار ہیں البتہ جس کو تم نے کہا ہے یعنی زید اگر وہ خود تمہارے لیے خریدے تو تم کو لینا پڑے گی۔

مسئلہ: وکیل سے کہا کہ یہ کام جس طرح چاہو اپنی رائے سے کرو تو وہ آگے کسی اور سے کرا سکتا ہے۔ اس صورت میں وکیل ثانی بھی موکل کا وکیل قرار پائے گا اور وکیل اول اس کو از خود برطرف نہیں کر سکتا۔

مسئلہ: موکل نے کوئی جرم کیا تو اس کی سزا خود موکل کو بھگتنا ہو گی خواہ وہ چوری یا زنا کی حد ہو یا قتل عمد میں قصاص ہو یا اور کوئی تعزیر ہو۔ نہ تو وکیل کا سزا سے کچھ تعلق ہو گا اور نہ ہی ایک کے بدلے میں کسی دوسرے آدمی کو سزا دی جا سکتی ہے۔

وکالت پر اجرت

مسئلہ: جب وکالت پر اجرت شرط کی ہو اور وکیل نے وکالت پوری کر دی ہو تو وہ اجرت کا مستحق بن جاتا ہے۔ اور اگر اجرت شرط نہ کی ہو اور وکیل بھی ایسا نہیں ہے جو اجرت پر کام کرتا ہو تو وہ احسان کرنے والا ہوگا اور اس کو اجرت کا مطالبہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر وکیل کے ساتھ اجرت پر کام کرنا طے ہوا ہو تو کام کو اس طرح کھول کر بیان کرنا ضروری ہے کہ جھگڑے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ پھر وہ کام معلوم بھی ہو مثلاً کسی کو کہا کہ فلاں سے میری فلاں امانت وصول کر کے لے آؤ تو یہ ایسا عمل ہے جو معلوم و متعین ہے کم وبیش نہیں ہوتا۔ اس پر اجرت شرط کرنا صحیح ہے۔ اور اگر یہ کہا کہ فلاں سے میرے قرض کا تقاضا کرو اور اسے وصول کرو تو چونکہ یہ عمل کم وبیش ہوتا ہے کہ کبھی تو قرض فوراً واپس مل جاتا ہے اور کبھی بار بار تقاضا کرنا پڑتا ہے یا ایک ہی موقع پر کم وبیش وقت لگانا پڑتا ہے اس لیے عمل کی مقدار کے غیر معلوم ہونے کی وجہ سے اس پر اجرت شرط کرنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ اگر وکیل سے یوں کہے کہ تم دو گھنٹے ہمارے لیے قرض کے تقاضے میں لگاؤ ہم تمہیں اتنی اجرت دیں گے تو یہ صحیح ہے کیونکہ اس وقت وکیل کے کام کی مدت معلوم ہوگئی۔

مسئلہ: جب اوپر مذکور عمل یا منفعت غیر معلوم ہو تو اجارہ فاسد ہوگا اور اجرت مثل واجب ہوگی جو اگر اجرت مقرر نہ کی گئی ہو تو کل کی کل واجب ہوتی ہے اور اگر اجرت مقرر کی گئی ہو تو اس سے زائد نہ ہوگی۔

مسئلہ: کبھی اجرت کی شرط دلالۃً بھی ہوتی ہے مثلاً وکیل کا معمول ہو کہ وہ اجرت پر کام کرتا ہے جیسے وہ دلال ہو یا عدالتی مقدمہ (خصومت) کا وکیل ہو۔ تو ایسا وکیل اپنے عمل پر اجرت کا مستحق ہوگا اگرچہ صراحۃً اجرت کی شرط نہ کی گئی ہو۔

<u>عدالتی وکالت کو بطور پیشہ اختیار کرنے میں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔</u>

(الف) باطل کی حمایت نہ کی جائے۔

(ب) گواہوں کو جھوٹ اور غلط بیانی نہ سکھائی جائے۔

(ج) شریعت کے مقرر کردہ احکام سے تجاوز نہ کیا جائے مثلاً چچا کی موجودگی میں یتیم پوتے کو میراث میں شریک کرنا شریعت کے خلاف ہے اور سودی معاملات اور سود کا لین دین غیر شرعی اور ناجائز ہیں۔ مقدمات کی پیروی میں ان احکام اور دیگر شرعی احکام کی مخالفت کرنا حرام ہے اور اس پر اجرت لینا بھی حرام ہے۔

وکیل کو برطرف کرنے کا بیان

وکیل کے موقوف اور برطرف کرنے کا تم کو ہر وقت اختیار ہے مثلاً تم نے کسی سے کہا تھا ہم کو ایک بکری کی ضرورت ہے کہیں مل جائے تو لے لینا۔ پھر منع کر دیا کہ اب نہ لینا تو اب اس کو لینے کا اختیار نہیں اگر اب لے گا تو اسی کے سر پڑے گی تم کو نہ لینا پڑے گی۔

مسئلہ: اگر خود اس کو نہیں منع کیا بلکہ خط لکھ بھیجا یا آدمی بھیج کر اطلاع کر دی کہ اب نہ لینا تب بھی وہ برطرف ہو گیا۔ اور اگر تم نے اطلاع نہیں دی کسی اور آدمی نے اپنے طور پر اس سے کہہ دیا کہ تم کو فلاں نے برطرف کر دیا اب نہ خریدنا تو اگر دو آدمیوں نے اطلاع دی ہو یا ایک ہی نے اطلاع دی مگر وہ معتبر اور پابند شرع ہے تو وکیل برطرف ہو گیا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو برطرف نہیں ہوا۔ اگر وہ خرید لے تو تم کو لینا پڑے گا۔

باب ۴۲

اجارہ یعنی اجرت پر لینے دینے اور کام کرنے کا بیان

اجارے کی تعریف

معلوم اجرت کے عوض معلوم منفعت کی فروخت کو اجارہ کہتے ہیں۔

اجارے کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ وہ عقد اجارہ جو اشیاء کی منفعت پر واقع ہو۔ اس کی آگے تین ذیلی قسمیں ہیں۔

(ا) غیر منقولہ جائیداد مثلاً مکان، دکان اور زمین کرائے پر دینا۔

(ب) سامان مثلاً لباس اور برتن وغیرہ کرائے پر دینا۔

(ج) جانور یا گاڑی کرائے پر دینا۔

(۲) وہ عقد اجارہ جو انسانی عمل یعنی Labour & Services پر واقع ہو جیسے ملازم، خادم، مزدور اور کاریگر سے اجرت پر کام لینا۔

کرایہ پر لینا یا دینا

اپنی کسی چیز کو کرایہ پر دینا یا کسی دوسرے کی چیز کو کرایہ پر لینا جائز ہے، اس کے بارے میں چند ضروری مسائل یہ ہیں:

مسئلہ: کرایہ کا معاملہ آمنے سامنے بھی طے ہوسکتا ہے اور خط و کتابت سے بھی، اگر کوئی گونگا ہے، تو اشارہ سے بھی معاملہ طے ہوسکتا ہے، اسی طرح تعاطی یعنی بات چیت کے بغیر طرز عمل سے بھی معاملہ طے ہوسکتا ہے، مثلاً تم بس یا ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور بس اور ٹیکسی والے نے مطلوبہ جگہ پہنچا دیا اور میٹر کے مطابق کرایہ تم نے اسے دے دیا اور کوئی بات نہیں ہوئی، اس کو تعاطی کہتے ہیں۔

مسئلہ: کرایہ پر دینے والے اور لینے والے دونوں کا عاقل ہونا ضروری ہے، یعنی

دونوں برے بھلے اور نقصان فائدہ کی تمیز کر سکتے ہوں، بالغ ہونا ضروری نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی چیز کرایہ پر لی جائے تو دو باتیں طے ہونی چاہئیں، ایک یہ کہ اس کا کرایہ کتنا ہوگا؟ دوسرے یہ کہ وہ کتنے دنوں کے لیے یا کس کام کے لیے کرایہ پر لے رہا ہے، مثلاً اگر کوئی مکان کرایہ پر لیا، یا سواری یا برتن یا کپڑا کرایہ پر لیا تو اس کا کرایہ بھی طے ہونا چاہیے اور مدت بھی یعنی ایک سال دوسال یا ایک ماہ دو ماہ یا ایک دن دو دن کے لیے لے رہا ہے، یا گھنٹے دو گھنٹے کے لیے، سواری میں کرایہ کے ساتھ یہ بھی طے ہونا چاہیے کہ وہ سواری کس کام کے لیے اور کتنی مسافت کے لیے لے رہا ہے، مثلاً کسی نے موٹر سائیکل یا گاڑی کو کرایہ پر لیا تو یہ بتا دینا چاہیے کہ سوار ہونے کے لیے لے رہا ہے یا سامان ڈھونے کے لیے، اور وہ اسے کہاں تک یا کتنے میل لے جائے گا، تاکہ بعد میں دونوں میں کوئی اختلاف نہ ہو اور اگر کرایہ میں مدت سے بھی فرق پڑتا ہو تو مدت کا ذکر بھی کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر سو روپے ماہوار کے حساب سے مکان کا کرایہ طے ہوا تو یہ معاملہ صرف ایک مہینہ کے لیے سمجھا جائے گا دوسرے مہینہ میں دونوں کو پھر سے معاملہ کرنا چاہیے، اگر مالک مکان چاہے تو ایک ماہ کے بعد کرایہ دار سے مکان خالی کرا سکتا ہے، البتہ اگر مالک مکان نے دوسرے مہینہ کی پہلی تاریخ کو کوئی اعتراض نہ کیا تو پھر وہ دوسرے مہینہ میں اسی کرایہ پر رہ سکتا ہے۔

اس صورت میں ہر ماہ مالک مکان کرایہ بڑھا بھی سکتا ہے اور اپنا مکان خالی بھی کرا سکتا ہے، لیکن اگر کرایہ دار نے کوئی مکان سال دوسال یا دس بیس سال مدت اور کرایہ مقرر کر کے لیا تو پھر اس مدت کے پورا ہونے تک مالک کو نہ تو کرایہ بڑھانے کا حق ہے، اور نہ اس کو نکالنے کا۔

مسئلہ: اگر سواری کرایہ پر لی تو اس پر اتنے ہی آدمی سوار ہو سکتے ہیں جتنے آدمی سوار ہونے کے لیے وہ بنائی گئی ہے، یا جتنے آدمی اس میں عام طور پر سوار ہوتے ہیں، مثلاً تم نے کار کرایہ پر لی تو اس میں چار یا پانچ آدمیوں سے زیادہ کو سوار ہونا جائز نہیں الا یہ کہ

مالک سے اجازت لے لی ہو۔

مسئلہ: مشترک مکان، دکان یا کسی اور مشترک چیز میں ایک شریک اپنا حصہ کسی غیر شریک کو کرایہ پر نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اگر اس کے علاوہ دو یا زائد شریک اور ہوں تو یہ اپنا حصہ ان میں سے ایک کو کرایہ پر نہیں دے سکتا۔

مسئلہ: مکان یا دکان کو کرایہ پر لیا مگر یہ نہیں بتایا کہ اس میں کون رہے گا، یا وہ کس چیز کی دکان کرے گا تو مکان میں چاہے خود رہے یا دوسرے کو اس میں رکھے، یا اس میں سامان رکھے یا کوئی دکان کرے اس کو اختیار ہے، اسی طرح دکان میں جس چیز کی چاہے دکان کرے، مگر مکان یا دکان میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جائے گا جو مکان کو خراب کر دینے یا اس کو کمزور کر دینے کا سبب ہو، اس کے لیے مالک سے دوبارہ اجازت لینی ضروری ہے، مثلاً اس نے دکان میں بھٹی لگانی ہو یا مکان میں آٹا پیسنے کی چکی نصب کرنی ہو تو اس کو اجازت لینی چاہیے، کیونکہ دونوں کاموں سے مکان اور دکان کے خراب اور کمزور ہونے کا اندیشہ ہے، اسی طرح اگر کرایہ کے مکان میں جانور رکھنے کی ضرورت ہو تو اس بارے میں وہاں کا عام رواج دیکھا جائے گا، اگر عام طور پر جانور مکانوں میں رکھے جاتے ہوں جیسا کہ دیہاتوں میں ہوتا ہے تو رکھنا جائز ہوگا، اور اگر عام طور سے نہ رکھے جاتے ہیں مثلاً شہروں میں تو شہر کے مکانات میں ان کے رکھنے سے مالک مکان روک سکتا ہے، یوں اجازت دے دے تو پھر ہر جگہ رکھے جا سکتے ہیں۔

مسئلہ: جب تم نے مہینہ بھر کے لیے گھر کرایہ پر لیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا، چاہے اس میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا رہا ہو، کرایہ بہرحال واجب ہے۔

مسئلہ: جو مکان یا دکان کرائے پر لی ہو اس کو موجود اجرت یا اس سے کم اجرت پر آگے کسی اور کو کرایہ پر دے سکتا ہے۔

مسئلہ: زید نے بکر سے کوئی شے کرایہ پر لی اور ایک ہزار روپیہ کرایہ طے ہوا۔ پھر زید وہ شے آگے زائد کرایہ پر خالد کو دے تو یہ جائز نہیں مگر ذیل کی تین صورتوں میں جائز ہے:

۱۔　معاملہ مخالف جنس میں کیا ہو یعنی زید نے بکر سے روپوں میں معاملہ کیا ہو اور خالد سے ایک ہزار روپے سے زائد مالیت کے ڈالروں میں کیا ہو یا زید نے بکر سے سونے میں معاملہ کیا اور خالد سے سونے سے زائد مالیت کی چاندی میں معاملہ کیا۔

۲۔　زید نے وہی شے خالد کو کرایہ پر دی تو اس کے ساتھ اپنی کسی شے کا اضافہ کر دیا مثلاً زید نے خالی دکان ایک ہزار روپے ماہانہ کے عوض کرایہ پر لی پھر دکان اپنی ایک الماری سمیت خالد کو ڈیڑھ ہزار کے عوض کرایہ پر دی تو یہ جائز ہے۔

۳۔　خالد کو آگے کرایہ پر دینے سے پہلے زید نے اس دکان میں کوئی ایسا کام کروایا جو قائم رہنے والا ہو مثلاً اس میں سیمنٹ کا پلستر کروایا یا اس میں رنگ روغن کروایا۔

ان تین صورتوں کے بغیر لیے ہوئے زائد کرایہ کو صدقہ کرنا واجب ہے لیکن امام احمد رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول پر یہ جائز و حلال ہے اور صدقہ کرنا واجب نہیں ہے۔

اگر کرایہ دار نے کرایہ پر لی ہوئی دکان کا ایک حصہ آگے کسی کو کرایہ پر دے دیا تو یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ:　دلہن کا بناؤ سنگھار مشاطہ سے اجرت پر کرانا جائز ہے لیکن کام اور مدت کا ذکر ہونا چاہیے اور اس میں کوئی ایسا کام شامل نہ ہونا چاہئے جو شریعت کی رو سے ناجائز ہو۔

خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب

جس طرح بیع وشراء میں خیار شرط، خیار رویت اور خیار عیب کی آسانی دی گئی ہے، اسی طرح اجارہ میں بھی ان کی سہولت ہے، مثلاً ایک شخص ایک مکان یا دکان کرایہ پر لینا چاہتا ہے اور مالک مکان سے کرایہ وغیرہ کی بات چیت طے ہو چکی ہے، مگر مالک یا کرایہ دار نے کہا کہ کل آخری جواب دوں گا، تو جس نے بھی یہ کہا ہے اسے دوسرے دن تک لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے۔ اسی طرح کرایہ دار نے ایک مکان یا دکان کا معاملہ کرلیا اگر اس نے دیکھا نہیں تھا، اب دیکھنے کے بعد اسے وہ مکان یا دکان پسند نہیں آئی یا کرایہ زیادہ محسوس ہوا تو اسے معاملہ کو فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا، اسی طرح مکان یا دکان میں آنے کے بعد اس میں کوئی ایسا عیب نظر آیا جس سے رہائش میں یا

دکان کرنے میں شدید پریشانی نظر آتی ہے تو اسے معاملہ کو فسخ کردینے کا اختیار ہے، البتہ اگر کچھ دن وہ رہ چکا ہے تو اسے اتنے دن کا کرایہ دینا ہوگا۔

اجارہ باطل کا بیان

جو اجارہ اصل سے ہی جائز نہ ہو وہ باطل ہوتا ہے اور اجارہ باطل پر کام کرنے والا اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔

اجارہ کے باطل ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

طرفین میں سے کسی ایک کی عدم رضامندی ہو:

مثلاً ظالم لوگ بے کسوں سے زبردستی بیگار اور مزدوری لیں۔

عاقد متعین نہ ہو:

کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی۔ اس نے کہا جو کوئی ہماری چیز بتا دے کہ کہاں ہے اس کو ایک روپیہ دیں گے۔ تو اگر کوئی بتا دے تب بھی روپیہ پانے کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اجارہ صحیح نہیں ہوا۔

اور اگر کسی خاص آدمی سے کہا ہو کہ اگر تو بتا دے تو تجھے روپیہ دوں گا تو اگر اس نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے بتا دیا تو کچھ نہ ملے گا کیونکہ اشارہ کرنا یا رہنمائی کے طور پر محض بتانا ایسا عمل نہیں ہے جس پر اجرت کا استحقاق بنتا ہو۔ ہاں اگر اس نے تلاش کے لیے کچھ چل کر بتایا ہو تو اجرت کا مستحق ہوگا۔

جس منفعت کے لیے اجارہ ہوا ہے وہ حرام ہو

مثلاً گانا بجانا، بندر نچانا، ویڈیو فلمیں اور تصویریں بنانا اور مورتیاں تراشنا' ناحق قتل کرنا، چوری کرنا، راہزنی کرنا، شراب بنانا اور پلانا، جھوٹی گواہی دینا، شرک وبدعت کا کام کرنا، سود کی لکھت پڑھت کرنا، جوئے کا معاملہ کرنا، غیر شرعی لباس سینا اور جسم کا گودنا وغیرہ۔

جو شے کرائے پر دی جا رہی ہے وہ دینے والے کی ملکیت نہ ہو

مثلاً اپنی زمین میں جانور شکار کرنے کے لیے کسی سے اجرت کا معاملہ کرنا یا اپنے تالاب میں مچھلی پکڑنے کے لیے کسی سے اجرت پر معاملہ کرنا یعنی دوسرے سے اجرت لے کر اس کو اجازت دینا کہ وہ اس کی زمین میں اور تالاب میں شکار کر سکے۔

جس کام پر اجارہ ہوا ہے وہ اجارہ کے قابل ہی نہ ہو

(i) وہ کام کرنا اجیر پر پہلے سے واجب ہو

جیسے اولاد کے لیے والدین کی خدمت کرنا۔ بیوی کے لیے خاوند کی خدمت کرنا اس کے طعام ولباس کی دیکھ بھال کرنا اور اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرنا۔ ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانا وغیرہ۔

مسئلہ: سرکاری ملازم اور وہ ملازم بھی جو کسی نجی ادارے میں ملازم ہوں وہ اپنے کرنے کے کاموں پر ضرورت مندوں سے اجرت طے کریں تو یہ اجرت جائز نہیں ہے بلکہ یہ رشوت ہے کیونکہ ملازمت اور ادارے کے ساتھ اجارہ کی وجہ سے وہ کام کرنا اس پر پہلے ہی سے واجب تھا اور ایک کام پر دو اجرتیں نہیں ہوسکتیں۔

(ii) وہ کام اگرچہ واجب نہ ہو لیکن محض ثواب کے لیے ہو

جیسے تسبیح تہلیل تلاوت قرآن اور نوافل۔ چونکہ یہ کام محض عبادت اور ثواب کے ہوتے ہیں لہٰذا اگر ان میں دنیا کی اجرت کو بھی مقصود بنالیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ بندے سے اجرت کی شرکت لازم آئے گی اور اللہ تعالیٰ شرکت کو قبول نہیں کرتے لہٰذا وہ عمل صرف دنیا کی اجرت کے لیے رہا۔ اور محض عبادت اور ثواب کا کام جب اصل مقصود یعنی ثواب اور اللہ کی رضا سے خالی رہے تو وہ عبادت نہیں رہتا اور اس کی صحت ختم ہوجاتی ہے اور محض ایک لغو حرکت رہ جاتی ہے۔

مسئلہ: کسی حافظ کو نوکر رکھا کہ اتنے دن فلانے کی قبر پر قرآن پڑھا کرو اور ثواب بخشا کرو۔ یہ صحیح نہیں باطل ہے، نہ پڑھنے والے کو ثواب ملے گا نہ مردے کو اور وہ حافظ کچھ تنخواہ پانے کا مستحق نہیں۔

(iii) وہ منفعت کرایہ پر دینے کے قابل نہ ہو

(الف) محض گھر سجانے کے لیے جھاڑ فانوس وغیرہ کرایہ پر لینا درست نہیں۔ اگر لایا بھی تو وہ دینے والا کرایہ پانے کا مستحق نہیں۔ یہی حکم سجاوٹ کی چھوٹی بتیوں کا ہے۔ البتہ اگر جھاڑ فانوس جلانے کے لیے لایا ہو (تا کہ ضرورت کی روشنی حاصل ہو) اور اس سے ضمناً سجاوٹ بھی حاصل ہوگئی ہو تو درست ہے۔

(ب) کار یا گھوڑا کرایہ پر لیا تا کہ گھر کے باہر کھڑا کرے اور دیکھنے والے کہیں کہ یہ اس کا گھوڑا یا اس کی کار ہے تو یہ اجارہ باطل ہے۔

(ج) بکری، گائے بھینس کے گابھن کرانے کے لیے جس کا بکرا بیل بھینسا ہو اس کو گابھن کرائی لینا یعنی جانور کی جفتی پر اجرت لینا حرام ہے۔

اجارہ فاسد کا بیان

اجارہ کا وہ معاملہ جو اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہو لیکن کسی غیر مناسب وصف وغیرہ کی وجہ سے اس میں فساد آئے اجارہ فاسد کہلاتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کا معاملہ کرنے میں گناہ ہوتا ہے لہٰذا اس کو توڑ کر ازسرِنو صحیح طریقے پر معاملہ کیا جائے۔ لیکن اگر کسی نے فاسد معاملہ کے مطابق کام کرلیا تو جو کچھ اجرت طے ہوئی ہے کام کرنے والے کو وہ نہیں دلائی جائے گی بلکہ اتنے کام کے لیے جتنی مزدوری اور اجرت کا دستور ہو یا اس جگہ کے لیے جتنے کرایہ کا دستور ہو وہ دلایا جائے گا۔ لیکن اگر دستور زیادہ ہے اور طے کم ہوا تھا تو پھر دستور کے موافق نہ دیا جائے گا بلکہ وہی ملے گا جو طے ہوا۔ غرض یہ کہ جو کم ہو اس کے پانے کا مستحق ہے۔

اجارہ کے فاسد ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

○۱ اجرت یا منفعت میں جہالت یا تردد ہو

(i) اجرت میں جہالت: یعنی اجارہ کا معاملہ کیا لیکن یہ طے نہیں کیا کہ اجرت کتنی ہوگی۔

مسئلہ: اگر مکان کرایہ پر لیتے وقت کرایہ مقرر نہیں کیا یوں ہی لے لیا یا یہ شرط کرلی کہ جو کچھ اس میں ٹوٹ پھوٹ ہوگی وہ بھی ہم اپنے پاس سے بنوا دیا کریں گے یا کسی کو گھر

اس وعدہ پر دیا کہ اس کو مرمت کرادیا کرے اور اس کا یہی کرایہ ہے یہ سب اجارہ فاسد ہے کیونکہ اجرت یا تو سرے سے طے نہیں ہے یا متعین نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر یوں کہہ دے کہ تم اس گھر میں رہو اور مرمت کرادیا کرو کرایہ کچھ نہیں ہے تو یہ عاریت ہے اور جائز ہے۔

(ii) اجرت کی مقدار میں وقت کے اعتبار سے تردد ہو

مسئلہ: درزی کو کہا کہ اگر تم نے یہ لباس آج سی دیا تو سو روپے ملیں گے اور اگر کل سیا تو پچاس روپے ملیں گے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پہلی شرط صحیح ہوگی دوسری صحیح نہ ہوگی جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہا اللہ کے نزدیک دونوں شرطیں صحیح ہوں گی۔ اگر درزی نے پہلے دن کپڑا سیا تو تینوں کے نزدیک پہلے دن کی اجرت واجب ہوئی اور اگر دوسرے دن سیا تو صاحبین کے نزدیک دوسرے دن کی اجرت واجب ہوگی جب کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اجرت مثل واجب ہوگی جو دوسرے دن کی ذکر کردہ اجرت سے بہرحال زائد نہ ہوگی۔ مجلہ میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

(iii) منفعت کی مقدار مجہول ہو

مسئلہ: اگر مکان کرایہ پر لیتے وقت کچھ مدت بیان نہیں کی کہ کتنے دن کے لیے کرایہ پر لیا ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے۔

مسئلہ: کسی نے یہ کہہ کر مکان کرایہ پر لیا کہ دو سو روپے ماہوار کرایہ دیا کریں گے تو ایک ہی مہینے کے لیے اجارہ صحیح ہوا۔ مہینے کے بعد مالک کو اجارہ ختم کرنے کا اختیار ہے۔ پھر جب دوسرے مہینے میں تم رہنے لگے تو ایک مہینہ کا اجارہ اب اور صحیح ہوگیا۔ اس طرح ہر مہینے میں نیا اجارہ ہوتا رہے گا۔ البتہ اگر یہ بھی کہہ دیا کہ چار مہینے یا چھ مہینے رہوں گا تو جتنی مدت بتائی ہے اتنی مدت تک اجارہ صحیح ہوا۔ اس سے پہلے مالک تم کو نہیں ہٹا سکتا۔

○ ۲ اجرت مال مباح نہ ہو

مثلاً کرایہ پر مکان لیا یا کسی کو کام پر رکھا اور اجرت میں خمر یا خنزیر دینا طے کیا۔

○ ۳ عقد اجارہ میں کسی حرام بات کو شرط کیا

مثلاً کسی شخص کو جائز کام کے لیے رکھا لیکن اس شرط پر کہ وہ آقا کو ساز بجا کے بھی سنایا کرے گا۔

اسی طرح کسی ملازم کو رکھا اور شرط کی کہ بوقت ضرورت ناجائز رشوت دینے کے لیے اس کو جانا پڑے گا۔

○ ۴ عقد اجارہ میں سود کا شبہ ہو

مثلاً ایک شخص نے اپنا مکان دوسرے کو رہائش کے لیے کرایہ پر دیا اور اجرت میں دوسرے شخص کا مکان رہائش کے لیے لے لیا۔ اسی طرح ایک شخص نے اپنی کار دوسرے کو سواری کے لیے کرایہ پر دی اور کرایہ یہ طے ہوا کہ پہلا شخص دوسرے کی کار پر سواری کرلے۔ یہ اجارہ فاسد ہے۔

○ ۵ کرایہ پر دینے والا شے کو سپرد کرنے پر قادر نہ ہو

مثلاً مشترکہ مکان ہو اور تقسیم کئے بغیر ایک شریک کسی غیر شریک کو اپنا حصہ کرایہ پر دے یہ فاسد ہے۔

اسی طرح اگر کسی جائیداد میں تین شریک ہوں اور تقسیم کئے بغیر ایک شریک اپنا حصہ باقی دو میں سے کسی ایک کو کرایہ پر دے تو یہ فاسد ہے، کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ایک شریک تنہا اپنا حصہ لینے والے کو دینے پر قادر نہیں ہے۔

البتہ اگر جائیداد میں صرف دو شریک ہوں اور ان میں سے ایک اپنا حصہ دوسرے کو کرایہ پر دے تو یہ جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں دوسرے شریک کے لیے پوری جائیداد سے نفع اٹھانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

○ ۶ اجرت وہ چیز ہو جو اجیر کے عمل سے حاصل ہو

پیسنے کے لیے کسی کو گندم دی اور کہا کہ اسی میں سے پاؤ بھر آٹا پسائی لے لینا۔ یا کھیت کٹوایا اور کہا کہ اسی میں سے اتنا غلہ مزدوری لے لینا یہ سب فاسد ہے۔ اسی طرح جولاہے کو کپڑا بننے کے لیے سوت دیا اور شرط کی کہ جو کپڑا وہ بنے گا اس میں سے اتنا کپڑا اس کو اجرت میں دیں گے تو یہ بھی فاسد ہے۔

البتہ مندرجہ ذیل طریقے جائز ہیں:

(ا) مالک گندم میں سے اجرت پہلے ہی نکال کر چکی والے کو دے دے۔ چکی والا اپنی اجرت کی گندم کو باقی گندم کے ساتھ پیس کر اپنا حصہ علیحدہ کر لے تو جائز ہے۔

(ب) اجرت میں روپے یا گندم یا دونوں چیزیں طے کر لے۔

(ج) آٹے کو بلا تعیین ذکر کرے یعنی یوں کہے کہ ایک من گندم کی پسائی کی اجرت ایک کلو آٹا ہو گی یوں نہ کہے کہ پسے ہوئے آٹے میں سے ایک کلو ہو گی۔ پھر خواہ کوئی دوسرا آٹا دے یا اسی پسے ہوئے میں سے دے۔

مسئلہ: ادھیارے پر جانور دینا مثلاً زید نے خالد کو بکریوں کا ریوڑ دیا اور معاہدہ کیا کہ خالد اس کی پرورش کرے اور سال بعد ریوڑ میں جتنے جانوروں کا اضافہ ہوگا وہ آپس میں نصف نصف تقسیم کرلیں گے تو قاعدے کے مطابق یہ معاملہ فاسد ہونا چاہیے لیکن عام رواج پا جانے کی صورت میں یا شدید ضرورت کے موقع پر امام احمد بن حنبلؒ کے ایک قول پر اس کی گنجائش ہے۔

۷ عقد اجارہ میں شرط فاسد طے کی ہو

یعنی ایسی شرط طے کرنا جس میں کرایہ پر دینے والے یا لینے والے کا نفع ہو مثلاً اپنی زمین اس شرط کے ساتھ کرایہ پر دی کہ کرایہ لینے والا اس میں ہل چلا کر واپس کرے گا یا مکان اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ مالک مکان کرایہ دار کے مال کی حفاظت کرے گا۔

۸ شے ختم ہوئے بغیر اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ ہو

اس وجہ سے بکری یا گائے بھینس کو دودھ پینے کے لیے کرایہ پر لینا جائز نہیں ہے۔

اجیر کی دو قسمیں: اجیر خاص اور اجیر مشترک

اجیر خاص وہ ہوتا ہے جو خاص مستاجر کے کام کاج کے لیے ہو مثلاً گھر کا یا دکان کا ملازم۔

اس پر لازم ہے کہ وہ کام کے اوقات میں حاضر رہے اگرچہ مستاجر اس سے کام نہ لے اور جب مستاجر اس سے کام لے تو وہ کام سے منہ نہ موڑے۔ اس صورت میں وہ اجرت و تنخواہ کا مستحق ہوگا اور اگر وہ کام پر نہ جائے یا کام نہ کرے تو اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔

اجیر مشترک وہ ہوتا ہے جو کسی خاص ایک آدمی کے کام پر نہ لیا گیا ہو بلکہ وہ ایسا پیشہ ور ہے جو کسی وقت میں کسی خاص ایک کے کام کا پابند نہ ہو مثلاً دھوبی، رنگریز اور موچی وغیرہ۔

اجیر مشترک اجرت کا مستحق عمل سے بنتا ہے۔

مسئلہ: اگر بستی والے سب مل کر ایک شخص کو خاص اپنے جانوروں کو چرانے کے لیے مقرر کریں تو وہ ان کا اجیر خاص ہوگا لیکن اگر چرواہے کو یہ آزادی حاصل ہو کہ وہ ساتھ میں دوسری بستی والوں کے جانور بھی چرا سکتا ہے تو وہ اجیر مشترک ہوگا۔

اجیر مشترک سے تاوان لینے کا بیان

رنگریز، دھوبی، درزی وغیرہ کسی پیشہ ور سے کوئی کام کرایا تو وہ چیز جو اس کو دی ہے اس کے پاس امانت ہے اگر چوری ہوجائے یا کسی اور قدرتی آفت سے ضائع ہوجائے تو ان سے تاوان لینا درست نہیں۔ البتہ اگر اس نے اس طرح کپڑے کو لکڑی سے کوٹا کہ پھٹ گیا یا عمدہ ریشمی کپڑا بھٹی پر چڑھا دیا وہ خراب ہوگیا تو اس کا تاوان لینا جائز ہے۔ اسی طرح جو کپڑا اس نے بدل دیا تو اس کا تاوان لینا بھی درست ہے۔ اور اگر کپڑا کھو گیا اور وہ کہتا ہے معلوم نہیں کیونکر گیا اور کیا ہوا۔ اس کا تاوان لینا بھی

درست ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ میرے یہاں چوری ہوگئی اس میں چلا گیا تو تاوان لینا درست نہیں۔

مسئلہ: درزی سے کہا اس ناپ کا کرتہ سی دو۔ اس نے چھوٹا سی دیا۔ اگر بہت معمولی سا فرق ہو جو برداشت کیا جاسکتا ہو تب تو کچھ حرج نہیں لیکن اگر زیادہ فرق ہو تو درزی پر تاوان آئے گا۔

اجیر خاص سے تاوان لینے کا بیان

مسئلہ: جو خاص تمہارے ہی کام کے لیے ہے مثلاً نوکر چاکر یا وہ مزدور جس کو تم نے ایک دن یا دو چار دن کے لیے رکھا ہے اس کے ہاتھ سے جو کچھ جاتا رہے اس کا تاوان لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ خود قصداً نقصان کر دے تو تاوان لینا درست ہے۔

مسئلہ: بچے کی دیکھ بھال پر جو نوکر ہے اس کی غفلت سے اگر بچے کا زیور یا اور کچھ جاتا رہا تو اس کا تاوان لینا درست نہیں، کیونکہ وہ خاص تمہارے ہی کام کے لیے ہے۔

اجارہ کے توڑ دینے کا بیان

مسئلہ: کوئی گھر کرایہ پر لیا، وہ بہت ٹپکتا ہے یا کچھ حصہ اس کا گر پڑا یا اور کوئی ایسا عیب نکل آیا جس سے اب رہنا مشکل ہے تو اجارہ کا توڑ دینا درست ہے اور اگر بالکل ہی گر پڑا تو خود ہی اجارہ ٹوٹ گیا، تمہارے توڑنے اور مالک کے راضی ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔

مسئلہ: جب کرایہ پر لینے والے اور دینے والے میں سے کوئی مر جائے تو اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی ایسا عذر پیدا ہو جائے کہ کرایہ کو توڑنا پڑے تو مجبوری کے وقت توڑ دینا صحیح ہے مثلاً کہیں جانے کے لیے تانگہ کرایہ پر لیا پھر رائے بدل گئی اب جانے کا ارادہ نہیں رہا تو اجارہ توڑ دینا صحیح ہے اور اگر سواریاں بٹھانے کے لیے تانگہ گھر تک لے آئے پھر ارادہ بدل گیا تو اتنے کام کی دستور کے موافق اجرت دینا ہوگی۔

مسئلہ: یہ جو دستور ہے کہ سواری والے کرایہ طے کر کے اس کو کچھ بیعانہ دے دیتے ہیں اگر جانا ہوا تو پھر اس کو پورا کرایہ دیتے ہیں اور وہ بیعانہ اس کرایہ میں سے کاٹ دیا جاتا ہے اور جو جانا نہ ہوا تو وہ بیعانہ ہضم کر لیتا ہے، واپس نہیں دیتا، یہ درست نہیں بلکہ اس کو واپس دینا چاہیے۔

دلالی

دلالی دو معنی میں بولتے ہیں۔

- ایک وہ دلال جو بائع ومشتری کی ایک دوسرے کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور خود سودا نہیں کرتا۔ اس کو انگریزی میں بروکر (Broker) کہتے ہیں۔
- دوسرا وہ دلال کہلاتا ہے جو بائع یا مشتری کی جانب سے اجرت پر سودا کرواتا ہے۔ اس کو آڑھتی بھی کہتے ہیں اور انگریزی میں اس کو کمیشن ایجنٹ (Commission Agent) کہتے ہیں۔

دلال (Broker) کی اجرت

اگر دلال بائع ومشتری کے درمیان سودا کرانے کی کوشش کرتا ہے اور مالک خود فروخت کرتا ہے تو جیسا رواج ہو اس کے مطابق دلال اپنی اجرت بائع سے یا خریدار سے یا دونوں سے وصول کر سکتا ہے۔

اگر یہ دلال مالک کی اجازت سے شے کو خود فروخت کرے تو وہ بائع کا وکیل (یعنی اس کا کمیشن ایجنٹ) بن گیا اور فقط بائع سے اجرت لے سکے گا۔

دلال (کمیشن ایجنٹ، آڑھتی) کے احکام

مسئلہ: ایسے دلال کی دلالی کی رقم یا تو متعین ہو مثلاً اس شے کی فروخت پر دس روپے ملیں گے یا قیمت سے فیصد کے حساب سے ہو یعنی جتنی رقم بطور قیمت وصول ہوگی اس کے مثلاً پانچ فیصد ملیں گے۔

مسئلہ: زید جو کہ دلال ہے اس نے بکر سے کہا کہ میں تمہاری بھینس فروخت کرا دیتا ہوں مگر اس شرط سے کہ پانچ ہزار تمہیں دوں گا اور اس سے زائد جتنا بھی وصول ہوگا وہ میرا ہوگا۔ پھر زید نے چھ ہزار میں فروخت کر کے ایک ہزار خود رکھ لیے تو یہ معاملہ جائز نہیں کیونکہ دلالی کی رقم متعین نہیں ہے۔

مسئلہ: چند بیوپاریوں نے ایک بیوپاری کے پاس اپنا کچھ مال بھیج دیا اور لکھ دیا کہ پچاس روپے من فروخت کر کے ہمارے پاس روپیہ بھیج دو۔ بیوپاری نے مذکورہ مال باون روپے من کے حساب سے فروخت کیا۔ پچاس روپے مالک کو بھیجے اور دو روپے محنتانہ سمجھ کر اپنے پاس رکھ لیے تو یہ جائز نہیں بلکہ کل قیمت مالک کو ملے گی۔ ہاں اگر پہلے سے طے کر لیتے کہ ایک من فروختگی پر دو روپیہ اجرت اور کمیشن ہوگی تو جائز ہوتا۔

چند متفرق مسائل

مسئلہ: کوئی شخص اس شرط پر دکان پر ملازمت کرتا ہے کہ جو نفع ہوگا اس کا پانچواں حصہ وہ بطور اجرت لے گا تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: دینی خدمات جیسے امامت، اذان، تعلیم قرآن اور تعلیم دین اور قضاء پر اجرت لینا جائز ہے۔ بعض حدیثوں میں جو ممانعت آئی ہے وہ اس وقت ہے جب حکومت اور ملک کا اجتماعی نظام یہ خدمات انجام دینے والوں کی ضروریات کی کفالت کرتا ہو۔ اگر یہ کفالت بھی نہ ہو اور اجرت بھی نہ لے سکیں تو یہ خدمات مہیا کرنے والے نہ ملیں گے اور نتیجہ میں دین کے ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔

مسئلہ: ٹی وی، وی سی آر (T.V, V.C.R) وغیرہ جو کہ عام طور سے لہو کے آلات کے طور پر استعمال ہوتے ہیں ان کی مرمت کا کام جائز نہیں۔

مسئلہ: جہاں گرجا مندر کی تعمیر کی شرعاً اجازت ہو مسلمان اس کی تعمیر کر سکتا ہے اور اس پر اجرت بھی لے سکتا ہے۔

مسئلہ: بینکاری، بیمہ یا کسی اور سودی اور ناجائز کام کے لیے مکان اجرت و کرایہ پر

دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: بینک اور بیمہ کمپنیوں اور فلم اور دیگر سودی اور حرام کاموں کی ملازمت ناجائز ہے۔

مسئلہ: کوئی اگر یہ چاہے کہ گھر کے استعمال کی روٹیاں بیوی سے اجرت پر پکوائے تو یہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر بازار میں فروخت کرنے کے لیے بیوی سے اجرت پر پکوائے تو جائز ہے۔

مسئلہ: بیوی نے اپنی ملکیت کا مکان شوہر کو کرایہ پر دیا پھر میاں بیوی دونوں اس میں رہے تو بیوی مکان کے کرایہ کی مستحق ہوگی۔

مسئلہ: جو مقروض و مدیون قرض کی ادائیگی میں ناحق لیت ولعل کرے یا ادائیگی کرنے سے انکار کردے تو وصولی کے لیے کسی زور آور شخص کو اجرت پر رکھنا جائز ہے البتہ اس کی تنخواہ معین ہونی چاہیے خواہ ماہانہ یا یکمشت کہ کامیابی کے بعد اتنا دیں گے۔

مسئلہ: درزی کپڑا سی کر یا رنگریز کپڑا رنگ کر یا دھوبی کپڑا دھو کر لایا تو اس کو اختیار ہے کہ جب تک تم سے اس کی مزدوری نہ لے لے تب تک تم کو کپڑا نہ دے۔ بغیر مزدوری دیئے اس سے زبردستی لینا درست نہیں اور اگر کسی مزدور سے غلے کی ایک بوری پانچ روپے کے وعدہ پر اٹھوائی تو وہ اپنی مزدوری مانگنے کے لیے تمہارا غلہ نہیں روک سکتا کیونکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک محض اٹھا کر لانے کی وجہ سے غلہ میں کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی جبکہ پہلی صورتوں میں کام کرنے والے کی طرف سے کپڑے میں ایک نئی بات پیدا ہوئی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے یہ شرط کرلی کہ میرا کپڑا تم ہی سینا یا تم ہی رنگنا یا تم ہی دھونا تو اس کو کسی دوسرے سے کام کروانا درست نہیں اور اگر یہ شرط نہیں کی تو کسی اور سے بھی وہ کام کرا سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کو اجرت دے کر مچھلی پکڑوائی تو وہ پکڑنے والے کی ملک ہوئی اور یہ اجارہ باطل ہے۔ البتہ اگر ماہی گیر کو کچھ مدت کے لیے تنخواہ پر ملازم رکھ لے اور اس سے

مچھلی پکڑنے کا کام لے تو جائز ہے اور خواہ مچھلی آئے نہ آئے اس کو اپنی تنخواہ ملے گی۔

باب ۴۳

رہن یعنی گروی رکھنے کا بیان

مسئلہ: تم نے کسی سے سو روپے قرض لیے اور اعتبار کے لیے اپنی کوئی چیز اس کے پاس رکھ دی کہ تجھے اعتبار نہ ہو تو میری یہ چیز اپنے پاس رکھ لے۔ جب روپے ادا کر دوں تو اپنی چیز لے لوں گا، یہ جائز ہے۔ اسی کو گروی رکھنا کہتے ہیں۔

مسئلہ: جو شخص اپنی چیز گروی رکھتا ہے اس کو راہن کہتے ہیں اور جس قرض خواہ کے پاس رکھتا ہے اس کو مرتہن کہتے ہیں اور گروی رکھی گئی چیز کو رہن یا مرہون کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب تم نے کوئی چیز گروی رکھ دی تو اب قرضہ ادا کئے بغیر اپنی چیز مانگنے اور لے لینے کا حق نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر تم نے اپنا روپیہ کچھ ادا کر دیا تب بھی گروی کی چیز نہیں لے سکتے، بلکہ ادا شدہ رقم کے برابر حصہ بھی واپس نہیں لے سکتے، جب سب روپیہ ادا کرو گے تب وہ چیز ملے گی۔

مسئلہ: جو چیز تمہارے پاس کسی نے گروی رکھی تو اب اس چیز کو کام میں لانا اس سے کسی طرح کا نفع اٹھانا ایسے باغ کا پھل کھانا، ایسی زمین کا غلہ یا روپیہ لے کر کھانا ایسے گھر میں رہنا کچھ درست نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر بکری گائے وغیرہ کسی نے تمہارے پاس گروی رکھی ہو تو اس کا دودھ بچہ وغیرہ جو کچھ ہو وہ مالک ہی کا ہے۔ تم کو اس کو لینا درست نہیں۔ دودھ کو بیچ کر دام کو بھی گروی میں شامل کر دو۔ جب وہ تمہارا قرضہ ادا کر دے تو گروی کی چیز اور دودھ کے دام سب واپس کر دو اور کھلائی کے دام جو تم نے خرچ کئے وہ کاٹ لو۔

مسئلہ: اگر تم نے سو روپے قرض لیے اور سو ہی روپے کی چیز گروی رکھ دی اور وہ چیز مرتہن کے پاس سے جاتی رہی تو اب نہ تو وہ تم سے اپنا کچھ قرض لے سکتا ہے اور نہ تم

اس سے اپنی رکھی چیز کے دام لے سکتے ہو۔ تمہاری چیز گئی اور اس کا روپیہ گیا اور اگر پچاس روپے کی چیز گروی رکھی اور وہ جاتی رہی تو پچاس روپے تم کو دینا پڑیں گے، پچاس روپے کٹ ہو گئے۔

مسئلہ: اگر تم نے سو روپے قرض لیے اور ڈیڑھ سو روپے کی چیز گروی رکھ دی اور وہ چیز مرتہن کے پاس سے جاتی رہی تو تم اس سے زائد پچاس روپے کا مطالبہ نہیں کر سکتے کیونکہ سو روپے کے بقدر تو وہ چیز گروی تھی اور باقی پچاس کے بقدر امانت تھی۔ امانت جب قدرتی آفت سے ضائع ہو جائے تو اس پر تاوان نہیں آتا۔

مسئلہ: رہن قرض خواہ کے بجائے کسی تیسرے معتبر عادل شخص کے پاس بھی رکھ سکتے ہیں۔ اس کے پاس اگر کسی قدرتی آفت سے وہ شے جاتی رہے تو اس کی ذمہ داری مرتہن پر آتی ہے۔

مسئلہ: راہن اپنی گروی رکھی گئی شے کو فروخت نہیں کر سکتا۔ اگر کرے گا تو وہ مرتہن کی اجازت یا قرض کی ادائیگی پر موقوف رہے گی۔ اگر مرتہن نے اجازت دے دی یا راہن نے اپنا قرض ادا کر دیا تو وہ سودا نافذ ہو جائے گا اور اگر ان میں سے کوئی بات بھی نہ پائی گئی تو بیع خود بخود ختم نہ ہو گی اور خریدار یا تو رہن چھڑانے تک صبر کرے یا معاملہ عدالت میں لے جائے اور عدالت سے بیع کو فسخ کروائے۔

مسئلہ: جو خرچہ رہن کی مصلحت اور بقاء کے لیے ضروری ہے مثلاً گروی میں کوئی جانور رکھا ہے تو اس کے چارہ کا خرچہ مالک اور راہن کے ذمہ ہو گا اور جو خرچہ حفاظت کے لیے ہو وہ مرتہن کے ذمہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: راہن مرتہن کو کہہ سکتا ہے کہ اگر میں تم کو قرض واپس نہ کر سکا تو تم اس رہن کو فروخت کر کے اپنا قرض وصول کر لو۔

مسئلہ: مرتہن کو فروخت کرنے کا کہنے کے بعد راہن مر گیا تو مرتہن وارثوں کی عدم موجودگی میں بھی مرہونہ شے کو فروخت کر سکتا ہے۔

مسئلہ: لوگوں نے کرایہ کی جگہ ایک یہ صورت بھی نکال لی ہے کہ مکان کے طلبگار سے

مثلاً چار لاکھ روپے قرض لے لیتے ہیں اور اس کے پاس اپنا مکان گروی رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اس میں رہتے رہو۔ جب مکان چھوڑ و تو اپنی رقم لے لینا۔ یہ بالکل ناجائز ہے اور سود کی شکل ہے، کیونکہ گروی میں رکھی گئی شے سے نفع اٹھانا سود ہوتا ہے اگرچہ مالک نے اس کی اجازت بھی دے دی ہو۔ بعض لوگ کچھ کرایہ تو مقرر کرتے ہیں لیکن وہ عام نرخ سے بہت کم ہوتا ہے۔ یہ رعایت بھی چونکہ قرض کی وجہ سے ملی ہے اس لیے یہ بھی سود ہے۔

مسئلہ: اگر زید نے بکر سے کوئی زیور یا برتن وغیرہ عاریت لے کر رہن رکھ دیا اور بکر اپنی ضرورت سے مرتہن کو روپیہ دے کر وہ شے چھڑا لایا تو بکر اس روپے کا مطالبہ زید سے کرسکتا ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ حق مرتہن (رہن اپنے پاس رکھنے کے حق) کو فروخت کرتے ہیں یہ بالکل باطل ہے کیونکہ یہ حق نہ تو بیع کے قابل چیز ہے اور نہ ہی مرتہن کو مرہون میں کوئی تصرف کرنے کا اختیار ہے۔

باب ۴۴

ہبہ یعنی کسی کو ہدیہ دینے کا بیان

مسئلہ: تم نے زید کو کہا کہ یہ چیز میں نے تم کو ہدیہ میں دی اور زید نے کہا میں نے قبول کی اور اس چیز پر قبضہ کرلیا یا منہ سے کچھ نہیں کہا بلکہ تم نے اس کے ہاتھ پر رکھ دی اور اس نے لے لی تو اب وہ چیز اسی کی ہوگئی اب تمہاری نہیں رہی بلکہ وہی اس کا مالک ہے، اس کو شرع میں ہبہ کہتے ہیں۔ لیکن اس کی کئی شرطیں ہیں۔ ایک تو اس کے حوالہ کر دینا اور اس کا قبضہ کرلینا ہے اگر تم نے کہا یہ ہم نے تم کو دے دی اس نے کہا ہم نے لے لی، لیکن ابھی تم نے اس کے حوالے نہیں کی تو یہ دینا صحیح نہیں ہوا۔ ابھی وہ چیز تمہاری ہی ملک ہے البتہ اگر اس نے اس چیز پر قبضہ کرلیا تو اب قبضہ کرلینے کے بعد اس کا مالک بنا۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ہبہ میں قبضہ کرنا ہبہ میں کسی طور سے بھی شرط نہیں ہے۔

مسئلہ: تم نے وہ دی ہوئی چیز اس کے سامنے اس طرح رکھ دی کہ اگر وہ اٹھانا چاہے تو لے سکے اور کہہ دیا کہ لو اس کو لے لو تو پاس رکھ دینے سے بھی وہ مالک بن گیا۔ ایسا سمجھیں گے کہ اس نے اٹھالیا اور قبضہ کرلیا۔

مسئلہ: قبضہ کرنے پر قادر ہونا بھی قبضہ کرنے کے حکم میں ہے اس لیے بند صندوق میں کچھ کپڑے دے دیئے لیکن اس کی چابی نہیں دی تو یہ قبضہ نہیں ہوا جب چابی دو گے تب قبضہ ہوگا کیونکہ چابی حاصل ہونے کے بعد اب وہ شخص کپڑوں پر قبضہ کرنے پر قادر ہوا اور اس وقت اس کا مالک بنا۔

مسئلہ: کسی بوتل میں تیل رکھا ہے تم نے وہ بوتل کسی کو دے دی لیکن تیل نہیں دیا تو یہ دینا صحیح نہیں۔ اگر وہ قبضہ کرلے تب بھی بوتل کا مالک نہ ہوگا۔ جب اپنا تیل نکال کے دو گے تب وہ مالک ہوگا۔ اور اگر تیل کسی کو دے دیا مگر بوتل نہیں دی اور اس نے بوتل

سمیت لے لیا کہ ہم خالی کر کے پھیر دیں گے تو یہ تیل کا دینا صحیح ہے۔ قبضہ کر لینے کے بعد مالک بن جائے گا۔ غرض کہ جب برتن وغیرہ کوئی چیز دو تو خالی کر کے دینا شرط ہے بغیر خالی کئے دینا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی نے مکان دیا تو اپنا سارا مال اسباب نکال کے خود بھی اس گھر سے نکل کے دینا چاہیے۔ البتہ اگر ہبہ کرنے والا مکان میں موجود اپنا سارا سامان جس کو ہبہ کیا ہے پہلے اس کے پاس امانت کے طور پر رکھ دے پھر اس کو مکان ہبہ کر دے تو جائز ہے اور اس کا مکان سے سامان نکالنا ضروری نہ ہوگا۔

مسئلہ: بیوی اپنے شوہر کے ساتھ جس مکان میں رہتی ہے وہ اس کی اپنی ملکیت ہے اس نے وہ مکان شوہر کو ہبہ کر دیا تو اسی حالت میں ہبہ صحیح ہوگیا کیونکہ عورت اور اس کا سامان شوہر ہی کے قبضہ میں ہوتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کو آدھی یا تہائی یا چوتھائی چیز دی پوری چیز نہ دی (یعنی مشاع اور غیر متعین حصے کا ہبہ کیا) تو اس کا حکم یہ ہے کہ دیکھو وہ کس قسم کی چیز ہے آدھی بانٹ دینے کے بعد بھی کام کی رہے گی یا نہ رہے گی۔ اگر بانٹ دینے کے بعد اس کام کی نہ رہے جس کام کی ہے جیسے چکی کہ اگر بیچوں بیچ سے توڑ کے دیدو تو پیسنے کے کام کی نہ رہے گی اور جیسے چوکی، پلنگ، پتیلی، لوٹا، کٹورہ، پیالہ، صندوق، جانور وغیرہ تو ایسی چیزوں کو بغیر تقسیم کیے بھی آدھی تہائی جو کچھ دینا منظور ہو دینا جائز ہے۔ اگر وہ قبضہ کر لے تو جتنا حصہ تم نے دیا ہے اس کا مالک بن گیا اور وہ چیز مشترک ہوگئی۔

اور اگر وہ چیز ایسی ہے کہ تقسیم کرنے کے بعد بھی کام کی رہے جیسے زمین، گھر، کپڑے کا تھان، جلانے کی لکڑی، اناج غلہ، دودھ دہی وغیرہ تو بغیر تقسیم کیے ان کا دینا صحیح نہیں ہے جو اگرچہ اس شے میں اپنے شریک ہی کو دیا ہو۔ ایک اور قول کے مطابق اپنے شریک کو ایسا ہبہ کرنا جائز ہے۔ اگر تم نے کسی سے کہا کہ ہم نے اس برتن کا آدھا گھی تم کو دے دیا، وہ کہے ہم نے لے لیا تو یہ دینا صحیح نہیں ہوا بلکہ اگر وہ برتن پر قبضہ بھی کر لے تب بھی اس کا مالک نہیں ہوا۔ ابھی سارا گھی تمہارا ہی ہے۔ ہاں اس کے بعد اگر اس میں

سے آدھا گھی الگ کر کے اس کے حوالے کردو تو اب البتہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر ایک آدمی اپنی جائیداد دو یا زائد شخصوں کو مشترکہ طور پر ہبہ کرے تو جائز ہے۔

مشاع یعنی آدھی یا تہائی کے ہبہ کی باقی جتنی صورتیں ہیں وہ امام محمد اور باقی تین ائمہ کے نزدیک جائز ہیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں۔ ابتلائے عام کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ دکان و مکان کی تقسیم دشوار کام ہے اور عام لوگوں کی سمجھ سے بعید ہے امام محمد رحمہ اللہ کے قول کو لینا مناسب ہے۔

مسئلہ: دو یا زیادہ آدمی اپنی مشترکہ جائیداد کسی ایک شخص کو ہدیہ کریں تو جائز ہے۔

مسئلہ: ایک تھان یا ایک مکان یا باغ وغیرہ دو آدمیوں نے مل کر آدھا آدھا خریدا تو جب تک تقسیم نہ کرلیں تب تک اپنا آدھا حصہ کسی کو دے دینا صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جو تقسیم کے بعد بھی کام کی رہتی ہیں۔

مسئلہ: ایک ایک روپے کے چار سکے دو شخصوں کو دیئے کہ تم دونوں آدھے آدھے لے لو۔ یہ صحیح نہیں بلکہ آدھے آدھے تقسیم کر کے دینا چاہئیں۔ البتہ اگر وہ دونوں فقیر ہوں تو تقسیم کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر ایک روپے کا ایک سکہ دو فقیروں کو دیا تو یہ دینا صحیح ہے کیونکہ فقیر کو جو کچھ دیا جائے وہ صدقہ ہوتا ہے اور صدقہ کا حکم اس بارے میں ہبہ سے مختلف ہے۔

مسئلہ: بکری یا گائے وغیرہ کے پیٹ میں بچہ ہے تو پیدا ہونے سے پہلے ہی اس کا کسی کو دے دینا صحیح نہیں ہے بلکہ اگر پیدا ہونے کے بعد وہ قبضہ بھی کرلے تب بھی مالک نہیں ہوا۔ اگر دینا ہو تو پیدا ہونے کے بعد پھر سے دے۔

مسئلہ: تم نے بکری دی اور کہا کہ اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کو ہم نہیں دیتے وہ ہمارا ہی ہے تو بکری اور بچہ دونوں اسی کے ہو گئے جس کو بکری دی۔ پیدا ہونے کے بعد تم کو بچہ لینے کا اختیار نہیں ہے۔

مسئلہ: تمہاری کوئی چیز کسی کے پاس امانت رکھی ہے تم نے اسی کو دے دی تو اس

صورت میں اس کے فقط اتنا کہہ دینے سے کہ میں نے لے لی اس کا مالک ہوجائے گا۔ اب جا کر دوبارہ اس پر قبضہ کرنا شرط نہیں ہے کیونکہ وہ چیز تو اس کے پاس ہی ہے۔

مسئلہ: نابالغ لڑکا یا لڑکی اپنی ملکیت کی کوئی چیز کسی کو دے تو اس کا دینا صحیح نہیں ہے اور اس کی چیز لینا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: کسی شخص نے صرف سرکاری کاغذات میں جائیداد مثلاً کسی بیٹے یا بیوی کے نام لکھ دی لیکن نہ زبان سے ہدیہ کیا اور نہ ہی قبضہ دیا تو یہ ہبہ نہیں بنے گا اور اس شخص کی ملکیت باقی رہے گی۔

بچوں کو دینے کا بیان

مسئلہ: کسی تقریب میں نومولود اور چھوٹے بچوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے خاص اس بچہ کو دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ماں باپ کو دینا مقصود ہوتا ہے اس لیے وہ سب نیوتہ بچہ کی ملک نہیں بلکہ ماں باپ اس کے مالک ہیں جو چاہیں سو کریں۔ البتہ اگر کوئی شخص خاص بچہ ہی کو کوئی چیز دے تو پھر وہی بچہ اس کا مالک ہے اگر بچہ سمجھدار ہے تو خود اسی کا قبضہ کر لینا کافی ہے جب قبضہ کر لیا تو مالک ہوگیا۔ اگر بچہ قبضہ نہ کرے یا قبضہ کرنے کے لائق نہ ہو تو اگر باپ ہو تو اس کے قبضہ کر لینے سے اور اگر باپ نہ ہو تو دادا کے قبضہ کر لینے سے بچہ مالک ہوجائے گا۔ اگر باپ دادا موجود نہ ہوں تو وہ بچہ جس کی پرورش میں ہے اس کو قبضہ کرنا چاہیے اور باپ دادا کے ہوتے ہوئے ماں نانی دادی وغیرہ اور کسی کا قبضہ کرنا معتبر نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر باپ یا اس کے نہ ہونے کے وقت دادا اپنے بیٹے پوتے کو کوئی چیز دینا چاہے تو بس اتنا کہہ دینے سے ہبہ ہوجائے گا کہ میں نے اس کو یہ چیز دے دی۔ اور باپ دادا نہ ہو اس وقت ماں بھائی وغیرہ بھی اگر اس کو کچھ دینا چاہیں اور وہ بچہ ان کی پرورش میں بھی ہو تو ان کے اس کہہ دینے سے بھی وہ بچہ مالک ہوگیا کسی کے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مسئلہ: جو چیز ہو اپنی سب اولاد کو برابر برابر دینا چاہیے۔لڑکا لڑکی سب کو برابر دے۔ اگر کبھی کسی کو کسی وجہ سے مثلاً اس کی دینداری،خدمت گزاری، دینی خدمات میں مشغولیت اور تنگدستی وغیرہ سے کچھ زیادہ دے دیا تو بھی خیر کچھ حرج نہیں ہے لیکن جسے کم دیا اس کو نقصان دینا مقصود نہ ہو،نہیں تو کم دینا درست نہیں ہے۔البتہ اگر دوسروں کو نقصان دینے کی غرض سے ہی کسی کو زیادہ دیا یا سارا دے دیا تو وہ ہبہ نافذ ہوجائے گا لیکن باپ گناہ گار ہوگا۔

اولاد بے دین اور فاسق و فاجر ہو اور جو مال ملے وہ گناہ کے کاموں پر خرچ کرے گی تو اس کو کھانے پینے کی مقدار سے زیادہ نہ دینا چاہیے۔

مسئلہ: بعض لوگ چاہتے ہیں کہ اپنی وفات سے پہلے اپنی زندگی میں اپنی تمام جائیداد اولاد میں خود تقسیم کردیں ایسا کرنا جائز ہے اور اگرچہ اس کی گنجائش ہے کہ لڑکے کو لڑکی کے مقابلہ میں دوگنا دیں لیکن چونکہ یہ ہبہ ہے میراث نہیں لہٰذا بہتر و مستحب یہی ہے کہ دونوں کو برابر برابر دیں۔

مسئلہ: جو چیز نابالغ کی ملک ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو بچے ہی کے کام میں لگانا چاہیے کسی کو اپنے کام میں لانا جائز نہیں خود ماں باپ بھی اپنے کام میں نہ لائیں نہ کسی اور بچہ کے کام میں لگائیں۔

مسئلہ: اگر ظاہر میں بچہ کو دیا مگر یقینا معلوم ہے کہ منظور تو ماں باپ ہی کو دینا ہے مگر اس چیز کو حقیر سمجھ کر بچے ہی کے نام سے دے دیا تو ماں باپ کی ملک ہے وہ جو چاہیں کریں پھر اس میں بھی دیکھ لیں اگر ماں کے رشتہ داروں نے دیا ہے تو ماں کا ہے اگر باپ کے رشتہ داروں نے دیا ہے تو باپ کا ہے۔

مسئلہ: اپنے نابالغ لڑکے کے لیے خاص اسی کو دینے کی نیت سے کپڑے بنوائے تو وہ لڑکا مالک ہوگیا۔ یا نابالغ لڑکی کے لیے خاص اسی کو دینے کی نیت سے زیور بنوایا تو وہ لڑکی اس کی مالک ہوگئی۔ اب ان کپڑوں کا یا اس زیور کا کسی اور لڑکے لڑکی کو دینا درست نہیں جس کے لیے بنوائے ہیں اسی کو دے۔البتہ اگر بنانے کے وقت صاف کہہ

دیا کہ یہ میری ہی چیز ہے محض استعمال کے لیے دیتا ہوں تو بنوانے والے کی رہے گی۔

اسی طرح آج کل یہ رواج ہے کہ والدین اپنی اولاد کے لیے خواہ وہ بالغ ہو یا نابالغ ہو محض پہنانے کے نیت سے کپڑے بناتے ہیں، اولاد کو مالک بنانے کی نیت نہیں ہوتی لیکن زبان سے اپنی نیت کا اظہار بھی نہیں کرتے۔ ایسی صورت میں رواج کا قرینہ کافی ہے اور اس سے ہبہ ثابت نہیں ہوگا۔ اس رواج کے ہوتے ہوئے ہبہ اس وقت ثابت ہوگا جب وہ زبان سے ہبہ ہونے کی تصریح کریں گے۔

مسئلہ: جس طرح خود بچہ اپنی چیز کسی کو دے نہیں سکتا اسی طرح باپ کو بھی نابالغ اولاد کی چیز دینے کا اختیار نہیں۔ اگر ماں باپ اس کی چیز کسی کو بالکل دے دیں یا ذرا دیر یا کچھ دن کے لیے مانگنے پر دیں تو اس کا لینا درست نہیں۔ البتہ اگر ماں باپ کو نہ ہونے کی وجہ سے نہایت ضرورت ہو اور وہ چیز کہیں اور سے ان کو نہ مل سکے تو مجبوری اور لاچاری کے وقت اپنی اولاد کی چیز لینا درست ہے۔

مسئلہ: ماں باپ وغیرہ کو بچے کا مال کسی کو قرض دینا بھی صحیح نہیں بلکہ خود قرض لینا بھی صحیح نہیں۔

ہدیہ دے کر واپس لینے کا بیان

مسئلہ: کچھ دے کر پھیر لینا (یعنی واپس لینا) بڑا گناہ ہے، لیکن اگر کوئی واپس لے لے اور جس کو دی تھی وہ اپنی خوشی سے دے بھی دے، تو اب پھر اس کا مالک بن جائے گا۔ مگر بعضی باتیں ایسی ہیں جن سے پھیر لینے کا اختیار بالکل نہیں رہتا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہدیہ میں ایسا اضافہ ہوجائے جو اس کی قیمت بڑھنے کا سبب ہو، مثلاً تم نے کسی کو بکری دی۔ اس نے کھلا پلا کر خوب موٹا تازہ کیا تو پھیرنے کا اختیار نہیں ہے یا کسی کو زمین دی اس میں اس نے گھر بنالیا یا باغ لگایا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں یا کپڑا دینے کے بعد اس نے کپڑے کو سی لیا یا رنگ لیا یا دھلوا لیا تو اب پھیرنے کا اختیار نہیں۔

مسئلہ: زید نے کسی کو بکری دی۔ اس کے دو ایک بچے ہوئے تو زید کو پھیرنے کا اختیار باقی ہے۔لیکن اگر پھیرے تو صرف بکری پھیر سکتا ہے وہ بچے نہیں لے سکتا۔

مسئلہ: دینے کے بعد اگر دینے والا یا لینے والا مرجائے تب بھی پھیرنے کا اختیار نہیں رہتا۔

مسئلہ: تم کو زید نے کوئی چیز دی، پھر اس کے بدلے میں تم نے بھی کوئی چیز زید کو دے دی اور کہہ دیا لو اس کے عوض تم یہ لے لو تو بدلہ دینے کے بعد اب زید کو پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔ البتہ اگر تم نے یہ نہیں کہا کہ ہم اس کے عوض میں دیتے ہیں تو وہ اپنی چیز پھیر سکتا ہے اور تم اپنی چیز بھی پھیر سکتے ہو۔

مسئلہ: بیوی نے اپنے میاں کو یا میاں نے اپنی بیوی کو کچھ دیا تو اس کے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے ایسے رشتہ دار کو کچھ دیا جس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے اور وہ رشتہ خون کا ہے جیسے بھائی بہن بھتیجا بھانجا وغیرہ تو اس سے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے اور اگر قرابت اور رشتہ تو ہے لیکن نکاح حرام نہیں ہے، جیسے چچازاد، پھوپھی زاد بہن بھائی وغیرہ یا نکاح حرام تو ہے لیکن نسب کے اعتبار سے قرابت نہیں یعنی وہ رشتہ خون کا نہیں بلکہ دودھ کا رشتہ یا اور کوئی رشتہ ہے جیسے دودھ شریک بھائی بہن وغیرہ یا داماد ساس سسر وغیرہ۔تو ان سب سے پھیر لنے کا اختیار رہتا ہے۔

مسئلہ: جتنی صورتوں میں پھیر لینے کا اختیار ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دوسرا بھی پھیر دینے پر راضی ہوجائے اس وقت پھیر لینے کا اختیار ہے جیسا اوپر آچکا۔لیکن گناہ اس میں بھی ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو اور نہ پھیرے تو قضائے قاضی کے بغیر زبردستی پھیر لینے کا اختیار نہیں اور اگر زبردستی قضاء کے بغیر پھیر لیا تو یہ مالک نہ ہوگا۔

صدقہ کے احکام

جو کچھ ہبہ کردینے کے احکام بیان ہوئے ہیں اکثر خدا کی راہ میں صدقہ وخیرات دینے کے بھی وہی احکام ہیں۔ مثلاً بغیر قبضہ کئے فقیر کی ملک میں چیز نہیں جاتی اور جس چیز کا تقسیم کے بعد دینا ہدیہ میں شرط ہے اس کا یہاں بھی تقسیم کے بعد دینا شرط

ہے۔ مثلاً کپڑے کا ایک تھان دو آدمیوں کی مشترکہ ملک ہو، ان میں سے ایک اپنا حصہ فقیر کو صدقہ کرنا چاہے تو تھان کو پہلے تقسیم کرے پھر اپنا حصہ صدقہ کرے۔ جس چیز کا خالی کر کے دینا ہدیہ میں ضروری ہے صدقہ میں بھی خالی کر کے دینا ضروری ہے البتہ دو باتوں کا فرق ہے۔ ایک ہبہ میں رضامندی سے پھیر لینے کا اختیار رہتا ہے جب کہ صدقہ میں پھیر لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ دوسرے کوئی قابل تقسیم چیز مثلاً کپڑے کے تھان یا ایک ایک روپے کے آٹھ دس نوٹ اگر دو فقیروں کو دے دو کہ تم دونوں بانٹ لینا تو یہ بھی درست ہے جب کہ ہبہ میں اس طرح درست نہیں ہوتا۔

مسئلہ: کسی فقیر کو ایک روپے کا سکہ دینے لگے مگر غلطی سے دو روپے کا سکہ دے دیا تو اس کے پھیر لینے کا اختیار نہیں ہے۔

باب ۴۵

مزارعت یعنی کھیتی کی بٹائی اور مساقاۃ یعنی پھل کی بٹائی کا بیان

مسئلہ: ایک شخص نے خالی زمین کسی کو دے کر کہا کہ تم اس میں کھیتی کرو جو پیدا ہوگا اس کو فلاں نسبت سے تقسیم کرلیں گے یہ مزارعت ہے اور جائز ہے۔

مسئلہ: ایک شخص نے باغ لگایا اور دوسرے شخص سے کہا کہ تم اس باغ کو سینچو خدمت کرو جو پھل آئے گا خواہ ایک دو سال یا دس بارہ سال تک نصف نصف یا تین تہائی تقسیم کرلیا جائے گا یہ مساقاۃ ہے اور یہ بھی جائز ہے۔

مزارعت کے درست ہونے کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

- زمین کا قابل زراعت ہونا۔
- زمیندار و کسان کا عاقل و بالغ ہونا۔
- مدت زراعت کا بیان کرنا۔
- بیج کا بیان کردینا کہ زمیندار کا ہوگا یا کسان کا۔
- جنس کاشت کا بیان کردینا کہ گیہوں ہوں گے یا جو یا عام اجازت دینا کہ جو چاہو کاشت کرو۔
- کسان کے حصے کا ذکر ہوجانا کہ کل پیداوار میں کس قدر ہوگا۔
- زمین کو خالی کر کے کسان کے حوالہ کرنا۔
- زمین کی پیداوار میں کسان اور مالک کا شریک ہونا۔
- مزارعت کی کوئی جائز صورت ہو۔

مزارعت کی جائز صورتیں تین ہیں

۱۔ زمین اور بیج ایک کا ہو اور بیل (یا ٹریکٹر) ومحنت دوسرے کی ہو۔
۲۔ زمین ایک کی ہو اور بیج اور بیل اور محنت دوسرے کی ہو۔
۳۔ زمین اور بیل (یا ٹریکٹر) اور بیج ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی ہو۔

اگر مذکورہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو مزارعت فاسد ہو جائے گی۔

مزارعت فاسدہ میں سب پیداوار بیج والے کی ہوگی اور دوسرے شخص کو اگر وہ زمین والا ہے تو زمین کا کرایہ موافق دستور کے ملے گا اور اگر وہ کاشتکار ہے تو مزدوری موافق دستور کے ملے گی یہ مزدوری اور کرایہ اس مقدار سے زیادہ نہ دیا جائے جو دونوں کے درمیان طے پائی ہے یعنی اگر مثلاً آدھا آدھا حصہ ٹھہرا تھا تو کل پیداوار کے نصف سے زیادہ نہ دیا جائے گا۔

مسئلہ: مزارعت کا معاملہ جب زمین میں بیجائی ہو جائے تو لازم ہو جاتا ہے اور طرفین میں سے کوئی بھی کسی واقعی عذر کے بغیر اس کو فسخ نہیں کر سکتا۔ بیجائی سے پہلے جس کا بیج ہو وہ چاہے تو معاملہ سے انکار کر سکتا ہے اور اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ معاملہ کو پورا کرنے کے لیے اس کا بیج استعمال ہوگا جو اس وقت تو ایک خرچہ اور نقصان ہے جبکہ مالک کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ نقصان نہ اٹھائے اور اگر دوسرا شخص مزارعت سے انکار کردے تو جب تک کوئی واقعی عذر مثلاً بیماری نہ ہو اس کو مزارعت کے پورا کرنے پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ پورا کرنے میں اس کا کچھ نقصان نہیں ہے۔

مسئلہ: بعض جگہ دستور ہے کہ بٹائی کی زمین میں جو غلہ پیدا ہوتا ہے اس کو تو حسب معاہدہ باہم تقسیم کر لیتے ہیں اور جو چری وغیرہ پیدا ہوتی ہے اس کو تقسیم نہیں کرتے بلکہ بیگھوں کے حساب سے کاشتکار سے نقد لگان وصول کرتے ہیں سو ظاہراً اس وجہ سے کہ یہ شرط مزارعت کے خلاف ہے ناجائز معلوم ہوتی ہے مگر اس تاویل سے کہ اس قسم کی اجناس کو پہلے ہی سے خارج از مزارعت کہا جائے اور باعتبار عرف کے معاملہ سابقہ میں

یوں تفصیل لی جائے کہ دونوں کی مراد یہ تھی کہ فلاں اجناس میں عقد مزارعت کرتے ہیں اور چری وغیرہ میں زمین بطور اجارہ کے دی جاتی ہے اس طرح جائز ہوسکتا ہے مگر اس میں جانبین کی رضامندی شرط ہے۔

مسئلہ: بعض زمینداروں کی عادت ہے کہ علاوہ اپنے حصہ بٹائی کے کاشتکار کے حصہ میں سے کچھ اور حقوق ملازموں اور دیگر چھوٹے کام کرنے والوں کے بھی نکالتے ہیں تو اگر تعین کے ساتھ ٹھہرالیا کہ ہم دو من یا چار من ان حقوق کا لیں گے تو یہ ناجائز ہے اور اگر اس طرح ٹھہرایا مثلاً ایک من میں ایک سیر تو یہ درست ہے۔

مسئلہ: بعض جگہ رسم ہے کہ کاشتکار زمین تخم پاشی کر کے لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے اور یہ شرط ٹھہرتی ہے کہ تم اس میں محنت و خدمت کرو جو کچھ حاصل ہوگا ایک تہائی مثلاً ان خدمت کرنے والوں کا ہوگا سو یہ بھی مزارعت ہے جس جگہ اصل زمیندار اس معاملہ کو نہ روکتا ہو وہاں جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

مسئلہ: اجارہ یا مزارعت میں ایک متعین مدت تک زمین سے منفع ہو کر مزارعت میں موروثی حق ہونے کا دعویٰ کرنا محض باطل اور حرام اور ظلم وغصب ہے۔ مالک کی بخوشی اجازت کے بغیر ہرگز اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کیا تو یہ اس کی پیداوار بھی خبیث ہے اور اس کا کھانا بھی حرام ہے۔

مسئلہ: اگر دونوں عقد کرنے والوں میں سے کوئی بیجائی سے پہلے مرجائے تو مزارعت باطل ہوجائے گی۔

مسئلہ: اگر بیجائی (یعنی بیج ڈالنے) سے پہلے مالک زمین مرجائے تو جیسے اوپر ذکر ہوا مزارعت باطل ہوجاتی ہے، البتہ بیجائی کے بعد اور سبزہ نکل آنے کے بعد مالک کی وفات ہو تو کسان یا (اگر وہ بھی مرجائے تو) اس کے وارثوں پر عمل واجب ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسان مرگیا اور اس کے وارث نے کہا کہ پیداوار کی کٹائی تک میں عمل کروں گا تو وارث ایسا کرسکتا ہے اگرچہ مالک زمین ناپسند ہی کرے۔

مسئلہ: مدت مزارعت گزرنے سے پہلے کے تمام اخراجات کسان کے ذمے ہوتے

ہیں مثلاً بیجائی کرنے اور حفاظت کرنے اور نہر کی کھدائی کے خرچے۔ مدت مزارعت گزرنے کے بعد جو اخراجات ہوں وہ کسان اور مالک زمین پر ان کے حصوں کے تناسب سے عائد ہوں گے۔

مسئلہ: اگر مزارعت کی معینہ مدت گزر جائے اور کھیتی پکی نہ ہو تو اپنے حصے کے تناسب سے کسان کو زمین کی اجرت زائد دنوں کے عوض میں اس جگہ کے دستور کے موافق دینی ہوگی۔

مسئلہ: مزارع ہل چلا چکا تھا پھر بیجائی سے پہلے مالک زمین مر گیا تو مزارعت باطل ہوجائے گی اور مزارع کو ہل چلانے کا کچھ عوض نہ ملے گا۔ البتہ اگر مالک زمین زندہ ہو اور مزارع کے ہل چلانے کے بعد وہ عقد مزارعت کو فسخ کردے تو مالک زمین پر واجب ہے کہ وہ کسان یعنی مزارع کو ہل چلانے کی مروجہ اجرت (یعنی اجرت مثل) دے اگرچہ مزارع کو اس کے مطالبہ کا قانونی حق نہیں ہے۔

مسئلہ: کسان نے کھیتی کی حفاظت نہیں کی اور چوپائے اس کو چر گئے تو کسان پر تاوان آئے گا۔

مسئلہ: اسی طرح ٹڈیاں آگئیں لیکن کسان نے ان کو دور نہیں کیا یہاں تک کہ وہ کھیت کھا گئیں تو اگر ان کو ہٹایا جا سکتا تھا تو کسان پر تاوان آئے گا اور اگر ان کو ہٹانا ممکن نہ تھا تو تاوان نہیں آئے گا۔

مسئلہ: اگر کسان نے پانی دینے میں کوتاہی کی جس کی وجہ سے کھیتی جل گئی اور ضائع ہو گئی تو کسان پر تاوان آئے گا۔

مسئلہ: دوسرے کی زمین اس کی اجازت کے بغیر کاشت کی تو مالک زمین کے حصہ کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ پھر اس علاقے میں جو رواج ہو یعنی زمین والے کا حصہ نصف ہوتا ہے یا تہائی ہوتا ہے تو وہ مالک زمین کو دلایا جائے گا۔

مسئلہ: اپنی زمین دوسرے کو دی اس شرط کے ساتھ کہ یہ مالک خود بھی اپنے بیل (یا ٹریکٹر) سمیت کام کرے گا اور بیج دونوں کا نصف نصف ہوگا اور پیداوار بھی دونوں کو

نصف نصف ملے گی تو یہ مزارعت فاسد ہے۔

مسئلہ: زید نے زمین اجرت وکرایہ پر لی پھر مالک زمین کو بھی اسی زمین پر کام کرنے کے لیے رقم کی اجرت پر رکھ لیا اور مساقات کے علاوہ کسی طرح سے بھی اس سے کام لیا تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: ایک شخص نے زمین اجرت پر لی پھر زمین کے مالک کو وہی زمین مزارعت پر دے دی تو اگر بیج اس شخص کے ذمے ہو تو یہ صورت جائز ہے۔

پھلوں میں مساقات

مسئلہ: مساقات کا حال سب باتوں میں مثل مزارعت کے ہے البتہ اتنا فرق ہے:

۱۔ مساقات میں مدت مقرر کرنا شرط نہیں ہے اور پہلا پھل آنے تک مدت سمجھی جائے گی۔

۲۔ طے شدہ مدت ختم ہوجائے اور پھل نہ پکا ہو تو مساقات پھل پکنے تک چلے گی اور کسی کو اس کا کچھ عوض نہ ملے گا۔

۳۔ معاملہ طے ہوجانے کے بعد اگر ایک فریق دوسرے کی رضا مندی کے بغیر مساقات کو ختم کرنا چاہے تو اس کو اس کا اختیار نہ ہوگا اور اس کو معاملہ پورا کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر پھل لگے ہوئے درخت پرورش کے لیے دے اور پھل ایسے ہوں کہ پانی دینے اور محنت کرنے سے بڑھتے ہوں تو درست ہے اور اگر ان کا بڑھنا پورا ہو چکا تو مساقات درست نہ ہوگی، جیسا کہ کھیتی تیار ہونے کے بعد مزارعت پر دینا درست نہیں۔

مسئلہ: اور عقد مساقات جب فاسد ہوجائے تو پھل سب درخت والے کے ہوں گے اور کام کرنے والے کو مزدوری ملے گی جس طرح مزارعت میں بیان ہوا۔

۞۞۞

باب ۴۶

شفعہ کا بیان

مسئلہ: پڑوس کوئی وقتی اور عارضی چیز نہیں ہوتی بلکہ دائمی چیز ہوتی ہے۔ اگر پڑوسی اپنے موافق ہوں اور اچھے ہوں تو بڑی نعمت ہے اور اگر اپنے مخالف یا برے سلوک والے ہوں تو دائمی زحمت ہے۔ اس کے علاوہ کبھی ایک شخص ضرورت بڑھ جانے کی وجہ سے اپنے مکان کو وسیع کرنا چاہتا ہے۔ اس کا پڑوسی اپنا مکان کسی اجنبی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ اجنبی شخص تو اس جگہ نیا آباد ہوگا اس لیے وہ اگر کہیں اور بھی آباد ہو جائے تو اس کو زیادہ پریشانی نہ ہوگی جبکہ یہ شخص اپنی ضرورت کی وجہ سے مجبور ہوگا کہ اپنا بسا بسایا گھر اور محلہ ترک کر کے کسی اور جگہ جائے۔ جس میں بڑی پریشانی ہے۔ ان وجوہات سے شریعت نے شریک اور پڑوسی کے لیے حق شفعہ رکھا ہے کہ وہ چاہے تو قیمت خرید پر خریدار سے وہ جائیداد خود لے لے۔

غرض غیر منقولہ جائیداد فروخت ہو تو اس کو قیمت خرید پر اپنی ملکیت میں لینے کے حق کو حق شفعہ کہتے ہیں اور جس کو حق شفعہ حاصل ہو تو اس کو شفیع کہتے ہیں۔

مسئلہ: جو جائیداد بلا عوض ہبہ کی گئی ہو اس میں شفعہ نہیں کیا جا سکتا۔

شفعہ کے حقدار ترتیب سے یہ ہیں

- اول وہ شخص جو (فروخت شدہ) اصل جائیداد میں شریک ہو۔
- پھر وہ شخص جو اصل جائیداد میں تو شریک نہ ہو البتہ اس کے حقوق اور منافع میں شریک ہو مثلاً ایک بند گلی میں رہنے والے لوگ اس گلی اور رستے میں شریک ہیں۔
- پھر وہ شخص ہے جو محض پڑوسی ہو اور اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے گھر کی

پشت فروخت شدہ مکان کے ساتھ متصل ہو اور دونوں گھروں کے دروازے مختلف گلیوں میں کھلتے ہوں۔

مسئلہ: اگر دومنزلہ مکان ہو اوپر کی منزل ایک کی ہو اور نیچے کی منزل دوسرے کی ہو تو دونوں ایک دوسرے کے پڑوسی ہوں گے اور ایک کے فروخت کی صورت میں دوسرے کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

مسئلہ: اگر دو پڑوسیوں کے مکان کی ایک دیوار مشترکہ ہو تو دونوں مکان میں شریک سمجھے جائیں گے یعنی سب سے پہلے ان ہی کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ لیکن اگر کسی پڑوسی نے پڑوسی کی دیوار پر اپنے مکان کی کڑی یا شہتیر رکھ لیا یا اس کی دیوار پر سلیب لگا لیا اور پڑوسی نے اعتراض نہیں کیا تو اس سے وہ شریک نہیں بنے گا پڑوسی ہی سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: ایک ہی طرح کے اگر متعدد شفیع ہوں مثلاً ایک جائیداد میں تین شریک ہوں۔ ایک نے اپنا حصہ فروخت کیا تو باقی دو کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ اور ان کو برابر کا حق حاصل ہوگا ان کی ملکیتوں کا اعتبار نہیں ہوگا لہٰذا ایک کا حصہ نصف ہو اور دوسرے کا چوتھائی ہو تو دونوں برابر کے شفیع ہوں گے اور فروخت شدہ حصے میں دونوں کو برابر کا حصہ ملے گا۔

مسئلہ: اگر شفعہ کے متعدد حقداروں میں سے ایک حقدار اپنا حق دوسرے کو دے دے تو یہ صحیح نہیں اور اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

حق شفعہ استعمال کرنے کا طریقہ

اس کے لیے تین طلب ہوتی ہیں:

- **فوری طلب:** جونہی شفیع کو علم ہو کہ فلاں شریک یا پڑوسی کی جگہ بکی ہے اسی وقت کہے کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں۔
- **طلب برائے پختگی:** بائع یا خریدار جس کے قبضے میں بھی وہ جگہ ہو اس کے

پاس جا کر یا خود اس جگہ پر جا کر کہے کہ فلاں نے یہ جگہ خریدی ہے اور میں اس کا شفیع ہوں، میں پہلے بھی شفعہ طلب کر چکا ہوں اور اب بھی طلب کرتا ہوں اور اس موقع پر گواہ بھی بنالے۔ اگر فوری طلب کے وقت گواہ بنالیے ہیں تو اس دوسری طلب کی ضرورت نہیں رہتی۔

- **عدالت میں طلب:** پھر عدالت میں جا کر کہے کہ فلاں نے یہ جائیداد خریدی ہے اور میں فلاں جائیداد کے سبب اس کا شفیع ہوں لہٰذا خریدار کو حکم دیا جائے کہ وہ مشفوعہ جائیداد میرے حوالے کر دے۔

مسئلہ: اگر خریدار شفیع کے عدالت میں جانے سے پہلے خریدی ہوئی جائیداد شفیع کے سپرد کرنے پر راضی ہوجائے تو باہمی طور سے بھی یہ کام ہوسکتا ہے۔ شفیع کو عدالت میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی ضرورت اس وقت ہے جب خریدار خریدی ہوئی جائیداد سے دستبردار ہونے پر راضی نہ ہو۔

مسئلہ: شفیع کو خبر پہنچی کہ اس قدر قیمت کا مکان بکا ہے اس نے دستبرداری کی۔ پھر معلوم ہوا کہ کم قیمت کا بکا ہے اس وقت شفعہ لے سکتا ہے۔ اسی طرح پہلے سنا تھا کہ فلاں شخص خریدار ہے، پھر سنا کہ نہیں بلکہ دوسرا خریدار ہے یا پہلے سنا تھا کہ نصف بکا ہے، پھر معلوم ہوا کہ پورا بکا ہے۔ ان صورتوں میں پہلی دستبرداری سے شفعہ باطل نہ ہوگا۔

کن صورتوں میں حق شفعہ باطل ہوجاتا ہے

مسئلہ: جس وقت شفیع کو بیع کی خبر پہنچی اگر فوراً منہ سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا تو شفعہ باطل ہوجائے گا۔ پھر اس شخص کو دعویٰ کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ اگر شفیع کے پاس خط پہنچا اور اس کے شروع میں یہ خبر لکھی ہے کہ فلاں مکان فروخت ہوا اور اس وقت اس نے زبان سے نہ کہا کہ میں شفعہ لوں گا یہاں تک کہ تمام خط پڑھ گیا اور پھر کہا کہ میں شفعہ لوں گا۔ تو اس کا شفعہ باطل ہوگیا۔

مسئلہ: اگر شفیع نے کہا کہ مجھ کو اتنا روپیہ دو تو اپنے حق شفعہ سے دستبردار ہو جاؤں تو اس صورت میں چونکہ اپنا حق ساقط کرنے پر رضا مند ہو گیا اس لیے شفعہ تو ساقط ہوا لیکن چونکہ یہ رشوت ہے اس لیے یہ روپیہ لینا دینا حرام ہے۔

مسئلہ: اگر ابھی حاکم نے شفعہ نہیں دلایا تھا کہ شفیع مر گیا تو اس کے وارثوں کو شفعہ نہ پہنچے گا کیونکہ حق شفعہ فروخت شدہ جائیداد کو اپنی ملکیت میں لینے کا محض حق ہے جو حقدار کی موت کے بعد باقی نہیں رہتا۔ اور اگر خریدار مر گیا تو شفعہ باقی رہے گا کیونکہ حقدار تو موجود ہے۔

مسئلہ: اگر مالک نے شفیع کی جانب کچھ زمین مثلاً گز یا نصف گز زمین چھوڑ کر باقی زمین فروخت کی تو شفیع کو شفعہ کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر شفیع جو کہ پڑوسی ہو اس کی جانب کچھ زمین بائع نے خریدنے والے کو خریدنے سے پہلے یا بعد میں ہبہ کر دی اور اس کے قبضہ میں دے دی تو شفعہ نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر خریدار نے خریدی ہوئی جائیداد میں کوئی اضافہ کر دیا مثلاً مکان میں ایک کمرے کا اضافہ کر دیا یا زمین پر مکان بنالیا یا درخت لگا لیا تو شفیع اسی صورت میں لے سکتا ہے جب وہ اضافہ کی گئی چیزوں کی قیمت بھی دے۔

مسئلہ: اگر شفیع نے عدالتی طلب میں بلا عذر کے ایک مہینہ یا اس سے زائد کی تاخیر کی تو اس کا حق شفعہ باطل ہو جائے گا۔

۞۞۞

باب ۴۷

غصب یعنی بلا اجازت کسی کی چیز لے لینے کا بیان

مسئلہ: کسی کی چیز زبردستی لے لینا یا پیٹھ پیچھے اس کی بغیر اجازت کے لے لینا بڑا گناہ ہے۔ جو چیز بلا اجازت لے لی تو اگر وہ چیز ابھی موجود ہوتو بعینہٖ وہی واپس کرنی چاہیے اور اگر خرچ ہوگئی ہوتو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ایسی چیز تھی کہ اسی کے مثل بازار میں مل سکتی ہے جیسے غلہ، گھی، تیل، روپیہ پیسہ، تو جیسی چیز لی ہے ویسی ہی چیز منگا کر دینا واجب ہے اور اگر کوئی ایسی چیز لے کر ضائع کردی کہ اس کے مثل ملنا مشکل ہوتو اس کی قیمت دینا پڑے گی جیسے مرغی، بکری وغیرہ۔

مسئلہ: چارپائی کا ایک آدھ پایہ ٹوٹ گیا یا پٹی یا چول ٹوٹ گئی یا اور کوئی چیز لے لی تھی وہ خراب ہوگئی تو خراب ہونے سے جتنا اس کا نقصان ہوا ہو دینا پڑے گا۔

مسئلہ: دوسرے کے روپے سے بلا اجازت تجارت کی تو اس سے جو کچھ نفع ہو اس کا لینا درست نہیں، بلکہ اصل روپیہ مالک کو واپس دے اور جو کچھ نفع ہو اس کو ایسے لوگوں کو خیرات کردے جو بہت محتاج ہوں۔ امام کرخی رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نفع کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

مسئلہ: کسی کا کپڑا پھاڑ ڈالا، تو اگر تھوڑا پھٹا ہے تب تو جتنا نقصان ہوا ہے اتنا تاوان دے اور اگر ایسا پھاڑ ڈالا کہ اب اس کام کا نہیں رہا جس کام کے لیے پہلے تھا مثلاً دوپٹہ ایسا پھاڑ ڈالا کہ اب دوپٹہ کے قابل نہیں رہا۔ البتہ چھوٹی بچیوں کے کرتے بن سکتے ہیں تو یہ سب کپڑا اسی پھاڑنے والے کو دے دے اور پوری قیمت اس سے لے۔

مسئلہ: کسی کا نگینہ لے کر اپنی انگوٹھی پر جڑوا لیا تو اب اس کی قیمت دینا پڑے گی۔ انگوٹھی توڑ کر اور نگینہ نکلوا کر دینا واجب نہیں۔

مسئلہ: کسی کا کپڑا لے کر رنگ لیا تو اس کو اختیار ہے چاہے رنگا رنگایا کپڑا لے لے اور رنگنے سے جتنے دام بڑھ گئے ہیں اتنے دام دے دے اور چاہے اپنے کپڑے کے

دام لے لے اور کپڑا اسی کے پاس رہنے دے۔

مسئلہ: کسی کی کوئی چیز غصب کی پھر وہ گم ہوگئی۔ اس کا تاوان دینے کے بعد پھر اگر وہ چیز مل گئی تو دیکھنا چاہیے کہ تاوان اگر مالک کے بتلانے کے موافق دیا ہے اب اس کا واپس کرنا واجب نہیں اب وہ چیز اس کی ہوگئی اور اگر اس کے بتلانے سے کم دیا ہے تو اس کا تاوان واپس کر کے اپنی چیز لے سکتے ہیں۔

مسئلہ: کسی اور کی بکری یا گائے گھر میں چلی آئی تو اس کا دودھ دوہنا درست نہیں۔ جو لیا ہے اس کے دام دینا واجب ہیں یا اس سے کہہ کے معاف کرالے نہیں تو قیامت کے دن دینا پڑے گا۔

مسئلہ: شوہر اپنے واسطے کوئی کپڑا لایا، بیوی نے اس کو کاٹتے وقت کچھ اس میں سے بچا کر چرا رکھا اور شوہر کو نہیں بتایا یہ بھی جائز نہیں۔ جو کچھ لینا ہو کہہ کر لینا چاہیے۔ مگر جب کہ شوہر بچے ہوئے کا پوچھتا نہ ہو اور بیوی کو اختیار دے رکھا ہو کہ وہ بچے ہوئے کپڑے کا جو چاہے کرے۔

مسئلہ: سفر میں ایک ساتھی نے وفات پائی۔ دوسروں نے اس کا سامان فروخت کر کے تجہیز و تکفین کی اور باقی مال وارثوں کے حوالے کیا تو جائز ہے۔

مسئلہ: مریض کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر اس کے باپ یا بیٹے نے یا سفر میں ہو تو سفر کے ساتھی نے مریض کی ضرورت کی چیزیں خریدیں تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: ایک نے قبر کھودی دوسرے نے اپنا مردہ وہاں دفن کر دیا۔ اگر زمین کھودنے والے کی ملکیت ہو تو میت کو وہاں سے منتقل کرا سکتا ہے اور اگر زمین مباح یا وقف ہو تو صرف کھدائی کی اجرت وصول کر سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے کوئی جائیداد غصب کی اور پھر اس سے خود نفع اٹھایا یا اس کو یونہی چھوڑے رکھا تو غصب کرنے والے پر تاوان نہیں آتا سوائے ان تین صورتوں کے:

- غصب شدہ جائیداد وقف ہو خواہ رہائش کے لیے ہو یا کرایہ کے لیے ہو۔
- وہ یتیم کا مال ہو۔
- مالک نے اس کو کرایہ حاصل کرنے کی غرض سے تعمیر کیا ہو یا خریدا ہو یا وہ تین

سال سے زائد عرصہ اس کو کرایہ پر دے چکا ہو۔

باب ۴۸

اکراہ یعنی کسی پر زبردستی کرنے کا بیان

کوئی شخص دھمکی اور زبردستی کے ساتھ دوسرے کو اپنے مطلوبہ کام کے کرنے پر مجبور کردے تو اس کو اکراہ کہتے ہیں۔ اکراہ کی دو قسمیں ہیں۔

- اکراہ تام: یہ وہ اکراہ ہے جس میں جان یا عضو کے اتلاف کی یا شدید مار پیٹ کی دھمکی دی گئی ہو۔
- اکراہ ناقص: یہ وہ اکراہ ہے جس میں قید وحبس، بیڑیاں ڈالنے اور خفیف مار پیٹ کی دھمکی دی گئی ہو۔

تنبیہ: خفیف مار پیٹ کی دھمکی دی ہو لیکن شرمگاہ پر یا آنکھ پر مارنے کی دھمکی ہو تو یہ شدید کے حکم میں ہوگی۔

اکراہ ثابت ہونے کے لیے چار چیزیں شرط ہیں

- مجبور کرنے والا جو دھمکی دے رہا ہے وہ اس کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔
- مجبور شخص کو یقین یا گمان غالب ہو کہ زبردستی کرنے والا شخص اس کے ساتھ ایسا کرگزرے گا۔
- دھمکی ایسی ہو جو موجب غم ہو مثلاً جان یا عضو کے اتلاف کی ہو یا مال کے اتلاف کی ہو۔
- دھمکی سے پہلے مجبور شخص وہ کام کرنے پر تیار نہ ہو خواہ اپنے حق کی وجہ سے کہ اپنا مال تلف کرنے پر مجبور کیا ہو، خواہ دوسرے کے حق کی وجہ سے کہ کسی دوسرے کا مال تلف کرنے پر مجبور کیا ہو، خواہ شرع کے حق کی وجہ سے ہو مثلاً شراب یا زنا کرنے پر مجبور کیا ہو۔

تنبیہ:

۱۔ بادشاہ اور حاکم کا حکم بھی اکراہ ہے اگرچہ اس نے دھمکی نہ دی ہو۔

۲۔ شوہر اپنی بیوی کو مجبور کرے تو اس سے بھی اکراہ ثابت ہوتا ہے۔

اکراہ اور مالی معاملات

اکراہ تام کی بنا پر مجبور شخص نے بیع وشراء کا یا اجارہ یعنی کرایہ پر لینے دینے وغیرہ کا معاملہ کیا تو یہ معاملات منعقد تو ہو جاتے ہیں لیکن لازم نہیں ہوتے اور قابل فسخ ہوتے ہیں۔ لہٰذا بعد میں مجبور شخص چاہے تو معاملہ کو برقرار رکھے اور چاہے تو اس کو فسخ کردے۔ اگر اکراہ ناقص کی بنا پر معاملات کئے تو نافذ ہوں گے الا یہ کہ مجبور و مکرہ کوئی صاحب منصب شخص ہو جس کو اکراہ ناقص سے بھی ضرر ہوتا ہو۔

حرام کھانا پینا

مردار یا خنزیر کا گوشت کھانے یا خون یا شراب پینے پر اگر اکراہ ناقص ہو تو یہ کام کرنا جائز نہیں اور اگر اکراہ تام ہو تو ان کو کرنا جائز ہے بلکہ کرنا فرض ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر حرام نہ کھایا یا نہ پیا اور قتل کر دیا گیا تو گناہ گار ہوگا۔

البتہ اس پر اگر کافر مجبور کرتے ہوں اور ان کو غصہ دلانے کے لیے نہ کھائے پیئے تو جائز ہے۔

اسی طرح اگر کسی مجبور شخص کو معلوم نہ تھا کہ ایسے اکراہ میں ان کاموں کے کرنے کی اجازت ہے تو اس کو بھی گناہ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور نبی ﷺ پر سب وشتم کرنا

اگر اکراہ تام ہو تو ان کے کرنے کی رخصت ہے بشرطیکہ دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ اور اگر صبر کر لے اور قتل ہو جائے تو اجر ملے گا۔ رخصت کی صورت میں اگر توریہ کا خیال آجائے تو توریہ کرنا لازم ہے مثلاً سب وشتم کرتے ہوئے کسی اور محمد نامی شخص کی نیت کر لے اور سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کی نیت کر لے۔

اگر اکراہ ناقص ہو تو ان باتوں کی رخصت نہیں ہے۔

فرائض ترک کرنا

اکراہ تام ہوتو فرض روزہ توڑنے یا فرض نماز ترک کرنے کی رخصت ہے۔ لیکن اگر صبر کرلے اور قتل ہوجائے تو اجر ملے گا اور اگر اکراہ ناقص ہوتو ایسا کرنے کی رخصت نہیں ہے۔

کسی دوسرے کا مال تلف کرنا

اگر اکراہ تام ہوتو کسی دوسرے مسلمان یا ذمی کے مال کو تلف کرنے کی رخصت ہے اور تاوان مجبور کرنے والے کے ذمہ ہی ہوگا۔ لیکن اگر رخصت پر عمل نہ کرے اور صبر کرلے تو اجر ملے گا۔ اور اگر اکراہ ناقص ہوتو پھر دوسرے مسلمان یا ذمی کا مال تلف کرنے کی رخصت نہیں ہے۔

کسی دوسرے کو قتل کرنا یا اس کا عضو کاٹنا

اکراہ تام بھی ہوتب بھی کسی دوسرے مسلمان یا ذمی کو قتل کرنے یا اس کے عضو کو کاٹنے کی رخصت نہیں ہے۔ لیکن اگر ایسا کیا تو مجبور شخص گناہ گار ہوگا اور مجبور کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اگر اکراہ ناقص کی بنا پر قتل کیا تو قتل کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔

زنا کرنا

اگر مرد پر اکراہ تام ہوتب بھی اس کو زنا کرنے کی رخصت نہیں ہے اگرچہ جس عورت سے کرنے پر مجبور کیا جارہا ہو وہ راضی ہو کیونکہ اس سے جو بچہ ہوگا اس کا نسب ثابت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا باپ نہ ہوگا جو اس کی پرورش کرے۔ اس طرح سے گویا بچے کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ تو جیسے بچہ کو قتل کرنا جائز نہیں اسی طرح ایسا کام کرنا جس سے بچہ ہلاکت میں پڑ جائے یہ بھی جائز نہیں۔ لیکن اگر مرد نے زنا کرلیا تو اس پر زنا کی حد نہیں لگے گی۔

اگر عورت پر اکراہ تام ہو تو اس کے لیے رخصت ہے اور اگر عورت پر اکراہ ناقص ہو تو رخصت نہیں۔

اکراہ ناقص کے وقت زنا کرلیا تو اگر اکراہ ناقص مرد پر تھا تو اس کو حد لگے گی اور اگر عورت پر تھا تو اس کو حد نہیں لگے گی۔ کیونکہ مرد کے حق میں جب اکراہ تام رخصت نہیں ہے تو اکراہ ناقص شبہ نہیں بنے گا جبکہ عورت کے حق میں چونکہ اکراہ تام رخصت ہے تو اکراہ ناقص شبہ ہوگا اور شبہ کے ہوتے ہوئے حد نہیں لگتی۔

طلاق

اکراہ تام ہو یا اکراہ ناقص ہو اگر اس سے مجبور ہو کر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق کا لفظ کہہ دیا تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ اگر زبان سے تو نہیں کہلوایا لیکن طلاق نامہ پر زبردستی کر کے دستخط کروائے یا طلاق ہی لکھوائی تو وہ واقع نہیں ہوتی۔

تنبیہ

اتنا مال تلف کرنے کی دھمکی دی جو غم اور پریشانی کی موجب ہو اس سے بھی اکراہ ثابت ہو جاتا ہے۔ پورے مال کو تلف کرنے کی دھمکی جان کی ہلاکت کی دھمکی کے برابر ہے۔

اسی طرح اولاد کو یا والدین کو قید کرنے کی دھمکی بھی اکراہ میں شامل ہے۔

باب ۴۹

صلح کا بیان

صلح ایسے معاملہ کو کہتے ہیں جو مدعی اور مدعا علیہ کے درمیان جھگڑے اور تنازعہ کو دور کرتا ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

☼ ۱ مدعا علیہ دعوے کا اعتراف کر کے مدعی سے صلح کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

♦ دعویٰ مال کا ہو اور صلح بھی مال پر ہو مثلاً زید نے بکر پر دعویٰ کیا کہ یہ مکان میرا ہے۔ بکر نے اعتراف کیا کہ ہاں یہ مکان تمہارا ہی ہے لیکن تم اب یہ مکان چھوڑ دو اور مجھ سے پانچ لاکھ روپے لے لو۔ زید اس پر راضی ہو جائے۔ اس قسم کی صلح کو بیع اعتبار کیا جائے گا اور اس میں بیع کے حقوق یعنی حق شفعہ، عیب کی بنا پر رد کرنے اور خیار رویت اور خیار شرط کے حق جاری ہوتے ہیں۔

♦ دعویٰ مال کا ہو اور صلح منفعت پر ہو جائے مثلاً زید نے بکر پر کچھ مال کا دعویٰ کیا۔ بکر نے کہا مجھے تمہارا دعویٰ تسلیم ہے لیکن اس مال کے بجائے تم میرے فلاں مکان میں ایک سال رہ لو۔

یہ اجارہ کی صورت متصور ہوگی اور اس میں اجارہ (یعنی کرایہ پر لین دین) کے احکام جاری ہوں گے لہٰذا اس میں مدت کا تعین شرط ہے کہ مدعی اس مکان میں کتنا عرصہ رہے گا۔

☼ ۲ مدعا علیہ دعوے کا انکار کرے پھر مدعی سے کسی مال یا منفعت پر مصالحت کر لے۔

☼ ۳ مدعا علیہ دعوے کا اقرار کرے اور نہ انکار کرے بلکہ اس کے بارے میں سکوت اختیار کرے لیکن مدعی سے مال یا منفعت پر مصالحت کر لے۔

ان دونوں قسموں میں اگرچہ مدعی کے حق میں وہ مال جو اس نے لیا ہے معاوضہ

سمجھا جائے گا لیکن مدعا علیہ کے حق میں اس کا دیا ہوا مال اس کی قسم کا فدیہ سمجھا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب مدعی دعویٰ کرے لیکن اس کے پاس گواہ نہ ہوں اور مدعا علیہ دعوے کو تسلیم نہ کرے تو اس کے ذمہ لازم آتا ہے کہ وہ عدالت میں اس بات پر قسم کھائے کہ مدعی اس پر جس حق اور مال کا دعویٰ کر رہا ہے وہ اس پر نہیں آتا۔ لیکن بعض لوگ اپنی جانب میں سچے ہونے کے باوجود قسم کو بہت بڑی چیز سمجھتے ہوئے قسم نہیں کھاتے اور دعوے کی رقم محض قسم سے بچنے کے لیے دے دیتے ہیں۔ اس کو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے قسم کا فدیہ دیا ہے۔

چونکہ یہ مدعا علیہ کے حق میں قسم کا فدیہ متصور ہوگا اس لیے اگر دعویٰ غیر منقولہ جائیداد کا ہو تو اس پر اس کے پڑوسی کو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا۔

مسئلہ: دعوے مال کا ہو یا صلح کا ہو یا جنایت (مثلاً قتل عمد) کا ہو، صلح ہر صورت میں جائز ہے البتہ حد پر صلح نہیں ہوسکتی۔

مسئلہ: ایک مرد کی طرف سے ایک عورت پر نکاح کا دعویٰ ہو۔ عورت کچھ مال دے کر اس کو دعوے سے دستبرداری پر آمادہ کرلے تو اگر عورت دعوے قبول کرتی ہو تب اس کے حق میں خلع ہونا واضح ہے اور اگر عورت دعوے کا انکار کرتی ہو یا سکوت کرتی ہو تو پھر صرف اس مرد کے حق میں خلع شمار ہوگا۔

مسئلہ: مدعا علیہ نے مدعی سے کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار اس وقت تک نہ کروں گا جب تک تو مجھے مہلت نہ دے دے یا مال میں سے کچھ کم نہ کردے۔ مدعی نے اس کی بات کو منظور کرلیا تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: کسی شخص کے بیس روپے دوسرے شخص کے ذمہ واجب ہوں اور وہ کہے کہ چلو خیر تم پندرہ ہی دے دو تو یہ جائز ہے۔

مسئلہ: اور اگر بیس روپے میعادی واجب ہوں مثلاً تم نے کوئی مال بیس روپے میں خریدا تھا اور قیمت کی ادائیگی کے لیے ایک مہینہ کی مہلت ٹھہرائی تھی۔ اب بائع چاہتا ہے کہ تم اس کو قبل از میعاد ادا کردو اور پانچ روپیہ مثلاً کم دے دو تو یہ درست نہیں۔

مسئلہ: ایک شخص نے وفات پائی اور اس نے ترکہ میں نقدی اور سامان چھوڑا۔ اس کے وارثوں میں سے ایک شخص نے دوسرے وارثوں سے کہا کہ میں اپنا حصہ تقسیم کر کے نہیں لینا چاہتا مجھ کو بس (مثلاً) دس ہزار روپے دے دو اور میں تمام ترکہ سے دستبردار ہوتا ہوں۔ یہ جائز ہے مگر اس میں یہ شرط ہے کہ ترکہ میں اگر نقد روپیہ بھی ہے تو اس میں دیکھنا چاہیے کہ شرعاً اس کا کس قدر حصہ ہے۔ اگر دس ہزار سے کم بنتا ہے تب تو یہ صلح جائز ہے مثلاً اگر نقدی میں اس کا شرعی حصہ آٹھ ہزار بنتا ہے تو یہ شخص جو دس ہزار لے رہا ہے ان میں سے آٹھ ہزار تو ان آٹھ ہزار کے مقابلہ میں ہو گئے اور باقی دو ہزار سامان کے بدلہ میں ہو گئے۔ اور اگر نقدی میں اس کا حصہ دس ہزار یا اس سے زائد ہے تب یہ صلح جائز نہیں کیونکہ یہ دس ہزار اس کے حصے کے دس ہزار کے مقابلہ میں ہو گئے دوسروں کو اس کے حصے کا جو سامان ملا وہ بغیر عوض کے ہوا اور سود ہوا لہٰذا جائز نہیں۔ اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہے تو اس کے حق میں یہ صلح اگر نقصان دہ نہ ہو تو جائز ہوگی ورنہ اس کے حصہ کے مقابلے میں جائز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر ایک شخص کی وفات ہوئی۔ اس کا کچھ ترکہ تو موجود ہے اور اس کا کچھ روپیہ لوگوں کے ذمہ واجب ہے۔ ایک وارث نے یہ چاہا کہ جس قدر قرض ہے وہ اس کے حصہ میں آ جائے کہ وہ وصول کر لے گا اور نقد ترکہ دوسرے وارث تقسیم کر لیں۔ یہ معاملہ جائز نہیں بلکہ موجود ترکہ کو تقسیم کرنا چاہیے۔ اور جس قدر قرضہ وصول ہوتا جائے وہ بھی سب میں تقسیم ہوتا رہے۔

باب ۵۰

حجر یعنی پابندی کا بیان

قولی تصرف پر پابندی لگانے کو شریعت میں حجر کہتے ہیں اور اس کے اسباب بچپن اور جنون، ناسمجھی، قرض اور بھولپن ہیں۔

مسئلہ: بچے کی طلاق اور اس کی طرف سے کسی کے حق میں مال کا اقرار یہ صحیح نہیں ہوتے۔

مسئلہ: پابند لوگ اگر کوئی عقد مثلاً بیع وشراء کا عقد کریں جبکہ یہ عقد کی سمجھ رکھتے ہوں تو ولی کو اختیار ہوگا چاہے تو عقد کی اجازت دے دے اور چاہے تو عقد کو رد کر دے۔

مسئلہ: یہ پابند لوگ اگر کسی کا مال تلف کریں تو ان پر تاوان آئے گا۔

مسئلہ: اگر بچہ بالغ ہوجائے لیکن سمجھداری نہ ہو تو پچیس سال کی عمر تک اس پر پابندی رہے گی۔ اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے گا اگرچہ اس میں ابھی تک سمجھداری نہ آئی ہو جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد ; کے نزدیک جب تک اس میں سمجھداری نہ آجائے اس پر پابندی برقرار رہے گی اگرچہ وہ بوڑھا ہوجائے۔

مسئلہ: کسی آزاد بالغ شخص پر اس کے اسراف اور بھولپن کی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پابندی عائد نہیں کی جاسکتی جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: البتہ بے حیا مفتی جو لوگوں کو غلط مسئلے بتاتا ہو اور جاہل طبیب اور ذخیرہ اندوزی کرنے والے اور غلہ فروش جبکہ وہ غلہ کی قیمت بلاوجہ بڑھا دے ان پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح وہ شخص جو لوگوں کے ضرر کا کام کرتا ہو مثلاً فحش کتابیں لکھتا ہو یا

بیچتا ہو یا آتش بازی کا سامان بناتا اور فروخت کرتا ہو وغیرہ ان پر بلکہ ہر غیر شرعی پیشہ کرنے والے پر بھی پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: وہ آزاد شخص جو مقروض ہو اور قرض ادا نہ کرتا ہو قاضی اس کو قید کرسکتا ہے تاکہ وہ قرض واپس کردے۔ اور اس کے لیے قاضی اس کو مجبور کرسکتا ہے کہ اگر اس کے پاس نقدی نہ ہو لیکن سامان اور جائیداد ہو تو ان کو فروخت کر کے قرض ادا کرے۔

۞۞۞

باب ۵۱

قضا

عہدہ قضا قبول کرنے کے اعتبار سے حکم پانچ ہیں:

- **واجب:** اس شخص کے لیے جو اس کام کے لائق ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس کا اہل موجود نہ ہو۔
- **مستحب:** اس شخص کے لیے کہ جس کے علاوہ اس کام کے لائق لوگ موجود ہیں لیکن یہ ان سے بہتر ہو۔
- **اختیاری:** اس شخص کے لیے جس کے علاوہ اور لوگ بھی قضاء کے کام کی برابر کی لیاقت رکھتے ہوں۔
- **مکروہ:** اس شخص کے لیے جو کام کے لائق تو ہو لیکن دوسرا اس سے بہتر اور زیادہ لائق موجود ہو۔
- **حرام:** اس شخص کے لیے جو اپنی باطنی حالت سے واقف ہے کہ وہ ہوس پرستی اور ظلم کرنے سے نہ بچ سکے گا۔

عہدہ قضا کے لائق شخص میں شرائط

- مسلمان ہو لہٰذا کافر قاضی و جج نہیں بن سکتا۔
- مکلف ہو یعنی عاقل بالغ ہو لہٰذا بچہ اور دیوانہ قاضی نہیں بن سکتا۔
- آزاد ہو لہٰذا غلام قاضی نہیں بن سکتا۔
- بینا ہو اندھا نہ ہو۔
- گونگا بہرہ نہ ہو بلکہ اونچا بھی نہ سنتا ہو۔
- اس کو کبھی حد قذف نہ لگی ہو۔

تنبیہ ♦ : حدود وقصاص کے علاوہ دیگر معاملات میں اگر عورت کو قاضی بنا دیا جائے اور وہ فیصلہ دے تو اس کے فیصلے نافذ ہوں گے۔ لیکن عورت کو قاضی مقرر کرنا سخت گناہ ہے۔ حدود وقصاص میں عورت کی قضا نافذ نہیں ہوتی۔

تنبیہ ♦ : فاسق کو بھی قاضی مقرر کر دیا جائے تو وہ قاضی ہو جاتا ہے اگرچہ اس کو قاضی مقرر کرنا غیر مناسب اور گناہ کی بات ہے جبکہ رعیت میں ایسے لوگ موجود ہوں جو عادل وعالم ہوں۔

تنبیہ ♦ : قاضی کے لیے ماہر فقیہ ہونا اولویت کی بات ہے شرط نہیں ہے، کیونکہ قاضی کا اصل کام یہ ہے کہ وہ حقدار کو اس کا حق دلوادے۔ تو اگر وہ خود ماہر فقیہ نہ ہو تو دوسرے ماہرین فقہ سے فتویٰ لے کر فیصلہ دے گا۔ البتہ حاکم کے لیے ماہرین کے ہوتے ہوئے غیر ماہر کو عہدہ قضا پر مقرر کرنا بھی گناہ کی بات ہے۔

تنبیہ ♦ : جس حکومت سے عہدہ قضاء حاصل کرے اس کے سربراہ کا مسلمان ہونا شرط نہیں ہے بلکہ کافر حکومت سے بھی عہدہ قضا لے سکتا ہے جبکہ حکومت حق کے ساتھ فیصلہ کرنے سے نہ روکتی ہو۔

قضا کے ضابطے

❑ ۱ قضا کی جگہ شہر کے وسط میں مسجد میں ہو یا دارالقضاء میں ہو تاکہ لوگوں کی وہاں تک رسائی آسان ہو۔

❑ ۲ قریبی محرم مثلاً بھائی بہن کے علاوہ قاضی کسی سے ہدیہ قبول نہ کرے۔ اگر کسی سے پہلے ہی سے ہدیہ کے لین دین کا معمول ہو تو اس سے سابقہ معمول سے زائد مالیت کا ہدیہ نہیں لے سکتا۔

❑ ۳ جن سے ہدیہ لینا منع ہے، ان سے قرض لینا یا عاریت لینا بھی منع ہے۔

❑ ۴ رشوت لینا تو منع ہے ہی رشوت لینے کا کوئی حیلہ بھی جائز نہیں مثلاً قاضی کا اتنی کم قیمت پر کوئی چیز خریدنا کہ اس قیمت میں وہ شے عام طور سے فروخت نہیں

ہوتی۔

☐ ۵ مقدمہ کے فریقین میں سے کوئی قاضی کو اپنے ہاں دعوت میں بلائے خواہ وہ دعوت عام ہو جیسے ولیمہ وغیرہ یا خاص قاضی ہی کے اعزاز میں کی گئی ہو تو قاضی کو اس میں شریک ہونے کی اجازت نہیں۔

اگر فریقین کے علاوہ کوئی اور شخص دعوت کرے تو دعوت عام میں تو شرکت کر سکتا ہے لیکن دعوت خاص میں (یعنی جو صرف قاضی کے اعزاز میں کی گئی ہو اس میں) شرکت نہیں کر سکتا۔

☐ ۶ فریقین کے علاوہ کسی کا جنازہ ہو تو اس میں میں شرکت کر سکتا ہے۔اسی طرح فریقین کے علاوہ اگر کوئی بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لیے جا سکتا ہے لیکن وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرے۔

☐ ۷ قاضی کو ہر ایسی حالت اور حرکت سے اجتناب ضروری ہے جس سے تہمت یا بدگمانی آتی ہو مثلاً۔

(الف) کسی ایک فریق کا استقبال کرنا یا اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا خواہ عدالت میں ہو یا عدالت سے باہر مثلاً اپنے گھر میں ہو۔

(ب) کسی ایک طرف ہاتھ سے یا سر سے یا آنکھ سے اشارہ کرنا یا کسی ایک طرف دیکھ کر مسکرانا۔

(ج) کسی ایک سے سرگوشی کرنا۔

(د) کسی ایک سے ایسی زبان میں بات کرنا جو دوسرا فریق نہیں سمجھتا۔

(ہ) کسی ایک فریق کو حجت کی تلقین کرنا یا اس کے گواہ کو گواہی کی تلقین کرنا مثلاً یوں کہنا کہ کیا تم فلاں فلاں بات کا دعویٰ کرتے ہو یا تم فلاں فلاں بات کی گواہی دیتے ہو (کیونکہ اس سے یہ بدگمانی اور تہمت پیدا ہوتی ہے کہ قاضی اس شخص کو اس کے فائدے کے نکات سمجھا رہا ہے۔) البتہ اگر عدالت کے رعب وہیبت کی وجہ سے فریق یا گواہ بولنے سے عاجز ہو جائے تو قاضی اس وجہ سے اس کو تلقین کر سکتا ہے۔

❑ ۸ قاضی عدالت میں جائز مزاح کو بھی اختیار نہ کرے اور نہ ہی کسی شے کی خرید و فروخت میں لگے۔

❑ ۹ فریقین کو بٹھانے میں ان کی طرف دیکھنے میں اور توجہ کرنے میں برابری کرے اگرچہ ان میں سے ایک فریق بہت بڑے مرتبہ کا ہو اور دوسرا عام آدمی ہو۔

❑ ۱۰ جب غم، غصہ، بھوک یا نیند کے غلبہ کی وجہ سے قاضی کا ذہن تشویش میں ہو اور وہ صحیح غور وفکر نہ کرسکتا ہو اس وقت میں وہ فیصلہ نہ سنائے۔

تنبیہ: قاضی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے اصول وغیرہ یا اپنی بیوی یا اپنے شریک یا اپنے ملازم (یعنی اجیر خاص) کا دعویٰ سنے اور اس کے حق میں فیصلہ دے۔ یہ لوگ اپنا مقدمہ کسی دوسرے قاضی کی عدالت میں لے جائیں۔

طریق قضا کی تفصیل

جب فریقین قاضی کے پاس فیصلہ کروانے آئیں، تو ان پر لازمی نہیں کہ قاضی کو سلام کریں اور اگر کرلیں تو قاضی پر ان کو سلام کا جواب دینا لازمی نہیں۔ البتہ گواہ قاضی کو سلام بھی کرسکتے ہیں اور قاضی ان کو سلام کا جواب بھی دے گا۔

- قاضی مدعی کو حکم دے گا کہ وہ یا اس کا وکیل دعویٰ زبانی پیش کرے اور اگر پہلے سے تحریری دعویٰ جمع کرایا جا چکا ہے تو اس کو پڑھے، دعویٰ کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) دعویٰ سرے سے باطل ہو۔ باطل دعوے کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ یہ وہ ہوتا ہے کہ جس سے فریق مخالف پر کچھ لازم نہیں ہوتا، مثلاً ایک شخص دعویٰ کرے کہ زید نے مجھے اپنی سائیکل ہبہ کی اور ابھی میں اس پر قبضہ نہیں کر پایا تھا کہ زید ہبہ سے پھر گیا، لہٰذا زید سے مجھے سائیکل دلوائی جائے۔ چونکہ قبضہ کے بغیر ہبہ پورا نہیں ہوتا لہٰذا دعویٰ باطل ہے۔ دعویٰ کے باطل ہونے کی صورت میں قاضی دعویٰ کو خارج اور رد کردے گا۔

(ب) دعویٰ بالکل صحیح ہو۔

قاضی اس کو قبول کر کے آگے کارروائی کرے گا۔

(ج) دعویٰ میں کچھ نقص وفساد ہو جو دور کیا جاسکتا ہو۔مثلاً کوئی قید یا شرط ذکر نہ کی گئی ہو۔ اس صورت میں قاضی اس کے بارے میں سوال کرے گا۔ اگر مدعی اپنے بیان سے اس نقص کو دور کردے تو دعویٰ مزید کارروائی کے لیے منظور کرلیا جائے گا اور اگر مدعی اس نقص کو دور نہ کرسکے تو مزید کارروائی نہ ہوگی۔ مثلاً کسی زمین کے بارے میں دعویٰ ہو اور اس کی حدود ذکر نہ کی گئی ہوں پھر قاضی کے پوچھنے پر مدعی نے حدود ذکر کردیں تو دعویٰ صحیح ہوگیا اور اگر یہ دعویٰ ہو کہ زید نے مجھ سے دینار قرض لیے تھے اور سوال پر بھی مدعی یہ نہ بتائے کہ وہ دینار کتنے تھے تو مزید کارروائی نہ ہوگی۔

- جب دعویٰ صحیح ہو یا صحیح ہوجائے تو قاضی مدعا علیہ سے جواب طلبی کرے گا کہ مدعی تم پر اس طرح کا دعویٰ کرتا ہے تو تم اس بارے میں کیا کہتے ہو۔
- اگر مدعی اقرار کرلے تو قاضی اس پر اس کے اقرار کے سبب سے مدعا لازم کردے گا لیکن اگر مدعا علیہ دعویٰ کو ماننے سے انکار کردے تو قاضی مدعی سے اس کے دعویٰ کے اثبات میں ثبوت طلب کرے گا۔ ثبوت کے طور پر مدعی گواہ یا دیگر قطعی دلائل مثلاً معاملہ سے متعلق اصل دستاویزات پیش کرے۔

گواہ پیش کئے گئے ہوں تو ان کے تزکیہ کے بعد قاضی مدعی کے حق میں فیصلہ دے گا۔

- اگر مدعی کوئی ثبوت پیش نہ کرسکے تو اس کے طلب کرنے پر قاضی مدعا علیہ سے اس کے (دعوے سے) انکار پر قسم لے گا۔ اگر مدعا علیہ حلف اٹھا لے یا مدعی اس سے حلف کا مطالبہ نہ کرے تو قاضی مدعی کو مدعا علیہ سے تعرض کرنے سے منع کردے گا۔
- اگر مدعا علیہ حلف اٹھانے سے انکار کردے تو حاکم اس کے حلف سے انکار پر مدعی کے حق میں فیصلہ دیدے۔

تنبیہ ◆ : قسم صرف مدعا علیہ پر آتی ہے۔ اگر یہ سمجھوتہ ہوجائے کہ اگر مدعی قسم کھا لےتو مدعا علیہ اس کو مال دے دے گا تو یہ باطل ہے کیونکہ اس سے شریعت کا حکم بدلتا ہے۔

تنبیہ ◆ : اگر مدعا علیہ سکوت پر اصرار کرے اور ہاں ناں کچھ نہ کہے تو اس کے سکوت کو انکار سمجھا جائے گا۔ اسی طرح اگر یوں کہا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار کرتا ہوں تو یہ اس کی طرف سے انکار شمار ہوگا۔

تنبیہ ◆ : فریقین آپس میں رشتے دار ہوں یا ان کا مصالحت کی طرف میلان نظر آتا ہے تو قاضی ان کو ایک دو مرتبہ صلح کرنے کی ترغیب دے، لیکن جب قاضی کو تحقیق ہوجائے کہ کون حق پر ہے اور کون ظلم کر رہا ہے پھر ایسا نہ کرے۔

مسئلہ: قاضی کے فیصلہ دینے کے وقت فریقین کی موجودگی ضروری ہے، لیکن مدعی کے دعوے کے بعد مدعا علیہ دعوے کا اقرار کرلے پھر قاضی کے فیصلہ دینے سے پہلے عدالت سے چلا جائے تو قاضی اس کی عدم موجودگی میں اس کے اقرار کی بناء پر فیصلہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح مدعا علیہ نے دعوے کا انکار کیا اور مدعی نے گواہ پیش کردیئے پھر مدعا علیہ گواہوں کے تزکیہ اور قاضی کے فیصلہ دینے سے پہلے غائب ہوجائے تو قاضی گواہوں کا تزکیہ کرا کے اس کی عدم موجودگی میں مدعا علیہ کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے۔

مسئلہ: جب مدعا علیہ نہ تو خود عدالت میں حاضر ہو اور نہ ہی اپنے وکیل کو بھیجے اور اس کو حاضر کرانا بھی ممکن نہ ہو تو اس کو تین مرتبہ طلب کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ قاضی اس کو مختلف ایام میں تین مرتبہ دعوے کی نقل بھیجے اور اس کو طلب کرے۔ اور یہ بھی لکھ دے کہ اگر وہ نہ آیا تو اس کے لیے قاضی خود ایک وکیل مقرر کردے گا جو دعویٰ اور گواہی سن لے گا۔ اگر مدعا علیہ اس پر بھی نہ تو خود حاضر ہو اور نہ ہی اپنا وکیل بھیجے تو قاضی اس کے لیے وکیل مقرر دے جو مدعا علیہ کے حقوق کی رعایت کرے اور اس وکیل کی موجودگی میں قاضی دعوے اور گواہی کو سنے اور تحقیق سے صحیح ثابت ہو تو اس کے مطابق فیصلہ جاری کردے۔

مسئلہ: جس کے خلاف فیصلہ ہوا ہو وہ اگر یہ دعویٰ کرے کہ فیصلہ اصول شرعیہ کے خلاف ہوا ہے اور مخالف ہونے کے پہلو کو بیان بھی کردے اور نئے سرے سے فیصلہ کو طلب کرے تو فیصلہ پر نظر ثانی کی جائے گی۔ اگر اصول شرعیہ کے موافق پایا گیا تو برقرار رکھا جائے گا ورنہ دوسرا موافق شریعت فیصلہ دیا جائے گا۔

مسئلہ: مدعا علیہ کی جانب سے دعوے کا دفعیہ قاضی کے حکم دینے سے پہلے بھی کیا جاسکتا ہے اور بعد میں بھی کیا جاسکتا ہے جبکہ مدعا علیہ دعوے میں ایسا ثبوت پیش کرے جو شرعاً مقبول ہو اور دعوے کے دفعیہ کا دعویٰ کرے اور نئے سرے سے دعویٰ کے سماع کا مطالبہ کرے تو جس کے حق میں فیصلہ ہوا اس کی موجودگی میں اس کا دعویٰ سنا جائے گا۔

اس کی یہ مثال ہے کہ زید نے بکر کے استعمال میں ایک مکان کے بارے میں دعویٰ کیا کہ یہ مکان اس کے والد کی طرف سے میراث میں اس کا حق ہے اور اس بارے میں ثبوت پیش کردیئے۔ قاضی نے زید کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ بعد میں بکر کو اس بات کے دستاویزی ثبوت مل گئے یا عینی گواہ مل گئے کہ بکر کے والد نے زید کے والد سے وہ مکان خرید لیا تھا۔ اس بات کے ثابت ہونے پر قاضی کا سابقہ فیصلہ ختم ہوجائے گا اور مدعی کا دعویٰ بھی ساقط ہوجائے گا۔

شہادت

کسی کے حق کو دوسرے کے ذمہ میں ثابت کرنے کے لیے قاضی کی عدالت میں اس کے روبرو اور فریقین مقدمہ یا ان کے وکیلوں کی موجودگی میں جو خبر ان الفاظ کے ساتھ دی جاتی ہو کہ میں شہادت (یا گواہی) دیتا ہوں اس کو شہادت کہتے ہیں۔

گواہی دینے کا حکم

۱ حق عبد ہو تو مدعی کی طلب پر شہادت کی ادائیگی واجب ہے جبکہ ان کے علاوہ اور گواہ نہ ہوں۔ اسی طرح گواہی کی ادائیگی اس وقت بھی واجب ہے جب مدعی کی حق تلفی کا خوف ہو اور مدعی کو اس کے گواہ ہونے کا علم نہ ہو۔

○ ۲ حقوق اللہ ہوں تو بلا طلب بھی گواہی دینا واجب ہے جیسے طلاق کا واقعہ ہو۔

○ ۳ حدود اللہ ہوں تو ان میں پردہ پوشی اچھی ہے جبکہ مجرم برائی پر اصرار نہ کرتا ہو لہٰذا چوری میں یوں کہے کہ اس شخص نے مال لیا ہے یا اٹھایا ہے یوں نہ کہے کہ اس نے چرایا ہے۔

شہادت کا نصاب

- زنا میں چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔
- دیگر حدود اور قصاص میں دو مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔
- وہ امور جن پر عام طور سے صرف عورتیں ہی مطلع ہوتی ہیں جیسے ولادت، بکارت اور عورتوں کے عیوب تو ان میں صرف ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔
- دیگر معاملات خواہ وہ مالی ہوں یا غیر مالی ہوں (جیسے نکاح، طلاق، وکالت، وصیت، ہبہ، اقرار وغیرہ) ان میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا بطور گواہ ہونا ضروری ہے۔

تنبیہ ● : بچوں کے بارے میں تنہا معلم کی گواہی قبول ہوگی۔

تنبیہ ● : ایسی جگہ جہاں فقط عورتیں ہوں اور وہاں قتل کا کوئی واقعہ ہوجائے تو دیت کی خاطر تنہا عورتوں کی گواہی بھی معتبر ہوگی۔

کن لوگوں کی گواہی مقبول نہیں

● نابینا، ● گونگا، ● بچہ، ● جس کو کبھی حد قذف لگی ہو اگرچہ اس نے توبہ بھی کرلی ہو، ● زوجین کی ایک دوسرے کے حق میں، ● آدمی کی اپنے اصول و فروع کے حق میں، ● گواہوں کی ان لوگوں کے خلاف جن کے ساتھ گواہوں کی دنیوی عداوت ہو، ● جس گواہ کا خرچہ وہ آدمی اٹھاتا ہو جس کے حق میں گواہی دے رہا ہے مثلاً خاص شاگرد یا اجیر خاص، ● کافر کی مسلمان کے خلاف۔

گواہ کے لیے عادل ہونے کی شرط

گواہ کے لیے شرط ہے کہ وہ عادل ہو فاسق نہ ہو (اور عادل وہ مسلمان ہوتا ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو) مگر باتفاق فقہاء اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسق کی شہادت کو قبول کرنا اور اس کے مطابق فیصلہ کرنا قاضی پر واجب نہیں، لیکن اگر قاضی کو قرائن سے معلوم ہوجائے کہ یہ جھوٹ نہیں بولتا اس بنا پر وہ فاسق کی شہادت پر کوئی فیصلہ کردے تو یہ فیصلہ صحیح اور نافذ ہے۔ اس زمانے میں جبکہ فسق کی بہت سی صورتیں مثلاً داڑھی مونڈنا وغیرہ ایسی عام ہوگئی ہیں کہ اگر ان کی وجہ سے شہادت کو مطلقاً رد کردیا جائے تو بہت سے معاملات کا ثبوت کسی طرح نہ ہوسکے گا۔ فاسق کے بارے میں فقہاء کے اس قول کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔

بغیر دعویٰ کے حسبۃً للہ گواہی دے سکتا ہے

طلاق، وقف، رمضان کے چاند، خلع، ایلاء اور ظہار کے بارے میں اور قذف و چوری کے علاوہ باقی حدود کے بارے میں بغیر دعویٰ کے گواہی دے سکتے ہیں۔

گواہوں کا تزکیہ

☼ ۱ جب گواہ گواہی دے دیں تو قاضی دوسرے فریق سے پوچھے گا کہ تم ان دو کی گواہی کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ یہ اپنی گواہی میں سچے ہیں یا نہیں؟

اگر وہ کہے کہ یہ دونوں عادل ہیں یا دونوں اپنی گواہی میں سچے ہیں تو یہ اس فریق کی جانب سے دعوے کا اعتراف ہوا۔

لیکن اگر وہ یہ کہے کہ یہ جھوٹے گواہ ہیں یا کہے کہ اگرچہ یہ عادل ہیں لیکن انہوں نے اس گواہی میں خطا کی ہے یا یہ دونوں واقعہ بھول گئے ہیں یا کہا کہ یہ دونوں عادل ہیں لیکن مجھے دعویٰ تسلیم نہیں ہے تو قاضی ابھی فیصلہ نہیں دے گا بلکہ گواہوں کا تزکیہ کرائے گا۔ ان اقوال میں اگرچہ گواہوں کے عادل ہونے کو ذکر کیا گیا ہے لیکن مدعی

اور گواہوں کی نظر میں دعوے کا انکار کرنے کی وجہ سے وہ جھوٹا بنا اور جھوٹے کا تزکیہ معتبر نہیں ہوتا۔

جن لوگوں کے ساتھ نسبت ہو ان ہی میں سے کسی عادل شخص سے تزکیہ کرایا جائے گا مثلاً طالب علم ہو تو اس کے تعلیمی ادارے کے مدرس سے، اگر تاجر ہو تو معتبر تاجروں سے اور کسی محکمہ سے تعلق ہو تو اس محکمہ کے کسی فرد سے۔

تزکیہ پوشیدہ بھی ہوتا ہے اور علانیہ بھی۔ علانیہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جس سے پوشیدہ تزکیہ کرایا ہے وہ عدالت میں آ کر علانیہ اپنی رائے دے۔ لیکن آج کل فقط پوشیدہ تزکیہ پر عمل کیا جائے کیونکہ علانیہ کی صورت میں مجرم تزکیہ کرنے والوں کا دشمن بن جاتا ہے اور ان کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوتا ہے۔

۲ حدود وقصاص میں ہر حال میں گواہوں کا تزکیہ کرانا ضروری ہے۔

گواہوں کی قسم

جس کے خلاف گواہی ہوئی ہو وہ اگر قاضی پر اصرار کرے کہ وہ گواہوں سے اس بات پر حلف لے کہ وہ اپنی گواہی میں جھوٹے نہیں تھے تو قاضی ان سے حلف لے سکتا ہے۔ نیز وہ گواہوں سے یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اگر تم نے حلف اٹھایا تو میں تمہاری گواہی قبول کروں گا ورنہ قبول نہیں کروں گا۔ بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ فسق کے غلبہ کی وجہ سے ہمارے زمانے میں تزکیہ دشوار ہو گیا ہے تو قاضی گواہوں سے قسم لے سکتے ہیں تاکہ ان کے سچے ہونے کا گمان غالب حاصل ہو سکے۔

باب ۵۲

حدود

حد (جمع حدود) اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب ہونے والی متعین سزا کو کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

- حد زنا
- حد سرقہ
- حد رہزنی
- حد شرب خمر
- حد قذف (تہمت)
- حد ارتداد۔

حد زنا

موجب حد زنا کی تعریف: دارالاسلام میں کسی مکلف (یعنی عاقل و بالغ) اورقوت گویائی والے کا اپنی خوشی سے حشفہ کے بقدر اپنے آلہ تناسل کو کسی قابل شہوت عورت (خواہ وہ فی الحال ہو یا کبھی رہی ہو اور اب بوڑھی ہوچکی ہو) جو اس کی ملکیت (نکاح وغلامی) اورملکیت کے شبہ سے خالی ہو اس کے آگے کی راہ میں داخل کرنا یا مرد کا مذکورہ عورت کو ایسا کرنے کی قدرت دینا یا عورت کا (اپنی رغبت سے) مرد کو ایسا فعل کرنے کی قدرت دینا۔

حد زنا: محصن مرد وعورت میں رجم یعنی سنگساری ہے جبکہ غیر محصن میں سو کوڑے ہیں۔

محصن وہ شخص ہوتا ہے جو آزاد ہو عاقل بالغ مسلمان ہو اور جس نے صحیح نکاح کے بعد جماع کیا ہو اور جماع کے وقت بیوی میں بھی یہ مذکورہ تمام صفات پائی جاتی ہوں۔

حاکم کے پاس یا عدالت میں زنا دوطرح سے ثابت ہوتا ہے

- **گواہوں سے:** چار مرد گواہ اس کی لفظ زنا کے ساتھ زبان سے گواہی دیں۔

جب وہ چاروں گواہی دے دیں تو قاضی ان سے پوچھے کہ زنا کس کو کہتے ہیں اور اس نے کہاں زنا کیا؟ وہ جواب میں یہ بھی کہیں کہ اس نے اس طرح سے اپنا آلہ تناسل

داخل کیا جس طرح سرمہ دانی میں سلائی۔ اس کے بعد قاضی ان سے زنا کی کیفیت، پھر زنا کے وقت، پھر مزنیہ عورت، پھر زنا کے مکان کے بارے میں دریافت کرے۔ اگر قاضی کی نظر میں وہ گواہ عادل ہوں تو اب قاضی مجرم سے اس کے احصان کے بارے میں پوچھے گا۔ اگر مجرم نے احصان کا اقرار کیا یا اس کے انکار پر گواہوں نے اس کے محصن ہونے کی گواہی دی تو اس کو رجم کیا جائے گا اور اگر مجرم نے کہا کہ میں محصن نہیں ہوں اور گواہوں نے بھی اس کے احصان کی گواہی نہ دی تو قاضی مجرم سے احصان کی تعریف پوچھے گا۔ اگر اس نے ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو مجرم کو کوڑے لگائے جائیں گے۔

● **اقرار سے:** اقرار کنندہ عاقل بالغ اپنی ذات پر چار مرتبہ اپنی چار مجلسوں میں زنا کا اقرار کرے۔ چار مختلف مجلسوں میں اقرار شرط ہے جس کی صورت یہ ہے کہ اس کے ہر مرتبہ کے اقرار کے بعد قاضی اس کو واپس لوٹا دے اور وہ واپس پلٹ جائے یہاں تک کہ حاکم یا قاضی کی نظر سے غائب ہوجائے اور پھر آئے اور آ کر اقرار کرے۔ قاضی کو چاہیے کہ وہ اقرار کنندہ کو اقرار سے روکنے کی کوشش کرے اور ناگواری کا اظہار کرے۔

جب چار مرتبہ اقرار ہوجائے تو قاضی اس کی حالت پر نظر کرے۔ جب معلوم ہو کہ وہ صحیح العقل ہے تو اس سے دریافت کرے کہ زنا کیا ہوتا ہے اور کیونکر ہوتا ہے اور کس کے ساتھ کیا ہے اور کہاں کیا ہے اور کب کیا ہے؟ جب معلوم ہوجائے کہ اس نے واقعی زنا کیا ہے تو اب اس سے دریافت کرے کہ وہ محصن ہے اور احصان کیا ہوتا ہے۔ ٹھیک ٹھیک بیان کرنے پر اس پر حد قائم کرے گا۔ اگر اقرار کنندہ حد قائم کئے جانے سے پہلے یا حد قائم کئے جانے کے دوران میں اپنے اقرار سے پھر جائے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، خواہ یہ مرد کی طرف سے ہو یا عورت کی طرف سے ہو۔ اسی طرح اگر حد لگائے جانے کے دوران میں وہ بھاگ جائے تو اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔

حد جاری کرنے کی کیفیت

مسئلہ: رجم کی صورت میں عورت کے لیے سینہ تک گڑھا کھودنا احسن ہے۔ مرد کے لیے گڑھا نہ کھودا جائے گا۔

☼ ۱ کوڑوں کی مار کے لیے مرد شلوار پہنا رہے گا البتہ اس کی قمیص اتار لی جائے گی۔ عورت کی قمیص نہیں اتاری جائے گی البتہ زائد کپڑے مثلاً کوٹ وغیرہ اتار لیے جائیں گے اور عورت کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔

☼ ۲ کوڑے جسم کے مختلف حصوں پر لگائیں گے البتہ سر، چہرہ شرمگاہ سینہ اور پیٹ پر کوڑے نہیں ماریں گے۔

☼ ۳ یہ بھی جائز ہے کہ ایک دن متواتر پچاس کوڑے لگائے جائیں اور بقیہ پچاس دوسرے دن لگائے جائیں۔

مسئلہ: اگر زانیہ کو حمل ٹھہر چکا ہو تو خواہ اس کی حد رجم ہو یا کوڑے ہوں وضع حمل سے پیشتر اس پر حد نہیں لگائی جائے گی تا کہ بچہ ہلاک نہ ہو جو بے قصور ہے۔ پھر اگر حد رجم ہے اور کوئی بچے کی پرورش کرنے والا ہے تو وضع حمل کے فوراً بعد رجم کیا جائے گا اور اگر پرورش کرنے والا نہ ہو تو حد کا نفاذ اس وقت تک ملتوی رکھا جائے گا جب تک بچہ خود کھانے پینے نہ لگے اور اگر حد کوڑے ہوں تو وہ نفاس سے فراغت کے بعد لگائے جائیں گے۔

مسئلہ: اپنی بیوی کے ساتھ لواطت کرنا بھی حرام ہے۔ اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ ایسا فعل کرے اور دوبارہ پھر کرے، باز نہ آئے تو حاکم اس کو تعزیر میں قتل کر دے گا۔

اگر اپنی بیوی (اور غلام باندی) کے علاوہ کسی اجنبی کے ساتھ لواطت کرے تو امام ابو حنیفہؒ نزدیک حد تو نہیں ہوگی البتہ حاکم اس کو تعزیر کر سکے گا (اور اس تعزیر میں قتل بھی ہے) جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر وہ محصن نہیں ہے تو اس کو سو کوڑے لگیں گے اور اگر وہ محصن ہے تو اس کو رجم کیا جائے گا۔

مسئلہ: کوئی اگر کسی چوپایہ کے ساتھ بدفعلی کرے تو اس کو تعزیر کی جائے گی اور جانور کو ذبح کر کے جلا دینا بہتر ہے۔ اگر جانور بدفعلی کرنے والے کا نہ ہو تو مجرم جانور کے مالک سے پہلے اس کو قیمت پر حاصل کرے۔ کوئی عورت اگر کسی جانور سے بدفعلی کرائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

کسی بھی حد میں کوڑوں کی سزا کا ضابطہ

- جس کوڑے سے حد لگائی جائے اس میں ایک تو گرہیں نہ باندھی گئی ہوں اور دوسرے وہ ایسا ہو کہ اس کے مارنے سے تکلیف تو ہوتی ہو لیکن زخم نہ آتا ہو۔
- کوڑے مارنے والا کوڑے کو اپنے سر سے اونچا نہ کرے اور نہ ہی جسم پر کوڑا لگانے کے بعد جسم پر کوڑے کو کھینچے۔
- اگر مجرم بہت کمزور ہو کہ کوڑے لگانے سے اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو کوڑا آہستگی سے مارا جائے تاکہ وہ اس کو برداشت کر سکے۔

چند صورتیں جن میں شبہ کی وجہ سے حد نہیں لگتی

- تین طلاق دی ہوئی بیوی سے عدت کے دوران جماع کیا۔
- کنایہ طلاق کی عدت میں بیوی سے جماع کیا۔
- گواہوں کے بغیر کسی عورت سے نکاح کیا یا ولی کے بغیر عورت سے نکاح کیا۔
- اپنی کسی محرم سے نکاح کیا اور پھر جماع کیا۔

تنبیہ: جن صورتوں میں شبہ کی وجہ سے حد نہیں لگتی ان میں اگر مرد کی سرکشی واضح ہو تو اس کو تعزیر کی جائے گی۔

حد سرقہ

جس سرقہ پر حد لگتی ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ دارالاسلام میں عاقل، بالغ، بینا اور صاحب گویائی آدمی حفاظت میں رکھے ہوئے سرقہ کے نصاب کو جو دو تولہ ساڑھے

سات ماشہ چاندی ہے یا اتنی مالیت کی کسی شے کو اسی کے قصد سے خفیہ طریقے سے لے لے جبکہ اس میں غیر کی ملکیت ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔ اگر سرقہ و چوری دن میں ہو تو خفیۃً ہونے کا اعتبار فعل کے شروع و آخر دونوں میں کیا جائے گا اور اگر رات میں ہو تو صرف شروع کیا میں جائے گا۔ مثلاً چور چپکے سے گھر میں داخل ہوا لیکن مال سمیٹنے کے دوران میں مالک جاگ گیا اور چور کو روکنے لگا تو چور نے ہتھیار سے مالک کا مقابلہ کیا اور اس کو قتل کئے بغیر مال لے کر چلا گیا۔ اس صورت میں چوری کی واردات کی ابتداء تو خفیہ ہے انتہا خفیہ نہیں ہے لہٰذا اگر واردات دن کے وقت ہوئی تو ہاتھ نہیں کٹے گا۔ بلکہ تعزیر ہوگی اور رات کے وقت ہوئی تو ہاتھ کٹے گا۔

سرقہ کا نصاب: دس درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (۳۲ گرام) چاندی ہے۔

جن چیزوں کے چرانے پر ہاتھ نہیں کٹتا

- جو چیزیں جلد خراب ہو جاتی ہیں جیسے دودھ، گوشت اور پھل۔
- قحط کے سال میں چرائی ہوئی کھانے کی چیز خواہ جلد خراب ہوتی ہو یا نہیں۔
- مرغی، بطخ، کبوتر
- آلات لہو
- کتابیں
- قرآن مجید کا مصحف، اگرچہ اس پر بڑا قیمتی جڑاؤ ہو۔
- سونے چاندی کی صلیب یا بت
- دفن کئے ہوئے مردے کا کفن

کسی نے باپ دادا وغیرہ یا بیٹے پوتے وغیرہ یا ذی رحم محرم جیسے بھائی، بہن یا چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ کے گھر سے مال چرایا تو اس پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔ میاں بیوی میں سے ایک نے دوسرے کا مال چرایا یا مہمان نے میزبان کے گھر سے مال چرایا تو اس میں ہاتھ نہیں کٹتا۔ اسی طرح مسجد کا سامان چرانے پر بھی ہاتھ نہیں کٹتا۔

تنبیہ: جن صورتوں میں ہاتھ نہیں کٹتا ان میں تعزیر ہوگی۔

پہلی دفعہ چوری کرنے میں کلائی کے جوڑ سے دایاں ہاتھ کاٹا جائے گا جبکہ دوسری مرتبہ چوری کرنے پر ٹخنے سے بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔

ہاتھ کاٹنے کے بعد خون روکنے کی کوشش کرنا واجب ہے اور اس کا خرچہ چور کے ذمے ہوگا کیونکہ وہی اس کا سبب بنا ہے۔

دایاں ہاتھ اس وقت بھی کاٹا جائے گا جبکہ وہ شل ہو یا اس کی انگلیاں کٹی ہوئی ہوں یا اس کا انگوٹھا کٹا ہوا ہو۔

اگر چور تیسری مرتبہ چوری میں ملوث ہوکر گرفتار ہو اور پہلی چوریوں کے سبب سے اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جا چکا ہو تو اس مرتبہ اس کا کوئی ہاتھ پاؤں نہیں کاٹیں گے بلکہ اس کو قید اور ضرب کی سزا دیں گے۔ یہاں تک کہ وہ توبہ کرے اور توبہ کے آثار ظاہر ہونے لگیں۔

چوری کے ثبوت کے طریقے

پہلا طریقہ: دو مرد ایک شخص کے چوری کرنے کے بارے میں گواہی دیں جن سے قاضی دریافت کرے کہ چوری کیسے ہوئی؟ کہاں ہوئی؟ کس مال کی ہوئی؟ کتنے مال کی ہوئی؟ کب ہوئی؟ اور کس کا مال چرایا؟ ٹھیک ٹھیک جواب پر جب ان گواہوں کی عدالت ثابت ہوجائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔

دوسرا طریقہ: کوئی شخص خود حاکم یا قاضی کے پاس ایک دفعہ چوری کا اقرار کرے، قاضی اس سے بھی مذکورہ بالا سوال کرے گا۔ اگر اقرار کے بعد وہ شخص اپنے اقرار سے پھر جائے یا فوراً بھاگ جائے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، البتہ اس کو چرائے ہوئے مال کا تاوان دینا پڑے گا۔

چرائے ہوئے مال کا حکم: وہ مال اگر قائم اور موجود ہو اگرچہ چور نے وہ کسی کے ہاتھ فروخت کردیا ہو یا کسی کو ہدیہ کردیا ہو تو وہ مال مالک کو واپس دلوایا جائے گا۔ اور اگر وہ مال ہلاک اور ختم ہوچکا ہو تو صرف ہاتھ کاٹنے پر اکتفا کیا جائے گا، مال کا

تاوان چور سے نہیں لیا جائے گا۔

راہزنی کی حد

حد کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ضروری ہیں:

- راہزنوں کو ایسی قوت اور غلبہ حاصل ہوا کہ راہ گیران کا مقابلہ نہ کرسکیں اور راہزنوں نے راہ گیروں پر راہزنی کی ہو، خواہ ہتھیار سے یا لٹھ سے یا پتھر وغیرہ سے۔
- راہزنی شہر سے باہر ہو یا شہر میں، رات کے وقت کی ہو یا شہر میں دن کے وقت ہو، جبکہ ان کے پاس ہتھیار ہوں۔
- یہ واردات دارالاسلام میں ہوئی ہو۔
- کوئی بھی راہزن کسی راہ گیر سے قرابت نہ رکھتا ہو۔
- ان کے توبہ کرنے اور مال مالکوں کو واپس کرنے سے پہلے گرفتار ہو گئے ہوں۔

حد کی کیفیت

اس کی مندرجہ ذیل پانچ صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: اگر لوٹ مار اور کسی کو قتل کرنے سے پہلے ہی راہزن اور ڈاکو گرفتار کرلیے گئے، تو خوف وہراس پھیلانے کی بنا پر مناسب تعزیر کے بعد ان کو قید کردیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرلیں اور توبہ کے آثار ظاہر ہونے لگیں یا پھر اس قید میں ان کو موت آجائے۔

دوسری صورت: اگر کسی مسلمان یا ذمی کا مال لوٹا اور وہ اتنا ہے کہ ان ڈاکوؤں پر برابر برابر تقسیم ہو تو ہر ایک کے حصے میں دس درہم (دو تولہ سات ماشہ چار رتی چاندی) کی مالیت آتی ہے تو اگر ان کے ہاتھ پاؤں سلامت ہیں تو مخالف جانب سے سب کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔

تیسری صورت: اگر انھوں نے کسی مسلمان یا ذمی کو قتل کیا لیکن مال نہ لوٹ سکے تو ان سب کو بطور حد کے قتل کیا جائے گا، خواہ ان میں سے کسی نے فقط قتل پر مدد ہی

دی ہو اور خواہ قتل تلوار اور بندوق سے کیا ہو یا پتھر اور لاٹھی سے۔ مقتول کے وارث ان کو معاف کرنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے کیونکہ یہ قصاص نہیں ہے۔

چوتھی صورت: اگر مال لوٹا اور زخمی کیا تو ان کے مخالف جانب کے ایک ہاتھ پاؤں یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹے جائیں گے۔

پانچویں صورت: اگر مال بھی لوٹا ہو اور قتل بھی کیا ہو تو حاکم وقاضی کو چھ (۶) طرح کے اختیار حاصل ہوں گے۔

- چاہے تو پہلے جانب مخالف سے ان کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے، پھر ان کو قتل کردے۔
- چاہے تو پہلے مخالف جانب سے ان کے ایک ایک ہاتھ پاؤں کاٹے پھر ان کو صلیب دے۔
- چاہے تو تینوں ہی سزائیں دے یعنی ہاتھ پاؤں کاٹنا، قتل کرنا اور صلیب دینا۔
- چاہے تو پہلے قتل کرے پھر صلیب دے۔
- چاہے تو فقط قتل کرے۔
- چاہے تو فقط صلیب دے۔

مذکورہ بالا احکام ڈاکوؤں کی پوری جماعت پر نافذ ہوں گے، اگرچہ ان میں سے بعض نے فقط مال لوٹا ہو اور بعض نے فقط قتل کیا ہو اور بعض نے فقط خوفزدہ کیا ہو۔

زندہ کو صلیب دینے کی صورت یہ ہے کہ پہلے ایک لکڑی زمین میں سیدھی گاڑ دی جائے، پھر اس کے ساتھ چوڑائی میں نیچے ایک اور لکڑی باندھ دی جائے جس پر مجرم اپنے پاؤں رکھے۔ پھر ایک اور لکڑی پہلی لکڑی کی چوڑائی میں اوپر باندھی جائے جس کے ساتھ مجرم کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں۔ پھر ایک نیزہ مجرم کے بائیں پستان سے ذرا نیچے کو چبھویا جائے اور سینے میں گھما دیا جائے یہاں تک کہ مجرم مرجائے۔

تین دن عبرت کے لیے صلیب پر چھوڑنے کے بعد مجرم کے لواحقین کو اس کو دفن کرنے کی اجازت دی جائے، لیکن اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔

حد شرب خمر

یہ حد اسی کوڑے ہیں۔خمر سے مراد یہ چار قسم کی شرابیں ہیں۔

- انگور کی کچی شراب
- انگور کی پکائی ہوئی شراب
- منقی کی شراب
- کھجور کی شراب

ان چار قسموں کا ایک قطرہ بھی پیئے اگرچہ نشہ نہ آیا ہو حرام ہے اور اس پر حد لگتی ہے۔

ان چار کے علاوہ اور شرابوں مثلاً آلو، جو اور گندم وغیرہ سے حاصل شدہ الکحل یا اور کوئی نشہ آور سیال شے مثلاً نبیذ کی اتنی مقدار استعمال کرنا جس سے نشہ آجائے اس پر بھی حد لگتی ہے۔ حد لگنے کی شرط یہ ہے کہ کوئی عاقل بالغ مسلمان (یا شراب کی حرمت کا اعتقاد رکھنے والا ذمی) جو قوت گویائی رکھتا ہو اپنی رغبت سے یہ چیزیں استعمال کرے اور وہ اس حال میں پکڑا جائے کہ شراب کی بو اس کے منہ سے آرہی ہو یا نشہ میں اس کو پکڑ کر لائے ہوں اور گواہ اس کے خلاف پینے کی گواہی دیں۔

اگر گواہوں نے نشہ آور شراب کی بو زائل ہوجانے کے بعد گواہی دی تب حد نہیں لگے گی، الا یہ کہ متعلقہ حاکم دور کی جگہ پر ہو کہ وہاں پہنچنے تک بو زائل ہوگئی تو حد ساقط نہیں ہوگی۔ کسی کے منہ سے شراب کی بو آتی ہو تو حد نہیں لگے گی یہاں تک کہ گواہ اس کے شراب پینے کی گواہی دیں یا وہ خود اس کا اقرار کرے۔

خمر (کی چار قسموں) کے علاوہ دیگر مائع وسیال نشہ آور اشیاء میں نشہ کی وہ مقدار جس پر شراب پینے کی حد جاری ہوتی ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ ہے کہ نشے میں مبتلا شخص مختلف چیزوں کے درمیان مثلاً عورت مرد کے درمیان اور آسمان و زمین کے درمیان تمیز نہ کرسکے جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک یہ ہے کہ اس شخص کا اکثر کلام خلط ملط ہوجائے۔ یہی دوسرا قول راجح ہے۔

اجوائن خراسانی، بھنگ اور افیون وغیرہ کی اتنی مقدار کا استعمال جس سے نشہ پیدا ہوجائے اس پر تعزیر واجب ہوتی ہے اور ایک قول کے مطابق اس پر بھی حد لگے گی۔

حد قذف

وہ قذف اور تہمت جس پر حد لگتی ہے یہ ہے کہ آزاد، عاقل، بالغ اور زنا سے پاکباز مسلمان پر عار لگانے اور برا بھلا کہنے کی خاطر زنا کی تہمت لگائے۔

جس پر تہمت لگائی گئی وہ اگر مقدمہ کر کے حد کا مطالبہ کرے تو جرم ثابت ہونے پر تہمت لگانے والے کو اسّی کوڑے لگائے جائیں گے۔

اگر کسی شخص کو کہا کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے (جبکہ وہ فلاں اس شخص کا باپ ہو اور اس شخص کی ماں عفت والی اور پاکباز ہو) تو وہ شخص جبکہ اس کی ماں وفات پا چکی ہو مقدمہ کر کے حد کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

قذف یعنی تہمت لگانے والا توبہ بھی کر لے تب بھی آئندہ کے لیے وہ گواہی دینے کے لائق نہیں رہتا۔

حد ارتداد

شریعت کی اصطلاح میں ایمان و اسلام سے پھر جانے کو ارتداد اور پھر جانے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ ارتداد کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت: کوئی صاف طور پر مذہب تبدیل کر کے اسلام سے پھر جائے جیسے اسلام کو چھوڑ کر عیسائی، یہودی یا ہندو مذہب اختیار کر لے یا اللہ تعالیٰ کے وجود یا توحید کا منکر ہو جائے یا نبی ﷺ کی رسالت کا انکار کر دے۔

دوسری صورت: صاف طور پر مذہب تبدیل نہ کرے اور توحید و رسالت کا بھی انکار نہ کرے لیکن کچھ اعمال یا اقوال ایسے اختیار کر لے جو انکار رسالت کے مترادف وہم معنی ہوں مثلاً:

- اسلام کے کسی ایسے ضروری وقطعی حکم کا انکار کر بیٹھے جس کا ثبوت قرآن مجید کی نص صریح سے ہو یا نبی ﷺ سے بطریق تواتر ہو مثلاً حضرت عائشہؓ کی برأت کا انکار کرے یا یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وحی پہنچانے

میں غلطی کی یا حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی اور شخص کو کسی بھی اعتبار سے نبی مانے یا نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو بزرگ اور ہدایت یافتہ ماننے وغیرہ۔

- کسی بھی نبی اور کسی بھی فرشتے کی شان میں توہین کرنا۔

تنبیہ: حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں سب وشتم بہت بڑی گمراہی تو ہے لیکن کفر نہیں ہے۔

ارتداد کے صحیح ہونے کی شرطیں

- عاقل ہو، لہٰذا سمجھدار بچے کا ارتداد تو صحیح ہوگا لیکن دیوانے اور ناسمجھ بچے کا ارتداد معتبر نہ ہوگا، اسی طرح جو شخص نشہ میں ایسا چور ہو کہ اس کی عقل جاتی رہی ہو اس کا ارتداد بھی صحیح نہیں۔
- رضامندی و رغبت ہو، لہٰذا جس شخص کو ارتداد پر بہ اکراہ مجبور کیا گیا ہو، اس کا ارتداد صحیح نہیں۔

ارتداد کا حکم

جب کوئی مسلمان مرد مرتد ہو جائے۔ العیاذ باللہ تو اس پر اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر اس کو کوئی شبہ ہو جس کو اس نے ذکر کیا ہو تو اس کو دور کیا جائے گا لیکن یہ مستحب ہے واجب نہیں اور تین روز تک قید میں رکھا جائے گا۔ اگر تین دنوں میں توبہ کر کے اسلام قبول کرلے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ یہ بھی اس وقت ہے جب اس نے کچھ مہلت مانگی ہو اور اگر اس نے کچھ مہلت طلب نہ کی تو اسی وقت قتل کر دیا جائے گا۔

اگر اس نے مہلت طلب نہ کی لیکن اس کے توبہ کر لینے کی امید ہو تو اس کو تین دن کی مہلت دینا مستحب ہے۔ اس کے دوبارہ مسلمان ہونے کی یہ صورت ہے کہ کلمہ شہادت ادا کرے اور اسلام کے علاوہ باقی تمام دینوں سے بیزاری کرے۔ اگر صرف اسی دین سے اظہار بیزاری کرے جس کو اس نے ارتداد کی صورت میں اختیار کیا تھا تو اتنا بھی کافی ہے۔

اگر مرتد پر اسلام پیش کئے جانے سے قبل کوئی اس کو قتل کر دے تو اگر چہ ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور حاکم کی اجازت کے بغیر کیا ہے تو اس کو تادیب کی جائے گی، لیکن قاتل پر کچھ تاوان واجب نہ ہوگا۔ سمجھدار بچے کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا مگر وہ قتل نہیں کیا جائے گا۔

مرتد عورت قتل نہ کی جائے گی بلکہ قید خانہ میں محبوس رکھی جائے گی اور ہر تین روز میں ایک بار اس کو مار پڑے گی تا کہ دوبارہ اسلام قبول کر لے۔ اگر اسے بھی کسی نے قتل کر دیا تو قاتل پر کچھ تاوان نہ ہوگا۔

اگر مرتد دارالحرب بھاگ جائے اور مسلمانوں کی حکومت اس کے دارالحرب کے ساتھ لاحق ہونے کا حکم جاری کر دے یا مرتد کو موت آ جائے یا کوئی اس کو قتل کر دے تو اس کا وہ مال جو اس نے حالت اسلام میں کمایا تھا اس کے مسلمان وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

اہم تنبیہ: ذمی یعنی کسی مسلمان ملک کا غیر مسلم باشندہ رسول خدا حضرت محمد ﷺ یا کسی بھی نبی کی شان میں توہین اور سب وشتم کرے۔ اگر اس نے خفیہ طور پر کی لیکن مسلمانوں کو اس کا علم ہوگیا۔ اگر ایسا ایک ہی مرتبہ کیا ہے تو اس کو قتل سے کمتر تعزیر کی جائے گی لیکن اگر وہ خفیہ طور پر دوسری بار پھر کرے یا پہلی مرتبہ ہی اعلانیہ کرے خواہ ایک ہی مرتبہ ہو تو اس کو قتل کی سزا دی جائے گی۔

باب ۵۳

قصاص ودیت کے احکام

قصاص، دیت، اور گناہ لازم آنے کے اعتبار سے قتل کی پانچ قسمیں ہیں۔

قسم اول: قتل عمد

جس میں مقتول کو قصداً وعمداً ایسے آلہ سے ضرب لگائی گئی ہو جو تفریق اعضاء کرتا ہو، جیسے ہتھیار اور کوئی دھار دار لکڑی پتھر یا شیشہ وغیرہ۔ جسم کی نازک جگہوں پر سوا گھونپنا بھی اسی میں شامل ہے اور اسی زمرے میں آگ سے جلانا بھی ہے، کیونکہ آگ بھی تفریق اعضا کرتی ہے لوہے کے پٹے سے مارنا جبکہ اس سے زخم بھی ہوا ہو، کھولتے ہوئے پانی میں ڈالنا اور گرم تندور وغیرہ میں پھینکنا بھی قتل عمد ہے، مذکورہ آلات سے ضرب لگانا یا دیگر مذکورہ طریقوں کو اختیار کرنا قاتل کے قتل کرنے کے قصد پر دلیل ہے۔ لہٰذا اس دلیل کے ہوتے ہوئے قاتل کے عمد وقصد کا زبانی انکار کرنا مسموع نہیں ہوگا۔

حکم: قاتل کو سخت گناہ ہوتا ہے اور مقتول کے وارث قاتل کو قصاص میں عدالتی فیصلہ پر قتل کرا سکتے ہیں لیکن مقتول کے وارث چاہیں تو قاتل کو معاف بھی کر سکتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے کہ باہمی رضامندی سے دیت مقرر کر کے لی جائے۔

قسم ثانی: قتل شبہ عمد

ضرب تو عمداً لگائی لیکن ایسے آلہ کے ساتھ جو تفریق اعضا نہیں کرتا جیسا کہ پتھر اور لکڑی جو دھار دار نہ ہو۔

حکم: قاتل کو گناہ ہوتا ہے اور کفارہ کے ساتھ ساتھ اس کے ذمہ میں دیت مغلظہ بھی آتی ہے۔

اگر قاتل کی جانب سے ایسے قتل کی تکرار پائی جائے تو اسے سیاستاً (انتظام کے

طور پر) قتل بھی کیا جا سکتا ہے۔

قسم ثالث: قتل خطا

- شکاری نے شکار سمجھ کر ہتھیار استعمال کیا لیکن دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ کوئی انسان تھا یا نشانہ خطا ہوا کہ ایک نشانہ پر مارا لیکن وہ خطا ہو کر کسی آدمی کو لگ گیا یا نشانہ پر لگ کر پھر کسی آدمی کو لگا جس سے وہ مر گیا۔
- ہاتھ سے لکڑی کا تختہ یا اینٹ گر پڑی جو نیچے کھڑے شخص پر پڑی اور اس سے وہ مر گیا۔
- ڈرائیور کی خطا سے ہونے والے حادثہ میں جاں بحق ہونے والا شخص بھی مقتول خطا ہے۔

حکم: ◆ قاتل کے ذمے کفارہ آتا ہے اور اس پر اور اس کی برادری یا انجمن پر دیت آتی ہے۔

◆ اس میں گناہ بھی ہوتا ہے لیکن قصد نہ ہونے کی وجہ سے کم ہوتا ہے۔

قسم رابع: قتل مثل خطا

مثلاً سویا ہوا شخص کسی دوسرے پر پلٹ گیا جس سے دوسرا شخص مر گیا۔

حکم: ♦ قاتل کے ذمے کفارہ ہوتا ہے اور اس پر اور اس کی برادری یا انجمن کے ذمے دیت آتی ہے۔

♦ اس میں گناہ بھی ہوتا ہے لیکن قصد نہ ہونے کی بناء پر کم ہوتا ہے۔

قسم خامس: قتل بسبب

- کسی ایسی زمین میں جو اپنی مملوک نہ ہو بلا اجازت کوئی کنواں یا گڑھا کھودا یا اس میں پتھر رکھ دیا جس کی وجہ سے کوئی شخص اس میں گر کر یا اس سے ٹکرا کر مر گیا۔
- سڑک پر کیلے یا خربوزے وغیرہ کے چھلکے پھینک دیئے اور اس کی وجہ سے پھسل

کر کوئی شخص مر گیا یا کچے رستے میں پانی کا چھڑکاؤ کر دیا جس سے کیچڑ و پھسلن پیدا ہوگئی اور اس سے کوئی شخص لاعلمی میں مثلاً رات کے وقت یا کوئی نابینا پھسل کر مر گیا۔

حکم: قاتل کی برادری یا یونین پر دیت آتی ہے اور قاتل کو قتل کرنے کا گناہ تو نہیں ہوتا البتہ دوسرے کی ملک میں پتھر رکھنے یا گڑھا کھودنے اور سڑک پر چھلکے پھینکنے یا نقصان دہ چھڑکاؤ کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔

میراث سے محرومی

اس پانچویں قسم کے علاوہ قتل کی باقی تمام اقسام میں قاتل اگر عاقل و بالغ ہو (اور قاتل رشتے کی بنا پر مقتول کا وارث بنتا ہو) تو قاتل میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔

کفارے کی تفصیل

قتل کی جن قسموں میں کفارے کا ذکر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ قاتل یا تو کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو یا غلام نہ ملتا ہو تو دو مہینے متواتر روزے رکھے۔

دیت کی ادائیگی

اگر قاتل کا تعلق ایسے قبائلی نظام یا جماعت یا یونین وغیرہ سے ہے جس سے ایک دوسرے کو مدد ملتی ہے تو واجب الادا دیت اس کے افراد پر تقسیم کی جائے گی جو اس کو تین سال میں ادا کریں گے۔ اگر ایسی کوئی صورت نہ ہو اور قاتل کا کوئی وارث بھی نہ ہو تو بیت المال ہونے کی صورت میں دیت اس میں سے ادا کی جائے گی اور اگر یہ بھی نہ ہو تو قاتل کو خود اپنے مال میں سے تین سال میں مکمل دیت ادا کرنا ہوگی۔

وجوب قصاص اور عدم قصاص کی صورتیں

مسئلہ: بچے اور مجنون (پاگل) نے کسی کو قتل کر دیا ہو تو اس پر قصاص نہیں آتا کیونکہ قصاص ہوتا ہے قتل عمد پر اور ان دونوں کا عمد معتبر نہیں ہوتا۔

مسئلہ: قاتل کے خلاف قصاص میں قتل کئے جانے کا فیصلہ دے دیا گیا لیکن اس غرض سے وہ ابھی مقتول کے وارثوں کے سپرد نہیں کیا گیا تھا کہ اس پر جنون طاری ہوگیا تو اب اس کو قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر دیت آئے گی۔ یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب قتل عمد کرنے والے قاتل پر فیصلہ سنائے جانے سے پیشتر جنون طاری ہوجائے، کیونکہ اس پر قصاص کے واجب ہونے کے لیے شرط ہے کہ وہ صاحب عقل ہو تا کہ اس پر وجوب آسکے جو قاضی کے فیصلہ سے آتا ہے اور مقتول کے وارثوں کے سپرد کئے جانے سے مکمل ہوتا ہے لہٰذا فیصلہ سے پہلے یا وارثوں کے سپرد کئے جانے سے پہلے جنون طاری ہوجائے تو وجوب میں خلل آجاتا ہے۔

مسئلہ: اگر مقتول کے وارثوں کے حوالے کئے جانے کے بعد قاتل پر جنون طاری ہوا تو اسے قصاص میں قتل کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ: جس شخص کو جنون بھی ہوتا ہو اور افاقہ بھی ہوتا ہو تو اگر اس نے افاقہ کی حالت میں قتل کیا تو اس کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور اگر افاقہ کی حالت میں قتل کا ارتکاب کرنے کے بعد قصاص کا فیصلہ دیئے جانے یا مقتول کے وارثوں کے سپرد کئے جانے سے پیشتر مستقل جنون لاحق ہوگیا تو قصاص ساقط ہوجائے گا۔

مسئلہ: کسی عاقل نے مجنون (پاگل) شخص کو عمداً قتل کردیا تو قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

اسی طرح سالم اعضاء والے شخص نے نابینا یا دائمی مریض یا لنگڑے لولے شخص کو قتل کیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا بلکہ یہاں تک کہ اگر مقتول ایسا ہو کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں اور دونوں کان کٹے ہوئے ہوں اور اسی طرح اس کے آلات تناسل بھی کٹے ہوئے ہوں اور وہ دونوں آنکھوں سے نابینا بھی ہو تب بھی سالم اعضاء والے قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ: کسی شخص کو زہر پلایا جس سے وہ مرگیا تو اگر زہر اس کو پکڑایا تھا اور متوفی نے یہ جانے بغیر کہ وہ کیا چیز ہے کھا پی لیا اور مرگیا یا مجرم نے کسی شربت وغیرہ میں زہر ملا

کردیا اور متوفی نے وہ لے کر پی لیا جس سے وہ مر گیا تو زہر پلانے والے پر قصاص ودیت نہیں آئے گی البتہ اس کو قید میں رکھا جائے گا اور اس کو تعزیر بھی کی جائے گی۔

اور اگر زہر متوفی کے ہونٹوں میں ٹپکایا یا اس کو زہر پینے پر مجبور کردیا تو پلانے والے کی برادری یا یونین پر دیت آئے گی۔

مسئلہ: ایک نے کسی کی گردن کاٹی اور اس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہا۔ ابھی روح باقی تھی کہ دوسرے نے اس کی باقی گردن بھی کاٹ دی تو قصاص پہلے سے لیا جائے گا نہ کہ دوسرے سے کیونکہ اس وقت وہ مردہ کے حکم میں تھا۔ (البتہ دوسرے کو تعزیر کی جائے گی)۔

مسئلہ: حالت نزع میں مبتلا شخص کو کسی نے قتل کردیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ اگرچہ قاتل کو علم بھی ہو کہ مقتول زندہ بچنے والا نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مریض کبھی نزع کے مشابہ حالت میں ہوجاتا ہے بلکہ کبھی ایسا ساکن وساکت ہوجاتا ہے کہ اس کو مردہ خیال کیا جانے لگتا ہے لیکن پھر طبیعت بحال ہوجاتی ہے اور افاقہ ہوجاتا ہے۔

مسئلہ: ایک شخص کا کسی نے دھار دار آلے سے پیٹ چاک کردیا اور دوسرے نے بعد میں اس کی گردن اڑا دی، تو اگر پیٹ چاک کئے جانے کے بعد مقتول کے زندہ رہنے کا کچھ امکان تھا تو قصاص میں گردن اڑانے والے کو قتل کیا جائے گا اور اگر مقتول کے زندہ رہنے کا کچھ امکان نہ تھا تو پیٹ چاک کرنے والے کو قتل کیا جائے گا جبکہ گردن اڑانے والے کو تعزیر کی جائے گی۔

مسئلہ: عمداً ایک شخص کو زخمی کیا۔ زخمی صاحب فراش رہ کر مر گیا تو مجرم کو قصاص میں قتل کیا جائے گا کیونکہ متوفی کی موت کا ظاہری سبب وہ زخم ہے۔ البتہ اگر زخم کے تسلسل میں انقطاع پایا گیا مثلاً یہ کہ زخم بھر گیا تھا یا کسی اور شخص نے اس زخمی کی گردن اڑادی تو زخم لگانے والے پر قصاص نہیں آئے گا۔

مسئلہ: ایک شخص کو زخمی کیا اور وہ زخمی شخص مر گیا۔ مقتول کے وارثوں نے اس بات پر گواہ وثبوت پیش کئے کہ وہ زخم کے سبب سے مرا ہے جبکہ مجرم نے گواہ وثبوت پیش کئے کہ زخمی کے زخم بھر گئے تھے اور ایک مدت کے بعد وہ کسی اور سبب سے یا اپنی قدرتی

موت مرا ہے تو مقتول کے وارثوں کے گواہوں اور ثبوت کو ترجیح حاصل ہوگی۔

مسئلہ: مجنون نے کسی شخص پر ہتھیار اٹھایا اور اس حالت میں اس شخص نے مجنون کو عمداً قتل کر دیا تو قاتل کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی۔

مسئلہ: کوئی شخص یہ اقرار کرے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے قہریہ پڑھ کر فلاں کو ہلاک کیا تو اقرار کرنے والے پر کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ شریعت نے اسمائے قہریہ کو آلہ قتل یا سبب قتل قرار نہیں دیا ہے۔

تنبیہ: یہ شریعت کا طے شدہ قاعدہ ہے کہ **لا قود الا بالسیف** (قصاص صرف تلوار کے ذریعہ ہوتا ہے) تلوار کے ساتھ نیزہ وخنجر جیسے ہتھیار بھی ملحق ہیں۔ سزائے قتل میں پھانسی دینے کا جو طریقہ رائج ہے یہ غیر شرعی ہے، کیونکہ اس میں کسی ہتھیار کا استعمال نہیں ہوتا۔ بندوق، کلاشنکوف اور تیر وغیرہ سے نشانہ لے کر قصاص میں قتل کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ذی روح کو (جو اپنے قابو میں ہو) نشانہ مت بناؤ۔

اعضاء وجوارح میں وجوب قصاص

قواعد وضوابط

☐ ۱ ان میں ہتھیار کے استعمال کا حکم ایک ہی ہے۔

☐ ۲ قصاص ہر اس زخم میں ہوگا جس میں مماثلت کی رعایت ممکن ہو۔ اور اگر یہ رعایت ممکن نہ ہو تو پھر قصاص نہیں آتا بلکہ دیت لازم آتی ہے۔

ہاتھ بازو اور ٹانگ

مسئلہ: اگر قطع کرنے والے کا ہاتھ شل لیکن قابل انتفاع ہو یا ناقص انگلیوں والا ہو تو مجروح کو خیار حاصل ہوگا کہ قصاص وصول کرے یا دیت لے۔

مسئلہ: اگر قطع کرنے کے وقت قاطع کا ہاتھ صحیح تھا بعد میں شل ہوا تو مجروح کو دیت نہ ملے گی کیونکہ اس کا حق قطع کرنے والے کے صرف ہاتھ میں تھا۔

مسئلہ: ٹانگ اور بازو اگر درمیان سے کٹے ہوں تو مماثلت ممکن نہ ہونے کی بنا پر قصاص نہ ہوگا۔

مسئلہ: ہاتھ، بازو، ٹانگ اور انگلیوں کو جوڑ سے کاٹنے میں قصاص ہوتا ہے۔

مسئلہ: قاطع کا ہاتھ صحیح سالم تھا جبکہ مجروح کا ہاتھ شل تھا تو قصاص نہیں ہوگا۔

ناک کا نرم حصہ

اگر مجرم کی ناک نسبتاً چھوٹی ہو یا اس کے سونگھنے کی حس ختم ہو چکی ہو یا اس کی ناک میں کچھ اور نقص ہو تو مجروح کو حق حاصل ہوتا ہے کہ چاہے تو مجرم کی ناک کاٹنے کا مطالبہ کرے اور چاہے تو دیت لے لے۔

کان

پورے یا کچھ کان کاٹنے میں زخم کی حدود ایسی ہوں کہ مجرم میں اس کی مماثلت کی رعایت کرنا ممکن ہو تو قصاص آئے گا۔ اگر مجرم کا کان چھوٹا ہو یا پھٹا ہوا ہو یا چرا ہوا ہو یا کٹا ہوا ہو اور مجروح کا کان بڑا ہو یا سالم ہو تو مجروح کو اختیار ہوگا کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت طلب کرے اور اگر مجروح کا کان ناقص ہو تو پھر اس کو مناسب تاوان ملے گا۔

آنکھ

آنکھ پر ضرب لگائی جس سے بینائی زائل ہوگئی لیکن آنکھ کا ڈھیلا اپنی جگہ باقی رہا تو دیکھیں گے۔

- اگر دو ماہرین امراض چشم یہ فیصلہ دے دیں کہ بینائی مستقل طور پر زائل ہوگئی ہے تو قصاص لیا جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص نے کسی کی آنکھ پر ضرب لگائی جس سے اگرچہ آنکھ کا ڈھیلا تو سلامت رہا اور سفیدی بھی نہیں آئی لیکن بینائی مستقل طور پر زائل ہوگئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا لیکن

انہوں نے جواب نہیں دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے قصاص کا فیصلہ دیا اور اس کی ترکیب بتائی کہ مجرم کی آنکھ کے گرد چہرے پر گیلی روئی وغیرہ جمادی جائے اور پھر آنکھ کے پاس صیقل شدہ لوہے کو خوب تپا کر سرخ کرکے لایا جائے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے اتفاق کیا۔ آج کل شعاعوں کے ذریعے ایسا کیا جاسکتا ہے۔

- اور اگر بینائی مکمل طور پر لوٹ آئی تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا۔
- اور اگر بینائی لوٹ آئی لیکن اس میں کمی رہی پوری بحال نہیں ہوئی تو مناسب تاوان دلایا جائیگا۔

کسی کی آنکھ پھوڑ دی

مجرم کی آنکھ میں سفیدی ہے جس کی بنا پر اس کی بینائی کمزور ہے تو مجروح کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو قصاص لے اور چاہے تو دیت لے۔

آنکھ پر ضرب لگائی جس سے آنکھ پر سفیدی آ گئی اور اس کی وجہ سے بینائی باقی نہ رہی تو قصاص نہیں آئے گا۔

بھینگی آنکھ پھوڑنے میں قصاص نہیں ہے۔

دائیں آنکھ پھوڑی جبکہ مجرم کی بائیں آنکھ بیکار تھی تو قصاص میں مجرم کی دائیں آنکھ پھوڑی جائے گی۔ اگرچہ وہ اس طرح مکمل طور پر نابینا رہ جاتا ہے۔

دانت

مسئلہ: ضرب لگا کر کسی کا دانت اکھیڑ دیا تو اگر بلا کسی ضرر کے مجرم کا دانت اکھیڑا جاسکتا ہو تو قصاص میں اس کا دانت اکھیڑا جائے گا اور اگر مسوڑھوں یا دوسرے دانتوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو جیسا کہ اس صورت میں ہوتا ہے، جب دانت آپس میں بہت ملے ہوئے ہوں اور ان کے درمیان مناسب خلا نہ ہو تو ریتی سے مسوڑھے تک اس کو گھسا جائے گا۔

مسئلہ: اگر مجرم کا دانت سیاہ، زرد، سبز یا سرخ ہو تو مضروب کو اختیار ہوگا کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت وصول کرے۔ اور اگر مضروب کا دانت ہی عیب دار تھا تو

قصاص نہیں لے سکے گا البتہ اس کو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ: قصاص لینے میں گرائے ہوئے دانت کی قسم اور اس کے اوپر والے یا نیچے والے ہونے کا اعتبار کیا جائے گا۔

مسئلہ: ضرب سے دانت چوڑائی میں نامکمل ٹوٹ گیا تو اگر باقی دانت سیاہ نہ ہوا تو قصاص آئے گا اور جتنا دانت ٹوٹا ہے اتنی مقدار میں مجرم کے دانت کو گھسا جائے گا اور اگر باقی دانت سیاہ ہوگیا تو قصاص نہیں آئے گا البتہ دیت آئے گی۔ مضروب کو یہ حق نہیں ہوگا کہ ٹوٹی ہوئی مقدار کے برابر قصاص لے اور اگر دانت لمبائی میں ٹوٹا تو قصاص نہیں ہوگا بلکہ مضروب کو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ: ایک شخص کا ہاتھ منہ میں لے کر دانتوں سے کاٹا، زخمی نے زور سے اپنا ہاتھ کھینچا جس سے مجرم کا دانت اکھڑ گیا تو قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ضرب سے دانت کا کچھ حصہ ٹوٹ گیا پھر باقی خود بخود گر گیا تو قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر ضرب لگنے سے دانت ہلنے لگا تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر گرا نہیں تو علاج کے لیے مناسب تاوان ملے گا اور اگر گر گیا تو عمد کی صورت میں قصاص ہوگا اور خطا کی صورت میں دیت آئے گی۔

مسئلہ: دانت ہلنے کی صورت میں مضروب سال کی مہلت کے بعد آیا اور اس کا دانت گرا ہوا تھا اور ضارب و مضروب میں اختلاف ہوا کہ دانت ضرب کی وجہ سے گرا ہے یا نہیں تو اگر دانت سال کے دوران میں گرا ہو تو مضروب کے قول کو ترجیح ہوگی کہ دانت ضارب کی ضرب کے سبب سے گرا ہے اور اگر دانت سال کے بعد گرا ہو تو ضارب کے قول کو ترجیح حاصل ہوگی کہ دانت اس کی ضرب کی وجہ سے نہیں گرا ہے۔

مسئلہ: بچے کا دانت اکھاڑنے میں ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر دوسرا دانت اگ آیا تو قصاص ساقط ہوجائے گا ورنہ قصاص لیا جائے گا۔

مسئلہ: ایک شخص کی ضرب سے دانت سیاہ ہوگیا بعد میں دوسرے شخص کی ضرب کی وجہ سے وہ دانت اکھڑ گیا تو پہلے شخص کے ذمے دانت کی پوری دیت آئے گی جبکہ دوسرے

کے ذمہ مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ: قصاص میں اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ مجرم کا دانت مضروب کے مقابلے میں بڑا ہے۔

مسئلہ: باکسنگ کھیلتے ہوئے ایک نے دوسرے کا دانت توڑ دیا تو قصاص ہوگا اور اگر دونوں ایک دوسرے کو مثلاً مارو مارو کہہ رہے تھے تو قصاص نہیں ہوگا۔

زبان

مسئلہ: زبان خواہ پوری کاٹی گئی ہو یا اس کا کچھ حصہ بہرحال قصاص نہیں آتا بلکہ دیت آتی ہے خواہ بالغ شخص کی ہو یا چھوٹے، لیکن بولنے والے بچے کی۔

مسئلہ: گونگے اور شیر خوار بچے کہ جس نے صرف رونے کی آواز نکالی ہو اس کی زبان کاٹنے میں بھی قصاص نہیں ہوتا بلکہ مناسب تاوان ہوتا ہے۔

عضو تناسل

مسئلہ: تنہا حشفہ (Glans Penis) کاٹا ہو تو اس میں قصاص ہے اس کے علاوہ عضو تناسل کو خواہ درمیان سے کاٹا ہو یا جڑ سے کاٹا ہو قصاص نہیں ہے بلکہ دیت ملے گی۔

مسئلہ: خصی اور عنین کے عضو تناسل کو کاٹنے کی صورت میں مناسب تاوان ملے گا۔

ہونٹ

مسئلہ: پورا ہونٹ کاٹا تو قصاص ہوگا اور اگر ہونٹ کا کچھ حصہ کاٹا تو قصاص نہیں ہوگا۔

زخم: سر اور چہرے کے زخم کو عربی میں شجہ کہتے ہیں جس کی جمع شجاج (Head Injuries) ہے۔

سر اور چہرے کے علاوہ باقی جسم پر زخم کو جراحت کہتے ہیں۔

سینہ اور پیٹ کے زخم جائفہ کہلاتے ہیں۔

جراحت کا حکم:

اس میں مناسب تاوان آتا ہے اور مناسب تاوان سے یہاں مراد زخم کے ٹھیک ہونے تک اپنا خرچہ اور علاج معالجہ کے اخراجات ہیں۔

شجاج: ان کی گیارہ قسمیں ہیں۔

- **حارصہ:** جس میں جلد پر صرف خراش آئے۔
- **دامعہ:** کھال اتنی چھل جاتی ہے کہ خون نظر آنے لگے لیکن بہے نہیں۔
- **دامیہ:** کھال اتنی چھل جائے کہ خون نکل کر بہنے لگے۔
- **باضعہ:** کھال کٹ جائے۔
- **متلاحمہ:** زخم گوشت تک پہنچ جائے۔
- **سمحاق:** جس میں زخم گوشت اور کھوپڑی کے درمیان باریک جھلی (Periosteum) تک پہنچ جائے۔
- **موضحہ:** جس میں کھوپڑی کی ہڈی نظر آنے لگے۔
- **ہاشمہ:** جس میں کھوپڑی کی ہڈی ٹوٹ جائے۔
- **منقلہ:** جس میں ہڈی ٹوٹنے کے بعد اپنی جگہ سے ہل جائے۔
- **آمہ:** جس میں زخم دماغ کے گرد جھلی (Meninges) تک پہنچ جائے۔
- **دامغہ:** جس میں دماغ باہر نکل آئے۔

شجاج کا حکم

مسئلہ: عمداً زخم لگانے میں موضحہ اور اس سے کمتر زخموں میں قصاص آتا ہے جبکہ بقیہ شجہ کی اقسام میں قصاص نہیں آتا۔

مسئلہ: خطا سے زخم لگانے کی صورت میں حارصہ سے سمحاق تک کے زخموں میں مناسب تاوان آتا ہے جبکہ موضحہ میں کل دیت کا بیسواں حصہ، ہاشمہ میں دسواں حصہ، منقلہ میں ساڑھے ساتواں حصہ اور آمہ میں تہائی حصہ ہوتا ہے۔

جائفہ: یہ وہ زخم ہوتا ہے جو سینہ یا پیٹ کے جوف (Cavity) تک پہنچ جائے۔

مسئلہ: جائفہ میں تہائی دیت واجب ہوتی ہے اور اگر آلہ زخم جوف میں ایک طرف

سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکل جائے تو یہ جائفہ کے دو زخم شمار ہوں گے لہٰذا ان میں دو تہائی دیت آئے گی۔

مسئلہ: جائفہ میں بھی قصاص نہیں ہوتا۔

مزید مسائل

مسئلہ: جن شجاج میں قصاص نہیں آتا ان میں عمد و خطا کا ایک ہی حکم ہے یعنی دونوں صورتوں میں دیت آتی ہے۔

مسئلہ: مختلف شجاج اور جائفہ میں دیت اس صورت میں نہ ملے گی جب زخم مندمل ہوجائے اور اس کا کچھ اثر باقی نہ رہے۔البتہ امام محمدؒ کے نزدیک علاج معالجہ کے اخراجات ملزم کے ذمے واجب ہوں گے اور اگر اندمال کے بعد کچھ اثر خواہ وہ کتنا قلیل ہو باقی رہے تو دیت لازم آئے گی۔

مسئلہ: سر اور چہرے کے علاوہ جسم کے دیگر حصوں پر زخموں میں جب ہڈی نظر آنے لگے یا ہڈی ٹوٹ جائے اور اندمال کے بعد کچھ اثر باقی رہے تو مناسب تاوان ملے گا اور اگر زخم کا کچھ بھی اثر باقی نہ رہے تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا البتہ امام محمدؒ کے نزدیک علاج معالجہ کے اخراجات ملیں گے۔

مسئلہ: زخم میں قصاص مجروح کے زخم کے بھر جانے کے بعد لیا جائے گا کیونکہ ایک وجہ تو یہ ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زخم میں اس وقت تک قصاص لینے سے منع فرمایا ہے جب تک زخمی کا زخم نہ بھر جائے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زخموں میں انجام کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ ان میں احتمال ہوتا ہے کہ زخم سرایت کر جائے اور موت واقع ہوجائے تو اس طرح انجام کے اعتبار سے یہ قتل واقع ہوتا ہے۔

مسئلہ: کوئی نوک دار چیز منہ میں چبھوئی جو دماغ تک پہنچ گئی تو مناسب تاوان ہوگا۔ آنکھ میں کوئی تیر وغیرہ لگا جو گدی تک چلا گیا تو (ایک) آنکھ میں نصف دیت اور باقی زخم میں مناسب تاوان ہوگا اور اگر وہ تیر وغیرہ دماغ تک پہنچا تو آنکھ کی دیت کے علاوہ مزید تہائی دیت ملے گی۔

مسئلہ: کوئی باریک نوک دار سلائی ایک کان میں داخل کی اور وہ دوسرے کان تک پہنچ گئی تو مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: موضحہ زخم لگایا جس سے عقل جاتی رہی یا سر کے تمام بال گر گئے اور پھر دوبارہ نہیں اگے تو موضحہ کا ارش دیت میں داخل شمار ہوگا (یعنی دیت سے علیحدہ موضحہ کا ارش نہیں ملے گا)

تنبیہ: موضحہ کا ارش دیت میں داخل شمار ہو، ایسا صرف ان مذکورہ دو صورتوں میں ہوتا ہے۔

مسئلہ: اور اگر کچھ بال گر گئے تو موضحہ کا ارش واجب ہوگا جس میں بالوں کا ارش بھی داخل شمار ہوگا۔

مذکورہ بالا حکم اس وقت ہے جب بال دوبارہ نہ اگے ہوں اور اگر بال دوبارہ اگ آئے اور جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو گئے تو کچھ نہ ملے گا۔

مسئلہ: ابرو پر موضحہ زخم لگایا جس سے ابرو کے بال گر گئے اور دوبارہ نہیں اگے تو نصف دیت آئے گی جس میں موضحہ کا ارش بھی شمار ہوگا۔

مسئلہ: اگر موضحہ زخم کی وجہ سے مجروح کی سماعت، بصارت یا قوت گویائی زائل ہو جائے تو دیت کے ساتھ ساتھ موضحہ کا ارش بھی ملے گا۔

مسئلہ: عمداً موضحہ زخم لگایا جس سے دونوں آنکھیں ضائع ہوگئیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قصاص نہیں ہوگا بلکہ آنکھوں اور موضحہ میں دیت ہوگی جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک موضحہ میں قصاص اور آنکھ میں دیت ہوگی۔

دیت

دیت (خون بہا) وہ مال ہوتا ہے جو جان کے بدلے میں واجب الادا ہو اور ارش وہ مال ہوتا ہے جو اعضاء و جوارح پر جنایت کے بدلے میں واجب الادا ہو۔ ارش کو کبھی دیت بھی کہہ دیتے ہیں۔

مسئلہ: قتل خطا، قتل مثل خطا، قتل شبہ عمد اور قتل بسبب میں اور اسی طرح بچے اور مجنون

کے قتل کرنے کی صورت میں دیت آتی ہے جو عاقلہ کے ذمے ہوتی ہے۔ اور تین سالانہ قسطوں میں واجب الادا ہوتی ہے البتہ اگر باپ اپنے بیٹے کو عمداً قتل کردے تو خود اس کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی جو تین سال میں واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ: ہر وہ قتل عمد جس میں کسی شبہ کی بنا پر قصاص ساقط ہوجائے اس میں قاتل کے اپنے مال میں سے دیت تین سال میں واجب الادا ہوتی ہے۔

مسئلہ: ہر وہ ارش اور دیت جو باہمی صلح کی بنا پر واجب ہو وہ فوری طور پر واجب الادا ہوتی ہے۔

مسئلہ: قتل کی دیت کی ادائیگی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک صرف سونے، چاندی اور اونٹوں میں سے کسی ایک میں کی جاسکتی ہے۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک گایوں، بھیڑ بکریوں اور کپڑوں کی صورت میں بھی کی جاسکتی ہے۔

اونٹ سو ہوتے ہیں جو:

- قتل خطا میں پانچ قسموں کے ہوتے ہیں بیس ایک سال کی اونٹنیاں، بیس ایک سال کے اونٹ، بیس دو سال کی اونٹنیاں، بیس تین سال کے اونٹ اور بیس چار سال کے اونٹ۔
- اور قتل شبہ عمد میں چار قسموں پر ہوتے ہیں۔ پچیس ایک سال کی اونٹنیاں، پچیس دو سال کی اونٹنیاں، پچیس تین سالہ اونٹ اور پچیس چار سالہ اونٹ۔

گائیں دو سو ہوتی ہیں۔

بھیڑ بکریاں ...... دو ہزار

کپڑے ...... دو دو کپڑوں پر مشتمل دو سو جوڑے۔

سونا ...... ایک ہزار دینار یعنی تین سو چھتّر تولے۔

چاندی دس ہزار درہم، یعنی دو ہزار چھ سو پچیس تولے۔

مسئلہ: مسلمان، ذمی اور ویزا لے کر آئے ہوئے کافر کی دیت برابر ہے۔

مسئلہ: عورت کی دیت اور ارش مرد کی دیت اور ارش کا نصف ہوتی ہے۔

تنبیہ: عورت کی دیت میں تفاوت چونکہ شریعت سے ثابت ہے لہٰذا یہ محل اعتراض تو ہے ہی نہیں البتہ اس کی عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ شریعت نے عورتوں اور بچوں اور دائمی مریضوں اور اپاہجوں کے خرچے ان کے رشتہ دار مردوں کے ذمے لگائے ہیں جبکہ عورتوں کے ذمے کسی کا کوئی خرچہ نہیں لگایا۔ لہٰذا مرد کے قتل کی صورت میں احترام نفس کے علاوہ اس کے عیالدار معاشی طور پر بھی متاثر ہوتے ہیں جبکہ عورت کے قتل کی صورت میں صرف احترام نفس کی ہتک ہے اور کچھ نہیں، احترام نفس کی حد تک تو دونوں کی دیت برابر ہے۔ البتہ عیالداری کی بنا پر مرد کے وارثوں کو اتنی رقم اور دلوائی جاتی ہے اور اسے بھی دیت شمار کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی قتل کے سبب سے واجب ہوتی ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ: وہ جنایت کہ جس میں کوئی متعین ارش نہیں ہے بلکہ مناسب تاوان ملتا ہے اگر عورت پر ہو تو اس بارے میں فقہا کی دو رائیں ہیں ایک یہ کہ مرد کو ملنے والے تاوان کے مساوی ملے گا اور دوسری یہ کہ اس کا نصف ملے گا۔

دیت یا ارش واجب ہونے کی صورتیں

بالوں میں

مسئلہ: کسی کا سر مونڈ دیا اور دوبارہ بال نہیں اگے تو پوری دیت واجب ہوگی۔ ارش میں مرد عورت، بچے، بڑے سب کا حکم یکساں ہے۔ البتہ پہلے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس دوران میں بال نہ اگے تب دیت واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ: ابرو کے بال اس طرح مونڈے یا اکھیڑے کہ بالوں کی جڑوں کے مقام برباد ہوگئے جس سے پھر بال دوبارہ نہ اگے تو ایک طرف میں نصف دیت اور دونوں طرف میں پوری دیت واجب ہوگی۔

مسئلہ: اسی طرح ایک پلک کے بال کاٹے یا اکھیڑے اور ان کی جڑیں برباد کردیں تو چوتھائی دیت ہوگی۔ دو پلکوں میں نصف دیت اور چاروں پلکوں میں پوری دیت ہوگی۔

مسئلہ: کسی کی داڑھی مونڈ دی اور پھر سال بھر تک دوبارہ بال نہ اگے تو پوری دیت آئے گی اور اگر آدھی مونڈی تو تب بھی پوری دیت آئے گی۔

مسئلہ: سر اور داڑھی کے بال مونڈنے میں عمد اور خطا دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ: اگر ٹھوڑی پر داڑھی کے صرف گنتی کے چند بال تھے تو ان کو مونڈنے کی صورت میں کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ٹھوڑی اور رخساروں پر علیحدہ علیحدہ بال تھے تو مناسب تاوان واجب ہوگا جب کہ ٹھوڑی اور رخساروں کے بالوں کے متصل ہونے کی صورت میں پوری دیت واجب ہوگی۔ اور اگر داڑھی کے بال دوبارہ اتنے ہی اگ آئے جتنے پہلے تھے تو کچھ نہ ملے گا البتہ مجرم کو کچھ تعزیر کی جائے گی۔

مسئلہ: اگر داڑھی پہلے سیاہ تھی۔ اب دوبارہ جو نکلی تو سفید نکلی تو اس پر مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ: مونچھیں مونڈ دیں اور وہ بعد میں دوبارہ نہ اگیں تو مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: دونوں اٹھے ہوئے کان خطا سے کاٹنے میں پوری دیت ہوگی جبکہ ایک کان میں نصف دیت ہوگی۔

مسئلہ: اگر کان سوکھے ہوئے یا پست تھے تو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ: اگر کانوں پر ضرب لگائی جس سے قوت سماعت ضائع ہوگئی تو پوری دیت ہوگی۔

آنکھوں میں

مسئلہ: خطا سے دونوں آنکھیں پھوڑی گئیں تو کامل دیت ہوگی جبکہ ایک آنکھ میں نصف دیت ہوگی۔

مسئلہ: اگر آنکھ تو نہ پھوٹی اور ڈھیلے بحال رہے لیکن ضرب سے بصارت زائل ہوگئی تو دونوں آنکھوں میں کامل دیت ہوگی جبکہ ایک آنکھ میں نصف دیت ہوگی۔

مسئلہ: کانے کی ایک آنکھ میں نصف دیت ہوگی۔

مسئلہ: پپوٹے، پلکوں سمیت کاٹ دے تو پوری دیت ہوگی۔

مسئلہ: اگر پلکوں سے عاری پپوٹے کاٹے تو پوری دیت ہوگی۔

مسئلہ: ایک شخص نے پلکیں کاٹیں اور دوسرے نے پپوٹے کاٹے تو پلکیں کاٹنے والے پر پوری دیت آئے گی اور پپوٹے کاٹنے والے پر مناسب تاوان ہوگا۔

ناک میں:

مسئلہ: خطا سے ناک کاٹنے میں کامل دیت ہوگی۔

مسئلہ: ناک کے نرم حصہ کاٹنے میں بھی کامل دیت ہے۔

مسئلہ: اگر ناک کا نصف بانسہ کاٹا تو اس میں کامل دیت ہوگی اور عمد کی صورت میں بھی قصاص نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ناک پر ضرب لگائی جس سے سونگھنے کی قوت ضائع ہوگئی تو کامل دیت ہوگی۔

مسئلہ: بچے کی ناک، کان میں بھی پوری دیت ہوگی۔

دانتوں میں

مسئلہ: ایک دانت میں خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو کل دیت کا بیسواں حصہ آتا ہے۔

مسئلہ: ایسا صرف دانتوں ہی میں ہوتا ہے کہ ان کا ارش جان کی دیت سے متجاوز ہوجائے۔ لہٰذا اگر اٹھائیس دانت گرائے تو چودہ ہزار درہم اور بتیس دانت گرائے تو سولہ ہزار درہم ارش ہوگا۔ یہ رقم تین سال میں واجب الادا ہوگی۔

مسئلہ: ضرب لگا کر ایک شخص کا دانت نکال دیا۔ اگر اس کی جگہ دوسرا دانت اگ آیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ارش ساقط ہوجائے گا۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک پورا ارش ملے گا۔

مسئلہ: اگر نکالے ہوئے دانت کی جگہ سیاہ دانت نکلا تو کامل ارش ملے گا۔

مسئلہ: دانت اکھیڑا، مجروح نے نکلے ہوئے سیاہ دانت کو واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا اور اس پر (مسوڑھوں کا) گوشت چڑھ آیا تب بھی ارش میں کچھ کمی نہ آئے گی۔

مسئلہ: دانت پر ضرب لگائی جس سے وہ ہلنے لگا تو سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر ہلنا تو بند ہوگیا لیکن دانت سبز یا سرخ ہوگیا تو دانت کا ارش ملے گا۔ یعنی پانچ سو درہم اور اگر دانت پیلا یعنی زرد ہوگیا تو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر دانت سیاہ ہوگیا تو:

(الف) اس سے اگر چبانے کی منفعت زائل ہوگئی تو دانت کا ارش ملے گا۔

(ب) اور اگر چبانے کی منفعت زائل نہ ہوئی اور پیچھے ہونے کی بنا پر منفعت جمال بھی فوت نہ ہوئی ہو تو مجروح کو کچھ نہ ملے گا۔

زبان کی دیت

مسئلہ: پوری زبان کاٹنے میں کامل دیت ہے۔

مسئلہ: اگر زبان کا کچھ حصہ کاٹا تو:

○ ۱ اگر اس کے بعد کلام پر سرے سے قادر نہ ہو یا اکثر حروف ادا نہ کر سکتا ہو تو مجرم کے ذمے کامل دیت ہوگی۔

○ ۲ اور اگر صرف چند حروف کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو مناسب تاوان ملے گا۔

مسئلہ: گونگے کی زبان میں مناسب تاوان ہوگا۔ جبکہ صرف اتنی کٹی ہو کہ ذائقہ کی منفعت برقرار ہو۔

مسئلہ: بچے کی زبان کاٹی تو اگر وہ باتیں کرتا تھا تو کامل دیت ہوگی اور اگر اتنا چھوٹا تھا کہ صرف رونے کی آواز نکلتی تھی تو مناسب تاوان آئے گا۔ جبکہ صرف اتنی کٹی ہو کہ ذائقہ کی منفعت برقرار ہو۔

جبڑوں کی دیت

مسئلہ: دو جبڑوں میں کامل دیت ہوتی ہے جبکہ ایک جبڑے میں نصف دیت ہوتی ہے۔

قاعدہ

اطراف (یعنی ہاتھ پیروں ٹانگوں وغیرہ) میں قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی منفعت کی جنس یا کوئی جمال جو مقصود ہو کامل طور پر فوت ہو جائے تو کامل دیت واجب ہوتی ہے۔

ہاتھوں پیروں کی دیت

مسئلہ: دونوں ہاتھ جب خطا سے کاٹے جائیں تو کامل دیت آتی ہے جبکہ ایک ہاتھ میں

نصف دیت آتی ہے۔ دائیں بائیں کا کوئی فرق نہیں ہے۔

مسئلہ: خنثیٰ کے ہاتھ میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اتنی دیت ہوتی ہے جتنی عورت کے ہاتھ میں ہوتی ہے جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس میں مرد کے ہاتھ کی نصف دیت اور عورت کے ہاتھ کی نصف دیت کے مجموعہ کے برابر واجب ہوتی ہے۔

مسئلہ: ہاتھ پاؤں کی ہر انگلی میں خواہ وہ کوئی سی بھی ہو دیت کا دسواں حصہ آتا ہے وہ انگلی جس میں تین جوڑ ہوتے ہیں ان میں ہر جوڑ میں دیت کا تیسواں حصہ آتا ہے اور جس انگلی میں دو جوڑ ہوتے ہیں ان میں ہر جوڑ میں دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے۔

مسئلہ: زائد انگلی میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: شل ہاتھ میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: جب بعض انگلیوں یا تمام انگلیوں سمیت ہتھیلی کاٹی تو اس میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے۔

۱ ✡ پانچوں انگلیوں سمیت ہتھیلی کاٹی تو ہتھیلی کو انگلیوں کے تابع سمجھا جائے گا اور صرف انگلیوں کا ارش لازم ہوگا۔

۲ ✡ اگر کٹی ہوئی ہتھیلی میں تین انگلیاں تھیں تب بھی صرف تین انگلیوں کا ارش یعنی تین ہزار درہم واجب ہوگا۔ ہتھیلی میں کچھ نہ ملے گا۔

مسئلہ: کسی کے ہاتھ پر ضرب لگائی جس سے وہ شل ہوگیا تو کامل دیت آئے گی۔

مسئلہ: اگر انگلی کا اوپر کا جوڑ کاٹ دیا اور باقی انگلی شل اور بالکل بیکار ہوگئی تو قصاص تو نہیں ہوگا البتہ پوری انگلی میں ارش ہوگا اور اگر باقی انگلی شل ہوئی لیکن بالکل بیکار نہ ہوئی تو کٹے ہوئے جوڑ میں ارش اور باقی میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: بازو توڑنے کی صورت میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: بازو (Arm) کو درمیان سے کاٹا تو ہاتھ کی دیت ہوگی اور بازو سے ہتھیلی کے درمیان تک کے حصے میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: بچہ جب تک بیٹھا اور چلا نہ ہو اور نہ ہی اس نے اپنے ہاتھ پیر کو حرکت دی ہو تو

ان میں مناسب تاوان ہوتا ہے۔ اور جب وہ ہاتھوں پیروں کو ہلانے لگا ہوتو کامل دیت آتی ہے۔

مسئلہ: لنگڑی ٹانگ کاٹنے میں مناسب تاوان آتا ہے۔

مسئلہ: آدھی پنڈلی سے ٹانگ خطا سے کاٹی تو پاؤں کی وجہ سے دیت آئے گی اور بقیہ حصے کی وجہ سے مناسب تاوان آئے گا۔

مسئلہ: ران کی ہڈی توڑ دی جو جڑ گئی اور سیدھی ہوگئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کچھ واجب نہ ہوگا جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: بازو یا ٹانگ یا اور کسی جگہ کی ہڈی توڑ دی اور وہ جڑ گئی اور جیسی پہلے تھی ویسی ہی ہوگئی تو کچھ دیت وارش نہ ہوگا۔ اور اگر اس میں کچھ ٹیڑھ رہ گیا تو اسی حساب سے دیت آئے گی۔

مسئلہ: انگلی کے پوروں میں مناسب تاوان آتا ہے۔

ناخن کی دیت

ناخن اگر دوبارہ پہلے کی طرح اگ آیا تو کچھ ارش نہ ہوگا۔ اور اگر نہ اگا تو مناسب تاوان ہوگا اور اگر عیب دار اگا تو اس سے کمتر تاوان ہوگا۔

پستان کی دیت

مسئلہ: مرد کے دونوں پستانوں میں مناسب تاوان ہوتا ہے جبکہ اس کے سر پستانوں میں اس سے کمتر تاوان ہوتا ہے۔

مسئلہ: مرد کے ایک پستان میں اس کے دو میں واجب ہونے والے تاوان کا نصف ہوگا۔

مسئلہ: عورت کے دونوں پستانوں میں کامل دیت ہوگی، ایسے ہی دونوں سر پستانوں میں پوری دیت اور ایک پستان میں نصف دیت ہوگی۔

آلات تناسل کی دیت

مسئلہ: اگر کسی مرد کی پشت پر ضرب لگائی جس سے وہ جماع کرنے کے قابل نہ رہا یا وہ کبڑا ہو گیا تو کامل دیت آئے گی۔ اور اگر نہ تو قوت جماع ضائع ہوئی اور نہ ہی کبڑا پن پیدا ہوا البتہ زخم کا اثر باقی رہا تو مناسب تاوان آئے گا اور اگر ضرب کا کچھ اثر بھی باقی نہ رہا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک کچھ نہ ملے گا جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک علاج معالجہ کا خرچہ مجروح کو ملے گا۔

مسئلہ: مرد کے آلہ تناسل (Penis) میں کامل دیت ہوگی۔ خصی (Castrated) کے آلہ تناسل میں مناسب تاوان ملے گا خواہ اس میں حرکت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو اور خواہ وہ خصی جماع پر قادر ہو یا نہ ہو۔ یہی حکم عنین (نامرد Impotent) کے آلہ تناسل کا ہے کہ اس میں مناسب تاوان ہوتا ہے۔ بوڑھا اگر جماع پر قادر نہ ہو تو اس کے آلہ تناسل میں بھی مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: حشفہ (Glans Penis) کے کاٹنے میں بھی کامل دیت آتی ہے۔

مسئلہ: دونوں خصیتین میں کامل دیت ہوتی ہے۔

مسئلہ: صحیح سالم شخص کے آلہ تناسل اور خصیتین کو خطا سے کاٹ دیا تو اگر پہلے آلہ تناسل کو کاٹا تو مجرم پر دو دیتیں ہوں گی۔ اور اگر پہلے خصیتین کو کاٹا تو خصیتین میں کامل دیت ہوگی اور آلہ تناسل میں مناسب تاوان ہوگا۔

مسئلہ: اور اگر ران کی جانب سے خصیتین اور آلہ تناسل دونوں کو اکٹھے ہی کاٹ دیا تو دو دیتیں ہوں گی۔

پیٹ کی دیت

مسئلہ: پیٹ پر نیزہ کا زخم لگایا جس کی وجہ سے کھانا پیٹ میں نہ ٹھہرتا ہو تو کامل دیت ہو گی۔

(اگر آپریشن کے ذریعہ معدہ یا آنت کو سی دیا جائے اور وہ خامی دور ہو جائے تو امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے قاعدے کے موافق علاج

معالجہ کا خرچہ ملنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم)

مسئلہ: اگر ضرب لگانے کی وجہ سے پیشاب نہ رکتا ہو اور سلسل بول کا مرض لاحق ہو گیا ہو تو کامل دیت ملے گی۔

مسئلہ: عورت کی شرمگاہ کو اس طرح کاٹ دیا کہ وہ پیشاب نہ روک سکتی ہو تو کامل دیت ملے گی۔

باب ۵۴

جہاد کے احکام

جہاد نام ہے اللہ کے راستے میں لڑائی میں اپنی قوت خرچ کرنا خواہ عین لڑائی میں شریک ہوکر یا مال و رائے کی معانت کے ساتھ یا (کچھ اور نہ ہوسکے تو) محض نفری بڑھانے کے ساتھ۔

رباط یعنی سرحدوں کی حفاظت کرنا بھی جہاد میں شامل ہے۔صحیح حدیث میں ہے کہ مرابط کو نماز میں پانچ سو گنا اور خرچہ میں سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔ اور اگر اسی دوران میں مر جائے تو قیامت تک اس کا عمل اور اس کا رزق جاری کر دیا جاتا ہے۔قبر کے سوال و جواب سے محفوظ رہے گا قیامت کے دن شہید اٹھایا جائے گا اور بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔

مسئلہ: ابتدائً جہاد کرنا (یعنی اگرچہ کافروں نے حملہ کرنے میں پہل نہ کی ہو) فرض ہے لیکن کفایہ ہے البتہ اگر اس علاقے میں مسلمان اتنے تھوڑے ہوں کہ ان سب کے نکلے بغیر جہاد نہ ہوسکتا ہو تو سب پر فرض عین ہوجاتا ہے۔

لیکن جہاد کی فرضیت کا ہر علاقے میں علیحدہ اعتبار ہوگا۔مشرقی یورپ میں جہاد سے پاکستان میں جہاد کا حکم ختم نہیں ہوگا۔غرض حکم یہ ہے کہ جہاد ہر وقت چلتا رہے خواہ کفار پہل کریں یا نہ کریں۔

مسئلہ: حاکم کے لیے جائز نہیں کہ وہ سرحدوں کو بقدر کفایت فوج سے خالی رکھے جو جہاد کرتی رہے۔ اگر سرحدی فوج یا لوگ مغلوب ہوجائیں تو ان کے پیچھے والوں پر فرض ہوجاتا ہے کہ وہ اسلحہ اور مال ہر طرح سے ان کی امداد کریں۔لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب جنگ اتنی دیر جاری رہے کہ پیچھے والے خبر ملنے پر ان تک پہنچ سکیں۔ اور یہ بھی اس صورت میں ہے جب سرحد پر یا کافروں کے ملک میں لڑائی ہو یا اگر مسلمان ملک

کے اندر کافروں نے حملہ کر دیا ہو لیکن مسلمانوں کی سرحدی فوج کو شکست دے کر واپس اپنے ملک میں چلے گئے ہوں۔ اگر کافروں نے مسلمان علاقے پر قبضہ جمالیا ہو تو پھر پیچھے والوں کو ہر حال میں قدرت کے ہوتے ہوئے ان سے لڑنا ضروری ہے۔

مسئلہ: اگر کسی جگہ دشمن کے حملہ کا خوف ہو تو حاکم پر یا اس علاقے والوں پر اس جگہ کی حفاظت کرنا فرض ہوتا ہے۔ اگر ان میں اس کی قدرت نہ ہو تو ان کے قریب والوں پر یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں تمام مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: مسلمان قیدی کو چھڑانا سب مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے یعنی جن کو بھی علم ہو جائے کہ کافر مسلمان کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔

مسئلہ: کافر اگر مسلمان عورتوں اور بچوں کو پکڑ کر لے جائیں تو ان کا پیچھا کیا جائے جب تک کہ وہ اپنے علاقوں میں محفوظ جگہوں میں نہ پہنچ جائیں۔

مسئلہ: کسی جگہ جہاد فرض کفایہ ہو اور ایک شخص کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک موجود ہو اور اس کے نکلنے سے ان کو سخت مشقت پہنچتی ہو کہ وہ تنگ دست ہوں اور اس کی خدمت کے محتاج ہوں تو اس شخص کو جہاد میں نکلنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں والدین کی خدمت فرض عین ہے اور فرض کفایہ کی خاطر فرض عین کو چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کے بیوی بچوں کی ایسی حالت ہو کہ کوئی اور ان کی دیکھ بھال کرنے اور خرچہ اٹھانے پر تیار نہ ہو اور اس کے جہاد میں جانے سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے بھی جانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: ایک شخص کا جہاد کا عزم ہے لیکن لوگوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے یا ان کی سستی کی وجہ سے یا حاکم کے منع کرنے کی وجہ سے نہیں نکل سکتا تو وہ گنہگار نہیں ہے۔

مسئلہ: جس کو اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد پر قدرت ہو اس پر جہاد لازم ہے (بشرطیکہ کوئی مذکورہ عذر اور رکاوٹ موجود نہ ہو) اور اس کو جہاد پر اجرت لینا جائز نہیں۔

اگر کوئی نکلنے سے عاجز ہو لیکن اس کے پاس مال ہو تو وہ اپنے مال سے کسی دوسرے کو بھیج دے۔

اگر حکومت کی جانب سے بقدر ضرورت وظیفہ مل جائے تو جہاد کے لیے جانے پر کسی دوسرے سے وظیفہ وغیرہ نہیں لے سکتا۔

مسئلہ: جب مسلمان کفار کا محاصرہ کرلیں تو اگر ان کو اسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان کو پہلے اسلام کی دعوت دینا واجب ہے اور اگر پہنچ چکی ہو تو مستحب ہے۔ اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو فبہا ورنہ ان کو جزیہ کی ادائیگی قبول کرنے اور مسلمانوں کی ماتحتی قبول کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو ان کو مسلمانوں کے مساوی حقوق حاصل ہوں گے۔ اگر کافر اس کو بھی قبول نہ کریں تو پھر مسلمان ان سے جنگ کریں۔

دارالاسلام کب دارالحرب بنتا ہے؟

جب کسی مسلمان ملک پر کافر حربی غلبہ پالیں یا کسی علاقے کے لوگ مرتد ہوجائیں اور وہاں غلبہ پا کر کفر کے احکام جاری کریں یا ذمی اپنے علاقے میں عہد توڑ دیں اور غلبہ پالیں تو یہ مسلمان علاقے یعنی دارالاسلام امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس وقت تک دارالحرب میں تبدیل نہیں ہوں گے جب تک تین باتیں نہ پائی جائیں۔

۱۔ وہاں کفر کے احکام جاری ہونے لگیں۔

۲۔ اس علاقے اور دارالحرب کے درمیان کوئی مسلمانوں کا علاقہ نہ ہو۔

۳۔ وہاں مسلمان یا ذمی کو سابقہ اسلامی دور کے امان کے تحت اپنی جان کے لیے امان نہ ہو۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک محض کفر کے احکام کے اظہار ہی سے وہ دارالحرب سمجھا جائے گا۔

ان دونوں قولوں میں حقیقی فرق نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے حالات کے اختلاف کی وجہ سے فرق ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے دور تک مسلمان حکمرانوں میں کافروں کے

مقابلہ میں دینی غیرت زیادہ تھی، اس لیے کافروں کی کسی جرأت پر وہ فوراً حرکت میں آتے اور یوں اس کی توقع نہ تھی کہ کافر مسلمانوں کے کسی علاقہ میں غالب آ کر وہاں اطمینان سے کفر کے احکام جاری کر سکیں گے جبکہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے دور میں حکمرانوں کی دینی غیرت میں کمی آئی اور کافروں کی جرأت کی توقع کی جانے لگی۔

دارالحرب کب دارالاسلام میں تبدیل ہوتا ہے؟

وہ علاقہ جو پہلے دارالحرب تھا جب اس میں اہل اسلام کے احکام جاری ہونے لگیں تو وہ دارالاسلام بن جاتا ہے اگرچہ وہاں کے اصلی کافر باشندے وہاں رہائش پذیر ہوں۔

جہاد کے دوران میں پکڑے جانے والے قیدیوں کا معاملہ

مسئلہ: امام المسلمین کو ان میں تین طرح کا اختیار ہوتا ہے۔

- اگر وہ قیدی مسلمان نہ ہوئے ہوں تو ان میں سے جو لڑائی کے قابل ہوں ان کو قتل کر دے۔
- سب کو غلام بنا لے۔
- ان کو ذمی بنا کر رکھے اور ان سے جزیہ لے۔

مسئلہ: امام المسلمین کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان کو ایسے ہی مفت چھوڑ دے اور وہ اپنے ملک میں واپس چلے جائیں۔ ضرورت ہو تو زر فدیہ لے کر ان کو چھوڑ سکتا ہے لیکن ضرورت نہ ہو تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: مسلمان قیدیوں کے بدلے میں کافر قیدیوں کو چھوڑ سکتا ہے۔

مسئلہ: جو کافر عورتیں اور بچے قیدی ہوں ان کا زر فدیہ لے کر ان کو چھوڑنا جائز نہیں البتہ مسلمان قیدیوں کے تبادلے میں ان کو چھوڑ سکتے ہیں۔

مسئلہ: جو کافر قیدی مسلمان ہو گیا ہو اس کا کسی مسلمان قیدی سے تبادلہ جائز نہیں۔ البتہ

اگر مسلمان ہونے والا خود اس پر راضی ہو اور اس کے اسلام پر امن واطمینان ہو کہ دارالحرب میں دوبارہ جا کر کافر نہیں ہو جائے گا تو کوئی حرج نہیں ہے۔

غلام و باندی بنانے کی ضرورت

اس کو سمجھنے کے لیے دو باتیں پیش نظر رکھیں تو بات جلدی واضح ہو جائے گی۔ پہلی یہ کہ موجودہ ترقی یافتہ مشینی دور سے پہلے بڑی بڑی فوجیں ایک جگہ پر مقابلہ اور لڑائی کرتی تھیں۔ اور ایک کی شکست کی صورت میں ہزاروں کی تعداد میں فوجی گرفتار ہوتے تھے۔ دوسری یہ کہ مثلاً مسلمانوں کی ترقی کے دور میں علاقوں کے علاقے فتح ہو رہے تھے۔ شکست کھانے والا ملک یا تو مکمل طور پر فتح ہو جاتا تھا یا اس کے اصحاب اقتدار پسپا ہوتے اور پیچھے ہٹتے جاتے تھے اور وہ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے کہ ان حالات میں زر فدیہ کا ایک بہت بڑا بوجھ برداشت کر کے اپنے قیدی چھڑا سکیں۔

ان حالات میں جب سیکڑوں اور ہزاروں آدمی مسلمانوں کی قید میں ہوں ایک صورت تو یہ ہے کہ ان سب کو مفت رہا کر دیا جائے اور ان کو اپنے ملک میں واپس جانے دیا جائے۔ اس کا حماقت ہونا ظاہر ہے کہ دشمن کی ہزاروں کی تعداد کو پھر اپنے مقابلے کے لیے مستعد کر دیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ سب کو فوراً قتل کر دیا جائے۔ اگر اسلام میں صرف قتل ہی کی صورت متعین ہوتی تو مخالفین جتنا شور وغل مسئلہ غلامی پر کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اس وقت کرتے کہ دیکھئے کیسا سخت حکم ہے کہ قیدیوں کو فوراً قتل کر دیا جاتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ سب کو کسی جیل خانہ میں بند کر دیا اور وہاں رکھ کر ان کو روٹی کپڑا دیا جائے۔ اس میں یہ خرابی ہے کہ اس میں بڑا خرچ حکومت کے سر پڑتا ہے اور ان کو کتنی ہی راحت پہنچائیں اس کی ان کو کچھ قدر نہیں ہوتی اور آزادی سلب ہونے کی وجہ سے ان کی دشمنی میں کچھ کمی نہیں آتی۔ پھر سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ سب کے سب علمی وتمدنی ترقی سے بالکل محروم رہتے ہیں۔ اسلام نے اس کے بجائے یہ حکم دیا کہ جتنے قیدی گرفتار ہوں اور زر فدیہ دے کر یا مسلمان قیدی کے تبادلہ میں ان

کو چھڑایا نہ گیا ہو ان کو سب لشکر والوں میں تقسیم کر دو۔ ایک گھر میں ایک غلام کا خرچ معلوم بھی نہ ہو گا اور حکومت بہت بڑے بوجھ سے بچ جائے گی۔ پھر چونکہ ہر شخص کو اپنے قیدی سے خدمت لینے کا حق بھی ہے اس لیے وہ اس کو روٹی کپڑا جو کچھ دے گا اس پر گراں نہ ہوگا۔ پھر چونکہ غلام کو چلنے پھرنے سیر وتفریح کرنے کی آزادی ہوتی ہے قید خانہ میں بند نہیں ہوتا ہے اس حالت میں اگر آقا نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو اس کا احسان غلام کے دل میں جم جاتا ہے اور وہ اس کے گھر کو اپنا گھر اور اس کے گھر والوں کو اپنا عزیز سمجھنے لگتا ہے۔ یہ سب باتیں ہی نہیں بلکہ واقعات ہیں۔ پھر اس صورت میں غلام علمی وتمدنی ترقی بھی کرسکتا ہے کیونکہ جب آقا و غلام میں اتحاد ہوجاتا ہے تو آقا خود چاہتا ہے کہ میرا غلام مہذب وشائستہ ہو۔ وہ اس کو تعلیم بھی دلاتا ہے صنعت وحرفت بھی سکھلاتا ہے چنانچہ اسلام میں صدہا غلام علماء وزہاد وعباد ہوئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کی یہاں تک رعایت فرمائی ہے کہ آپ کا حکم ہے کہ جو خود کھاؤ وہی غلاموں کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ اور جب وہ کھانا پکا کر لائے تو اس کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاؤ۔ عین وصال کے وقت میں آپ کی آخری وصیت یہ تھی کہ نماز کا خیال رکھو اور ان غلاموں کا بھی جو تمہارے قبضے میں ہیں۔

اگر کوئی شخص غلام حاصل ہونے کے بعد کسی وجہ سے خود اس کو نہ رکھ سکے تو وہ مذکورہ بالا عذر کی وجہ سے غلام کسی دوسرے کی ملکیت میں دے سکتا ہے خواہ عوض کے بدلے میں یا بلا معاوضہ۔

قیدی عورتوں کو بھی اسی طرح مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے گا کیونکہ ان کو مستقل قید میں رکھنے میں یا دارالاسلام میں آزاد چھوڑنے میں اخلاقی خرابیاں اور فساد پیدا ہونے کا قوی اندیشہ بھی ہے۔ پھر اگر یہ اہل کتاب ہوں یا مسلمان ہوجائیں تو مالک ان کا کہیں نکاح کرسکتا ہے اور اگر چاہے تو کسی اور سے اس کا نکاح نہ کرے بلکہ خود اس سے اپنی خواہش پوری کرے۔ اس کے لیے مالک کو اس باندی سے نکاح کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جیسے نکاح ایک دینی معاملہ ہے اسی طرح غلامی میں دینا بھی ایک

دینی معاملہ ہے جو حکومت اعلانیہ کراتی ہے۔ علاوہ ازیں نکاح سے تو مرد کو صرف مخصوص قسم کی ملکیت حاصل ہوتی ہے جبکہ باندی میں مالک کو اس میں مکمل ملکیت حاصل ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں واضح طور سے یہ حکم موجود ہے۔

{قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ⋆… وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ⋆ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ}

''کامیاب ہوگئے ایمان والے...... جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی مملوکہ عورتوں (یعنی باندیوں) سے کیونکہ ان لوگوں پر ملامت نہیں ہے''۔

اس آیت میں بیویوں کے بعد مملوکہ عورتوں کا ذکر ہے۔ اگر مملوکہ عورتوں سے بھی نکاح ضروری ہوتا تو ان کا شمار بھی بیویوں میں ہوتا اور علیحدہ سے ان کا ذکر فضول ہوتا۔

جزیہ کے احکام

مسئلہ: اگر فتح صلح سے ہوئی ہو تو صلح میں جزیہ کی جو مقدار طے ہوئی ہو بس اتنی ہی وصول کی جائے گی۔ امام المسلمین کو اس میں اضافہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔

مسئلہ: اگر فتح جنگ سے ہوئی ہو تو کم حیثیت والے لوگوں سے ایک درہم یعنی ۳ گرام چاندی ماہانہ متوسط حیثیت والوں سے دو درہم یعنی ۶ گرام چاندی ماہانہ اور زیادہ حیثیت والے لوگوں سے چار درہم یعنی ۱۲ گرام چاندی ماہانہ جزیہ وصول کیا جائے گا۔

مسئلہ: عورتوں بچوں اپاہجوں اندھوں، الگ تھلگ رہنے والے راہبوں اور ایسے فقیروں سے جو کماتے نہ ہوں جزیہ وصول نہیں کیا جاتا۔

باب ۵۵

احکام اراضی

جب کوئی ملک فتح کیا جائے تو اس کی زمینیں ابتدائً دو قسم پر ہوں گی۔ اول غیر مملوک یعنی جن کا کوئی خاص شخص مالک نہیں۔ دوم مملوک زمینیں جن پر خاص خاص زمیندار مالک و متصرف ہیں۔

پھر ممالک کے فتح ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جنگ کے ساتھ قہر و غلبہ سے فتح کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ بغیر جنگ کے صلح و امان کے ساتھ فتح ہو جائے۔ خواہ اس طرح کہ اہل ملک مسلمان ہو جائیں یا اس طرح کہ اپنے قدیمی مذہب پر رہتے ہوئے صلح کے ساتھ ملک مسلمانوں کے حوالے کر دیں یا اس طرح کہ ان سے خراج ادا کرنے کا وعدہ لے کر ان کو اس ملک پر برقرار رکھا جائے۔

غیر مملوک اراضی

ملک خواہ جنگ سے فتح ہوا ہو یا صلح سے فتح ہوا ہو دونوں صورتوں میں ان اراضی کے احکام یکساں ہیں۔ ان اراضی کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم

وہ اراضی جو کسی علاقے کی آبادی کی عام اور مشترک ضروریات میں کار آمد ہیں جیسے بستی کے اندر سڑکیں اور گلیاں یا بستی سے باہر قبرستان اور چراگاہ وغیرہ۔

ان کا حکم یہ ہے کہ کسی وقت کسی شخص کا مالکانہ قبضہ اور تصرف ان پر جائز نہیں۔ نہ مسلمان حاکم خود ان کا مالک بن سکتا ہے نہ کسی دوسرے کو مالک بنا سکتا ہے بلکہ وہ ہمیشہ علاقے کے باشندگان کی مشترک اور عام ضروریات کے لیے مثل وقف کے محفوظ رہیں گی۔

تنبیہ: اسی طرح نمک وغیرہ کی کان اور مٹی کے تیل یا پٹرول وغیرہ کے چشمے جو عام لوگوں کی ضروریات میں شامل ہیں وہ بھی کسی شخص کی مخصوص ملک یا جاگیر نہیں بن سکتے

بلکہ رفاہ عام کے لیے حکومت کی نگرانی میں ان کا انتظام کیا جائے گا۔

دوسری قسم

وہ غیر آباد جنگلات اور بیکار پہاڑی زمینیں جو نہ کسی خاص شخص کی ملک میں داخل ہیں اور نہ کسی بستی سے متعلق ہیں اور نہ بالفعل قابل کاشت ہیں۔ ایسی زمینوں کو شریعت کی اصطلاح میں ارض موات کہا جاتا ہے۔

ان کا یہ حکم ہے کہ مسلمان حاکم کی اجازت لے کر جو شخص اس کو آباد اور قابل کاشت بنالے وہی اس کا مالک ہوجاتا ہے خواہ آباد کرنے والا مسلم ہو یا غیر مسلم ہو۔

تیسری قسم

وہ غیر مملوک زمینیں جو کسی بستی کی ضروریات میں مشغول نہیں مگر قابل کاشت اور قابل انتفاع ہیں۔ ان کو اراضی بیت المال کہا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ وہ بیت المال کی زمین ہے۔ اس کی آمدنی اور منافع ان لوگوں پر صرف ہوں گے جن کا بیت المال میں کوئی حق ہے۔

اراضی بیت المال میں چند اور اقسام کی اراضی بھی داخل ہیں

- وہ زمین جو ابتداءً کسی خاص شخص کی ملکیت تھی مگر وہ لاوارث مر گیا اور یہ زمین بیت المال میں داخل ہوگئی۔ اس قسم کی زمینوں کو اراضی مملکت کہا جاتا ہے۔
- جب مفتوح ملک کی مملوکہ زمینیں مجاہدین میں تقسیم کی جائیں تو ان کا پانچواں حصہ بیت المال کے لیے نکالا جائے گا۔
- جب کوئی ملک جنگ کرکے قہر و غلبہ کے ساتھ فتح کیا جائے تو اس کی مملوکہ زمینوں میں امام المسلمین کو یہ بھی اختیار ہے کہ پوری مملوکہ اراضی کو بیت المال کے قبضہ وتصرف میں لے لے۔ نہ مجاہدین میں تقسیم کرے اور نہ اصلی مالکوں کی ملکیت میں رکھے۔
- قہر سے فتح ہونے کی صورت میں یہ بھی اختیار ہے کہ مملوکہ اراضی میں سے خاص خاص زمینوں کو بیت المال کے لیے مخصوص کرلے۔

اراضی بیت المال کے مصارف

ان اراضی کا مصرف وہ لوگ ہیں جن کا بیت المال میں کوئی حق ہے مثلاً فقراء و مساکین، مجاہدین اور لشکر اسلامی، علماء قاضی اور عمال سلطنت نیز رفاہ عام کے کام بھی بیت المال کے مصارف ہیں مثلاً دریاؤں کے پل، سرحدوں کی حفاظت، مساجد و مدارس اور شفاخانوں کی تعمیر وغیرہ۔

اراضی بیت المال میں مسلمان حاکم کے اختیارات

مسلمان حاکم کو حسب ذیل اختیارات حاصل ہوں گے۔ ان میں سے جس وقت جس صورت کو اسلام اور مسلمانوں کے لیے زیادہ مفید دیکھے اس کو اختیار کرے۔

☼ ۱ قابل زراعت زمینوں میں کاشت کرائے یا دوسرے کاشتکاروں کو بٹائی (یعنی مزارعت) پر دے۔ اسی طرح رہائشی یا کاروباری جائیداد کو کرایہ پر دے۔ ان سب کی آمدنی کو بیت المال میں داخل کرے۔

☼ ۲ حسب ضرورت رفاہ عام اور ضروریات عامہ کی چیزیں مثلاً مساجد، مدارس، یتیم خانے، مسافر خانے شفا خانے وغیرہ بنائے۔

☼ ۳ ضروریات کا تقاضا ہو تو ان اراضی کو فروخت کر کے ان کی قیمت بیت المال کی ضروریات میں خرچ کی جائے۔

☼ ۴ اسلامی و قومی خدمات یا فقر و فاقہ یا معذوری کی وجہ سے جاگیر بھی دے سکتا ہے۔

عطائے جاگیر کی مختلف صورتیں

- زمین ملکیت میں دے دی جائے۔
- زمین کا مالک نہ بنایا جائے بلکہ اس کے منافع اور آمدنی حاصل کرنے کا اختیار نسل در نسل دیا جائے۔

اس صورت میں بلاوجہ شرعی اس جاگیردار یا اس کے وارثوں کو زمین سے بے دخل نہیں کیا جا سکتا البتہ اگر وہ زمین کو معطل کر کے چھوڑ دیں یا زمین کا عشر و خراج ادا نہ

کریں تو ان سے لے کر دوسروں کو دی جاسکتی ہیں۔

- جس کو جاگیر دی ہے صرف اپنی زندگی تک اس کو اس زمین وجاگیر سے نفع اٹھانے کی اجازت ہو۔
- جاگیر سے غیر معین مدت کے لیے منافع حاصل کرسکتا ہو۔ اس صورت میں حاکم کو ہر وقت اختیار ہے کہ جب ضرورت یا مصلحت دیکھے جاگیر واپس لے لے۔
- اس زمین کا عشر یا خراج اس کے لیے مقرر کر دیا جائے۔

مملوکہ اراضی

جب ملک صلح سے فتح ہو تو اس کی مملوکہ اراضی میں یہ دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت: فتح کے وقت ملک کے باشندے مسلمان ہوجائیں اور امام المسلمین کی اطاعت قبول کرلیں۔

اس صورت میں ہر شخص اپنی اپنی املاک منقولہ وغیر منقولہ پر بدستور مالک ومتصرف رہے گا۔ امام المسلمین اور مسلمان حکام کو ان کی املاک میں کسی تصرف کا کوئی اختیار نہیں۔

دوسری صورت: ملک کے باشندے مسلمان تو نہ ہوں مگر کچھ مقابلہ کئے بغیر صلح کے ساتھ امام المسلمین کی اطاعت قبول کرلیں۔ اس صورت میں ملک کی مملوک اراضی کے متعلق جن شرائط پر صلح ہوئی ہو ان کی پابندی لازمی اور دائمی ہے کسی کو ان میں تغیر یا کمی بیشی کا حق نہ ہوگا۔

جب ملک جنگ سے فتح ہو: تو مملوکہ اراضی میں امام المسلمین کو تین اختیار حاصل ہیں حسب صوابدید جس کو چاہے اختیار کرے۔

- دیگر مال غنیمت کی طرح ان اراضی کا بھی پانچواں حصہ بیت المال کے لیے الگ کر کے باقی چار حصے مجاہدین میں تقسیم کردے۔ اس صورت میں مجاہدین اپنے اپنے حصہ اراضی کے مالک ہوجائیں گے۔
- سابقہ مالکان کو ان کی ملکیت پر برقرار رکھ کر ان کی اراضی پر خراج مقرر کردے۔
- سابقہ مالکان کو ملکیت سے نکال کر انہیں مالکان کو یا دوسرے لوگوں کو کرایہ پر یا مزارعت پر دے دے۔ اس صورت میں زمینیں کسی کی ملکیت نہ ہوں گی بلکہ

اراضی بیت المال میں داخل ہوں گی۔

باب ۵۶

عشر وخراج

عشر اور خراج شریعت اسلام کے دو اصطلاحی لفظ ہیں۔ ان دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ اسلامی حکومت کی طرف سے زمینوں پر عائد کردہ ٹیکس کی حیثیت ان دونوں میں ہے۔

فرق یہ ہے کہ عشر صرف ٹیکس نہیں بلکہ اس میں ایک حیثیت عبادت کی بھی ہے اور اسی لیے اس کو زکوٰۃ الارض کہا جاتا ہے جبکہ خراج خالص ٹیکس ہے جس میں عبادت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اسی لیے عشر مسلمانوں کی زمین کے ساتھ مخصوص ہے۔

عشر زمین کی پیداوار پر ہوتا ہے۔ اگر پیداوار نہ ہو خواہ اس کا سبب مالک زمین کی غفلت ہی ہو کہ اس نے قابل کاشت زمین کو خالی چھوڑ دیا، کاشت نہیں کی، اس صورت میں بھی عشر لازم نہیں ہوگا کیونکہ عشر پیداوار ہی کے ایک حصہ (دسویں یا بیسویں) کا نام ہے۔

مسئلہ: خراج دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک خراج موظف یعنی ایک مقرر رقم اور وظیفہ جو زمین پر عائد کر دیا گیا ہو۔ خراج کی یہ قسم قابل کاشت زمین پر عائد ہوتی ہے اور اس کا پیداوار سے کچھ تعلق نہیں ہوتا، اگر مالک نے کاشت نہ بھی کی ہو تب بھی اس کو خراج موظف ادا کرنا ہوتا ہے۔

دوسری قسم خراج مقاسمہ (یعنی بٹائی کا خراج) ہے۔ بٹائی پیداوار کے ایک حصہ کا نام ہے لہٰذا خراج کی یہ قسم صرف اسی صورت میں عائد ہوگی جب پیداوار ہوئی ہو۔

مسئلہ: بالکل ابتدائی حکم کے اعتبار سے عشر صرف مسلمان پر عائد ہوتا ہے اور مسلمان پر ہی باقی رہتا ہے۔ اسی لیے اگر مسلمان کی زمین کوئی کافر خرید لے تو اس زمین کا عشر باقی نہیں رہتا اور کافر پر خراج سے تبدیل ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: بالکل ابتدائی حکم کے اعتبار سے خراج صرف کافر پر عائد ہوتا ہے لیکن خراج پھر

بھی باقی رہتا ہے اور خواہ کوئی مسلمان اس زمین کو خرید لے خراج نہیں بدلتا اور مسلمان کو بھی وہ خراج ادا کرنا ہوتا ہے۔

زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کے بارے میں ضابطہ

وہ ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ

- اگر کوئی ملک صلح کے ساتھ فتح ہوا تو اس زمین کے تمام حالات ان شرائط صلح کے مطابق ہوں گے جن پر معاہدہ صلح ہوا ہے۔ اگر اس صلح نامہ میں یہ شرط ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب پر رہیں گے اور اراضی بدستور انہی لوگوں کی ملکیت میں رہیں گی جن کی ملکیت میں اب تک تھیں تو اس صورت میں ان کی زمینوں پر خراج لگا دیا جائے گا اور یہ زمینیں ہمیشہ کے لیے خراجی ہو جائیں گی کیونکہ ان کے مالک غیر مسلم ہیں اور ان کی زمینوں کے لیے خراج کا حکم متعین ہے۔
- اگر کوئی ملک جنگ کے ساتھ فتح ہوا مگر فتح کے بعد امام المسلمین نے اس کی زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا بلکہ اپنے اختیار سے سابق مالکوں کی ملکیت بدستور قائم رکھی تو یہ زمینیں بھی سب خراجی ہوں گی جیسے شام وعراق اور مصر کی زمینوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی معاملہ فرمایا سوائے خاص حصوں کے جو مسلمانوں کو دیے گئے یا بیت المال کے لیے رکھے گئے۔
- اگر کوئی ملک صلح کے ساتھ اس طرح فتح ہوا کہ اس کے باشندے بھی مسلمان ہو گئے تو ان کی زمینیں بدستور ان کی ملکیت میں رہیں گی اور ان پر عشر واجب ہوگا، جیسے مدینہ طیبہ کی زمینیں کہ یہاں کے باشندوں نے مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں تشریف لانے کی دعوت دی اور آپ کی اطاعت قبول کی اس لیے مدینہ طیبہ کی زمینیں عشری قرار پائیں۔
- کوئی ملک جنگ کے ساتھ فتح ہو اور امام المسلمین اس کی زمینیں مال غنیمت کے قاعدہ سے چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دے اور پانچواں حصہ بیت المال میں

داخل کردے تو جو زمینیں تقسیم ہو کر مجاہدین کی ملک میں آئیں گی وہ سب عشری ہوں گی جیسے خیبر کی زمینوں کو رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین میں تقسیم فرمایا اور ان پر عشر لازم کیا۔

◆ ایسی زمینیں جو ملک فتح ہونے کے وقت نہ کسی کی ملک تھیں اور نہ ہی قابل زراعت پھر بعد میں اسلامی حکومت کی اجازت سے ان کو قابل زراعت بنایا گیا یا آبادی میں کوئی مکان تھا اس کو باغ یا مزروعہ زمین بنا لیا گیا تو اگر ایسا کرنے والے غیر مسلم ہیں تو ان کی زمینیں بھی خراجی ہوں گی۔ اور اگر مسلمانوں نے ایسا کیا ہے تو ان زمینوں کے عشری یا خراجی ہونے کا مدار امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قرب وجوار کی زمینوں پر ہوگا۔ وہ عشری ہیں تو اس کو بھی عشری قرار دیا جائے گا اور اگر قرب وجوار کی زمینیں خراجی ہیں تو اس کو بھی خراجی سمجھا جائے گا۔ اگر قرب وجوار میں دونوں قسم کی اراضی ہوں تو یہ نو آباد اراضی عشری ہوگی۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک مدار اس پر ہوگا کہ جس پانی سے ان زمینوں کو سیراب کیا جاتا ہے وہ پانی عشری ہے تو زمینیں عشری ہوں گی اور اگر وہ پانی خراجی ہے تو زمینیں خراجی قرار دی جائیں گی۔ اور علامہ شامیؒ نے امام ابو یوسفؒ کے قول کو معتمد قرار دیا ہے۔

خراجی یا عشری پانی کی تفصیل

بارش کا پانی اور کنوؤں اور قدرتی چشموں کا پانی عشری ہوتا ہے۔ اسی طرح بڑے دریا اور ندیاں جو قدرتی طور سے جاری ہیں ان کو جاری کرنے میں نہ کسی کے عمل کو دخل ہے اور نہ وہ عادۃً کسی کی ملک ہوتے ہیں۔ ان سب کا پانی بھی عشری ہوتا ہے۔

۞۞۞

باب ۵۷

بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنانا

جو زمین کسی کی مملوک نہ ہو اور بنجر اور ناقابل کاشت ہو اور آبادی کی ضروریات سے بھی دور ہو اس کو اگر کوئی مسلمان یا ذمی حکومت کی اجازت سے قابل کاشت بنا لے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔

مسئلہ: جب ایک شخص بنجر زمین کو قابل کاشت بنانے کے ارادہ سے اس کے کناروں پر کوئی علامت کھڑی کر دے مثلاً پتھر رکھ دے یا سوکھی یا تر ٹہنیاں گاڑ دے وغیرہ تو پھر کوئی دوسرا اس میں دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر اس نے علامتیں کھڑی کرنے کے باوجود اس زمین کو تین سال تک آباد نہیں کیا اور قابل کاشت نہیں بنایا تو اب اس کا حق جاتا رہا اور حکومت اس سے وہ زمین لے کر کسی دوسرے کو دے سکتی ہے۔

مسئلہ: علامتیں کھڑی کرنے کے بعد اگر کسی اور نے زبردستی اس زمین کو آباد کیا تو وہی اس کا مالک بن جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر زمین میں جتائی گڑائی کی اور پانی دینے کے لیے نالیاں بنائیں یا اس میں بیج ڈال دیا تو اس سے سمجھا جائے گا کہ زمین کو آباد کر لیا۔

مسئلہ: اگر حکومت نے کسی کو کوئی بنجر زمین آباد کرنے کو کہا اور یہ شرط کی کہ وہ اس زمین کا مالک تو نہیں ہوگا البتہ وہ اس سے نفع اٹھا سکے گا تو یہ جائز ہے۔

مفاد عامہ کی چیزیں

جو چیزیں مفاد عامہ کی ہیں حکومت ان کو بطور جاگیر کسی خاص فرد کی ملکیت میں نہیں دے سکتی۔ مثلاً نمک کی کان، کوئلے کی کان یا دوسرے معدنی ذخائر یا تارکول پٹرول کے چشمے۔ اسی طرح وہ کنویں اور تالاب جن سے لوگ پانی حاصل کرتے ہیں ان کو بھی کسی ایک فرد کی ملکیت میں نہیں دیا جا سکتا۔

باب ۵۸

ذبح کا بیان

ذبح دوطرح کا ہوتا ہے ایک اختیاری دوسرا اضطراری۔

ذبح اختیاری

ذبح اختیاری یہ ہے کہ کوئی مسلمان یا اہل کتاب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حلق اور سینہ کے درمیان گردن کی رگوں کو کاٹے، گردن کی جن رگوں کو کاٹنا ہے وہ چار ہیں، یعنی سانس کی نالی، کھانے کی نالی اور دائیں بائیں دونوں طرف کی شہ رگیں۔ ان میں سے کوئی سی تین رگیں بھی کٹ جائیں تو بھی جانور حلال ہوتا ہے۔ ان سے کم کٹیں تو جانور حرام ہوجاتا ہے۔

ذبح کی شرائط

- ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو (جو دہریہ نہ ہو)۔ بت پرست، مجوسی اور دہریے کا ذبیحہ حرام ہے۔ اسی طرح قادیانی کا ذبیحہ بھی حرام ہے کیونکہ وہ کسی آسمانی دین پر عامل نہیں بلکہ جھوٹے نبی اور جھوٹے دین کے قائل ہیں۔ اثنا عشری شیعہ اور منکرین حدیث میں تفصیل ہے۔ اگر ایک شخص خود شیعہ یا منکر حدیث بن گیا ہو تو اس سے اور اس کی اولاد سے ذبح کرانا جائز نہیں البتہ جو شیعہ اور منکر حدیث جدی پشتی ہوں تو وہ بعض حضرات کے نزدیک اہل کتاب کے حکم میں ہیں۔
- ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا ہو خواہ کسی بھی زبان میں ہو۔

مسئلہ: مستحب ہے کہ یہ کلمات کہے بسم اللہ واللہ اکبر۔ اگر واؤ کے بغیر بسم اللہ اللہ اکبر کہا تب بھی صحیح ہے۔

مسئلہ: اگر ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینا یاد نہ رہا تب بھی کوئی حرج نہیں اور جانور حلال ہے۔

مسئلہ: اگر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو جانور حرام ہوجائے گا۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی غیر کا نام نہ لے۔

مسئلہ: ضروری ہے کہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو جیسے بسم اللہ۔ اللہ اکبر۔ الحمد للہ۔ سبحان اللہ۔ اگر ذکر کے بجائے دعا ہو مثلاً اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ (اے اللہ مجھے بخش دے) تو یہ کافی نہ ہوگا اور جانور حلال نہیں ہوگا۔

مسئلہ: ذبح کرنے والا جب ذبح کرنے لگے اس وقت بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔لیکن اگر کسی نے بسم اللہ پڑھ لی پھر ذبح کیا تو اگر مجلس تبدیل نہ ہوئی تھی یا درمیان میں بہت ہی قلیل سا کام کیا مثلاً جلدی سے پانی پی لیا یا چھری تیز کرلی تو جانور حلال ہوگا لیکن اگر درمیان میں کسی کام میں زیادہ وقت لگایا کہ دیکھنے والا اس کو زیادہ وقفہ سمجھتا ہے تو پھر جانور حلال نہ ہوگا۔

مسئلہ: دو بکریاں ایک دوسرے پر لٹائیں اور بسم اللہ پڑھ کر ایک دفعہ دونوں کے گلے پر چھری پھیری تو دونوں جانور حلال ہیں اور اگر بسم اللہ پڑھ کر پہلے ایک بکری ذبح کی پھر دوبارہ بسم اللہ پڑھے بغیر دوسری بکری ذبح کی تو دوسری بکری حلال نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر دو آدمیوں نے مل کر چھری پکڑ کر چلائی تو دونوں کے لیے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ البتہ اگر ایک نے چھری چلائی اور دوسرے نے جانور کی ٹانگوں کو پکڑے رکھا چھری چلانے میں ہاتھ نہیں لگایا تو صرف چھری چلانے والے پر بسم اللہ کا پڑھنا ضروری ہوگا دوسرے پر نہیں۔

مشینی ذبح: یعنی بجلی کا بٹن دبائیں اور جانور کے حلق پر چھری بجلی کی قوت سے چلے تو جانور حلال نہ ہوگا خواہ بٹن دباتے وقت بسم اللہ پڑھی ہو یا چلتی ہوئی چھری پر ہاتھ رکھ دیا ہو اور بسم اللہ پڑھی ہو۔

البتہ اگر مشین سے صرف جانور کو قابو میں کیا جائے اور ذبح کا اہل اللہ کا نام لے کر اس کو ذبح کرے تو حلال ہے۔

ذبح ونحر: اونٹ میں نحر کرنا افضل ہے جبکہ گائے اور بکری میں ذبح کرنا افضل ہے۔ اس کے برعکس کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: جو جنگلی جانور پالا ہوا ہو مثلاً ہرن اور نیل گائے اس میں ذبح متعین ہے۔

ذبح کے وقت مکروہات

ان سے مراد وہ کام ہیں جن سے جانور حرام تو نہیں ہوتا لیکن ان کے کرنے سے گناہ ہوتا ہے۔

- کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔
- جانور کے لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔
- ذبح کرتے ہوئے قبلہ رخ نہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ سنت موکدہ کے خلاف ہے۔
- جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کا سر کاٹنا یا کھال اتارنا مکروہ ہے۔
- جو ناخن یا دانت جسم کے ساتھ لگا ہوا ہو اس سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

جانور مریض ہو

اگر معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے تو اگرچہ حیات کتنی قلیل ہی ہو اور اگرچہ ذبح کے بعد جانور نے نہ حرکت کی ہو اور نہ ہی خون نکلا ہو تب بھی جانور حلال ہے۔ اور اگر ذبح کے وقت معلوم نہ ہو کہ جانور زندہ ہے یا مر چکا ہے تو اگر اس نے ذبح کے بعد حرکت کی یا خون نکلا جتنا کہ زندہ میں سے نکلتا ہے تو جانور حلال ہے اور اگر جانور نے نہ حرکت کی اور نہ ہی خون نکلا لیکن اگر اس نے اپنا منہ بند کیا تو حلال ہوگا اور اگر منہ کھولا تو حرام ہوگا یا اگر اس نے آنکھ نہ کھولی تو حلال ہوگا اور اگر آنکھ کھولی تو حرام ہوگا یا اگر اس نے اپنی ٹانگ سکیڑے تو حلال ہوگا اور اگر ٹانگ پھیلائی تو حرام ہوگا یا اگر اس کے بال کھڑے ہوئے تو حلال ہوگا اور اگر بال گرے رہے تو حرام ہوگا کیونکہ موت سے اعضاء ڈھیلے ہوجاتے ہیں جس کی وجہ سے منہ کھل جاتا ہے۔ آنکھیں کھل جاتی ہیں اور بال گرجاتے ہیں۔ لہٰذا یہ موت کی علامتیں ہیں۔ اگر ان کے برعکس جانور منہ بند کرلے یا آنکھیں بند رکھے یا ٹانگ سکیڑے تو یہ جانور کے زندہ ہونے کی علامتیں ہیں۔

ذبح اضطراری

جو چوپایہ یعنی گائے بکری اونٹ وحشی ہوجائے یا ایسی صورت ہو جائے کہ اس کو ذبح کرنا ناممکن یا انتہائی دشوار ہوجائے مثلاً جانور نے کنویں میں چھلانگ لگا دی ہوتو تیر وغیرہ سے اس کا شکار کر سکتے ہیں۔

باب ۵۹

شکار کرنے کا بیان

مسئلہ: شکار کرنا مباح ہے جبکہ مقصد گوشت یا اور قابل انتفاع چیزیں حاصل کرنا ہو۔

مسئلہ: اگر شکار کرنا محض کھیل کے لیے ہو یعنی محض جانور کو مارنا مقصد ہو اس سے نفع اٹھانا مقصود نہ ہو تو ناجائز ہے۔

مسئلہ: محرم کا حل میں اور حرم میں اور حلال یعنی غیر محرم کا حرم میں شکار کرنا حرام ہے۔

شکار کے جائز ذرائع

□ ۱ ہر کچلی والے درندے اور پنجوں والے پرندے کے ذریعے شکار کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس میں تعلیم حاصل کرنے کی قابلیت ہو اور وہ نجس العین بھی نہ ہو جیسے کتا اور باز۔

شیر اور ریچھ سے شکار نہیں ہوسکتا کیونکہ ان میں تعلیم کی قابلیت نہیں اور اسی طرح خنزیر سے بھی نہیں کیونکہ وہ نجس العین ہے۔

□ ۲ تیر یا نیزے یا کوئی بھی دھار دار نوکیلی چیز سے بھی شکار کرنا جائز ہے۔

شکاری جانور کس وقت سدھایا ہوا یعنی تعلیم یافتہ شمار ہو گا

کتا جب متواتر تین مرتبہ شکار میں سے کچھ نہ کھائے اس وقت وہ سدھایا ہوا شمار ہوتا ہے۔

باز اس وقت سدھایا ہوا شمار ہوتا ہے جب وہ مالک کے بلانے پر آنے لگے اور اس کا آنا محض گوشت کے لالچ میں نہ ہو۔ شکار میں سے کھانے نہ کھانے کا باز کی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تعلیم مکمل کرنے کے بعد اگر کتا کبھی شکار میں سے کھا لے یا باز بلانے پر نہ

آئے تو سمجھیں گے کہ وہ اپنی تعلیم بھول گیا۔ اب نئے سرے سے اسے تعلیم دینے کی ضرورت ہوگی۔

شکار کیا ہوا جانور مندرجہ ذیل شرائط سے حلال ہوتا ہے

- شکاری جانور جب شکار پر چھوڑا ہو تو وہ اپنی تعلیم مکمل کر چکا ہو۔
- مسلمان یا کتابی نے اس کو چھوڑا ہو یا تیر چلایا ہو۔
- چھوڑتے وقت یا تیر چلاتے وقت بسم اللہ پڑھی ہو الا یہ کہ بھول گیا ہو۔
- ایسے جانور پر چھوڑا گیا ہو جو اپنی ٹانگوں سے یا اپنے پروں سے اپنے آپ کو بچانے کی قدرت رکھتا ہو۔
- بدن کی کوئی جگہ جانور یا تیر سے زخمی ہوئی ہو اور جانور مر گیا ہو۔
- اگر شکار کئے ہوئے جانور کو زندہ پایا اور اس میں ذبح شدہ سے زیادہ حیات ہو تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے۔
- اگر تیر شکار کو لگا اور جانور تیر سمیت بھاگتا گیا اور نظروں سے غائب ہوگیا تو شکاری اس کا پیچھا کرتا رہے، کہیں بیٹھ نہ جائے۔

کن صورتوں میں شکار کیا ہوا جانور حرام ہوگا

- اگر تیر کا ڈنڈا چوڑائی میں جانور کو لگا یا غلیل سے پھینکا ہوا گول پتھر جانور کو لگا اور مر گیا پھر اگرچہ جانور زخمی بھی ہوا ہو تب بھی وہ حرام ہوگا الا یہ کہ شکاری نے اس کو اس حالت میں پایا ہو کہ وہ ابھی زندہ ہو اور شکاری نے اس کو ذبح کر لیا ہو۔
- اگر پرندہ آبی ہو اور وہ تیر لگنے کے بعد پانی میں گر پڑا تو اگر زخم والا حصہ پانی میں ڈوب گیا تو وہ حرام ہو جائے گا اور اگر جسم کا کوئی اور حصہ ڈوبا تو حلال ہوگا۔
- اگر پرندہ یا جانور تیر کھا کر پہاڑ پر گرا اور وہاں سے لڑھک کر زمین پر آ گرا تو حرام ہوگا۔ اور اگر پہلے ہی زمین پر آ گرا تو حرام نہیں ہوگا کیونکہ یہ تو ناگزیر

ہے۔

- رائفل اور کلاشنکوف کی باریک سے باریک گولی جو مشاہدہ میں آئی وہ ایسی نوکیلی نہیں تھی جو چبھتی ہو۔ بلکہ آگے سے وہ کند تھی اور اس کی نوک کی موٹائی تقریباً دو ملی میٹر تھی۔ اس لیے کسی بندوق رائفل یا کلاشنکوف سے شکار کئے ہوئے جانور کو ذبح کرنا ضروری ہے اور اگر وہ گولی سے مرگیا تو حرام ہوگا۔

مچھلی کا شکار

مسئلہ: مچھلی اور ٹڈی کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد دونوں میں اتنا فرق ہے کہ ٹڈی خواہ کسی ظاہری سبب سے مرے یا اس کے بغیر مرے اس کو کھانا جائز ہے جبکہ مچھلی اگر کسی ظاہری سبب سے مری ہو تو اس کو کھا سکتے ہیں اور اگر اپنی قدرتی موت مری ہو تو اس کو نہیں کھا سکتے۔

مسئلہ: اگر مچھلی کو پکڑ کر پانی کے مٹکے میں رکھا جہاں وہ مرگئی تو اس کو کھا سکتے ہیں کیونکہ وہ جگہ کی تنگی کے سبب مری ہے۔ اسی طرح اگر اس کو پکڑ کر اور باندھ کر پانی میں چھوڑا اس سے وہ مرگئی تو اس کو کھا سکتے ہیں کیونکہ وہ جگہ کے محدود ہونے کی وجہ سے مری ہے۔

مسئلہ: جال پانی میں ہو اور مچھلی جال ہی میں مرجائے تو اگر جال کی یہ حالت ہو کہ وہ مچھلی اس میں سے نکل سکتی تھی تو کھانا جائز نہیں اور اگر نہیں نکل سکتی تھی تو کھانا جائز ہے۔

مسئلہ: پانی جم گیا اور اس کے نیچے مچھلیاں مرگئیں تو ان کو کھا سکتے ہیں۔

مسئلہ: جو مچھلی سمندر یا دریا کی موج نے ساحل پر پھینک دی ہو اور وہ مرگئی ہو اس کو بھی کھا سکتے ہیں۔

مسئلہ: مچھلی پائی جس کا کچھ حصہ پانی میں ہے اور کچھ خشکی پر ہے اور وہ مرچکی ہے۔ اگر اس کا سر خشکی پر ہو تو حلال ہے اور اگر سر پانی میں ہو تو دیکھیں گے کہ اگر نصف یا اس سے کم خشکی میں ہے تو حلال نہیں ہے اور اگر نصف سے زائد خشکی میں ہو تو حلال ہے۔

مسئلہ: پانی میں دھماکہ کرنے سے جو مچھلیاں مرجائیں ان کو کھا سکتے ہیں۔

باب ۶۰

نشہ کی چیزوں کا حکم

جو چیزیں خشک ہیں وہ سب پاک ہیں اور شدید ضرورت کے وقت مثلاً کسی علاج کے لیے طبیب کی رائے سے اتنی مقدار میں ان خشک چیزوں کا کھانا درست ہے جو نشہ نہ لائے اور اتنی مقدار کا استعمال جس سے نشہ آتا ہو ہرگز جائز نہیں ہے۔ لیکن حتی الامکان غیر نشہ آور مقدار سے بھی پرہیز اور احتیاط زیادہ مناسب ہے کیونکہ اکثر تھوڑے سے بہت تک نوبت ضرور آجاتی ہے اور ضرورت وعدم ضرورت کا خیال نہیں رہتا۔ اور اگر ان خشک نشہ آور اشیاء کا استعمال محض لہو ولعب کے لیے ہو تو حرام ہے۔ خشک نشہ آور اشیاء میں افیون اور اس سے حاصل نشہ آور ادویہ واشیاء مثلاً کوڈین، پیتھیڈین، ہیروئن (Heroine, Codeine, Pethidine) بھنگ، گانجا، چرس، معجون فلک سیر وغیرہ شامل ہیں۔

وہ نشہ آور اشیاء جو سیال ہوں ان کی دو بڑی اقسام ہیں۔

(الف) جو بالاتفاق تمام ائمہ مجتہدین کے نزدیک ناپاک اور حرام ہیں ان کی چار قسمیں ہیں۔

- انگور کی کچی شراب۔
- انگور کی پکی شراب۔
- منقی کی شراب۔
- کھجور کی شراب۔

ان چار قسموں کا ایک قطرہ بھی پینا یا گھر میں رکھنا یا کسی کام میں لانا جائز نہیں اور ان کی خرید وفروخت بھی نہیں ہوسکتی۔

(ب) ان چار کے علاوہ اور نشہ آور سیال اشیاء مثلاً آلو، جو اور گندم سے حاصل

شدہ سپرٹ اور الکحل۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ایک روایت کی رو سے یہ بھی حرام اور نجس ہیں اور ایک کی رو سے پاک ہیں۔ لہٰذا نشہ آور مقدار سے کم میں ان کے استعمال کی اجازت ہے اگرچہ احتیاط زیادہ بہتر ہے۔

ہومیو پیتھک ادویات میں بھی یہی حکم ہے کیونکہ ان میں بھی الکحل کا استعمال ہوتا ہے۔

مسئلہ: کلوروفارم یا ایتھر (Ether) وغیرہ سونگھا کر عمل جراحی کے لیے بے ہوش کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: سینٹ و پرفیوم میں چونکہ الکحل کا استعمال ہوتا ہے اس لیے اگرچہ اس کے استعمال کی گنجائش ہے لیکن احتیاط اور پرہیز بہتر ہے۔ یہی حکم ان کی فروخت کا ہے۔

باب ۶۱

کسب وکمائی چند طرح کی ہوتی ہے

● فرض: یہ کمائی کی وہ مقدار ہے جو آدمی کی ذات کو اور اس کے عیال کو کافی ہو اور اس کے قرضوں کی ادائیگی کے واسطے اور جس کا خرچہ اس پر واجب ہے اس کے خرچے کے لیے کفایت کرے۔

مسئلہ: آدمی فرض سے زیادہ کمائی کو ترک کرے تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے والدین تنگدست ہوں تو اس پر فرض ہے کہ ان کی ضرورت کے بقدر بھی کمائی کرے۔

مسئلہ: اگر اس قدر مال کمایا کہ اپنے اہل وعیال کے واسطے ذخیرہ رکھ چھوڑا تو اس کی گنجائش ہے۔

● مستحب: یہ وہ مقدار ہے جو فرض سے زائد اس غرض سے ہو کہ فقراء کے ساتھ ہمدردی کر سکے اور عزیز و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کر سکے۔ ایسی کمائی میں کوشش کرنا نفل عبادت سے افضل ہے۔

● مباح: یہ وہ مقدار ہے جو فرض سے زائد یا مستحب مقدار سے بھی زیادہ محض زینت اور دولت مندی کے لیے کمائے۔

● حرام: یہ وہ کمائی ہے جو محض دوسرے سے دولت مندی میں بڑھنے کے لیے اور دوسروں پر فخر کرنے کے لیے کرے۔

مسئلہ: جس شخص کے پاس ایک دن کی خوارک ہو اس کو خوراک کے لیے سوال کرنا حرام ہے اور سائل نے سوال کر کے جو مال جمع کیا وہ اس کے حق میں ناپاک اور خبیث ہے۔

۞۞۞

باب ٦٢

تصویر و مجسمہ کے احکام

تصویر سے متعلق دو قسم کی چیزیں ہیں، ایک تصویر کشی دوسری تصویر کا استعمال۔

تصویر کشی (یعنی تصویر بنانا)

تصویر کشی صرف اسی کا نام نہیں کہ قلم یا پینسل سے تصویر بنائی جائے یا پتھر وغیرہ کا بت تراشا جائے بلکہ وہ تمام صورتیں تصویر کشی میں داخل ہیں جن کے ذریعہ تصویریں بنتی ہیں خواہ وہ آلات قدیمہ ہوں یا آلات جدیدہ فوٹو گرافی اور طباعت سے ہوں یا ویڈیو اور سی ڈی وغیرہ سے ہوں۔ وجہ یہ ہے کہ آلات و ذرائع کی تخصیص کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی اور احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے۔ تصویر تصویر ہے، خواہ کسی بھی ذریعہ سے ہو، ویڈیو (Video) اور سی ڈی کے بارے میں بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان سے حاصل ہونے والی صورت تصویر نہیں ہے عکس ہے۔ ان کے نزدیک اس کی وجوہات یہ ہوسکتی ہیں:

(۱) سکرین پر جو نقش آتا ہے وہ ویڈیو یا سی ڈی میں محفوظ شعاؤں کا عکس ہے۔ اس لیے جب تک ویڈیو اور سی ڈی کو چلایا جا رہا ہو سکرین پر نقش باقی رہتا ہے اور جب اس کو بند کر دو تو نقش غائب ہو جاتا ہے۔

(۲) آئینہ میں بھی ایسے ہی ہوتا ہے۔ جب تک آدمی اس کے سامنے ہوتا ہے اس کا عکس آئینہ میں رہتا ہے اور جب آدمی ہٹ جائے تو عکس غائب ہو جاتا ہے۔

(۳) جیسے آئینہ میں نقش باقی نہیں رہتا اسی طرح سکرین پر بھی نقش باقی نہیں رہتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ویڈیو اور سی ڈی میں آدمی کی صورت کی شعائیں محفوظ کی جاتی ہیں۔ اس لیے وہ آدمی کی صورت کا عکس نہیں ہے۔ پھر ویڈیو یا سی ڈی چلانے پر سکرین پر شعاؤں کی وجہ سے جو صورت نظر آتی ہے وہ آئینہ کے عکس سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ غرض ویڈیو اور سی ڈی میں دو عمل ہیں۔ ایک صورت کی شعاؤں کو محفوظ کرنا

اور دوسرے ان شعاؤں کو صورت میں تبدیل کرنا۔ علاوہ ازیں عکس جیسا کہ آئینہ میں نظر آتا ہے اسی وقت تک رہتا ہے جب تک اصل صورت آئینہ کے سامنے رہے اگر اصل صورت ہٹ جائے تو عکس جاتا رہتا ہے اس کے برعکس یہاں شعاؤں کی صورت میں نقش کو محفوظ کر لیا جاتا ہے اور جب چاہو سکرین پر اس کو جتنی دیر کے لیے چاہو ظاہر کر لو۔ رہی یہ بات کہ سکرین پر نظر آنے والا نقش پائیدار نہیں ہوتا آلہ بند کرنے سے ختم ہو جاتا ہے تو اس سے اس کی تصویر ہونے پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ صورت کو شعاؤں کی شکل میں تو محفوظ کیا ہوا ہے وہ عمل تو ختم نہیں ہوتا اور دوسرا عمل جب چاہو کر لو۔ اگر پھر بھی کسی کا دل اس کے تصویر ہونے پر مطمئن نہ ہوتا ہو تو احتیاط کے پہلو کو اختیار کرنے ہی کو ترجیح حاصل ہے۔

تصویر کشی میں ذی روح اور غیر ذی روح کا فرق

اگرچہ حقیقت میں تو حیوانات، نباتات اور جمادات سب میں روح اور شعور موجود ہے لیکن ان کے درجہ اور مقدار میں تفاوت ناقابل انکار ہے۔ اسی تفاوت کی وجہ سے بعض چیزوں میں روح اور شعور کا وجود اس قدر خفی ہے کہ عام نظریں اس کو محسوس نہیں کر سکتیں اور اسی بناء پر کائنات عالم کی یہ تقسیم سمجھی جاتی ہے کہ بعض جاندار ہیں اور بعض بے جان۔ شریعت نے بھی اس فرق کا لحاظ کیا ہے۔

غیر ذی روح کی تصویر کشی

جن چیزوں کی خود تصاویر پوجی جاتی ہیں، ان کی تصویر بنانا جائز نہیں اگرچہ غیر ذی روح میں سے ہوں لیکن جن چیزوں کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی اگرچہ خود ان چیزوں کی پرستش ہوتی ہے تو ان کی تصویر جائز ہے۔ مثلاً چاند، سورج، پیپل اور گنگا کی پرستش کی جاتی ہے۔ مگر ان کی تصاویر کی پرستش نہیں ہوتی تو ان چیزوں کی تصویر بنانا جائز رہے گا اور صلیب کی تصویر پوجی جاتی ہے اس لیے اس کی تصویر بنانا اور پاس رکھنا جائز نہیں ہے۔

تصویر کشی میں قصداً اور تبعاً کا فرق

کبھی کسی مکان یا باغ کا فوٹو لینا ہے اور وہاں پر کثرت آمدورفت کی بنا پر تمام انسانوں اور جانوروں کو علیحدہ کرنا اختیار میں نہیں ہوتا تو مکان یا باغ کی تصویر کے ذیل میں تبعاً کچھ انسانوں اور جانوروں کی تصویر بھی آجاتی ہے یا کسی نے احتیاط بھی کی اور سب کو علیحدہ بھی کر دیا یا ایسے وقت فوٹو لیا جب کوئی ذی روح سامنے نہ تھا لیکن عین فوٹو لیتے وقت کوئی انسان یا جانور سامنے آ گیا تو ان صورتوں میں جاندار کی تصویر کشی کا گناہ تو نہ ہوگا لیکن ایسی تصویر کو باقی رکھنا بھی جائز نہیں ہوگا۔

جانور کی شکل کے کھلونے اور گڑیاں بنانا

یہ بھی ناجائز ہے۔

ناقص تصویر بنانا

وہ ناقص تصویر جس میں سر نہ ہو تصویر کے حکم میں نہیں رہتی بلکہ نقوش اور بیل بوٹوں کے حکم میں ہوجاتی ہے۔ ایسی تصویر بنانا جائز ہے۔

جانداروں کے وہ اعضاء جو ذی روح کے لیے مدار حیات نہ ہوں مثلاً ہاتھ پیر یا آنکھ، ناک وغیرہ ان کی تصویر بنانا بھی جائز ہے۔

صرف چہرہ یا نصف اعلیٰ کی تصویر کشی

یہ بھی ناجائز ہے۔

پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کے لیے تصویر بنوانا

حکومتی پابندی کی وجہ سے اس غرض سے تصویر بنوانے کی مجبوری ہے لیکن خود حکومت کے لیے ایسی پابندی اور قانون لاگو کرنا جائز نہیں ہے۔

تصاویر کا استعمال

غیر ذی روح: مثلاً درخت مکان وغیرہ ان کی تصویر بنانا اور اس کا استعمال کرنا مطلقاً جائز ہے۔

ذی روح: ذی روح کی تصویروں میں مندرجہ ذیل تفصیل ہے۔

● **بہت چھوٹی تصویریں:** جو تصویر اس قدر چھوٹی ہو کہ اگر وہ زمین پر رکھی ہو اور کوئی متوسط بینائی والا آدمی کھڑے ہو کر دیکھے تو تصویر کے اعضاء کی تفصیل دکھائی نہ دے، ایسی تصویر کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے، اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے۔

● **پامال وممتہن تصویریں:** جو تصویر کسی ایسی چیز یا ایسی جگہ میں بنی ہوئی ہو کہ وہ عادۃً پامال اور ذلیل وحقیر سمجھی جاتی ہے مثلاً پامال دری یا چاندنی میں یا بستر میں یا بیٹھنے کے گدے تکیے وکرسی وغیرہ میں یا جوتے کے تلے میں یا برتنوں کے نیچے تلے میں تو اس کا گھر میں رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے اگرچہ بنانا اس کا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: لیکن جو بچھانے کی چیز محل اہانت میں نہ ہو مثلاً مصلیٰ وغیرہ تو اس میں تصویر برقرار رکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر مصور تکیے بڑے بڑے ہوں جن پر بنی ہوئی تصویر کھڑی نظر آئے تو ان کا استعمال بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: برتنوں میں جو تصویریں تلے کے سوا کسی اور جگہ ہوں وہ پامال وممتہن کے حکم میں نہیں اس لیے اگر وہ بڑی تصویریں ہو تو ان برتنوں کا استعمال بھی جائز نہیں۔

● **بچوں کی گڑیاں:** مٹی یا کسی اور چیز کی بنی ہوئی تصویروں اور مورتیوں کو رکھنا بھی جائز نہیں۔ مٹھائی وغیرہ کے جو کھلونے بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں یہ بھی بنانا منع ہیں اور آج کل ان کو خریدنے سے پرہیز کرنا چاہیے البتہ اگر ان کو خرید لیا ہو تو توڑ کر کھا سکتے ہیں۔

● سر کٹی ہوئی ناقص تصویریں

مسئلہ: یعنی جن میں چہرہ نہ ہو خواہ باقی بدن تمام موجود ہو اس کا استعمال اور گھر میں رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: لیکن اگر ناقص تصویر میں چہرہ موجود ہو خواہ باقی بدن نہ ہو تو ایسی تصویر کا استعمال جائز نہیں۔

وہ تصویریں جو کسی چیز میں پوشیدہ ہوں

مسئلہ: تصویریں اگر کسی غلاف یا تھیلی وغیرہ میں پوشیدہ ہوں یا کسی ڈبہ وغیرہ میں بند ہوں تو اس تھیلی یا ڈبہ وغیرہ کو گھر میں رکھنا جائز ہے۔ یہ رحمت کے فرشتوں کے گھر میں داخل ہونے سے مانع نہیں اگرچہ بنانا اور خریدنا ان کا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: جس شخص کے بدن پر کوئی تصویر گدی ہوئی ہو مگر کپڑوں میں چھپی ہوئی ہو تو اس کی امامت جائز ہے۔

تصویر سازی اور فوٹو گرافی وغیرہ کی اجرت

مسئلہ: جاندار کی تصویر بنانے اور فوٹو لینے کی اجرت لینا اور دینا دونوں ناجائز ہیں۔

مسئلہ: جس پریس میں جاندار چیزوں کی تصاویر چھپتی ہوں اس کی ملازمت بھی طباعت کے کام میں جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی نے تصویر بنوالی تو شرعاً اس کی اجرت دینا اس کے ذمہ واجب نہیں۔ البتہ رنگ وغیرہ جو مصور نے خرچ کیا اس کی قیمت دی جائے گی۔

مسئلہ: جن تصاویر کے بنانے کی اجازت اوپر ذکر ہوئی ان کے بنانے کی اجرت لینا اور دینا سب جائز ہیں۔

تصاویر کی تجارت

مسئلہ: بیع وشراء میں اگر تصاویر خود مقصود نہ ہوں بلکہ دوسری چیزوں کے تابع ہو کر آجائیں جیسے اکثر کپڑوں میں تصویریں بنی ہوتی ہیں یا برتنوں اور دوسری مصنوعات جدیدہ میں اس کا رواج عام ہے تو اس کی خرید وفروخت تبعاً جائز ہے۔

مسئلہ: جب خود تصاویر ہی کی بیع وشراء مقصود ہو تو خریدنا اور فروخت کرنا دونوں ناجائز ہیں۔ اور اگر مورتی مٹی کی بنی ہوئی ہو تو شرعاً اس کی کچھ قیمت کسی کے ذمہ واجب نہیں ہوتی البتہ اگر کسی دھات یا لکڑی وغیرہ کی ہو تو اتنی قیمت واجب ہوتی ہے جس قدر اس لکڑی یا دھات کی قیمت تصویر سے قطع نظر کر کے ہوسکتی ہے۔

تصاویر کے دیکھنے کا حکم

مسئلہ: جن تصاویر کا بنانا اور جن کو گھر میں سجا کر رکھنا ناجائز ہے ان کو ارادہ اور قصد کے ساتھ دیکھنا بھی ناجائز ہے، البتہ تبعاً بلا قصد نظر پڑ جائے تو مضائقہ نہیں جیسے کوئی اخبار یا کتاب ہو جس میں تصویریں ہوں، مقصود اس کا مضمون دیکھنا ہے۔ بلا ارادہ تصویر بھی سامنے آ جاتی ہے اس کا مضائقہ نہیں۔ البتہ وہ تصویریں جو پامال ہوتی ہوں یا بہت چھوٹی ہوں ان کے دیکھنے میں مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ: سینما اور ویڈیو کی ممانعت کے لیے یہ بھی کافی ہے کہ اس میں مقصود تصاویر کا دیکھنا دکھانا ہوتا ہے۔

جس مکان میں تصاویر ہوں اس میں داخل ہونا

مسئلہ: ایسے مکان اور خیمہ وغیرہ میں داخل ہونا جائز نہیں جس میں ممنوعہ تصاویر ہوں۔

مسئلہ: تصویر والے مکان میں اگر کوئی مریض ہو اس کی عیادت کرنے کے لیے بھی بغیر ضرورت کے وہاں جانا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی دوسرے شخص کے مکان میں ممنوعہ تصاویر ہوں اور وہاں جانے کی کوئی شرعی یا معاشی مجبوری ہو اور اس پر قدرت نہ ہو کہ تصاویر کو ہٹا دے تو ایسے مکان میں جانا اور بقدر ضرورت بیٹھنا جائز ہے۔

تصویر والے کپڑے یا مکان میں نماز پڑھنا

مسئلہ: جاندار کی تصویر والے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ بہت چھوٹی تصویر کا مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جس مکان میں ممنوعہ تصویریں لگی ہوں یا معلق ہوں اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر تصویریں قدموں کے نیچے ہوں تو اگر سجدہ تصویر پر نہ کیا جائے تو بعض حضرات کے نزدیک جائز ہے اور بعض اس کو بھی مکروہ فرماتے ہیں۔

مسئلہ: تصویر کے قدموں کے نیچے ہونے کے علاوہ سب صورتوں میں نماز مکروہ ہے لیکن کراہت کے درجے مختلف ہیں۔ سب سے سخت کراہت اس تصویر میں ہے جو نمازی کے سامنے قبلہ کی جانب میں ہو۔ پھر وہ جو نمازی کے سر کے اوپر لٹکی ہوئی ہو پھر

وہ جو اس کی دائیں جانب لگی ہو پھر وہ جو بائیں جانب لگی ہو اور سب سے کم کراہت اس میں ہے جو نمازی کی پشت کی طرف لگی ہو۔

باب ۶۳

کافروں اور فاسقوں سے مشابہت کرنے کا بیان

انسانی امور کی دو قسمیں ہیں، اضطراری اور اختیاری۔

اضطراری امور اور ان میں مشابہت کا حکم

اضطراری امور وہ ہیں، جن کے ہونے نہ ہونے میں انسانی اختیار کو کوئی دخل نہیں ہے۔ مثلاً انسان کی خلقت، اس کو بھوک، پیاس لگنا اور اس سے مجبور ہو کر کھانا پینا، تن پوشی کے فطری داعیہ کی وجہ سے لباس پہننا اور رب کی عبادت کے فطری داعیہ سے عبادت کرنا۔ یہ خلقت اور دواعی اضطراری ہیں اور ان کے تحت صادر ہونے والے افعال طبعی ہیں۔

ان میں شریعت کا یہ حکم نہیں ہے کہ اگر کافر کھاتے پیتے ہیں تو تم نہ کھاؤ یا وہ لباس پہنتے ہیں تو تم نہ پہنو یا وہ عبادت کرتے ہیں تو تم نہ کرو بلکہ ان میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ تم ان افعال میں وہ تہذیب وشائستگی اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور کافروں، فاسقوں کے طور طریقوں کی نقل مت کرو۔

اختیاری امور

یہ دو طرح کے ہوتے ہیں مذہبی امور اور عادی ومعاشرتی امور۔

مذہبی امور میں مشابہت کا حکم: مذہبی امور سے مراد وہ اعمال ہیں جن کا تعلق دین اور عبادت سے ہے۔ ان میں کفار کے ساتھ مشابہت حرام ہے جیسے عیسائیوں کی طرح سینے پر صلیب لٹکانا، ہندوؤں کی طرح زنار باندھنا یا پیشانی پر قشقہ لگانا، اور سکھوں کی طرح ہاتھ میں لوہے کا کڑا پہننا وغیرہ۔

عادی اور معاشرتی امور: دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو قبیح بالذات ہیں یعنی جن

سے شریعت اسلام نے منع کیا ہے، دوسرے مباح بالذات جن سے شریعت نے براہ راست منع نہیں کیا۔

قبیح بالذات امور میں مشابہت کا حکم: ان میں مشابہت حرام ہے مثلاً چلتے وقت پہنے ہوئے لمبے کپڑے کو زمین پر گھسیٹنا اور مردوں کے لیے ریشمی لباس کا استعمال کرنا یا کسی قوم کی کوئی ایسی حرکت کی نقل کرنا جس میں ان کے معبودان باطلہ کی کوئی عظمت ظاہر کی جاتی ہو۔

مباح بالذات امور: ان میں دو صورتیں ہیں یا تو وہ کسی غیر قوم (یعنی کافروں فاسقوں یا بدعتیوں) کا شعار اور امتیازی نشان ہیں یا نہیں ہیں۔

اگر وہ کسی غیر قوم کا امتیازی نشان اور شعار ہیں تو پھر ان میں بھی مشابہت حرام ہے مثلاً غیر اقوام کا وہ مخصوص لباس جو صرف انہی کی طرف منسوب اور انہی کی نسبت سے مشہور ہو اور اس کا استعمال کرنے والا اسی قوم کا فرد سمجھا جائے مثلاً ہمارے علاقوں میں محرم کے دنوں میں خصوصاً اور باقی مہینوں میں عموماً سیاہ لباس یا فقط سیاہ قمیص شیعوں کا شعار ہے اور اسی طرح ہمارے علاقے میں سبز عمامہ ایک خاص بدعتی گروہ نے اپنا شعار بنالیا ہے۔

اگر وہ غیر قوم کا شعار نہ ہوں تو دیکھیں گے کہ ان کا بدل مسلمانوں کے ہاں موجود ہے یا نہیں؟

☼ ۱ اگر ان کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود ہے پھر ان امور میں مشابہت مکروہ ہے جیسے رسول اللہ ﷺ اپنے دست مبارک میں عربی کمان لیے ہوئے تھے کہ آپ نے کسی کے ہاتھ میں فارسی کمان دیکھی تو ناگواری سے فرمایا۔ یہ کیا لیے ہوئے ہو؟ اسے پھینک دو اور عربی کمان رکھو جس کے ذریعہ سے اللہ نے تمہیں قوت وشوکت دی۔

☼ ۲ اگر غیر اقوام کی اشیاء ایسی ہیں کہ ان کا کوئی بدل مسلمانوں کے پاس نہیں ہے

جیسے آج یورپ کی نئی نئی ایجادات، جدید اسلحہ اور تمدن و معاشرت کے نئے نئے سامان۔ اگر ان کا استعمال مشابہت کی نیت سے کیا جائے تو جائز نہیں۔ اور اگر ان چیزوں میں مشابہت کی نیت نہ ہو بلکہ اتفاقی طور پر استعمال میں آ رہی ہوں تو ضرورت کی حد تک ان کے استعمال میں کوئی شرعی حرج نہیں ہے۔

◆ داڑھی

داڑھی مونڈوانے میں کفار و مشرکین کے ساتھ مشابہت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خالفوا المشركين حفوا الشوارب اعفوا اللحى))

''مشرکین کے خلاف کرو۔ مونچھیں پست کرو (یعنی کترواؤ) اور داڑھیاں بڑھاؤ''۔ (بخاری و مسلم)

اور جو کافر داڑھی کے بال بڑھاتے ہیں تو وہ عام طور سے بہت زیادہ بڑھا لیتے ہیں۔ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں۔

((كان رسول الله ﷺ يأخذ لحيته من عرضها و طولها))

''رسول اللہ ﷺ اپنی ریش مبارک کو طول سے بھی درست کرتے تھے (اور ٹھوڑی سے ایک مشت سے زائد کو کتر دیتے تھے) اور عرض سے بھی درست کرتے تھے۔'' (ترمذی)

پھر داڑھی مونڈانے میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال)) (بخاری)

''لعنت فرمائی ہے اللہ نے ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت پیدا کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں۔''

◆ انگریزی بال

سر کا کچھ حصہ مونڈوانا یا کترنا اور کچھ چھوڑ دینا یہ غیر مسلموں کا طریقہ ہے اور نبی ﷺ نے قزع جو اسی ہیئت کو کہتے ہیں اس سے منع فرمایا ہے۔

- ◆ ہندوؤں کی طرح چوٹی رکھنا ناجائز ہے اور اگر کسی پیر فقیر کے نام پر رکھی جائے تو شرک کا کام ہے۔
- ◆ عیسائیوں کے اتوار کے دن کی تعظیم کے باعث اور ان کے اور دیگر کفار کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اتوار کی تعطیل کرنا ناجائز ہے۔
- ◆ لہنگا پہلے ہندو عورتوں کا مخصوص لباس تھا اس لیے مسلمان عورتوں کو اس کا پہننا جائز نہیں تھا۔ لیکن اب مسلمان عورتوں میں بھی اس کا رواج ہو گیا ہے اس لیے اب اس میں مشابہت نہ رہی اور اب اس کا استعمال جائز ہو گیا ہے پھر بھی پرہیز بہتر ہے۔
- ◆ نتھ پہننا فاسق عورتوں کا شیوہ ہے اس لیے شریف عورتوں کو ان کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔
- ◆ ٹیڑھی مانگ نکالنا گمراہ قوموں کا طریقہ ہے اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

باب ۶۴

کھانے پینے کے احکام

کھانا کھانے کے پانچ درجے ہیں

پہلا درجہ: فرض کا ہے یعنی اتنی مقدار کھانا فرض ہے کہ آدمی ہلاکت سے بچ جائے اور فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے۔ لہٰذا اگر کسی نے کھانا پینا چھوڑ دیا یہاں تک کہ مر گیا تو وہ نافرمان مرا۔

دوسرا درجہ: مندوب کا ہے یعنی فرض کی مقدار سے اس قدر زیادہ کھائے جس سے نوافل پڑھ سکے اور علم دین سیکھنے میں سہولت ہو اور دل میں اس کی نیت ہو۔

تنبیہ: مذکورہ بالا دونوں درجوں کے مطابق کھانا کھانے میں ثواب ملتا ہے۔

تیسرا درجہ: مباح کا ہے یعنی اس سے بھی زیادہ سیر ہونے تک کھائے اس غرض سے کہ بدن کی قوت میں اضافہ ہو۔ اس میں نہ ثواب ہے اور نہ گناہ ہے اور اتنی مقدار تک اخروی حساب بھی آسان ہوگا، بشرطیکہ طعام حلال ہو۔

چوتھا درجہ: مکروہ کا ہے یعنی سیر ہونے کے بعد کچھ زائد کھانا جس سے نقصان کا اندیشہ ہو اور اگر یہ اس غرض سے ہو کہ کل کے روزے میں تقویت رہے گی یا اس کے ہاتھ روک لینے سے مہمان کھانے میں شرم محسوس کرے گا اور وہ بھی ہاتھ کھینچ لے گا تو پھر مکروہ نہیں۔

پانچواں درجہ: حرام کا ہے جو یہ ہے کہ سیری سے بھی اتنا زیادہ کھائے کہ بدہضمی ہونے کا اندیشہ ہو۔

مسئلہ: کوئی ایسا ذی وجاہت شخص ہو جس کی بھوک ہڑتال کرنے سے جائز مطالبہ پر اچھا اثر پڑے گا تو وہ مندوب اور مباح درجہ کو چھوڑ سکتا ہے لیکن ایسی بھوک ہڑتال کہ جس میں فرض نماز پڑھنے کی قوت ختم ہو جائے یا موت کا اندیشہ ہو جائے جائز نہیں۔

مسئلہ: روٹی بیچ بیچ میں سے کھا لے اور کنارے چھوڑ دے یا ایک روٹی میں سے پھولا ہوا حصہ کھالے اور باقی چھوڑ دے یہ اسراف میں سے ہے اور اس میں ایک طرح کا اترانا ہے لیکن اگر دوسرا شخص اس کو کھا لیتا ہو تو کچھ ڈر نہیں۔

مسئلہ: جو لقمہ ہاتھ سے گر پڑے اس کا ترک کر دینا بھی اسراف میں سے ہے بلکہ چاہیے کہ پہلے اس کو اٹھا کر کھالے پھر دوسرا کھائے۔

مسئلہ: روٹی کی تعظیم میں سے ایک یہ ہے کہ جب روٹی سامنے آئے تو کھانا شروع کر دے سالن کا انتظار نہ کرے لیکن کہیں مہمان ہو تو میزبان کے کہنے کا انتظار کرے۔

مسئلہ: کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا سنت ہے۔ اگر کسی نے ایک ہاتھ دھویا یا دونوں ہاتھوں کی صرف انگلیاں دھولیں یا صرف ہتھیلیاں دھولیں تو دونوں ہاتھ دھونے کی سنت ادا نہ ہوگی۔

مسئلہ: کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر ان کو کپڑے سے نہ پونچھے تاکہ کھانا شروع کرنے تک دھونے کا اثر باقی رہے البتہ کھانے کے بعد دھو کر پونچھ ڈالے۔

مسئلہ: کھانے میں سنت یہ ہے کہ شروع میں بسم اللہ کہے اور آخر میں الحمد للہ پڑھے اگر شروع میں بسم اللہ بھول جائے تو جب یاد آئے یوں کہے بسم اللہ اولہ وآخرہ۔ اور جب بسم اللہ کہے تو چاہیے کہ بلند آواز سے کہے تاکہ جو لوگ ساتھ کھانے بیٹھے ہیں ان کو بھی تلقین ہو جائے اور جب ساتھیوں کے ساتھ مل کر کھا رہا ہو تو چاہیے کہ الحمد للہ کہنے میں آواز بلند نہ کرے لیکن اگر ساتھی بھی کھانے سے فارغ ہو گئے ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: ایک سنت یہ ہے کہ نمک کے ساتھ کھانا شروع کرے اور نمک ہی پر ختم کرے۔

مسئلہ: کھانا کھا کر ہاتھ دھونے پر پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو خوب چاٹ لے۔

مسئلہ: یہ سنت میں سے ہے کہ سالن کے لیے پلیٹ کے وسط میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ اپنی جانب ایک جگہ سے لگائے۔ البتہ ایک طبق اور ٹرے میں مختلف قسم کے پھل ہوں تو جو چاہے لے سکتا ہے۔

مسئلہ: ننگے سر کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: کھانا کھاتے ہوئے اپنی دائیں ٹانگ کھڑی رکھے اور بائیں ٹانگ بچھا لے۔

مسئلہ: ٹیک لگا کر کھانا سنت کے خلاف ہے ٹیک لگانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں کا ایک ہی حکم ہے۔ اول یہ کہ دائیں یا بائیں پہلو کا دیوار یا تکیہ وغیرہ پر سہارا لگائے۔ دوسرے یہ کہ ہتھیلی سے زمین پر سہارا لگائے، تیسرے یہ کہ چوکڑی مار کر بیٹھے، چوتھے یہ کہ کمر گاؤ تکیہ یا دیوار سے لگائے۔

مسئلہ: منہ کے بل لیٹ کر کھانا منع ہے۔

مسئلہ: جب آدمی بھوک سے ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ جان جاتے رہنے کا خوف ہو اور کھانے کی حلال چیز کوئی میسر نہ ہو تو وہ اپنی جان بچانے کے لیے بقدر ضرورت مردار کھا سکتا ہے اور اگر نہ کھایا اور مر گیا تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: چلتے پھرتے چھوٹی موٹی چیز منہ میں ڈال سکتے ہیں مثلاً پان، تمباکو، سونف، ٹافی اور ایک آدھ لقمہ لیکن پورا کھانا کھانا ہو تو وہ بیٹھ کر کھانا چاہیے۔ کھڑے ہو کر کھانا مکروہ ہے۔

مسئلہ: میز کرسی پر کھانا یا اپنے سامنے چھوٹی میز پر کھانا رکھ کر کھانا سنت کے خلاف طریقہ ہے۔

اگر مجلس دعوت میں کوئی بات خلاف شرع ہو مثلاً گانا بجانا ہو تو اگر وہاں جانے سے پہلے معلوم ہو جائے تو دعوت قبول نہ کرے۔ البتہ اگر قوی امید ہے کہ میرے جانے سے بوجہ میری شرم اور لحاظ سے وہ بات بند ہو جائے گی تو جانا بہتر ہے اور اگر معلوم نہ تھا اور چلا گیا اور وہاں جا کر دیکھا، سو اگر یہ شخص مقتدائے دین ہے تب تو لوٹ آئے اور اگر مقتدا نہیں ہے، عوام الناس میں سے ہے تو اگر عین کھانے کے موقع پر وہ خلاف شرع بات ہے تو وہاں نہ بیٹھے اور اگر دوسری جگہ پر ہے تو خیر کھانے پر بہ مجبوری بیٹھ جائے اور بہتر ہے کہ صاحب مکان کو فہمائش کرے اور اگر اس قدر ہمت نہ ہو تو صبر کرے اور دل سے اسے برا سمجھے اور اگر کوئی شخص مقتدائے دین نہ ہو لیکن ذی اثر اور صاحب

وجاہت ہو کہ لوگ اس کے افعال کا اتباع کرتے ہوں تو وہ بھی اس مسئلہ میں مقتدائے دین کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی آدمی شہر کے کسی باغ میں سے گزرا اور کچھ پھل درختوں کے نیچے گرے پڑے ہوں تو اس کے لیے وہ کھانا جائز نہیں مگر جبکہ جانتا ہو کہ مالک کی طرف سے کھانے کی صراحۃً یا دلالۃً اجازت ہے۔

اگر آدمی شہر سے باہر کسی باغ میں ہو تو اگر گرے ہوئے پھل ایسے ہوں کہ باقی رہتے ہوں جیسے اخروٹ وغیرہ تو یہ نہیں کھا سکتا، مگر جبکہ مالک کی طرف سے مباح کرنے کا علم ہو اور اگر ایسے پھل ہوں کہ باقی نہیں رہ سکتے جلد خراب ہو جاتے ہیں تو ان کو کھانا جائز ہے جب تک مالک کی طرف سے ممانعت ظاہر نہ ہو اور ان کو اٹھا کر اپنے گھر نہیں لا سکتا۔

اگر پھل درخت پر لگے ہوں تو افضل یہ ہے کہ بغیر اجازت کے کسی جگہ سے بھی نہ لے یعنی خواہ شہر کے اندر ہو یا شہر کے باہر ہو لیکن اگر ایسا مقام ہو جہاں یہ پھل بہت ہوں اور یہ معلوم ہو کہ کچھ توڑ کے کھا لینا مالکوں کو ناگوار نہ ہو گا تو کھا سکتا ہے لیکن یہ جائز نہیں کہ اپنے ساتھ کچھ باندھ کر بھی لے آئے۔

مسئلہ: حلال جانور کی یہ سات چیزیں کھانا منع ہے:

پتہ، مثانہ، غدود، کپورے (یعنی خصیتین) مادہ کی شرمگاہ، نر جانور کی پیشاب کی نالی اور بہتا ہوا خون۔

علامہ طحطاوی رحمہ اللہ نے حرام مغز کو بھی ان میں سے شمار کیا ہے لیکن اس کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔

مسئلہ: حلال جانور کی اوجھڑی کھانا جائز ہے۔

مسئلہ: غیر اللہ کے نامزد کئے ہوئے جانوروں کا حکم یہ ہے۔

- اگر کسی جانور کو غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا تو وہ حرام ہے۔
- ذبح کے وقت تو بسم اللہ ہی کہا لیکن جانور غیر اللہ پر نامزد ہو یہ بھی حرام ہے۔

- اگر مالک نے غیر اللہ کے لیے اس جانور کی نامزدگی سے رجوع کرلیا اور توبہ کرلی پھر اللہ کا نام لے کر جانور کو ذبح کیا تو وہ حلال ہوگا۔

مسئلہ: غیر اللہ کے نامزد کئے ہوئے وہ جانور حرام ہوتے ہیں، جو اس غیر اللہ کے تقرب اور رضا حاصل کرنے کے لیے نامزد کئے گئے ہوں اور اگر غیر اللہ کا نام محض عنوان کے طور پر ہو تقرب اور رضا حاصل کرنے کی نیت نہ ہو جیسے یوں کہتے ہیں کہ یہ فلاں بچے کا عقیقہ ہے تو یہ حلال ہے یا بقرعید کے موقع پر نبی ﷺ کے ایصال ثواب کے لیے قربانی کا جانور خریدا اور یوں کہا کہ یہ نبی ﷺ کا ہے تو یہ جانور حلال ہے۔

مسئلہ: اشیائے خوردنی میں کیڑے پیدا ہوجائیں یا گولر میں بھنگے پیدا ہوجائیں تو ان کیڑوں کا کھانا جائز نہیں۔ کیڑے ہٹا کر استعمال کرنا چاہیے۔

مسئلہ: گوشت کا یا کوئی اور کیڑا شوربے میں گر گیا تو شوربا نجس نہ ہوگا۔ کیڑے کو ہٹا کر شوربے کو استعمال کر سکتے ہیں، لیکن اگر کیڑا پھٹ کر شوربے میں ریزہ ریزہ ہوگیا ہو تو پھر اس شوربے کا استعمال جائز نہیں۔

اس حکم سے مستثنیٰ یہ صورتیں ہیں:

i- کیڑوں میں ابھی جان نہ پڑی ہو یا ابھی وہ انڈے ہوں تو ان کو کھانا جائز ہے۔

ii- سرکہ اور پھل میں پیدا ہونے والے کیڑے اگر ایسے مخلوط ہو گئے ہوں کہ ان کو جدا کرنا مشکل ہو جائے تو ضرورت کی وجہ سے ان کو کھانا جائز ہے۔

iii- اگر بڑی مقدار میں پاک چیز ہو اور اس میں قلیل سی خبیث چیز مل جائے کہ اس سے گھن نہ آتی ہو تو اس کا کھانا جائز ہے۔ جیسے ایک دیگ میں ایک مکھی گر جائے اور ریزہ ریزہ ہو جائے۔ اور اگر پاک چیز تھوڑی مقدار میں ہو مثلاً ایک پیالے میں شوربا ہو اور اس میں مکھی گر کر ریزہ ریزہ ہو جائے تو اس کو کھانا درست نہیں۔

مسئلہ: جو جانور نجاست کھانے لگے اور اس وجہ سے اس کا گوشت بدبودار ہوجائے تو اس کو جلالہ کہتے ہیں اور اس حالت میں اس کا دودھ پینا یا اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا مکروہ ہے۔ اگر وہ مرغی ہے تو تین دن اور بکری ہے تو چار دن اور گائے یا

اونٹ ہے تو دس دن ان کو باندھ کر صاف ستھری غذا دی جائے تا کہ گوشت کی بدبو زائل ہو جائے۔ پھر ان کا گوشت اور دودھ استعمال کیا جانا چاہیے۔

مسئلہ: اگر جانور نے نجاست کھائی لیکن گوشت میں بدبو پیدا نہیں ہوئی یا کوئی غیر بدبودار حرام چیز کھلائی گئی تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ فارمی یعنی ولایتی مرغیوں کو اگرچہ نجس خوراک دی گئی ہو لیکن چونکہ ان کے گوشت میں بدبو نہیں ہوتی لہٰذا ان کا کھانا جائز ہے۔محض غذا و خوراک کے نجس ہونے کی وجہ سے گوشت کا استعمال ناجائز نہیں ہوگا۔

مسئلہ: گیارھویں اور محرم کے موقع جو کچھ تقسیم کیا جاتا ہے۔ اگر وہ غیر اللہ کے نامزد ہو اور اس کے نام کی نذر ہو تو حرام ہے اور اگر اللہ کے نام کا صدقہ ہو جس کا ثواب بزرگ کو پہنچایا گیا ہو تو وہ حرام نہیں مباح ہے لیکن چونکہ دن کی تخصیص کی وجہ سے بدعت ہے اور بہت سے لوگ عقائد میں پختہ نہیں اس لیے ایسی چیزوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مسئلہ: بارہ ربیع الاول، شب برات اور اسی طرح کے دیگر موقعوں پر جو بہت سے صحیح عقیدے والے بھی کچھ پکا کر تقسیم کرتے ہیں تو اگرچہ وہ چیز حرام نہیں ہوتی لیکن دن کی تخصیص کے باعث بدعت ہونے کی وجہ سے اس سے پرہیز کرنا بہتر ہے۔

باب ۶۵

لباس کے احکام

لباس کے بارے میں شریعت کی بتائی ہوئی حدود یہ ہیں:

- مرد شلوار، تہہ بند اور پائجامہ وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھے۔ ٹخنے پورے یا ان کا کچھ حصہ بھی ان میں چھپنا نہیں چاہیے۔ عورت اپنے ٹخنے اور پشت قدم کو چھپائے۔
- لباس اتنا چھوٹا، باریک یا چست نہ ہو کہ وہ اعضاء ظاہر ہو جائیں جن کا چھپانا واجب ہے۔
- لباس میں کافروں اور فاسقوں کی نقالی اور مشابہت اختیار نہ کریں۔
- مرد زنانہ لباس اور عورتیں مردانہ لباس نہ پہنیں۔
- مالدار شخص اتنا گھٹیا لباس نہ پہنے کہ دیکھنے والے اسے مفلس سمجھیں۔
- فخر و نمائش اور تکلف سے اجتناب کریں۔
- مردوں کو اصلی ریشم کا لباس پہننا حرام ہے عورتوں کے لیے ریشم کا لباس جائز ہے جیسے اصلی بوسکی۔

مردوں کے لیے اصلی ریشم کے استعمال میں تفصیل

☼ ۱ وہ ریشمی کپڑا جس کا تانا اور بانا دونوں ریشم کے ہوں مردوں کے لیے حرام ہے جیسے اصلی بوسکی۔

☼ ۲ اگر بانا ریشم کا ہو اور تانا غیر ریشم کا ہو تو یہ بھی ناجائز ہے۔

☼ ۳ اگر تانا ریشم کا ہو اور بانا ریشم کا نہ ہو مثلاً سوت کا ہو، ریشم دکھائی دیتا ہو، تو یہ بھی ناجائز ہے البتہ اگر ریشم نظر نہ آتا ہو تو وہ کپڑا جائز ہے۔

۴ کپڑے پر چار انگل چوڑائی تک ریشم کا گوٹہ کناری لگا ہوتو جائز ہے۔اس سے زیادہ جائز نہیں۔

۵ مردوں کو ریشم کا لحاف اوڑھنا جائز نہیں۔

۶ ریشم کی مچھر دانی استعمال کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: مصنوعی ریشے کے جو کپڑے تیار کئے جاتے ہیں، یہ ریشم نہیں اس لیے مردوں کو اس کا پہننا اور استعمال کرنا درست ہے۔ اگر کسی مخمل کا رواں ریشم کا نہ ہوتو وہ بھی مردوں کے لیے جائز ہے۔

مسئلہ: خالص سرخ لباس پہننا مردوں کے لیے مکروہ ہے۔کسی اور رنگ کی آمیزش ہو یا دھاری دار ہو(یعنی سرخ اور کسی دوسرے رنگ کی دھاریاں ہوں) تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: کسم اور زعفران میں رنگا ہوا کپڑا مرد کو پہننا جائز نہیں۔

مسئلہ: عورتوں کے لیے کسی بھی رنگ کی ممانعت نہیں ہے۔

مسئلہ: چونکہ سفید رنگ کا کپڑا مردوں کے ساتھ خاص نہیں ہے لہٰذا عورتیں اگر مکمل سفید کپڑا یا وہ سفید کپڑا جس پر رنگین کشیدہ کاری ہوئی ہو پہن لیں تو اس میں کوئی ممانعت نہیں بشرطیکہ اس کپڑے کی تراش خراش مردوں کی طرح کی نہ ہو۔

مسئلہ: کوٹ پتلون کے استعمال میں اب اگرچہ کفار اور فاسقوں کے ساتھ اس درجہ مشابہت نہیں رہی اور ان کے استعمال کی گنجائش ہے لیکن پھر بھی نیک لوگوں کا سا لباس پہننا افضل ہے۔

مسئلہ: مردوں کا عام طور سے ننگے سر رہنا خلاف ادب ہے۔

مسئلہ: کسی کی موت پر کالے کپڑے پہننا جائز نہیں کیونکہ یہ کافروں کا طریقہ ہے۔

باب ٦٦

زیورات اور سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کے احکام

عورتوں کے زیور پہننے کے چند مسائل

مسئلہ: عورتوں کو کان چھدوانا اور اس کا زیور پہننا جائز ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو ناک چھدوانے اور اس میں لونگ یعنی ناک کی کیل کے استعمال میں اختلاف ہے۔ استعمال کی گنجائش ہے البتہ احتیاط بہتر ہے۔

مسئلہ: ایسا زیور جس میں گھنگھرو ہو یعنی بجنے والا زیور عورت کو پہننا جائز نہیں۔

مسئلہ: لوہے، تانبے، پیتل اور رانگ کی بنی ہوئی انگوٹھی مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے پہننا ناجائز ہے۔

مسئلہ: لوہے وغیرہ کی انگوٹھی پر اگر چاندی کا ملمع کیا گیا ہو کہ لوہا بالکل نظر نہ آتا ہو تو ایسی انگوٹھی کا استعمال مرد اور عورت دونوں کے لیے جائز ہے۔

مسئلہ: لوہے تانبے، پیتل اور رانگ وغیرہ کی انگوٹھی کے علاوہ باقی زیور اور دیگر دھاتوں اور چیزوں مثلاً ہڈی، شیشہ وغیرہ کی انگوٹھی ہر قسم کے زیورات کا استعمال جائز ہے۔

مردوں کا سونا چاندی کا زیور پہننا

مسئلہ: مردوں کے لیے صرف چاندی کی انگوٹھی جائز ہے اور وہ بھی اس وقت ہے جب وہ ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہو اور انگوٹھی مردانہ ڈیزائن کی ہو۔ اگر زنانہ ڈیزائن میں بنی ہو تو مردوں کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں۔

مسئلہ: بہتر یہ ہے کہ چاندی کی انگوٹھی بھی صرف وہ مرد استعمال کریں جن کو اسے مہر کے طور پر استعمال کرنا ہو۔ جن کو مہر کی ضرورت نہ ہو ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ

چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال نہ کریں۔

سونے چاندی کے برتنوں اور اشیاء کا استعمال

مسئلہ: سونے چاندی کے برتنوں اور اشیاء کا استعمال جو ناجائز ہے وہ مردوں عورتوں، بچوں سب کے لیے ناجائز ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی کے چمچہ سے کھانا۔

سونے چاندی کے خوان (تپائی) پر رکھ کر کھانا کھانا۔

سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا اور سرمہ دانی استعمال کرنا۔

سونے چاندی کے قلم سے لکھنا۔ اگر محض نب سونے چاندی سے بنائی گئی ہو یا ملاوٹ ہو لیکن سونا چاندی غالب ہو تو اس سے لکھنا بھی ناجائز ہے۔

سونے چاندی کی دوات استعمال کرنا اور اگر دوات کا صرف ڈھکنا سونے یا چاندی کا ہو تو وہ بھی جائز نہیں ہے۔

سونے چاندی کے آئینہ میں دیکھنا اور اگر آئینہ شیشے کا ہو اور اس کا حلقہ سونے چاندی کا ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کو پکڑے بغیر اس میں دیکھنا جائز ہے اور ہاتھ میں پکڑ کر استعمال کرنا بالاتفاق ناجائز ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر حال میں پرہیز کرنا بہتر ہے۔

سونے چاندی کی کرسی پر بیٹھنا۔

سونے چاندی کے اگر دان میں خوشبودار چیز جلا کر دھونی لینا۔

سونے چاندی کے لوٹے یا کسی اور برتن سے وضو کرنا یا ہاتھ منہ دھونا۔

سونے چاندی کی تیل کی کپی استعمال کرنا۔

سونے چاندی کا تعویز لٹکانا۔

سونے چاندی کا دروازہ استعمال کرنا۔

سونے چاندی کا خلال استعمال کرنا۔

مسئلہ: جس برتن میں سونے چاندی کی پچی کاری ہوئی ہو اس میں کھانے پینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اپنا منہ سونے چاندی پر نہ رکھے۔

اسی طرح اگر کسی کرسی وتخت پر سونے چاندی کا حلقہ لگایا گیا ہو تو اس پر بیٹھ سکتا ہے، بشرطیکہ نشست سونے چاندی پر نہ ہو۔

مسئلہ: سونے چاندی کے برتن میں ہاتھ ڈال کر چیز نکالی جائے مثلاً برتن ایسا ہو کہ اس میں ہاتھ ڈال کر تیل نکالا جائے اور سر اور جسم پر ہاتھ سے تیل لگایا تو ایسے استعمال میں مضائقہ نہیں ہے۔

مسئلہ: برتن یا قلم یا گھڑی کسی اور دھات کی ہو اور اس پر صرف سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا گیا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے لیکن اجتناب بہتر ہے۔

مسئلہ: گھڑی میں ایک دو پرزے چاندی یا سونے کے ہوں اور باقی دوسری دھات کے ہوں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر گھڑی کے کیس میں سونا چاندی ڈالا گیا ہو لیکن مغلوب ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔

مسئلہ: سونے چاندی کی کیلوں اور میخوں میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ مثلاً دروازہ میں لگی ہونے کی صورت میں ان پر ہاتھ نہ لگے۔

مسئلہ: سونے چاندی کی ایسی چیزیں جو محض سجاوٹ کے لیے ہوتی ہیں استعمال کے لیے نہیں ہوتیں ان کو رکھنا جائز ہے۔

مسئلہ: لڑائی میں مردوں کو سونے چاندی کے خود یا بازو بند پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: جس کپڑے کے حاشیہ پر سونے یا چاندی کا کام چار انگشت یا اس سے کم ہو وہ مردوں کے لیے جائز ہے چار انگشت سے زائد ہو تو مردوں کے لیے جائز نہیں ہے۔

سونے چاندی کے اعضاء کی پیوند کاری

مسئلہ: کسی شخص کی انگلیوں کی پوریں کاٹ دی گئی ہوں تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ

سونے چاندی کی پوریں بنوا کر لگائے۔

مسئلہ: دانت ہلتا ہوتو اس کو سونے چاندی کے تار سے باندھنا یا اس پر سونے چاندی کا خول چڑھانا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی اور چیز کے بنے ہوئے دانت خراب ہوجاتے ہوں تو سونے چاندی کے دانت بنوانا جائز ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کی ناک کاٹ دی گئی ہوتو سونے یا چاندی کی ناک بنوا کر لگوا سکتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کا ہاتھ پاؤں یا پوری انگلی کاٹ دی گئی ہوتو سونے چاندی کے یہ اعضاء بنوا کر لگوانا جائز نہیں بلکہ کسی اور دھات کے بنوا کر لگوائے کیونکہ ان اعضاء میں استعمال مستقل ہے جبکہ اوپر مسائل میں ذکر کئے گئے اعضاء کا استعمال یا تو مستقل نہیں ہے یا اس مجبوری سے ہے کہ دوسری دھات خراب ہوجاتی ہے۔

باب ۶۷

بالوں کے متعلق احکام

مسئلہ: پورے سر پر بال رکھنا کان کی لو تک یا کسی قدر اس سے نیچے یا پورا سر منڈوا دینا سنت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا معمول تو بال رکھنے کا تھا البتہ آپ ہی کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سر منڈواتے تھے۔ اور بال کترانا بھی درست ہے مگر کہیں سے چھوٹے اور کہیں سے بڑے رکھنا ناجائز ہے۔

مسئلہ: اگر بال بہت بڑھا لیے تو عورت کی طرح جوڑا باندھنا درست نہیں۔

مسئلہ: عورت کو سر منڈوانا حرام ہے حدیث میں لعنت آئی ہے۔

مسئلہ: مونچھوں کو اس قدر کترانا کہ ہونٹ کے برابر ہو جائیں سنت ہے اور منڈوانے میں اختلاف ہے۔ بعضے بدعت کہتے ہیں بعضے اجازت دیتے ہیں۔ لہٰذا نہ منڈانے میں احتیاط ہے۔

مسئلہ: مونچھ دونوں طرف دراز رہنے دینا درست ہے بشرطیکہ لبیں دراز نہ ہوں۔

مسئلہ: داڑھی منڈوانا کترانا حرام ہے، البتہ ٹھوڑی سے نیچے ایک مشت سے جو زائد ہو اس کا کترانا درست ہے۔ اسی طرح چاروں طرف سے تھوڑا تھوڑا لے لینا کہ سڈول اور برابر ہو جائے درست ہے۔

مسئلہ: رخسارہ (یعنی گال کے بالائی حصہ) کی طرف جو بال بڑھ جائیں ان کو برابر کر دینا یعنی خط بنوانا درست ہے۔ اسی طرح اگر دونوں ابرو کسی قدر لی جائیں تو درست ہے۔

مسئلہ: حلق کے بال منڈوانا نہ چاہیے مگر امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اس میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: ریش بچہ کے دونوں طرف لب زیریں بال منڈوانے کو فقہا نے بدعت لکھا ہے

اس لیے ایسا نہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح گدی کے بال بنوانے کو بھی فقہا نے بدعت لکھا ہے۔

مسئلہ: بغرض زینت سفید بال کاٹنا ممنوع ہے البتہ مجاہد کو دشمن پر رعب وہیبت ڈالنے کے لیے دور کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ: ناک کے بال اکھیڑنا نہ چاہیے قینچی سے کتر ڈالنا چاہیے۔

مسئلہ: سینہ اور پشت کے بال کا بنانا جائز ہے مگر خلاف ادب اور غیر اولیٰ ہے۔

مسئلہ: بغل کے بالوں میں اولیٰ تو یہ ہے کہ مونچنے وغیرہ سے دور کیے جائیں اور استرے سے مونڈنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: زیر ناف بالوں کو مرد کے لیے استرے سے دور کرنا بہتر ہے، مونڈتے وقت ابتدا ناف کے نیچے سے کرے اور خصیتین کے پیچھے تک کرے۔ مرد اگر ہڑتال وغیرہ کوئی دوا لگا کر بال دور کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ اور عورت کے لیے سنت کے موافق یہ ہے کہ چٹکی یا چمٹی سے دور کرے استرہ نہ لگے۔ لیکن اگر اس کے بجائے کوئی بال صفا کریم یا پوڈر استعمال کرے تو وہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ: اس کے علاوہ اور تمام بدن کے بالوں کا مونڈنا اور رکھنا دونوں درست ہیں۔

مسئلہ: ہاتھ پیر کے ناخن دور کرنا بھی سنت ہے البتہ مجاہد کو دارالحرب میں ناخن اور مونچھ نہ کٹانا چاہیے۔

مسئلہ: ہاتھ کے ناخن اس ترتیب سے کترانا بہتر ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرے اور دائیں چھنگلیا تک بالترتیب کترا کر بائیں چھنگلیا سے بالترتیب کٹائے اور دائیں انگوٹھے پر ختم کرے اور پیر کی انگلیوں میں دائیں چھنگلیا سے شروع کر کے بائیں چھنگلیا پر ختم کرے یہ ترتیب اصول وقواعد کے اعتبار سے بہتر ہے اور اولیٰ ہے لیکن رسول اللہ ﷺ سے بعینہٖ ثابت نہیں ہے اس کے خلاف بھی درست ہے۔

مسئلہ: کٹے ہوئے ناخن اور بال دفن کر دینا چاہیے اگر دفن نہ کرے تو کسی محفوظ جگہ ڈال دے یہ بھی جائز ہے مگر نجس گندی جگہ نہ ڈالے اس سے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

مسئلہ: ناخن کو دانت سے کاٹنا مکروہ ہے اس سے برص کی بیماری ہوجاتی ہے۔

مسئلہ: حالت جنابت میں بال بنانا ناخن کاٹنا اور زیر ناف بال دور کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ: ہر ہفتے میں ایک مرتبہ زیر ناف بال، اور بغل کے بال دور کرنا اور مونچھیں کترانا ناخن وغیرہ دور کرنا اور نہا دھو کر صاف ستھرا ہونا افضل ہے اور سب سے بہتر جمعہ کا دن ہے کہ قبل نماز جمعہ فراغت کر کے نماز کو جائے۔ ہر ہفتے نہ ہو تو پندرھویں دن ہی سہی۔ انتہا درجہ چالیسویں دن ہے۔ اس کے بعد رخصت نہیں۔ اگر چالیس دن گزر گئے اور امور مذکورہ سے صفائی حاصل نہ کی تو گناہ گار ہوگا۔

مسئلہ: اپنے سر میں گنجے پن کو یا ہلکے بالوں کو چھپانے کے لیے کسی دوسرے شخص کے انسانی بالوں کا استعمال ناجائز اور حرام ہے۔

باب ٦٨

حجاب کے مسائل

مسئلہ: مرد کو ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک بدن ڈھانپنا فرض ہے مردوں سے بھی اور عورتوں سے بھی۔ سوائے اپنی بیوی کے کہ اس سے کوئی عضو ڈھانکنا ضروری نہیں اگرچہ بلاضرورت بدن دکھانا خلاف اولیٰ ہے۔

مسئلہ: عورت کو عورت کے رو برو بھی ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک بدن کھولنا جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض عورتیں جو نہاتے وقت دوسری عورت کے رو برو ننگی بیٹھ جاتی ہیں، یہ بالکل گناہ ہے۔

مسئلہ: عورت کو اپنے محرم شرعی کے روبرو ناف سے گھٹنوں تک اور کمر اور پیٹ کھولنا حرام ہے، باقی سر اور چہرہ اور بازو اور پنڈلی کھولنا گناہ نہیں۔ گو بعض اعضاء کا بلا ضرورت ظاہر کرنا مناسب بھی نہیں اور محرم شرعی وہ ہے جس سے عمر بھر کسی طرح نکاح صحیح ہونے کا احتمال نہ ہو۔ مثلاً:

باپ، بیٹا، حقیقی بھائی یا باپ شریک بھائی یا ماں شریک بھائی یا ان بھائیوں کی اولاد یا انہیں تین طرح کی بہنوں کی اولاد اور ان کی مثل، جس سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو۔ اور جس سے عمر بھر میں کبھی نکاح صحیح ہونے کا احتمال ہو، وہ شرعاً محرم نہیں بلکہ نامحرم ہے اور جو حکم شریعت میں محض اجنبی اور غیر آدمی کا ہے وہی ان کا ہے، گو کسی قسم کا رشتہ قرابت کا رکھتا ہو۔ جیسے چچا کا یا پھوپھی کا بیٹا یا ماموں کا یا خالہ کا بیٹا یا دیور یا بہنوئی یا نندوئی وغیرہ، یہ سب نامحرم ہیں، ان سے وہی پرہیز ہے جو نامحرم سے ہوتی ہے۔ چونکہ ایسے موقعوں پر فتنہ کا واقع ہونا سہل ہے اس لیے اور زیادہ احتیاط کا حکم ہے۔

مسئلہ: علماء نے فساد زمانہ کو دیکھ کر احتیاط کی خاطر بعض محرموں کو مثل نامحرموں کے قرار دیا ہے، بوجہ انتظام و احتیاط کے جیسے جوان سسر اور جوان عورت کا داماد اور شوہر کا بیٹا

اور اس کی دوسری بیوی اور دودھ شریک بھائی وغیرہ،

مسئلہ: جو شرعاً نامحرم ہو، اس کے روبرو سر اور بازو اور پنڈلی وغیرہ بھی کھولنا حرام ہے۔

مسئلہ: اگر بہت ہی مجبوری ہو مثلاً مشترکہ گھر ہونے کی وجہ سے کوئی رشتہ دار کثرت سے گھر میں آتا جاتا رہتا ہے اور گھر میں تنگی ہے کہ ہر وقت کا پردہ نبھ نہیں سکتا، ایسی حالت میں جائز ہے کہ اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ کلائی کے جوڑ تک، دونوں پاؤں کے ٹخنے کے نیچے تک کھولے رکھے اور اس کے علاوہ اور کسی حصے کا کھولنا جائز نہ ہوگا۔ پس ایسی عورتوں کو لازم ہے کہ سر کو خوب ڈھانکیں، کرتہ بڑی آستین کا پہنیں، اور کلائی اور ٹخنے نہ کھلنے پائیں۔

مسئلہ: کافر عورت کے سامنے مسلمان عورت صرف چہرہ اور پہنچوں تک دونوں ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے تک دونوں پیر کھول سکتی ہے۔ ان کے علاوہ ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں ہے۔ غیر مسلم عورتیں خواہ وہ بھنگن ہو یا گھر کے کام کرنے کی خادمہ ہو یا نرس ولیڈی ڈاکٹر ہو سب کے متعلق یہی حکم ہے۔

مسئلہ: جس عضو کا ظاہر کرنا جائز نہیں، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے، اس کو دیکھنا حرام ہے گو شہوت بالکل نہ ہو اور جس عضو کا ظاہر کرنا اور نظر کرنا جائز ہے اس میں یہ قید ہے کہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو اور اگر شہوت کا ذرا شک بھی ہو تو دیکھنا اس وقت حرام ہے۔ اب یہاں سے سمجھئے کہ بہت بوڑھی عورت جس کی طرف اصلاً احتمال رغبت کا نہ ہو، تو اس کا چہرہ تو دیکھنا جائز ہوگا، مگر سر اور بازو وغیرہ دیکھنا جائز نہ ہوگا۔

مسئلہ: جس عضو کا دیکھنا حرام ہے اگر علاج کی ضرورت سے دیکھا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ نظر اس سے نہ بڑھائے۔

مسئلہ: جو شخص شرعاً نامحرم ہے اس کا اور عورت کا تنہا مکان میں ہونا حرام ہے۔ اسی طرح اگر تنہائی نہ ہو بلکہ دوسری عورت موجود ہو مگر وہ بھی نامحرم ہو تب بھی مرد کا اس مکان میں ہونا جائز نہیں۔ البتہ اگر اس عورت کا کوئی محرم یا شوہر یا اس مرد کی کوئی محرم عورت یا زوجہ بھی اس مکان میں ہو تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جس عضو کا دیکھنا جائز ہے اور چھونے میں اندیشہ شہوت کا ہے، تو دیکھنا جائز ہوگا اور چھونا حرام ہوگا، البتہ علاج معالجہ کی ضرورت مستثنیٰ ہے۔ لیکن حتی المقدور اپنے خیال کو ادھر ادھر بانٹ دے، دل میں خیال فاسد نہ آنے دے۔

مسئلہ: اگر قابلہ یعنی بچہ جنانے والی کافر ہو، زچہ کو اس کے روبرو جس قدر بدن کھولنے کی ضرورت ہے اس کا کھولنا تو جائز ہے باقی سر اور بازو کھولنا ناجائز ہے۔

مسئلہ: بعض لوگ کافر مرد ڈاکٹروں سے بچے جنواتے ہیں۔ بلا مجبوری کے ایسا کرنا حرام ہے۔ اول مسلمان عورت کو اختیار کیا جائے۔ اگر وہ نہ ہو تو کافر عورت کو اختیار کیا جائے۔ اگر کسی مرد ڈاکٹر کی ضرورت آ ہی پڑے تو مسلمان ڈاکٹر کو اختیار کیا جائے۔ وہ بھی نہ ہو تو پھر بعد میں کافر مرد ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا جائے نہ کہ اول ہی قدم میں کافر مرد کی طرف پہنچ جائیں۔

مسئلہ: راہ گزرتے نامحرم مرد عورت میں باہم ہم کلامی بھی بلا ضرورت ممنوع ہے اور ضرورت میں بھی فضول باتیں نہ کرے، نہ ہنسے نہ مذاق کی کوئی بات کرے نہ اپنے لہجہ کو نرم کر کے گفتگو کرے۔

مسئلہ: گانے کی آواز مرد کی عورت کو یا عورت کی مرد کو سننا دونوں ممنوع ہیں۔ اس سے معلوم ہوا یہ جو بعض جگہ عادت ہے کہ بعضے رسمی واعظ مناجات یا قصیدہ آواز بنا کر عورتوں کو سناتے ہیں، یہ بہت برا ہے۔

مسئلہ: راہ گزرتے نامحرم جوان عورت کو سلام کرنا یا اس سے سلام لینا منع ہے۔

مسئلہ: مرد کا جھوٹا کھانا پینا نامحرم عورت کو اور عورت کا جھوٹا نامحرم مرد کو جب کہ لذت حاصل کرنے کا احتمال ہو مکروہ ہے۔

مسئلہ: اگر نامحرم کا لباس وغیرہ دیکھ کر طبیعت میں میلان پیدا ہوتا ہو تو اس کو بھی دیکھنا حرام ہے۔

مسئلہ: جو لڑکی نابالغ ہو مگر اس کی طرف مرد کو رغبت ہوتی ہو اس کا حکم بالغ عورت کی مثل ہے۔

مسئلہ: جس طرح بری نیت سے نامحرم کی طرف نظر کرنا، اس کی آواز سننا، اس سے بولنا، اس کو چھونا حرام ہے۔ اسی طرح اس کا خیال دل میں جمانا اور اس سے لذت لینا بھی حرام ہے اور یہ قلب کا زنا ہے۔

مسئلہ: اسی طرح نامحرم کا ذکر کرنا یا ذکر سننا یا اس کا فوٹو دیکھنا یا اس سے خط و کتابت کرنا، یا فون وغیرہ پر بات کرنا غرض جس ذریعہ سے برے خیالات پیدا ہوتے ہوں یہ سب حرام ہے۔

مسئلہ: جس طرح مرد کو اجازت نہیں کہ نامحرم عورت کو بلا ضرورت دیکھے بھالے، اسی طرح عورت کو بھی جائز نہیں کہ بلا ضرورت نامحرم کو جھانکے۔

مسئلہ: ایسا باریک کپڑا پہننا جس میں بدن جھلکتا ہو، برہنہ ہونے کی مثل ہے حدیث میں ایسے کپڑے کی مذمت آئی ہے۔

مسئلہ: مرد کو غیر عورت سے بدن دبوانا جائز نہیں۔

مسئلہ: بجتا ہوا زیور جس کی آواز نامحرم کے کان میں جائے یا ایسی خوشبو جس کی مہک غیر محرم کے دماغ تک پہنچے، استعمال کرنا عورتوں کو جائز نہیں۔ یہ بھی بے پردگی میں داخل ہے اور جو زیور خود نہ بجتا ہو، مگر دوسری چیز سے لگ کر آواز دیتا ہو، ایسے زیور میں یہ احتیاط واجب ہے کہ پاؤں زمین پر آہستہ رکھے تاکہ آواز پیدا نہ ہو۔

مسئلہ: چھوٹی لڑکی کو بھی بجتا زیور نہ پہنائے۔

مسئلہ: پیر بھی اگر نامحرم ہو تو مثل دوسرے نامحرم مردوں کے ہے، اس کے رو برو بلا حجاب آجانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: جس عضو کو حیات میں دیکھنا جائز نہیں، موت کے بعد بھی جائز نہیں اور اسی طرح بدن سے جدا ہونے اور کاٹ دئے جانے کے وقت بھی جائز نہیں۔ اسی طرح زیر ناف بالوں کو یا عورت کے سر کے بالوں کو بھی اترنے یا ٹوٹنے کے بعد دیکھنا مرد کو جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں جو کنگھی کر کے بالوں کو ویسے ہی پھینک دیتی ہیں کہ عام طور سے سب کی نگاہ سے گزرتے ہیں، یہ جائز نہیں۔

مسئلہ: ہیجڑا یا خواجہ سرا یا عنین سب کا حکم مثل نامحرم مرد کے ہے۔

مسئلہ: امرد یعنی بے ریش لڑکا بعض احکام میں اجنبی عورت کی مثل ہے، یعنی شہوت کے اندیشے کے وقت اس کی طرف دیکھنا اس سے مصافحہ یا معانقہ کرنا، اس کے پاس تنہائی میں بیٹھنا اس کا گانا سننا یا اس کے موجود ہوتے ہوئے گانا سننا یا اس سے بدن دبوانا اس سے بہت پیار و اخلاص کی باتیں کرنا، یہ سب حرام ہے۔

مسئلہ: عورتوں کو پردہ کی وجہ سے سفر میں نماز قضا کرنا جائز نہیں اور نہ بس میں یا بیل گاڑی میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھنا درست ہے، بلکہ چادر لپیٹ کر یا برقع پہن کر نیچے اتر کر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا واجب ہے، برقع کا پردہ ایسے وقت پر کافی ہے۔

مسئلہ: اڑتالیس میل یا اس سے زائد کے سفر میں اگر کوئی مرد محرم ہمراہ نہ ہو تو عورت کو سفر کرنا حرام ہے۔

مسئلہ: عورت کو مساجد یا مقابر پر جانا مکروہ ہے۔ البتہ بہت بڑھیا کو مسجد میں حاضر ہونا جائز ہے۔

باب ٦٩

علاج معالجہ کرنے، کرانے کا بیان

تکلیف وضرر کو دور کرنے والے اسباب تین قسم کے ہیں:

☼ ۱ قطعی اور یقینی: جیسے پیاس کی تکلیف دور کرنے کے لیے پانی اور بھوک کی تکلیف دور کرنے کے لیے روٹی اور سردی کے اثرات دور کرنے کے لیے گرم کپڑے وغیرہ۔

ان اسباب کو ترک کرنا توکل میں شمار نہیں ہوتا بلکہ موت کا خوف ہوتو ان کو ترک کرنا حرام ہے۔

☼ ۲ ظنی: مثلاً طب میں علاج معالجہ کے لیے اختیار کیے جانے والے ظاہری اسباب کہ ظن غالب ہوتا ہے کہ ان کے استعمال سے شفا حاصل ہوگی۔ ان کو اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں لیکن ان کو ترک کرنا ممنوع بھی نہیں بلکہ بعض لوگوں کے حق میں بعض حالات میں ان کا ترک افضل ہوتا ہے۔

☼ ۳ وہمی: مثلاً بیماری میں داغنا اور مختلف قسم کے کڑے، منکے اور پتھر استعمال کرنا جن سے شفا حاصل ہونے کا گمان غالب نہیں ہوتا بلکہ صرف وہم کے درجہ میں خیال ہوتا ہے کہ شاید شفا حاصل ہو۔ توکل کے لیے ان کا ترک کرنا شرط ہے۔

علاج معالجہ کے مسائل

مسئلہ: کسی شخص کو کوئی بیماری لاحق ہوئی اور اس نے اس کا علاج نہیں کیا یہاں تک کہ مرگیا تو گناہ گار نہ ہوگا۔

مسئلہ: جب یہ اعتقاد ہو کہ شفا دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور انہوں نے دوا کو سبب بنایا ہے تو علاج معالجہ میں مشغول ہونے میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ اعتقاد ہو کہ دوا ہی ازخود شفا دینے والی ہے تو یہ عقیدہ بھی غلط ہے اور اس کے تحت علاج کرانا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ: کسی حرام چیز کو بطور دوا صرف اسی صورت میں استعمال کرنے کی گنجائش ہے جب کوئی ماہر و حاذق مسلمان پرہیز گار طبیب بتائے کہ بیماری کا علاج صرف اسی حرام چیز سے ممکن ہے اور متبادل حلال کوئی دوسری دوا موجود نہیں ہے۔

مسئلہ: بچوں کو کسی بیماری کی وجہ سے داغ لگایا جائے تو جائز ہے۔

مسئلہ: چہرے پر داغنا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ: زخم پر گوندھا ہوا آٹا رکھا تو اگر یہ علم ہے کہ اس سے فائدہ ہوتا ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ کھانے کی چیز کو اس طرح بطور دوا استعمال کرنا جائز ہے۔

مسئلہ: جسم کا کوئی عضو اگر گل سڑ گیا ہو تو اس کو کاٹ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ: کوئی شخص اپنی زائد انگلی یا دیگر زائد عضو کٹوانا چاہے تو جائز ہے بشرطیکہ ایسے انتظامات ہوں کہ ان کی موجودگی میں عام طور پر اس قسم کے آپریشن سے موت واقع نہیں ہوتی۔

مسئلہ: ہر وہ آپریشن کرنا جائز ہے جس سے مریض صحیح ہو جاتا ہے یا کبھی صحیح ہو جاتا ہے اور کبھی مر جاتا ہے اور اگر بیمار حصہ چھیڑنے سے مریض جانبر نہ ہوتا ہو تو پھر ایسا آپریشن کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی مرض اور زخم ایسا ہو کہ مریض جس سے بالکل جانبر نہ ہوتا ہو تو اس کے لیے دوا نہ کرے بلکہ علاج ترک کر دے۔ البتہ تکلیف اور بے چینی کو رفع کرنے کی دوا استعمال کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ: مریض دماغی طور پر ختم ہو چکا ہو یعنی اس کی (Brain Death) ہو چکی ہو البتہ مصنوعی تنفس اور مصنوعی تحریک قلب سے حیات کا رشتہ قائم ہو تو ان مصنوعی طریقوں کا استعمال بند کیا جاسکتا ہے۔

مسئلہ: جس میں پیدائشی یا حادثاتی سبب سے کوئی عیب پیدا ہو گیا ہے تو اس کو دور کرنے کے لیے پلاسٹک سرجری کرنا جائز ہے لیکن بڑھاپے کو چھپانے کے لیے یا قدرتی طور پر پیدا ہونے والی تبدیلیوں کو چھپانے کے لیے پلاسٹک سرجری کرانا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: زہریلی ادویات کی اتنی قلیل مقدار جو مضر نہ ہو اس کا استعمال علاج کے طور پر جائز ہے لیکن مضر مقدار کا استعمال حرام ہے۔

مسئلہ: مسلمان طبیب غیر مسلم مریض کو نجس دوا تجویز کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ غیر مسلم مریض اپنے مذہب کی رو سے اس کو نجس یا ناجائز نہ سمجھتا ہو۔ اور اگر مسلمان طبیب دوا اپنے پاس سے دیتا ہے تو جو دوا نجس العین ہو جیسے خمر تو وہ دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: کسی شخص کو کسی نشہ کی مثلاً افیون کی لت پڑ گئی ہو اور ایسی حالت ہوگئی کہ اس نشہ آور شے کا استعمال نہ کرے تو ہلاک ہوجائے گا تو زندگی بچانے کے لیے اس نشہ آور شے کا استعمال اس کے لیے حلال بلکہ واجب ہوگا اور ضروری ہے کہ وہ بتدریج اس میں کمی کرے یہاں تک کہ اس سے خلاصی حاصل ہوجائے۔

مسئلہ: اگر حاملہ عورت کے فصد کھلوانے یا خون کا عطیہ دینے سے بچے کو نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: حاملہ عورت اپنے مرض اور اپنی تکلیف کے لیے دوا استعمال کرے تو جائز ہے اور اگر اس سے حمل ضائع ہوگیا تو عورت پر کچھ گناہ نہ ہوگا البتہ اگر کسی دوا سے جنین پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو تو شدید ضرورت کے بغیر اس دوا کو استعمال نہ کیا جائے۔

مسئلہ: حاملہ عورت مرجائے اور معلوم ہو یا گمان غالب ہو کہ بچہ زندہ ہے تو عورت کا پیٹ چاک کرکے بچہ کو نکال لیا جائے۔

مسئلہ: اگر بچہ ماں کے پیٹ میں عرضاً ٹھہر گیا اور رحم سے بچے کو نکالنے کی اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہ ہو کہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے نکالا جائے اور اگر ایسا نہ کیا تو ماں کی جان کو خطرہ ہو تو اس صورت میں اگر بچہ مرچکا ہو تب تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر بچہ زندہ ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

ختنہ کے احکام

مسئلہ: ختنہ کا مستحب وقت سات سال کی عمر سے بارہ سال کی عمر تک ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن کے بعد جائز ہے۔ شمس الائمہ حلوائیؒ کا قول ہے کہ

جب بچہ میں برداشت کی قوت آجائے اس وقت سے بلوغت تک کی عمر ختنہ کا وقت ہے۔

مسئلہ: اگر ختنہ کی کھال کاٹی لیکن پوری نہ کٹی تو اگر نصف سے زائد کٹ گئی تو ختنہ ہو گیا اور اگر نصف یا اس سے کم کٹی تو ختنہ نہ ہوا۔

مسئلہ: اگر ختنہ کی کھال اتنی چھوٹی ہے کہ بغیر مشقت اور سختی کے اس کو حشفہ سے اوپر نہیں کھینچ سکتے اور حشفہ بھی ایسا کھلا نظر آرہا ہے کہ جب کوئی شخص اس کو دیکھتا ہے تو خیال کرتا ہے کہ اس کا ختنہ ہو چکا ہے اور ختنہ کرنے کے ماہر بھی یہی کہیں کہ ختنہ کرنا ممکن نہیں تو سختی نہیں کی جائے گی اور بچے کو ایسے ہی چھوڑ دیں گے۔

مسئلہ: جب کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو جائے اور ختنہ کرانے کی اس میں طاقت نہ ہو اور ماہرین کی رائے بھی یہی ہو کہ اس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں تو اس کا ختنہ نہیں کیا جائے گا۔

مسئلہ: بچپن میں ختنہ نہیں کرایا اور بلوغت کے بعد کرائے تو ختنہ کرنے والے کے لیے محض اس کے ختنہ کی جگہ پر نظر ڈالنا جائز ہے۔

عملیات اور تعویذ کا بیان

تعویذ اور عمل میں یہ تفصیل ہے۔

- اگر ان میں شیاطین سے استعانت ہو تو ہر حال میں حرام ہے خواہ مقصود اچھا ہو یا برا ہو۔
- اور اگر ان میں اسمائے الٰہیہ سے استعانت ہو اور مقصود بھی جائز ہو جیسے حلال نوکری کے واسطے پڑھے یا کوئی مقروض ہو وہ ادائے قرض کے واسطے عمل پڑھے تو جائز ہے اور اگر مقصود ناجائز ہے مثلاً کسی اجنبی عورت کو مسخر کرنے کے واسطے پڑھا ہے تو حرام ہے کیونکہ اگر بلا نکاح ہی مسخر کرنا مقصود ہے تب تو حرام ہے اور اگر نکاح کے لیے مسخر کرنا ہے تو چونکہ اس شخص سے نکاح کرنا اس عورت کے ذمہ واجب نہیں ہے یہ بھی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کی بیوی نافرمان ہو اس کے مسخر کرنے کے واسطے عمل پڑھے تو جائز

ہے۔ اسی طرح اگر کسی عورت کا شوہر ظالم ہو اس کے لیے عمل پڑھنا بھی جائز ہے۔

مسئلہ: کوئی عورت اپنے شوہر کو تابعدار بنانے کے واسطے عمل پڑھے تو اس میں تفصیل ہے۔ اگر وہ ادائے حقوق میں کمی کرتا ہے تو اس درجہ کو حاصل کرنے کے لیے جائز ہے۔ اور حقوق ادا کرتا ہے تو محض عاشق ومفتون بنانے کے لیے عمل کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: علوی عملیات میں بھی اس بات کا بہت لحاظ رکھنا چاہیے کہ الفاظ جائز ہوں اور قرآن پاک کے الفاظ کو بگاڑا نہ گیا ہو۔

مسئلہ: تعویذ پانی میں گھول کر پلانا جائز ہے۔

مسئلہ: جس پانی میں کوئی تعویذ ڈالا گیا ہو یا کچھ آیات پڑھ کر دم کیا گیا ہو اس پانی کو اپنے جسم پر بہانا جائز ہے البتہ یہ خیال رکھا جائے کہ وہ پانی عام نالیوں اور گٹر میں نہ جائے بلکہ کسی پاک جگہ میں ڈال دیا جائے۔

مسئلہ: اسم ذات کاغذ میں لکھ کر آٹے میں گولیاں بنا کر مچھلیوں کو کھلانا جائز ہے۔

مسئلہ: تعویذ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو، پھر اگر وہ گلے میں پڑا ہو تو بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہوئے اس کو اتارنا ضروری نہیں۔

مسئلہ: جب جان کا خطرہ لاحق ہو اور دوسرا جائز علاج کارگر نہ ہو رہا ہو تو کسی غیر مسلم سے بھی علاج کرواسکتے ہیں۔ بشرطیکہ خود شرکیہ یا کفریہ کلمات زبان سے ادا نہ کرنے پڑتے ہوں اور وہ غیر مسلم عامل خود ہی اپنے عمل کے ذریعہ سحر کے مضر اثرات کو دفع کرتا ہے تو بوجہ مجبوری ایسا عمل کرانے اور اس پر اجرت دینے کی گنجائش ہے۔

مسئلہ: عمل اور تعویذ میں اگر ایسے الفاظ ہوں جن کا مطلب معلوم نہ ہو تو اس کو پڑھنا اور استعمال کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: جو عملیات دنیا کے واسطے ہوتے ہیں وہ موجب ثواب نہیں ہوتے۔ ان میں ثواب کا اعتقاد رکھنا بدعت ہے ایسے عملیات کو مسجد میں بیٹھ کر نہیں پڑھنا چاہیے۔

مسئلہ: تعویذ لکھنے پر اجرت لینا جائز ہے لیکن اس وقت مسجد میں بیٹھ کر تعویذ نہ لکھنا چاہئیں۔

مسئلہ: سونے چاندی کے تعویذ کا استعمال نہ مردوں کے لیے جائز ہے اور نہ عورتوں اور

لڑکیوں کے لیے کیونکہ تعویذ کا خول برتن کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: جن اگر کسی تدبیر سے پیچھا نہ چھوڑے تو اس کو جلا کر مار ڈالنا جائز ہے۔

باب ۷۰

مکروہات وبدعات کا بیان

ایصال ثواب میں کسی دن کی تعیین بدعت ہے

اس لیے رسول اللہ ﷺ کے ایصال ثواب کے لیے بارہ ربیع الاول کے دن کو اور شہدائے کربلا کے لیے دسویں محرم کے دن کو اور دیگر بزرگوں کے لیے ان کے یوم وفات کو اور نئے مرنے والوں کے لیے وفات کے تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن کو خاص کرنا اور متعین کرنا بدعت ہے۔

تنبیہ: ایصال ثواب ہر روز درست ہے۔ اس میں روز وفات اور روز ولادت بھی شامل ہے۔ شریعت کی طرف سے ایصال ثواب کے لیے کوئی دن اور کوئی وقت مقرر نہیں ہے تو اگر کوئی شخص کسی دن کو ضروری نہ جانے اور تمام ایام کو یکساں سمجھتے ہوئے ولادت کے دن یا وفات کے دن ایصال ثواب کی محفل کرے تو اگرچہ فی نفسہٖ جائز ہے لیکن بعض ناجائز عوارض کی وجہ سے منع ہوگا مثلاً:

بارہ ربیع الاول کی محفل میلاد ان وجوہات سے منع ہے

- تداعی اور اہتمام پایا جاتا ہے یعنی لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے اور بلایا جاتا ہے اور تقریب کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے جو کسی مباح یا مستحب کام کے لیے منع ہے۔
- باوجودیکہ محفل میلاد کا سبب اور داعی موجود تھا خیر القرون میں یہ مجالس منقول نہیں لہٰذا خیر القرون کے عمل کے مخالف ہے۔
- خواص کے کسی فعل مباح سے اگر عوام کے عقائد میں فساد آنے کا اندیشہ غالب ہو تو خواص کو بھی اس کے ترک کرنے کا حکم ہوتا ہے۔

- عام طور سے دیگر مجالس میلا د سراسر منکر پر مشتمل ہیں۔ ان کے کرنے والے اپنی اور صحیح لوگوں کی مجلس کے فرق پر تو نظر نہیں کرتے البتہ اس سے اپنے لیے تائید حاصل کرتے ہیں۔تو ان صحیح لوگوں کی محفل دوسرے لوگوں کی گمراہی کا سبب بنی۔

عشرہ محرم میں مجلس شہادت کے عدم جواز کی وجوہات

- شیعوں، رافضیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔
- حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بہت سے صحابہ اور تابعین دنیا میں موجود تھے یعنی وہ خیر القرون کا دور تھا۔لیکن اس حادثہ فاجعہ کے باوجود خیر القرون میں ایسی کوئی مجلس نہیں ہوتی تھی۔
- تداعی اور اہتمام پایا جاتا ہے۔

گیارہویں کی محفل کی ممانعت کی وجوہات

- تداعی واہتمام پایا جاتا ہے۔
- بدعتیوں کا شعار ہے۔ اگر بدعتیوں کی قائم کردہ محفل ہے تب بھی شرکت منع ہے اور اگر اپنی محفل منعقد کریں تو بدعتیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

عرس کی ممانعت کی وجوہات

- تداعی واہتمام ہوتا ہے۔
- خیر القرون کے عمل کے خلاف ہے۔
- صحیح لوگوں کے اس عمل سے گمراہ اور بدعتی لوگ اپنے لیے تائید حاصل کریں گے۔

مذکورہ بالا دنوں میں اللہ تعالیٰ کے نام پر کھانا پکا کر تقسیم کرنا اور اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا شہدائے کربلا کو یا بزرگوں کو ثواب پہنچانا

جب یہ کھانا اللہ تعالیٰ کے نام پر پکایا اور تقسیم کرنے میں محض ایصال ثواب مقصود

ہے تو وہ کھانا تو حرام نہیں ہے لیکن اس عمل سے بھی پرہیز لازم ہے کیونکہ:

۱ شریعت نے تو کسی دن کی تخصیص نہیں کی لیکن ہم نے شریعت کے برخلاف اپنی طرف سے عملی تخصیص کر لی۔

۲ خیر القرون کے عمل کے خلاف ہے۔

۳ بدعتیوں اور گمراہوں اور جاہلوں کے غلط عمل کو تائید فراہم ہوتی ہے اور ان کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

عمل میں کفار کے ساتھ مشابہت بدعت ہے

- کھانے پر فاتحہ کا ختم پڑھنا یہ بدعت ہے کیونکہ اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔
- ہر سال روز وفات میں ایصال ثواب کرنا اس میں ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔
- سوم (یعنی تیجہ یا قل) بھی بدعت ہے اس میں بھی ہندوؤں کے ساتھ مشابہت ہے۔

کسی مشروع کام کو غیر مشروع طریقے پر ادا کرنا

اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی ﷺ پر درود مستحب ہے لیکن غیر مشروع طریقے سے اس کو ادا کرنا بدعت ہے مثلاً جو لوگ اکٹھے ہوں وہ اس بات کا التزام اور اہتمام کریں کہ وہ سب ایک وقت میں ایک ہی ذکر کریں گے خواہ کسی کو اپنا امیر بنا کر یا کسی کو امیر بنائے بغیر اور خواہ آواز سے (یعنی جہراً) ہو یا بغیر آواز کے (یعنی سراً) ہو۔

- موجودہ دور میں بہت سی مجالس ذکر اور مجالس دورد شریف میں یہ خرابی پائی جاتی ہے۔
- بدعتی لوگ نماز کے بعد بلند آواز سے یک آواز ہو کر ایک ہی ذکر کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اور اس میں عدم جواز کی اور وجوہات کے ساتھ ساتھ ایک وجہ یہ بھی ہے۔

◆ شعبان کی پندرہویں شب کو قبرستان جانا مشروع ہے لیکن اس کے لیے لوگ اکٹھے ہو کر جائیں یہ بدعت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خاص اسی غرض سے پہلے لوگ اکٹھے ہوں یا ان کو اکٹھا کیا جائے پھر وہ اکٹھے قبرستان جائیں یہ بدعت ہے۔

◆ قرآن پاک کو سننا بھی مشروع اور مسنون عبادت ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور ذکر اور درود شریف کو بھی عملی طور پر یہی حیثیت دینا اور اہتمام کرنا کہ ایک شخص آواز سے درود شریف پڑھے اور باقی مجلس اس کو سنے یہ بھی بدعت ہے۔

تنبیہ: کسی جائز وجہ سے اگر لوگ جمع ہوں مثلاً فرض نماز کے لیے مسجد میں جمع ہوں یا تعلیم کے لیے طلبہ جمع ہوں یا گھر کے افراد جمع ہوں اور وہ مل کر ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کریں تو یہ جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ الگ الگ کمروں میں پڑھیں تا کہ خاص قرآن خوانی کی غرض سے لوگوں کو جمع کرنے والوں کی ظاہری صورت میں بھی تائید نہ ہو۔

مباح یا مستحب کو واجب یا سنت موکدہ اعتقاد کرنا یا ان پر عمل کو ضروری سمجھنا بدعت ہے

۱ جن نمازوں میں کسی خاص سورت کا پڑھنا منقول نہیں اور کسی بھی سورت کو پڑھنا مباح ہے یا جن میں کسی خاص سورت کا پڑھنا منقول ہے مثلاً جمعہ میں سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھنا مستحب ہے تو ان میں کسی خاص سورت کے پڑھنے کو لازم سمجھنا یا ہمیشہ اسی سورت کو پڑھنا کہ اندیشہ ہو کہ لوگ اس کو کہیں واجب ہی اعتقاد نہ کرنے لگیں تو یہ بدعت ہے۔

۲ عیدین کے دن معانقہ کو واجب اور ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ اگر کوئی عید کے دن معانقہ کو شرعی طور سے واجب نہ سمجھے لیکن ایک معاشرتی رسم کے طور پر کرے تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ ہمارے ہر ہر عمل کی کوئی نہ کوئی شرعی حیثیت ہوتی ہے۔ اور شریعت میں معانقہ کا موقع کچھ عرصہ بعد ملاقات کے وقت ہے

لہٰذا عید کے دن جو معانقہ رسم کے طور پر ہوتا ہے وہ شریعت کی رو سے بے موقع ہے لہٰذا جائز نہیں۔

توسل اور دعا

اس کی تین صورتیں ہیں۔

وسیلہ کی پہلی صورت: یعنی اللہ تعالیٰ سے اس طرح سے دعا مانگنا کہ اے اللہ اپنے نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرمایا بحق فلاں میری دعا قبول فرما۔

یہ صورت جائز ہے اور اس میں دعا کی قبولیت کی زیادہ امید ہے۔

مسئلہ: یہ عقیدہ رکھنا کہ جو دعا وسیلہ کے بغیر کی جائے وہ قبول نہیں ہوتی باطل ہے

مسئلہ: یہ عقیدہ رکھنا کہ انبیاء اور اولیاء کے وسیلے سے جو دعا کی جائے اللہ تعالیٰ پر اس کا ماننا اور قبول کرنا لازم ہوجاتا ہے یہ باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل واحسان سے نیک بندوں کا اپنے اوپر حق بتایا ہے اور اسی حق کا دعا میں واسطہ دینا جائز ہے۔ یہ حق محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اللہ تعالیٰ پر لازم اور واجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے مجبور ہوں۔

وسیلہ کی دوسری صورت: یہ سمجھنا کہ ہم لوگوں کی رسائی خدا تعالیٰ کے دربار تک نہیں ہوسکتی اس لیے ہمیں جو درخواست کرنی ہو اس کے مقبول بندوں کے سامنے پیش کریں اور جو مانگنا ہوں ان سے مانگیں اور یہ بزرگ اس قدرت سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے ہماری مرادیں پوری کرسکتے ہیں۔ یہ صورت بالکل ناجائز ہے اور شرک ہے۔

وسیلہ کی تیسری صورت: براہ راست بزرگوں سے اپنی حاجت تو نہ مانگیں البتہ ان کی خدمت میں یہ گزارش کی جائے کہ وہ حق تعالیٰ کے دربار میں ہماری حاجت پوری ہونے کی دعا فرمائیں۔

اس صورت کا حکم یہ ہے کہ زندہ بزرگوں سے ایسی درخواست کرنا جائز ہے لیکن جو بزرگ وفات پاچکے ہوں ان کی قبر پر جاکر ایسی درخواست کرنا مشتبہ سی چیز ہے کیونکہ

صحابہ و تابعین سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے۔ البتہ نبی ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر آپ سے دعا اور شفاعت کے لیے درخواست کرنا جائز ہے۔

سماع

صوفیاء کے ہاں جو سماع کا تذکرہ ملتا ہے تو وہ اس وقت جائز ہے جب اس میں یہ شرائط ملحوظ ہوں۔

- گانے بجانے کے کسی قسم کے آلات کا استعمال نہ ہو۔
- سامع یعنی سننے والا نفس پرست نہ ہو بلکہ متقی اور پرہیزگار ہو اور اس کا مقصد لطف اندوزی نہ ہو بلکہ علاج ہو یعنی اس کو اللہ کے ذکر میں نشاط نہ پیدا ہوتا ہو اور اس کی طبیعت نہ کھلتی ہو تو طبیعت کو ابھارنے کی غرض سے کچھ اشعار سن لے۔
- پڑھنے والا بھی مخلص ہو اور متقی دیندار ہو۔
- جو لوگ موجود ہوں وہ سب راہ سلوک کے راہی ہوں ان میں کوئی فاسق دنیا دار نہ ہو، کوئی امرد نہ ہو اور کوئی عورت نہ ہو۔

جب ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ سماع جائز نہ ہوگا اور آج کل عرسوں پر سماع کے نام سے جو کچھ ہوتا ہے اس میں تو ایک شرط بھی موجود نہیں ہوتی۔ اس لیے آج کل کی قوالیاں اور محفل سماع سب حرام ہیں۔

فال نکالنا

یہ ناجائز کام ہے اور قرآن مجید سے فال نکالنا تو اور بھی زیادہ برا ہے۔

قبروں پر پھول چڑھانا

اگر ان کا کچھ فائدہ ہے تو یہ کہ جب تک یہ تر و تازہ رہیں گے عذاب قبر میں تخفیف رہے گی۔ نبی ﷺ نے ایک دفعہ دو قبروں پر اس وجہ سے ٹہنی لگائی تھی کہ ان میں مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ اول تو ہمیں معلوم نہیں کہ جس قبر پر ہم پھول ڈال رہے ہیں اس قبر

والے کو عذاب ہو رہا ہے یا نہیں دوسرے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہوتی ہے کہ بخشش ہوگئی ہوگی لہٰذا ہم اگر ٹہنی لگائیں گے یا پھول چڑھائیں گے تو نبی ﷺ سے منقول حالت سے مختلف حالات میں کریں گے اس لیے یہ محض ہماری اپنی ایجاد ہوگی سنت سے اس کی دلیل نہ ہوگی۔ لہٰذا یہ عمل بھی جائز نہیں اور اگر نیت یہ ہو کہ پھولوں سے قبر کی زینت ہوگی تو یہ تو بالکل ناجائز ہے۔

۲۲ رجب کے کونڈے

اس کو حضرت جعفر صادقؒ کی نیاز سمجھا جاتا ہے لیکن یہ مندرجہ ذیل وجوہ سے ناجائز ہے۔

- ایصال ثواب میں خاص دن کی تخصیص ہے جو بدعت ہے۔
- یہ رافضیوں کا فعل ہے اور وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس تاریخ میں وفات کی خوشی اس عنوان سے مناتے ہیں۔
- شیعوں اور رافضیوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے۔

آخری چہار شنبہ

اس دن سیر و تفریح کرنا اور جلوس نکالنا، یہ سب ناجائز ہیں، اور یہ اس بنیاد پر کئے جاتے ہیں کہ اس دن نبی ﷺ صحت یاب ہوئے تھے حالانکہ ایسی کوئی بات بھی ثابت نہیں۔

کچھ دیگر بدعات

قبر پر اذان کہنا بھی بدعت ہے

اذان اور اقامت کے دوران میں نام گرامی پر انگوٹھے چومنا بھی بدعت ہے۔

باب ۱۷

رشوت کے لینے دینے کا بیان

اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

جو لینے والے اور دینے والے دونوں کے حق میں رشوت ہو

- قضا یا کسی اور سرکاری منصب کو حاصل کرنے کے لیے جو مال دیا ہو۔
- فیصلہ کرنے کے لیے قاضی جو مال لے اگرچہ اس نے فیصلہ حق کے مطابق ہی کیا ہو کیونکہ یہ فیصلہ کرنا قاضی پر واجب تھا اور جو کام اپنے اوپر پہلے سے واجب ہو اس پر اجرت لینا درحقیقت رشوت لینا ہے۔

مسئلہ: قاضی کا کوئی وکیل (نمائندہ) یا اس کا کاتب یا اس کا کوئی اور مددگار رشوت لے تو اگر قاضی کے حکم اور رضامندی سے لے تو یہ ایسا ہے کہ قاضی نے خود رشوت لی۔

- محض زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لیے یا اپنے کاروبار کو ضرورت سے زائد بڑھانے کے لیے جو مال متعلقہ سرکاری ملازموں کو دیا جائے وہ دونوں کے حق میں رشوت ہے۔ یہ اس صورت میں ہے جب وہ فائدہ مباح اور جائز ہو اور اگر وہ فائدہ ناجائز اور حرام ہو مثلاً بجلی کے میٹر پیچھے کروانا ٹیلی فون کی کالیں کسی دوسرے کے نام پر ڈالنا تو اس میں رشوت کے علاوہ اور خرابی بھی ہوئی۔
- حاکم یا عدالت کی مدد سے آسانی سے اپنا جو حق دوسرے سے وصول کرسکتا ہو اس کو حاصل کرنے کے لیے مال دینا۔
- دو عشق کرنے والے باہم جو ایک دوسرے کو کچھ تحفہ کے طور پر دیں تو یہ بھی رشوت ہے۔
- ایک شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں۔ وہ ان میں سے ایک کو کچھ مال دے کر یا اس کے مہر میں اضافہ کرکے اس بات پر آمادہ کرلے کہ وہ اپنی باری اپنی

سوکن کو دے دے تو یہ رشوت ہے۔

- ایک شخص نے ایک مکان خریدا۔ مکان کے پڑوس میں رہنے والے شخص کو حق شفعہ حاصل ہوا۔ خریدار نے کچھ مال دے کر اس کو حق شفعہ سے دستبرداری پر آمادہ کرلیا تو یہ مال رشوت ہے کیونکہ پڑوسی کو حق شفعہ اپنے سے ضرر ونقصان دفع کرنے کے لیے ملتا ہے۔ جب وہ دستبرداری پر آمادہ ہوگیا تو ظاہر ہوا کہ اس کا ضرر نہیں ہے لہٰذا اس کے لیے حق شفعہ بھی نہیں اس لیے جو رقم اس نے لی وہ محض رشوت ہے۔ اسی طرح ہر وہ حق جو دفع ضرر کے لیے ثابت ہو مثلاً کاپی رائٹ (Copy Right) اس سے دستبرداری کے لیے جو رقم لی جائے وہ رشوت ہوتی ہے۔
- کسی ادارے یا حکومت کا ملازم جو کسی سودے میں کمیشن وصول کرے وہ رشوت ہے۔
- کسی ادارے یا حکومت کے کسی بھی ملازم کو ہدیہ کے طور پر کوئی چیز ملے حالانکہ دینے والے کے ساتھ پہلے سے آپس میں ہدیہ کا لین دین نہیں رہا تو یہ بھی رشوت ہے۔ اگر کسی کے ساتھ پہلے سے ہدیہ کا لین دین ہو تو اب ملازمت کے بعد اس سے زائد مقدار کا ہدیہ لینا بھی رشوت ہوگا۔
- طبیب ٹیسٹ تجویز کرنے پر لیبارٹری والوں سے یا دوائیں تجویز کرنے پر دوا والوں سے جو کمیشن لیتے ہیں یہ دونوں کے حق میں رشوت ہے۔

جو لینے والے کے حق میں رشوت ہو اور دینے والے کے حق میں رشوت نہ ہو

- اپنے حق کو حاصل کرنے کے لیے یا اپنے سے ظلم وزیادتی دفع کرنے کے لیے جو مال دے۔
- آدمی کو اپنی جان و مال پر ظلم کا خوف ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ کچھ

دے کر اپنی خلاصی کرالے۔

- وہ مال جو شاعر کو ہجو یا مذمت نہ کرنے کے وعدے پر دیا جائے۔
- کسی کی ناجائز شکایت حکومت میں ہوگئی ہو، ایک متعلقہ سرکاری ملازم جو اس کی درستی کرانے کی قدرت رکھتا ہے اگر اس کام کے لیے رقم لیتا ہے تو یہ رشوت ہے کیونکہ اس وقت اس شخص کے ذمہ میں ہے کہ وہ ناجائز گرفت سے مظلوم کو بچائے۔ اگر پھنسا ہوا آدمی اس شخص سے شکایت کی درستی کا مطالبہ کرے اور درستی کے بعد از خود اس کو کچھ دے دے جبکہ پہلے سے کچھ لینا دینا ذکر نہ ہوا ہو تو یہ جائز ہے۔
- بعض کرایہ دار مکان خالی کرنے کے مطالبہ پر مالک مکان سے اس کو مجبور کر کے کچھ رقم لیتے ہیں پھر مکان خالی کرتے ہیں۔ یہ لینے والوں کے حق میں رشوت ہے۔
- ولی نے اپنی زیر نگرانی لڑکی کا نکاح کرنے سے انکار کیا جب تک کہ اس کو اتنی رقم نہ دی جائے۔ لڑکی کے منگیتر نے وہ رقم دے دی تو یہ ولی کے لیے رشوت ہے۔
- ناگزیر ضرورت کا کام ہو اور متعلقہ محکمہ والے کچھ لیے بغیر کام نہ کرتے ہوں مثلاً بجلی کا میٹر لگوانا ہو تو ان کو جو مال دیا جائے وہ لینے والے کے حق میں رشوت ہے دینے والے کے حق میں نہیں۔

رشوت کے مال کا حکم

رشوت کا لینے والا رشوت کے مال کا مالک نہیں بنتا اور اس پر لازم ہے کہ وہ اصل مالک کو وہ مال لوٹائے۔

باب ۲۷

قمار اور جوئے کا بیان

ہر وہ معاملہ جو نفع اور نقصان کے درمیان دائر ہو (یعنی یا تو کچھ مال مل جائے یا اپنا مال بھی اصل سے جائے) اور مبہم ہو شریعت کی اصطلاح میں اس کو قمار اور میسر کہتے ہیں اور اردو زبان میں اس کو جوا کہا جاتا ہے جیسے دو شخص آپس میں بازی لگائیں کہ تم آگے بڑھ گئے تو میں تم کو ایک ہزار روپیہ دوں گا اور میں بڑھ گیا تو تمہیں ایک ہزار دینے پڑیں گے یا اس طرح کہ اگر آج بارش ہوگئی تو تم ایک روپیہ مجھے دینا اور اگر نہ ہوئی تو میں تم کو دوں گا۔ یا بند ڈبے ایک مقررہ قیمت مثلاً ایک روپیہ فی ڈبہ کے حساب سے فروخت کئے جائیں کسی ڈبہ میں پانچ روپیہ کی چیزیں ہوں اور کسی میں پچاس پیسے کی تو اس ابہام اور نفع وضرر کے مابین دائر صورت میں اس کی خریداری قمار ہے۔

قمار اور جوئے کی چند صورتیں یہ ہیں

- اخروٹ اور کانچ کی گولیوں سے ہار جیت کا جو کھیل کھیلتے ہیں یعنی جو جیت گیا وہ دوسرے کے اخروٹ یا گولیاں لے لے گا یہ جوا ہے۔
- تاش اور شطرنج میں جو رقم پر یا کسی مال پر بازی لگائی جاتی ہے وہ جوا ہے اور ویسے یہ کھیل بھی حرام ہے۔
- اخباری معمے۔ حل معمہ کے عنوان سے اخباروں اور رسالوں میں مثلاً یہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ جو شخص اس کا کوئی حل کر کے بھیجے اور اس کے ساتھ اتنی فیس مثلاً دو روپیہ فیس بھیجے گا تو جن لوگوں کے حل صحیح ہوں گے ان میں سے انعام اس شخص کو دیا جائے گا جس کا نام لاٹری یا قرعہ اندازی کے ذریعہ نکل آئے۔ یہ کھلا ہوا قمار اور جوا ہے کہ ایک شخص اپنی فیس کے دو روپے اس موہوم طریقے پر ڈالتا ہے کہ یا تو یہ روپے بھی گئے یا ہزاروں کا انعام حاصل کرلیا۔
- بعض لوگ پتنگ بازی اور کبوتر بازی پر روپیہ کی ہار جیت کھیلتے ہیں۔ یہ کھیل خود

بھی ناجائز ہیں اور ان پر روپیہ کی ہار جیت جوا ہے۔

- آج کل مختلف کھیلوں کے مقابلوں پر بعض لوگ روپے کی بازی لگاتے ہیں یہ کھلا جوا ہے۔
- بعض اوقات لڑکے اور نوجوان مثلاً کرکٹ کا مقابلہ رکھتے ہیں۔ دونوں ٹیموں کے کھلاڑی ایک مقررہ رقم دیتے ہیں، جس سے وہ کپ خریدتے ہیں۔ جو ٹیم جیت جاتی ہے اس کو وہ کپ مل جاتا ہے۔ یہ بھی جوئے کی صورت ہے۔
- سٹہ کا سارا کاروبار جوا ہے۔
- انعامی بانڈ کے نمبروں کی پرچیوں کی خرید وفروخت کا سارا کام جوا ہے۔
- بیمہ کی تمام مروجہ صورتیں جوئے اور قمار سے خالی نہیں ہیں۔ اس لیے وہ سب حرام ہیں۔
- انعامی بانڈ جب موہوم انعام کے لالچ سے لیے جائیں تو یہ بھی جوا ہے۔ اور جو انعام ملے وہ نرا سود ہے۔
- مصنوعات بنانے والے اپنی مصنوعات کی ترویج کے لیے مختلف سکیمیں نکالتے ہیں جن میں سے بعض جوئے کی شکلیں ہیں۔ مثلاً وہ اپنی کسی ایک یا چند ایک (Packing) میں کوئی پرچی رکھ دیتے ہیں جس پر انعام دینے کا وعدہ ہوتا ہے۔ لوگ اس موہوم انعام کے لالچ میں وہ سامان خریدتے ہیں۔ یہ بھی ایک گونہ قمار اور جوا ہے۔

مسئلہ: ایک شخص نے ایسی ہی کوئی شے خریدی اور اس میں انعامی پرچی نکل آئی جبکہ اس کو نہ تو انعامی پرچی سکیم کا علم تھا اور علم تھا بھی تو اس نے انعام کے لالچ میں وہ شے نہیں خریدی تھی بلکہ محض اپنی ضرورت سے خریدی تھی۔ اس صورت میں بھی اس شخص کو اس پرچی پر انعام لینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو اس میں برائی کے کام میں تعاون اور شراکت ہے اور دوسرے نیت تو مخفی چیز ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ اس کو معلوم نہیں کر سکتے لہٰذا تہمت آئے گی۔ اور تہمت سے بھی بچنا چاہیے۔

- بعض لوگ یہ کرتے ہیں کہ چند آدمی مل کر قرعہ اندازی کرتے ہیں، جس کے نام کا

قرعہ نکلتا ہے وہ باقی لوگوں کو چائے پلاتا ہے یا کھانا کھلاتا ہے تو یہ بھی جوا ہے۔

گھڑ دوڑ کی جائز صورتیں

گھڑ دوڑ کی تمام جائز صورتوں میں دو شرطیں لازم ہیں۔

☐۱ اس کا مقصد محض کھیل تماشہ نہ ہو بلکہ قوت جہاد یا جسمانی ورزش ہو۔

☐۲ جو انعام مقرر کیا جائے وہ معلوم و متعین ہو مجہول یا غیر متعین نہ ہو۔

پہلی صورت

مشروط رقم پر گھڑ دوڑ کی جائز صورت ایک یہ ہے کہ فریقین زید و عمر جو خود سوار ہو کر اپنے اپنے گھوڑے دوڑا کر بازی لگا رہے ہیں آپس میں کسی کو کسی سے کچھ لینا دینا نہ ہو بلکہ حکومت یا کسی تیسرے شخص یا جماعت کی طرف سے بطور انعام کوئی رقم آگے بڑھنے والے کے لیے مقرر ہو۔

دوسری صورت

آگے بڑھنے والے کے لیے رقم یا انعام فریقین ہی میں سے ہو مگر صرف ایک طرف سے ہو دوطرفہ شرط نہ ہو۔ مثلاً زید اور عمر گھوڑوں کی دوڑ میں بازی لگا رہے ہیں۔ زید یہ کہے کہ اگر عمر آگے بڑھ گیا تو میں اس کو ایک ہزار انعام دوں گا۔ دوسری طرف سے یعنی عمر کی طرف سے یہ شرط نہ ہو کہ اگر زید آگے بڑھ گیا تو عمر اس کو ایک ہزار دے گا۔ دوطرفہ شرط کی صورت قمار ہے اور حرام ہے۔

تیسری صورت

دوطرفہ شرط بھی ایک خاص صورت میں جائز ہے وہ یہ کہ فریقین ایک تیسرے گھڑ سوار مثلاً خالد کو اپنے ساتھ شریک کرلیں جس کی دو صورتیں ہیں۔

- شرط کی صورت یہ ٹھہرے کہ زید آگے بڑھے تو عمر ایک ہزار روپیہ اس کو دے اور عمر آگے بڑھے تو زید اتنی ہی رقم اس کو ادا کرے اور خالد بڑھ جائے تو اس کو کچھ دینا کسی کے ذمہ نہیں۔
- شرط اس طرح ہو کہ خالد آگے بڑھ جائے تو زید و عمر دونوں اس کو ایک ایک

ہزار روپیہ دیں اور زید وعمر دونوں یا ان میں سے کوئی ایک آگے بڑھے تو خالد کے ذمہ کچھ نہیں۔لیکن زید وعمر میں باہم جو آگے بڑھے دوسرے پر اس کو ایک ہزار ادا کرنا لازم آئے۔

ان دونوں صورتوں میں جو تیسرا آدمی شریک کیا گیا ہے اس کو حدیث میں محلل کہا گیا ہے کسی بھی صورت میں اس کو کچھ دینا نہیں پڑتا۔ علاوہ ازیں حدیث کی رو سے یہ بھی ضروری ہے کہ تیسرا گھوڑا زید اور عمر کے گھوڑوں کے ساتھ مساوی حیثیت رکھتا ہو جس کی وجہ سے اس کے آگے بڑھنے اور پیچھے رہ جانے کے دونوں احتمال مساوی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کمزوری یا عیب کی وجہ سے اسکا پیچھے رہنا عادۃً یقینی ہو یا زیادہ قوی اور چالاک ہونے کی وجہ سے اس کا آگے بڑھ جانا یقینی ہو۔

گھڑ دوڑ کی ناجائز صورتیں

- گھڑ دوڑ وغیرہ کی بازی محض کھیل تماشہ یا روپیہ کی طمع کے لیے ہو اور قوت جہاد کی نیت نہ ہو۔
- معاوضہ یا انعام کی شرط فریقین میں دوطرفہ ہو اور کسی تیسرے فریق (محلل) کو مذکورہ بالا طریقے پر ساتھ نہ ملایا گیا ہو۔
- ریس کی مروجہ شکل کہ گھوڑوں کی دوڑ کسی کمپنی اور کلب کی طرف سے ہوتی ہے۔گھوڑے کمپنی کی ملک اور سوار بھی کمپنی کے ملازم ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ گھوڑوں کے نمبر پر اپنا داؤ لگاتے ہیں، جس کی فیس ان کو داخل کرنی ہوتی ہے۔جس نمبر کا گھوڑا آگے بڑھ جائے اس پر داؤ لگانے والے کو انعامی رقم مل جاتی ہے باقی سب لوگوں کی فیس ضبط ہوجاتی ہے۔

یہ صورت مطلقاً قمار اور جوا ہے اور حرام ہے پھر اس میں قوت جہاد یا جسمانی ورزش سے کوئی واسطہ نہیں، کیونکہ بازی لگانے والے نہ گھوڑے رکھتے ہیں نہ سواری کی مشق سے ان کو کچھ تعلق ہے۔

تنبیہ: جو احکام اور جائز ناجائز کی تفصیل گھوڑوں کی دوڑ میں لکھی گئی ہے یہی حکم اونٹوں کی دوڑ اور پیادہ دوڑ اور نشانہ بازی لگانے کا ہے۔

باب ۴۳

سلام کرنے اور اس کا جواب دینے کا بیان

مسئلہ: اگر کوئی شخص کسی کے دروازے پر آیا تو واجب ہے کہ پہلے اجازت طلب کرے پھر اجازت حاصل ہونے کے بعد جب اندر جائے تو پہلے سلام کرے پھر کوئی اور بات کرے۔ ہاں اگر باہر کھڑے ہو کر سلام کرے تو آواز گھر والوں تک پہنچتی ہے تو پہلے سلام کرے پھر اندر آنے کی اجازت طلب کرے۔

مسئلہ: جو شخص کسی کو سلام کرے اس کو چاہیے کہ جمع کے لفظ کے ساتھ سلام کرے یعنی یوں کہے السلام علیکم۔ اسی طرح سلام کا جواب بھی جمع کے لفظ سے ہونا چاہیے۔

مسئلہ: سلام کرنے والے کو افضل یہ ہے کہ یوں کہے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'' اور جواب دینے والا بھی یونہی جواب دے۔

مسئلہ: برکاتہ سے زیادہ نہ بڑھانا چاہیے۔

مسئلہ: اگر ایک جماعت کچھ مجتمع لوگوں کے پاس گئی تو اگر سب نے سلام کو ترک کیا تو سب گناہ گار ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک نے سلام کر دیا تو سب کی طرف سے کافی ہو جائے گا لیکن اگر سب نے سلام کیا تو یہ افضل ہے۔ اور سلام کا جواب اگر سب نے ترک کیا تو سب گناہ گار ہوں گے اور اگر ان میں سے ایک نے جواب دے دیا تو سب کی طرف سے ادا ہو جائے گا اور اگر سب نے سلام کا جواب دیا تو یہ افضل ہے۔

مسئلہ: سائل یعنی بھکاری نے اگر سلام کیا تو اس کے سلام کا جواب دینا واجب نہیں ہے کیونکہ اس کا مقصد سلامتی کی دعا دینا نہیں ہوتا بلکہ سوال کرنا ہوتا ہے۔

مسئلہ: جب دو شخص باہم ملیں تو دونوں میں سے جو شخص سلام کرنے میں پہل کرے وہی دونوں میں سے افضل رہا۔ اگر دونوں نے ایک ساتھ ہی سلام کیا تو ہر ایک جواب دے۔

مسئلہ: جو شخص اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرے اور اگر گھر میں کوئی

نہ ہوتو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اور ہر بار جب داخل ہو اسی طرح سلام کرے

مسئلہ: سلام کرنا زائرین کا تحیہ ہے یعنی جو کسی کی زیارت کو اور اس سے ملنے کو جائے تو سلام کرے۔ اور جو لوگ مسجد میں تلاوت قرآن اور تسبیح و ذکر کے لیے یا نماز کے انتظار میں بیٹھے ہیں وہ اس واسطے نہیں بیٹھے ہیں کہ لوگ ہم سے ملاقات کے لیے آئیں لہٰذا یہ وقت سلام کا نہیں ہے اور ان لوگوں کو سلام نہ کرے اور اگر مسجد میں کسی آنے والے نے ان کو سلام کیا تو ان لوگوں کے لیے جائز ہے کہ جواب نہ دیں۔

مسئلہ: کوئی شخص ایک جماعت پر گزرا جس میں کافر لوگ بھی ہوں تو اس کو اختیار ہے چاہے مسلمانوں کی نیت کر کے یہ کہے السلام علیکم اور اگر چاہے تو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

مسئلہ: کسی کافر کو سلام کرنا پڑے تو یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی اور اگر وہ سلام کرے تو جواب میں صرف وعلیکم کہے۔

مسئلہ: جب تک کوئی خاص ضرورت نہ ہو کافروں کو سلام نہ کرے اور اسی طرح فاسقوں کو بھی اور جب کوئی حاجت ضروری ہو تو مضائقہ نہیں۔ ہاں اگر اس کے ساتھ سلام اور کلام کرنے سے اس کے ہدایت پر آنے کی امید ہو تو سلام کر سکتا ہے۔

مسئلہ: سلام کا جواب دینا اس وقت واجب ہوتا ہے جب سلام اتنی آواز سے کہا ہو کہ جس کو سلام کیا گیا ہے اس نے سن لیا ہو اور سلام کے جواب کی فرضیت اس وقت ساقط ہوگی جب اتنی آواز سے دے کہ سلام کرنے والا سن لے۔

مسئلہ: اجنبی عورت نے کسی مرد کو سلام کیا۔ اگر وہ عورت بوڑھی ہو تو یہ مرد اس کو ایسی آواز سے اپنی زبان سے جواب دے کہ وہ عورت سن لے اور اگر یہ عورت جوان ہو تو دل سے اس کا جواب دے اور اگر اجنبی مرد نے کسی عورت کو سلام کیا تو وہ صرف دل میں جواب دے۔

مسئلہ: غیر محرم مرد کے لیے کسی جوان یا درمیانی عمر کی عورت کو سلام کرنا ممنوع ہے۔

اسی طرح خطوں میں لکھ کر بھیجنا یا کسی کے ذریعہ سے کہلا کر بھیجنا اوراسی طرح نامحرم عورتوں کے لیے مردوں کوسلام کرنا بھی ممنوع ہے اس لیے کہ ان صورتوں میں سخت فتنہ کا اندیشہ ہے اور فتنہ کا سبب بھی فتنہ ہوتا ہے۔ ہاں اگر کسی بوڑھی عورت کو یا بوڑھے مرد کو سلام کیا جائے تو مضائقہ نہیں۔

مسئلہ: جوشخص پاخانہ یا پیشاب کر رہا ہو اس کوسلام کرنا حرام ہے اور اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی جائز نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی شخص چند لوگوں میں سے کسی کا نام لے کر اس کوسلام کرے مثلاً یوں کہے السلام علیکم اے زید تو اگر زید کے علاوہ کوئی اور جواب دے تو وہ جواب نہ سمجھا جائے گا اور زید کے ذمے فرض باقی رہے گا۔ اگر جواب نہ دے گا تو گناہ گار ہوگا۔ مگر اس طرح سلام کرنا خلاف سنت ہے۔ سنت کا طریقہ یہ ہے کہ جماعت میں کسی کو خاص نہ کرے اور السلام علیکم کہے۔

مسئلہ: سوار کو پیدل چلنے والے پر سلام کرنا چاہیے اور جو کھڑا ہو وہ بیٹھے ہوئے کوسلام کرے اور تھوڑے سے لوگ بہت سے لوگوں کو سلام کریں اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور ان سب صورتوں میں اگر بالعکس کرے مثلاً بہت سے لوگ تھوڑے لوگوں کو یا بڑا چھوٹے کوسلام کرے تو یہ بھی جائز ہے مگر بہتر وہی ہے جو بیان ہوا (مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر سلام میں پہل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے)

مسئلہ: جو لوگ علمی مذاکرہ کر رہے ہوں یعنی مسائل پر گفتگو کرتے ہوں، پڑھتے پڑھاتے ہوں یا ان میں سے ایک علمی گفتگو کر رہا ہو اور باقی سن رہے ہوں تو ان کوسلام نہ کرے اگر کرے گا تو گناہ گار ہوگا اور اسی طرح تکبیر اور اذان کے وقت بھی موذن یا غیر موذن کوسلام کرنا مکروہ ہے اور ان تینوں صورتوں میں وہ جواب نہ دے۔

مصافحہ، معانقہ یعنی گلے ملنے اور بوسہ دینے کا بیان

کسی کو بوسہ دینا مختلف اسباب سے ہوتا ہے یعنی نفسانی شہوت کے ساتھ، بزرگانہ

شفقت سے اور تعظیم وتکریم سے۔

مسئلہ: معانقہ اور بوسہ دینا اگر شہوت کے ساتھ ہو وہ باتفاق امت اپنی بیوی یا زرخرید باندی کے علاوہ کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ اسی طرح جب اپنے نفس میں یا دوسری جانب میں شہوت پیدا ہوجانے کا خطرہ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ: جو معانقہ اور بوسہ چھوٹوں پر شفقت یا بزرگوں کی تعظیم واکرام کے لیے ہو وہ باتفاق جائز اور سنت سے ثابت ہے۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ کوئی ناجائز کام شامل نہ ہوجائے۔

مسئلہ: کسی بزرگ کی تعظیم کے طور پر اس کے ہاتھ اور پاؤں چومنا جائز ہے۔ لیکن جس شخص کو ان باتوں سے اپنے نفس میں تکبر وخود پسندی پیدا ہوجانے کا خطرہ ہو اس کو درست نہیں کہ دوسرے لوگوں کو دست بوسی اور قدم بوسی وغیرہ کا موقع دے۔

مسئلہ: چھوٹوں پر شفقت کے طور پر ہاتھ اور سر یا پیشانی پر بوسہ دینا جائز ہے خواہ وہ چھوٹا مرد ہو یا اپنی محرم عورت ہو۔

مسئلہ: معانقہ صرف ایک دفعہ کافی ہے۔ تین مرتبہ کرنا ثابت نہیں۔

مسئلہ: تعامل امت کی بنا پر مصافحہ دو ہاتھوں سے کرنا چاہیے۔ کوئی عذر ہو تو ایک ہاتھ سے بھی کرنے کی گنجائش ہے۔

باب ۴۷

کھیل اور تفریح

اس کی تین قسمیں ہیں:

● وہ کھیل جن سے کوئی دینی یا دنیوی معتد بہ فائدہ مقصود ہو جائز ہیں مثلاً:

۱ ذہنی و بدنی سکون حاصل کرنا جیسے بیوی سے ہنسی کھیل۔

۲ جہاد کی تیاری کرنا جیسے تیر اندازی، نیزہ بازی، گھوڑ دوڑ، بندوق کی نشانہ بازی وغیرہ۔

۳ بدنی صحت و فائدہ کے لیے جیسے ورزش کرنا، دوڑ لگانا، چہل قدمی کرنا، کشتی لڑنا، فٹ بال کھیلنا، بیڈمنٹن کھیلنا۔

۴ طبیعت کی تھکان دور کرنے کے لیے جیسے اشعار سننا اور سنانا اور ہلکی پھلکی مباح ادبی تحریر پڑھنا، باغ کی سیر کرنا۔

۵ علمی فائدہ کے لیے مثلاً تعلیمی تاش یا دیگر تعلیمی کھیل کھیلنا۔

لیکن یہ کھیل بھی مندرجہ ذیل صورتوں میں حرام اور ممنوع ہو جاتے ہیں:

◆ اگر مقصد محض کھیل برائے کھیل یا وقت گزاری ہو تو یہ جائز کھیل بھی جائز نہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص کشتی، تیراکی، دوڑ، نشانہ بازی محض لہو و لعب کی نیت سے کرے تو یہ بھی مکروہ ہوں گے۔

◆ ان میں اتنا غلو کیا جائے کہ انہی کو مشغلہ بلکہ پیشہ بنا لیا جائے۔

◆ جب یہ کھیل کسی حرام و معصیت پر مشتمل ہوں تو اس معصیت کی یا حرام کی وجہ سے یہ کھیل ناجائز ہوں گے۔ مثلاً کھیل کے دوران میں ستر کھلا ہوا ہو، جیسے فٹ بال اور ہاکی گھٹنوں سے اونچی نیکر پہن کر کھیلے جائیں یا صرف جانگیہ پہن کر کشتی لڑی جائے یا اس کھیل میں جوا کھیلا جا رہا ہو یا اس میں مرد و زن کا مخلوط

اجتماع ہو یا اس میں موسیقی کا اہتمام کیا گیا ہو یا اس میں فرائض و واجبات کو ترک کیا جارہا ہو یا وہ کھیل کسی خاص کافر قوم کا مخصوص کھیل سمجھا جاتا ہو۔

- وہ کھیل جن میں موجود کسی دنیوی منفعت کو شریعت نے قابل التفات نہیں سمجھا اور ان میں موجود خرابی کا اعتبار کر کے ان کو ناجائز قرار دیا مثلاً شطرنج اور چوسر وغیرہ کیونکہ اگرچہ ان سے ذہن تیز ہونے کا فائدہ ہوتا ہے لیکن چونکہ عام طور سے یہ کھیل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دینے والے ہیں اور جمعہ اور جماعت سے رہ جانے کا باعث بنتے ہیں جو بہت بڑی خرابی ہے جبکہ ذہن کی تیزی کے لیے اور طریقے ہوسکتے ہیں، اس لیے یہ کھیل شریعت نے منع کر دیئے ۔ یہی حکم تاش کا بھی ہے۔ یہ حکم بھی اس وقت ہے جب ان کھیلوں میں جوا نہ ہو۔
- وہ کھیل جن میں دینی یا دنیوی کچھ فائدہ نہ ہو ایسے کھیل بھی ناجائز ہیں مثلاً لڈو، کیرم کھیلنا ویڈیو گیم کھیلنا اور کانچ کی گولیاں کھیلنا وغیرہ کہ ان میں فائدہ کچھ نہیں البتہ وقت کا ضیاع ہے اور کبوتر بازی، جانوروں کو لڑانا اور پتنگ بازی وغیرہ کہ ان میں وقت کے ضیاع کے علاوہ اور بہت سی کراہتیں ہیں۔

تنبیہ ♦ : کرکٹ کے کھیل میں اگرچہ کچھ ورزش ہوتی ہے لیکن اس کھیل میں فائدہ کے مقابلہ میں نقصان زیادہ ہے مثلاً دو کھیلنے والوں کے علاوہ باقی پوری ٹیم بیٹھی رہتی ہے اور چونکہ یہ کھیل زیادہ لمبا ہوتا ہے اس لیے وقت بھی زیادہ ضائع ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے فیلڈر بھی یونہی گھنٹوں کھڑے رہتے ہیں۔ اسی طرح کرکٹ میچ کا مقابلہ دیکھنے والے بھی بے حساب وقت ضائع کرتے ہیں۔

تنبیہ ♦ : ہر قسم کے کھیل کی کمنٹری (رواں تبصرہ) سننا ایک بے کار کام ہے جو صرف وقت کا ضیاع ہے۔

❁❁❁

باب ۷۵

امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت وتبلیغ کا بیان

دین میں جن کاموں کے کرنے کو کہا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہیں ان کومعروف یعنی نیکی کہا جاتا ہے اور جو کام ایسے ہیں جن کا کرنا دین میں منع ہے ان کو منکر یعنی برائی کہا جاتا ہے۔ معروف میں فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات سب داخل ہیں اور منکر میں حرام، مکروہ (تحریمی وتنزیہی) سب داخل ہیں۔

کسی دوسرے کو نیکی کے کام کی تلقین کرنے کو امر بالمعروف کہتے ہیں اور دوسرے کو برائی کے کام سے روکنے کو نہی عن المنکر کہتے ہیں۔

مسئلہ: جب کوئی شخص کسی منکر اور برائی کو ہوتا دیکھے تو اس پر لازم اور فرض ہے کہ وہ اس کو اولاً اپنی قوت بازو سے روک دے مثلاً کسی کو شراب پیتے دیکھا تو اس سے شراب چھین کر بہادے، کسی کو موسیقی سنتے دیکھا تو موسیقی کے آلات توڑ دے، کسی کو دوسرے کی چیز غصب کرتے دیکھا تو غاصب سے غصب شدہ چیز لے کر مالک کو واپس دلا دے، اسی طرح اور برائیوں کو ان کے اپنے طریقے سے روک دے۔ حکمران اور اصحاب اختیار اپنی رعایا اور اپنے ماتحتوں کو اور والد اپنی اولاد کو اپنی قوت بازو سے برائیوں سے روک سکتے ہیں۔

اگر برائی کرنے والا مثلاً زیادہ قوت والا ہو اور دیکھنے والا اس کو اپنی قوت بازو سے برائی سے نہ روک سکتا ہو تو اپنے قول سے یعنی اس کو وعظ ونصیحت کر کے اور اس کو اس گناہ پر وعید سنا کر اس برائی اور گناہ سے روکنے کی کوشش کرے۔

اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو اور یہ ڈر ہو کہ زبان سے منع کرنے پر برائی کرنے والا اس کو قتل کر دے گا یا کوئی اور شدید نقصان پہنچائے گا تو کم از کم دل سے برا سمجھے۔

مسئلہ: کسی برائی سے روکنے کے لیے اہل محلہ یا اہل علاقہ برائی کے مرتکب کا بائیکاٹ

کرسکتے ہیں کہ اس سے بات چیت بند کردیں اوراس سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ البتہ اس کومسجد میں آ کر جماعت سے نماز پڑھنے سے نہ روکیں۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کو فرائض وواجبات ترک کرتے دیکھا تو اس پر لازم ہے کہ ترک کرنے والے کوامر بالمعروف یعنی نیکی کی تلقین کرے، یہ فریضہ بھی ہر شخص کی قدرت واستطاعت کے مطابق ہوگا۔ مثلاً کوئی شخص فرض نماز ترک کرتا ہے تو اصحاب حکومت واختیار اس کو قید کرسکتے ہیں اوردیگر اصحاب اختیار بھی اپنے ماتحتوں کومجبور کرسکتے ہیں۔ اگر کوئی مجبور نہیں کرسکتا تو اس کونصیحت کرسکتا ہوتونصیحت ہی کرے اور اگراس کی بھی قوت نہ ہوتو اس کے نیکی کے ترک کو دل سے برا سمجھے۔

مسئلہ: اگر متعدد آدمیوں نے کوئی برائی ہوتے دیکھی یا کوئی نیکی ترک ہوتے دیکھی اوران میں سے ایک نے نہی عن المنکر یا امر بالمعروف کیا تو باقی لوگوں سے فرضیت ساقط ہو جائے گی۔لیکن اگر قدرت کے باوجود کسی نے نہ روکا نہ تلقین کی تو سب گناہ گار ہوں گے۔

مسئلہ: ایک شخص نے برائی ہوتے دیکھی اور وہ خوداس برائی میں مبتلا ہے یا کسی نیکی کو ترک ہوتے دیکھا اور وہ شخص خوداس نیکی کے ترک میں مبتلا ہےتو اس پر دو باتیں لازم ہیں ایک یہ کہ خوداس برائی کوترک کردے اور دوسری یہ کہ جس شخص کو برائی کرتے دیکھا ہے اس کوبھی منع کرے۔ یادرہے کہ نیکی کا ترک بھی برائی ہے۔ اگر خود چھوڑنے سے پہلے دوسرے کومنع کرے گا تو یہ بھی درست ہے اوروہ دو ذمہ داریوں میں سے ایک کو پورا کرتا ہےلیکن اس کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ خودبھی فوراً توبہ کرلے۔

مسئلہ: فرائض اور واجبات کی تلقین کرنا اورحرام ومکروہ تحریمی سے روکنا فرض ہے جبکہ مستحبات اورنوافل کی تلقین کرنا مستحب ہے۔

مسئلہ: مستحبات کی تلقین میں مطلقاً نرمی کرنا چاہیے اور واجبات کی تلقین میں اولاً نرمی اور نہ ماننے پر سختی کرنا چاہیے۔

مسئلہ: امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے لیے ضروری ہے کہ جس بات کی تلقین کرنی ہواس کا پورا اورصحیح علم تلقین کرنے والے کوحاصل ہو۔اگر ایسی بات سامنے آئے جس کا

خود کو پورا علم نہ ہو تو یا تو پہلے علم حاصل کرلے یا کسی دوسرے صاحب علم شخص کو تلقین کرنے کو کہہ دے۔

مسئلہ:

- اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ حق کی تلقین (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے پر لوگ اس کی بات کو قبول کرلیں گے تو اس وقت اس پر حق بات کی تلقین واجب ہے اور اس کا ترک کرنا جائز نہیں۔
- اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ حق کی تلقین پر لوگ اس کو سب وشتم کریں گے یا مار پیٹ کریں گے اور وہ اس پر صبر نہ کرسکے گا تو اس وقت اس کو تلقین نہ کرنا بہتر ہے۔
- اگر اس کو اطمینان ہو کہ وہ لوگوں کی مار پیٹ وغیرہ برداشت کرلے گا اور کسی سے شکایت نہیں کرے گا تو اس صورت میں حق کی تلقین اور برائی سے روکنے میں کچھ حرج نہیں اور اس کا یہ اقدام جہاد شمار ہوگا۔
- اگر اندیشہ یا یقین ہو کہ حق بات کی تلقین (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے پر قتل کردیا جائے گا اور اس کے باوجود اس نے حق کی تلقین کی اور قتل کردیا گیا تو شہید ہوگا۔
- اگر غالب رائے یا یقین ہو کہ لوگ اس کی بات نہیں مانیں گے لیکن اس کو لوگوں سے سب وشتم اور مار پیٹ کا اندیشہ بھی نہ ہو تو اختیار ہے چاہے حق کی تلقین کرے چاہے نہ کرے، البتہ تلقین کرنا افضل ہے۔

مسئلہ: جب نفع سے ناامیدی کی صورت میں ترک تلقین کو اختیار کرے تو اس وقت یہ بھی واجب ہے کہ برائی کے ارتکاب کرنے والے سے محبت اور میل جول بھی ترک کر دے الا یہ کہ کسی موقع پر سخت ضرورت ہو۔

مسئلہ: حق کی تلقین میں حکمت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ مخاطب کی اصلاح ہو یہ نہ ہو کہ مخاطب مزید گمراہی میں پڑ جائے۔

دعوت و تبلیغ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہٹ کر ایک اور شعبہ دعوت الی الخیر یعنی قرآن وسنت کی اتباع کی دعوت دینے کا ہے۔ یہ دعوت کافروں کو بھی ہے اور مسلمانوں کو بھی ہے مسلمانوں کو دین کے احکام واخلاق کی دعوت ہے اور کافروں کو اسلام وایمان کی دعوت ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں ایک تعداد ایسے لوگوں کی ہو جس کا کام ہی یہ ہو کہ وہ اپنے قول وعمل سے دنیا کو قرآن وسنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں سست یا برائی میں مبتلا دیکھے تو اس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے میں اپنی قدرت کے موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام وہی لوگ کر سکتے ہیں جو معروف ومنکر کا علم رکھتے اور قرآن وسنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں اور یہ وہی ہو سکتے ہیں جو علمائے حق ہوں، متبع سنت ہوں، شرک و بدعت سے دور ہوں اور دین کے اصول وفروع سے کماحقہ باخبر ہوں اور نفس کی شرارتوں سے بچتے ہوں۔

مسئلہ: ایسے علماء کا وجود خود امت پر اور ہر علاقہ والوں پر فرض کفایہ ہے۔ اگر مسلمانوں کی حکومت اپنی ذمہ داری سے ایسے علماء کی تیاری اور ہر علاقہ میں بقدر ضرورت ان کی فراہمی کا بندوبست کرے تو بہت اچھا ہے ورنہ ہر علاقہ کے مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بقدر ضرورت علماء تیار کریں یا کم از کم کسی دوسری جگہ سے علماء کو بلوا کر اپنے ہاں رکھیں اگر کسی علاقہ کے سب لوگ اس سلسلے میں غفلت کریں تو سب گنہگار ہوتے ہیں اور اگر ان میں سے کچھ لوگ یہ ضرورت پوری کر دیتے ہیں تو باقی سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

مسئلہ: ہر شہر اور قصبہ میں عام علماء کے علاوہ ضرورت کے بقدر ایسے علماء کا ہونا بھی ضروری ہے جو تمام علوم وشرائع کے ماہر ہوں اور جو اسلام کے عقیدوں اور اسلام کے اصول ومسائل کے بارے میں پیدا ہونے والے یا پیدا کیے جانے والے شبہات کا ازالہ کر سکیں اور اشکالات کو حل کر سکیں۔

مسئلہ: علماء کے موجود ہونے کے بعد دعوت الی الخیر ان کی ذمہ داری ہے جس کی مختلف مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱ ❑ عام مسلمانوں کے لیے درس کے حلقے قائم کرنا، وعظ کرنا، لوگوں کو دین کے مسائل واخلاق سکھانا، قرآن پاک کی تعلیم کا انتظام کرنا، تزکیہ نفس کی تعلیم دینا یہ سب باتیں دعوت الی الخیر میں داخل ہیں پھر اس کے لیے وہ چاہیں زبانی دعوت دیں خواہ فرد فرد سے یا لوگوں کے اجتماع سے یا تحریر کے ذریعے دعوت دیں یعنی دین کے مختلف احکام سے متعلق کتابیں اور رسالے لوگوں کے لیے لکھیں یہ بھی دعوت ہی کا حصہ ہے۔

۲ ❑ دعوت الی الخیر کا کام کرنے والی جماعت کے تسلسل کو قائم رکھنے اور محفوظ رکھنے کی تدبیر کرنا۔ چونکہ دعوت کا کام اصل میں علماء کا کام ہے اس لیے دعوت کے کام کو جاری رکھنے کے لیے علماء کو تسلسل سے تیار کرنا بھی ضروری ہے اس کے لیے مدارس کو قائم کرنا اور وہاں تعلیم دینا بھی دعوت وتبلیغ کا حصہ ہے۔ اور دینی تعلیم حاصل کرنے والے یہ نیت رکھتے ہوں کہ پڑھنے سے فارغ ہوکر امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دعوت وتبلیغ کا کام کریں گے تو یہ پڑھنا بھی تبلیغ ہے۔

۳ ❑ کافروں کو اسلام کی دعوت دینا۔ جن کافروں کو ایک مرتبہ تبلیغ ہوچکی ہو خواہ ان میں اسلام کی شہرت ہوجانے سے ہو ان کو تبلیغ کرنا فرض نہیں البتہ مستحب ہے۔

۴ ❑ گمراہوں کو راہ حق کی دعوت دینا اور ان کی گمراہیوں اور ان کے شبہات کا جواب دینا۔ علاوہ ازیں جب گمراہ لوگ مسلمان عوام میں اپنی گمراہیاں پھیلانے کی سعی کررہے ہوں اس وقت مسلمانوں کو گمراہوں کی گمراہی کی حقیقت بتانا اور مسلمانوں کے دین کی حفاظت کی کوشش کرنا ان کو دین پر قائم رکھنا ہے جو دعوت ہی کا ایک حصہ ہے۔

دعوت الی الخیر میں عوام کا کردار

مسلمان دین کے احکام واخلاق کے مطابق زندگی گزاریں اور رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر عمل کریں تو ان کی یہی بات بہت سے کافروں کے لیے اسلام میں

رغبت کا باعث ہوگی۔

- علاوہ ازیں وہ اگر کافروں کو اسلام کی دعوت دیں اور دین کی بنیادی اور موٹی موٹی باتیں بتائیں اور دین اسلام کی حقانیت کے کھلے کھلے دلائل سمجھائیں تو وہ ایسا کر سکتے ہیں۔
- اگر علماء کم ہوں یا علماء تو بہت ہوں لیکن ان کی جانب سے دعوت کے کام میں کوتاہی ہو رہی ہو تو فکر مند علماء دعوت کے کام میں مسلمان عوام سے کام لے سکتے ہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کام لینے والے علماء ہوں اور وہ جن سے کام لیں ان کی ضروری تعلیم و تربیت کریں اور ان کو اس بات کا پابند کریں کہ جتنی بات انہوں نے سیکھی ہے اسی کے دائرہ میں رہ کر دعوت کا کام اور دعوت کی بات کریں اور ادھر ادھر سے لی ہوئی باتوں کو از خود اختیار نہ کرلیں۔

کافروں کو اسلام کی دعوت دینے میں مسلمان عوام کو ضروری تعلیم و تربیت کے بعد ان سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

دعوت و تبلیغ کے لیے مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں

- جتنی دعوت دینی ہے اس کے متعلق ضروری باتوں کا علم حاصل ہو۔
- اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کی نیت ہو۔
- جس کو دعوت دینی ہو اس کے لیے دل میں ہمدردی اور شفقت کا جذبہ ہو اور اس کو نرمی اور شفقت سے دعوت دے۔
- دعوت دینے والے میں صبر اور برداشت کی قوت ہونی چاہیے۔
- دعوت دینے والا خود باعمل ہو۔

اجتماعی اصلاح یا دینی انقلاب کی دعوت لے کر اٹھنے والی جماعت

ایسی ہر جماعت کے بارے میں اولاً اس کے سربراہ اور امیر کو دیکھا جائے گا کہ کیا اس میں اس کام کی اہلیت پائی جاتی ہے یا نہیں۔ چونکہ اجتماعی اصلاح اور کسی معاشرے

میں دین کو جاری وساری کرنا کارِ نبوت ہے اس لیے اس کے واسطے اوصاف نبوت کا ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں کہ اس شخص نے دین کے اصول وفروع کا اہل حق علماء سے با قاعدہ علم حاصل کیا ہو اور اہل اللہ کے پاس تزکیہ نفس کیا ہو یہاں تک کہ اس کے ایمان پر اطمینان ہو کہ بدل نہیں جائے گا۔ اگر کسی جماعت کے امیر میں یہ دونوں باتیں یا ان میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہو تو اس کی جماعت سے تعلق رکھنا یا اس میں شریک ہونا ناجائز ہے بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم ایسی جماعت کی غلطیوں سے بچتے ہوئے اس کے ساتھ مل کر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے دین کا کام کریں گے۔ یہ فکر اور سوچ بنیادی اعتبار سے ہی غلط ہے۔

مسلمانوں کی حکومت کے خلاف مسلح اقدام

جب تک حکومت کھلے کھلے کفر کا حکم نہ کرے اس وقت تک اس کے خلاف مسلح اقدام جائز نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل چلتا رہنا چاہیے۔ البتہ جب وہ کھلی کفر کی باتوں کا حکم کرنے لگے تو اس کے خلاف مسلح اقدام بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس کے لیے مندرجہ ذیل شرائط ہیں۔

- ایسی جماعت کا امیر اہل حق عالم ہو، دین کے اصول وفروع کا صحیح علم رکھتا ہو اور اس نے اپنے نفس کا تزکیہ اس درجہ تک کرلیا ہو کہ اس کے ایمان پر اطمینان ہو کہ بدل نہیں جائے گا۔
- جماعت کے افراد نیک اور صالح ہوں اور اتنی تعداد میں ہوں کہ امیر کو اپنی کامیابی کی امید ہو۔
- امیر کو یہ بھی اطمینان ہو کہ اگر وہ اپنی کوشش میں ناکام ہوگیا تو نقصان فقط اس کا اور اس کی جماعت کا ہوگا دوسرے اہل اسلام اور اسلام کا ضرر نہیں ہوگا۔

موجودہ حالات میں دعوت وتبلیغ کا کام

ہمارے دور میں سارا نظام ہی بے دینی اور بد دینی پر چل رہا ہے۔ حکومت کا بھی

یہی حال ہے اور عام طور سے عوام کی بھی یہ روش ہے۔ بہت سے دین سے تعلق رکھنے والے بھی صرف ایک حد تک دین پر چلتے ہیں اور باقی کاموں میں وہ بھی آزاد ہیں۔ غرض دین مغلوب ہے اور بے دینی و بددینی کو فروغ حاصل ہے اور اسی کا چرچا ہے۔ لاعلمی اور جہالت بھی عام ہے۔ گمراہیاں بھی اپنے عروج پر ہیں۔ غرض حالات دین کے مقابلہ میں کفر کے زیادہ قریب ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو تفصیل اوپر دی گئی ہے وہ ان حالات میں زیادہ مفید اور موثر نہیں۔ اس لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فائدہ جہاں اور جتنے درجے تک ہو اس پر تو عمل کرنا ضروری ہوگا البتہ جہاں یہ مفید نہ ہو وہاں دعوت کے طریقے سے کام کرنا ہوگا یعنی نرمی اور شفقت سے سمجھانا اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا اور ان کو برداشت کرنا۔

علاوہ ازیں عام بے دینی کی فضا میں بہت بڑی تعداد میں کام کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے مسلمان عوام سے دعوت کا کام لینے کی ضرورت ہے البتہ ان کی ضروری تعلیم و تربیت سے غفلت نہ ہونی چاہیے۔

عورتوں کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت کا کام کرنا

عورتوں کے کام سے متعلق موٹی موٹی باتیں یہ ہیں:

☼ ۱ عورتوں پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازم ہے۔

☼ ۲ دین کی نشر و اشاعت میں مالی امداد کر سکتی ہیں۔

☼ ۳ جن کے مرد دعوت کا کام کر رہے ہوں وہ اپنی طرف سے ان کو بے فکر رکھیں اور وہ بچوں کی دیکھ بھال بھرپور طریقے سے کریں۔

☼ ۴ پاس پڑوس کی بچیوں کو قرآن پاک اور ضروری دینی تعلیم دے سکتی ہیں۔ بلکہ پاس پڑوس کی بڑی عمر کی عورتوں کی دینی تعلیم کی فکر کر سکتی ہیں۔

☼ ۵ کبھی کہیں کچھ عورتیں جمع ہوں، خواہ ایک خاندان کی ہوں یا متفرق ہوں کچھ دین کی بات کر سکتی ہیں یا کوئی معتبر کتاب مثلاً فضائل اعمال یا بہشتی زیور یا تحفہ

خواتین وغیرہ میں سے کچھ پڑھ کر سنا سکتی ہیں۔

دعوت وتبلیغ کے کام میں نکلنے کے لیے والدین کی اجازت

اگر والدین خدمت کے محتاج ہوں اور ان کی خدمت کرنے والی اور اولاد نہ ہوتو ان کو چھوڑ کر تبلیغ بلکہ جہاد کے لیے بھی نکلنا جائز نہیں۔ اور اگر ان کی خدمت کے لیے اور اولاد ہو یا ان کو خدمت کی ضرورت ہی نہ ہو اور اس شخص کے نکلنے سے ان کا کچھ حرج نہ ہوتو اجازت مانگنے پر والدین محض اپنی دین سے دوری کی وجہ سے یا دینی مصلحتوں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے منع کریں تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

❀ ❀ ❀

باب ۷٦

وصیت کا بیان

مسئلہ: یہ کہنا کہ میرے مرنے کے بعد میرا اتنا مال فلاں آدمی کو یا فلاں کام میں دے دینا۔ یہ وصیت ہے چاہے تندرستی میں کہے چاہے بیماری میں پھر چاہے اس بیماری میں مر جائے یا تندرست ہوجائے۔ اگر خود اپنے ہاتھ سے کہیں دے دے یا کسی کو قرضہ معاف کر دے تو اس کا حکم یہ ہے کہ تندرستی میں ہر طرح درست ہے اور اسی طرح جس بیماری سے شفا ہوجائے اس میں بھی درست ہے اور جس بیماری میں مر جائے وہ وصیت کے حکم میں ہے۔

مسئلہ: اگر کسی کے ذمے نمازیں یا روزے یا زکوٰۃ یا قسم و روزہ وغیرہ کا کفارہ باقی رہ گیا ہو اور اتنا مال بھی موجود ہو کہ اس میں سے فدیہ یا زکوۃ یا کفارہ ادا کیا جاسکتا ہو تو مرتے وقت اس کے لیے وصیت کر جانا ضروری اور واجب ہے۔ اور ترکہ کے ایک تہائی میں سے ان کو پورا کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کا کچھ قرض ہو یا کوئی امانت اس کے پاس رکھی ہو اس کی وصیت کر دینا بھی واجب ہے نہ کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔

اگر کچھ رشتہ دار غریب ہوں جن کو شرع سے کچھ میراث نہ پہنچتی ہو اور اس کے پاس بہت مال و دولت ہے تو ان کو کچھ دلا دینا اور وصیت کر جانا مستحب ہے اور باقی اور لوگوں کے لیے وصیت کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

مسئلہ: مرنے کے بعد مردے کے مال میں سے پہلے تو اس کی گور و کفن کا سامان کریں پھر جو کچھ بچے اس سے قرضہ ادا کریں۔ اگر مرد کا سارا مال قرضہ ادا کرنے میں لگ جائے تو سارا مال قرضہ میں لگا دیں گے وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ اس لیے قرضہ ادا کرنے کی وصیت پر بہر حال عمل کریں گے۔ اگر سب مال اس وصیت کی وجہ سے خرچ ہوجائے تب بھی کچھ پروا نہیں بلکہ اگر وصیت بھی نہ کرے تب بھی پہلے قرضہ ادا کریں

گے اور قرض کے سوا اور چیزوں کی وصیت کا اختیار فقط تہائی مال میں ہوتا ہے یعنی جتنا مال چھوڑا ہے اس کی تہائی میں سے اگر وصیت پوری ہو جائے تو اس کو پورا کریں گے مثلاً ایک شخص نے ترکہ میں چار ہزار روپے چھوڑے۔ کفن دفن اور قرضے میں ایک ہزار روپے خرچ ہوئے۔ تین ہزار روپے باقی بچے۔ اب اس کی ایک تہائی یعنی ایک ہزار روپے میں سب وصیتیں پوری ہو جائیں تب تو وصیت کو پورا کریں گے۔

اگر وصیت زائد مال کی ہو تو اس میں یہ صورتیں ہیں:

i- تہائی مال سے زیادہ لگانا وارثوں کے ذمہ واجب نہیں۔ البتہ اگر سب وارث بخوشی رضامند ہو جائیں کہ ہم اپنا اپنا حصہ نہ لیں گے اس کو بھی وصیت میں لگا دو تو تہائی سے زیادہ بھی وصیت میں لگانا جائز ہے لیکن نابالغوں کی اجازت کا بالکل اعتبار نہیں ہے وہ اگر اجازت بھی دیں تب بھی ان کا حصہ وصیت میں لگانا درست نہیں۔

ii- تہائی میں سے تناسب کے ساتھ وصیت کو پورا کیا جائے مثلاً تہائی مال ایک ہزار روپے ہے۔ میت نے دو آدمیوں کو دو، دو ہزار دینے کی وصیت کی تو ہر ایک کو پانچ، پانچ سو دیں گے۔

مسئلہ: جس شخص کو میراث میں مال ملنا ہے جیسے ماں باپ، شوہر، بیٹا وغیرہ اس کے لیے وصیت کرنا صحیح نہیں۔ اور جس رشتہ دار کا اس کے مال میں کچھ حصہ نہ ہو یا رشتہ دار ہی نہ ہو کوئی غیر ہو اس کے لیے وصیت کرنا درست ہے اگر کسی نے اپنے وارث کے لیے وصیت کر دی کہ میرے بعد اس کو فلانی چیز دے دینا یا اتنا مال دے دینا تو اس وصیت سے پانے کا اس کو کچھ حق نہیں ہے البتہ اگر اور سب وارث راضی ہو جائیں تو دے دینا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے لیے تہائی سے زیادہ وصیت کر جائے اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر سب وارث بخوشی راضی ہو جائیں تو تہائی سے زیادہ ملے گا ورنہ فقط تہائی مال ملے گا اور نابالغوں کی اجازت کا کسی صورت میں اعتبار نہیں ہے۔

مسئلہ: اگرچہ تہائی مال میں وصیت کر جانے کا اختیار ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ پوری تہائی کی وصیت نہ کرے کم کی وصیت کرے بلکہ اگر بہت زیادہ مالدار نہ ہو تو وصیت ہی نہ

کرے وارثوں کے لیے چھوڑ دے کہ اچھی طرح فراغت سے بسر کریں کیونکہ اپنے وارثوں کو فراغت اور آسائش میں چھوڑ جانے میں بھی ثواب ملتا ہے۔ ہاں البتہ اگر ضروری وصیت ہو جیسے نماز روزے کا فدیہ تو اس کی وصیت بہر حال کر جائے ورنہ گناہگار ہوگا۔

مسئلہ: اگر کسی کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کو پورے مال کی وصیت کرنا بھی درست ہے مثلاً اگر وارث صرف بیوی ہو تو اس کو ایک چوتھائی وراثت کی وجہ سے اور باقی تین چوتھائی وصیت کی وجہ سے ملے گا۔ اسی طرح اگر کسی عورت کا وارث صرف شوہر ہے تو آدھا مال اس کو وراثت کی وجہ سے اور باقی نصف وصیت کی وجہ سے ملے گا۔

مسئلہ: نابالغ کا وصیت کرنا درست نہیں۔

مسئلہ: اگر کوئی وصیت کر کے اپنی وصیت سے پھر جائے یعنی کہہ دے کہ اب مجھے ایسا منظور نہیں میں نے وصیت منسوخ کر دی، تو اس وصیت کا اعتبار نہ ہوگا اور وہ وصیت باطل ہوگئی۔

مسئلہ: جس طرح تہائی مال سے زیادہ کی وصیت کر جانا درست نہیں اسی طرح مرض موت کی حالت میں اپنے مال کو تہائی سے زیادہ سوائے اپنے ضروری خرچ کھانے پینے دوا دارو وغیرہ کے کسی کو دینا بھی درست نہیں۔ اگر تہائی سے زیادہ دیا تو وارثوں کی اجازت کے بغیر یہ دینا صحیح نہیں ہوا۔ جتنا تہائی سے زیادہ ہے وارثوں کو اس کے واپس لینے کا اختیار ہے اور نابالغ اگر اجازت دیں تب بھی معتبر نہیں۔ اور وارث کو تہائی کے اندر بھی سب وارثوں کی اجازت کے بغیر دینا درست نہیں اور یہ حکم جب ہے کہ اپنی زندگی میں دے کر قبضہ بھی کرا دیا ہو اور اگر دے تو دیا لیکن قبضہ ابھی نہیں ہوا تو مرنے کے بعد وہ دینا بالکل ہی باطل ہے اس کو کچھ نہ ملے گا وہ سب مال وارثوں کا حق ہے اور یہی حکم ہے بیماری کی حالت میں خدا کی راہ میں دینے اور نیک کام میں لگانے کا۔ غرض یہ کہ تہائی سے زیادہ کسی طرح صرف کرنا جائز نہیں۔

مسئلہ: بیمار کے پاس بیمار پرسی کی رسم سے کچھ لوگ آئے اور کچھ دن یہیں لگ گئے کہ

یہیں رہتے ہیں اور بیمار کے مال میں کھاتے پیتے ہیں تو:

۱۔ اگر مریض کی خدمت کے لیے ان کے رہنے کی ضرورت ہو تو خیر کچھ حرج نہیں۔

۲۔ اگر ضرورت نہ ہو تو ان کی دعوت مدارات کھانے پینے میں بھی تہائی سے زیادہ لگانا جائز نہیں۔

۳۔ اگر ضرورت بھی نہ ہو اور وہ لوگ وارث بھی ہوں تو ان کو تہائی سے کم بھی کھلانا پلانا جائز نہیں یعنی ان کو اس کے مال میں کھانا جائز نہیں۔ ہاں اگر سب وارث بخوشی اجازت دیں تو جائز ہے۔

مسئلہ: ایسی بیماری کی حالت میں جس میں بیمار مر جائے تو ترکہ کے ایک تہائی سے زیادہ اپنا قرض معاف کرنے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ اگر کسی وارث پر قرض آتا تھا اس کو معاف کیا تو معاف نہیں ہوا۔ اگر سب وارث یہ معافی منظور کریں اور بالغ ہوں تب معاف ہوگا۔ اکثر دستور ہے کہ بیوی مرتے وقت اپنا مہر معاف کر دیتی ہے یہ معاف کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ ایک وارث کو معاف کرنا ہے اور گویا اس کو دینا ہے۔

مسئلہ: حالت حمل میں درد شروع ہو جانے کے بعد اگر کسی کو کچھ دے یا مہر وغیرہ معاف کرے، تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو مرتے وقت دینے لینے کا ہے یعنی اگر خدا نہ کرے دردزہ میں مر جائے تب تو یہ وصیت ہے جو وارث کے لیے جائز نہیں اور غیر کے لیے تہائی سے زیادہ دینے اور معاف کرنے کا اختیار نہیں۔ البتہ اگر خیر و عافیت سے بچہ ہو گیا تو اب وہ دینا لینا اور معاف کرنا صحیح ہو گیا۔

مسئلہ: مردے کے مال میں سے لوگوں کی مہمانداری کرنا آنے والوں کی خاطر مدارات کھانا پلانا۔ صدقہ خیرات وغیرہ کچھ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس صدقہ و خیرات سے مردے کو ہرگز کچھ ثواب نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس کو ثواب سمجھنا سخت گناہ ہے کیونکہ اب یہ سب مال تو وارثوں کا ہو گیا۔ دوسروں کی حق تلفی کر کے دینا ایسا ہی ہے جیسے غیر کا مال چرا کے دینا۔ سب مال وارثوں کو بانٹ دینا چاہیے پھر ان کو اختیار ہے اپنے اپنے حصہ میں سے میت کو ایصال ثواب کریں یا نہ کریں بلکہ تقسیم سے پہلے وارثوں سے صدقہ

خیرات کرنے کی اجازت بھی نہ لینا چاہیے کیونکہ اجازت لینے سے فقط ظاہر سے اجازت دیتے ہیں کہ اجازت نہ دینے میں بدنامی ہوگی۔ ایسی اجازت کا کچھ اعتبار نہیں۔

مسئلہ: اسی طرح یہ جو دستور ہے کہ میت کے استعمال کے کپڑے خیرات کر دیے جاتے ہیں یہ بھی وارثوں کی اجازت کے بغیر ہرگز جائز نہیں اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہو تب تو اجازت دینے پر بھی جائز نہیں۔ پہلے مال تقسیم کرلو تب بالغ لوگ اپنے حصہ میں سے جو چاہیں دیں بغیر تقسیم کئے ہرگز نہ دینا چاہیے۔

مسئلہ: یہ وصیت کی کہ میرے جنازے کی نماز فلاں شخص پڑھائے اور فلاں شہر میں فلانے قبرستان یا فلاں کی قبر کے پاس مجھ کو دفنانا، فلانے کپڑے کا کفن دینا، میری قبر پکی بنا دینا، قبر پر قبہ بنا دینا، قبر پر کوئی حافظ بٹھا دینا کہ پڑھ پڑھ کے بخشا کرے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ آخری تین وصیتیں بالکل جائز ہی نہیں۔ پورا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔

باب ۷۷

علم فرائض کی اہمیت وفضیلت (میراث)

علم فرائض نہایت اہم اور قابل قدر علم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خاص طور سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس کی تعلیم فرمائی ہے اور ہر ایک وارث کے حصے کو جدا جدا مقرر ومتعین فرمادیا ہے۔ اور چونکہ عربی زبان میں مقرر اور طے شدہ کو فریضہ کہتے ہیں اور فریضہ کی جمع فرائض ہے اس لیے اس علم کو علم فرائض کہتے ہیں۔

وارثوں کے حصے بیان کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرز تقسیم کی حکمتوں کو خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے تم لوگ پوری طرح نہیں سمجھ سکتے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ ہمارے ان احکام کی تعمیل کریں گے ہم ان کو جنت میں جگہ دیں گے اور جو لوگ ہماری بات کو نہیں مانیں گے وہ دوزخ کے مستحق ہوں گے۔ اور احکام کے خاتمہ پر فرمایا کہ ہم ہی صاف و صریح احکام اپنی طرف سے اس لیے مقرر فرماتے ہیں تاکہ تم لوگ گمراہ نہ ہوجاؤ (کیونکہ مال ومیراث کے بارے میں عدل وانصاف سے کام لینا بہت مشکل ہے، ہر شخص اپنی طرف کو جھکتا ہے اور اپنے نفع کو مقدم سمجھتا ہے)

غرض اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق جب یہ علم اور اس کے احکام پر عمل کرنا ہدایت اور جنت میں داخلہ کا سبب ہے اور اس سے ناواقف رہنے میں گمراہی کا خطرہ ہے اور اس کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ دوزخ ہے تو اس علم کے سیکھنے سکھانے اور عمل کرنے میں جس قدر فضیلت اور جس قدر تاکید وارد ہو بہت مناسب ہے۔

- رسول اللہ ﷺ نے ایک فصیح وبلیغ پر درد اور رقت آمیز موثر وعظ میں فرمایا ”اے لوگو! میں تم میں ہمیشہ نہیں رہوں گا۔ فرائض کو سیکھ لو اور (یکے بعد دیگرے) لوگوں کو سکھاؤ۔ وہ وقت قریب ہے کہ وحی کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ (یعنی آپ

کی وفات پر وحی کا سلسلہ ختم ہوجائے گا) اور (پھر) علم کے معدوم ہونے کا وہ زمانہ (بھی) آئے گا کہ دو آدمی ایک ضروری مسئلہ میں جھگڑتے ہوں گے لیکن کوئی (شریعت کے مطابق) فیصلہ کرنے والا نہ ملے گا۔''

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے لوگو فرائض کو ایسی ہی توجہ اور محنت سے سیکھو جس طرح قرآن پاک کو سیکھتے ہو۔ کبھی فرماتے تھے کہ مسلمانو! فرائض کو سیکھو اس لیے کہ وہ تمہارے دین کا ایک ضروری علم ہے۔

میراث اور وراثت سے متعلق اہم تنبیہ

میراث کوئی اختیاری معاملہ نہیں بلکہ ایسا حق ہے کہ مورث (مرنے والا) اور وارث نہ بھی چاہیں تب بھی ثابت ہوجاتا ہے۔

اگر وارث کسی وجہ سے مثلاً آپس کے لڑائی جھگڑے اور رنجش کی وجہ سے یا دوسرے وارثوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے چاہتا ہے کہ میں فلاں میت کے مال میں سے حصہ نہ لوں تو اس کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اگر میت نے مال چھوڑا ہے اور یہ اس کے شرعی وارثوں میں سے ہے تو یہ شخص خود بخود شرعاً اس کا مالک اور وارث ہوجائے گا خواہ قبول کرے یا نہ کرے۔ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ اپنا حصہ لینے کے بعد کسی دوسرے کو دے دے اور اپنے پاس نہ رکھے۔

اسی طرح اگر مورث چاہتا ہو کہ فلاں وارث میرے مال میں حصہ دار نہ بنے تو اس کی خواہش سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس کے مرنے کے بعد وہ شخص جو شرعاً وارث ہے خود بخود مالک بن جائے گا اور اس کا حصہ اس کو ضرور دیا جائے گا۔ اگر بالفرض اس مورث نے عاق نامہ بھی تحریر کردیا کہ میں اپنے فلاں وارث سے (بیٹا ہو یا بیٹی یا اور کسی قسم کا وارث ہو) فلاں وجہ سے ناراض ہوں وہ میرے مال اور ترکہ سے محروم رکھا جائے تو وہ وارث عاق نامہ کی وجہ سے شرعاً محروم نہ ہوگا اور مقررہ حصہ اس کو ملے گا۔ ایسے ہی اگر اپنے ترکہ کے بارے میں شرعی قاعدے کے خلاف زبانی یا تحریری فیصلہ

کردیا کہ میری وفات کے بعد وہ اس طرح سے تقسیم ہو یعنی شرعی حصوں سے کم وبیش مقرر کیا تو اس کا یہ فیصلہ باطل ہوگا اور میراث شرعی قاعدے کے مطابق ہی تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر ضرورت اور مجبوری ہو مثلاً کوئی وارث اوباش و بدمعاش ہو کہ اگر اس کو حصہ ملے گا تو وہ اس کو صرف اپنی اوباشی میں خرچ کرے گا تو اس وقت اس وارث کو محروم کرنے کی صورت یہ ہے کہ موجودہ سامان و جائیداد جن لوگوں کو دینا ہے زندگی ہی میں ان کو دے کر ان کا قبضہ کرادے۔ اس کے مرنے کے بعد جب کچھ ترکہ ہی باقی نہیں رہے گا تو نہ میراث جاری ہوگی نہ کسی کو حصہ ملے گا۔ لیکن مجبوری اور شرعی وجہ کے بغیر کسی وارث کو محروم کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے محروم فرمادیں گے۔

جولوگ عورتوں کو میراث سے محروم کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ شادی غمی وغیرہ تقریبات میں کچھ نقد وجنس دے کر معاوضہ ادا کردیا تھا وہ بھی اللہ کی نافرمانی کے مرتکب ہوتے ہیں اور عورتوں کا حق ظلم سے دباتے ہیں۔

مال وجائیداد میں انبیاء علیہم السلام کا کوئی وارث نہیں ہوتا

انبیاء علیہم السلام کی میراث دراصل وہ علوم ہیں جو انہوں نے امت کو سکھائے۔ شیعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ انہوں نے فدک کی جائیداد میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی میراث کا حصہ نہیں دیا۔ حالانکہ خود شیعوں کی معتبر کتاب کافی کلینی میں امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں۔

((ان العلماء ورثة الانبیاء وذلک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذمنھا فقد اخذ بحظ وافر)) (بحوالہ ھدایۃ الشیعہ ص ۴۳)

”بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء میراث میں درہم اور دینار نہیں چھوڑتے۔ وہ میراث میں صرف اپنی حدیثیں

چھوڑتے ہیں۔تو جس نے حدیثوں کو حاصل کیا اس نے بڑا نصیب حاصل کیا۔

حضرت امام جعفر صادقؒ نے صاف فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا ورثہ صرف علم ہوتا ہے مال و جائیداد نہیں ہوتا۔

فدک کی جائیداد مال فے تھا جو اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑائی کے بغیر حاصل ہوتا ہے اور یہ بیت المال میں شامل تھا جس میں سے نبی ﷺ بھی بقدر حاجت لیتے تھے۔سورہ حشر میں ہے۔

{مَا اَفَاءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتَامٰی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنِ السَّبِیْلِ}

''جو کچھ کہ فے کیا اللہ نے اپنے رسول پر بستی والوں سے سو وہ اللہ کا ہے اور رسول کا ہے اور قرابت والوں کا اور یتیموں' مسکینوں اور مسافروں کا ہے''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مال فے کا مصرف بیان کیا ہے جو کہ بے شمار لوگ ہیں۔لہٰذا یہ ان کی ملکیت نہیں بلکہ بیت المال کی جائیداد ہے جس کے نفع سے فائدہ اٹھانے کے مستحق مذکورہ لوگ ہیں۔یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کو حضرت فاطمہؓ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تقسیم نہیں کیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب اپنی خلافت میں فدک امام باقر رحمہ اللہ کے سپرد کیا تو انہوں نے متولی بن کر اس کو اپنے پاس رکھا میراث کے طور پر تقسیم نہیں کیا۔

کون سا مال ترکہ ومیراث بنتا ہے اور کون سا نہیں بنتا

وہ تمام مال و جائیداد جس پر شریعت نے آدمی کی ملکیت ہونے کا حکم لگایا ہے اور کسی دوسرے کا حق اس کے ساتھ متعلق نہیں اور وہ اس کو چھوڑ کر مر گیا تو وہ سب ترکہ اور مال میراث ہے خواہ وہ اس کو ماں باپ دادا وغیرہ کسی رشتہ دار سے میراث میں ملا ہو

یا بیوی یا شوہر کی جانب سے ملا ہو یا خود کمایا ہو۔ غرض جو چیزیں موت کے وقت آخری دم میں اس کی خالص ملکیت میں تھیں خواہ کسی ذریعہ سے مالک بنا ہو اور خواہ وہ چیزیں زمین، باغ، مکان، نقدی، زیور، کپڑا، جانور ہوں یا گھر کا اسباب و آرائش کا سامان' ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی ترکہ میں داخل ہے یہاں تک کہ میت کے بدن پر جو کپڑے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں۔

جو مال میت کے پاس ایسا ہو کہ شریعت نے اس پر ملکیت کا حکم نہیں لگایا یا غیر کا حق اس کے ساتھ متعلق ہے وہ ترکہ میں داخل نہ ہوگا مثلاً:

- ۱ جو چیزیں میت نے کسی سے عاریتاً لی تھیں یا کسی نے اس کے پاس امانت رکھ دی تھیں ان میں وراثت جاری نہ ہوگی کیونکہ وہ میت کی ملک نہیں۔
- ۲ اگر میت نے کسی کا مال غصب یا چوری یا خیانت کر کے رکھ لیا تو اس میں میراث جاری نہ ہوگی۔ اسی طرح سود اور رشوت اور بیمہ میں جمع کرائی ہوئی رقم سے زائد مال میں بھی میراث جاری نہ ہوگی کیونکہ شریعت نے ان پر مالک ہونے کا حکم نہیں لگایا۔
- ۳ وہ چیز جس کو میت نے قرض کے عوض میں رہن یعنی گروی رکھ دیا تھا اور میت نے اس قرض کو ادا کرنے کے لیے کوئی مال بھی نہیں چھوڑا تو وہ چیز میت کے ترکہ میں داخل نہیں ہوگی۔ اس چیز کو فروخت کر کے قرض خواہ پہلے اپنا قرض وصول کرے گا اور پورے قرض کی وصولی کے بعد اگر قیمت میں سے کچھ رقم بچے تو وہ وارثوں میں تقسیم ہوگی۔
- ۴ فیملی پنشن یا کوئی اور فنڈ جو حکومت یا ادارے کی جانب سے ہمدردی کی بنیادوں پر ملے ہوں وہ ترکہ میں شامل نہیں بلکہ صرف ان افراد کا حق ہیں جو میت کے زیر کفالت تھے اور وہ رقم ان افراد میں برابر برابر تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر تصریح کی گئی ہو کہ یہ فنڈ صرف فلاں شخص کے لیے ہے تو پھر اس کا حق ہے۔

مسئلہ: حکومت یا ادارے کی طرف سے لکھوالیا جاتا ہے کہ وفات کی صورت میں فلاں عزیز کو واجبات ادا کئے جائیں۔ اس سے تنہا وہ شخص ان واجبات کا مالک نہیں بنتا بلکہ وہ صرف واسطہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ سے حقداروں کو ان کا حق پہنچ جائے۔ اگر وہ رقم میت کی موت سے پہلے واجب الادا ہوچکی تھی تو تمام وارثوں میں ان کے شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوگی۔ اور اگر وہ میت کی موت سے پہلے واجب الادا نہ تھی تو صرف زیر کفالت افراد میں اس کو مساویانہ تقسیم کیا جائے گا۔

○ ۵ جس چیز کے ساتھ شرعاً کسی کا حق متعلق نہیں لیکن میت نے اپنی طرف سے اس شے کو کسی کے نامزد کردیا ہے اور اپنی ملک سے نکال کر اس شخص کی ملک اور قبضے میں نہیں دیا تو میت کے انتقال کے بعد اس شے میں میراث جاری ہوگی اور سب وارثوں کا حق سمجھی جائے گی۔ جس کے نامزد کی تھی اس کی کوئی خصوصیت نہ رہے گی۔ مثلاً زید نے اپنے بیٹے کی شادی کے لیے نقد وجنس بہت کچھ جمع کیا تھا اور ارادہ تھا کہ اس کو خاص فلاں بیٹے کی شادی میں صرف کروں گا یا بیٹی کے لیے زیور اور کپڑا تیار کیا تھا کہ جہیز میں دوں گا۔ اتفاق سے زید کا انتقال ہوگیا تو اس سب مال و اسباب وزیور میں تمام وارثوں کا حق ہوگا اس بیٹے اور بیٹی کا علیحدہ سے کوئی خاص استحقاق نہ ہوگا۔ یا مثلاً مسجد تعمیر کرانے کے لیے یا حج کرنے کے لیے یا فی سبیل اللہ تقسیم کرنے کے لیے رقم جمع کررکھی تھی اور اسے موت آ گئی تو یہ رقم ترکہ میں داخل ہو کر میراث میں تقسیم ہوگی۔ البتہ اگر ان کاموں کے لیے وصیت کر گیا ہو تو وصیت کے قواعد کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا۔

○ ۶ مکان یا کسی اور جائیداد کی رجسٹری و کاغذات میں محض کسی عزیز کا نام لکھنے سے وہ اس کا مالک نہیں بن جاتا جب تک مالک اس عزیز کو وہ جائیداد ہبہ کر کے

اس پر اس عزیز کا قبضہ نہ کرادے۔

بعض وہ حقوق جن میں وراثت جاری ہوتی ہے

- میت کا ایک مشترکہ مکان میں حصہ ہے جس میں سب حصہ دار ایک ہی راستے سے آتے جاتے تھے۔ اس راستے میں آمدورفت کا حق جیسے میت کو حاصل تھا اس کے وارثوں کو بھی حاصل رہے گا اور اس حق میں میراث جاری ہوگی۔
- میت کے پاس جو چیز رہن یعنی گروی تھی اور جب تک قرض وصول نہ ہو جائے اس کے روکنے کا اسے حق حاصل تھا۔ اس کی وفات کے بعد اس کے وارثوں کو بھی یہ حق حاصل رہے گا کہ جب تک قرض وصول نہ ہو وہ مرہونہ شے مالک کو واپس نہ دیں۔

بعض وہ حقوق جن میں میراث جاری نہیں ہوتی

- زید کے ہمسایہ کا مکان یا زمین فروخت ہوئی اور زید نے حق شفعہ کا دعویٰ کر کے جائیداد لینا چاہی۔ ابھی جائیداد اس کو دلائی نہیں گئی تھی کہ اس کی وفات ہوگئی تو اب اس کے وارثوں کو یہ حق نہیں پہنچے گا کہ شفعہ کا دعویٰ کر کے خریدار سے جائیداد لے لیں۔
- زید نے ایک چیز کسی سے دو ماہ کے لیے مستعار لی تھی اور دو ماہ ختم ہونے سے پہلے زید مر گیا۔ اب وارثوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ دو ماہ پورے ہونے تک اس چیز سے نفع اٹھائیں بلکہ میت کی وفات کے وقت اصل مالک اپنی چیز فی الحال واپس لے سکتا ہے۔
- اگر میت کسی قوم کا سردار یا محلہ وشہر کا امام یا کسی وقف کا متولی تھا یا کسی وقف مدرسہ کا مہتمم تھا تو یہ حق اس کے وارثوں کو نہ پہنچے گا نہ سب کو اور نہ کسی ایک کو۔ بلکہ جو شخص ان کاموں کی اہلیت ولیاقت رکھتا ہو اور مسلمان اپنے اتفاق سے اس کو مقرر کر دیں یا حاکم وقت کی طرف سے متعین کر دیا جائے وہی حقدار

ہو جائے گا۔ میت کی طرف سے بطور وراثت کے نہیں بلکہ عام مسلمین یا حاکم وقت کے مقرر کر دینے کی وجہ سے۔

میراث پر مقدم حقوق

تین چیزیں ایسی ہیں جو تقسیم ترکہ پر مقدم ہیں۔ ان کو پورا کرنے کے بعد جو کچھ باقی رہے اس میں میراث جاری ہوگی۔ اور اگر میت کا ترکہ ان ہی چیزوں میں ختم ہو جائے تو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا۔ وہ تین چیزیں یہ ہیں ● تجہیز و تکفین ● قرض ● وصیت۔

تجہیز و تکفین

مسئلہ: میت کے ترکہ میں سے سب سے پہلے اس کی تجہیز و تکفین کا خرچ لیا جائے گا۔ مگر یہ کام نہایت سیدھے سادھے شرعی طریقے سے سنت کے مطابق اور میت کی حیثیت کے موافق کیا جائے یعنی کفن کے کپڑوں کی تعداد مقدار سنت کے موافق ہو اور کپڑا ایسی قیمت کا ہو جس کو وہ پہن کر عام طور سے گھر سے باہر نکلتا تھا۔ نہ اس قدر کم قیمت اور ردی کفن دیں جس سے اس کی تحقیر و تذلیل ہو نہ اتنا بیش قیمت دیں جس میں اسراف ہو اور وارثوں کے حق میں کمی آئے۔ قبر کچی اور سادی بنائی جائے خواہ میت مالدار ہو یا غریب ہو۔ غسل دینے والے کی اجرت اور گورکنی و سامان وغیرہ کا خرچ بھی اسی طرح حسب حیثیت متوسط درجہ کا کیا جائے۔

مسئلہ: عورت کا اگر شوہر موجود ہو تو عورت کا کفن اس کے ذمے واجب ہے عورت کے ترکہ میں سے اس کا خرچ نہ لیا جائے۔ اگر شوہر نہیں ہے تو مرنے والی کے ترکہ اور مال میں سے خرچ کیا جائے۔

مسئلہ: اگر میت نے بالکل کچھ بھی مال اور ترکہ نہیں چھوڑا جس سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے تو اس کے وارثوں سے ہر ایک کے حصہ میراث کے بقدر چندہ جمع کیا جائے یعنی اگر مال ہوتا تو جس شخص کو مثلاً نصف ترکہ ملتا اس سے نصف خرچہ لیا جائے گا اور

جس شخص کو تہائی ترکہ ملتا اس سے تہائی خرچہ وصول کیا جائے گا۔

اگر میت کے کوئی رشتہ دار نہ ہوں یا ہوں مگر مفلس اور محتاج ہوں یا پردیس میں ہوں تو تمام خرچ اسلامی حکومت کے سرکاری بیت المال سے دلایا جائے۔

اگر اسلامی حکومت یا بیت المال موجود نہ ہو تو اہل محلہ اور اہل شہر میں سے ان لوگوں پر واجب ہوگا جن کو اس میت کے حال کی اطلاع ہو کہ وہ سب چندہ کر کے اس کی تجہیز و تکفین کا سامان کریں۔

قرض

جب تجہیز و تکفین کے خرچ سے کچھ مال باقی رہے اور میت پر قرض ہو تو اب پہلے قرض ادا کیا جائے۔قرض کی دو قسمیں ہیں:

۞ ۱ اول وہ قرض جو صحت میں (یعنی مرض الموت سے پہلے) میت کے اقرار سے ثابت ہوا یا گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوا۔

۞ ۲ وہ قرض جس کا مرض الموت میں میت نے اقرار کیا مثلاً کہا کہ فلاں شخص کا اس قدر روپیہ میرے ذمہ واجب ہے یا میں نے اس کی فلاں شے ضائع کر دی تھی اس کی قیمت میرے ذمے واجب ہے۔ اور یہ صرف میت کا اقرار ہی اقرار ہو گواہوں سے یہ قرض ثابت نہ ہو۔

مرض الموت سے مراد وہ مرض ہے جس میں مریض کی وفات ہو جائے اور اگر مریض پرانا بیمار ہو تو اس سے مراد وہ وقت ہے جب سے مرض میں تیزی آئی جو موت کا سبب بنی۔

اگر تجہیز و تکفین کے بعد باقی ماندہ مال دونوں قسموں کے قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہے تو بلا تکلف دونوں قسموں کے قرض ادا کئے جائیں گے۔

اگر مال ادائے قرض کے لیے کافی نہیں اور دونوں قسم کا قرض میت پر ہو تو پہلے اول قسم کا قرض ادا کیا جائے پھر اگر کچھ بچے تو دوسری قسم کا قرض ادا کیا جائے۔

اگر پہلی قسم کے قرض کی ادائیگی کے بعد کچھ نہ بچے تو دوسری قسم کے قرض خواہ بالکل محروم رہیں گے۔

اگر سب قرض صحت کے زمانے کے ہیں لیکن ترکہ اتنا نہیں کہ وہ سب پورے کے پورے ادا کئے جاسکیں تو ان میں باہمی تناسب سے ادائیگی کی جائے گی مثلاً زید کا قرض پانچ ہزار ہے بکر کا تین ہزار اور خالد کا دو ہزار جبکہ کل ترکہ دو ہزار ہے تو ۵:۳:۲ کے تناسب سے دو ہزار کے دس حصے کریں گے، جن میں سے پانچ حصے زید کو تین حصے بکر کو اور دو حصے خالد کو دیں گے۔

اگر میت نے کچھ مال نہ چھوڑا اور اس پر قرض ہو یا اتنا کم چھوڑا کہ قرض کی پوری ادائیگی اس میں سے نہیں ہوسکتی تو قرض خواہ میت کے وارثوں پر جبر نہیں کر سکتے کہ تم اپنے پاس سے ادا کرو۔ البتہ اگر میت کے وارثوں کو وسعت ہوتو مناسب ہے کہ قرض ادا کر کے اپنے عزیز میت کو قرض سے سبکدوش کرادیں اور اجر حاصل کریں۔

بیوی کا مہر اگر زندگی میں ادا نہ کیا ہو اور نہ ہی بیوی نے معاف کیا ہوتو وہ بھی میت کے ذمے ایسا ہی قرض ہے جیسا دیگر لوگوں کا قرض۔ وصیت اور میراث کی تقسیم پر مہر کی ادائیگی مقدم ہوگی۔

وصیت

ابتدائے اسلام میں وصیت فرض تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ داروں کے لیے اپنے مال میں سے حصے مقرر کر جانا ہر صاحب مال شخص پر واجب تھا۔ یہ حکم پھر منسوخ ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے خود ہی حصے مقرر فرما کر مال کی تقسیم کا طریقہ بتادیا۔ لیکن ایک تہائی میں اب بھی بندے کا اختیار باقی رکھا تاکہ اس وقت نیکی کی راہ میں خرچ کر کے کچھ ثواب کما سکے یا اپنے کسی دوست یا غیر وارث رشتہ دار کو کچھ دینا چاہے تو اس تہائی میں سے دے دے۔

وصیت اس شخص کے لیے ہوسکتی ہے جو میت کا وارث نہ ہو۔ اگر وارث کے لیے

وصیت ہوگی تو غیر معتبر ہوگی البتہ اگر باقی وارث عاقل بالغ ہوں اور پھر اس کی اجازت دے دیں اور اس کو منظور کر لیں تو معتبر ہو جائے گی۔

کسی شخص کے بیٹے ہوں اور یتیم پوتے بھی ہوں جو امداد کے مستحق ہوں تو چونکہ بیٹے کے ہوتے ہوئے پوتے وارث نہیں ہوتے اس لیے یہ شخص اپنے یتیم پوتے پوتیوں کے لیے ایک تہائی مال تک وصیت کر سکتا ہے۔

وصیت سے پھر جانا

جب وصیت کر دی اور عام طور سے لوگوں کو معلوم ہوگئی یا گواہ موجود ہیں تو انکار کرنے سے وصیت باطل نہ ہوگی اور یہ کہنا معتبر نہ ہوگا کہ میں نے وصیت نہیں کی۔

البتہ اگر یوں کہے کہ میں اس وصیت سے رجوع کرتا ہوں یا اسے جاری کرنا نہیں چاہتا یا اس وصیت کو تبدیل کر کے دوسری وصیت کر دے تو پہلی وصیت باطل ہو جائے گی گویا کہ کی ہی نہیں تھی۔

جب تک وصیت کرنے والا زندہ ہے اس کو اس طرح وصیت باطل کر دینے کا پورا اختیار ہے۔

اسی طرح اگر زندگی میں کوئی ایسا کام کرے جس سے معلوم ہو کہ وصیت سے پھر گیا ہے تب بھی وصیت باطل ہو جائے گی۔ مثلاً ایک زمین کی کسی کے لیے وصیت کی تھی پھر اسی زمین میں اپنا مکان بنا لیا ہو یا کپڑے کے تھان کی وصیت کی تھی پھر اس کو فروخت کر دیا تو ان صورتوں میں سمجھا جائے گا کہ وہ شخص اپنی وصیت سے پھر گیا ہے۔

میراث سے محروم کرنے والی چیزیں

وہ چیزیں یہ ہیں

- قتل مورث
- اختلاف دین
- اختلاف دار (یعنی اختلاف سلطنت)

قتل مورث

اگر بالغ وارث نے اپنے مورث کو ظلماً قتل کر دیا تو یہ میراث سے بالکل محروم رہے گا خواہ کاٹنے والی چیز (مثلاً تلوار چھری بندوق کی گولی) سے قتل کیا ہو یا کسی بڑی موٹی بھاری زور دار چیز (مثلاً موٹا لٹھ یا بھاری پتھر) سے مارا ہو جس کے مارنے سے عموماً آدمی مر جاتے ہوں یا کسی چھوٹی چیز (مثلاً پتلی چھڑی اور چھوٹے پتھر) سے مارا ہو کہ جس سے عموماً لوگ مرتے نہیں لیکن اتفاق سے مورث کی موت اس ضرب سے واقع ہو گئی پھر قصداً مارا ہو یا غلطی اور خطا سے مورث کو مارا گیا ہو (مثلاً رائفل درست کر رہا تھا کہ بلا قصد چل گئی اور مورث کو گولی لگ گئی) دونوں صورتوں میں وارث میراث سے محروم ہو جائے گا۔

البتہ اگر ظلماً نہیں مارا بلکہ مورث اس پر ناحق حملہ آور ہوا اور اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے مورث پر وار کیا جس سے وہ مر گیا تو یہ وارث میراث سے محروم نہ ہو گا۔

نابالغ یا مجنون نے اپنے مورث کو قتل کر دیا تو میراث سے محروم نہ ہو گا۔

اختلاف دین

اگر وارث مسلمان ہے اور مورث کافر ہے (خواہ ہندو ہو یا عیسائی یہودی آتش پرست ہو یا دہریہ) تو اس کی میراث مسلمان کو نہیں ملے گی بلکہ اگر اس کافر کے کافر وارث موجود ہوں تو صرف ان میں تقسیم کی جائے گی اور اگر کوئی بھی نہ ہو تو بیت المال میں جمع کی جائے گی۔

اور اگر مورث مسلمان ہو اور وارث کافر ہو تو اس کو بھی مسلمان کی میراث نہیں ملے گی بلکہ جو وارث مسلمان ہوں صرف ان ہی میں تقسیم کی جائے گی۔ مثلاً کسی ہندو کا بیٹا مسلمان ہو گیا پھر اسلام کی حالت میں اس کی موت ہوئی تو اب اس کے باپ کو کچھ حصہ نہ ملے گا۔ ہاں اگر اس بیٹے کی کوئی زوجہ یا اولاد مسلمان ہو تو ان کو ترکہ دیا جائے گا۔ اور اگر کوئی بھی مسلمان وارث نہ ہو تو ترکہ بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

اگر کسی مسلمان نے عیسائی عورت سے نکاح کرلیا تو مسلمان شوہر کی وفات پر زوجہ کو کچھ میراث نہ ملے گی۔ البتہ اگر مہر ادا نہ کیا تو وہ دلایا جائے گا اور اگر عیسائی زوجہ کی شوہر کی زندگی میں وفات ہوگئی تو اس کے ترکہ میں سے شوہر کو کچھ نہ ملے گا۔

جو شخص مرتد ہوجائے مثلاً قادیانی ہوجائے یا منکر حدیث ہوجائے یا دہریہ ہو جائے تو وہ بھی کافروں کی مانند اہل اسلام کی میراث سے محروم رہے گا۔ البتہ اس کے ارتداد کی حد میں مارے جانے کے بعد یا کافروں کے ملک منتقل ہونے کے بعد اگر اس کا مال اہل اسلام کے قبضے میں ہو تو حالت اسلام میں حاصل کیا ہوا مال اس کے مسلمان وارثوں پر تقسیم کیا جائیگا اور حالت ارتداد کی کمائی بیت المال میں جمع کی جائے گی۔

مسلمان ملک میں رہنے والے غیر مسلم اگر میراث سے متعلق اپنا مقدمہ مسلمانوں کی عدالت میں لائیں تو ان کے درمیان میراث جاری کرائی جائے گی اگرچہ ان کے دین مختلف ہوں مثلاً شوہر ہندو ہو اور عورت عیسائی ہو۔

اختلاف سلطنت

یعنی میت اور وارث کے ملک وسلطنت کا مختلف ہونا۔

مسلمان کا وارث خواہ کسی بھی ملک میں رہتا ہو اور خواہ ایک اسلامی ملک میں رہتا ہو اور دوسرا کافروں کے ملک میں رہتا ہو اپنے مورث کے مال سے کبھی محروم نہیں ہوتا۔

البتہ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں ان میں اگر میت اور وارث دو مختلف ملکوں میں رہتے ہوں اور ان ملکوں میں باہم صلح نہ ہو تو ان میں میراث جاری نہ ہوگی۔

وہ امور جو میراث سے محروم نہیں کرتے

صغرسنی

یعنی کم عمر ہونے سے میراث کے حصہ میں کچھ کمی نہیں آتی۔ میت کا ایک بیٹا جوان ہو عالم فاضل اور عاقل ہو اور دوسرا تین روز کا شیر خوار بچہ ہو تو دونوں کو میراث میں

برابر حصہ ملے گا۔

نکاح ثانی

نکاح ثانی کر لینے سے عورت اپنے پہلے شوہر کی میراث سے محروم نہیں ہوتی کیونکہ نکاح ثانی کوئی جرم نہیں ہے۔ جو لوگ نکاح ثانی کو عار سمجھ کر اس کی وجہ سے عورت کو شوہر کی میراث سے محروم کر دیتے ہیں وہ بڑے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

نافرمانی یا بدکاری

نافرمان یا بدکار ہونے سے کوئی شخص میراث سے محروم نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک بیٹے نے باپ کی تمام عمر خدمت کی اور دوسرا بیٹا کبھی پاس بھی نہ پھٹکا بلکہ رنج پہنچاتا رہا تب بھی دونوں بیٹے برابر کے مستحق ہوں گے اگرچہ میت نے زبانی یا تحریری کارروائی سے اس کو عاق و محروم بھی کر دیا ہو۔

وارثوں کا بیان اور ان کی قسمیں

عام طور سے جو وارث پائے جاتے ہیں وہ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ وہ تین قسم کے وارث یہ ہیں۔

- **ذوی الفروض:** یعنی وہ وارث جن کے حصے اور میراث کی مقدار شریعت میں مقرر اور متعین کر دی گئی ہے۔
- **عصبات نسبی:** یعنی میت سے نسبی تعلق رکھنے والے وہ مرد رشتہ دار جن کے رشتہ میں عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہو اور شریعت میں ان کا کچھ حصہ مقرر نہ ہو بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصے نکال لینے کے بعد جو کچھ ترکہ باقی رہے وہ ان کو مل جائے گا اور اگر باقی نہ رہے تو یہ محروم رہیں گے۔
- **ذوی الارحام:** وہ وارث ہیں جن کا حصہ بھی شریعت میں مقرر نہیں ہے اور میت میں اور ان میں عورت کے واسطے سے رشتہ قائم ہو یا وہ خود عورت ہو۔

ذوی الفروض اور عصبات بالکل نہ ہوں تب ذوی الارحام میراث میں حصہ دار بنتے ہیں۔
تنبیہ: اگر کسی میت کا مذکورہ بالا قسموں میں سے کوئی بھی وارث نہ ہو یا کوئی ہو مگر کسی کو بھی معلوم نہ ہو تو اس کا مال اسلامی حکومت کے بیت المال میں جمع کیا جائے اور اس کو رفاہی کاموں' دفاع اور مدارس وغیرہ ضروریات میں خرچ کیا جائے لیکن آج کل چونکہ کوئی ایسا تسلی بخش انتظام نہیں ہے لہٰذا میت کا ترکہ فقراء پر صدقہ کر دیا جائے۔

ذوی الفروض کا بیان

ذوی الفروض یعنی وہ وارث جن کا حصہ شریعت نے مقرر و معین فرما دیا ہے تیرہ شخص ہیں۔ چار مرد اور نو عورتیں ہیں جو یہ ہیں میت کا باپ، دادا، ماں شریک بھائی، شوہر، زوجہ، والدہ، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، باپ شریک بہن، ماں شریک بہن، دادی، نانی۔

اب ان اشخاص کے حالات تفصیل سے لکھے جاتے ہیں۔

میت کے باپ کے حصے

باپ کے تین حال ہیں:

- جب میت کا کوئی بیٹا یا بیٹے کی مذکر اولاد یا پوتے کی مذکر اولاد ہو تو باپ کا چھٹا حصہ ہوتا ہے۔
- میت کی نرینہ اولاد کسی درجے میں بھی نہ ہو بلکہ بیٹی، پوتی یا پڑپوتی موجود ہو تو باپ کو چھٹا حصہ ملتا ہے اور پھر باقی ذوی الفروض کو دینے کے بعد کچھ بچے تو وہ بھی باپ کو (عصبہ ہونے کی وجہ سے) دیا جاتا ہے۔
- اگر میت کی نہ بیٹی ہے نہ بیٹا ہے نہ بیٹے کی اولاد ہے اور نہ پوتے پڑپوتے کی اولاد ہے تو اس صورت میں دیگر ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقی مال سارا کا سارا باپ کو ملے گا۔

میت کے دادا کے حصے

اگر میت کا باپ زندہ ہو تو دادا کو کچھ حصہ نہیں ملتا کیونکہ باپ کا درجہ قریب ہے

اس کی موجودگی میں دادا مستحق نہیں ہوسکتا۔ البتہ جب باپ موجود نہ ہوتو دادا کو بالکل اسی طرح وہی حصے ملتے ہیں جو باپ کو ملتے ہیں۔

میت کے ماں شریک بھائی کے حصے

وہ بھائی جو صرف ماں میں شریک ہے باپ دونوں کا جدا ہے اس کو اخیافی بھائی بھی کہتے ہیں اس کے تین حال ہیں:

- اگر میت کے باپ دادا موجود ہوں یا اس کا بیٹا بیٹی پوتا پوتی وغیرہ کوئی موجود ہوتو ماں شریک بھائی کو کچھ نہیں ملتا۔
- اگر مذکورہ بالا کوئی موجود نہ ہوتو:

(الف) اگر ماں شریک بھائی صرف ایک ہوتو اس کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملتا ہے۔

(ب) اگر اس قسم کے بھائی ایک سے زیادہ ہوں خواہ صرف بھائی ہوں یا ماں شریک بہنیں بھی ساتھ ہوں تو ان سب کو کل ترکہ کا ایک تہائی ملے گا جو یہ سب آپس میں برابر برابر تقسیم کرلیں گے۔

تنبیہ: یہ خصوصیت صرف ماں شریک بہن بھائیوں کی ہے کہ مرد عورت کو برابر کا حصہ ملتا ہے ورنہ ان کے سوا ہر جگہ یہ قاعدہ جاری ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہے۔

میت کے شوہر کے حصے

شوہر کی دو حالتیں ہیں:

☐ ۱ مرنے والی زوجہ نے اپنا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی نہیں چھوڑی تو شوہر کو زوجہ کے ترکہ کا نصف ملتا ہے۔

☐ ۲ اور اگر زوجہ کا بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہوتو شوہر کو کل ترکہ کا چوتھائی ملے گا خواہ زوجہ کی یہ اولاد اس شوہر سے ہو یا سابقہ شوہر سے ہو۔

میت کی زوجہ کے حصے

زوجہ کے بھی دو حال ہیں:

- اگر شوہر کا کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود نہ ہو تو کل ترکہ میں سے چوتھائی زوجہ کو ملے گا۔
- اگر شوہر کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی موجود ہوں (خواہ اس بیوی سے ہو یا کسی اور بیوی سے ہو) تو زوجہ کو صرف آٹھواں حصہ ملے گا۔

تنبیہ: جس اولاد کی وجہ سے شوہر اور زوجہ کا حصہ کم ہوجاتا ہے وہ یہ اولاد ہے۔

بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی۔

لہٰذا اگر کسی میت کے نواسا نواسی یا نواسی کی اولاد یا پوتی کی اولاد ہو (جب کہ خود میت کی بیٹی اور پوتی زندہ نہ ہو) تو اس کی وجہ سے شوہر اور زوجہ کے حصوں میں کمی نہیں آئے گی۔

میت کی والدہ کے حصے

والدہ کے بھی تین حال ہیں:

- اگر میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی (یا ان میں سے کوئی) موجود ہو تو والدہ کو کل ترکہ کا چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر میت کے دو بھائی بہن موجود ہوں تب بھی والدہ کو صرف چھٹا حصہ ملے گا یہ بھائی بہن خواہ کسی قسم کے ہوں حقیقی ہوں یا باپ شریک ہوں یا ماں شریک ہوں جب ایک سے زیادہ ہوں گے تو والدہ کو چھٹے حصے سے زیادہ نہ مل سکے گا۔
- اگر مرد کا انتقال ہوا ہے اور اس کی زوجہ اور باپ اور ماں موجود وارث ہیں یا عورت کا انتقال ہوا ہے اور اس کے شوہر اور باپ اور ماں وارث ہیں تو شوہر یا زوجہ کا شرعی حصہ نکالنے کے بعد باقی جو بچے اس میں سے ایک تہائی والدہ کا حصہ ہے۔
- اگر اوپر مذکور وارثوں میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو میت کی والدہ کو کل ترکہ میں سے تہائی ملے گا۔ یعنی والدہ کو کل ترکہ میں سے تہائی ملنے کے لیے تین

شرطیں ضروری ہیں۔

(الف) میت کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی پڑپوتا پڑپوتی وغیرہ نہ ہو۔

(ب) میت کے دو یا زیادہ بہن بھائی نہ ہوں۔

(ج) میت کے شوہر (یا بیوی) اور باپ اکٹھے زندہ نہ ہوں۔

میت کی بیٹی کے حصے

۱ اگر میت کی صرف ایک بیٹی ہو اور کوئی بیٹا نہ ہو تو بیٹی کو میت کے ترکہ کا نصف ملتا ہے۔

۲ اور اگر دو بیٹیاں یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں اور کوئی بیٹا نہ ہو تو ان کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا جو ان میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔

۳ اگر بیٹیاں خواہ ایک ہو یا زائد ہوں ان کے ساتھ میت کا بیٹا بھی موجود ہو تو اس صورت میں بیٹی کا کوئی مقرر حصہ نہیں ہے بلکہ دیگر ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد باقی مال بیٹے بیٹیوں میں اس تناسب سے تقسیم ہوگا کہ بیٹے کو بیٹی کا دوگنا ملے گا۔

میت کی پوتی کے حصے

- اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو صرف ایک پوتی ہو تو اس کو ترکہ کا نصف ملے گا۔
- اگر میت کے بیٹا بیٹی موجود نہ ہو صرف دو یا دو سے زائد پوتیاں ہو تو ان کو کل ترکہ کا دو تہائی ملے گا جو ان میں مساوی تقسیم ہوگا۔
- اگر میت کے بیٹا بیٹی نہ ہو ایک پوتی یا کئی پوتیاں ہوں اور ان کے ساتھ کوئی پوتا ہو تو دیگر ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو مال باقی بچے وہ پوتے پوتیوں میں تقسیم ہوگا بایں طور کہ پوتے کو پوتی کا دوگنا ملے گا۔
- اگر میت کے بیٹا یا پوتا نہ ہو لیکن صرف ایک بیٹی موجود ہو تو پوتیوں کو صرف چھٹا حصہ ملے گا خواہ ایک پوتی ہو یا زیادہ ہوں۔

- اگر میت کے بیٹا یا پوتا نہ ہو اور دو یا زیادہ بیٹیاں ہوں تو پوتی کو کچھ نہیں ملے گا۔
- اگر میت کا ایک بھی بیٹا موجود ہو تو پوتیاں پڑپوتیاں محروم رہتی ہیں۔

میت کی سگی بہن کے حصے

- اگر میت کا کوئی بیٹا، بیٹی پوتا پوتی نہ ہو اور ایک سگی بہن ہو تو اس کو میت کے ترکہ کا نصف ملے گا۔
- اگر میت کے کوئی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نہ ہو اور دو یا زیادہ سگی بہنیں ہوں تو ان کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا جو ان میں مساوی تقسیم ہوگا۔
- اگر میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو خواہ ایک ہو یا زیادہ تو اس صورت میں ذوی الفروض کو دینے کے بعد جو کچھ باقی رہے وہ میت کی سگی بہن کو ملے گا۔

تنبیہ: سگی بہن کے اوپر کے تین حالات اس وقت ہیں جب اس کے ساتھ کوئی سگا بھائی موجود نہ ہو۔

- اگر میت کے سگے بھائی ہوں خواہ ایک یا زیادہ تو ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد جو مال باقی بچے وہ بہن بھائیوں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کا حصہ بہن کے حصے کا دوگنا ہوگا۔
- اگر میت کے باپ دادا یا بیٹا پوتا پڑپوتا وغیرہ ان میں سے کوئی موجود ہوں تو سگی بہن کو کچھ نہیں ملتا۔

میت کی باپ شریک بہن کے حصے

سگی بہن نہ ہو تو باپ شریک بہن اس کے قائم مقام ہوجائے گی اور سوائے چوتھی صورت کے باقی حصے وہی ہوں گے جو سگی بہن کے ہیں۔

میت کی ماں شریک بہن کے حصے

جو حصے ماں شریک بھائی کے ہیں وہی ماں شریک بہن کے بھی ہیں کیونکہ دونوں کا حال بالکل یکساں ہے۔

میت کی دادیوں کے حصے

دادی سے صرف باپ کی ماں مراد نہیں بلکہ باپ کی دادی اور باپ کی نانی وغیرہ کو بھی شرعاً دادی اور جدہ کہتے ہیں۔

تین پشتوں تک دادیوں کا نقشہ یہ ہے۔

پہلی پشت باپ کی ماں

دوسری پشت دادا کی ماں دادی کی ماں

تیسری پشت پڑدادا کی ماں پڑدادی کی ماں باپ کی نانی کی ماں

☐ ۱ اگر قریب درجہ کی دادی یا نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی دادی کو بالکل حصہ نہیں ملتا۔

☐ ۲ جس درجہ کی دادی ہے اسی درجہ کی اگر نانی بھی موجود ہو تو دونوں چھٹے حصے میں شریک ہوں گی۔

☐ ۳ اگر میت کی ماں یا میت کا باپ موجود ہو تو تمام دادیاں بالکل محروم رہتی ہیں۔

☐ ۴ اگر میت کا دادا موجود ہو تو دادیاں محروم رہتی ہیں سوائے چار دادیوں کے یعنی باپ کی ماں، باپ کی نانی، باپ کی ماں کی نانی اور باپ کی نانی کی نانی۔

میت کی نانیوں کے حصے

نانی سے صرف ماں کی ماں مراد نہیں بلکہ ماں کی نانی اور نانی کی نانی بھی عربی میں جدہ کہلاتی ہے۔

تین پشتوں تک کی نانیاں یہ ہیں۔

پہلی پشت ماں کی ماں

دوسری پشت نانی کی ماں

تیسری پشت نانی کی نانی

✹ اگر قریب درجہ کی دادی یا نانی موجود ہو تو بعید درجہ کی نانی کو میراث میں سے

حصہ نہیں ملے گا مثلاً اول پشت کی نانی موجود ہے تو دوسری یا تیسری پشت کی نانی کو کچھ نہ ملے گا۔

- اگر میت کی ایک یا زیادہ دادیاں اسی درجے کی موجود ہوں جس درجے کی نانی موجود ہے تو یہ سب چھٹے حصے میں برابر کی شریک ہوں گی۔
- اگر میت کی ماں زندہ ہو تو تمام نانیاں محروم رہتی ہیں خواہ کسی پشت کی ہوں۔

تنبیہ: میت کی ماں زندہ ہو تو دادیاں اور نانیاں دونوں محروم رہتی ہیں۔ لیکن اگر میت کی ماں نہ ہو صرف باپ یا دادا ہو تو میت کی دادیاں تو محروم ہوں گی نانی محروم نہ ہو گی اور وہ باپ دادا کی موجودگی میں بھی حصہ پاتی ہے۔

تنبیہ: جدہ (یعنی دادی اور نانی) دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک وہ جو ذوی الفروض میں سے ہے اور جدہ صحیحہ کہلاتی ہے اور دوسری وہ جو ذوی الارحام میں سے ہے اور جدہ فاسدہ کہلاتی ہے۔

جدہ صحیحہ یعنی صحیح دادی نانی وہ ہوتی ہے جس کے رشتے میں کسی نانا (یعنی جد فاسد) کا واسطہ درمیان میں نہ ہو مثلاً ماں کی ماں، نانی کی ماں، باپ کی ماں، دادا کی ماں، باپ کی نانی وغیرہ اور وہ جدہ جس کے ساتھ رشتہ میں کسی نانا کا واسطہ آتا ہو وہ جدہ فاسدہ کہلاتی ہے۔ مثلاً میت کے نانا کی ماں یا دادی نانی وغیرہ اور میت کے باپ کی نانی کی دادی وغیرہ کیونکہ اس میں بھی نانا شامل ہے اور وہ اس طرح کہ یہ میت کی دادی کے نانا کی ماں بھی بنتی ہے۔

چند ضروری اور مفید حل

۱ ایک شخص نے باپ اور دو بیٹے اور ایک بیٹی اپنے وارث چھوڑے۔ ترکہ کس طرح تقسیم ہو گا۔

جواب: چھٹا حصہ باپ کو اور باقی پانچ حصے اولاد کو یعنی دو دو حصے ہر لڑکے کو اور ایک حصہ بیٹی کو۔

☼ ۲ میت کے وارثوں میں بیوی، باپ، ماں اور ایک لڑکا ہو تو تقسیم کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: باپ کو چھٹا حصہ، ماں کو چھٹا حصہ، بیوی کو آٹھواں حصہ اور بقیہ مال بیٹے کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ملے گا۔

☼ ۳ میت کے وارثوں میں شوہر، والدہ، ایک بیٹی، ایک بھائی اور ایک بہن ہیں؟

جواب: شوہر کو چوتھائی، والدہ کو چھٹا، بیٹی کو نصف، باقی بہن بھائی میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ بھائی کو بہن کا دوگنا ملے گا۔

☼ ۴ میت کے وارثوں میں ایک زوجہ ایک بیٹی اور ایک بہن ہیں۔

جواب: زوجہ کو آٹھواں حصہ، بیٹی کو نصف اور بہن کو باقی حصہ ملے گا۔

☼ ۵ میت کے وارثوں میں دو بیویاں، والدہ، چھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں ہیں۔

جواب: دو بیویوں کے درمیان آٹھواں حصہ مساوی تقسیم ہوگا۔ والدہ کو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی لڑکے اور لڑکیوں میں بایں طور کہ لڑکے کو لڑکی کا دوگنا ملے گا۔

☼ ۶ میت کے وارثوں میں تین بیٹے، دو یتیم پوتے، ایک والدہ اور ایک زوجہ ہیں۔

جواب: زوجہ کو آٹھواں حصہ، والدہ کو چھٹا حصہ اور باقی مال تین بیٹوں میں تقسیم ہوگا، پوتے محروم رہیں گے۔

☼ ۷ میت کے وارثوں میں شوہر، ایک ماں شریک (اخیافی) بہن، والدہ اور دو حقیقی بھائی ہیں۔

جواب: نصف شوہر کو، چھٹا حصہ ماں شریک بہن کو، چھٹا حصہ والدہ کو اور باقی بھائیوں کو۔

☼ ۸ میت کے وارثوں میں شوہر، بیٹی، نانی، دادی اور ایک بھائی ہیں۔

جواب: چوتھا حصہ شوہر کو، نصف بیٹی کو، چھٹا حصہ نانی اور دادی آپس میں تقسیم کریں گی۔ باقی بھائی کو ملے گا۔

☼ ۹ میت کے وارثوں میں تین بیٹیاں، ایک زوجہ اور ایک پوتا ہے۔

جواب: دو تہائی بیٹیوں کو، آٹھواں حصہ زوجہ کو اور باقی پوتے کو ملے گا۔

☼ ۱۰ میت کے وارثوں میں ایک بہن‘ ایک دادی اور ایک باپ شریک بھائی ہے۔
جواب: بہن کو نصف‘ دادی کو چھٹا حصہ اور باقی مال باپ شریک بھائی کو ملے گا۔

عصبات نسبی

عصبات نسبی سے مراد میت سے نسبی تعلق رکھنے والے وہ مرد رشتہ دار ہیں جن کے میت کے ساتھ رشتہ میں عورت کا واسطہ نہ ہو۔ شریعت میں ان کا کچھ حصہ مقرر نہیں ہوتا بلکہ ذوی الفروض کے پورے حصے نکالنے کے بعد اگر کچھ ترکہ باقی ہو تو وہ ان کو ملے گا اور اگر کچھ باقی نہ رہے تو محروم ہو جائیں گے۔

عصبات کے چار درجے ہیں:

درجہ اول: میت کا جز یعنی اس کی نسل جیسے بیٹا، پوتا، پڑپوتا، سگڑ پوتا وغیرہ۔

درجہ دوم: میت کے اصل جیسے باپ، دادا، پڑدادا‘ سگڑ دادا وغیرہ۔

درجہ سوم: میت کے باپ کا جز یعنی باپ کی نسل جیسے بھائی، بھتیجا، بھتیجے کا بیٹا وغیرہ۔

درجہ چہارم: میت کے دادا کا جز یعنی دادا کی نسل اور پھر ان کی اولاد در اولاد جیسے چچا، چچا کا بیٹا، چچا کا پوتا وغیرہ۔

قاعدہ: ○۱ جب تک اوپر کے درجے میں کوئی وارث موجود ہو تو نیچے کے درجے کے عصبہ رشتہ داروں کو کچھ نہیں ملتا مثلاً درجہ اول میں سے کوئی عصبہ رشتہ دار موجود ہو تو درجہ دوم، سوم اور چہارم والے عصبہ رشتہ دار محروم رہتے ہیں۔

قاعدہ ○ ۲: ہر ایک درجے کے وارثوں میں بھی باہم فرق ہے یعنی اول درجہ کے وارثوں میں جو سب سے زیادہ قریب ہوگا وہی حقدار ہوگا اور جو رشتہ دار اس کی بہ نسبت بعید ہوں گے وہ محروم رہیں گے مثلاً ایک شخص کا بیٹا بھی موجود ہے اور پوتا بھی ہے تو بیٹا چونکہ پوتے کے مقابلے میں زیادہ قریب ہے لہٰذا وہی سب مال لے لے گا اور پوتا محروم رہے گا باوجودیکہ پوتا اور بیٹا دونوں ایک ہی درجہ کے عصبہ رشتہ دار ہیں۔

قاعدہ ○ ۳: بھائی چچا اور ان کی اولاد میں حقیقی کا حق پہلے ہے اور باپ شریک کا حق

بعد میں ہے مثلاً میت کا حقیقی بھائی بھی ہے اور باپ شریک بھائی بھی ہے تو چونکہ حقیقی بھائی میراث میں مقدم ہے لہٰذا وہ عصبہ بن کر مال سمیٹ لے گا اور باپ شریک بھائی محروم رہے گا اسی طرح اگر ایک حقیقی چچا ہو (یعنی باپ کا حقیقی اور سگا بھائی ہو) اور ایک باپ شریک چچا ہو (یعنی باپ کا باپ شریک بھائی ہو) تو حقیقی چچا باپ شریک چچا پر مقدم ہے۔

قاعدہ ○ ۴: اگر ایک ہی درجے اور اس کے ایک ہی نمبر میں کئی وارث ہوں مثلاً کئی بیٹے ہوں یا کئی پوتے ہوں یا کئی چچا ہوں تو بچا ہوا مال ان میں مساوی تقسیم کیا جائے گا۔

ذوی الارحام

ذوی الارحام میت کے وہ رشتہ دار ہوتے ہیں کہ جب ذوی الفروض بھی موجود نہ ہوں اور کوئی عصبہ بھی نہ ہو، تب ان کو میراث میں سے حصہ ملتا ہے کیونکہ اگر عصبہ موجود ہو تو ذوی الفروض سے بچا ہوا سارا مال وہ لے لے گا اور اگر عصبہ موجود نہ ہو تو ذوی الفروض سے جو کچھ باقی رہے گا وہ دوبارہ اسی تناسب سے ان پر لوٹا کر تقسیم کر دیا جائیگا۔ اصطلاح میں اس کو ذوی الفروض پر رد کرنا کہتے ہیں۔

رد کی مثال یہ ہے کہ میت کے وارثوں میں مثلاً والدہ اور ایک بیٹی ہو اور ان کے علاوہ کوئی عصبہ نہ ہو۔ تو والدہ کو چھٹا حصہ اور بیٹی کو نصف دینے کے بعد باقی تہائی مال جو بچے گا وہ دوبارہ والدہ اور بیٹی میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ چونکہ ۱/۶ اور نصف کے درمیان نسبت ۱ اور ۳ کی ہے (یعنی ۱:۳) لہٰذا کل مال کے چار حصے کر کے ایک حصہ والدہ کو اور تین حصے بیٹی کو دے دیں گے۔

البتہ جب ذوی الفروض اور عصبہ کوئی نہ ہو تب ذوی الارحام کے وارث ہونے کا موقع آتا ہے۔ مگر دو ذوی الفروض ایسے بھی ہیں کہ جن کی موجودگی میں بھی ذوی الارحام کو حصہ ملتا ہے وہ شوہر اور زوجہ ہیں۔ یعنی اگر کسی میت کی صرف زوجہ باقی رہے اور اس کے سوا کوئی ذوی الفروض اور عصبہ موجود نہ ہوں تو زوجہ کو چوتھا حصہ دینے کے

بعد باقی تین چوتھائی بھی اسی کونہیں دیا جائے گا بلکہ باقی تین چوتھائی ذوی الارحام کو دیا جائے گا۔ ایسے ہی اگر صرف شوہر وارث ہو اور کوئی اور ذوی الفروض اور عصبہ نہ ہوں تو شوہر کو نصف دے کر باقی نصف ذوی الارحام میں تقسیم کیا جائیگا۔

عصبات کی طرح ذوی الارحام کے بھی چار درجے ہیں جو یہ ہیں:

پہلا درجہ: خود میت کی وہ اولاد جو ذوی الفروض اور عصبات میں شامل نہیں جیسے نواسہ نواسی وغیرہ۔

دوسرا درجہ: میت کے وہ اصول جو ذوی الفروض اور عصبہ نہیں ہیں جیسے نانا یا دادی کا باپ وغیرہ۔

تیسرا درجہ: میت کے ماں باپ کی اولاد جو ذوی الفروض اور عصبہ نہیں ہے جیسے بھانجا بھانجی بھتیجی۔

چوتھا درجہ: دادا اور دادی اور نانی کی وہ اولاد جو عصبہ نہیں ہے جیسے پھوپھی، خالہ، ماموں، باپ کا ماں شریک بھائی۔

ذوی الارحام سے متعلق چند ضروری قواعد

قاعدہ ◆ : جب تک اول درجے والے ذوی الارحام موجود ہوتے ہیں دوسرے درجہ والوں کو میراث نہیں ملتی۔ اسی طرح دوسرے درجہ کی موجودگی میں تیسرے درجہ والے محروم رہتے ہیں اور تیسرے درجہ والوں کے سامنے چوتھے درجہ والوں کو حصہ نہیں ملتا۔

قاعدہ ◆ : ایک درجہ کے وارثوں میں جو سب سے قریب ہوتا ہے وہ مستحق ہوتا ہے اور جو اس سے بعید ہوتے ہیں وہ سب محروم رہتے ہیں۔

قاعدہ ◆ : جو ذوی الارحام ایسے شخص کی اولاد ہیں کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو اس وقت ضرور وارث ہوتا ایسے ذوی الارحام اس شخص کی اولاد پر مقدم رہیں گے جو اگر خود بھی زندہ ہوتا تو اس کو میراث نہ ملتی۔

مثلاً ایک شخص نے ایک اپنی پوتی کی بیٹی چھوڑی اور ایک نواسی کے بیٹا بیٹی چھوڑے۔ اس کا ترکہ پوتی کی بیٹی کو ملے گا اور نواسی کے بیٹا بیٹی محروم رہیں گے کیونکہ میت کے انتقال کے وقت اگر پوتی بھی زندہ ہوتی اور نواسی بھی زندہ ہوتی تو پوتی کو میراث ملتی اور نواسی محروم رہتی۔ اسی لحاظ سے پوتی کی اولاد کے سامنے نواسی کی اولاد محروم رہے گی۔

تنبیہ: ذوی الارحام رشتہ داروں میں بڑی تفصیل ہے لیکن یہاں اس کے بیان کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی عملی اہمیت بھی زیادہ نہیں ہے۔

حمل کی میراث

مسئلہ: مناسب یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو ایسا حمل ہو جو میت کا وارث ہوسکتا ہو تو بچہ جننے تک ترکہ کی تقسیم کو ملتوی رکھیں تاکہ بچہ کی ولادت پر پہلی تقسیم کو توڑ کر نئی تقسیم نہ کرنی پڑے۔

لیکن اگر وارث انتظار نہ کریں اور بچہ کی ولادت سے قبل ہی تقسیم کرنا چاہیں تو اس حمل کو لڑکا سمجھ کر جتنا حصہ اس کا بنتا ہے اتنا اس کے لیے بطور امانت رکھیں اور اس کے مرد ہونے کی وجہ سے جو لوگ محروم ہوتے ہیں ان کو محروم رکھیں اور جن کا حصہ کم ہوتا ہے ان کو کم دیں۔

اب اگر لڑکا ہی پیدا ہوا تو اس کا پورا حصہ اس کو دیا جائے گا اور ترکہ کی تقسیم علیٰ حالہ قائم رہے گی اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو لڑکی کا جس قدر حصہ بنتا ہے اتنا اس کو دیا جائے گا اور حمل کو لڑکا سمجھ کر جن لوگوں کا حصہ کم کیا گیا تھا یا بالکل محروم کر دیے گئے تھے ان کا حق دے دیا جائے گا۔

مثلاً زید کا انتقال ہوا۔ اس کی ایک زوجہ ایک والدہ اور دو بہنیں موجود ہیں اور زوجہ کو حمل ہے۔ ولادت سے پہلے میراث کو اس طرح تقسیم کریں گے کہ زوجہ کو آٹھواں حصہ اور والدہ کو چھٹا حصہ دے کر باقی حمل کے لیے بطور امانت رکھ دیں گے

کیونکہ حمل اگرلڑکا ہوتو بیٹے کے سامنے میت کی بہنیں محروم رہتی ہیں۔ اب اگرلڑکا پیدا ہوتو یہ تقسیم بدستور قائم رہے گی اور اگرلڑکی پیدا ہوئی تو نصف ترکہ لڑکی کو دے کر بقیہ دو بہنوں کو دے دیں گے۔

مسئلہ: حمل کے لیے جو حصہ رکھا جاتا ہے وہ اس کو اس صورت میں پہنچتا ہے جب وہ زندہ پیدا ہو۔ اگر پیٹ ہی میں مر گیا تو وہ اس مال کا مالک نہ ہوگا اور اس کو کالعدم سمجھ کر میت کے باقی وارثوں میں اس کو تقسیم کر دیں گے۔

مثلاً زید کی وفات ہوئی تو اس کی زوجہ حاملہ تھی۔ اس کے علاوہ اس کے وارثوں میں والدہ اور ایک بھائی ہے۔ حمل کو لڑکا اعتبار کرتے ہوئے زوجہ کو آٹھواں حصہ اور والدہ کو چھٹا حصہ دیں گے اور بھائی محروم رہے گا لیکن اگرلڑکا مردہ پیدا ہوا تو زوجہ کو چوتھائی، والدہ کو چھٹا اور باقی بھائی کو ملے گا۔

مسئلہ: جو حمل پورا زندہ پیدا ہونے کے بعد مرا یا نصف بدن باہر نکل آنے کے بعد مر گیا۔ وہ اپنے حصے کا مالک ہوجائے گا۔ لیکن چونکہ مالک ہو کر فوراً مر گیا ہے اس لیے اس کا حصہ ان لوگوں پر تقسیم کیا جائے گا جو اس بچے کے شرعی وارث بنتے ہیں۔ یعنی اب یہ مال اس بچے کا ترکہ سمجھا جائے گا اور صرف انہیں وارثوں کو ملے گا جو اس کے مرنے کے وقت موجود اور مستحق ہوں گے۔

میراث کے مسائل حل کرنے کا طریقہ

ذوی الفروض میں چھ قسم کے حصے ذکر ہوئے تھے یعنی آدھا، تہائی، چوتھائی، چھٹا، آٹھواں اور دو تہائی، ان تمام حصوں کا ذواضعاف اقل چونکہ ۲۴ ہے اس لیے اس آسانی کی خاطر میت کے کل ترکہ کو ہم ابتداء میں ۲۴ فرض لیتے ہیں اور اس کی مدد سے میت کے وارثوں کے حصے معلوم کریں گے۔

مثال نمبر ◆ : وارثوں میں ماں باپ اور دو بیٹیاں ہیں:

مسئلہ 24

وارث	باپ	ماں	2 بیٹیاں
وارثوں کے حصے	1/6	1/6	2/3
24 میں سے وارثوں کے حصے	4	4	16 (یعنی فی بیٹی 8 حصے)

مثال نمبر ◆ : وارثوں میں ماں بیوی اور ایک بیٹا:

اولاد کی موجودگی میں بیوی کا حصہ آٹھواں ہوتا ہے۔

مسئلہ 24

ماں	بیوی	بیٹا
1/6	1/8	باقی (عصبہ ہونے کی وجہ سے)
4	3	17

مثال نمبر ◆ : وارثوں میں شوہر' ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔

اولاد کی موجودگی میں شوہر کا حصہ چوتھائی ہوتا ہے۔

مسئلہ 24

شوہر	بیٹا	بیٹی
1/4	باقی ان دونوں کے درمیان 1:2 کے تناسب سے تقسیم ہوگا	
186		
126	6	

مثال نمبر ◆ : وارثوں میں شوہر اور باپ ہیں۔

اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کا حصہ نصف ہوتا ہے

مسئلہ 24

باپ	شوہر
1/6+ باقی (عصبہ ہونے کی وجہ سے)	1/2
8+4	12

مثال نمبر ◆ : وارثوں میں شوہر ایک ماں شریک (اخیافی) بہن اور دو حقیقی بھائی

مسئلہ 24

حقیقی بھائی 2	اخیافی بہن	شوہر
باقی	1/6	1/2
8 (یعنی فی بھائی 4 حصے)	4	12

مثال نمبر ◆ : وارثوں میں والدہ، بیوی، تین بیٹے اور دو یتیم پوتے ہیں۔

مسئلہ 24

پوتے 2	بیٹے 3	بیوی	والدہ
محروم	باقی	1/8	1/6
	17 (یعنی فی بیٹا $5\frac{2}{3}$ حصے ہوئے)		34

عول کا مسئلہ

جب کبھی ہم کل ترکہ کو 24 فرض کرتے ہیں (بالفاظ دیگر جو بھی مسئلہ میراث کا مخرج ہو) اور پھر وارثوں کو ان کے حصے دیتے ہیں تو ان کے حصوں کا مجموعہ 24 (یا جو بھی مخرج ہو اس) سے بڑھ جاتا ہے مثلاً جب وارثوں میں ایک بیوی تین بیٹیاں اور ماں باپ ہوں۔

مسئلہ 24

ماں	باپ	بیوی	بیٹیاں3
1/6	1/6	1/8	2/3
44	3	16	

ترکہ ہم نے 24فرض کیا تھا جبکہ حصوں کا مجموعہ 27بن رہا ہے۔اس کا حل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا کہ اس صورت میں حصوں کے مجموعہ یعنی 27ہی کو ہم ترکہ (اور مخرج) بنالیں گے اس طریقے سے سب وارثوں کے حق میں بھی بہ حصہ رسدی کمی واقع ہوجاتی ہے اور صرف بعض وارثوں کونقصان برداشت نہیں کرنا پڑتا۔اس عمل کوعول کہتے ہیں۔

اسی طرح اگر وارثوں میں شوہر اور دوبہنیں ہوں

مسئلہ 24 عول 28

شوہر	بہنیں2
1/2	2/3
12	16

اس مسئلہ میں حصوں کا مجموعہ 28بن گیا تو 28ہی کوکل ترکہ فرض کرلیا گیا ہے۔

ردکا بیان

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کل ترکہ کو 24فرض کرنے کے بعد جب ذوی الفروض وارثوں کوان کے حصے دے دیتے ہیں تو ترکہ میں سے کچھ بچ جاتا ہے۔میت کے عصبہ بھی نہیں ہوتے کہ باقی وہ لے لیں۔اور ذوی الارحام اگر ہوں تو وہ ذوی الفروض کی موجودگی میں محروم رہتے ہیں۔ایسی صورت میں باقی بچ رہنے والا ترکہ بھی سوائے زوجین کے باقی ذوی الفروض میں تقسیم کردیتے ہیں۔اس عمل کورد کہتے ہیں۔

مثلاً وارثوں میں ماں اور ایک بیٹی ہو۔

مسئلہ 24 رد 16

بیٹی	ماں
1/2	1/6
12	4

حصے دینے کے بعد 8 باقی بچ رہے۔ یہ 8 انہیں وارثوں پر لوٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم وارثوں کے حصوں کے مجموعہ کو ہی ترکہ بنالیتے ہیں اور اسی طرح سے اس مثال میں کل ترکہ اب 16 ہوگیا۔

وارثوں میں بیوی والدہ اور ایک بیٹی ہے۔

مسئلہ 24

بیٹی	والدہ	بیوی
1/2	1/6	1/8
12	4	3

چونکہ میاں بیوی پر رد نہیں ہوتا لہٰذا باقی بچ رہنے والے 5 حصوں کو صرف والدہ اور بیٹی پر ہی رد کیا جائے گا۔ ان کے حصوں کو دیکھیں تو ان کے درمیان 3:1 کی نسبت ہے زگ۔ لہٰذا جب ہم 5 اس نسبت سے تقسیم کریں گے تو والدہ کو سوا حصہ $1\frac{1}{4}$ اور بیٹی کو پونے چار 3-3/4 حصے ملیں گے۔ اس طرح سے 24 کو ترکہ فرض کرنے کی صورت میں جواب یہ ہوگا۔

مسئلہ 24

بیٹی	والدہ	بیوی
پونے سولہ $15\frac{3}{4}$	سوا پانچ $5\frac{1}{4}$	3